



فتاویٰ محسوسہ

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ

تبویب، تخریج اور تعلق

جلد ۲

زیر سرپتی

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب زید مجتہد

زیر نگرانی

دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی

فَاتَّبِعُوا حُجَّتَ اللَّهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

فتاویٰ محسوسہ

فتیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ

تبویب، تخریج اور تعلق

زیر نگرانی

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ

زیر نگرانی

دار الفکر لاہور

فتاویٰ محسبویہ

فتاویٰ

فتیہ الائمہ حضرت مولانا مفتی محمود بن گلگویی ڈیڑھ صدقہ

ترویج تہذیب و تمدن

دار الفاروق کراچی

کل صفحات ۶۴۲

تعداد گیارہ سو

ناشر

ادارہ الفاروق کراچی

جملہ حقوق بحق ادارہ الفاروق کراچی پاکستان، محفوظ ہیں
اس کتاب کا کوئی بھی حصہ ادارہ الفاروق سے تحریری اجازت کے
بغیر کہیں بھی شائع نہیں کیا جاسکتا۔ اگر اس قسم کا کوئی اقدام کیا گیا
تو قانونی کارروائی کا حق محفوظ ہے۔

جميع حقوق الملكية الأدبية والفنية محفوظة

إدارة الفاروق كراتشي باكستان

لا یشمخ بإعادة نشر هذا الكتاب، أو أي جزء منه، أو
نسخه، أو حفظه في برنامج حاسوبي، أو أي نظام
آخر یشفاد منه إرجاع الكتاب، أو أي جزء منه.

All rights are reserved exclusively in favour of:

Idarah Al-Farooq Karachi-Pak.

No part of this publication may be
translated, reproduced, distributed in any
form by any means, or stored in a data
base or retrieval system, without the prior
written permission of the publisher.



فتاویٰ محسبویہ

00007.U.F.M.O.J.00420.20.01.J.P.

Graphix & Composing: Irfan Anwar Mughal



سن طباعت بار اول..... ۱۴۲۶ھ، مطابق ۲۰۰۵ء

سن طباعت بار دوم..... ۱۴۲۹ھ، مطابق ۲۰۰۸ء

ملنے کا پتہ

ادارہ الفاروق کراچی

جامعہ فاروقیہ، پوسٹ بکس نمبر 11009 شاہ فیصل کالونی نمبر 4، کراچی، پوسٹ کوڈ نمبر 75230

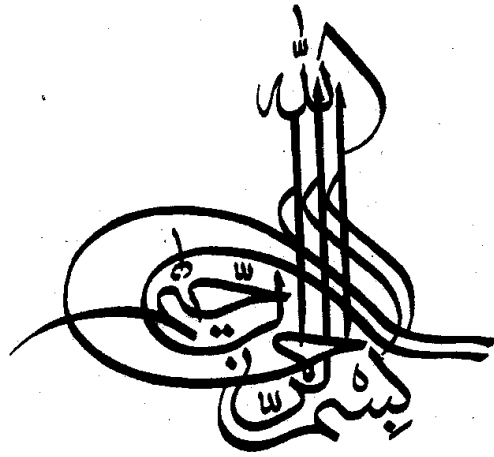
فون: 4571132, 4599167، ای میل: info@farooqia.com

www.farooqia.com

مطبع..... القادر پرنٹنگ پریس

اجمالي فهرست

٢٢ باب الفرق	☆
٢٢ مايتعلق بالروافض	☆
٧٣ مايتعلق بمشاجرات الصحابة	☆
١١٤ مايتعلق بالقاديانية	☆
١٣٥ مايتعلق بالشيوعية والاشتراكية	☆
١٤٢ مايتعلق بالمودودية	☆
٢٠٥ رساله	☆
٢٩٧ متفرقات الفرق	☆
٣١٥ باب الكفریات	☆
٤٠٥ مايتعلق بألفاظ الكفر	☆
٤٦٤ مايتعلق بتكفير المسلم	☆
٤٨١ مايتعلق بالاستخفاف بالله تعالى وشعائره	☆
٥٤٢ مايتعلق بأحكام المرتدين	☆
٥٨٩ متفرقات الكفر	☆
٥٩٥ باب التقليد	☆



وَأَقْرَبُوا
الْحَمْدَ لِلَّهِ
وَالْقُرْآنَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فہرست عنوانات

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
	باب الفرق	
	مايتعلق بالروافض	
	(شیعوں کے عقائد کا بیان)	
۲۲ شیعہ کے عقائد و افعال اور ان سے متعلق شرعی فیصلہ	۱
۲۵ شیعوں کے انیس سوالات اور ان کے جوابات	۲
۳۱ شیعوں کے بعض اعتراضات کے جوابات	۳
۳۳ کیا شیعہ فرقہ ناجیہ ہے؟	۴
۳۵ فرقہ شیعہ امامیہ	۵
۳۸ بوہرہ کی اصل	۶
۳۹ شیعہ بوہرہ کے پیشوا کے ہاتھوں مفید الاسلام کی عمارت کا افتتاح	۷
۳۹ ایک گمراہ فرقہ کے عقائد	۸

۴۲ کیا شیعہ حافظ قرآن ہو سکتا ہے؟	۹
۴۳ تعزیہ و علم	۱۰
۴۴ تعزیہ کی شرکت	۱۱
۴۴ تعزیہ کے سامنے لائچی چلانے کی مشق اور اس کا وظیفہ	۱۲
۴۵ تعزیہ کے سامنے گنکا کھیلنا	۱۳
۴۵ تعزیہ اور ماتم شیعہ	۱۴
۴۹ تعزیہ، مسجد اور کعبہ میں فرق	۱۵
۵۰ مجلس حسینی میں شرکت	۱۶
۵۱ پنچتن پاک کا مصداق	۱۷
۵۲ کیا شیعہ لوگ سنیوں کو نجاست کھلاتے ہیں؟	۱۸
۵۲ شیعہ کے گھر کا کھانا	۱۹
۵۲ مذہب شیعہ اختیار کرنے والے کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے؟	۲۰
۵۳ شیعہ کا رد فتاویٰ عالمگیری میں	۲۱
۵۳ جناب نبی اکرم ﷺ کا وصیت لکھنے کے لئے مرض الوفا میں قلم، دوات طلب فرمانا	۲۲
۵۵ صحابہ پر طعن و تشنیع	۲۳
۵۶ باغ فدک کے مطالبہ پر ناراضگی	۲۴
۵۸ باغ فدک	۲۵
۵۹ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ناراضگی	۲۶
۵۹ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جنازہ میں صحابہ کرام کی شرکت	۲۷
۶۰ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت	۲۸
۶۱ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دختر علی رضی اللہ عنہ سے نکاح	۲۹
۶۱ تطہیر اہل بیت	۳۰
۶۲ بارہ امام	۳۱

۶۵ ایضاً	۳۲
۶۶ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں ایک شعر	۳۳
۶۷ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقام	۳۴
۶۹ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اشکالات	۳۵
۷۲ کسی شیعہ کا حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو زک پہنچانا	۳۶

مايتعلق بمشاجرات الصحابة

(صحابہ کرام کے آپس کے اختلافات)

۷۳ مقابلہ علی و معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما	۳۷
۷۵ محاربہ علی و عائشہ رضی اللہ عنہما	۳۸

(حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور یزید کے اختلافات)

۷۷ محاربہ حسین رضی اللہ عنہ و یزید	۳۹
۷۷ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور یزید کی جنگ کا محل	۴۰
۷۸ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور یزید کا معاملہ	۴۱
۷۹ کیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ باغی تھے؟	۴۲
۸۰ کیا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظالم تھے؟ (نعوذ باللہ)	۴۳
۸۰ واقعہ کربلا جہاد ہے یا لڑائی؟	۴۴
۸۱ کیا کربلا کا واقعہ اسلامی جہاد تھا؟	۴۵
۸۱ کربلا میں کام آنے والے کیا دین کی حفاظت کے لئے لڑے ہیں؟	۴۶
۸۲ کربلا میں کون حق پر تھا؟	۴۷
۸۲ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا شہید ہوئے؟	۴۸
۸۲ کیا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعش کو روند ا گیا؟	۴۹
۸۲ کیا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقام محمد بن الحنفیہ نے لیا؟	۵۰

۸۳ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت پر عیسائی کا اشکال	۵۱
۸۴ کیا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے اسلام کی تکمیل ہوئی؟	۵۲
۸۶ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت اللہ تعالیٰ کے لئے ہوئی یا امت کے لئے؟	۵۳
۸۶ اگر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت نہ ہوتی، تو کیا اسلام مٹ جاتا؟	۵۴
۸۷ ایضاً	۵۵
۸۷ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت یزید پر	۵۶
۸۸ یزید کی ولی عہدی	۵۷
۸۸ ایضاً	۵۸
۸۹ خلافت یزید	۵۹
۱۰۰ جوابات پر چند اعتراض	۶۰
۱۱۲ یزید کو امیر المومنین اور خلیفہ المسلمین کہنا	۶۱
۱۱۲ یزید کو ظالم کہنا	۶۲
۱۱۲ کیا یزید واجب التعظیم ہے؟	۶۳
۱۱۲ یزید کو ایصالِ ثواب	۶۴
۱۱۳ کیا یزید جنتی ہے؟	۶۵

مايتعلق بالقاديانية

(قادیانی فرقے کا بیان)

۱۱۴ جھوٹا مدعی نبوت اور اس کی تصدیق کرنے والے کا حکم	۶۶
۱۱۵ قادیانی وغیرہ کلمہ گو کیا مسلمان ہیں؟	۶۷
۱۱۵ قادیانی کا حکم	۶۸
۱۱۷ قادیانی ہو جانے کا حکم	۶۹
۱۱۸ قادیانی جماعت کے متعلق تفصیلی احکام	۷۰

۱۲۵ قادیانی اور اس کی کتابیں	۷۱
۱۲۷ قادیانیوں سے تعلق	۷۲
۱۳۱ قادیانی کا مسجد میں نماز کے لئے آنا	۷۳
۱۳۱ بیمار قادیانی کی تیمارداری	۷۴
۱۳۲ قادیانیوں کا مرتب کردہ قاعدہ ”سیرنا القرآن“	۷۵
۱۳۴ مرزا کے ایک قول کا حوالہ	۷۶

مايتعلق بالشیوعیة والاشتراکیة

(کمیونزم اور سوشلزم)

۱۳۵ کمیونزم	۷۷
۱۳۷ کمیونزم کیسی جماعت ہے؟	۷۸
۱۳۷ کانگریس اور کمیونزم کی تفصیل	۷۹
۱۳۹ کمیونزم اور سوشلزم	۸۰
۱۴۰ اسلامی سوشلزم	۸۱

مايتعلق بالمودودیة

(مودودیوں کے عقائد کا بیان)

۱۴۲ جماعت اسلامی کے عقائد	۸۲
۱۴۴ سید ابوالاعلیٰ مودودی کی جماعت اور ان کے عقیدہ کا حکم	۸۳
۱۴۵ عصمت انبیاء علیہم السلام کے متعلق مودودی کا مسلک	۸۴
۱۴۷ جماعت اسلامی کا مسلک	۸۵
۱۴۸ جماعت اسلامی شریعت کی روشنی میں	۸۶
۱۵۰ کیا جماعت اسلامی گمراہ جماعت ہے؟	۸۷

۱۵۵	تبلیغی جماعت، جمعیت العلماء اور جماعت اسلامی کا تعارف	۸۸
۱۵۷	مودودی صاحب اور جماعت اسلامی	۸۹
۱۵۹	مولانا مودودی نے کس مدرسہ میں تعلیم پائی؟	۹۰
۱۶۳	مودودی صاحب کا ایک فتویٰ	۹۱
۱۶۵	تفہیم القرآن کا حکم	۹۲
۱۷۰	تحریک جماعت اسلامی کا خلاصہ	۹۳
۱۷۶	ایضاً	۹۴
۱۷۸	جماعت اسلامی کا تفصیلی جائزہ ایک خط کے جواب میں	۹۵
۱۸۰	جماعت اسلامی پر غور کرنے کے لئے بنیادی امور	۹۶
۱۸۷	کیا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے گناہ کا صدور ہو سکتا ہے؟	۹۷
۱۹۰	کیا اقوال صحابہ فرقہ بندی کا سبب بنے؟	۹۸
۱۹۳	صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر مودودی کا طرز تنقید	۹۹
۱۹۳	جنگ جمل اور جنگ صفین کو عوام کے سامنے بیان کرنا	۱۰۰
۱۹۴	حضرت عثمان اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر تنقید مع جواب	۱۰۱
۱۹۹	مسئلہ یزید اور مودودیت	۱۰۲
۲۰۳	معیار حق کی تشریح	۱۰۳
(رسالہ)		
۲۰۵	جماعت اسلامی اور تنقید	۱۰۴
۲۰۷	مغرب حربہ	۱۰۵
۲۰۹	کرامت اور شرافت کا معیار	۱۰۶
۲۱۰	آزمائش کا وقت آ گیا ہے	۱۰۷
۲۱۰	حق کی تشخیص	۱۰۸

۲۱۱	حق سے الگ ہونے پر شکریہ	۱۰۹
۲۱۴	جماعتِ اسلامی تخریبی تنقید پر مجبور ہے	۱۱۰
۲۱۵	امیر جماعت کے صفات	۱۱۱
۲۱۶	جماعتِ اسلامی کا کام	۱۱۲
۲۱۶	جماعتِ اسلامی کا پروگرام	۱۱۳
۲۱۸	ایک شبہ کا ازالہ	۱۱۴
۲۱۹	تبلیغ کرنے والوں پر تنقید	۱۱۵
۲۲۰	طریق کار	۱۱۶
۲۲۲	چھ اصول	۱۱۷
۲۲۳	(۱) کلمہ کی تصحیح و تبلیغ	۱۱۸
۲۲۳	(۲) نماز کی تصحیح و ترقی	۱۱۹
۲۲۳	(۳) تحصیل علم	۱۲۰
۲۲۴	(۴) تفریح و وقت	۱۲۱
۲۲۵	(۵) خُلق	۱۲۲
۲۲۵	(۶) صحیح نیت	۱۲۳
۲۲۷	تنقید کا اثر	۱۲۴
۲۲۷	وفاتِ پیغمبر کی تصویر	۱۲۵
۲۳۱	حدیث پر کھنکھانے کا طریقہ	۱۲۶
۲۳۲	احادیث مفید یقین نہیں	۱۲۷
۲۳۳	کیا ہر صحیح حدیث کو حدیثِ رسول مان لیا جائے؟	۱۲۸
۲۳۳	مودودی صاحب کا موقف	۱۲۹
۲۳۶	مودودی صاحب کا موقف فقہ اور کلام میں	۱۳۰
۲۳۶	اسوہ، سنت، بدعت میں بھی سب سے الگ	۱۳۱

۲۳۷	تفسیر وحدیث کے پرانے ذخیروں سے قرآن و سنت کی تعلیم نہ دی جائے	۱۳۲
۲۳۸	ترکی علماء و مشائخ پر تنقید	۱۳۳
۲۳۹	قرآن کے لئے تفسیر کی حاجت نہیں	۱۳۴
۲۴۰	قرآن فہمی کا نیا طریقہ	۱۳۵
۲۴۱	دین کا مفہوم	۱۳۶
۲۴۲	علم کلام	۱۳۷
۲۴۳	متکلمین پر تنقید	۱۳۸
۲۴۶	فقہی اور کلامی تصنیفات کا مقصد	۱۳۹
۲۴۷	علماء کی بے پرواہی	۱۴۰
۲۴۸	جماعت اسلامی کا خاص کمال	۱۴۱
۲۴۹	دنیا داروں کی نفسیات	۱۴۲
۲۴۹	علماء کی نفسیات	۱۴۳
۲۵۰	ایک نیا دین	۱۴۴
۵۰	جماعت اسلامی سے نکلنا ارتداد ہے	۱۴۵
۲۵۱	تصوف اور سلوک	۱۴۶
۲۵۷	یوگ، تصوف، کوکین، ایون	۱۴۷
۲۵۸	امام غزالی کے نقائص	۱۴۸
۲۵۹	حکومت الہیہ کا قیام	۱۴۹
۲۶۲	ایضاً	۱۵۰
۲۶۵	اسلامی حکومت کہیں نہیں، اس کی وجہ	۱۵۱
۲۶۷	مسلم علماء دیوبند	۱۵۲
۲۶۸	مودودی صاحب کی ایک کتاب سے متعلق مشورہ	۱۵۳
۲۶۹	دیوبند کے ایک فتوے پر اعتراض اور اس کا جواب	۱۵۴

۲۷۴ علماء و مشائخ کی آڑ	۱۵۵
۲۷۶ تبلیغی جماعت پر اعتراض اور اس کا جواب	۱۵۶
۲۷۸ جماعتِ اسلامی سے متعلق قاری محمد طیب صاحب کی ایک تحریر اور اس کی وضاحت	۱۵۷
۲۸۱ مسئلہ تقلید اور جماعتِ اسلامی	۱۵۸
۲۸۲ مودودی صاحب کا مسلک	۱۵۹
۲۸۲ پوری جماعت اپنے مسلک میں آزاد ہے	۱۶۰
۲۸۳ مودودی صاحب کی آزادی مسلک عطا کرنے کی حقیقت	۱۶۱
۲۸۳ تقلید اہل علم کے لئے درست نہیں	۱۶۲
۲۸۴ اہل حدیث بھی مقلد ہیں	۱۶۳
۲۸۵ تقلید کا مفہوم اور عدم تقلید کا اثر	۱۶۴
۲۸۵ اہل حدیث حضرات کس جرم میں مقلد قرار پائے؟	۱۶۵
۲۸۵ تقلید کرنا گناہ، بلکہ اس سے بھی شدید تر چیز ہے	۱۶۶
۲۸۶ مودودی صاحب کا مبلغ علم	۱۶۷
۲۸۷ دوسرا رخ	۱۶۸
۲۸۷ جماعت میں رہنے والوں کو امیر کی اطاعت لازم اور نافرمانی گناہ ہے	۱۶۹
۲۸۹ امارت کا منصب لیڈر شپ کا منصب ہے	۱۷۰
۲۹۱ جماعت سے علیحدگی اور امیر جماعت سے انحراف کا مطلب	۱۷۱
۲۹۲ عجیب تضاد	۱۷۲
۲۹۴ فتاویٰ کی حیثیت مودودی صاحب کی نظر میں	۱۷۳
متفرقات الفرق		
۲۹۷ دیوبندیت اور بریلویت	۱۷۴
۲۹۷ بریلوی فتنہ کا علاج	۱۷۵

۲۹۸	فرقہ ڈگریان.....	۱۷۶
۳۰۰	فرقہ مہدویہ کے عقائد.....	۱۷۷
۳۰۱	فرقہ مہدویہ اور احمدیہ.....	۱۷۸
۳۰۱	خاکساری فتنہ کا حکم.....	۱۷۹
۳۰۳	دین بہائی.....	۱۸۰
۳۰۴	مودودیت اور رضا خانیت میں کون زیادہ مضر ہے؟.....	۱۸۱
۳۰۴	چند بیشیور اور صدیق دیندار کے عقائد.....	۱۸۲
۳۰۵	تہتر فرقے.....	۱۸۳
۳۰۶	تہتر فرقے والی حدیث پر اشکال.....	۱۸۴
۳۱۰	کیا حنفی مسلک قبول اسلام سے مانع ہے؟.....	۱۸۵
۳۱۰	کیا حضرت عیسیٰ اور دیگر پیغمبروں کی امتوں کو ”مسلمان“ کہا جاتا ہے؟.....	۱۸۶
۳۱۱	ہندو، یہود و نصاریٰ، جنات کس کی امت میں ہیں؟.....	۱۸۷
۳۱۲	یہود و نصاریٰ اہل کتاب ہیں یا نہیں؟ ان کی عورتوں سے نکاح اور ان کا ذبیحہ.....	۱۸۸

باب الکفریات

(کفریات کا بیان)

۳۱۵	کفر کی تعریف.....	۱۸۹
۳۱۶	منافق کی تعریف.....	۱۹۰
۳۱۷	علاماتِ نفاق.....	۱۹۱
۳۱۸	فاسق و زندقہ کی تعریف.....	۱۹۲
۳۱۹	التزام کفر اور لزوم کفر کی تعریف، کفر الہی جہل اور کفر منافقین میں فرق.....	۱۹۳
۳۲۱	موجبات کفر اور تجدید ایمان.....	۱۹۴
۳۲۲	کفری عقائد و اعمال.....	۱۹۵

۳۲۶ احيائے موتی معجزہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہے، اس کا انکار کفر ہے	۱۹۶
۳۲۶ دعا قبول نہ ہونے سے خدا کے وجود کے انکار کا حکم	۱۹۷
۳۲۷ جماعت منکرین خدا و رسول کا ممبر بننا	۱۹۸
۳۲۹ سجدہ کرنے سے ابلیس کا انکار	۱۹۹
۳۳۱ مخالف اجماع کا حکم	۲۰۰
۳۳۱ دین کو ماننے سے انکار	۲۰۱
۳۳۲ انکار مذہب	۲۰۲
۳۳۲ حکم شرع کا انکار	۲۰۳
۳۳۵ سنیت مساوا کا منکر	۲۰۴
۳۳۵ انکار نماز	۲۰۵
۳۳۶ منکر نماز کا حکم	۲۰۶
۳۳۷ نماز کے انکار سے کیا نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟	۲۰۷
۳۳۸ روزہ کے منکر کا حکم	۲۰۸
۳۴۰ قرآن و حدیث کے انکار کے ساتھ ایمان سلامت نہیں رہتا	۲۰۹
۳۴۷ فاضل بریلوی کا ایک ملفوظ، اور ایک آیت کا انکار	۲۱۰
۳۴۹ لاعلمی کی وجہ سے آیت قرآن کا انکار کرنا	۲۱۱
۳۵۰ ایک مشہور آدمی کے تفسیر کے نمونے، تحریف قرآن، انکار ملائکہ	۲۱۲
۳۵۱ قرآن پاک میں تحریف کرنے کا اقرار	۲۱۳
۳۵۱ بدری صحابی کو وہابی اور منافق کہنا	۲۱۴
۳۵۳ اپنے مسلمان ہونے کا انکار	۲۱۵
۳۵۴ خود کو غیر مسلم کہہ کر غیر مسلم لڑکی سے بطریقہ غیر مسلم نکاح کرنا	۲۱۶
۳۵۵ جو شخص ہندو ہونے کا اقرار کرے، اس کا حکم	۲۱۷
۳۵۶ نکاح بیوہ کا منکر	۲۱۸

۳۵۷	تبلیغ اسلام کا منکر	۲۱۹
۳۵۷	حالتِ حمل میں نکاح کا منکر	۲۲۰
۳۵۹	حلالہ کے منکر کا حکم	۲۲۱
۳۶۰	غیبت کے غیبت ہونے سے انکار	۲۲۲
۳۶۱	جان بچانے کے لئے کفر کا اقرار	۲۲۳
۳۶۲	کسی غرض کے لئے ظاہراً کفر اختیار کرنا	۲۲۴
۳۶۳	تارکِ صلوٰۃ کا حکم	۲۲۵
۳۶۴	ایضاً	۲۲۶
۳۶۵	ایضاً	۲۲۷
۳۶۶	نماز کے عبادت ہونے سے انکار کا حکم	۲۲۸
۳۶۷	کیا نماز دل ہی دل میں اللہ کو یاد کرنا ہے؟	۲۲۹
۳۶۹	جو شخص نماز کے لئے اٹھنے سے انکار کرے، اس کا حکم	۲۳۰
۳۷۰	سید ہونے کی وجہ سے حرام کو حلال سمجھنا	۲۳۱
۳۷۱	حرام کو حلال سمجھنا	۲۳۲
۳۷۲	ایضاً	۲۳۳
۳۷۳	حلال کو حرام سمجھنا	۲۳۴
۳۷۴	محرمات میں آپس میں فرق	۲۳۵
۳۷۶	حرام مال سے دعوت اور اس پر بسم اللہ	۲۳۶
۳۷۸	حلال اور حرام مخلوط مال پر بسم اللہ	۲۳۷
۳۷۹	خدائی کا دعویٰ	۲۳۸
۳۸۰	پیر صاحب کا دعوائے الوہیت	۲۳۹
۳۸۱	کیا حضرت تھانویؒ نے اپنا کلمہ پڑھوایا تھا؟	۲۴۰
۳۸۲	ایک خواب جس میں ”لا اِلهَ اِلا اللّٰه ، فلاں رسول اللّٰه“ پڑھا	۲۴۱

۳۸۴ عورتوں کی تعزیہ میں شرکت سے کیا نکاح فسخ ہو جاتا ہے؟	۲۴۲
۳۸۵ کیا تعزیہ نہ بنانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار لازم آتا ہے؟	۲۴۳
۳۸۶ ارتداد کے بعد دوبارہ اسلام قبول کرنے سے روکنا	۲۴۴
۳۸۷ تین طلاقوں کے بعد بھی شوہر کے نہ چھوڑنے کی وجہ سے کفر یہ کلمات زبان سے ادا کرنا	۲۴۵
۳۹۰ جدائی کے لئے عورت کو مرتد ہونے کا مشورہ دینا	۲۴۶
۳۹۲ قانون شرع کو چھوڑ کر رسم و رواج کا پابند ہونا	۲۴۷
۳۹۳ حکم عدالت کو حکم شرع پر ترجیح دینا	۲۴۸
۳۹۵ مجبوراً خنزیر کا گوشت کھانے سے ایمان نہیں جاتا	۲۴۹
۳۹۵ غیر مذہب کی کتابیں دیکھنا اور اپنے کفر کا اقرار کرنا	۲۵۰
۳۹۷ عیسائی کتابیں فروخت کرنا کیا کفر ہے؟	۲۵۱
۳۹۹ تنازع کے قائل کا حکم	۲۵۲
۴۰۰ چیچک میں ہندوؤں کی مائی کو چندہ دینا	۲۵۳
۴۰۰ دکان کے افتتاح پر ”ست نارائن“ کی پوجا	۲۵۴
۴۰۱ ”ایمانداری کوئی چیز نہیں“ کا مفہوم اور حکم	۲۵۵
۴۰۳ یہ کہنا کہ ”رزق ہم دیں گے“	۲۵۶
۴۰۳ قانون شریعت کو نہ ماننے والے کا حکم	۲۵۷
۴۰۴ رسم و رواج کی وجہ سے حکم شریعت کو نہ ماننا	۲۵۸

ما يتعلق بألفاظ الكفر

(الفاظ کفر کا بیان)

۴۰۵ دعوة الحق کو دعوة الکفر کہنا	۲۵۹
۴۰۶ ”مجرم کو اللہ تعالیٰ نہیں چھڑا سکتا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چھڑا سکتے ہیں“ کہنا	۲۶۰
۴۰۶ خدا کو بے انصاف اور خود کو کافر کہنا	۲۶۱

۴۰۸ ”اللہ تعالیٰ بے انصاف ہے“ کہنا	۲۶۲
۴۰۹ خدائے پاک کو بے انصاف کہنا	۲۶۳
۴۱۰ کیا خدا ظالم ہے؟ (نعوذ باللہ)	۲۶۴
۴۱۱ اللہ میاں کا اپنی تعریف کرنا	۲۶۵
۴۱۲ ”میں اللہ اور رسول کو نہیں جانتا“ کہنے کا حکم	۲۶۶
۴۱۳ نماز قضاء ہونے پر یہ کہنا کہ ”نماز تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی قضاء ہوئی“	۲۶۷
۴۱۳ ”اگر نبی اس زمانے میں ہوتا، تو وہ بھی ٹیری کاٹ پہنتا“ کہنا	۲۶۸
۴۱۵ مصلحت کذب کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا	۲۶۹
۴۱۶ رام کرشن کو برا بھلا کہنا	۲۷۰
۴۱۶ جو شخص قرآن و حدیث کو غلط بتائے، اس کا حکم	۲۷۱
۴۱۷ جو شخص قرآن و حدیث کو ناقابل عمل بتائے اس کا حکم	۲۷۲
۴۱۸ حفظ قرآن کو مکروہ کہنا	۲۷۳
۴۱۹ ”آنتیں (قل هو اللہ) پڑھتی ہیں“ کہنا	۲۷۴
۴۱۹ (کلا سوف تعلمون) کا مطلب	۲۷۵
۴۱۹ مسجد کے متعلق سخت لفظ	۲۷۶
۴۲۰ ”اگر فلاں کام کروں، تو امت سے خارج“ کہنا	۲۷۷
۴۲۲ ”اگر میں نے فلاں کام کیا تو مرتے وقت کلمہ نصیب نہ ہو“ کہنا	۲۷۸
۴۲۲ یہ دعویٰ کہ ”میں جب چاہوں، بارش کرا دوں“	۲۷۹
۴۲۲ ”شریعت کا برادری کے معاملات سے کوئی تعلق نہیں“ کہنے والوں کا حکم	۲۸۰
۴۲۵ استنجے کے لئے کلوخ لینا، اور اس کو سینما فلم کہنا	۲۸۱
۴۲۵ یہ لفظ کہنا کہ ”ہم نہیں جانتے، مسئلہ کیا ہے؟“	۲۸۲
۴۲۶ بت خانہ کی قسم کھانا	۲۸۳
۴۲۷ نو مسلم کو طعنہ دینا	۲۸۴

۲۲۸ حضرت پیران پیر کے ایک مصرع کا مطلب	۲۸۵
۲۲۹ مرثیہ شیخ الہند کے ایک شعر کا مفہوم	۲۸۶
۲۳۰ مثنوی کے چند اشعار	۲۸۷
۲۳۲ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک شعر	۲۸۸
۲۳۲ اقبال کے اشعار پر اعتراض اور اس کا جواب	۲۸۹
۲۳۰ غالب کا ایک شعر	۲۹۰
۲۳۲ شیخ سعدی کے ایک شعر میں لفظ ”بنیاد“ اور ”نااہل“ کا مطلب	۲۹۱
۲۳۲ اَلْم کے شعر میں حریف کی تحقیق	۲۹۲
۲۳۲ فاضل بریلوی سے متعلق چند اشعار	۲۹۳
۲۳۲ منکر و نکیر کے سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت کا حوالہ	۲۹۴
۲۳۸ شاعر امام کے بعض اشعار	۲۹۵
۲۳۹ ریا کاری کی نماز کو گالی دینا	۲۹۶
۲۵۲ دینی کتب کے مترجمین کو برا کہنا	۲۹۷
۲۵۵ ڈاکٹر فضل الرحمن پاکستان کے اقتباسات ضلالت آمیز	۲۹۸
۲۵۹ ”مجھ کو جہنم کا سب سے نچلا طبقہ منظور ہے، اللہ تعالیٰ کی ایسی کی تیسری“ کہنا (نعوذ باللہ)	۲۹۹
۲۶۰ نیند کو نماز سے بہتر کہنے پر کیا حکم ہے؟	۳۰۰
۲۶۱ مناظرہ سکھانے کے لئے کفریات بولنا کیسا ہے؟	۳۰۱
۲۶۲ ”آستین بروکشیدہ: ہچومکار آمدی“ کا پڑھنا	۳۰۲
۲۶۳ عورت کا شوہر کو یہ جواب کہ ”توبہ نہیں کروں گی“ کیا تجدید ایمان و تجدید نکاح ضروری ہے؟	۳۰۳

ما يتعلق بتكفير المسلم

(تکفیر مسلم کا بیان)

۲۶۳ علمائے دیوبند کو کافر کہنے والے کا حکم	۳۰۴
-----	--	-----

۲۶۵ دیوبندی علماء کو کافر کہنا	۳۰۵
۲۶۶ مسلمان کو کافر کہنے والے کا حکم	۳۰۶
۲۶۸ مسلم کو مشرک کہنا	۳۰۷
۲۶۸ کلمہ گو کو کافر کہنا	۳۰۸
۲۷۰ اپنے سوا سب کو کافر کہنا	۳۰۹
۲۷۱ کسی متبع سنت عالم پر کفر کا فتویٰ لگانا	۳۱۰
۲۷۳ کسی مسلمان کو کافر کہنا	۳۱۱
۲۷۵ مسلمان کو کافر کہنا	۳۱۲
۲۷۶ شاگرد کو کافر کہنے والے کا حکم	۳۱۳
۲۷۷ کسی مسلمان کو سردار جی کہنا	۳۱۴
۲۷۸ کسی کو یہ کہنا کہ ”اس کے دل میں کفر بھرا ہوا ہے“	۳۱۵
۲۷۹ کسی بات کا یقین نہ کرنے والے کو کافر کہنا	۳۱۶

ما يتعلق بالاستخفاف بالله تعالى وشعائره

(اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی اور شعائر کی توہین)

۲۸۱ اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی	۳۱۷
۲۸۲ شانِ خداوندی میں گستاخی کرنے والے کے ساتھ سلوک	۳۱۸
۲۸۲ اللہ تعالیٰ کو گالی دینا، اور رمضان کے روزے کی توہین کرنا	۳۱۹
۲۸۳ اللہ پاک کو گالی دینا	۳۲۰
۲۸۶ اللہ تعالیٰ کی شان میں بے ادبی	۳۲۱
۲۸۶ خدا اور رسول کے متعلق ایک امام کی گمراہ کن باتیں	۳۲۲
۲۸۸ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کے الفاظ کہنا	۳۲۳
۲۸۹ ذات و صفاتِ رسول پر تنقید	۳۲۴

۴۹۱	شانِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں گستاخی	۳۲۵
۴۹۳	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والے کا حکم	۳۲۶
۴۹۵	”آمی“ کا معنی جاہل، ان پڑھ اور جاہل مطلق سے کرنے کا حکم	۳۲۷-۳۲۹
۴۹۸	حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا سمجھنے والے کا حکم	۳۲۸
۵۰۰	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو سخت کلمہ کہنا	۳۲۹
۵۰۲	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی توہین کے بعد توبہ	۳۳۰
۵۰۴	یزید ابن معاویہ پر طعن	۳۳۱
۵۰۵	اخوانِ یوسف علیہ السلام پر طعن	۳۳۲
۵۰۶	قرآن پاک کی شان میں گستاخی کرنے کا حکم	۳۳۳
۵۰۷	قرآن کی شان میں گستاخی	۳۳۴
۵۰۸	باہمی لڑائی میں قرآن پاک کو پیروں سے روندنا	۳۳۵
۵۱۰	کیا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیر قرآن کریم پر رکھا تھا؟	۳۳۶
۵۱۲	قرآن کریم میں مخلوق کا ذکر ہونے کے باوجود اس کا احترام کرنا	۳۳۷
۵۱۲	مسجد کا مذاق اڑانا	۳۳۸
۵۱۳	اذان پر ہنسنا	۳۳۹
۵۱۴	نماز وغیرہ کا استہزاء	۳۴۰
۴۱۶	نماز کے لئے تحقیر کا لفظ بولنا	۳۴۱
۴۱۶	نمازی کو گالی دینا	۳۴۲
۴۱۸	ماں کو گالی دینا اور اس کی قبر پر پیشاب	۳۴۳
۵۱۹	علمِ دین کا مقام، علمائے دین کی توہین	۳۴۴
۵۲۰	اہانتِ علماء	۳۴۵
۵۲۱	کیا استاذ کی توہین کفر ہے؟	۳۴۶
۵۲۲	استاذ کی گستاخی اور توہین	۳۴۷

۵۲۴ امام اور استاذ کو خنزیر و منافق کہنا	۳۴۸
۴۲۵ استخفافِ علماء	۳۴۹
۵۲۶ علمائے دین کو گالی دینا	۳۵۰
۵۲۶ عالم سے بغض رکھنا	۳۵۱
۵۲۹ علماء کو برا کہنا	۳۵۲
۵۲۹ مقررِ عالم کی توہین	۳۵۳
۵۳۰ امام کو برا کہہ کر نکال دینا	۳۵۴
۵۳۲ طالبِ علم کو گالی دینا	۳۵۵
۵۳۳ تعویذ کی توہین	۳۵۶
۵۳۳ مسئلہ شرعیہ کی توہین	۳۵۷
۵۳۵ فتویٰ کی توہین	۳۵۸
۵۳۷ داڑھی کی توہین	۳۵۹
۵۳۸ ”داڑھی کے بال اکھاڑ کر پیشاب کروں گی“ کہنے والی عورت کا حکم اور سزا	۳۶۰
۵۳۹ گیڑی کی اہانت	۳۶۱

مایتعلق بأحكام المرتدين

(مرتد کے احکام کا بیان)

۵۴۲ مرتد کے احکام	۳۶۲
۵۴۲ مرتد کس طرح تجدیدِ ایمان کرے؟	۳۶۳
۵۴۳ مرتد سے موالات	۳۶۴
۵۴۴ مرتد سے سمجھوتہ	۳۶۵
۵۴۵ کلماتِ کفریہ سے نکاح ختم	۳۶۶
۵۴۵ کلماتِ کفریہ سے نکاح کا حکم	۳۶۷

۵۴۶ کلمہ کفر کی وجہ سے تجدید نکاح	۳۶۸
۵۴۷ کفریہ کلمات کی ادائیگی کے بعد تجدید ایمان و نکاح کا حکم	۳۶۹
۵۴۹ کفریہ افعال سے کیا نکاح ختم ہو جاتا ہے؟	۳۷۰
۵۵۰ تجدید ایمان اور تجدید نکاح کی ضرورت کب ہوتی ہے؟	۳۷۱
۵۵۲ ارتداد شوہر سے فسخ نکاح	۳۷۲
۵۵۲ ارتداد کے بعد تجدید نکاح	۳۷۳
۵۵۴ جو شخص قادیانی ہو جائے، اس کا نکاح برقرار نہیں رہتا	۳۷۴
۵۵۵ شوہر کے قادیانی ہونے سے فسخ نکاح	۳۷۵
۵۵۷ جو مسلمان عیسائی ہو جائے، اس کا نکاح	۳۷۶
۵۵۸ نکاح اور بچہ پیدا ہونے کے بعد شوہر نے کہا ”میں تو عیسائی ہوں“	۳۷۷
۵۵۹ شوہر شیعہ ہو جائے تو اس کے نکاح کا حکم	۳۷۸
۵۶۱ ایضاً	۳۷۹
۵۶۲ جس عورت کا شوہر شیعہ ہو جائے، اس کا حکم	۳۸۰
۵۶۳ کیا بت کی پوجا سے نکاح ختم ہو گیا؟	۳۸۱
۵۶۵ مرد کا نکاح فسخ ہو گیا	۳۸۲
۵۶۶ نکاحِ مرتدہ	۳۸۳
۵۶۷ ارتدادِ زوجہ سے فسخ نکاح	۳۸۴
۵۶۸ عورت کے مرتد ہونے سے نکاح فسخ نہیں ہوتا	۳۸۵
۵۶۹ غیر مسلم کے ساتھ چلے جانے پر نکاح کا حکم	۳۸۶
۵۷۰ غیر مسلم کے ساتھ بھاگ جانے سے نکاح پر اثر	۳۸۷
۵۷۱ کیا تعزیہ بنانے سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے؟	۳۸۸
۵۷۲ لاپتہ شوہر کی بیوی مرتد ہو گئی	۳۸۹
۵۷۳ کیا مرتد کی تجدید نکاح میں مہر جدید وغیرہ ضروری ہے	۳۹۰

۵۷۶ عورت کے مرتد ہونے سے مہر ساقط نہیں ہوتا	۳۹۱
۵۷۷ کیا ارتداد سے اعمال حبط ہو جاتے ہیں؟	۳۹۲
۵۸۰ مرتد ہونے سے کفارہ ساقط نہیں ہوتا	۳۹۳
۵۸۱ جنازہ مرتد پر نماز اور مسلم قبرستان میں دفن	۳۹۴
۵۸۱ کیا ارتداد سے یمین ساقط ہو جاتی ہے؟	۳۹۵
۵۸۳ ردت کے بعد کلمہ کی قسم کا حال	۳۹۶
۵۸۵ مرتد کی تجہیز و تکفین	۳۹۷
۵۸۶ منکر نماز کا جنازہ	۳۹۸

متفرقات الکفر

۵۸۹ بے عمل لوگوں کا یہ کہنا کہ فلاں فلاں کہیں گے تو عمل کریں گے	۳۹۹
۵۹۱ اپنی بیوی کو بغیر پردہ کے نچوانا کیا کفر ہے؟	۴۰۰
۵۹۲ بے دین فقیروں کا حال اور دعویٰ	۴۰۱

باب التقلید

(تقلید کا بیان)

۵۹۵ تقلید کی شرعی حیثیت	۴۰۲
۶۰۸ تقلید کا ثبوت حدیث سے	۴۰۳
۶۱۳ تقلید شخصی کا ثبوت	۴۰۴
۶۱۳ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ مجتہد تھے	۴۰۵
۶۱۶ بعض مسائل میں دوسرے امام کے مسائل پر عمل کرنا، شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کیا مقلد تھے؟	۴۰۶
۶۲۰ کیا حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ بھی مقلد تھے؟	۴۰۷
۶۲۲ امام کے قول کے خلاف اگر حدیث موجود ہو تو مقلد کیا کرے؟	۴۰۸
۶۲۳ عالم محقق کے لئے تقلید اور ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف انتقال	۴۰۹

۶۲۶ حنفی کے لئے کسی اور کے قول پر عمل کرنا کیا تقلید کے خلاف ہے؟	۴۱۰
۶۲۸ مذاہب اربعہ کا ماخذ	۴۱۱
۶۲۹ عامل بالحدیث کا حکم	۴۱۲
۶۲۹ اہل حدیث کا حکم	۴۱۳
۶۳۱ مسائل اختلافیہ پر غور و فکر کرنے کے لئے چند اصول موضوعہ	۴۱۴
۶۳۲ اختلافی مسائل میں کیا مقلد کو ترجیح کا حق ہے؟	۴۱۵
۶۳۵ اختلافِ ائمہ	۴۱۶
۶۳۶ تقلیدِ شخصی سے ہٹ کر مختلف ائمہ کی تقلید	۴۱۷
۶۳۶ دیوبندی کس امام کے پیرو ہیں؟	۴۱۸
۶۳۸ دیوبند اور جلال آباد کے علماء کا مسلک	۴۱۹
۶۳۸ غیر مقلد کی حیثیت اور اس سے شادی بیاہ	۴۲۰
۶۴۲ کیا کسی دیوبندی کو حق ہے کہ اپنی اہل حدیث بیوی کو تبدیل عقیدہ پر مجبور کرے؟	۴۲۱



باب الفرق

ما يتعلق بالروافض

(شیعوں کے عقائد کا بیان)

شیعوں کے عقائد و افعال اور ان کا شرعی حکم

سوال [۲۰۹]: اہل سنت والجماعت ہونے کے لئے کیا شرط ہے؟ کیا وہ آدمی بھی سنی ہو سکتا ہے جو یہ کہے کہ میری والدہ سنی تھیں اور میرے باپ شیعہ، اور شخص مذکور نے جس عورت سے نکاح کیا ہے وہ کٹر قسم کی شیعہ ہے اور حتیٰ کہ ان صاحب نے اپنی لڑکی کا نکاح شیعہ مجتہد کے لڑکے سے کیا ہے، یہ صاحب شیعوں کے ماتمی جلسوں میں باقاعدگی سے شریک ہوتے ہیں اور سنی ہونے کا بھی دم بھرتے ہیں، موجودہ امام صاحب سے پہلے امام مسجد کا فیصلہ تھا کہ یہ شخص شیعہ ہے اور اگر یہ اپنے آپ کو سنی کہتا ہے تو اس کا نکاح شیعہ عورت کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ اور موجودہ امام مسجد صاحب کا بھی یہی فتویٰ ہے کہ یہ غالی قسم کا شیعہ ہے اور تقیہ باز ہے اور اس کی بات ناقابل اعتماد ہے۔ کیا شیعہ سنی کا نکاح آپس میں ہو سکتا ہے یا نہیں؟

۲..... ایک شخص جو خود ساختہ سنی ہونے کا دعویدار ہے حالانکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ یہ شخص شیعہ ہے اور امام صاحب شیعوں اور رافضیوں کو دائرہ اسلام سے خارج تصور کرتے ہیں اور امام صاحب نے مسلمانوں کی کثیر جماعت کی موجودگی میں جمعۃ المبارک کے دن اعلان کیا کہ میں کسی شیعہ کی نماز جنازہ نہیں پڑھاؤں گا اور نہ کسی سنی کو جنازہ شیعہ و رافضی میں کھڑا ہونے دوں گا، ورنہ وہ سنی اسلام سے خارج ہو جائے گا اور تجدید اسلام اور قبول نکاح دوبارہ کرنا ہوگا، کیا سنی مسلمان شیعہ رافضی کی نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے کہ نہیں؟ اور ایسا کرنے والوں کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

۳..... کوئی سنی ہونے کا دعویدار کسی ذاتی مخالفت کی بناء پر شیعہ سنی مسئلہ پر کسی امام مسجد کے بارے میں یہ کہے کہ میں نے فلاں مسلمان کے جنازہ کی نماز امام مسجد کے پیچھے نہیں، شیعیان کی اقتداء میں پڑھی ہے تو ایک

دوسرے مسلمان نے سوال کیا کہ سوچ سمجھ کر کہہ رہے ہو؟ تو اس نے کہا ہاں، بلکہ فرض عین کی اقتداء بھی شیعان کے پیچھے کی ہے اور میں نماز فرض اور دیگر نمازیں اس امام کی بجائے شیعان کی اقتداء میں پڑھتا ہوں، اس فعل سے تین توہین کے پہلو نکلے: ۱۔ فرض نماز، ۲۔ نماز جنازہ، ۳۔ میت کی توہین۔ امام مسجد جس کے پیچھے خلق کثیر نماز پڑھتی ہے ایسے شخص کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟ مسلمانان در کنگ نے تو اس کو اپنی جماعت سے خارج کر دیا ہے اور میل جول ختم کر دیا ہے، شرعی طور پر اس کا حل فرمایا جاوے۔

۴..... کیا شیعہ کے پیچھے نماز جنازہ، شیعہ میت کی ہو سکتی ہے کہ نہیں؟ اگر سنی اہل سنت کے امام کے انکار کی وجہ سے دوستی ہونے کے سبب شیعہ کی نماز جنازہ میں شریک ہو جائیں تو ان کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

۵..... شیعہ کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے یا نہیں؟ اور ان سے لین دین کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ جب کہ ایک سنی مسلمان کی دوکان موجود ہو تو کون سی بہتر ہے؟

۶..... کیا یہ ثابت ہے کہ شیعہ سنی کو چائے پانی وغیرہ میں تھوک کر کے پینے کو دیتے ہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً :

حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو عقائد، اعمال و اخلاق تعلیم فرمائے ان کو اختیار کرنے والے حضرات اہل سنت کہلاتے ہیں، اول اصحاب کرام رضی اللہ عنہم نے ان کو اختیار کیا پھر اس کے بعد دوسروں نے اس کی پیروی کی (ہم ما انا علیہ و اصحابی) (۱)۔ مذہب شیعہ کا بانی ابن سبا (یہودی) تھا، اس نے انتہائی تلبیس سے اس کا پرچار کیا، اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے مسلمانوں میں گھسا اور اعتقادی و عملی بددینی پھیلائی، شیعوں کی کتاب اصول میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تین صحابہ اسلام پر باقی رہے تھے، اور (بقیہ) سب مرتد ہو گئے تھے (نعوذ باللہ) (۲) نیز قرآن کریم کو یہ لوگ محرف مانتے ہیں ”فصل الخطاب“ میں

(۱) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، ص: ۳۰، قدیمی)

(۲) ”مسلمان می گوید: علی (علیہ السلام) فرمود: ہمہ مردم بعد از پیامبر از دین برگشتند بجز چہار نفر، (اسرار آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ترجمہ اولین کتاب شیعہ در زمان امیر المؤمنین) حدیث ارتداد اصحاب جز چہار نفر، عیاش نے بسند امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ جب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے رحلت فرمائی، چار اشخاص: علی ابن ابی طالب، مقداد، سلمان اور ابوذر رضی اللہ عنہم کے سوا سب مرتد ہو گئے، راوی نے پوچھا عمارؓ کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ان کو پوچھتے ہو جن کے دلوں میں مطلق شک داخل نہ ہوا ہو تو وہ یہی تین اشخاص تھے“۔ (حیات القلوب، اردو ترجمہ جلد دوم، مؤلف علامہ باقر مجلسی، ص: ۹۲۳، اٹھارواں باب، بعض اکابر =

تصریح ہے (۱) ان کا عقیدہ ہے کہ جو قرآن اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا تھا اس کو لے کر امام مہدی غار سرمن رائی میں روپوش ہو گئے، اس کے بعد جو قرآن کریم کے نام سے موجود ہے وہ بیاض عثمانی (حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نوٹ بک) ہے (۲)۔ نیز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر زنا کی تہمت لگانا ان لوگوں میں عام طور پر واضح ہے، ان کے بنیادی مسلک میں ہے۔ جہاں تک ہو سکے اہل سنت والجماعت کو اذیت پہنچاؤ، نجاست میں ملوث کرو، نجاست کھلاؤ پلاؤ، ان کی نمازیں خراب کرو وغیرہ وغیرہ۔

ایک شیعہ مسجد میں سنی بن کر نماز کے لئے آتا تھا، صف اول میں کھڑا ہوتا اور اقامت کی حالت میں اپنی داڑھی کو ہاتھ سے حرکت دیتا تھا جو بھیگی ہوئی رہتی تھی، اس میں سے قطرات داہنے اور بائیں نمازیوں پر اور مسجد کی صف پر پڑتے تھے وہ قطرات پانی کے نہیں تھے، بلکہ داڑھی کو پیشاب میں بھگو کر لاتا تھا، تحقیق ہونے پر اس کی مرمت کی گئی، یہ شیعہ اسلام سے بالکل خارج ہیں (۳) ان کا نکاح کسی بھی سنی مرد و عورت سے

= صحابہ کے فضائل، امامیہ کتب خانہ لاہور)

(۱) ”عن أبی جعفر علیہ السلام قال: نزل جبرئیل بھذہ الآیة علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم (ھکذا فبدل الذین ظلموا آل محمد حقہم قولاً غیر الذی قیل لہم، فأنزلنا علی الذین ظلموا آل محمد حقہم)..... سنلت ماھکذا الخ“۔ (فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الأرباب، ص: ۲۵۳، ۲۵۶)

حضرت امام باقر سے روایت کی ہے کہ خدا نے زمین میں تین محترم چیزیں قرار دی ہیں: قرآن، میری عزت اور خانہ خدا ہے، لیکن قرآن میں لوگوں نے تحریف کی اور تغیر کر دیا۔ (ترجمہ حیات القلوب، جلد سوم، باب: ۱، فصل حدیث ثقلین اور اس کے مثل حدیثیں، ص: ۸۷، امامیہ کتب خانہ)

(۲) ”الخامس أنه قد استفاض فی الأخبار أن القرآن كما أنزل لم يؤلفه إلا أمير المؤمنين علیہ السلام بوصیة فی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما جمعه كما أنزل أتى به إلى المتخلفین فقال لہم: هذا کتاب اللہ كما أنزل، فقال له عمر بن الخطاب: لا حاجة بنا إليك ولا إلى قرآنک، عندنا قرآن کتبه عثمان، فقال علی علیہ السلام: لم تره بعد هذا اليوم ولا يراه أحد حتى يظهر ولدی المهدی علیہ السلام“۔ (الأنوار النعمانية: ۳۶۰/۲، نور فی الصلوة، مؤسسة الأعلمی، بیروت)

(۳) ”ان الرافضی إن کان ممن یعتقد الألوهیة فی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، أو أن جبرئیل غلط فی الوحي، أو کان ینکر صحبة الصدیق، أو یقذف السیدة الصدیقة فهو کافر“۔ (رد المحتار، کتاب الجهاد، مطلب مهم فی سب الشیخین: ۲۳۷/۲، سعید) =

جائز نہیں (۱) یہ مرجائیں تو ان کے جنازہ کی نماز بھی نہیں (۲) ایسے شخص کو امام بنانا بھی اپنی نماز کو برباد کرنا ہے (۳)۔

ان کے مذہب میں تقیہ ایسی چیز ہے کہ جب چاہیں اپنے آپ کو کافر کہہ دیں، جب چاہیں مسلمان، اپنے آپ کو شیطان بھی کہہ سکتے ہیں اور ایسے ہی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو بھی شیطان سے تعبیر کرتے ہیں جن کے ایمان پر حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پورا اطمینان ظاہر فرمایا، ایسے لوگوں کا ذبیحہ بھی درست نہیں (۴)۔ امید ہے کہ آپ کے سب سوالات کا جواب آ گیا ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

امامہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۹/۹۹ھ۔

شیعوں کے انیس سوالات اور ان کے جوابات

سوال: [۴۱۰]..... معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنم دیوس کب ہوا؟ ان کے باپ کا کیا نام ہے؟ کیا

معاویہ صحابی رسول تھا؟ معاویہ کے معنی کیا ہیں؟

۲..... ام المؤمنین جناب عائشہ رضی اللہ عنہا کی زوجیت سے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیا فائدہ

پہنچا؟ جناب عائشہ کا مزار کہاں ہے؟

۳..... اجماع آپ لوگ تسلیم کرتے ہیں، ذرا معرکہ کربلا میں بتائیں کہ اجماع کدھر ہے؟

= "وهؤلاء القوم خارجون عن ملة الإسلام، وأحكامهم أحكام المرتدين". (الفتاویٰ

العالمکیریة، کتاب السیر، الباب التاسع فی أحكام المرتدين : ۲/۲۶۳، رشیدیہ)

(۱) "و لا يصلح أن ينكح مرتد أو مرتدة أحدًا من الناس مطلقاً". (الدر المختار، کتاب النکاح، باب

نکاح الکافر : ۳/۲۰۰، سعید کراچی)

(۲) "وسبها (أى مسبب صلاة الجنابة) الميت المسلم، فإنها وجبت قضاءً لحقه". (فتح القدير، کتاب

الجنائز : ۲/۱۰۳، مصطفى البابی الحلبي)

(۳) "وإن أنكر بعض ما علم من الدين ضرورة كفر بها، فلا يصح الإقتداء به أصلاً". (ردالمحتار، باب

الإمامة : ۱/۵۶۱، سعید)

(۴) "و شرط كون الذابح مسلماً حلالاً خارج الحرم إن كان صيداً". (الدر المختار، کتاب الذبائح:

۲۹۷/۶، سعید)

- ۴..... کیا تینوں خلفاء کو حالاتِ زندگی کے دستور سے صاف ستھرا ثابت کر سکتے ہیں؟
- ۵..... مسلمانوں نے جمہوریت کے نام پر سقیفہ کانفرنس کو کامیاب بنا کر لفظِ جمہوریت بدنام کر کے ابو بکر، عمر، عثمان کو خلیفہ بنایا، کیوں؟ جمہوریت کا بنیادی اصول کیا ہے؟
- ۶..... وفاتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد درِ بنتِ رسول پر آگ اور لکڑیاں جلانے کے لئے کیوں اور کس نے جمع کیا؟ نیز پہلوئے بنتِ رسول کا دروازہ کس نے گرایا؟
- ۷..... جنگِ جمل میں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا لڑنے کے لئے کیوں آئیں؟
- ۸..... اہل سنت کا وجود کب سے ہوا؟ قرآن و حدیث سے ثابت کریں۔
- ۹..... رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر، عمر، عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) خلیفہ ہوئے، اس کو قرآن و حدیث سے ثابت کریں۔
- ۱۰..... آپ کے عقائد سے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) چوتھے خلیفہ تھے، کیا اس کی بشارت پیغمبر (علیہ الصلوٰۃ والسلام) دے گئے تھے؟
- ۱۱..... کیا ابو بکر، عمر، عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے خلیفہ ہونے کی بشارت رسول اپنی زندگی میں دے گئے تھے؟
- ۱۲..... جب زمانہ رسول ہی میں ﴿الیوم اکملت لکم﴾ کی آیت آچکی تھی یعنی اسلام مکمل ہو گیا تھا، بعد رسول جب خلافت کا دور آیا تو خلفاء نے اپنی طرف سے منطق کی اینٹ کیوں جوڑ دی؟ اسلام میں ترمیم کیوں کی، کچھ بڑھایا کچھ گھٹایا؟
- ۱۳..... رسول کو معصوم مانتے ہیں یا نہیں؟ ان کو علم غیب تھا یا نہیں؟
- ۱۴..... جناب جبرئیل علیہ السلام رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آیت و سورت لے کر نازل ہوتے تھے، اسی طرح قرآن اکٹھا کیا گیا، مگر قرآن کو تیس پاروں میں کب اور کس نے منقسم کیا؟
- ۱۵..... یزید کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے، کیا خدا اس کے گناہوں کو معاف کر سکتا ہے اور اس کی قسمت میں جنت ہے یا نہیں؟
- ۱۶..... غالباً رسول کی بیماری سے نجات پانے کی وجہ سے آپ لوگ آخری چہار شنبہ مناتے ہیں، شاید

اس دن رسول کو بیماری سے چھٹکارا ملا۔ حضور رسول اپنی زندگی میں کتنی مرتبہ بیماری سے تندرستی کے ساحل پر پہنچے، آپ کو ہر موقعہ پر ان کی صحت یابی پر یادگار منانی اور تیار دلوانی چاہئے۔

۱۷..... بارہ وفات کے کیا معنی ہیں؟ یوم ولادت رسول کو بارہ وفات کیوں مناتے ہیں؟ اگر رسول کی ولادت اور وفات ایک ہی تاریخ کو ہوئی، اس موقعہ پر آپ کو خوشی اور غم دونوں کرنا چاہئے بلکہ آپ لوگ اس روز عید مناتے ہیں، کیوں؟

۱۸..... کفن میں عطر لگانے کی رسم کب سے شروع ہوئی؟

۱۹..... مسلمانوں کے چار امام (چار مصلیٰ ہیں)، چاروں کے خیالات متفرق کیوں تھے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱..... اہل سنت والجماعت کا مسلک قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ امور مندرجہ سوال میں بعض چیزیں بالکل غلط اور بے بنیاد ہیں، بعض امور کا مسلک کے حق یا ناحق ہونے سے کوئی تعلق نہیں۔

اگر واقعہ کوئی صاحب تحقیق چاہتے ہیں اور ان کا مقصود شبہات کو دور کرنا ہے، مناظرہ و مکارہ مقصود نہیں تو بنیادی امور میں جس چیز پر شبہ ہو اول اس کو دریافت کریں، پھر فروعی امور کا نمبر ہے، بنیاد کو تسلیم نہ کرتے ہوئے فروع سے بحث کرنا حاصل ہے، مثلاً سوال نمبر: ۱ سے مسلک کے حق یا ناحق ہونے کا کیا تعلق ہے۔

سوال نمبر: ۲ بھی بنیادی حیثیت نہیں رکھتا، تاہم ان کے فضائل میں احادیث صحیحہ صریحہ موجود ہیں (۱)، قرآن کریم میں ان کی برأت و پاکدامنی کے لئے سورہ نور میں آیات نازل ہوئی ہیں (۲)۔

(۱) ”عن أبي موسى قال: ما أشكل علينا أصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم حديث قط، فسألنا عائشة رضی الله عنها إلا وجدنا عندها منه علماً.“ رواه الترمذي.

”و عن موسى بن طلحة قال: ما رأيت أحداً أفصح من عائشة رضی الله عنها.“ رواه الترمذي
(مشکوٰۃ المصابیح، باب مناقب أزواج النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ۵۷۲/۲، قدیمی)

”و عن أنس بن مالك قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: ”فضل عائشة - رضی الله عنها - على النساء كفضل الثريد على سائر الطعام.“ (الصحيح لمسلم، باب فضائل

عائشة أم المؤمنين: ۵۸۲/۲، قدیمی)

(۲) (سورة النور: آیت: ۱۱ - ۲۰)

سوال نمبر: ۳ کے متعلق عرض ہے کہ معرکہ کربلا میں کس نے اجماع کا دعویٰ کیا ہے؟
۴..... بالکل ثابت کر سکتے ہیں، احادیث صحیحہ موجود ہیں (۱)۔

۵..... جمہوریت کا نام کس نے بدنام کیا؟ سقیفہ بنی ساعدہ میں کونسی بات جمہوری اصول کے خلاف پیش آئی، کیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت بھی سقیفہ بنی ساعدہ میں تجویز ہوئی؟

۶..... ایسا کسی نے نہیں کیا، کسی مستند روایت سے ثابت نہیں، یہ تو شیعوں کے کذبات و ہفوات ہیں۔

۷..... وہ لڑنے نہیں آئی تھیں، بلکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کا یہ مطالبہ تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصاص لیا جائے، خوارج کی فتنہ پردازی نے جنگ کی صورت اختیار کر لی (۲)۔

۸..... ”حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”میری امت کے تہتر فرقے ہوں گے، ایک کے سوا سب جہنم میں جائیں گے“ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ وہ نجات پانے والا فرقہ کون ہے؟ تو فرمایا کہ ”جو فرقہ میرے اور میرے اصحاب کے طریقہ پر ہوگا وہ نجات پائے گا“، یہ حدیث مشکوٰۃ شریف، ص: ۳۰ میں ہے (۳)، یہی فرقہ اہل سنت کا ہے جو کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وقت سے موجود ہے

(۱) (الصحيح لمسلم، كتاب الفضائل، باب فضائل أبي بكر، عمر، عثمان: ۲/۲۷۲ - ۲۷۸، قديمی)

(صحيح البخاری، كتاب المناقب، باب مناقب أبي بكر، عمر، عثمان: ۱/۵۱۶ - ۵۲۵، قديمی)

(۲) ”قال ابن سعد: بويج علي بالخلافة الغد من قتل عثمان بالمدينة، فبايعه جميع من كان بها من الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم، و يقال: إن طلحة والزبير بايعا كارهين وغير طائعين، ثم خرجا إلى مكة وعائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا بها، فأخذاها و خرجا بها إلى البصرة يطالبون بدم عثمان“۔ (تاريخ الخلفاء للسيوطي،

فصل في مبايعة علي رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالخلافة و ما نشأ عن ذلك، ص: ۱۴۴، مؤسسة الكتب الثقافية)

(۳) ”و عن عبد الله بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”ليأتين

علي أمتي كما أتى علي بنی إسرائيل حدوا النعل بالنعل، حتى إن كان منهم من أتى أمه علانية لكان في أمتي

من يصنع ذلك، و إن بني إسرائيل تفرقت ثنتين و سبعين ملة، و تفترق أمتي علي ثلاث و سبعين ملة كلهم

في النار إلا ملة واحدة“، قالوا: من هي يا رسول الله؟! قال: ”ما أنا عليه و أصحابي“۔ رواه الترمذي.

(مشکوٰۃ المصابيح، كتاب الإيمان، باب الإعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الثاني: ۱/۳۰، قديمی)

اور اپنی سنت اور خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کی حضرت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے تاکید بھی فرمائی ہے اور قرآن کریم میں ”خیر امت“ جس کو فرمایا گیا ہے اس کے طرز پر چلنے والا فرقہ اہل سنت ہے۔

۹..... ان حضرات کا خلیفہ ہونا واقعاتی چیز ہے جو کہ دنیا میں ثابت و مسلم ہے، نیز قرآن و حدیث سے ان حضرات کا مستحق ہونا نیز حدیث سے ترتیب و تعیین ثابت ہے، ایسی احادیث پیش کی جاسکتی ہیں۔ کیا شیعہ تسلیم کریں گے؟ حضرت شاہ ولی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ”ازالة الخفاء“ اسی موضوع پر ہے، بڑی تفصیل سے احادیث اس میں مذکور ہیں (۱)۔

۱۰..... واقعہ اسی طرح پیش آیا اور خلفاء راشدین کی ترتیب اسی طرح ہے (۲) احادیث میں اشارات

بھی ہیں۔

۱۱..... جی ہاں، بشارتیں موجود ہیں، کیا شیعہ تسلیم کریں گے؟

۱۲..... منطق کی اینٹ بالکل نہیں جوڑی، اسلام کی بنیاد جن امور پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تجویز فرمائی تھی بالکل اسی طرح یہ حضرات اس پر قائم رہے اور دوسروں کو قائم کیا۔

۱۳..... رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معصوم مانتے ہیں (۳) بہت سی ایسی باتوں کا آپ کو علم دیا گیا جو کہ دوسروں کو نہیں ملا، جب جب اللہ تعالیٰ چاہتے علم عطا فرمادیتے (۴)۔

(۱) ”مسلك سوم: اجماع امت است بر افضلیت مشایخ ثلاثہ بترتیب خلافت، و اجماع است را بدو وجہ تقریر نمائیم..... و اما وجہ اول دو مرتبہ است: مرتبہ اولی نقل صریح اجماع از حدیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: ”کنا نخیر بین الناس فی زمان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فخیر ابا بکر ثم عمر ثم عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم“ أخرجه البخاری..... الخ“. (إزالة الخفاء عن خلافة الخلفاء، مسلك سوم اجماع امت بر افضلیت خلفاء ثلاثہ بترتیب خلافت: ۳۱۱/۱، سهیل اکیڈمی لاہور)

(۲) (راجع رقم الحاشیة: ۱)

(۳) ”والأنبیاء علیہم الصلاة والسلام کلهم منزہون عن الصغائر والکبائر و الکفر والقباح“. (الفقه الأكبر للإمام أبی حنیفة رحمہ اللہ تعالیٰ، ص: ۶، قدیمی)

(۴) ”قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”أعطیت خمساً لم یعطهن أحد قبلی..... الخ“ (مشکوٰۃ المصابیح، باب فضائل سید المرسلین صلوات اللہ و سلامہ علیہ: ۵۱۲/۲، قدیمی)

۱۴..... یہ تیس پاروں میں پاروں کے ثلث، ربع، نصف کی تقسیم بھی بنیادی چیزیں نہیں ہیں، بنیادی چیز یہ ہے کہ تمام قرآن پاک حق ہے، اللہ پاک کا نازل فرمودہ ہے، اس میں کسی قسم کی تحریف نہیں ہوئی (۱)۔

۱۵..... معاف فرمانا، قدرت سے خارج ہرگز نہیں (۲)، اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کو یا اس سے بھی بڑے گنہگار کو جنت میں داخل فرمادے۔ جس شخص کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہو وہ جنت میں جائے گا خواہ ابتداء ہی جائے خواہ سزا بھگت کر جائے (۳)۔

۱۶..... ہم لوگ آخری چہار شنبہ کو کوئی اہمیت نہیں دیتے، جیسے اوردن ویسا ہی آخری چہار شنبہ، لہذا یہ سوال ہم پر عائد نہیں ہوتا۔

۱۷..... مشہور یہ ہے کہ ۱۲/ربیع الاول کو وفات شریف ہوئی تھی (۴) اس لئے عوام اس کو بارہ وفات کہتے ہیں۔ ہم لوگ اس دن اگر ہو سکے تو روزہ رکھ لیتے ہیں، نہ عید مناتے ہیں نہ غم۔

۱۸..... حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وقت سے ہی یہ سنت جاری ہے۔

۱۹..... خیالات سے مراد اگر عقائد ہیں تو چاروں اماموں: ابوحنیفہ، مالک، شافعی، احمد رحمہم اللہ کے عقائد مختلف نہیں تھے، بلکہ متفق تھے اور سب اہل حق تھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

(۱) قال الله تعالى: ﴿إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون﴾. (الحجر: ۹)

(۲) قال الله تعالى: ﴿لم تعلم أن الله له ملك السموات والأرض يعذب من يشاء ويغفر لمن يشاء والله على كل شيء قدير﴾ (المائدة: ۴۰)

(۳) ﴿ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء﴾ فيه إيماء إلى أنه سبحانه يعفو عن أرباب الذنوب وإذا عذبه فإنه لا يؤبدہ كما تدل عليه الأحاديث: منها: ”من قال لا إله إلا الله دخل الجنة، وإن زنى وإن سرق“، و هو قول أكثر الصحابة والتابعين وأهل السنة والجماعة“ (شرح الفقه الأكبر: ۱۵۶، قديمی)

(۴) ”قال: توفي رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لا تثنى عشرة ليلة مضت من شهر ربيع الأول، اليوم الذي قدم فيه المدينة مهاجراً“ (دلائل النبوة للبيهقي، باب ما جاء في الوقت واليوم والشهر والسنة التي توفي فيها رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وفي مدة مرضه: ۲۳۵/۷، دار الكتب العلمية)

شیعوں کے بعض اعتراضات کے جوابات

سوال [۴۱۱]: آج کل ایک بلا مسلط ہے، یہاں کے تھانہ انچارج آج کل ایک شیعہ اقتدار حسین جعفری ہیں، اپنے مذہب کے سلسلہ میں بحث و مباحثہ بہت کرتے ہیں، بندہ کو بہت مجبور کیا تو جواب دینا پڑا۔ بحث کے دو دور ہو چکے ہیں، پہلے دور میں طے ہوا کہ کتابوں کے حوالے صرف قرآن پاک، بخاری و مسلم اور تاریخ کے سلسلہ میں تاریخ الخلفاء، اس کے علاوہ کسی کتاب کا اعتبار نہیں۔ دوسری دفعہ امور ذیل پر بحث ہوئی، انہوں نے بیان کیا:

۱..... حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بلا فصل تھے، حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مستحق خلافت نہ تھے، ان کے ہاتھ پر صرف ۱۸/ نفر بیعت کرنے والے تھے، وجہ یہ تھی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ چچا کے لڑکے بچپن سے ہی مسلمان، کبھی کفر کا دور نہیں آیا، باقی لوگوں نے کفر کا بھی زمانہ دیکھا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو قتل کے ارادہ سے ہی آئے تھے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ارشاد ہے: ”علی منی وانا منہ“ یہ داماد رسول تھے، ان کے علاوہ کوئی دوسرا داماد بھی نہیں تھا۔

۲..... فدک حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نہ دے کر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرابت کا بھی خیال نہ کیا اور باپ کی جائیداد سے محروم رکھا، اس وجہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چھ مہینے تک حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہ بولیں۔

۳..... اگر کسی سے کوئی غلطی ہوئی ہے وہ اگرچہ صحابی رسول ہی کیوں نہ ہو اس کو برا کیوں نہ کہا جائے۔

۴..... حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں اور زوجہ رسول مگر خلیفہ کے مقابلہ پر آئیں،

جنگ کرنا ان کی شان سے بعید تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جنگ ہی نہیں کی، نہ ساتھ کے لوگ جنگ کے لئے آئے تھے، کیونکہ کھانا ایک طرف کھاتے اور نماز دوسرے کے پیچھے پڑھتے تھے، دوسرے خون عثمان کے سلسلہ میں ایک مطالبہ لے کر آنا ہوا، رات کو یہ سن کر قاتلوں نے کہ صبح قتل کر دیئے جائیں گے حملہ کر دیا اور دونوں فوجیں بھڑ گئیں، اس غلط فہمی میں کہ دوسرے نے بد عہدی کی، معاملہ صاف ہوا تو کچھ بھی نہیں تھا۔ خون عثمان کا مطالبہ ہر مسلمان کا حق تھا، خواہ وہ مسلمان مرد ہو یا عورت۔

اس سلسلہ میں ضروری ہدایات و توجہ کی درخواست ہے، نیز شیعہ مذہب کے کچھ مسائل جو صحیحین کی رو سے خلاف ہے چند نقل کر کے ارشاد فرمائیں۔
ظہیر الاسلام بنی گنج۔ ہردوی۔

الجواب حامداً و مصلياً :

اگر آپ کے حریف نے قرآن کریم، بخاری و مسلم، تاریخ الخلفاء کے حوالہ کو تسلیم کرنے کا اقرار کر لیا تو بہتر ہے، معاملہ بہت سہل ہے۔

۱..... ”عن الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال علی: لما قبض رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، نظرنا فی أمرنا فوجدنا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قد قدم أبابکر فی الصلوة، فرضینا لدنیانا عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عنہ لدیننا، فقدما أبابکر“۔ فصل فی بیان کونہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم يتخلف ذلك (تاریخ الخلفاء، ص: ۵۰) (۱)۔

یہی تفصیل، ص: ۱۲۴، فصل فی نبذ من أخبار علی و قضایاہ و کلماتہ میں ہے (۲)۔

۲..... بخاری شریف، ص: ۹۹۵، کتاب الفرائض، باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”لا نورث، ما ترکناہ صدقة“ اسی میں ہے ”قال: فہجرته فاطمة فلم تکلمہ حتی ماتت“ یعنی حدیث پاک سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنا مطالبہ میراث ترک کر دیا اور اخیر وقت تک اس کو زبان پر نہیں لائیں (۳) یہ حدیث ”لا نورث ما ترکناہ صدقة“ شیعہ کی سب سے معتبر کتاب ”کافی“ میں بھی

(۱) (تاریخ الخلفاء للسیوطی، فصل فی بیان کونہ صلی اللہ علیہ وسلم لم يتخلف و سر ذلك، ص: ۱۴، مؤسسة الکتب الثقافیة)

(۲) (تاریخ الخلفاء للسیوطی، فصل فی نبذ من أخبار علی و قضایاہ و کلماتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ص: ۱۲۶. ۱۲۷، مؤسسة الکتب الثقافیة)

(۳) ”عن عائشة - رضی اللہ تعالیٰ عنہا - أن فاطمة والعباس أتیا أبابکر یلتمسان میراثہما من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و هما حینئذ یطلبان أرضیہما من فدک و سهمہما من خیر. فقال لہما أبو بکر: سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول: ”لا نورث، ما ترکنا صدقة، إنما یا کل آل محمد من هذا المال.“ قال أبو بکر: واللہ لا أدع أمرأ رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصنعه فیہ إلا صنعته، قال: فہجرته فاطمة، فلم تکلمہ حتی ماتت.“ (صحیح البخاری، کتاب الفرائض، باب =

ہے، نیز ”محجاج السالکین“ میں ہے: کہ ”حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب واپس تشریف لے گئیں، تو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی خدمت میں گئے کہ میں آپ سے معافی مانگنے اور راضی کرنے کے لئے آیا ہوں، اس پر انہوں نے فرمایا کہ میں راضی ہوں (۱)۔ (حدیث کون کر کرنا راض ہونے کا کیا محل ہے)۔

۳..... جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ ”میرے صحابہ کو بُرا مت کہو“ (۲) تو پھر کسی

کا کیا منہ ہے؟

۴..... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مطالبہ قصاصِ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے آئی

تھیں، تفصیل تاریخ الخلفاء میں ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۱/۹۵ھ۔

کیا شیعہ فرقہ ناجیہ ہے؟

انجم رومانی دفتر روزنامہ اردو ٹائمز، مولانا آزاد روڈ، بمبئی ۱۵/ اگست

سوال [۴۱۲]: حضور سرور کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) کا قول ہے کہ ”میری وفات کے بعد میری

= قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : لا نورث، ما ترکنا صدقة : ۹۹۵/۲، ۹۹۶، قدیمی)

(۱) محجاج السالکین بحوالہ تحفہ اثنا عشریہ (اردو) باب خلفاء ثلاثہ و کبار صحابہ پر مطاعن اور ان کے جواب، ص: ۵۴۵، دارالاشاعت

کراچی)

(و کذا فی تالیفات رشیدیہ، ہدیۃ الشیعہ : ۵۶۵، ادارہ اسلامیات لاہور)

(۲) ”عن أبی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”لا تسبوا

أصحابی فلو أن أحدکم أنفق مثل أحد ذهباً، ما بلغ مد أحدہم ولا نصیفہ“. متفق علیہ“. (مشکوٰۃ

المصابیح، باب مناقب الصحابة : ۵۵۳/۲، قدیمی)

(۳) ”قال ابن سعد: بویع علی بالخلافة الغد من قتل عثمان بالمدينة، فبیاعہ جمیع من کان بہا من

الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم، و یقال: إن طلحة والزبیر بایعا کارہین و غیر طائعتین، ثم خرجا إلى

مکة و عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہا، فأخذها و خرجا بہا إلى البصرة یطالبون بدم عثمان.....

الخ“. (تاریخ الخلفاء للسیوطی، فصل فی مبايعة علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالخلافة و ما نشأ عن

ذلک، ص: ۱۴۴، مؤسسة الکتب الثقافیة)

امت کے تہتر فرقے ہونگے، ایک فرقہ ناجی ہوگا اور بہتر ناری ہوں گے،“ اس حضور کے قول پر تمام برادران اسلام متفق ہیں اور عام طور پر مسلمانوں میں صرف دو کلمہ چل رہے ہیں: ایک تو وہ ہے جو شیعہ فرقہ پڑھتا ہے اور دوسرا کلمہ وہ ہے جو ہم بہتر فرقے کے لوگ پڑھتے ہیں۔ حضور کے قول کی روشنی میں شیعہ فرقہ ناجی ہو جاتا ہے اور ہم بہتر فرقے والے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول کی روشنی میں نجات سے دور ہوئے جاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں کیا فرماتے ہیں مفتی شرع؟ جلد سے جلد اس مسئلہ کا جواب اوپر لکھے ہوئے پتہ پر ارسال فرمادیں۔ فقط انجم رومانی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جو فرقہ ناجی ہے اس کے متعلق سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا۔ ”من ہی؟“ وہ فرقہ کون ہے تو ارشاد فرمایا: ”ما أنا عليه وأصحابي“ (۱) جس پر میں اور میرے اصحاب ہیں، یعنی جو فرقہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طریقے و سنت پر ہے وہ ناجی ہے۔ جس وقت یہ ارشاد فرمایا شیعہ تو اس وقت موجود ہی نہیں تھے، نہ ان کا کلمہ تھا اور نہ وہ اب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریقہ و سنت پر ہیں، نہ حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طریقہ و سنت پر ہیں تو وہ اس حدیث پاک کی رو سے ناجی کیسے ہو سکتے ہیں؟ وہ فرقہ اگر حدیث کی روشنی میں اپنا مقام سمجھنا چاہے تو اس کو چاہئے کہ: ”کل محدثة بدعة“ اور ”کل بدعة ضلالة“ اور ”کل ضلالة في النار“ (۲) میں غور کرے، نیز اس حدیث میں غور کرے:

”عن عبد الله بن مغفل رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”الله في أصحابي، لا تتخذوهم من بعدى غرضاً، فمن أحبهم فبحبي أحبهم، ومن أبغضهم فببغضي أبغضهم، ومن آذاهم فقد آذاني، ومن آذاني فقد آذى الله، ومن آذى الله فيوشك أن يأخذه“۔

(۱) (مشکوٰۃ المصابيح، کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، ص: ۳۰، قدیمی)

(۲) (سنن النسائی، کتاب صلاة العیدین، باب کیف الخطبة: ۱/۲۳۴، قدیمی)

نیز اس حدیث میں غور کرے:

”عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

”إذا رأیتم الذین یسبون أصحابی، فقولوا: لعنة اللہ علی شرکم اھ۔“

یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ شریف، ص: ۵۵۴ میں مذکور ہیں (۱)، اور بھی ایسی احادیث موجود ہیں، ان

میں غور کرنے سے اس فرقہ کو اپنا مقام معلوم ہو جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

فرقہ شیعہ امامیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

[۴۱۳]

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين وعلى اله

الطاهرين وأصحابه الطيبين أجمعين إلى يوم الدين، أما بعد:

جب سے فرقہ شیعہ امامیہ اثنا عشریہ نے جنم لیا اسی وقت سے علمائے حق نے اس کی تردید کی، اس کے

زلیغ و ضلال کو واضح کیا، کسی نے اس پر مختصر لکھا، کسی نے تفصیل سے بیان کیا، شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے ”منہاج

السنۃ“ میں اس پر بسط سے کلام کیا۔

بادشاہ ہمایوں کے دور میں یہ فرقہ منظم شکل میں جماعتی حیثیت سے ہندوستان آیا اور اپنے مخصوص

نظریات (بغض صحابہ اور ان پر لعن و طعن) کی اشاعت کرنے لگا، ہمایوں نے علامہ ابن حجر مکی کو خط لکھا جس پر

”تطهير اللسان والجنان“ تصنیف کی گئی، نیز دوسری کتاب ”الصواعق المحرقة“ تصنیف فرمائی۔

اس کے بعد اکبر کا دور آیا تو یہ فرقہ ترقی کرنے لگا، یہاں تک کہ جو دین حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

پر نازل ہوا اس کے مقابلہ میں دوسرا دین مستقل بنایا گیا۔

اسی زمانہ میں شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ تھے، ان کو قتل کرنے کی تجویز کی گئی مگر وہ تجویز

(۱) (مشکوٰۃ المصابیح، باب مناقب الصحابة: ۲/۵۵۴، قدیمی)

(والترمذی، أبواب المناقب، باب فی من یسب أصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

۲/۲۲۵، ایچ ایم سعید)

کامیاب نہیں ہوئی، یہاں تک کہ اکبر کا انتقال ہو گیا۔

پھر جہانگیر تخت نشین ہوا تو اس نے حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کو اجین ریاست گوالیار میں قید کروادیا اور برسوں قید میں رکھا۔ پھر ایک خواب کی بنا پر متنبہ ہو کر اپنی غلطی کا اقرار کیا اور ان کو جیل سے نکال کر معافی مانگی۔

حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرق ضالہ میں اس فرقہ کو سب سے زیادہ خطرناک بتایا ہے، تحریر فرمایا ہے کہ ”قرآنی اسلام کے مقابلہ میں اس فرقہ نے دوسرا اسلام تیار کیا ہے“، اس کے عقائد کو شمار کرایا ہے کہ یہ عقائد قرآن کریم اور احادیث متواترہ اور اجماع امت کے خلاف ہیں، جن اکابر نے اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا انہوں نے اس احتیاط کی بنا پر کف اللسان والقلم کیا ہے کہ ممکن ہے مرنے سے پہلے توبہ نصیب ہو جائے بغیر توبہ کے مرنے پر یہ احتیاطی پہلو بھی ختم ہو گیا۔ ”فتاویٰ عالمگیری“ میں ہے، جس کو پانچ سو علماء کی جماعت کے ذریعہ اورنگ زیب عالمگیر نے تصنیف کرائی۔

”الرافضی إذا كان يسب الشيخين، ويلعنهما والعياذ بالله فهو كافر، ولو قذف عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا بالزنا كفر بالله، و من أنكر إمامة أبي بكر الصديق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فهو كافر، و علی قول بعضهم هو مبتدع و ليس بكافر، والصحيح أنه كافر، و كذلك من أنكر خلافة عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ في أصح الأقوال، كذا في الظهيرية۔ و يجب إكفارهم بإكفار عثمان و علي و طلحة و زبير و عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہم، و يجب إكفار الزيدية كلهم في قولهم بانتظار نبي من العجم ينسخ دين نبينا و سيدنا محمد صلى اللہ تعالیٰ عليه وسلم كذا في الوجيز للكردي، و يجب إكفار الروافض في قولهم برجة الأموات إلى الدنيا و بتناسخ الأرواح، و بانتقال روح الإله إلى الأئمة، و بقولهم في خروج إمام باطن، و بتعطيلهم الأمر والنهي إلى أن يخرج الإمام الباطن و بقولهم: إن جبرئيل عليه السلام غلط في الوحي إلى محمد صلى اللہ تعالیٰ عليه وسلم دون علي بن أبي طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، و هؤلاء القوم خارجون عن ملة الإسلام، و أحكامهم أحكام المرتدين، كذا في الظهيرية“۔ فتاویٰ عالمگیری

مختصراً: ۲۸۳/۲ (۱)۔

مشہور مفسر و محدث حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے سورہ فتح کی آیت ﴿لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ﴾ کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو روافض کے کفر کی ایک قرآنی دلیل قرار دیا ہے (۲) تفسیر خازن (۳) اور معالم التنزیل (۴) میں بھی امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے استدلال کی طرف اجمالی اشارہ موجود ہے۔

حضرت شاہ ولی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”ازالة الخفاء“ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مناقب اور دینی کارنامے تفصیل سے بیان فرمائے ہیں اور اس فرقہ امامیہ پر شد و مد سے رد فرمایا ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”تحفۃ اثنا عشریہ“ میں اس فرقہ باطلہ کے عقائد شنیعہ لکھ کر ان کو خوب رد فرمایا ہے۔ حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس فرقہ کی تردید میں ”ہدیتہ الشیعہ“ تصنیف فرمائی۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”ہدیتہ الشیعہ“ میں بڑے دلائل سے اس فرقہ کے معتقدات کا رد کیا ہے۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”ہدایتہ الرشیدہ“ میں تفصیل سے اس فرقہ کا رد فرمایا ہے۔

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریۃ ، کتاب السیر ، الباب التاسع فی أحكام المرتدین : ۲۶۳/۲ ، رشیدیہ)

(۲) ”و من هذه الآیة انتزع الإمام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ ، فی روایة عنه ، بتکفیر الروافض الذین یغضون الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم ، قال : لأنهم یغیظونہم ، و من غاظ الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم فهو کافر لهذه الآیة ، و وافقه طائفة من العلماء رضی اللہ تعالیٰ عنہم علی ذلك ، والأحادیث فی فضل الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم ، والنہی عن التعرض لهم بمساءة كثيرة“ . (تفسیر ابن کثیر (الفتح : ۲۹) : ۲۶۱/۳ ، مکتبہ دار الفیحاء)

(۳) ”قال مالک بن أنس : من أصبح و فی قلبه غیظ علی أصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقد أصابته هذه الآیة“ . (تفسیر الخازن (الفتح : ۲۹) : ۱۷۳/۴ ، حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

(۴) (معالم التنزیل للبعوی (الفتح : ۲۹) : ۲۰۷/۴ ، ادارہ تالیفات اشرفیہ)

علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے:

”نعم لا شك في تكفير من قذف السيدة عائشة رضي الله تعالى عنها، أو أنكر صحبة الصديق رضي الله تعالى عنه، أو اعتقد الألوهية في علي، أو أن جبرئيل غلط في الوحي، أو نحو ذلك من الكفر الصريح المخالف للقران“۔ شامی: ۲۹۴/۳ (۱)۔

الغرض اپنے اپنے دور میں اہل سنت والجماعت (ہم ما أنا عليه وأصحابي) اس فرقے پر رد کرتے چلے آئے ہیں، اس فرقہ کی کتابیں کیا یا نایاب تھیں، مگر اب چھپ چکی ہیں، جو شخص ان کا مطالعہ کرے گا وہ خود بھی دیکھ لے گا کہ وہ کس قدر کفریات پر مشتمل ہیں، مثلاً: کافی، منہج الصادقین، البرہان فی تفسیر القرآن، فصل الخطاب فی إثبات تحریف کتاب رب الأرباب، حیات القلوب، كشف الأسرار وغیرہ وغیرہ۔ فقط واللہ الہادی إلى صراط مستقیم۔ املاہ العبد محمود غفرلہ۔

بوہرہ کی اصل

سوال [۴۱۴]: بوہیر کون لوگ ہیں؟ ان کی بنیاد کس نے ڈالی اور کہاں ڈالی؟ ان کے بنیادی عقائد مختصراً بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلياً:

بوہیر عربی قاعدہ سے بوہرہ کی جمع بنالی گئی ہے جو کہ بہوار سے ہے، جس کے معنی ”تاجر“ ہے، یہ تو لغت کے اعتبار سے ہے، جیسا کہ صاحب مجمع البحار کے تذکرہ میں ہے (۲)، لیکن یہ مستقل خاندان یا قوم ہے، کچھ سنی ہیں اکثر شیعہ ہیں، غالباً یہ سنی بھی پہلے شیعہ تھے پھر سنی ہو گئے، ان کی نسل بوہرہ سنی ہے، بوہرہ کے عقائد کی تفصیلات ان سے ہی دریافت کیجئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱/۶/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۶/۹۱ھ۔

(۱) (ردالمحتار، باب المرتد، مطلب مهم فی حکم سب الشیخین: ۲۳۷/۳، سعید)

(۲) ”البوہرہ وہی مشتقة من ”بیوہار“ فی لغة أهل الهند معناه التجارة“. (مجمع البحار، ترجمة

المصنف: ۲۰/۱، دارالإیمان المدینة المنورة)

شیعہ بوہرہ کے پیشوا کے ہاتھوں مفید الاسلام کی عمارت کا افتتاح

سوال [۴۱۵]: ایک رفاہ عام ادارہ ہے، جس کے ماتحت ایک تعلیم گاہ ہے، جس میں مسلم بچیوں کے لئے پردہ کے ساتھ پرائمری سے ہائر سیکنڈری تک تعلیم کا انتظام ہے اور دو ہزار بچیاں تعلیم حاصل کر رہی ہیں، اس کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم بھی ہے اور اس اسکول کو اس سال کالج بنا دیا گیا ہے، شبینہ مدرسہ بھی ہے، دوسرا شعبہ لا وارث لاش کا روزانہ پانچ سے دس تک تجھیز و تکفین کرتا ہے، اس کے لئے ۱۳/ ایسبولینس گاڑیاں ہیں، دو غسل دو غسل ہیں، مساکین جو بالکل بے سہارا ہیں، ماہانہ وظیفہ دیا جاتا ہے۔

اس ادارہ کے اخراجات بہت ہیں، بوہرہ کے پیشوا سیدنا برہان الدین کلکتہ سے تشریف لاتے ہیں، انجمن مفید الاسلام کی عمارت کی نئی تعمیر ہوئی ہے، سیدنا سے اس عمارت کا افتتاح کرایا جائے اور خواص کو جمع کیا جائے اور اس طرح ہمارے مدرسہ ندائے اسلام کا معائنہ کرایا جائے اور اس طریقہ پر اعزاز و احترام کیا جائے یا ان کی معاونت کو لیا جائے، آیا شرعی قباحت تو نہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً:

آپ ہرگز اس کا ارادہ نہ کریں، مفید الاسلام کی عمارت کا افتتاح مضر الاسلام سے کرنا سخت ممنوع ہے، حق تعالیٰ آپ کی اعانت فرمائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱۲/۹۵ھ۔

ایک گمراہ فرقہ کے عقائد

سوال [۴۱۶]: ایک جماعت قرآن پاک کے متعلق یہ اعتقاد رکھتی ہے کہ قرآن پاک کے چالیس پارے ہیں، تیس پاروں کا تو علم سب پر ظاہر ہے اور دس پاروں کا علم صرف ہماری جماعت کو ہے اور کوئی نہیں کیا اس قسم کا اعتقاد رکھنے والا فرقہ مسلمان ہے؟

(۱) "تبجيل الكافر كفر". (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۲۱۳/۶، سعيد)

"و في البحر: (و يرد السلام على الذمي و لا يزدده على قوله: و عليك و لا يبدأه بالسلام؛

لأن فيه تعظيماً له". (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في البيع: ۳۷۴/۸، رشيدية)

۲..... یہی فرقہ کہتا ہے کہ ہر رات اللہ تعالیٰ کا دیدار کرتے ہیں، ایسے فرقہ کے متعلق شرع میں کیا حکم ہے؟

۳..... یہی فرقہ پانچ وقت کی نمازوں کو فرض اور ضروری نہیں کہتا ہے، بلکہ صرف رات میں نماز پڑھنے کو ضروری سمجھتا ہے، بلکہ اگر نماز کو کہا جاتا ہے کہ بھائی تم نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ تو کہتا ہے اللہ تعالیٰ کیا مر گیا ہے جو ہم اللہ تعالیٰ کی نماز پڑھیں؟ العیاذ باللہ۔ اور بعض مرتبہ کہتے ہیں کہ ہم کیا دکھا کر نماز پڑھتے ہیں، ہم تو صرف رات میں نماز پڑھتے ہیں بلکہ مراقبہ نماز کو کہتے ہیں کہ نماز تو ذکر کا نام ہے وہ دل سے کرتے ہیں۔ ان تمام صورتوں کا کیا حکم ہے؟ کیا رات میں نماز پڑھنا ضروری ہے اور پانچوں وقت نماز پڑھنا ضروری نہیں ہے؟ اور ایسے کہنا کہ اللہ تعالیٰ کیا مر گیا جو اس کی نماز پڑھیں گے، کہتے ہیں کہ ہم دکھا کر نماز نہیں پڑھتے، نماز اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا ہے، اللہ کا ذکر کرنا ہے وہ دکھا کر نہیں کرنا چاہئے، صرف دل سے کر لینا کافی ہے، اللہ کوئی بہرہ تھوڑا ہی ہے۔
نعوذ باللہ۔

۴..... قبر یا مزار پر سجدہ تعظیمی معیوب نہیں، بلکہ ضروری تصور کرتے ہیں اور ایسا نہ کرنے والوں کو اچھا خیال نہیں کرتے، ایسے ہی زندہ پیروں کے قدموں پر سر رکھنا ضروری سمجھتے ہیں خاص طور سے عورتوں کے لئے، ان دونوں صورتوں میں شرع کا کیا حکم ہے؟ نیز ان سے اپنی رشتہ داری کے تعلقات رکھنا روا ہے یا نہیں؟

۵..... ہر ہفتہ مزار پر اپنے اپنے کھانے لے جاتے ہیں اور سال بھر میں ۶/ ربیع الثانی کو سالانہ عرس کرتے ہیں، چڑھاوے چڑھاتے ہیں اور خصوصی طور پر کھانے تیار کرتے ہیں اور وہی کھاتے پیتے ہیں، ان کا ایسا کرنا کہاں تک درست ہے؟

ہر ایک مسئلہ کا الگ الگ حکم تحریر فرمائیں، نیز یہ بھی تحریر فرمائیں کہ کون سی صورت میں رشتہ داری یا تعلقات شرعی ان کے ساتھ جائز ہو سکتے ہیں؟ تسلی بخش جواب تحریر فرمائیں۔ محمد اسلام الدین ابن سلیم الدین
مقام وپوسٹ پور بالیان مظفرنگر
الجواب حامداً و مصلیاً:

۱..... جو قرآن شریف حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وقت سے امت میں برابر شائع ہے، تلاوت کیا جاتا ہے، مصاحف میں لکھا ہوا ہے وہ سب متواتر اور قطعی ہے، اس کے متعلق یہ اعتقاد رکھنا کہ اس میں سے دس پارے غائب ہیں، ان کا کسی کو علم نہیں، وہ صرف نیا ایک فرقہ پیدا ہونے والے کے پاس ہے، یہ

عقیدہ غلط ہے (۱) اس کے ماننے والے لوگ تو اتر قسطنطنیہ کے منکر اور اسلام سے خارج ہیں، ان سے مناکحت اہل اسلام کے لئے حرام ہے (۲)۔

۲..... اس فرقہ کی بنیاد ہی غلط ہے، خلاف اسلام ہے تو اس کی ہر ہر بات کو دریافت کرنا بیکار ہے، یہ فرقہ اگر بیداری کی حالت میں اپنے چہرے کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا دعویٰ کرتا ہے تو یہ دعویٰ باطل ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نہیں دیکھ سکے تو اس فرقے کی مجال کیا ہے (۳)۔

۳..... پانچ وقت کی نماز فرض عین ہے، اس کا انکار کفر ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اخیر حیات تک اس کی پابندی کی اور امت کو پابندی کی ہدایت فرمائی (۴)۔ اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسا لفظ کہنا انتہائی

(۱) ایسا عقیدہ رکھنا قرآن کی آیت سے متضاد ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (الحجر: ۹) قال الحافظ ابن كثير رحمه الله تعالى: "ثم قرّر تعالى أنه هو الذي أنزل عليه الذكر وهو القرآن، وهو الحافظ له من التغيير والتبديل". (تفسير ابن كثير، (الحجر: ۹): ۲/۲۲۲، دار الفیحاء) (وكذا في روح المعاني (سورة الحجر: ۹): ۱۳/۱۶، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۲) قال في الدر المختار: "من ارتد عرض الحاكم (عليه الإسلام استحباباً) على المذهب، لبلوغه الدعوة (وتكشف شبهته) بيان لثمرة العرض (ويحبس ثلاثة أيام فإن أسلم، وإلا قتل) لحديث: "من بدل دينه فاقتلوه)". (كتاب الجهاد، باب المرتد: ۳/۲۲۵، ۲۲۶، سعيد كراچی)

(۳) "واتفقت الأمة على أنه لا يراه (أى لا يرى الله تعالى) أحد في الدنيا بعينه". (شرح العقيدة الطحاوية لابن أبي العز، ص: ۱۹۶، قديمی)

وقال الحافظ ابن كثير: "ولهذا كانت أم المؤمنين عائشة رضي الله تعالى عنها تُثبت الرؤية في الدار الآخرة وتنفيها في الدنيا، وتحتج بهذه الآية: ﴿لَا تَدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ﴾. (تفسير ابن كثير، (سورة الانعام: ۱۰۳): ۲/۲۱۸، دار الفیحاء)

(۴) "ومنها أن استحلال المعصية صغيرة أو كبيرة كفر، إذا ثبت كونها معصيةً بدلالة قطعية..... وكذا مخالفة ما أجمع عليه، وإنكاره بعد العلم به: يعني من أمور الدين". (شرح الفقه الأكبر، استحلال المعصية ولو صغيرة كفر، ص: ۱۵۲، قديمی)

(وكذا في رسائل الكاشميري رحمه الله تعالى، إكفار الملحدين، ص: ۲، ادارة القرآن كراچی)

(وكذا في رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلوة: ۱/۲۵۲، سعيد)

بدیہی ہے، اللہ تعالیٰ تو موت کا خالق ہے، قدیم ہے، اس پر موت طاری نہیں ہو سکتی (۱)۔

۴..... قبروں کو سجدہ تعظیمی کرنا حرام ہے، زندہ پیر کو بھی سجدہ تعظیمی کرنا حرام ہے، عورتوں کو پیروں کے قدموں پر سر رکھنا دوہرا گناہ ہے، بیعت ہونے سے پیر محرم نہیں بن جاتا، ایسے فرقے سے پورا پرہیز لازم ہے (۲)۔

۵..... ان کا ایسا کرنا جہالت ہے، ضلالت ہے، ہرگز ان کا ساتھ نہ دیا جائے (۳)، اہل علم اور متبع سنت حضرات کے ذریعہ ان کو فہمائش کی جائے، حق تعالیٰ ہدایت دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۷/۵/۱۴۰۱ھ۔

کیا شیعہ حافظ قرآن ہو سکتا ہے؟

سوال [۲۱۷]: کیا شیعہ حافظ قرآن ہو سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

شیعوں کا قرآن کریم پر ایمان نہیں، وہ تحریف کے قائل ہیں (۴)، نیز صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو

(۱) قال الله تعالى: ﴿كل شيء هالك إلا وجهه﴾. (سورة القصص: ۸۸)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لو كنت أمر أحداً أن يسجد لأحد، لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها". (مشكاة المصابيح، كتاب النكاح، باب عشرة النساء وما لكل واحد من الحقوق: ۲/۲۸۱، قديمي)

وقال القارى: "فإن السجدة لا تحل لغير الله". (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح، باب عشرة النساء وما لكل واحدة من الحقوق: ۶/۴۰۲، رشيدية)

(۳) قال الله تعالى: ﴿وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾. (المائدة: ۲)

قال الحافظ: "يأمر تعالى عباده المؤمنين بالمعونة على فعل الخيرات وهو البر، وترك المنكرات وهو التقوى، وينهاهم عن التناصر على الباطل والتعاون على المآثم والمحارم". (تفسير ابن كثير، (المائدة: ۲): ۱۰/۲، دار الفيحاء)

(۴) "كيد سيزدهم: آنست كه گویند: عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، نیز قرآن را تحریف کردند، و آیات و سور بسیار را کہ در احکام و فضائل اہل بیت =

کہ ابتداء حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قرآن پاک کو سیکھنے اور لینے والے ہیں، شیعہ ان کو مومن نہیں مانتے، بلکہ ناحق کی تہمت ان پر لگاتے ہیں (۱) اس وجہ سے وہ حافظ قرآن نہیں ہوتے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹/۶/۹۶ھ۔

تعزیر و علم

سوال [۲۱۸]: ماہ محرم میں تعزیر مع علم کے نکالنا، اور اس کے ساتھ مرثیہ پڑھنا، نیز جلوس کے ساتھ شریک ہونا اور نذر حسین کی سبیل نکالنا، اس کا پینا اور پلانا اور اس کو ثواب سمجھنا، یہ سب افعال جائز ہیں، یا ناجائز ہیں؟ جواب حوالہ کتاب و سنت سے تحریر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب حامداً ومصلياً :

یہ جملہ امور بدعت و ناجائز ہیں (۲) اور روافض کا شعار ہیں، ان میں شرکت ناجائز ہے (۳) البتہ

= نزول یافتہ بود اسقاط نمودند الخ“۔ (تحفہ اثنا عشریہ، باب دوم در مکائد شیعہ و طریق اضلال

و تلبیس و اغوا و مردم را بمذہب خود مائل کردن، ص: ۳۸، سہیل اکیڈمی لاہور)

(۱) ”اول احکام ایشان حکم است بتکفیر صحابہ و خلفائے ثلاثہ و چندے از امہات المؤمنین کہ

احب ازواج بسوئے پیغمبر بودند بالاجتماع، و مخالفت این حکم بما انزل اللہ بر ظاہر و روشن

است“۔ (تحفہ اثنا عشریہ، باب نہم در احکام فقہیہ، ص: ۲۴۶، سہیل اکیڈمی لاہور)

(۲) ”تعزیرہ داری در عشرہ محرم، و ساختن ضرائح، و صورت و غیرہ درست نیست، زیرا کہ تعزیرہ

داری عبارت ازین است کہ ترک لذائذ و ترک زینت کند، و صورت محزون و غمگین نماید، یعنی

مانند صورت زنان سوگ دارندہ بنشیند، و مرد را ہیچ جائین قسم در شرح ثابت نمیشود این ہم

بدعت است بلکہ بدعت سیئہ است، و حال بدعت سیئہ این ست کہ در حدیث وارد ست: ”شر

الأمور محدثاتها، و کل بدعة ضلالة“۔ رواہ مسلم“۔ (فتاویٰ عزیز (فارسی)، مسئلہ تعزیرہ داری محرم

و صورت: ۱/۷۵، کتب خانہ رحیمیہ دیوبند)

(۳) سیاتی تخریجہ تحت عنوان: ”تعزیر کی شرکت“

ایصال ثواب بلا تقییداتِ مختصرہ کے درست ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ۔

تعزیه کی شرکت

سوال [۴۱۹]: تعزیه کے جلوس میں شامل ہو کر باجہ سننا، چڑھاوا چڑھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

بالکل ناجائز ہے، شرک کے قریب ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۳/۹۰ھ۔

تعزیه کے سامنے لاٹھی چلانے کی مشق اور اس کا وظیفہ

سوال [۴۲۰]: محرم منانے اور پنچہ بٹھانے والے (پانچ اہل بیت کے نام پر کپڑے اوڑھانا، مزین

کرنا)، بارہ امام ماننے والے کو شاہی زمانے سے لے کر اب تک وظیفہ ملتا رہا ہے یا زمین ملی ہوتی ہے، اگر چھوڑا جاتا ہے تو زمین اور وظیفہ چھن جائے گا جس سے بہت سے مسلمان پل رہے ہیں، اس لئے عالم صاحب کا کہنا ہے کہ کچھ خرافات مثلاً ڈھول بجانا، پنچہ وغیرہ چھوڑ کر اعتقاد درست کر کے صرف لاٹھی تلوار چلانا سیکھو اور عود بتی

(۱) ”والأصل فيه أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلوة أو صوماً أو صدقة أو قراءة قرآن أو ذكراً أو طوافاً أو حجاً أو عمرة أو غير ذلك عند أصحابنا للكتاب والسنة“ . (البحر الرائق: ۱۰۵/۳، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، رشيدية)

(۲) ”تعزیه داری در عشره محرم یا غیر آن، وساختن ضرائح و صورت قبور، و علم تیار کردن و غیر ذلك این همه امور بدعت است، نه در قرن اول بود، نه در قرن ثانی، نه در قرن ثالث“ . (مجموعه الفتاویٰ علی هامش خلاصه الفتاویٰ، کتاب الکراهیة، باب ما یحل استعماله وما لا یحل: ۳۴۴/۳، امجد اکیڈمی لاہور)

”تعزیه داری کی رسم سرتاسر ناجائز ہے، اس میں بعض چیزیں حرام اور بعض افعال شرک اور بعض بدعات محدثہ ہیں، یہ رسم واجب التکرہ ہے۔“ (کفایت المفتی، کتاب العقائد، نوان باب: بدعات اور اقسام شرک:

۲۴۰/۱، دارالاشاعت)

جلاؤ، تاکہ حکومت سے وظیفہ بھی ملتا رہے اور خرافات ختم ہو جائیں۔ کیا اس کی شریعت مطہرہ اجازت دیتی ہے کہ عالم صاحب ایسا مشورہ دیں، نیز اگر خرافات کرتے رہیں تو یہ وظیفہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً:

وظیفہ کی خاطر عقائد و اعمال کو تباہ کرنے کی کب گنجائش ہو سکتی ہے، ہاں اگر مستقلاً تمام سال تلوار چلانے اور لاٹھی چلانے کی مشق کی جائے اور اس فن میں مہارت پیدا کر لیں اور جہاد کی نیت رہے تو ٹھیک ہے، خرافات کو بہر حال ختم کرنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

تعزیه کے سامنے گنگا کھیلنا

سوال [۲۲۱]: محرم کے مہینے میں گنگا فری سے کھیل کھیلتے ہیں، یہ جائز ہے یا ناجائز، اس کی کیا اصلیت ہے؟ سنا جاتا ہے کہ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جاری کیا ہے جان کی حفاظت کے لئے۔

الجواب حامداً و مصلياً:

محرم میں تعزیه کے سامنے جو کھیلتے ہیں، شرعاً یہ بے اصل اور ناجائز ہے، یہ روافض کا طریقہ ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہرگز ثابت نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۱/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/محرم/۵۷ھ

تعزیه اور ماتم شیعہ

سوال [۲۲۲]: ہمارے بزرگوں نے منت مانی تھی کہ ہم تعزیه بنایا کریں گے، اس وقت تک

(۱) "تعزیه داری در عشرہ محرم یا غیر آن و ساختن ضرائح این همه امور بدعت است" الخ

(مجموعۃ الفتاویٰ علی ہامش خلاصۃ الفتاویٰ: ۳/۳۴۳، امجد اکیڈمی لاہور)

اس پر عمل ہوتا چلا آ رہا ہے، ہم اور ہمارے بزرگ سنی اور حنفی ہیں، اب بعض لوگ منع کرتے ہیں کہ تعزیہ بنانا منع ہے اور اہل سنت یہ یقین رکھتے ہیں کہ اگر اپنے بزرگوں کی رسم کو چھوڑیں گے تو ضرر ضرور پہنچے گا، مسائل ملتس ہے کہ شرع شریف تعزیہ بنانے کا کیا حکم دیتی ہے؟

۲..... تعزیہ بنا کر رکھنا اور اس کی پرستش کرنا، ملیدہ (۱) وغیرہ چڑھانا، بخورات جلانا وغیرہ کا کیا حکم ہے؟

۳..... خالی مقام پر مصنوعی قبر جیسے تعزیہ مدار چلہ بڑے پیر صاحب کا روضہ وغیرہ بنا کر فاتحہ پڑھنا کیسا

ہے؟

۴..... ایام محرم میں مجالس منعقد کرنا، اماموں کے نام کا کھچڑا پکانا، شربت پلانا، اپنی اولاد کو اماموں کا

فقیر وغیرہ بنانا زندگی کی خاطر کیسا ہے اور ایسے شخص کا شرع میں کیا حکم ہے؟ اور بانی تعزیہ کا یہ عقیدہ رکھنا کہ تعزیہ نہ بنائیں گے تو کوئی نقصان جانی مالی پہنچ جائے گا، تو ایسا شخص از روئے قرآن پاک و حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسا ہے؟

۵..... کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ و تابعین و تبع تابعین دیگر سلف صالحین سے کہیں منقول

ہے یا نہیں؟ اگر بنانا جائز ہے تو کس طریقہ سے بنایا جائے؟

۶..... کیونکہ ہم لوگ اپنے گاؤں کے مولویوں سے پوچھتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ اس حیلہ سے جو کچھ

صدقہ خیرات کرتے ہیں اس کو بھی بند کر دیں گے، ویسے کون کرتا ہے؟

۷..... پھر یہ طریقہ ہندوستان میں از روئے تاریخ کس زمانے سے رائج ہے اور علماء نے اس وقت

کیوں نہیں منع کیا؟ بینوا تو جروا۔ سہرت خان، تراب علی صاحب، موضع جو ندر و اضلع گرزہ۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

۱..... تعزیہ کی منت درست نہیں ہوتی، جن بڑوں نے اس کی منت مان کر بنانا شروع کیا وہ غلطی پر تھے

اور اس فعل کی وجہ سے گنہگار ہوئے اور آپ کو اس فعل میں ان کا اتباع کرنا جائز نہیں، تعزیہ وغیرہ ہرگز نہ بنائیے، قطعاً ترک کر دیجئے، ہرگز کوئی ضرر نہیں ہوگا۔ تعزیہ بنانا اور اس پر نذر و نیاز چڑھانا، اس سے منت مانگنا حرام و

(۱) ”رہنوی کوریزہ ریزہ کر کے اس میں گھی اور شکر ملا لیتے ہیں“۔ (فیروزہ اللغات، ص: ۱۲۸۵، فیروزہ سنزلاہور)

شُرک ہے (۱)۔

۲..... حرام و شرک ہے (۲)۔

۳..... یہ بھی سخت گناہ ہے اور شرک ہے (۳)۔

۴..... یہ جملہ افعال تعلیم اسلام کے خلاف اور اللہ پاک اور اس کے سچے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ناراضی کا سبب ہیں، سب سے توبہ لازم ہے (۴) ایسی چیزوں سے ایمان سالم نہیں رہتا، کچھ کھانا غرباء کو کھلا

(۱) ”واعلم أن النذر الذي يقع للأموال من أكثر العوام، و ما يؤخذ من الدراهم و الشمع و الزيت و نحوها إلى ضرائح الأولياء الكرام تقرباً إليهم، فهو بالإجماع باطل و حرام ما لم يقصد و اصرفها لفقراء الأنام، و قد ابتلى الناس بذلك.

قولہ: (باطل و حرام) بوجوہ: منها أنه نذر لمخلوق، والنذر للمخلوق لا يجوز؛ لأنه عبادة، والعبادة لا تكون لمخلوق، و منها أن المنذور له ميت، والميت لا يملك، و منها أنه إن ظن أن الميت يتصرف في الأمور دون الله تعالى، و اعتقاده ذلك كفر“. (الدر المختار مع رد المحتار، باب ما يفسد الصوم و ما لا يفسد، مطلب في النذر الذي يقع للأموال: ۲/۴۳۹، سعيد کراچی)

(۲) اکثر اقوام کے مشرکین کا عمل یہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ماننے کے باوجود وہ بت پرستی کر کے بتوں کو بعض امور میں متصرف مانتے تھے اور بت پرستی کی ابتداء بھی اسی طرح ہوتی تھی کہ اپنے بزرگوں کی صورتوں کو رکھ کر پہلے تبرک سمجھتے تھے اور بعد میں اس کی پرستش شروع کی جاتی تھی۔ قال الله تعالى: ﴿و لا تجعلوا لله أنداداً و انتم تعلمون﴾. (البقرة: ۲۲)

”قیل: الند المشارک فی الجوهرية..... (أنداداً) والحال أنهم ما زعموا أنها تماثلہ فی ذاته تعالى و صفاته، و لا تخالفه فی أفعاله، و إنما عبدوها لتقربهم إليه سبحانه زلفی..... فإن المشركين جعلوا الأصنام بحسب أفعالهم و أحوالهم مماثلةً له تعالى فی العبادة، و هي خطة شنعاء و صفة حمقاء، فی ذکرها ما يستلزم تحميقهم و التهكم بهم“. (روح المعانی: ۱/۱۹۰، دار إحياء التراث العربی)

(۳) قوم نوح علیہ السلام کے مشرکین کا عمل ہے..... قال الله تعالى: ﴿و قالوا: لا تذرنا وداً و لا سواعاً و لا يغوث و يعوق و نسرأ، و قد أضلوا كثيراً﴾. الآية (النوح: ۲۳)

”قال: كانوا قوماً صالحين من بنی آدم، و كان لهم اتباع يقتدون بهم، فلما ماتوا، قال أصحابهم الذين كانوا يقتدون بهم: لو صورناهم كان أشوق لنا إلى العبادة إذا ذكرناهم، فصوروهم، فلما ماتوا و جاء آخرون، دب إليهم إبليس، فقال: إنما كانوا يعبدونهم، و بهم يسقون المطر،

کریا نقد دے کر یا قرآن پاک پڑھ کر یا کوئی عبادت کر کے مردوں کو ثواب پہنچانا بغیر کسی تاریخ و ہیئت کے التزام کے شرعاً درست ہے (۱)۔

۵..... تعزیہ بنانا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ اور تابعین میں کسی سے ثابت نہیں۔

۶..... صدقہ خیرات جو کچھ کرنا ہو شریعت کے موافق محض خدا کے لئے کر دیا جائے، تعزیہ پر چڑھانے اور اس سے منت ماننے اور غیر اللہ کے نام پر کھانا کھلانے سے وہ کھانا بھی ناجائز ہو جاتا ہے، اس کا ثواب نہیں ہوتا بلکہ اس سے گناہ ہوتا ہے (۲)۔

۷..... ”سوال: زیارت تابوت تعزیہ و فاتحہ خواندن بر آں، و مرثیہ خواندن، و گفتن و شنیدن آں،

و فریاد و نوحہ کردن، و سینہ کوبی نمودن، و جرح خوردن بما تم امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، چه حکم دارد؟

جواب: ایں چیزها، نارواست، در کتاب السراج بروایہ خطیب آورده: ”لعن اللہ من زار بلا

مزار، و لعن اللہ من زار شبحاً بلا روح“ و مرثیہ گفتن و خواندن و شنیدن آں بشرطیکہ متضمن تحقیر و اہانت اہل بیت یا نسبت بجناب الہی نباشد بخانہ خود با کے ندارد، (الی قولہ): و فریاد و نوحہ کردن، و سینہ کوبی نمودن، و جرح

= فعبدوہم“۔ (تفسیر ابن جریر الطبری (النوح): ۶۲/۲۹، دار المعرفۃ بیروت، و دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(و کذا فی روح المعانی: ۷۷/۲۹، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(۴) ”لفظ غلامی بدو معنی استعمال میکنند..... دوم: بمعنی خادم نسبت کردن..... و بمعنی دم میتوان گفت، لیکن چون لفظ موہم باشد، اہل اسلام را این قسم الفاظ استعمال کردن نشاید، زیرا کہ شرک چنانچہ در عبادت و قدرت میشود، ہمیں قسم شرک در تسمیہ ہم میشود، و این قسم نام نہادن شرک در تسمیہ است، ازین ہم احتراز لازم است، چنانچہ در ترجمہ قرآن مسکمی بفتح الرحمن در تحت آیت: ﴿فلما آتاهم صالحاً الخ﴾..... مذکور است کہ: درینجا دانستہ شد کہ شرک در تسمیہ نوعیست از شرک الخ“۔ (فتاویٰ عزیزی، اقرار غلامی بزرگان کہ نہ بزر خریدن: ۵۰/۱، کتب خانہ رحیمہ دیوبند)

(۱) ”والأصل فيه أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلوة أو صوماً أو صدقة أو قراءة قرآن أو ذكراً أو طوافاً أو حجاً أو عمرة أو غير ذلك عند أصحابنا للكتاب والسنة“۔ (البحر الرائق، باب الحج عن الغير: ۱۰۵/۳، رشیدیہ)

(۲) (راجع، ص: ۴۷، رقم الحاشیة: ۱)

خوردن ہمہ حرام است و در حدیث است: "لیس منا من حلق و سلق و خرق"۔ ترجمہ: یعنی نیست از ما شخصے کہ جرح خورد و گریہ بآواز نوحہ کند و گریباں درد، و نیز در حدیث است: "لیس منا من ضرب الخدود و شق الجيوب، و دعا بدعوی الجاهلیة"۔ اس ہر دو حدیث در مشکوٰۃ المصابیح است (۱) فقط اھ۔ فتاویٰ عزیز (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۱۲/۶۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم/محرم/۶۱ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/محرم/۶۱ھ۔

تعزیه، مسجد، کعبہ میں فرق

سوال [۴۲۳]: ایک شخص نے کہا ہے جو تعزیه بناتے ہیں وہ لکڑیاں اور کاغذ ہے، اس میں کوئی ثواب نہیں یعنی فضول ہے، اس کے جواب میں دوسرے شخص نے کہا جیسے تعزیه بدعت ہے اور لکڑی اور کاغذ کا بنا ہوا ہے، ایسے ہی مسجد مٹی کی اور کعبہ شریف پتھر کا بنا ہوا ہے وہ بھی بدعت ہے، اس کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے؟

۲..... جو شخص تعزیه بہ نیتِ ثواب اور تعظیم بنائے اور اہل السنّت والجماعت سے ہو، اس کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً :

۲:۱..... جو شخص مسجد اور کعبہ شریف کو بدعت کہتا ہے وہ بدعت کے معنی نہیں سمجھتا، وہ جاہل ہے، جس کام کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ثواب سمجھ کر کیا ہو، قرآن شریف اور حدیث شریف میں اس کی فضیلت ہو وہ ہرگز بدعت نہیں ہو سکتا وہ عینِ ثواب ہے، بدعت وہ ہے جو ان اکابر نے

(۱) (مشکوٰۃ المصابیح فی الحدیث الاول: بلفظ: أنا بری ممن خلق الخ، ص: ۱۵۰، باب البكاء

علی المیت الفصل الاول، کتاب الجنائز، قدیمی)

(۲) (فتاویٰ عزیز، زیارت قبر فرضی و تابوت تعزیه و نوحہ و جرح خوردن: ۱/۱۳۴، کتب خانہ

نہ کیا ہو، نہ اس کے کرنے کا حکم دیا ہو، نہ شریعت نے اس کے کرنے کو ثواب کہا ہو (۱) چنانچہ تعزیہ ایسا ہی ہے، بلکہ اس کی ممانعت کتب فقہ میں مصرح ہے (۲) لہذا تعزیہ بنانا گناہ اور روافض کا شعار ہے اس سے ہر مسلم کو اجتناب ضروری ہے اور اس کو ثواب سمجھنا تو بہت بڑا گناہ ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/۱/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۰/محرم/۵۷ھ۔

مجلس حسینی میں شرکت

سوال [۴۲۴]: یادگار حسینی میں اہل سنت کی شرکت کا شرعاً کیا حکم ہے؟

۲..... جب کہ شیعہ اس کو بین الاقوامی جلسہ کہتے ہیں تو شرعاً اس کی تکذیب و تردید کرنے کا کیا حکم ہے؟

۳..... جو اہل سنت مقررین اس میں شریک ہوتے ہیں، ان کے متعلق عام مسلمانوں کو شرعاً کیا حکم ہے؟

۴..... اگر شرعاً یادگار حسینی کی شرکت جائز نہ ہو تو اس کے خلاف تبلیغ و سعی کرنے کا شرعاً کیا حکم ہے؟

۵..... جو سنی فتویٰ کے شائع ہو جانے کے بعد فتویٰ کے مطابق نہ کرے تو مسلمانوں کو اس کے بارے

المستفتی ناظر حسین۔

میں کیا حکم ہے؟

(۱) ”تعریف الشمنی لها (أی البدعة) بأنها ما أحدث علی خلاف الحق الملتقى عن رسول الله صلی الله

تعالیٰ علیہ وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان وجعل دیناً قویماً وصرافاً“۔ (رد

المختار، کتاب الصلاة، مطلب البدعة خمسة أقسام: ۱/۵۶۰، سعید گراچی)

(۲) ”تعزیہ داری در عشرہ محرم، وساختن ضرائح، وصورت وغیرہ درست نیست، این ہمہ بدعت است بلکہ بدعت سیئہ

است“۔ (فتاویٰ عزیزی، مسئلہ تعزیہ داری محرم وصورت: ۱/۵۷، کتب خانہ رحیمیہ دیوبند)

”تعزیہ داری در عشرہ محرم وغیرہ آن وساختن وصورت قبور..... وغیرہ ذلک این ہمہ بدعت است، نہ در قرن اول

بود، نہ در قرن ثانی، نہ در قرن ثالث“۔ (مجموعۃ الفتاویٰ علی هامش خلاصۃ الفتاویٰ، کتاب الکراهیہ:

۳/۳۴۴، امجد اکیڈمی)

(۳) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ”بدعات محرم اور تعزیہ داری“ تالیف مولانا محمد یامین صاحب قاسمی۔

الجواب حامداً و مصلياً:

اس تحریک کا لٹریچر ہم نے خود بھی پڑھا ہے اور کچھ ان کی تقریرات و رسائل کے اقتباسات جناب حکیم ریاض احمد صاحب ناظم مجلس حسینی گونڈہ کے مذکورہ بالا استفتاء کے ساتھ پہنچے تھے، ان کے لٹریچر سے ہم کو یہ بات واضح ہو گئی کہ یہ تحریک سنی مسلمانوں کو شیعیت کا شکار کرنے کے لئے جاری کی گئی ہے اور اس کا مقصد بجز روافض کی تبلیغ کے کچھ نہیں ہے، حکیم صاحب موصوف کا یہ استفتاء تقریباً دو ماہ ہوئے دارالافتاء مظاہر علوم سہارنپور میں آیا تھا، ہم اسی وقت تفصیل سے ان سوالات کے جوابات لکھ چکے ہیں اور ان میں ہی خیالات کا اظہار کر چکے ہیں جو حضرت علامہ مولانا عبدالشکور صاحب مدظلہ نے اس تحریک کے متعلق اظہار فرمائے ہیں، اس لئے ہم مولانا ممدوح کی تائید و نصرت کرتے ہیں اور اہل سنت سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس تحریک سے خود بھی اجتناب کریں اور دوسروں کو بھی اس کے مفاسد سے بچائیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود حسن گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: عبداللطیف۔

الجواب صحیح: بندہ ظہور الحق مدرسہ مظاہر علوم

پنجتن پاک کا مصداق

سوال [۲۲۵]: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت علی، فاطمہ، حسن، حسین رضی اللہ عنہم کو شامل

کر کے پنجتن پاک کہنا صحیح ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

پنجتن کا مطلب اگر یہ ہے کہ ان سب کا مقام و درجہ متحد ہے تو یہ غلط ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

(۱) ”و منها : أن الولي لا يبلغ درجة النبي ؛ لأن الأنبياء عليهم السلام معصومون مأمونون عن خوف الخاتمة ، مكرمون بالوحي حتى في المنام و بمشاهدة الملائكة الكرام ، مأمورون بتبليغ الأحكام و إرشاد الأنام بعد الاتصاف بكمالات الأولياء العظام ، فما نقل عن بعض الكرامية من جواز كون الولي أفضل من النبي كفر و ضلالة و إحداد و جهالة“ . (شرح الفقه الأكبر للملا علی القاری ، ص : ۱۲۱ ،

قدیمی کتب خانہ)

کیا شیعہ لوگ سنیوں کو نجاست کھلاتے ہیں؟

سوال [۲۲۶]: میں نے اکثر سنا ہے کہ شیعہ لوگ کھانے کی چیزیں تھوک کراہل سنت والجماعت کو کھلاتے ہیں، کیا ان کے گھر کا کھانا کھا سکتے ہیں؟
الجواب حامداً و مصلياً:

شیعہ لوگ عامۃً اہل سنت والجماعت کو نجاست کھانے میں ملا کر کھلانے کے عادی ہوتے ہیں، اگر موقع نہ ملے تو اس میں تھوک دیتے ہیں، اس لئے ان کے کھانے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۶/۹۵ھ۔

شیعہ کے گھر کا کھانا

سوال [۲۲۷]: اہل تشیع کے گھر کا کھانا اور اس سے برتاؤ کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

اہل تشیع کے اکثر واقعات سنے ہیں کہ وہ اہل سنت والجماعت کو نجاست کھلا دیتے ہیں اس لئے ان کے گھر کا کھانا خلاف احتیاط ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/۱/۵۷ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۰/محرم/۵۷ھ۔

مذہب شیعہ اختیار کرنے والے کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے؟

سوال [۲۲۸]: ۱: ایک شخص سنی مذہب کا ہے اس نے مذہب شیعہ کا اختیار کیا ہے اور کسی سنی مذہب والے نے اس کے تمام کاروبار آمد و رفت برادرانہ کو قطع نہیں کیا اور ایسی حالت میں دوسرے سنی مذہب والے کو کیا کرنا چاہئے اور اس شیعہ ہو جانے والے کے ساتھ کیا برتاؤ برادرانہ کرنا چاہئے؟

۲..... شادی، ختنہ، عقیقہ وغیرہ تقریبات میں اس شیعہ ہونے والے کو بلا سکتے ہیں، یا نہیں نیز اس کے

یہاں تقریبات میں شامل ہونا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً :

۲۱..... شیعہ کے مختلف فرقے ہیں: جو فرقہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت زنا لگاتا ہے، یا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صحابی ہونے کا منکر ہے، یا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اللہ تعالیٰ کا حلول مانتا ہے، یا ان کو نبی آخر الزماں اعتقاد کر کے حضرت جبریل علیہ السلام کے متعلق وحی پہنچانے میں غلطی کا معتقد ہے، یا قرآن کریم میں تحریف مانتا ہے وہ کافر ہے، اس سے تعلقات رکھنا، اس کے یہاں کھانا، پینا، آنا، جانا قطعاً ناجائز ہے۔

جو شخص ایسے فرقہ شیعہ سے تعلق رکھتا ہے اولاً اس کو نرمی سے مسئلہ سمجھا دیا جائے، اگر وہ نرمی سے نہ مانے تو اس سے قطع تعلق بھی کر دیا جائے تاکہ وہ تنگ آ کر باز آجائے:

”لا شك في تكفير من قذف السيدة عائشة رضي الله تعالى عنها، أو أنكر صحبة الصديق رضي الله تعالى عنه، أو اعتقد الألوهية في علي رضي الله تعالى عنه، أو أن جبريل عليه السلام غلط في الوحي، أو نحو ذلك من الكفر الصريح المخالف للقرآن اهـ“. شامی:

۳/۴۵۳ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۹/شعبان/۵۵ھ۔

شیعہ کار و فتاویٰ عالمگیری میں

سوال [۴۲۹]: کیا اورنگ زیب رحمہ اللہ تعالیٰ کے دور میں تعزیر داری ہوتی تھی، اگر ہوتی تھی تو انہوں نے اس کو بند کیوں نہیں کیا؟ اور تعزیر داری کہاں سے شروع ہوئی اور اس کی ایجاد کس نے کی؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلياً :

اورنگ زیب عالمگیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتاویٰ عالمگیری تصنیف کرائی اور اس کے لئے پانچ سوعلماء کو منتخب کیا، اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے والد بزرگوار حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمہ اللہ

(۱) (رد المحتار، باب المرتد، مطلب مهم فی حکم سب الشیخین : ۲۳۷/۴، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب السیر، الباب التاسع فی أحكام المرتدین : ۲۶۴/۲، رشیدیہ)

تعالیٰ کو نگران مقرر کیا، اس کتاب میں روافض کی شدید تردید کی گئی ہے اور ان پر سخت حکم لگایا ہے، جیسا کہ اسی کتاب میں موجود ہے (۱)۔

جہاں تک یاد پڑتا ہے ساتویں صدی ہجری میں بعض شیعہ بادشاہوں سے تعز یہ داری شروع ہوئی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفر له دارالعلوم دیوبند، ۸/۱/۸۹ھ۔

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصیت لکھنے کے لئے مرض الوقات میں قلم دوات طلب فرمانا سوال [۲۳۰]: یہاں پر لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کا وقت تھا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جانکنی کا عالم تھا، آپ نے قلم دوات منگایا، اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہریان بحر ان ہو گیا ہے۔ کیا یہ روایت بخاری شریف

(۱) ”الرافضی إذا کان یسب الشیخین ویلعنہما - والعیاذ باللہ - فهو کافر، وإن کان یفضل علیاً کرم اللہ تعالیٰ وجہہ علی ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا یكون کافراً، إلا أنه مبتدع و لو قذف عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا بالزنا کفر باللہ، و لو قذف سائر نسوة النبی ﷺ لا یکفر ویستحق اللعنة، و لو قال: عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم لم یکنوا أصحاباً، لا یکفر ویستحق اللعنة، کذا فی خزائن الفقه. و من أنکر إمامة ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فهو کافر، و علی قول بعضهم: هو مبتدع و لیس بکافر، و الصحیح أنه کافر، و کذلک من أنکر خلافة عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی أصح الأقوال کذا فی الظہیریة. و یجب إکفارهم یا کفار عثمان و علی و طلحة و زبیر و عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہم، و یجب إکفار الزیدیة کلهم فی قولهم بانتظار نبی من العجم ینسخ دین نبینا و سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، کذا فی الوجیز للکردری. و یجب إکفار الروافض فی قولهم برجة الأموات إلی الدنیا و بتناسخ الأرواح و بانتقال روح الإله إلی الأئمة، و بقولهم فی خروج إمام باطن، و بتعطیلهم الأمر و النهی إلی أن ینخرج الإمام الباطن، و بقولهم: إن جبرئیل علیہ السلام غلط فی الوحی إلی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دون علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، و هؤلاء القوم خارجون عن ملة الإسلام، و أحكامهم أحكام المرتدین کذا فی الظہیریة“ (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب السیر، الباب التاسع فی أحكام المرتدین: ۲/۲۶۴، رشیدیہ)

وغیرہ میں ملتی ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً :

”حدثنا قتيبة قال: حدثنا سفيان عن سليمان الأحمول عن سعيد بن جبير قال: قال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما: يوم الخميس و ما يوم الخميس؟ اشتد برسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وجعه فقال: ” ائتوني أكتب لكم كتاباً لن تضلوا بعده أبداً“. فتنازعوا ولا ينبغي تنازع، فقالوا: ما شأنه أهجر استفهموه، فذهبوا يردون عنه، فقال: دعوني أنا فيه خير مما تدعونني إليه“ وأوصاهم بثلاث: قال: ”أخرجوا المشركين من جزيرة العرب، و أجزوا الوفد بنحو ما كنت أجزهم“. و سكت عن الثالثة أو قال: فنسيتها اهـ“۔ بخاری شریف: ۶۳۸/۲، پارہ: ۱۸ (۱)۔

بخاری شریف کی حدیث نقل کر دی گئی، اس میں غور کر لیا جائے کہ کیا مطلب ہے؟ اور جو کچھ لوگوں میں مشہور ہے اس کی حقیقت و اصلیت کیا ہے؟ اگر اس کے بعد بھی کوئی بات دریافت طلب ہو تو اس کو خط بھیج کر دریافت کر لیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۸۵ھ۔

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر طعن و تشنیع

سوال [۲۳۱]: جو شخص صحابہ میں سے کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کافر، مردود، ملعون یا دوزخی (نعوذ باللہ) بتلائے وہ کافر ہے یا مسلمان؟ اور کیا وہ شخص اہل سنت و الجماعت سے خارج ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً :

وہ شخص اہل سنت و الجماعت سے خارج ہے، جس کا ایمان نصوص قطعیہ سے ثابت ہو (۲) اس کو کافر

(۱) (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقول اللہ تعالیٰ:

﴿انک میت و انہم میتون﴾: ۶۳۸/۲، قدیمی)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿و السابقون الاولون من المهاجرین و الأنصار و الذین اتبعوہم یا حسن، رضي الله عنهم =

کہنے سے خود اس کا ایمان باقی نہ رہے گا (۱) شرح فقہ اکبر میں اس کی مفصل بحث مذکور ہے (۲)۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے متعلق کوئی کلمہ ادب کے خلاف ہرگز نہ کہا جائے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۷/۸۷ھ۔

باغ فدک کے مطالبہ پر ناراضگی

سوال [۴۳۲]: حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے باغ فدک کی آمدنی نہ ملنے سے ناراض ہو جانا اور رحلت سے قبل حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گفتگو و میل ملاپ ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً:

تحفہ اثنا عشریہ (۴) اور فتاویٰ عزیز ی (۵) میں شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے

= ورضوا عنه، و أعدلہم جنات تجری تحتہا الأنہر، خالدین فیہا أبداً، ذلک الفوز العظیم ﴿ (التوبة: ۱۰۰) و قال تعالیٰ: ﴿لقد رضي الله عن المؤمنين إذ يبايعونك تحت الشجرة، فعلم ما في قلوبهم، فأنزل السكينة عليهم و أثناهم فتحاً قريباً﴾ (الفتح: ۱۸)

(۱) ”عن أبي ذر رضي الله تعالى عنه أنه سمع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: ” لا يرمى رجل رجلاً بالفسوق، و لا يرميه بالكفر، إلا ارتدت عليه إن لم يكن صاحبه كذلك“۔ (صحيح البخارى، كتاب الأدب، باب ما ينهى عن السباب واللعن: ۸۹۳/۲، قديمي)

(۲) (شرح الفقه الأكبر للملا علي القاري، ص: ۷۰، قديمي)

(۳) ”ويكف عن ذكر الصحابة رضي الله تعالى عنهم إلا بخير لما ورد من الأحاديث الصحيحة في مناقبهم، و وجوب الكف عن الطعن فيهم كقوله عليه السلام: ”لا تسبوا أصحابي، فلو أن أحدكم إن أنفق مثل أحد ذهباً ما بلغ مد أحدهم و لا نصيفه“۔ و كقوله عليه السلام: ”أكرموا أصحابي، فإنهم خياركم“۔

الحديث (شرح العقائد النسفية للتفتازاني، ص: ۱۱۶، المطبع اليوسفي)

(و كذا في شرح الفقه الأكبر للملا علي القاري، ص: ۷۱، قديمي)

(۴) (تحفہ اثنا عشریہ (اردو) باب خلفاء ثلاثہ و کبار صحابہ پر مطاعن اور ان کے جواب، ص: ۵۳۳، ۵۳۵، دار الاشاعت)

(۵) ”شیخ عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ اس واقعہ کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا =

تحریر فرمایا ہے کہ ”پھر آپس کی صفائی ہوگئی تھی اور بی بی فاطمہ نے فرمادیا تھا کہ میں اب (اس حدیث کو سن کر جس میں ہے کہ انبیاء کے ترکہ میں میراث جاری نہیں ہوتی، بلکہ وہ صدقہ ہوتا ہے) آپ سے ناراض نہیں ہوں۔“

اہل تشیع کی معتبر کتاب ”محجاج السالکین“ میں یہ موجود ہے (۱)۔

بخاری شریف وغیرہ میں جو مذکور ہے کہ پھر کلام نہیں کیا یہاں تک کہ وفات ہوگئی، اس کے علماء نے دو مطلب بیان کئے ہیں: ایک یہ کہ اس معاملہ میں کلام نہیں کیا، دوسرا یہ کہ حضرت ابو بکر ان کے محرم نہیں ہیں، نیز مکان بھی متصل نہیں تھا (کیونکہ حضرت ابو بکر عوالی میں رہتے تھے) پھر نامحرم اور غیر پڑوسی سے کلام کرنے کی کیا ضرورت تھی، تو کلام نہ کرنا اصل ہوا، صرف ایک مرتبہ بضرورت کلام کیا تھا، پھر کبھی کلام کی نوبت نہیں آئی (۲)۔
فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

= کے گھر تشریف لے گئے، دھوپ میں دروازہ پر کھڑے ہوئے عذر خواہی کی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خوش ہو گئیں۔ (فتاویٰ عزیز ی (اردو)، ص: ۶۶، سعید)

(۱) ”إن أبا بكر رضي الله تعالى عنه لما رأى أن فاطمة انقبضت عنه و هجرته و لم يتكلم بعد ذلك في أمر فدك، كبر ذلك عنده، فأراد استرضائها، فأتاها فقال لها: صدقت يا ابنة رسول الله فيما ادعيت و لكنني رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقسمها فيعطى الفقراء و المساكين و ابن السبيل بعد أن يؤتى منها قوتكم و الصانعين بها، فقالت: افعل فيها كما كان أبي رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يفعل فيها، فقال: ولك الله على أن أفعل فيها ما كان يفعل أبوك، فقالت: والله لتفعلن، فقال: والله لأفعلن، فقالت: اللهم اشهد، فرضيت بذلك و أخذت العهد عليه، و كان أبو بكر يعطيهم منها قوتهم و يقسم الباقي فيعطى الفقراء و المساكين و ابن السبيل“ (محجاج السالکین بحوالہ تخریث ثمان عشریہ (اردو) باب نمبر ۱، ”خلفاء ثلاثہ و کبار صحابہ پر مطاعن اور ان کے جواب، ص: ۵۳۵، دار الاشاعت کراچی)

(و کذا فی تالیفات رشیدیہ، ہدایۃ الشیعۃ، ص: ۵۶۵، ادارہ اسلامیات)

(۲) ”أن معنی قول فاطمة رضي الله تعالى عنها لأبي بكر و عمر: لا أكلمكما: أي في هذا الميراث“.

(فتح الباری، کتاب الجهاد، باب فرض الخمس: ۲۳۸/۶، قدیمی)

”قال المهلب: إنما كان هجرها انقباضاً عن لقائه و ترك مواصلته، و ليس هذا من الهجران المحرم، و أما المحرم من ذلك أن يلتقيا فلا يسلم أحدهما على صاحبه، و لم يرو أحد أنهما التقيا و امتنعا عن التسليم، و لو فعلا ذلك لم يكونا متهاجرين إلا أن تكون النفوس مظهرة للعداوة و الهجران، و =

باغ فدک

سوال [۴۳۳]: باغ فدک کیا تھا؟ اس پر کس کا حق تھا؟ اس کو کس نے غصب کیا؟ ذرا انصاف سے بتائیے۔

الجواب حامداً ومصلياً :

باغ فدک کا لفظ ہی بتا رہا ہے کہ یہ باغ تھا، حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل بیت اور ازواج مطہرات کے نفقات اس سے پورے کئے جاتے تھے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے متولی ہوئے اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نائب اور خلیفہ برحق ہونے کی حیثیت سے آپ کی ہی طرح اس کی آمدنی خرچ کرتے تھے، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی یہی عمل کیا، البتہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منتظم تجویز فرمادیا تھا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

= إنما لازمت بيتها فعبير الراوي عن ذلك بالهجران“. (عمدة القاری، کتاب الجهاد، باب فرض الخمس : ۲۰/۱۵، إدارة الطباعة المنيرية دمشق)

”فغضبت فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم فهجرت أبا بكر فلم تزل مهاجرة حتى توفيت“۔ (صحيح البخاری، کتاب الجهاد، باب فرض الخمس : ۴۳۵/۱، قديمی)

(۱) صحیح بخاری میں ایک طویل حدیث کے آخر میں یہ الفاظ ہیں:

”قال عمر: ثم توفى الله نبيه صلى الله تعالى عليه وسلم، فقال أبو بكر: أنا ولي رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقبضها أبو بكر، فعمل فيها بما عمل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، والله يعلم إنه فيها لصادق بارٌّ راشد تابع للحق، ثم توفى الله أبا بكر فكنت أنا ولي أبي بكر فقبضتها سنتين من إمارتي، أعمل فيها بما عمل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وبما عمل فيها أبو بكر، والله يعلم إنى فيها لصادق بارٌّ راشد تابع للحق. ثم جئتماني تكلماني و كلمتكما واحدة وأمركما واحد، جئتمني يا عباس! تسألني نصيبك من ابن أخيك و جاءني هذا ”يريد علياً“، يريد نصيب امرأته من أبيها، فقلت لكما: إن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”لا نورث ما تركنا صدقة“۔ فلما بدالي أن أدفعه إليكما، قلت: إن شئتما دفعتهما إليكما على أن عليكما عهد الله وميثاقه، لتعملان فيها بما عمل فيها =

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ناراضگی

سوال [۴۳۴]: صحیح بخاری "باب فضیلة فاطمة" میں ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کی منکر تھیں، جب تک زندہ رہیں ان سے باتیں نہیں کیں، اس لئے کہ ان لوگوں نے مجھے بہت اذیت دی ہے، وفات کے قریب حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ یہ لوگ میرے جنازہ پر نہ آئیں، بلکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جنازہ رات کی تاریکی میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنت البقیع میں دفن کیا۔ اس حدیث کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

صحیح بخاری شریف میں اس طرح نہیں ہے، جس نے یہ کہا اس نے بہتان باندھا، ورنہ وہ صحیح بخاری شریف کی اصل عبارت پیش کرے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حرره العبد محمود غفر له دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جنازہ میں صحابہ کرام کی شرکت

سوال [۴۳۵]: رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تجہیز و تکفین میں بجز امیر المومنین علی و عباس کے کوئی شریک نہ تھا، کیا یہ صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو اس کی کیا وجہ ہے
چوں صحابہ حب دنیا داشتند مصطفیٰ را بے کفن انداختند

کیا سیدہ خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرات شیخین سے ہمیشہ کبیدہ

= رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم و بما عمل فيها أبو بكر و بما عملت فيها منذ وليتها، فقلتما: ادفعها إلينا، فبذلك دفعتها إليكما ، فأنشدكم بالله هل دفعتها إليهما بذلك؟ قال الرهط : نعم ، ثم أقبل علي عليّ و عباس ، فقال : أنشد كما بالله هل دفعتها إليكما بذلك؟ قال: نعم اهـ". (صحیح البخاری ، کتاب الجهاد ، باب فرض الخمس : ۴۳۵/۱ ، ۴۳۶ ، قدیمی)

(۱) "بل الحديث علي غير هذا المعنى، وليست تلك الواقعة بمذكورة في مناقب فاطمة رضي الله تعالى عنها، بل ذكر الواقعة البخاري في كتاب الجهاد ، كما مر تحت عنوان : باغ ذك"۔

خاطر رہتے تھے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

تجہیز و تکفین سب کی عادت اہل خاندان ہی کیا کرتے ہیں، البتہ جنازہ لے جانے، نماز پڑھنے، دفن کرنے میں اور سب بھی شریک ہوتے ہیں، اس کو کینہ پر محمول کرنا کینہ پر در لوگوں کا کام ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو حضرات شیخین کے بے حد معتقد تھے، وہاں کینہ کا کیا کام ہے؟ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۳/۸۸ھ۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت

سوال [۴۳۶]: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ عرصہ بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسجد میں بیعت کی تھی اور فرمایا تھا کہ خلیفہ اول بننے کے مستحق آپ ہیں اور تصدیق کی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق پر تھے، جو فدک کی آمدنی مجھ کو نہ دی اور وراثت میں، مجھ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی رنج نہ تھا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ کچھ عرصہ بعد جو مسجد میں بیعت کی تھی، یہ دوبارہ علی الاعلان بیعت کی تھی تاکہ کسی کو یہ شبہ نہ رہے کہ انہوں نے بیعت نہیں کی، ورنہ اولاً اس سے عرصہ پہلے سے بیعت کر چکے تھے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

(۱) ”عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: إني لواقف في قوم فدعوا الله لعمر وقد وضع علي سريره، إذا رجل من خلفي قد وضع مرفقه علي منكبي، يقول: ير حمك الله إني لأرجو أن يجعلك مع صاحبيك؛ لأنني كثيراً ما كنت أسمع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: ”كنت و أبو بكر و عمر، و فعلت و أبو بكر و عمر، و انطلقت و أبو بكر و عمر، و دخلت و أبو بكر و عمر، و خرجت و أبو بكر و عمر“۔ فالتفتُ فإذا علي ابن أبي طالب“۔ (مشكاة المصابيح، كتاب المناقب، باب مناقب أبي بكر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما: ۵۵۹/۲، قدیمی)

(۲) ایک روایت میں تصریح ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں بیعت کر چکے تھے۔

”عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه قال: قبض رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم و اجتمع الناس في دار سعد بن عبادة رضي الله تعالى عنه و فيهم أبو بكر و عمر..... ثم نظر في وجوه =

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دختر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح

سوال [۲۳۷]: ایک اہل تشیع نے کہا تھا کہ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پانچ سال کی لڑکی

سے نکاح کیا تھا، کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

وہ لڑکی کون تھی اور صرف نکاح کیا تھا یا ہمبستری بھی جب ہی کر لی تھی تو ثبوت دیا جائے۔ اگر ہمبستری جب نہیں کی تھی، بلکہ بعد بلوغ کی تھی تو یہ کونسا جرم ہے؟ جب کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا تو اس وقت ان کی عمر چھ سال کی تھی، مگر ہمبستری اس وقت نہیں کی بلکہ بعد بلوغ کی ہے (۱) اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتراض ہے تو یہ لوگ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق کیا کہیں گے؟ نیز جس لڑکی سے نکاح کیا تھا وہ خود تو اپنا عقد شرعاً (نابالغہ ہونے کی وجہ سے) کر نہیں سکتی تھی، لامحالہ اس کے ولی نے کیا ہوگا تو یہ اعتراض ولی پر ہوگا۔

اس اہل تشیع سے دریافت کیجئے کہ اس لڑکی کا ولی کون تھا؟ تب اس کو معلوم ہوگا کہ اعتراض کہاں تک پہنچتا ہے؟ اور اس ولی پر اعتراض کرنے کو تیار ہے یا نہیں؟ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

تطہیر اہل بیت

سوال [۲۳۸]: آیت تطہیر کے مصداق و مخاطب حضرت علی، فاطمہ، حسن، حسین ہیں یا نہیں؟ صرف

ازواج پاک کو اہل بیت قرآنی کہنا اور ان حضرات کو اہل بیت قرآنی نہ کہنا صحیح ہے یا نہیں؟

= القوم فلم ير علياً رضي الله تعالى عنه، فدعا به فجاء، فقال: قلت: ابن عم رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وختنه علي ابنته، أردت أن تشق عصا المسلمين! فقال: لا تثریب یا خلیفة رسول الله! فبايعه". (تاریخ الخلفاء، فصل فی مبايعته رضي الله تعالى عنه، ص: ۶۰، مؤسسة الكتب الثقافية)

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم تزوجها و هي بنت ست سنين، و بنى بها و هي بنت تسع سنين". (صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب تزويج الأب ابنته من الإمام:

الجواب حامداً ومصلياً:

آیت تطہیر: ﴿إِنَّمَا يَرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَ كُمْ تَطْهِيراً﴾ (۱) میں اہل بیت کا مصداق ازواج النبی ہیں جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: ”نزلت فی نساء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاصةً اہ۔“ در منشور“ (۲) البتہ حدیث سے ان دیگر حضرات کا بھی اہل بیت ہونا ثابت ہے: ”اللہم هؤلاء اہل بیٹی، فاذهب عنهم الرجس و طهرهم تطهیراً۔“ الحدیث (۳) فقط واللہ سبحانہ اعلم۔

بارہ امام

سوال [۴۳۹]: از روی مذہب اہل سنت والجماعت کیا یہ حدیث صحیح ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ

(۱) (الأحزاب : ۳۳)

(۲) (الدر المنثور (الأحزاب : ۳۳) : ۱۶۸/۵، مؤسسة الرسالة)

(۳) (الدر المنثور المصدر السابق)

”عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی قوله تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا يَرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ﴾. قال: نزلت فی نساء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاصةً.“

”عن أم سلمة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: جاءت فاطمة رضی اللہ تعالیٰ عنہا إلى رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیرمة لها قد صنعت فیها عصيدةً، تحملها علی طبق، فوضعتها بین یدیه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال: ”أین ابن عمک وابناک؟“ فقالت رضی اللہ تعالیٰ عنہا: فی البیت، فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”ادعیهم“ فجاءت إلى علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقالت: أجب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم أنت و ابناک، قالت أم سلمة رضی اللہ تعالیٰ عنہا: فلما رأهم مقبلین مَدَّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یدہ إلى کساء کان علی المنامة، فمدہ و بسطہ و أجلسهم علیہ، ثم أخذ بأطراف الکساء الأربعة بشماله، فضمه فوق رؤوسهم، و أوما بیده الیمنی إلى ربه فقال: ”اللہم هؤلاء اہل بیٹی، فاذهب عنهم الرجس و طهرهم تطهیراً.“ (تفسیر ابن کثیر (الأحزاب : ۳۳) : ۶۳۸/۳،

۶۳۹، مکتبہ دار الفیحاء بیروت)

(و کذا فی روح المعانی (الأحزاب : ۳۳) : ۱۳/۲۲، ۱۳، دار الفیحاء بیروت)

تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بعد میرے بارہ خلیفہ ہوں گے؟ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو ان کے نام تحریر فرمائیں۔
الجواب حامداً و مصلياً:

یہ حدیث صحیح ہے (۱)، بارہ خلفاء کے نام حدیث شریف میں مذکور ہیں (۲)، اس حدیث کے مطلب میں مختلف اقوال ہیں: ایک قول یہ ہے کہ جمیع مدت اسلام میں بارہ خلفاء ہوں گے اور قیامت سے پہلے پہلے پورے ہو جائیں گے، یہ ضروری نہیں کہ وہ مسلسل ہوں، یہ بھی ضروری نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ہی متصل ہوں۔ ایک قول یہ ہے کہ بارہ کے بارہ ایک وقت میں خلافت کے مدعی ہوں گے۔ ایک یہ ہے کہ بارہ امام مہدی کے بعد ہوں گے اور ان کے بعد گویا قیامت شروع ہو جائے گی۔ ایک یہ ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ

(۱) ”عن جابر بن سمرة رضى الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: ”لا يزال الإسلام عزيزاً إلى اثني عشر خليفة كلهم من قريش، وفي رواية: لا يزال أمر الناس ماضياً ما وليهم اثنا عشر رجلاً كلهم من قريش، وفي رواية: ”لا يزال الدين قائماً حتى تقوم الساعة أو يكون عليهم اثنا عشر خليفة، كلهم من قريش“. متفق عليه“. (مشکوٰۃ المصابيح، باب مناقب قريش و ذکر القبائل، ص: ۵۵۰، قدیمی)

(۲) بارہ خلفاء کے نام حدیث شریف میں تو نہیں ملے البتہ دوسری کتب میں موجود ہیں۔

”والذى وقع أن الناس اجتمعوا على أبي بكر ثم عمر ثم عثمان ثم على إلى أن وقع أمر الحكمين في صفين، فسمي معاوية يومئذ بالخلافة، ثم اجتمع الناس على معاوية عند صلح الحسن، ثم اجتمعوا على ولده يزيد، ولم ينتظم للحسين أمر بل قتل قبل ذلك، ثم لما مات يزيد وقع الاختلاف إلى أن اجتمعوا على عبد الملك بن مروان بعد قتل ابن الزبير، ثم اجتمعوا على أولاده الأربعة: الوليد ثم سليمان ثم يزيد ثم هشام، وتخلل بين سليمان و يزيد عمر بن عبد العزيز، فهؤلاء سبعة بعد الخلفاء الراشدين، والثاني عشر هو الوليد بن يزيد بن عبد الملك اجتمع الناس عليه لما مات عمه هشام“. (فتح الباری، کتاب الأحكام، باب بعد باب الاستخلاف: ۲۶۳/۱۳، ۲۶۵، قدیمی کتب خانہ)

(و کذا فی تاریخ الخلفاء للسيوطی، فصل فی مدة الخلافة فی الإسلام، ص: ۱۶، مؤسسة الكتب الثقافية)

(و کذا فی النبراس، ص: ۳۰۸، امدادیہ ملتان)

تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد متصل ان کا سلسلہ شروع ہو جائے گا (۱)۔ خلفاء بارہ ہوں گے، چنانچہ وہ بارہ خلیفہ مسلسل گزر چکے ہیں جن کو سب جانتے ہیں..... عربی، فارسی، اردو سب تاریخوں میں سلسلہ وار ان کے نام موجود ہیں، جن میں یزید ابن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی داخل ہیں اور اس صورت میں اس حدیث سے ان بارہ خلفاء کی کچھ فضیلت مقصود نہیں کہ وہ سب سے افضل ہوں گے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان کو تسلط تام ہوگا اور یہ ایک پیشینگوئی ہے (۲)۔

روافض کی رائے ہے کہ وہ ائمہ معصومین ہیں (۳) اور بھی اقوال ہیں۔ بذل المجہود شرح ابوداؤد شریف ۱۰۰/۵، فتح الباری شرح بخاری ۱۸۴/۱۳، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۲ میں اس حدیث کی شرح تفصیل سے مذکور ہے (۴) یزید کے متعلق امام اعظم ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ سکوت اور توقف کرنا چاہئے، نہ اس کو کافر کہا جائے نہ

(۱) ”فقوم قالوا: یكونون بتوالي إماراتهم، و قوم قالوا: یكونون في زمن واحد، کلهم يدعي الإمارة..... ويحتمل أن يكون المراد أن يكون ”اثنا عشر“ في مدة عزة الخلافة و قوة الإسلام و استقامة أموره و الاجتماع على من يقوم بالخلافة..... فقال أبو الحسين بن المنادي في الجزء الذي جمعه في المهدي: يحتمل في معنى حديث ”يكون اثنا عشر خليفة“ أن يكون هذا بعد المهدي الذي يخرج في آخر الزمان..... أن المراد وجود اثني عشر خليفة في جميع مدة الإسلام إلى يوم القيامة يعملون بالحق و إن لم تتوالي أيامهم.“ (فتح الباری، کتاب الأحكام، باب بعد باب الاستخلاف: ۲۶۲/۱۳، ۲۶۳، قدیمی)

(۲) ”قال القاضي عياض: لعل المراد بالاثني عشر في هذه الأحاديث و ما شابهها أنهم يكونون في مدة عزة الخلافة و قوة الإسلام و استقامة أموره و الاجتماع على من يقوم بالخلافة، و قد وجد هذا فيمن اجتمع عليه الناس إلى اضطراب أمر بني أمية، و وقعت بينهم الفتنة زمن الوليد بن يزيد.“ (تاريخ الخلفاء للسيوطي، فصل في مدة الخلافة في الإسلام، ص: ۱۶، مؤسسة الكتب الثقافية)

(و كذا في فتح الباری، کتاب الأحكام، باب بعد باب الاستخلاف: ۲۶۳/۱۳، قدیمی)

(۳) ”وشيعه، خصوصاً اماميه و اسماعيليه گویند کہ عصمت از خطا در علم و از گناه در عمل بمعنی امتناع صدور کہ خاصه انبياء ست شرط امامت است.“ (تحفه اثنا عشریه، باب هفتم در امامت، ص: ۱۷۸، سهیل اکیڈمی لاہور)

(۴) (بذل المجہود شرح أبي داؤد، أول كتاب المهدي: ۱۰۰/۶، ۱۰۱، قاسمیه ملتان)

(و فتح الباری، کتاب الأحكام، باب بعد باب الاستخلاف: ۲۶۱/۱۳، قدیمی)

(و تاریخ الخلفاء للسيوطي، فصل في مدة الخلافة في الإسلام، ص: ۱۶، مؤسسة الكتب الثقافية)

اس پر لعنت کی جائے، بلکہ اس کے امر کو خداوند تعالیٰ کے حوالہ کر دینا چاہئے (۱)۔

جن علماء کو تحقیق سے ثابت ہے کہ یزید بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں کفریہ افعال موجود ہیں وہ لعن یزید اور تکفیر کو جائز قرار دیتے ہیں، پس حنفی کو اس بارے میں توقف کرنا چاہئے اور تکفیر منع ہے، تاہم اگر لعنت اور تکفیر کرے گا تب بھی دائرہ اسلام سے خارج نہ ہوگا، کیونکہ امام احمد بن حنبل، علامہ کیاہر اسی شافعی سے تکفیر منقول ہے (۲)، لیکن امام غزالی اور دوسرے علماء شافعیہ اور اکثر احناف نے تصریح کی ہے کہ اس کی تکفیر اور اس پر لعنت کرنا منع ہے، پس سکوت چاہئے، واجب کسی نے نہیں کہا (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/ رجب/ ۱۳۵۷ھ۔

بارہ امام

سوال [۳۴۰]: علماء تشیع کا بیان ہے کہ بارہ امام خدا کے مقرر کردہ ہیں اور دوسروں کے امام ہیں، جن کا نام امام بندوں نے انتخاب کیا ہے، لیکن صرف تین سے کام نہ چل سکنے کی بنا پر ایک اور کو شامل کر لیا، اس طرح اماموں کی تعداد چار ہو گئی۔ ہر زمانہ میں امام کا انتخاب عمل میں آتا ہے، اس لئے تین کو رضوان اللہ علیہم اجمعین کہتے ہیں، اور چوتھے کو کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ بارہ امام جن کا انتخاب خدا نے کیا ہے وہ صحیح ہیں اور دوسرے غلط ہیں، من گڑھت ہیں۔

(۱) ”وقیل: لا (یکون کافراً) إذا لم یثبت لنا عنہ تلك الأسباب الموجبة: أي لکفرہ، و حقیقة الأمر التوقف فیہ، و مرجع أمرہ إلى اللہ سبحانہ“۔ (شرح الفقہ الأكبر للملا علی القاری، ص: ۷۳، قدیمی)

(۲) ”و اختلف فی إکفار یزید، قیل: نعم، یعنی لما ورد عنہ ما يدل علی إکفارہ من تحلیل الخمر، و من تفوہہ بعد قتل الحسین و أصحابہ: إنی جازیتهم بما فعلوا بأشیاخ قریش و صنادیدهم فی بدر و أمثال ذلك، و لعل وجه ما قال الإمام أحمد رحمه الله تعالى بتکفیرہ بما ثبت عنده من نقل تقریرہ“۔ (شرح الفقہ الأكبر للملا علی القاری، ص: ۷۳، قدیمی)

(۳) ”فإن قیل: هل يجوز لعن یزید؛ لأنه قاتل الحسین أو أمر به؟ قلنا: هذا لم یثبت أصلاً، فلا يجوز أن یقال: إنه قتله أو أمر به ما لم یثبت، فضلاً عن اللعنة“۔ (إحیاء علوم الدین، کتاب آفات اللسان، الآفة

کربلا کی جنگ کی اصل وجہ بھی یہی ہے کہ یزید نے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مطالبہ کیا تھا کہ آپ اپنی فہرست سے ۱۲ میں ایک کم کر کے میرا نام درج کر لیں، بعد شہادت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سکینہ سے بھی یہی مطالبہ کیا گیا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ مندرجہ بالا بیان کیا واقعی صداقت پر مبنی ہے؟ اگر نہیں تو قرآن و حدیث سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلياً:

ان علمائے تشیع سے پوچھ کر قرآن پاک کی وہ آیت لکھیں جس میں بارہ اماموں کو نام بنا م متعین کیا گیا ہو۔ اگر حدیث شریف میں ان کے نام حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے ہوں تو وہ حدیث ان سے دریافت کر کے الفاظ حدیث مع تعین کتاب و سند حدیث تحریر کریں۔ وہ علماء نہ نص قرآنی پیش کر سکیں گے، نہ حدیث مستند ﴿فإن لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار﴾ (۱)۔ اگر ہم کوئی دعویٰ کریں تو دلیل کا مطالبہ ہم سے کیا جاوے، اگر شیعہ دعویٰ کریں تو ان سے دلیل کا مطالبہ کیا جاوے۔ آپ کا تحریر کردہ دعویٰ شیعہ کی طرف سے ہے، اس کی دلیل کا مطالبہ ان سے کیا جائے گا، جب وہ دلیل پیش کریں گے تو آگے پھر کسی دوسری بات کا نمبر ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۴/۹۰ھ۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں ایک شعر

سوال [۴۴۱]: وعلى الغالب كل الغالب أمير المؤمنين على ابن أبي طالب

یہ عبارت کیسی ہے؟ اس کا مصنف اور پڑھنے والے کے لئے کیا فتویٰ ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

اس عبارت میں تاویل کر کے مطلب بنا لینا اگرچہ ممکن ہے، لیکن ظاہری لفظ کے اعتبار سے اس میں ایک فرقہ ضالہ باطلہ کے ساتھ تشبہ ہے اور اس کے عقیدہ فاسدہ کی اس سے تائید ہوتی ہے (۲) لہذا اس سے پرہیز لازم ہے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریفیں حدیث شریف میں موجود ہیں جو کہ واقعی اور صحیح ہیں، ان کو

(۱) (البقرة: ۲۴)

(۲) ”وہ فرقہ ضالہ مذہب شعیہ ہے، ان کا عقیدہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد خلافت کے مستحق حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے اور ان کا یہ خیال باطل ہے“۔

بیان کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱/۸۹ھ۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام

سوال [۴۴۲]: جو شخص حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صحابی نہ مانے اور ان کی برائی کرے، وہ شخص

کیسا ہے اور ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی تھے یا نہیں اور اگر صحابی تھے تو کس مرتبہ پر تھے اور ان کے صحابی ہونے کی کیا دلیل ہے؟

محبت اللہ گیاوی امام مسجد شاہ جی کی سرانے۔

= كما قال القاري رحمه الله تعالى تحت قوله صلى الله تعالى عليه وسلم لعلي رضي الله تعالى عنه: "أنت مني بمنزلة هارون من موسى)". الحديث: "و في شرح مسلم: قال القاضي عياض: هذا مما تعلق به الروافض وسائر فرق الشيعة أن الخلافة كانت حقاً لعلي رضي الله تعالى عنه أنه وصي له بها، فكفرت الروافض سائر الصحابة بتقديمهم غيره، وزاد بعضهم: فكفر علياً؛ لأنه لم يقم في طلب حقه..... ولا شك في تكفير هؤلاء؛ لأن من كفر الأمة كلها والصدر الأول خصوصاً، فقد أبطل الشريعة وهدم الإسلام، ولا حجة في الحديث لأحد منهم،..... وليس فيه دلالة على استخلافه بعده؛ لأن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم إنما قال هذا حين استخلفه على المدينة في غزوة تبوك، ويؤيد هذا أن هارون المشبه به لم يكن خليفة بعد موسى؛ لأنه توفي قبل وفاة موسى بنحو أربعين سنة، وإنما استخلفه حين ذهب لميقات ربه للمناجات". (المراقبة شرح المشكاة، كتاب المناقب، باب مناقب علي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه، الفصل الأول: ۱۰/۴۵۵، مكتبة حقانيه پشاور)

(۱) من جملہ فضائل میں سے یہ ہے:

"وعن ابن عمر رضي الله تعالى عنه قال: آخى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بين

أصحابه، فجاء عليّ تدمع عيناه، فقال: آخيت بين أصحابك، ولم تؤاخ بيني وبين أحد، فقال رسول

الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "أنت أخي في الدنيا والآخرة". رواه الترمذي". (مراقبة المفاتيح، باب

مناقب علي رضي الله تعالى عنه، الفصل الثاني: ۱۰/۴۶۵، رشيدية)

الجواب حامداً ومصلياً :

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی ابن صحابی ہیں، صحیح مسلم شریف میں روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جاؤ میرے پاس معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر لاؤ“ (۱)، ترمذی شریف میں روایت ہے:

”أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال لمعاوية: ”أللهم اجعله هادياً مهدياً واهديه“ (۲)۔

اس سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صحابی ہونا اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ان کے لئے دعا کرنا، نیز ان کا مرتبہ بھی ثابت ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضرت عمیر بن اسد کو حمص سے معزول کیا تو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو والی بنایا، بعض لوگوں میں ان کا تذکرہ ہوا، حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”لا تذکروا معاویة إلا بخير، فإنی سمعت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”أللهم اهد به“ (۳) یعنی حضرت امیر معاویہ کا جب تذکرہ کرو، خیر کے ساتھ کرو، برائی کے ساتھ ہرگز مت کرو، کیونکہ میں نے خود سنا ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو دعویٰ ہے۔ یہ سب روایات جمع الفوائد: ۲/۲۲۷، میں مذکور ہیں (۴)۔ جو شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا کہتا ہے وہ سخت وعید کا مستحق ہے:

(۱) ”عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: كنت أعب مع الصبيان فجاء رسول الله صلى الله عليه وسلم فتواريت خلف باب، قال: فجاء فحطأ في مطأة وقال: ”اذهب أدع لي معاوية“ قال: فجئت فقلت: هو يأكل، قال: ثم قال لي: ”اذهب فادع لي معاوية“: قال فجئت فقلت: هو يأكل فقال: ”لا أشبع الله بطنه“ الحديث. (الصحيح لمسلم: ۳۲۵/۲، باب من لعنه النبي صلى الله عليه وسلم أو سبه أو دعا عليه، وليس هو أهلاً لذلك كان له زكوة وأجر وأرحمة، كتاب البر والصلة، قديمی)

(۲) (جامع الترمذی أبواب المناقب، باب مناقب معاویة رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ۲/۲۲۳، سعید)

(۳) ”عن أبي إدريس الخولاني قال: لما عزل عمر بن الخطاب عمير بن سعد عن حمص، ولي معاوية، فقال الناس: عزل عميراً وولى معاوية، فقال عمير: لا تذکروا معاوية إلا بخير، فإنی سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: ”أللهم اهد به“ (جامع الترمذی، أبواب المناقب، باب مناقب معاویة رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ۲/۲۲۳، سعید)

(۴) (جمع الفوائد من جامع الأصول و مجمع الزوائد، مناقب حارثة ابن سراقه و أبي سفیان وابنه =

”إذا رأيتم الذين يسبون أصحابي، فقولوا: لعنة الله على شرکم اه“۔ ترمذی

شریف (۱)۔

”لم ينقل عن السلف المجتهدين والعلماء الصالحين جواز اللعن على معاوية رضی اللہ

تعالیٰ عنه وأحزابه اه“۔ شرح عقائد، ص: ۱۱۶ (۲)۔

شخص مذکور فی السؤال کی امامت مکروہ ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۲/۵۷ھ۔

صحیح: عبداللطیف، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اشکالات اور ان کے جوابات

سوال [۲۴۳]: کیا حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں یزید کو خلیفہ

مقرر کئے جانے کی کوشش کی اور کس حد تک؟

۲..... کیا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زر کثیر خرچ کر کے بہت آدمیوں کو یزید سے بیعت

کے لئے آمادہ کیا؟

۳..... کیا امیر موصوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی موقع پر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان

کے ساتھیوں کے سروں پر دونگی تلوار رکھوادیں اور حکم دیا کہ دوران تقریر جو شخص کلمہ تصدیق و تکذیب نکالے گا اس کا

= معاویہ: ۲/۳۹۳، ۳۹۴، المكتبة الاسلامية باكستان

(۱) (جامع الترمذی، أبواب المناقب، باب فی من یسب أصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

۲/۲۲۵، سعید کراچی)

(۲) (شرح العقائد، ص: ۱۱۶، المطبع الیوسفی)

(۳) ”ویکفرہ إمامة عبد و أعرابی و فاسق و أعمی“۔ (الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الإمامة:

۱/۵۵۹، ۵۶۰، قدیمی)

(و کذا فی مجمع الأنهر، کتاب الصلاة، فصل الجماعة سنة مؤكدة: ۱/۱۰۸، دار إحياء التراث

العربی، بیروت)

سر قلم کر دیا جائے گا، اور اس پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کی خلافت کا اعلان کیا؟

۴..... کیا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنے بعد

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت دینے کا وعدہ نہیں کیا تھا، اگر کیا تو اس وقت حضرت امام حسین رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت دینے میں کون سا امر مانع تھا؟

۵..... کیا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گالیاں دیں

اور باوجود منع کرنے کے وہ باز نہ آئے اور ہمیشہ موجودگی و عدم موجودگی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ایسا

کرتے تھے؟

۶..... اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام حسین

رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ہمراہیوں کو ایسا کہا تو ان کا یہ فعل کس حد تک درست سمجھا جاتا ہے؟ (حضرت امیر

معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جنگ کے متعلق کچھ استفسار نہیں ہے)۔

محمد احمد کہار پار۔

الجواب حامداً و مصلياً :

۱..... نہیں۔ ۲..... نہیں۔ ۳..... نہیں۔ ۴..... نہیں

۵..... فحش گالیاں نہیں دیں، سخت کلامی ہوئی ہے (۱)۔

۶..... خطا اجتہادی تھی، خواہش نفسانی نہ تھی (۲)۔

(۱) ”فقول معاوية هذا ليس فيه تصريح بأنه أمر سعداً بسببه، وإنما سأله عن السبب المانع له من السبب

كأنه يقول: ”بل امتنعت منه تورعاً“ أو غير ذلك، فإن كان تورعاً وإجلالاً له عن السبب فأنت مصيب

محسن، وإن كان غير ذلك فله جواب آخر..... و يحتمل تاويلان آخران معناه: ما منعك أن تخطيه

في رأيه واجتهاده و تظهر للناس حسن رأينا و اجتهادنا وأنه خطأ“. (النووي على الصحيح لمسلم،

كتاب المناقب، باب فضائل علي بن أبي طالب : ۲/۲۷۸، قديمي)

(۲) ”و أما ما وقع من امتناع جماعة من الصحابة عن نصره على رضی اللہ تعالیٰ عنہ والخروج معه إلى

المحاربة ومن محاربة طائفة منهم له كما في حرب الجمل و صفين..... إذ لم يكن ذلك عن نزاع في

حقية إمارته، بل كان عن خطأ، في اجتهادهم اه“۔ (شرح الفقه الأكبر، ص: ۶۵، قديمي)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں، ان کی شان میں کوئی گستاخی کا کلمہ کہنا جائز نہیں، اسی طرح کوئی براگمان جو ان کی شان کے خلاف ہو دل میں رکھنا درست نہیں، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا فرمائی ہے:

”عن عبد الرحمن بن أبي عميرة عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أنه قال لمعاوية رضي الله تعالى عنه: ”اللهم اجعله هادياً ومهدياً واهد به“۔ رواه الترمذی “مشکوٰۃ شریف، ص: ۵۷۹ (۱)۔
قال فی الهامش بعد تحقیق ألفاظ الرواية: ”ولا ارتياب أن دعائه صلى الله تعالى عليه وسلم مستجاب، فمن كان هذا حاله كيف يرتاب فی حقه الخ“ (۲)۔

وقال القاری فی شرح الفقه الأكبر، ص: ۸۲: ”فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”لا تسبوا أحداً من أصحابی، فلو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهباً ما أدرك مد أحدهم ولا نصيفه“ (۳)۔
اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں جو مناقشات تھے ان کے متعلق جہاں تک ہو سکے محمل حسن نکالنا چاہئے، اگر کوئی محمل حسن سمجھ میں نہ آئے تو پھر اس میں گفتگو کرنے اور ایک کو حق اور دوسرے کو ناحق کہنے کی ضرورت نہیں (۴) کہ دار و مدار نجات کا اس پر نہیں ہے، نہ اس کے ساتھ کچھ عمل کا تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا فیصلہ ہوگا وہ ہر ایک کی پوری حقیقت سے خوب واقف ہیں، آپ سے اس کے متعلق سوال نہ ہوگا کہ ان میں سے کون حق پر تھا اور کون ناحق پر (۵)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، ۲۵/۱/۵۴ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۲۶/محرم/۵۴ھ۔

(۱) (جامع الترمذی، أبواب المناقب، باب مناقب معاویة رضي الله تعالى عنه: ۲/۲۲۳، سعيد كراچي)

(۲) (هامش جامع الترمذی المصدر السابق آنفاً)

(۳) (شرح الفقه الأكبر، ص: ۶۸، قديمي)

(و كذا فی شرح العقائد، ص: ۱۱۶، المطبع اليوسفي)

(۴) ”ويكف عن ذكر الصحابة رضي الله تعالى عنهم إلا بخير، لما ورد عن الأحاديث الصحيحة في

مناقبهم“۔ (شرح العقائد، ص: ۱۱۶، المطبع اليوسفي)

(۵) ”قال الله تعالى: ﴿تلك أمة قد خلت لها ما كسبت و لكم ما كسبتم، و لا تسئلون عما كانوا =

کسی شیعہ کا حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو زک پہو نچانا

سوال [۴۴۴]: کیا کسی شیعہ نے حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ محدث دہلوی کو کوئی زک

پہو نچائی ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً :

شیعوں نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو اذیت پہو نچائی ہے جیسا کہ ان

کے تذکرہ سوانح میں موجود ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۹/۶/۹۶ھ۔



= يعملون ﴿البقرة: ۱۳۳، ۱۳۱﴾

(۱) (تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ: ۲۹۰، نفیس اکیڈمی حیدر آباد دکن)

ما يتعلق بمشاجرات الصحابة

(صحابہ کرام کے آپس کے اختلافات)

مقابلہ علی و معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

سوال [۴۲۵]: کس وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

جنگ ہوئی تھی اور کون حق پر تھا؟

الجواب حامداً و مصلياً:

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ارباب حل و عقد نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے ان کو خلیفہ تسلیم کر لیا تھا، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت ملک شام پر گورنر تھے، ان کے کان میں یہ بات ڈالی گئی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سازش سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا، انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مطالبہ کیا کہ آپ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلوں سے قصاص لیجئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فی الحال اس میں تامل کیا، دو وجہ سے: اول یہ کہ قاتل کا صحیح علم نہیں، جب شہادت شرعیہ سے ثبوت نہ ہو تو قصاص نہیں لیا جاسکتا۔ دوسرا یہ کہ اگر تمام خوارج اور باغیوں کو سزا دی جائے تو چونکہ یہ جماعت بہت بڑی ہے، ان سب کو فی الحال سزا دینا دشوار ہے جب تک کہ اسلامی فوجیں جو کہ باہر گئی ہوئی تھیں واپس نہ آجائیں، ورنہ عام بد امنی پیدا ہو کر سخت فتنہ پیدا ہونے کا قوی اندیشہ ہے جس کا سنبھالنا سخت مشکل بلکہ قابو سے باہر ہوگا۔

اس جواب سے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سمجھے کہ یہ ٹال رہے ہیں اور قصاص لینا نہیں چاہتے، شکایت کرنے والوں نے بھی یہی کہا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قصاص بھی نہیں لیتے، امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اصل شکایت اور اس جواب پر شبہ قوی ہو گیا اور فرمایا کہ جب آپ میں اتنی قوت ہی نہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصاص لے سکیں اور ظالم کو سزا دے سکیں تو آپ ملک اور خلافت کے دیگر انتظامات

کیسے کریں گے، لہذا آپ خلافت کے مستحق نہیں، آپ دست بردار ہو جائیں، میں خلیفہ بنتا ہوں، قصاص بھی لوں گا اور انتظامات بھی کروں گا، اس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب میرے ہاتھ پر بیعت ہوگئی اور مجھ کو خلیفہ تسلیم کر لیا گیا تو آپ خلیفہ نہیں بن سکتے، حدیث شریف میں ہے:

”إذا بویع لخلیفتین، فاقتلوا الآخر منہما“۔ رواہ مسلم (۱)۔

”من أتاکم و أمرکم جمیعاً علی رجل واحد، و یرید أن یشق عصاکم أو یفرق

جماعتکم فاقتلوه“۔ رواہ مسلم (۲)۔

یعنی جب ایک خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی جائے اور پھر دوسرا شخص خلافت کا دعویدار بنے تو دوسرے کو قتل کر دیں۔ اس بنا پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لڑائی کے لئے آمادہ ہو گئے اور بات بڑھ گئی، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی مقابلہ کیا، تاریخ ابن جریر، تاریخ الخمیس (۳)، روضۃ الصفا وغیرہ کے بغور مطالعہ سے یہ خلاصہ حاصل ہوا، اس کے علاوہ جو اور بعض باتیں تاریخی کتب غیر معتبرہ میں فریقین کے متعلق درج ہیں، نہ وہ قابل ذکر ہیں نہ قابل اعتماد۔

اس مضمون سے یہ بھی ظاہر ہے کہ نیت ہر دو فریق کی صحیح تھی فاسد نہ تھی اور فی الجملہ حق و ناحق ہونا بھی

معلوم ہو سکتا ہے اس سے زیادہ لکھنا خلاف ادب ہے (۴)۔

(۱) (الصحيح لمسلم، كتاب الإمارة، باب إذا بویع لخلیفتین : ۱۲۸/۲، قديمی)

(۲) (الصحيح لمسلم، كتاب الإمارة، باب حکم من فرق أمر المسلمین و هو مجتمعت : ۱۲۸/۲، قديمی)

(۳) ”(وفي هذه السنة) وجه علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عند منصرفه من البصرة إلى الكوفة و فراغه من الجمل جریر بن عبد اللہ البجلي إلى معاوية رضی اللہ تعالیٰ عنہ يدعوہ إلى بیعته الخ“ (تاریخ الطبری لابن جریر الطبری، توجیه علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ إلى معاوية رضی اللہ تعالیٰ عنہ و خروج علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ إلى صفین : ۵۶۰/۳، ۵۶۹، مؤسسة الأعلمی بیروت)

(و كذا فی تاریخ الخمیس فی أحوال أنفس نفیس، ذكر خلافة علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ : ۲۷۶/۲، مؤسسة شعبان للنشر، بیروت)

(۴) ”أجمع أهل السنة والجماعة علی وجوب السكوت عن الخوض فی الفتن التي جرت بین الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم بعد قتل عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، والاسترجاع علی تلك المصائب التي =

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا تھا تو جواب میں فرمایا کہ ”اللہ پاک نے ہمارے ہاتھوں کو ان اکابر کے خون سے محفوظ رکھا (اس شکر یہ میں) ہم زبانوں کو بھی ملوث نہیں کرتے“ (۱) اس مختصر سوال میں آپ نے بڑی لمبی تاریخ پوچھی، خیر، خدا نے مجھے بھی آسانی فرمائی کہ مختصر جواب بتلا دیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود عفی عنہ۔

محاربہ علی رضی اللہ عنہ و عائشہ رضی اللہ عنہا

سوال [۲۲۶]: کیا وجہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ میں جب جنگ ہوئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا تھا اور ان کے گروہ میں شامل تھیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہ دیا، اگر دونوں حق پر تھے تو صلح کرادینی تھی یا کسی کا ساتھ نہ دیتیں یا برابر دونوں کو سمجھاتیں، برخلاف اس کے ایسا نہیں کیا، کیوں؟

= أصيبت بها هذه الأمة ، والاستغفار للقتلى و أما الحروب التي جرت فكان لكل طائفة شبهة اعتقدت تصويب نفسها بسببها ، و كلهم عدول و متأولون في حروبهم و غيرها ، و لم يخرج شيء من ذلك أحداً منهم عن العدالة ؛ لأنهم مجتهدون اختلفوا في مسائل من محل الاجتهاد كما يختلف المجتهدون بعدهم في مسائل من الدماء و غيرها ، و لا يلزم من ذلك نقص أحدهم . (معارض القبول : ۵۹۹/۲ - ۶۰۱ ، الرياض)

(و كذا في شرح مسلم للنووي رحمه الله تعالى، كتاب الفتن و أشرط الساعة : ۳۹۶/۲ ، قديمي)

(و كذا في شرح الفقه الاكبر ، ص : ۷۱ ، قديمي)

(۱) یہ مقولہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا نہیں، بلکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے، چنانچہ ”مرقاۃ شرح مشکاۃ“ میں ہے: ”قال عمر بن عبد العزيز : تلك دماء طهر الله أيدينا منها، فلا نلوث ألسنتنا بها“. (المرقاۃ شرح المشكاة ، كتاب الفتن ، الفصل الثاني : ۲۸۳/۹ ، رشيديه)

(و كذا في شرح مشكوة للطبي ، كتاب الفتن ، فتنة الاستنظاف : ۶۵/۱۰ ، إدارة المعارف كراچی)

(و كذا في حاشية جامع الترمذی ، كتاب الفتن ، باب ما جاء في الرجل يكون في الفتنه : ۴۱/۲ ، سعيد)

الجواب حامداً ومصلياً:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہیں دیا، بلکہ اصل واقعہ یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ میں تھیں، وہاں جا کر لوگوں نے کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی گئی اور وہ باوجود خلیفہ ہونے کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص نہیں لیتے اور خدا جانے کیا کیا کہا، بجائے مدینہ طیبہ کی واپسی کے لوگ ان کو بصرہ لے گئے، پھر وہاں سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کے مطالبہ کرنے کیلئے تجویز ہوئی، ساتھ ایک بڑی جماعت تھی، ادھر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ آگے بڑھے تاکہ ان کی غرض معلوم کریں اور ان کے مطالبات پر غور کریں ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کا لشکر ایک دم حملہ نہ کر دے، جس سے فتنہ پیدا ہو جائے، ملاقات پر مطالبات معلوم کئے اور قرار پایا کہ کل تمام باغیوں کو سزا اور جو قتل میں شریک تھے ان کو سزا قتل دی جائے، اس پر ان باغیوں نے کمیٹی کی کہ کل ہمارا وہ حال ہوگا جو مذبح میں بکروں کا ہوتا ہے اس لئے رات میں سب نے مل کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لشکر پر جا کر حملہ کر دیا، پھر ان کے لشکر نے مدافعت نہ کیا تو یہ باغی بھاگ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں آگئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا لشکر بھی تعاقب کرتا ہوا آیا، جس وقت زبردست جنگ ہوئی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لشکر نے اعتراض کیا کہ رات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر نے ہم پر حملہ کیا، حالانکہ دن میں ہم سے وعدہ کیا تھا کہ باغیوں کو سزا دیں گے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ شکایت ہوئی کہ جب ہم نے باغیوں کو سزا دینے کا وعدہ کر لیا تھا تو رات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لشکر نے ہم پر کیوں حملہ کیا؟ پس باغیوں کی اس حرکت سے دونوں کو غلط فہمی لاحق ہوئی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

(۱) دیکھئے: (الکامل فی التاریخ، ذکر مسیر علیؑ إلى البصرة والوقعة: ۳/ ۱۲۱، ۱۲۳، دار لکتب العربی بیروت) (وتاریخ الطبری، خروج علیؑ إلى الریذة یرید البصرة: ۳/ ۲۷۳، ۲۷۵، مؤسسة الاعلمی للمطبوعات، بیروت)

(و تاریخ الخلفاء، فصل فی مبایعة علی رضی اللہ عنہ بالخلافة، ومانشأ عن ذلك: ص: ۱۴۲، مؤسسة الکتب الثقافیہ، بیروت)

(حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور یزید کے اختلافات کا بیان)

محاربہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ و یزید

سوال [۲۴۷]: حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کی بیعت سے انکار کیا اس میں حضرت

حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرآن و حدیث کی انحرافی ہوتی ہے یا نہیں؟ آیت: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا

اللَّهِ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (۱)۔

بیعت کے معنی ہیں کہ حاکم وقت کی حکومت تسلیم کی جائے یا کچھ اور، حاکم وقت خواہ اسی قوم و مذہب کا

ہو اور اس کے افعال جس طرح کے ہوں؟ فقط۔

الجواب حامداً و مصلياً :

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک وہ مستحق خلافت نہیں تھا اور اس کی حکومت مستقر نہیں

ہوئی تھی، اسی وجہ سے اس کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی، اگر ان کے نزدیک اس کی خلافت مستقر ہو جاتی اور

بیعت کر کے پھر خلاف کرتے تو آیت کی مخالفت ہوتی (۲)۔

استقرار خلافت اور اہلیت خلافت کی شرائط میں تفصیل ہے، نہ آپ نے دریافت کی، نہ مجھے لکھنے کی

ضرورت، اسی طرح اطاعت اولی الامر کا مسئلہ بھی بہت مبسوط ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

حضرت حسین اور یزید کی جنگ کا مجمل

سوال [۲۴۸]: یزید اور شریکان قتل امام حسین فاسق و فاجر ہیں یا نہیں، کربلا کی جنگ کو حق و باطل کی

(۱) (سورة النساء : ۵۹)

(۲) "فقال عبد الله بن الزبير للحسين رضي الله تعالى عنه: ظن فيما تراه، بعث إلينا في هذه الساعة التي

لم يكن يجلس فيها، فقال حسين: قد ظننت أرى طاغيتهم قد هلك، فبعث إلينا ليأخذنا بالبيعة قبل أن

يفشو في الناس الخبر، فقال: و أنا ما أظن غيره اهـ". (تاريخ الطبري لابن جرير، خلافة يزيد بن معاوية:

جنگ کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً :

فاسق ہونے کی تشریح شرح عقائد وغیرہ میں ہے (۱) ظالم کے تسلط سے مخلوق کو بچانے کے لئے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ کی ہے، جیسا کہ فتاویٰ عزیزی (۲) اور تحفہ اثنا عشریہ میں ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور یزید کا معاملہ

سوال [۲۴۹]: یزید کے اشارہ سے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ معرکہ کربلا پیش آیا، اس

کے بارے میں اہل سنت کا خیال کیا ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً :

اس معاملہ میں یزید کی روش حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اہل سنت والجماعت کے نزدیک ان کی شان کے خلاف اور توہین آمیز رہی (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱/۸۸ھ۔

(۱) "ولا ینعزل الإمام بالفسق: أى الخروج عن طاعة الله تعالى الجور: أى الظلم على عباد الله تعالى؛ لأنه قد ظهر الفسق، وانتشر الجور من الأئمة والأمراء بعد الخلفاء الراشدين، والسلف كانوا ينقادون لهم و يقيمون الجمع والأعياد بإذنهم اهـ". (شرح العقائد النسفية، ص: ۱۱۴، المطبع اليوسفى)

(۲) خروج حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بنا بر دعوی خلافت راشدہ پیغامبر کہ بمروہی سال منقضى گشت نبود، بلکہ بنا بر تخلص رعایا از دست ظالم بود "و إعمانة المظلوم على الظالم من الواجبات". (فتاویٰ عزیزی (فارسی)، کیفیت خروج امام حسین براعائہ اہل کوفہ: ۳۳/۱، کتب خانہ رحیمیہ دیوبند)

(۳) "تأشقت أيدائى ايشال بردارد، و چرا مخالفت میکند بائمه ماضيين خصوصاً با امام صابر کہ آنهارا ظلمہ و فجرہ بیش از حد ترسانیدند، بلکہ نوبت بقتل و خون رسانیدند، و آنہانہ ترسیدند امر بالمعروف و نہی عن المنکر بجا آوردند، حالانکہ آنہارا طول عمر خود معلوم نبود، و تسلط خود نیز معلوم نبود"۔ (تحفہ اثنا عشریہ، باب ہفتم در امامت، ص: ۱۷۵، سہیل اکیڈمی لاہور)

(۴) "و بعث أهل العراق إلى الحسين الرسل والكتب، يدعونه إليهم، فخرج من مكة إلى العراق في عشر ذي الحجة و معه طائفة من آل بيته رجالاً و نساءً و صبياناً، فكتب يزید إلى واليه بالعراق عبید الله =

کیا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ باغی تھے؟

سوال [۴۵۰]: زید کا کہنا ہے کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ عربی تھے اور کوفے کے رہنے والے نہیں تھے، محض مہمانی و مسافرت و مدعو کئے ہوئے پہنچے، جب یزید کے حاکم مثلاً کو تو ال شہرا بن زیاد دخولی وغیرہ نے یزید کی بیعت کرنے پر مجبور کیا اور فرمان دکھلایا تو اس پر حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ”میں تو مدعو مہمان تھا، مجھ کو اپنے وطن جانے دو“ تو ایسے وقت میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاکم وقت کا حکم ماننا ضروری تھا یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً:

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مسئلہ میں مجتہد تھے، جب وہ یزید کی بیعت کو ناجائز سمجھتے تھے تو ان کا بیعت کرنا درست نہیں تھا، یزید کو حق نہیں تھا کہ وہ ان کو مجبور کرتا کہ اپنے اجتہاد کے خلاف بیعت کریں، بلکہ ایسی حالت میں اس کو چاہئے تھا کہ خلافت سے معزول ہو کر اہل اسلام کو اختیار دیدیتا کہ جس کو چاہیں خلیفہ تسلیم کر لیں، اس میں نہ کوئی فتنہ ہوتا نہ قتل و خونریزی کی نوبت آتی جیسا کہ اس فتنہ اور کشت و خون کے خیال سے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلافت سے دست بردار ہو گئے تھے (۱) حالانکہ یزید کو ان کے ساتھ فضائل اور مناقب کے لحاظ سے کوئی نسبت ہی نہیں تھی۔

= بن زیاد بقتله، فوجه إليه جيشاً أربعة آلاف الخ“ (تاریخ الخلفاء، ترجمة يزيد بن معاوية أبو خالد الأموي: ۱۶۹، مؤسسة الكتب الثقافية)

(۱) قال العلامة السيوطي رحمه الله تعالى: ”وَلَّى الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ الخلافة بعد قتل أبيه بمبايعته أهل الكوفة، فأقام فيها ستة أشهر و أياماً، ثم سار إليه معاوية . والأمر إلى الله، فأرسل إليه الحسن يبذل له تسليم الأمر إليه على أن تكون له الخلافة من بعده فأجابه معاوية إلى ما طلب، فاصطلحا على ذلك، فظهرت المعجزة النبوية في قوله صلى الله تعالى عليه وسلم ”يصلح الله به فئتين من المسلمين“ ونزل له عن الخلافة ثم ارتحل الحسن عن الكوفة إلى المدينة، فأقام بها“ (تاریخ الخلفاء للسيوطي رحمه الله تعالى، ص: ۱۵۸، الحسن بن علي رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مؤسسة الكتب الثقافية)

(و كذا في تاريخ الطبري، سنة إحدى و أربعين فما كان فيها من ذلك التسليم الحسن بن علي رضی اللہ تعالیٰ عنہ الأمر إلى معاوية رضی اللہ تعالیٰ عنہ اه: ۲۳/۴، مؤسسة الأعلمی بیروت)

حاکم وقت کو حق نہیں ہوتا کہ مجتہد کو خلاف اجتہاد کرنے پر مجبور کرے اور ایسی حالت میں مجتہد کو اطاعت درست نہیں ”لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق“ الحدیث مشکوٰۃ، ص: ۱۳۲ (۱) اس لئے ان کو باغی کہنا بھی درست نہیں۔ کذافی شرح الفقہ الاکبر (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ۔

کیا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظالم تھے؟ نعوذ باللہ

سوال [۴۲۱]: کیا امام حسین علیہ السلام کو ظالم کہہ سکتے ہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً :

اہل سنت والجماعت کے نزدیک وہ ظالم نہیں تھے، ان کے مناقب و فضائل حدیث پاک میں موجود ہیں، ان کو جنت کے نوجوانوں کا سردار فرمایا گیا ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲/۳/۹۵ھ۔

واقعہ کربلا جہاد ہے یا لڑائی؟

سوال [۴۵۲]: کربلا میں پیش آنے والے واقعہ کو جہاد کہیں گے یا صرف لڑائی؟

الجواب حامداً و مصلياً :

عموماً جہاد کا اطلاق وہاں ہوتا ہے جہاں کفر و اسلام کا مقابلہ ہو اور مقصود بھی اعلائے

(۱) (مشکاۃ المصابیح، کتاب الإمارة والقضاء، الفصل الثانی: ۳۲۱/۲، قدیمی)

(۲) ”و أما ما تفوه به بعض الجهلة من أن الحسين كان باغياً فباطل عند أهل السنة والجماعة، و لعل هذا من هذيان الخوارج عن الجادة“۔ (شرح الفقہ الاکبر، الکبیرة لا تخرج المؤمن عن الإیمان، ص: ۷۲، قدیمی)

(۳) ”عن أبی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”الحسن والحسين سيدا شباب أهل الجنة“۔ رواه الترمذی“۔

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب المناقب، باب مناقب أهل بیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و رضی اللہ عنہم: ۵۷۰/۲، قدیمی)

کلمۃ اللہ ہو (۱) جہاں یہ چیز نہ ہو وہ محاربہ ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲/۳/۹۵ھ۔

کیا کر بلا کا واقعہ اسلامی جہاد تھا؟

سوال [۲۵۳]: کر بلا میں پیش آنے والے واقعات سیاسی نوعیت کے تھے یا اسلامی حیثیت کے تھے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے لئے سیاسی اقتدار حاصل کرنے کی خاطر کر بلا تشریف نہیں لے گئے تھے بلکہ اسلامی نقطہ نظر سے وہ جانا ضروری سمجھتے تھے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲/۳/۹۵ھ۔

کر بلا میں کام آنے والے کیا دین کی حفاظت کے لئے لڑے ہیں؟

سوال [۲۵۴]: کیا کر بلا میں گلستانِ نبوت کے نونہالوں کی تمام قربانیاں ہوں اقتدار کی خاطر تھیں یا

حفاظت دین کے لئے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اسلامی نقطہ نظر سے کر بلا گئے تھے نہ کہ حصول اقتدار کے لئے، واقعہ کر بلا کے متعلق آپ نے کیا نظریہ قائم کر رکھا ہے، مجھے علم نہیں۔ اس تحریر سے آپ کو کچھ مدد مل سکے گی یا نہیں اس کا بھی علم نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲/۳/۹۵ھ۔

(۱) "من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا، فهو في سبيل الله". متفق عليه. (مشکوٰۃ المصابيح، كتاب الجهاد: ۳۳۱/۲، قديمي)

(۲) "يفهم أن من قاتل للدنيا أو للغنمة أو لإظهار نحو شجاعة أو ذب عن نفس أو مال، فليس في سبيل الله، ولا ثواب له". (فيض القدير شرح الجامع الصغير: ۱۱/۵۹۳۱، مكتبة نزار مصطفى الباز، رياض)

کر بلا میں کون حق پر تھا؟

سوال [۴۵۵]: کر بلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق پر تھے یا یزید؟

الجواب حامداً و مصلياً:

یہ اجتہادی چیز ہے، اہل سنت والجماعت کے نزدیک حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق پر تھے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲/۳/۹۵ھ۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا شہید ہوئے؟

سوال [۴۵۶]: کیا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کہہ سکتے ہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً:

چونکہ واقعہ کر بلا اجتہادی چیز ہے، اور اہل سنت والجماعت کے نزدیک حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق پر تھے، لہذا وہ شہید تھے، رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

کیا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعش کو روندنا گیا؟

سوال [۴۵۷]: کیا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کر بلا میں برہنہ کر دیا گیا تھا اور آپ کی لاش

مبارک کو گھوڑوں سے روندنا گیا اور قیمہ کر دیا گیا تھا؟

الجواب حامداً و مصلياً:

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کر بلا میں برہنہ کر کے آپ کی نعش مبارک کو گھوڑوں سے روندنا اور قیمہ بنایا گیا تھا یا نہیں؟ مجھے اس کی تحقیق نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کیا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقام محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے لیا؟

سوال [۴۵۸]: محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بعد شہادت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جو انتقام

لیا ہے، آپ بھی اس میں شریک تھے؟ یہ بات صاف طور سے تحریر فرمادیتے۔

الجواب حامداً و مصلياً :

محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے ہیں، ان کی والدہ کا نام خولہ بنت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے، جنگ یمامہ میں ان کی والدہ گرفتار کر کے لائی گئی تھیں اور مال غنیمت میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصہ میں آئی تھیں۔ کذا فی تحفة اثنا عشریہ : ص: ۴۳ (۱)۔ محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کے بعد انتقام کے لئے آئے تھے۔ کذا فی روضة الصفاء: ۸۶/۳ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود وغفر له۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت پر عیسائی کا اشکال

سوال [۲۵۹]: ایک معترض عیسائی کہتا ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت حضرت اسماعیل علیہ السلام سے لے کر، تا امام مذکور پروردگار عالم نے امانت محفوظ رکھ کر بعد میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمائی تو اس میں یزید پلید کا کیا قصور ہوا، آخر کار وہ شہادت جواز میں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے مخصوص ہو چکی تھی کسی نہ کسی سے وقوع میں ضرور آتی۔ معترض کو آیت: ﴿و من یقتل مؤمناً﴾ (۳) سے اگر جواب دیا گیا تو منظور نہیں کیا، اس کا عقلی و نقلی جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلياً :

اگر اس عیسائی کے منہ پر کوئی شخص نجاست میں بھرا ہوا جوتہ زور سے مارے تو اس کو غصہ تو نہیں آئے گا اور اس مارنے والے کو تو کچھ برا نہیں کہے گا، کیونکہ تقدیر میں لکھا ہوا تھا کہ منہ پر جوتہ لگے گا، وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ سے تو لگتا ہی۔

عیسائی اس بات کے قائل ہیں کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دی اور ان پر ظلم کیا، اس

(۱) ”تحفة اثنا عشریة (اردو)، ص: ۵۰۲، دار الاشاعت کراچی)

(۲) (تحفة اثنا عشریہ (اردو) ص: ۳۱، دار الاشاعت کراچی)

(۳) (النساء: ۹۳)

وجہ سے یہودیوں سے بغض رکھتے ہیں تو وہ لوگ کیوں بغض رکھتے ہیں یہ تو پیش آنا ہی تھا، تقدیر میں لکھا ہوا تھا، تقدیر میں لکھا ہوا ہونے سے اختیار سلب نہیں ہوتا (۱) ورنہ تمام مجرم دنیا اور آخرت میں چھوٹ جائیں کسی کو سزا نہ ملے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

کیا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے اسلام کی تکمیل ہوئی؟

سوال [۴۶۰]: ایک سنی المذہب نے ایک ایسی مجلس میں جس میں شیعوں کے خواص و عوام شریک و سامع تھے، اپنی تقریر کے دوران نہایت شد و مد سے کہا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے اسلام کی تکمیل ہوئی ورنہ اسلام غیر مکمل رہتا، اور یہ بھی کہا کہ جو مسلمان واقعہ شہادت حضرت امام حسین پر نہ روئے وہ شقی ازلی ہے، تقریر کے بعد اس کو سمجھایا تب بھی اس نے یہی کہا کہ میرا عقیدہ یہی ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس شخص کا کیا حکم ہے اور اگر وہ علمائے اسلام کے فتویٰ کی پروا نہ کرے تو ایسے شخص سے حنفی المذہب اہل سنت و الجماعت مسلمانوں کو تعلقات قائم رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

راقم: احمد میاں فرخ آباد۔

الجواب حامداً و مصلياً:

اہل سنت و الجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات دنیوی ہی میں دین اسلام کی تکمیل کر دی گئی تھی یعنی ایسی دینی بات کوئی باقی نہیں رہی تھی جس کو خود یا اس کی اصل اور بنیاد کو بیان نہ کر دیا گیا ہو جیسا کہ نص قرآن ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾ (۲) اس پر شاہد ہے اور احادیث کثیرہ سے

(۱) ”وإذا عرفت ذلك فللعباد أفعال اختيارية يثابون عليها إن كانت طاعة، و يعاقبون عليها إن كانت معصية، لا كما زعمت الجبرية أن لا فعل للعبد أصلاً كسباً و لا خلقاً“۔ (شرح الفقه الأكبر للملا علی القاري، ص: ۴۲، قدیمی)

(و كذا في شرح العقائد النسفية للفتنازاني: ص: ۶۴، المطبع اليوسفي)

(و كذا في روح المعاني (البقرة): ۱/۱۳۳، دار إحياء التراث العربي)

(۲) (المائدة: ۳)

بھی اس کی تائید ہوتی ہے (۱) لہذا زید کا یہ عقیدہ اہل حق کے سراسر خلاف ہے اور اگر اس شہادت سے اسلام کی تکمیل ہی ہوئی ہے تو پھر اس پر رونے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ تو بڑی مسرت کی بات ہے، تمام عالم کو اس پر خوش ہونا چاہئے کیوں کہ اگر شہادت نہ ہوتی تو خدا نخواستہ اسلام کی تکمیل نہ ہوتی، غیر مکمل رہ جاتا تو یہ شہادت جملہ اہل اسلام کے لئے باعث رحمت ہے۔

ایسے لوگوں سے تعلقات رکھنا درست نہیں جن کے عقائد اس قدر خطرناک ہوں، اگر اپنے عقائد سے ایسا شخص باز نہ آئے اور توبہ نہ کرے تو اس سے تعلقات قطع کر دیئے جائیں (۲)۔

رونا اختیاری فعل نہیں، اگر قلب میں درد و غم ہے تو رونا آتا ہے ورنہ نہیں اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات رحمت للعالمین ہے، دنیا سے رخصت ہو جائے، اس پر نہ رونا تو شقاوت ازلی نہ ہو اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت پر نہ رونا شقاوت ازلی ہو، یہ عجیب بات ہے، خود بخود کسی کو اگر رونا آوے اور آنسو جاری ہو جائیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن بالقصد رونا اور اس طرح کہ گریبان چاک کیا جاوے، سینہ اور منہ کو پیٹا جاوے، مرثیے پڑھے جائیں، جیسا کہ روافض اور اہل تشیع کا شیوہ ہے ہرگز ہرگز جائز نہیں، سخت گناہ ہے، اس پر وعید بھی آئی ہے (۳)۔

بہر حال ایسے شخص کو توبہ اور تجدید ایمان و نکاح کر لینا چاہئے (۴) کیوں کہ یہ عقائد روافض کے ہیں۔

(۱) ”كما ثبت في الصحيح لمسلم عن جابر بن عبد الله أن رسول الله ﷺ قال في خطبته يومئذ: ”أيها الناس! إنكم مسئولون عني فما أنتم قائلون“؟ قالوا: نشهد أنك قد بلغت و أدیت و نصحت، فجعل يرفع إصبعه إلى السماء و ينكسها إليهم، و يقول: ”أللهم هل بلغت“. (تفسير ابن كثير: ۷۷/۲، المائدة: ۶۷) سهیل اکیڈمی

(۲) قال الله تعالى: ﴿ لا تجد قوماً يؤمنون بالله و اليوم الآخر يوآدون من حاد الله و رسوله ﷺ الآية. (المجادلة: ۲۲)

(۳) ”عن عبد الله رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”لیس منا من لطم الخدود و شق الجيوب و دعا بدعوی الجاهلیة“. (صحيح البخاری، کتاب الجنائز، باب لیس منا من شق الجيوب: ۱۷۲/۱، قدیمی)

(۴) ”ما كان في كونه كفراً اختلافاً، فإن قائله يؤمر بتجدید النكاح و بالتوبة و الرجوع عن ذلك بطريق الاحتياط“. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين: ۲۸۳/۲، رشیدیہ)

اگر علمائے حق کے فتویٰ کو نہی مانتا تو یہ گنہگار ہے اور اس کی تکفیر اور توبہ میں کرتا ہے تو کفر ہے: ”رجل عرض علیہ خصمه فتوى الأئمة فردها وقال: ”چه بار نامه آورد، قیل: یکفر؛ لأنه رد حکم الشرع، و کذا لولم یقل شیئاً لکن ألقى الفتوى على الأرض وقال: این چه شرع است، کفر“۔ عالمگیری: ۲/۸۹۱ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/۲/۵۳ھ۔
صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/صفر/۵۳ھ۔

حضرت حسین کی شہادت اللہ کے لئے ہوئی یا امت کے لئے؟

سوال [۴۶۱]: حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت امت کے لئے ہوئی یا اللہ کے لئے،

لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے امت کی خاطر جان دیدی؟

الجواب حامداً ومصلياً:

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ایک ظالم کے ظلم سے امت کو بچانے کے لئے ہوئی (۲)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

اگر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت نہ ہوتی تو کیا اسلام مٹ جاتا؟

سوال [۴۶۲]: پیر صاحب ہی کہتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت نہ ہوتی تو

قرآن اور حدیث منادی جاتی۔ کیا یہ صحیح ہے؟

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین: ۲/۲۷۲، رشیدیہ)

(۲) ”خروج حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ براء بردعوی خلافت راشدہ پیغمبر کہ بمروسی سال منقضی گشت نبود، بلکہ بنا بر

تخلیص رعایا از دست ظالم بود، وإعانة المظلوم علی الظالم من الواجبات“۔ (فتاویٰ عزیزی، کیفیت خروج امام حسین

براعانة اهل کوفه: ۱/۳۳، کتب خانہ رحیمیہ دیوبند)

ایضاً

سوال [۴۶۳]: ۲..... کیا یہ بھی صحیح ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت نہ ہوتی تو اسلام ہی مٹ جاتا؟ اسلام کو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زندہ کیا، گویا وہ توحید کی بنیاد ہیں، یہ کہاں تک صحیح ہے؟
الجواب حامداً و مصلياً :

۱..... یہ غلط ہے کہ ان کی شہادت نہ ہوتی تو قرآن و حدیث مٹ جاتے (۱)۔
۲..... یہ بھی غلط ہے کہ ان کی شہادت نہ ہوتی تو اسلام ہی مٹ جاتا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت حضرت یزید پر

سوال [۴۶۴]: ایک شخص حافظ عالم ہونے کے باوجود سیدنا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلہ میں یزید بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ترجیح دیتا ہے۔ ایسے شخص کی اقتداء کیسی ہے؟
الجواب حامداً و مصلياً :

کس بات میں ترجیح دیتا ہے، اگر نسب کی فضیلت یا اعمال صالحہ و اخلاق فاضلہ میں ترجیح دیتا ہے تو یہ ترجیح غلط ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے جنتی بلکہ نوجوان جنتیوں کے سردار ہونے کی فضیلت حدیث شریف میں موجود ہے، خطبہ میں بھی وہ روایت موجود ہے ”سیدا شباب أهل الجنة الحسن والحسين“ (۳)۔ ایسی فضیلت یزید کے لئے کہیں موجود نہیں اور پھر یزید صحابی نہیں، تمام امت کا اجماع اس پر ہے۔

(۱) قال الله تعالى: ﴿إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون﴾ (الحجر: ۹)

(۲) قال الله تعالى: ﴿إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون﴾ (الحجر: ۹)

(۳) (أخرجه الترمذي في أبواب المناقب، مناقب أبي محمد الحسن بن علي بن أبي طالب، والحسين

بن علي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنهم: ۲/۲۱۷، سعيد)

”وقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”حسين مني وأنا من حسين، أحب الله من أحب

حسيناً، حسين سبط من الأسباط“. (مشكاة المصابيح، باب مناقب أهل البيت: ۲/۵۷۱، قديمی)

اگر اس امام حافظ کا مقصد ایسا ہے جو کہ جمہور امت کے خلاف ہے تو اس کو اپنی اصلاح لازم ہے ورنہ وہ مقتدی اور امام بننے کے لائق نہیں ہوگا اور اگر کسی اور بات میں ترجیح دیتا ہے تو بغیر معلوم ہوئے کیا حکم لکھا جائے، اسی سے تفصیل دریافت کر لی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۶/۸۹ھ۔

یزید کی ولی عہدی

سوال [۳۶۵]: کیا وجہ ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی حیات میں اپنے نالائق فرزند یزید پلید کو امام مسند تخت نشین بنایا اور تخت پر بٹھلا کر ولی عہد بنانے کی اطلاع کا ہر ایک شہر میں حکم روانہ کیا تا کہ عوام کو معلوم ہو جائے، جب کہ وہ عیاش، دائم الخمر، بد کردار، ظالم، زانی، شرابی، فاسق، فاجر حرام کار تھا؟
الجواب حامداً و مصلياً:

ان کے سامنے یہ افعال نہیں تھے جیسا کہ فتاویٰ رشیدیہ ۱۰/۲ میں ہے (۱) اگر چہ ورع اور زہد کے اعتبار سے دوسرے بہت سے حضرات اس سے بہتر موجود تھے اور بعض منکرات کا وہ مرتکب بھی تھا لیکن زیادہ خراب حالت بعد میں ہوئی، ان کے نزدیک وہ نہایت مدبر اور بہادر تھا، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درحقیقت ابتداء اس چیز کا مشورہ دیا ہے کہ یزید کو ولی عہد بنایا جائے، اب صدیوں بعد اس کو گالیاں دینے سے کیا نتیجہ۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ۔

یزید کی ولی عہدی

سوال [۳۶۶]: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سلطنت میں یزید سے زیادہ کوئی قابل حکمراں موجود نہ تھا جس کو وہ تخت پر بٹھاتے اور حکومت سپرد کرتے؟
الجواب حامداً و مصلياً:

اس سے زیادہ مدبر اور بہادر ان کی نظر میں کوئی نہ تھا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ۔

خلافت یزید

سوال [۲۶۷]: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت کیسے قائم ہوئی؟ نیز آپ کی امامت پر کب اجماع ہوا اور آپ کو کس بنا پر امام کہا گیا؟ جب امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کر لی تو پھر امامت کہاں باقی رہی؟ نیز حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ و یزید میں خلیفہ برحق کون تھا، اگر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے تو یزید کو علماء نے خلفائے اثنا عشر میں کیوں شمار فرمایا؟ دیکھو شرح فقہ اکبر، ص: ۸۴: ”ال خلفاء الراشدون الأربعة و معاویة وابنه یزید و عبد الملك بن مروان و أولاده الأربعة و بینهم عمر بن عبد العزيز“ (۱)۔ اور ابن حجر خلفائے اثنا عشر کو یوں گناتے ہیں: ابو بکر، عمر، عثمان، علی، معاویہ، یزید، عبد الملک، ولید، سلیمان، عمر بن عبد العزیز، یزید ثانی، ہشام۔ (سیرت النبی: ۳/۶۴۱) (۲) ایسا ہی قاضی اور حافظ سیوطی کا قول ہے (تاریخ الخلفاء) (۳)۔

اگر یزید خلیفہ برحق تھا تو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیوں مخالفت کی اور اکابرین صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم مثل ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما و ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیر ہمانے کیوں بیعت کر لی اور خلع کو ناجائز قرار دیا جیسا کہ بخاری پارہ نمبر: ۲۹ کتاب الفتن میں ہے: ”و انا قد بايعنا هذا الرجل على بيع الله ورسوله، و أنى لا أعلم غدرأ أعظم من أن يبائع رجل على بيع الله ورسوله، ثم ينصب له القتال، و أنى لا أعلم أحداً منكم خلعه، و لا تابع في هذا الأمر إلا كانت الفيصل بينى و بينه“ (۴)۔

(۱) (شرح الفقہ الأكبر، ص: ۷۰، قبیل قولہ: ”غابرین علی الحق و مع الحق کما كانوا نتولاهم

جميعاً“ قدیمی)

(۲) (سیرة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اخبار غیب یا پیشین گوئی، خلفاء کی بشارت: ۳/۷۰۲، مطبع معارف اعظم گڑھ)

(۳) (تاریخ الخلفاء، فصل فی مدۃ الخلفاء فی الإسلام، ص: ۱۶، ۱۷، مؤسسة الكتب الثقافية)

(۴) (صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب إذا قال عند قوم شیئاً ثم خرج فقال بخلافه: ۲/۱۰۵۳،

قدیمی کتب خانہ)

مولانا اسلم تحریر فرماتے ہیں: ”ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما و ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جب دیکھا کہ یزید کی خلافت پر اجماع عام ہو گیا تو ان لوگوں نے بیعت کر لی“ (تاریخ الامت، ص: ۴۳۱) (۱) علی جلال لکھتے ہیں کہ: ”یزید کی امامت پر کثیر التعداد لوگوں کا اتفاق تھا“ (ترجمۃ الحسین: ۹/۲) (۲) حدیث مسلم میں آیا ہے: ”من جاء کم و امر کم جمیع علی رجل واحد یرید أن یفرق جماعتکم، فاقتلوه اھ“۔ ص: ۱۲۸ (۳)۔

اگر کہا جائے کہ یزید فاسق تھا اس لئے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خروج جائز ہوا تو حدیث بخاری پارہ نمبر ۲۹ کتاب الفتن: ”من کره من أمیره شیئاً فلیصبر، فإنه من خرج من السلطان شبراً مات میتة جاهلیة“، ص: ۱۰۴۵ (۴) کی خلاف ورزی ہوگی، نیز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے متعدد پیشین گوئیاں فرمائی ہیں جن سے یزید کا جنتی مغفور ہونا ثابت ہوتا ہے، ان احادیث و آثار، تاریخی شواہد کا کیا جواب ہوگا جو درج ذیل ہیں؟ ملاحظہ ہوں:

”فحدثتنا أم حرام أنها سمعت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: ”أول جيش من أمتی یغزون البحر قد أوجبوا“۔ قالت أم حرام: قلت: یا رسول الله! أنا فیہم؟ قال: ”أنت فیہم“

(۱) قال ابن جریر: ”ثم إن الولید بعث إلى عبد الله بن عمر رضی اللہ عنہما فقال: بايع ليزید، فقال: إذا بايع الناس بايعت، فقال رجل: ما يمنعك أن تبایع؟ إنما تريد أن یختلفوا الناس بینهم فيقتتلوا و یفانوا، فإذا جهدهم ذلك، قالوا: علیکم بعبد الله بن عمر لم یبق غیره بايعوه، قال عبد الله: ما أحب أن یقتلوا و لا یختلفوا و لا یفانوا، ولكن إذا بايع الناس و لم یبق غیر، بايعت..... و أما ابن عمر فقدم فأقام أياماً فانظر حتى جاءت البيعة من البلدان، فتقدم إلى الولید بن عتبة فبايعه، و بايعه ابن عباس“۔ (تاریخ الطبری سنة: ۶۰: ۲۵۴/۳، مؤسسة الأعلمی بیروت)

(۲) (تقدم فی الحاشیة رقمها: ۱)

(۳) (الصحيح لمسلم، كتاب الإمارة، باب حکم من فرق أمر المسلمین و هو مجتمع: ۱۲۸/۲، قديمی، بلفظ: ”من أتاكم و امرکم جمیع علی رجل واحد یرید أن یشق عصاکم أو یفرق جماعتکم فاقتلوه“)

(۴) (صحيح البخاری، كتاب الفتن، باب من کره من أمیره شیئاً الخ: ۱۰۴۵/۲، قديمی)

قالت: ثم قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "أول جيش من أمتي يغزون مدينة قيصر مغفور لهم" - كتاب الجهاد، پ: ۱۱ (۱) "قال القسطلاني: كان أول من غزا مدينة قيصر يزيد ابن معاوية ومعه جماعة من سادات الصحابة..... كذا قاله في الخير الجارى - وفي الفتح: قال المهلب في هذا الحديث: منقبة لمعاوية؛ لأنه أول من غزا البحر، ومنقبة لولده؛ لأنه أول من غزا مدينة قيصر" - حاشية بخارى ص: ۴۱۰ (۲) -

"قال محمود بن ربيع: فحدثها قوماً فيهم أبو أيوب الأنصاري صاحب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في غزوته التي توفي فيها، ويزيد بن معاوية عليهم بأرض الروم" - بخارى، پ: ۵، كتاب التهجد (۳) "أول ماركب المسلمون البحر مع معاوية، فلما انصرفوا من غزوهم قافلين تنزلوا الشام" - بخارى، پ: ۱۱، كتاب الجهاد ص: ۱۲۸ (۴) "دخل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم على بنت ملحان فاتكأ عندها، ثم ضحك فقالت: لم تضحك يا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم؟ فقال: "ناس من أمتي يركبون البحر الأخضر في سبيل الله، مثلهم مثل الملوك على الأسرة" - بخارى، كتاب الجهاد، پ: ۱۱ (۵) -

علامہ شبلی تحریر فرماتے ہیں کہ "یہ بشارت سب سے اول امیر معاویہ کے عہد میں پوری ہوئی، دیکھا گیا کہ دمشق کی سرزمین پر اسلام میں سب سے اول تخت شاہی بچھایا جاتا ہے اور دمشق کا شہزادہ یزید سپہ سالاری میں مسلمانوں کا پہلا لشکر لے کر بحر اخضر میں جہازوں کے بیڑے ڈالتا ہے اور دریا کو عبور کر کے قسطنطنیہ کی چہار دیواری پر تلوار مارتا ہے" - (سیرة النبی: ۳/۶۳۷) (۶) -

(۱) (صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب ما قيل في قتال الروم: ۴۱۰/۱، قدیمی)

(۲) (صحیح البخاری المصدر السابق، رقم الحاشية: ۱)

(۳) (صحیح البخاری، کتاب التهجد، باب صلوة النوافل جماعة: ۱۵۸/۱، قدیمی)

(۴) (صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب فضل من بصرع في سبيل الله فمات فهو منهم: ۳۹۳/۱، قدیمی)

(۵) (صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب غزوة المرأة في البحر: ۴۰۳/۱، قدیمی)

(۶) (سیرة النبی صلى الله تعالى عليه وسلم، اخبار غیب، بحر روم کی لڑائیاں: ۳/۶۹۷، ۶۹۸، معارف اعظم گڑھ)

”البدایہ والنہایہ“ میں ہے کہ: ”قیصر کے ملک پر سب سے اول یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر نے حملہ کیا“۔ (ترجمہ الحسین: ۷۶/۱) (۱)۔

ابن کثیر کا بیان ہے کہ ”اول غزوہ قسطنطنیہ کا یزید بن معاویہ نے کیا تھا“ (الحسین ص: ۷۶) (۲)۔
 ”جب ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہوئی تو یزید بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کوئی وصیت ہو تو ارشاد فرمائیے“۔ (استیعاب: ۶۳۸/۲) بحوالہ سیرت معاویہ ص: ۳۹) (۳)۔ ”یزید بن معاویہ قسطنطنیہ کی ہر دو جنگ میں فوج کا امیر تھا“۔ (الحسین: ۱/۲)۔ ”یزید ایک لشکر جرار لے کر قسطنطنیہ روانہ ہوا جس میں ابن الزبیر، ابن عمر، ابن عباس، ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے، موقعہ پر پہنچ کر زبردست لڑائی ہوئی“۔ (ابن خلدون: ۲۳/۵ بحوالہ سیرة معاویہ ص: ۴۱) (۴) ”جب یزید قسطنطنیہ پر برائے جہاد حملہ آور ہوا تو ابو ایوب

(۱) ”فیہا (سنة تسع و أربعین) غزا یزید بن معاویة بلاد الروم حتی بلغ قسطنطنیة، و كان معه جماعة من سادات الصحابة و قد ثبت فی صحیح البخاری أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”أول جيش یغزون مدينة قیصر مغفور لهم“. فكان هذا الجيش أول من غزاها“. (البدایة والنہایة، سنة تسع و أربعین: ۵/۱۸، دار الفکر)

(۲) ”و قد كان یزید أول من غزا مدينة قسطنطنیة فی سنة تسع و أربعین“. (البدایة والنہایة، ترجمة یزید بن معاویة: ۵/۷۲، دار الفکر)

(۳) ”توفی ابو ایوب مجاہداً سنة خمسین و كان فی جيش، و أمير ذلك الجيش یزید بن معاویة، فمرض أبو ایوب، فعاده یزید فدخل علیہ یعوده، فقال: ما حاجتك الخ“. (أسد الغابة، ترجمة خالد بن زید بن کلیب، رقم: ۱۳۶۱، ۱۲۳/۲، دار الکتب)

(۴) مذکورہ غزوہ میں یزید کی شرکت کا حال ملاحظہ فرمائیں:

”ثم بعث معاویة سنة خمسین جيشاً كثيفاً إلى بلاد الروم مع سفیان بن عوف، و ندب یزید ابنہ معهم فتناقل فترکہ، ثم بلغ الناس أن الغزاة أصابهم الجوع و مرض، و بلغ معاویة أن یزید أنشد فی ذلك:

ما إن أبالی بما لاقت جموعهم بالفد فد البید من حمی و من شوم
 إذا تطأت علی الأنماط مرتفقاً بدیر مران عندی أم کلثوم

وہی امراتہ بنت عبد اللہ بن عامر، فحلف لیلحقن بہم، فسار فی جمع کثیر، جمعہم الیہ معاویة، فیہم ابن عباس و ابن عامر و ابن الزبیر و أبو ایوب الأنصاری، فأغلوا فی بلاد الروم و بلغوا =

بھی مجاہدین کے ساتھ تھے۔ (تذکرۃ الانصار ص: ۲۱۴) (۱) ”امیر معاویہ نے یزید کو دو بار امیر حج مقرر کیا، ایک بار صالحہ فوج کا سردار لشکر بنا کر رومیوں کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا، قسطنطنیہ پر جو لشکر بھیجا گیا اس میں یہ بھی شامل تھا۔ (تاریخ الامت: ۲/۴۳۰) (۲)۔

”امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دستہ فوج کا امیر بنایا، چونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ”اول جيش الخ“ اس موعودہ مغفرت کو حاصل کرنے کے لئے مدینہ سے اکثر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس لشکر میں جا کر شریک ہوئے۔ (تاریخ الامت: ۳/۴۱۸)۔

”امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کو جو کہ صالحہ کے فوج کا افسر تھا ایک حصہ فوج کا سپہ سالار بنا کر قسطنطنیہ روانہ کیا۔ (تاریخ الاسلام اکبر خان: ۲/۱۳) (۳)۔

”چونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ”اول جيش الخ“ اس موعودہ مغفرت حاصل کرنے کے لئے بیٹھا لڑائیاں ہوئیں جس میں ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے، یہ فوج کشی امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں ہوئی۔ (حالات قسطنطنیہ، ص: ۲۱) (۴) ”جو فوج قسطنطنیہ روانہ کی گئی تھی اس میں

= القسطنطنية، وقاتلوا الروم عليها، فاستشهد أبو أيوب الأنصاري الخ“. (تاریخ ابن خلدون، طوائف الشام: ۳/۹، ۱۰، مؤسسة الأعلمی بیروت)

(وكذا في البداية والنهاية: ۵/۵۱۸، سنة تسع وأربعين، دار الفكر)

(۱) (راجع، ص: ۹۲، رقم الحاشية: ۴)

(۲) غزوه قسطنطنية میں یزید کی شرکت تصریحات، ص: ۹۲، حاشیہ: ۲، ۱، ۲، ۳ میں گزر چکی ہیں۔

ایک مرتبہ ۵۱ھ میں تو یزید کے امیر حج ہونے کی تصریح موجود ہے: ”و حج بالناس في هذه السنة (سنة إحدى وخمسين) يزيد بن معاوية، حدثني بذلك أحمد بن ثابت عن ذكره عن إسحاق بن عيسى عن أبي معشر، وكذلك قال الواقدي“. (تاریخ الطبری، سنة: ۵۱، ۲/۲۱۳، مؤسسة الأعلمی بیروت)

اس سے قبل سنہ ۵۰ھ میں امیر حج کے متعلق دو قول ہیں: ”واختلف فيمن حج بالناس في هذه السنة، فقال

بعضهم: حج بهم معاوية، وقال بعضهم: بل حج بهم ابنه يزيد“. (تاریخ الطبری سنة: ۵۰، ۲/۱۷۹)

(۳) (تاریخ اسلام، قسطنطنیہ پر حملہ: ۱/۴۶۴، دارالاشاعت کراچی)

(۴) (راجع، ص: ۹۲، رقم الحاشية: ۳)

بڑے بڑے صحابہ شامل تھے، ابویوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ (مختصر تاریخ اسلامی: ۳/۹) (۱) ”اور جس میں حضرت ابویوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، ان کا سپہ سالار یزید بن معاویہ تھا۔“ دیکھو بخاری، پ: ۵، بحوالہ بالا (۲)۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا اچھا وہ امیر ہوگا، کیا اچھی وہ فوج ہوگی جو قسطنطنیہ پر حملہ کرے گی۔“ (سیرۃ معاویہ ص: ۳۸) ”تفتحن القسطنطنیۃ، و نعم الامیر امیرھا، و نعم الحیش جیشھا۔“ (حالات قسطنطنیہ ص: ۲۰۱)

پس ان تصریحات جلیلہ و بشارات نبویہ کے بناء پر یزید کو خلیفہ برحق و مغفور جنتی کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ علماء کرام مدلل مفصل جواب باصواب سے مستفیض فرمائیں۔ فقط بینوا تو جروا۔
المستفتی: کبیر الدین، ادوری پورہ بنارس، ۱۰/ربیع الاول/۶۰ھ۔

الجواب حامداً ومصلياً:

آپ کے سوال کا مختصر حاصل جہاں تک میں سمجھا ہوں یہ امور ہیں:

۱..... امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت ثابت ہے یا نہیں؟

۲..... یزید خلیفہ برحق تھا یا نہیں، اگر تھا تو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خروج کیوں کیا؟ اگر نہیں تھا تو اس کو خلفاء اثنا عشر میں شمار کیوں کیا گیا؟

۳..... اخبار مذکورہ فی السؤال کی بنا پر یزید مغفور ہو سکتا ہے یا نہیں؟

خدا جانے آپ کا مقصود بھی یہی ہے یا کچھ اور، تاہم اپنی فہم کے مطابق اسی ترتیب سے جواب تحریر کرتا ہوں۔

۱..... اگر آپ کی مراد امامت سے خلافت ہے جیسا کہ سوال کی دوسری سطر سے معلوم ہوتا ہے: ”حسین

اور یزید میں خلیفہ برحق کون تھا“ تب تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت کا دعویٰ نہیں فرمایا، نہ کسی نے آپ کے ہاتھ پر اس نیت سے بیعت کی۔ اور اگر امامت سے خلافت کے علاوہ کچھ اور مراد ہے تو اس کو واضح کیجئے، لفظ ”امام“ کا کسی پر اطلاق کرنے کے لئے نہ بیعت کی شرط ہے، نہ اجماع کی۔

(۱) (راجع، ص: ۹۲، رقم الحاشیة: ۴)

(۲) (راجع، ص: ۹۲، رقم الحاشیة: ۳)

ائمہ اربعہ: امام ابوحنیفہ، امام مالک، شافعی، احمد رحمہم اللہ، پھر امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر رحمہم اللہ وغیرہم کے ہاتھ پر کس نے خلافت کی بیعت کی، کب اجماع ہوا؟ مگر ان حضرات پر لفظ امام کا اطلاق ہوتا ہے، اسی طرح امام بخاری، امام مسلم رحمہما اللہ وغیرہما اور امام نافع، عاصم وغیرہما سب پر امام کا اطلاق ہوتا ہے۔

۲..... یزید نے خلافت کا دعویٰ کیا، بلکہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زندگی میں یزید کو اپنا ولی عہد بنا دیا تھا (۱) مگر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک نہ وہ مستحق تھا خلافت کا اور نہ اس کی خلافت مستقر ہوئی (استقرار خلافت کے طرق ازالۃ الخفاء کے ص: ۵ پر درج ہیں) (۲) اس بناء پر مخلوق کو ظالم کے پنجہ سے بچانے کے لئے انہوں نے سعی فرمائی کہ اعانت مظلوم حتی الوسع واجب ہے (۳) پھر بعد میں یزید کو تسلط تام حاصل ہو گیا تھا اور خلافت مستقر ہو گئی تھی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ کی بیعت جن روایات میں مذکور ہے وہ مابعد پر محمول ہے،

(۱) ”وفیہا (سنة ست و خمسين) ودعا معاوية الناس إلى بيعة ابنه يزيد من بعده، وجعله ولي العهد“.

(تاریخ الطبری، سنة ست و خمسين: ۲۲۳/۴، مؤسسة الأعلمی بیروت)

”و لم یکن لیزید ہمة حین ولی إلا بیعة النفر الذین أبوا علی معاویة الإجابة إلى بیعة یزید حین

دعا الناس إلى بیعتہ..... فکتب: إلى الولید (بسم الله الرحمن الرحيم، من یزید امیر المؤمنین إلى

الولید بن عتبة الخ“. (تاریخ الطبری، خلافة معاویة: ۲۵۰/۴)

(۲) ”انقلاب خلافت پچھار طریق واقع شود: طریق اول: بیعت اہل حل و عقد است از علماء و قضاة و امراء و وجوہ ناس کہ حضور ایشاں

متیسر شود..... طریق دوم: استخلاف خلیفہ ست مستجمع شروط را یعنی خلیفہ عادل بمقتضائے نصح مسلمین شخصی را از بیان مستجمعین

شروط خلافت اختیار کند، و جمع نماید مردمان را، و نص کند باستخلاف وے، و وصیت نماید باتباع وے..... طریق سوم: شوری ست، و

آن است کہ خلیفہ شائع گرداند خلافت را در میان جمعی از مستجمعین شروط گوید از میان این جماعہ ہر کرا اختیار کنند خلیفہ او باشد

..... و طریق چہارم: استیلا است چون خلیفہ بمیرد، و شخصی متصدی خلافت گردد بغیر بیعت و استخلاف، و ہمہ را بر خود جمع سازد، و

بایتلاف قلوب یا قہر و نصب قتال خلیفہ شود الخ“۔ (ازالۃ الخفاء، مسئلہ در طرق انقلاب خلافت: ۵/۱، سہیل اکیڈمی)

(۳) ”قسم خرجوا غضباً للدين من أجل جور الولاية و ترک عملہم بالسنة النبوية، فهو لاء أهل الحق، و

منہم الحسین بن علی و أهل المدينة فی الحراء“. (فتح الباری: ۲۲۰/۱۲، بحوالہ یزید کی شخصیت، مصنفہ

مولانا عبدالرشید نعمانی، ص: ۱۵۳، ۱۵۴، مجلس نشریات اسلام)

اولاً ان سے انکار ثابت ہے، صرح بہ الحافظ فی فتح الباری (۱)۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ سے ایک سوال مع جواب نقل کرتا ہوں جس سے اس مسئلہ کی کافی وضاحت ہو جائے گی:

سوال:

”باوصف صحت حدیث خلافت ”الخلافة بعدی ثلاثون سنة“ و ترک خلافت حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بجهت استماع ہمیں حدیث، پس حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بکدام دعویٰ از مکہ معظمہ برآمدہ در کربلا شہید شدند، و علاوہ حدیث متواتر در مشکوٰۃ وغیرہ موجود است کہ ”اکثر پادشاہان ظالم خواہند بود، بسیار ظلم خواہند کرد“، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم عرض نمودند کہ در آن وقت مسلمانان تعرض از پادشاہان نخواہند کرد؟ حضرت علیہ السلام فرمود کہ ”مسلمانان را نمی رسد کہ از پادشاہ وقت کہ بہ تسلط سلطنت گرفته باشد، تعرض نماید، ورنہ آن مسلمانان خود ظالم و باغی خواہند“۔ گردید پس حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ چرا مقابلہ کردند، و سلطنت یزید از روئے سلطنت ظاہر و ثابت است؟“

جواب:

”خروج حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بناء بر خلافت راشده پیغامبر علیہ التحیۃ والسلام کہ برسی سال منقضی گشت نبود، بلکہ بنا بر تخلص رعایا از دست ظالم بود“ و اعانة المظلوم عن الظالم من الواجبات“ و آنچه در مشکوٰۃ ثابت است کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم از بغی و خروج بر پادشاہ وقت اگر چہ ظالم باشد منع فرمودند، پس در آن وقت است کہ

(۱) قال: ”عن نافع أن معاوية أراد ابن عمر على أن يبايع ليزيد، فأبى وقال: لا أبايع لأميرين الخ“. (فتح الباری، کتاب الفتن، باب إذا قال عند قوم شيئاً الخ: ۱۳/۸۷، قدیمی)

”و امتنع من بيعته الحسين بن علي و عبد الله بن عمر و عبد الله بن الزبير رضی اللہ تعالیٰ عنہم..... و أما ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فقال: إذا اجتمع الناس بايعت الخ“. (لسان الميزان: ۲۹۳/۶، بحوالہ یزید کی شخصیت، ص: ۱۱۶، نشریات اسلام)

آن بادشاہ ظالم بلا تنازع و مزاحم تسلط تام پیدا کر دے، و ہنوز اہل مدینہ و اہل مکہ و اہل کوفہ بتسلط یزید پلید راضی نشدہ بودند: مثل حضرت امام حسین و عبد اللہ بن عباس و عبد اللہ بن عمرو عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہم بیعت نکر دہ بودند، بالجملہ خروج حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ برائے دفع تسلط او بود، نہ برائے رفع تسلط، و آنچه در حدیث ممنوع است آن خروج است کہ برائے رفع تسلط سلطان جائز باشد، و الفرق بین الدفع و الرفع ظاهر مشہور فی المسائل الفقہیہ اہ۔ فتاویٰ عزیز یہ: ۱/۲۱، ۲۲ (۱)۔

یہ تو خروج کا حال ہوا، یزید کو بعض علماء نے خلفائے اثنا عشر میں شمار کیا ہے، بعض نے نہیں کیا، چنانچہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تاریخ الخلفاء میں ایک دوسرا قول نقل کیا ہے، اس میں یزید کا نام نہیں ہے (۲)۔ ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں تو وہ لکھا ہے جس کو آپ نے نقل کیا ہے، لیکن مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں حدیث: ”ہلکۃ امتی علی یدی غلمۃ من قریش“ (رواہ البخاری) کے تحت میں یزید کو بھی انہیں غلمہ میں گنایا ہے جن کے ہاتھ پر امت کی ہلاکت بتلائی گئی ہے (۳)۔

(۱) (فتاویٰ عزیز ی (فارسی)، کیفیت خروج امام حسین برائے اعانت اہل کوفہ، ص: ۳۲، ۳۵، کتب خانہ رحیمیہ دیوبند)

(۲) قال: ”وقیل: إن المراد وجود اثني عشر خليفة في جميع مدة الإسلام إلى يوم القيامة يعملون بالحق وإن لم تتوال أيامهم، ويؤيد هذا ما أخرجه مسدد في مسنده الكبير عن أبي خلد أنه قال: ”لا تهلك هذه الأمة حتى يكون منها اثنا عشر خليفة، كلهم يعمل بالهدى و دين الحق، منهم رجلان من أهل بيت محمد صلى الله تعالى عليه وسلم“..... قلت: وعلى هذا فقد وجد من الإثني عشر خليفة الخلفاء الأربعة، والحسن، و معاوية وابن الزبير و عمر بن عبد العزيز، هؤلاء ثمانية. و يحتمل أن يضم إليهم المهتدي من العباسيين؛ لأنه فيهم كعمر بن عبد العزيز في بني أمية، وكذلك الطاهر لما أتاه من العدل، و بقى الإثنان المنتظران: أحدهما: المهدي؛ لأنه من آل بيت محمد صلى الله تعالى عليه وسلم“. (تاريخ الخلفاء، فصل في مدة الخلافة في الإسلام، ص: ۱۷، مؤسسة الكتب الثقافية)

(۳) قال: ”وقال المظهر: لعله أريد بهم الذين كانوا بعد الخلفاء الراشدين مثل يزيد و عبد الملك بن مروان وغيرهما“. (مرقاۃ المفاتيح، كتاب الفتن، الفصل الأول: ۲۶۶/۹، رقم الحديث: ۵۳۸۸، رشیدیہ) =

اصل یہ ہے کہ جس حدیث شریف میں بارہ خلفاء کا ذکر آیا ہے اس کے طرق اور الفاظ کو جمع کر کے غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں معانی متعددہ کا احتمال ہے، اسی لئے اس سے متعدد فرقوں نے مختلف مقاصد پر استدلال کیا ہے، چنانچہ امامیہ کہتے ہیں کہ بارہ امام جو معصوم ہیں وہ مراد ہیں، قاضی عیاض مالکی اور حافظ ابن حجر شافعی کے نزدیک راجح وہی ہے جو آپ نے نقل کیا۔

تورپشتی رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے یہ ہے کہ بارہ اماموں کا مسلسل ہونا ضروری نہیں، بلکہ قیامت سے پہلے ہونا ضروری ہے۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ بارہ خلفاء حضرت امام مہدی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعد ہوں گے۔ بعض فرماتے ہیں کہ ان بارہ کا ایک عصر میں ہونا ضروری ہے۔ دیکھو فتح الباری: ۱۳/۱۸۱ (۱) اور اشعة اللمعات: ۶۸۶/۳ (۲)۔

قال الحافظ: "وفي هذا إشارة إلى أن أول الأئمة كان في سنة ستين و هو كذلك، فإن يزيد بن معاوية استخلف فيها و أن أولهم (أى الغلمان المذكورين) يزيد كما دل عليه قول أبي هريرة: رأس الستين و إمارة الصبيان". (فتح الباری، کتاب الفتن، باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "هلاک أمتی علی یدی أئمة سفهاء": ۱۳/۱۲، ۱۳، قدیمی)

(۱) قال الحافظ عن ابن بطلال عن المهلب: "فقوم قالوا: يكونون بتوالي إمارتهم (نقل عن القاضي) فيحتمل أن يكون المراد من يستحق الخلافة من أئمة العدل، وقد مضى منهم الخلفاء الأربعة، ولا بد من تمام العدة قبل قيام الساعة، وقد قيل: إنهم يكونون في زمن واحد يفترق الناس عليهم و يحتمل أن يكون المراد أن يكون "الإثنا عشر" في مدة عزة الخلافة و قوة الإسلام (نقل عن ابن الجوزي عن الحسين بن المنادي) يحتمل في معنى حديث "يكون إثنا عشر خليفة" أن يكون هذا بعد المهدي الذي يخرج في آخر الزمان قال: ابن الجوزي: والوجه الثالث أن المراد وجود إثني عشر خليفة في جميع مدة الإسلام إلى يوم القيامة، يعملون بالحق و إن لم تتوالى أيامهم". (فتح الباری، کتاب الأحكام، باب بلا ترجمة قبل باب إخراج الخصوم الخ: ۱۳/۲۶۲-۲۶۳، قدیمی)

(۲) "ثانی آنکہ مراد خلفائے عادل و امرائے صلاح اند کہ مستحق خلافت اند بحقیقت، لیکن لازم نیست کہ بعد از ان حضرت درپے ہم متصل باشند، شاید کہ این عدد تمام شود تا زمانے اگرچہ تا قریب قیام ساعت ست باشند، تورپشتی گفته کہ راہ راست درین حدیث و ہرچہ درین معنی ورود یافتہ ہمیں ست، ثالث آل کہ مراد وجود ایشان ست بعد از موت مہدی رابع آنکہ مراد وجود این عدد ست و در عصر واحد الخ"۔ (اشعة اللمعات، کتاب الفتن، باب فی مناقب قریش، الفصل الأول: ۳/۴۲۰، ۴۲۱، نوریہ رضویہ سکھر)

۳..... آپ نے جو حاشیہ بخاری شریف ص: ۴۱۰ کی عبارت نقل کی ہے، اس کا یہ حاشیہ پورا دیکھ لیجئے کہ ابن التین اور ابن المنیر نے کس طرح تعقب کیا ہے، یہ حاشیہ فتح الباری: ۷/۷۳ سے ماخوذ ہے (۱)، نیز یزید کے مغفرت و عدم مغفرت کا مسئلہ اس کے اسلام و کفر کی فرع ہے، جن کے نزدیک اس کے احوال: استحلال خمر و زنا و اہانت اہل بیت و اہانت مسجد نبوی وغیرہ (جنکی تفصیل جذب القلوب الی دیار المحبوب وغیرہ میں ہے) محقق ہو گئے وہ لعنت وغیرہ کی بھی اس پر اجازت دیتے ہیں جیسا کہ علامہ ابوالحسن ثانی غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول علامہ میری نے حیوۃ الحیوان: ۳/۲۲۶ میں نقل کیا ہے، ایسا ہی فتاویٰ عزیز یہ: ۱/۱۰۵ میں ہے (۲) اور علامہ تفتازانی نے لکھا ہے: ”والحق أن رضا یزید بقتل الحسين و استبشاره بذلك و إهانة أهل بیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مما تواتر معناه وإن کان تفاصيله أحاد، فنحن لا نتوقف فی شأنه بل فی ایمانه لعنة اللہ علیہ و علی أنصاره و أعوانه اه“۔ شرح العقائد النسفیہ، ص: ۱۱۷ (۳)۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک اس میں تعارض روایات کی بنا پر توقف ہے (۴)، آپ کے سوال کا جواب نہایت مختصر جواب کی جگہ اور محصول کی رعایت کرتے ہوئے تحریر کیا ہے، بسط و تفصیل کی نہ کاغذ میں گنجائش ہے، نہ محصول میں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واحکم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/۳/۶۰ھ۔

(۱) قال: ”و تعقبه ابن التین وابن المنیر بما حاصله: أنه لا يلزم من دخوله في ذلك العموم أن لا يخرج بدليل خاص إذ لا يختلف أهل العلم أن قوله صلى الله عليه وسلم: ”مغفور لهم“ مشروط بأن يكونوا من أهل المغفرة حتى لو ارتد واحد ممن نزاها بعد ذلك لم يدخل في ذلك العموم اتفاقاً، فدل على أن المراد مغفور لهم لمن وجد شرط المغفرة فيه متهم الخ“. (فتح الباری، کتاب الجهاد، باب ما قيل في قتال الروم: ۶/۱۲۸، قدیمی)

(۲) (فتاویٰ عزیز (فارسی) وجہ تکفیر از سب شیخین و عدم تکفیر از سب ختین، ص: ۱۰۰، ۱۰۱، رحیمہ دیوبند)

(۳) (شرح العقائد تحت قوله: ”ویکف عن ذکر الصحابة“ ص: ۱۱۷، مطبعہ یوسفیہ لکھنؤ)

(۴) ”جماعتی از علماء کہ نزد آنہا ہر دو روایت متعارض شدند ترجیح یکطرف بردگیر حاصل نشد، بنا بر احتیاط توقف نمودند، ہمیں است واجب بر علماء عند التعارض وهو قول ابی حنیفہ“۔ (فتاویٰ عزیز (فارسی)، وجہ تکفیر از سب شیخین، ص: ۱۰۱، رحیمہ دیوبند)

صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ عالیہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/ربیع الاول/۶۰ھ۔

صحیح: عبداللطیف مدرسہ عالیہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ربیع الاول/۶۰ھ۔

جوابات پر چند اعتراض

جواب: ۳، ۲، ۱: جب یزید نے دعویٰ خلافت کیا اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زندگی میں اس کو ولی عہد بنایا اور اکثریت نے اس کو تسلیم کیا اور بیعت کی تو پھر کیا وجہ تھی جو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک وہ مستحق خلافت نہ تھا، حالانکہ اس کی خلافت مستقر ہو چکی تھی، اس کو تسلط حاصل تھا، بادشاہت مل چکی تھی؟ دیکھو: سر الشہادتین: ”لما تملك یزید و تسلطن و ذلك فی رجب سنة ستین بدمشق“ دیکھو ”سر الشہادتین ص: ۵۰“: ”مالک و بادشاہ شد و یزید تسلط یافت بر مملکت و آن در ماہ رجب سال شصتم از ہجرت بشہر دمشق“۔

علامہ ابواسحاق اسفرائینی نورالعین میں لکھتے ہیں کہ یزید دمشق میں اپنے والد کی جگہ خلیفہ تھا، سب عرب اس کی اطاعت کرتے تھے، تمام بادشاہ اس کو تحائف بھیجتے تھے، سب خلقت اس کی مطیع تھی۔ حافظ اسلم تحریر فرماتے ہیں کہ: ”ابن عباس، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جب دیکھا کہ یزید کی خلافت پر اجماع عام ہو گیا تو ان لوگوں نے بیعت کر لی“۔ تاریخ الامت ص: ۱۴۳۱۔ ”امامت بطریق ثلاثہ منعقد میشود: یکے بیعت اہل حل و عقد۔ و دوم: استخلاف خلیفہ سابق۔ سوم: تسلط: میگویم در یزید این ہر سہ طریق محقق بودند۔ اول بیعت کردند بدست یزید ابن عمر و ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم و غیر ہما کہ ہمہ از اہل حل و عقد بودند، اما ثانی کہ ثابت است کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید را خلیفہ کرد۔ سوم تسلط غلبہ ثابت است“۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

”امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مظلوم کو ظالم کے پنجے سے بچانے گئے تھے“ مگر واقعات

بتلاتے ہیں کہ آپ خلافت کے لئے گئے تھے، جب امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صلح کی تو آپ راضی نہ تھے، یہ پہلی دلیل ہے۔ کوفیوں نے خط لکھا تھا کہ آپ آئیے خلافت آپ کا حق ہے، خلافت کیجئے، ہم آپ کے شیعہ ہیں، آپ کی بیعت کرنے کے لئے تیار ہیں، آپ یزید سے جنگ کیجئے، ہم آپ کے ساتھ ہیں، یہ دوسری دلیل ہے۔ اور امام مسلم کے ہاتھ پر چالیس ہزار جنگی کا بیعت ہونا تیسری دلیل ہے، دیکھو تاریخ اسلام، واقعات کر بلا، عامہ کتب۔ ان واقعات سے کیا ظاہر ہوتا ہے تو ایسی حالت میں جو مخالفت کرے گا وہ باغی سمجھا جائے گا یا نہیں اور

اس کا قتل واجب ہے یا نہیں؟ ملاحظہ ہو:

”وقال عليه السلام: ”إذا بويع لخليفتين فاقتلوا الآخر منهما“ كذا في شرح فقه اكبر ص: ۱۷۹ (۱)، ”من أتاكم وأمركم جميع على رجل واحد يريد أن يشق عصاكم أو يفرق جماعتكم فاقتلوا“۔ رواه مسلم (۲) ”وستكون خلفاء فتكثر وقالوا: فما تأمرنا؟ قال: ”فوافوا بيعة الأول“۔ مسلم ص: ۱۲۶/۲ (۳) وقال: ”من مات وليس في عنقه بيعة مات ميتة جاهلية“ رواه مسلم (۴)۔

”ولا يجوز نصب الإمامين في عصر واحد“۔ شرح فقه اكبر، ص: ۱۷۹ (۵)، ”فالإمام من انعقدت له البيعة من أكثر الخلق، والمخالف باغ“۔ شرح فقه اكبر ص: ۱۷۹ (۶) ”ان طاعته كانت واجبة على الحسين رضي الله تعالى عنه“۔ ابو شكور سالمی ”ان يزيد كان إماماً مطاعاً والحسين باغياً، فقتل بسيف جده صواعق“، ص: ۲۶ وقال ابن عربي: ما قتل الحسين إلا بسيف جده: أي لأنه الخليفة، والحسين باغ عليه، وأول خارج في الإسلام حسين بن علي“۔ شرح قصيده همزيه“۔

آپ لکھتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ کی بیعت مابعد پر محمول ہے، اگر یہ صحیح ہے تو کیا مابعد میں یزید فرشتہ ہو گیا تھا اور ما قبل میں شیطان تھا، کیا جب اہل مدینہ نے خلع بیعت کیا تو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے حشم کو جمع کر کے یہ نہیں کہا کہ جو خلع کرے گا وہ غدار ہوگا، میں نے اللہ ورسول کی بیعت سمجھ کر کی ہے۔ دیکھو بخاری، پ: ۲۹۔ اب آپ بتلائیے کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیعت کر کے اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیعت نہ کر کے کیا ہوئے؟

(۱) (شرح الفقه الأكبر للقاری و منها: مسألة نصب الإمام ص: ۱۲۶، قديمی)

(۲) (الصحيح لمسلم، كتاب الإمارة، باب حکم من فرق أمر المسلمين و هو مجتمع: ۱۲۸/۲، قديمی)

(۳) (الصحيح لمسلم، كتاب الإمارة، باب وجوب الوفاء ببيعة الخليفة الأول فالأول: ۱۲۶/۲، قديمی)

(۴) (الصحيح لمسلم، كتاب الإمارة، باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين عند ظهور الفتن:

۱۲۸/۲، قديمی)

(۵) (شرح الفقه الأكبر للقاری، و منها: مسألة نصب الإمام، ص: ۱۲۶، قديمی)

(۶) (شرح الفقه الأكبر للقاری، و منها: مسألة نصب الإمام، ص: ۱۲۷، قديمی)

آپ لکھتے ہیں..... کہ بارہ خلفاء میں اختلاف ہے، میں کہتا ہوں بہر حال اختلاف صحیح، مگر کسی نے آج تک امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پانچواں خلیفہ لکھا؟ اگر لکھا اور اکثریت نے تو صرف یزید کو لکھا تو پھر جھگڑا کیسا؟ مطلع صاف ہے، جب امام حسین کو کوئی پانچواں خلیفہ لکھتا، کوئی یزید کو، تب اختلاف ہوتا یہاں تو خدا کے فضل سے صاف ہے۔

آپ نے حدیث: ”هلكة أمتي على يدي غلظة من قریش“ میں یزید کو خلاف جمہور شمار کیا اور اس حدیث کو نظر انداز کر دیا ہے جس سے جمہور کے نزدیک یزید کا مغفور و جنتی ہونا ثابت ہو رہا ہے، حدیث اول: ”جیش من أمتي يغزون مدينة قيصر مغفور لهم“ اس پر آپ لکھتے ہیں کہ ابن التین و ابن منیر نے تعقب کیا ہے: ”حتى لو ارتد واحد ممن غزاه بعد ذلك لم يدخل في ذلك العموم اتفاقاً“ میں کہتا ہوں کہ یہ تعقب باطل ہے، اس لئے کہ یزید کا ارتداد ثابت نہیں، بلکہ ایمان ثابت ہے: ”ان إيمان يزيد محقق، ولا يثبت كفره“ شرح فقہ اکبر ص: ۸۸۔ اور وہی قول صحیح ہے جو حاشیہ بخاری ص: ۴۱۰ میں ہے: ”كان أول من غزا مدينة قيصر يزيد ابن معاوية، وقال المهلب في هذا الحديث: منقبة لولده؛ لأنه من غزا مدينة قيصر“ اور بخاری، پ: ۵ سے جس کی تائید ہوتی ہے: ”في غزوته التي توفي فيها و يزيد بن معاوية عليهم بأرض الروم“۔ بخاری کتاب التجد اور علامہ تفتازانی کا جواب ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر، ص: ۸۷ میں دے دیا ہے یعنی یزید قتل پر راضی نہ تھا: ”انه لا يثبت أصلاً“ شرح فقہ اکبر، ص: ۸۷ (۱) اگر قتل پر راضی تھا تو یہ کفر نہیں: ”إن الرضا بقتل الحسين ليس بكفر“ شرح فقہ اکبر، ص: ۸۷ (۲) اور یزید نے قتل کا حکم بھی نہیں دیا: ”وقلنا: هذا مما لم يثبت أصلاً“ شرح فقہ اکبر، ص: ۸۶ (۳) اگر حکم قتل دیا بھی تو کفر نہیں: ”لأن الأمر بقتل الحسين لا يوجب الكفر“ شرح فقہ اکبر، ص: ۸۷ (۴)۔

جب امام اعظم کا مذہب سکوت ہے تو ”فاسق، فاجر، ملعون، مردود یزید پلید“ کیوں کہا جاتا ہے اور جواز

(۱) (شرح الفقہ الأكبر، ص: ۷۳، قدیمی)

(۲) (شرح الفقہ الأكبر، ص: ۷۳، قدیمی)

(۳) (شرح الفقہ الأكبر، ص: ۷۲، قدیمی)

(۴) (شرح الفقہ الأكبر، ص: ۷۲، قدیمی)

لعن تک کا فتویٰ دیا جاتا ہے، کیا امام اعظم کا مسلک صحیح نہیں اور اس بارہ میں امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے واضح ارشادات کیوں نہیں نقل کئے جاتے ہیں؟ فقط والسلام۔

مدلل مفصل ہر شق پر اعتراض، ہر دلیل، ہر عبارت، ہر حدیث کا جواب با صواب مرحمت فرمائیں۔
المستفتی کبیر الدین اوری پورہ بنارس۔

بسط و تفصیل کے ساتھ جواب دیجئے اور اس مسئلہ پر کافی غور کیجئے، لکیر۔ کے فقیر کی ضرورت نہیں، تحقیق کی ضرورت ہے، اگر یہ پرچہ ناکافی ہو تو جواب دیگر پرچہ پر دیجئے۔

غور فرمائیے کیا یزید پر طرح طرح کے الزامات لگا کر ان بشاراتِ نبویہ کو رد کر دیا جائے گا جس طرح رافضی تمام بشاراتِ نبویہ کو رد کرتے ہیں صحابہ کرام کو الزامات لگا کر، اگر وہ الزامات نہ لگائیں تو صحابہ کرام کو ”فاسق، فاجر، غاصب، ظالم“ کیسے کہیں گے، جیسے آج ہمارے علماء یزید پر الزامات عائد کرتے ہیں، حالانکہ احادیث صحیحہ نبویہ کے مقابل چند غیر معتبر حکایات کی کوئی حقیقت نہیں، البتہ وہ راوی وہ حدیث جھوٹی کہی جاسکتی ہے، مگر پیشین گوئی رسول جھوٹی نہیں ہو سکتی، سمجھ کر جواب دیجئے۔ فقط والسلام۔

المستفتی کبیر الدین اودی پورہ بنارس، المرقوم، ۳۱/مئی، ۱۹۴۲ھ۔

جناب مولانا محترم..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

استفتاء روانہ کر رہا ہوں اس کو دوسرے پرچے پر نقل کروا کر بسط و تفصیل سے جواب لکھ کر روانہ فرمائیے، محصول کے لئے ٹکٹ ۱۰۲ کا رکھ دیا ہے۔ برائے جواب، برائے مہربانی واپس نہ فرمائیے گا مسئلہ یزید پر بسط و تفصیل کی سخت ضرورت ہے آپ کا پہلا فتویٰ آیا میں بیمار تھا اور کچھ پریشانیوں کی وجہ سے بہت عرصہ ہو گیا خیر جواب مرحمت فرمائیے اور کامل جواب دیجئے واپس نہ فرمائیے۔ ﴿وَأَمَّا السَّائِلُ فَلَا تَنْهَر﴾۔

الجواب حامداً و مصلياً:

۱..... فتاویٰ ناواقف اور جاہل کے لئے ہوتے ہیں، اہل علم جن کے سامنے ہر نوع کی نصوص موجود

ہوں ان کو کسی سے دریافت کرنے اور پھر جواب پر اعتراض کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

آپ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت بڑا پہلوان اکھاڑے میں کھڑا ہو کر ”هل من مبارز“ کی صدا

بلند کر رہا ہے، طرز تحریر نہ سائلانہ ہے، نہ مستفتیانہ ہے، بلکہ مناظرانہ اور مکابرانہ ہے، ہم لوگ نہ اس کے لئے تیار

ہیں نہ ہمارے پاس اتنا وقت ہے، تقریباً سو کتابیں حدیث، عقائد، تاریخ کی دیکھی اور جواب تحریر کیا ہے، مگر آپ کی خشونت مزاجی و درشتی لہجہ اور آزاد طبعی سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ ہرگز تسلیم نہیں کریں گے، اس لئے اس جواب کو بھیجنا اضاعت علم اور ”وضع العلم فی غیر اہلہ“ تصور کر کے مختصر جواب پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

۲..... جواب نمبر: ۱، اور جواب نمبر: ۲، کے متعلق کچھ گورہ افشانی نہیں فرمائی، کیا بات ہے؟

۳..... اس کو پہلے ہی سے ولی عہد بنا دیا گیا تھا۔

۴..... اس لئے کہ وہ فاسق تھا جیسا کہ حضرت عائشہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ

نے بھی فرمایا تھا۔

۵..... یہ کس کی تصنیف ہے، ایک تو اس نام کی کتاب حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے تصنیف فرمائی

ہے جس میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کو بہت سی احادیث سے ثابت فرمایا ہے۔

۶..... کیا ابواسحاق اسفرائینی نے اردو میں اس نام کی کوئی کتاب تصنیف کی ہے؟

۷..... شروع ہی سے مطیع ہو گئی تھی یا اخیر میں، اگر شروع سے سب خلقت مطیع ہو گئی تھی تو چالیس ہزار

جنگی نے امام مسلم کے ہاتھ پر بیعت کیوں کی تھی اور اہل مدینہ نے خلع بیعت کیوں کیا؟ کیا یہ واقعات غلط ہیں، حالانکہ یہ آپ نے خود بھی لکھے ہیں؟

۸..... حافظ اسلم یہ وہی ہیں نا! جن کا مضمون کچھ عرصہ ہو احادیث کی مخالفت میں شائع ہوا تھا کہ حدیث

قابل اعتبار نہیں، تاریخ کے مقابلہ میں حدیث کی کوئی حیثیت نہیں، جب ان کے خلاف احتجاج کیا گیا تو معافی طلب کی، مگر اب بھی دوسروں کے نام سے ان کے مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں اور یہ جامعہ ملیہ دہلی میں ملازم ہیں، کیا آپ نے ان کی تاریخ امت پوری دیکھی اور اس کے مضامین حدیث کے مطابق ہیں؟

۹..... اس سے معلوم ہوا کہ اولاً بیعت نہیں کی، بلکہ ان کی بیعت مابعد پر محمول ہے یعنی جب موافقت کی

قوت اپنے اندر نہ دیکھی۔ میں نے یہی چیز لکھ دی تھی تو آپ ناراض ہو گئے۔

۱۰..... ان کی بیعت مابعد میں ہوئی جیسا کہ آپ کے حافظ اسلم نے لکھا اور آپ نے تسلیم کیا، اگرچہ

میرے لکھے ہوئے کو رد کر دیا۔

۱۱..... تمام اہل حل و عقد کا بیعت کرنا ابتداءً ثابت نہیں۔

۱۲..... مگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے بھی بعض حضرات نے صاف انکار کر دیا جیسے کہ عبدالرحمن بن ابی بکر نے، ابن جریر کو دیکھئے کہ اخیر وقت میں امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کو مخالفین کی فہرست بتائی اور ان سے حفاظت کی ترکیب سمجھائی، تب معلوم ہوگا کہ تمام اہل حل و عقد نے بیعت کی تھی یا نہیں اور جن سے بیعت لی گئی اس کی تفصیل ”فتح الباری وروضۃ الصفاء“ میں دیکھئے کہ بعض کو اسی ہزار دینار پیش کر کے بیعت کی درخواست کی گئی، نیز امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اخیر وقت میں ولی عہد بنانے پر اپنی غلطی کا اعتراف اور ندامت کا اظہار فرما کر استغفار بھی کیا۔ کذافی روضۃ الصفاء۔

۱۳..... کیا اس کی تائید میں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی کوئی مقولہ پیش کر سکتے ہیں؟

۱۴..... یہ دلیل کی کونسی قسم ہے؟

۱۵..... اس خط کے جواب میں تحریر آیا تقریراً امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا فرمایا؟

۱۶..... اور یہ کونسی قسم ہوئی دلیل کی؟

۱۷..... یہ قسم کونسی ہے؟ افسوس آپ نے کسی کی بھی تعیین نہ کی۔

۱۸..... یہ یزید کی خلافت پر اجماع کی بھی دلیل ہوگی اور غالباً چوتھی دلیل ہوگی، اس کا بھی عدد

بتلا دیتے تو اچھا تھا۔

۱۹..... امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر تو بیعت نہیں کی گئی، اس لئے وہ مستحق قتل نہیں ہوئے۔

۲۰..... یہاں نہ امر شخص واحد پر مجتمع تھا، کیونکہ چالیس ہزار جنگی نے امام مسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی

جیسا کہ آپ نے لکھا اور ارباب حل و عقد میں سے عبداللہ بن عمر و عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بیعت

نہیں کی تھی، بلکہ بعد انعقاد اجماع کی ہے جیسا کہ حافظ اسلم سے آپ نے نقل کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہا نے تو انکار فرمایا ہی دیا تھا اور ایک فہرست جس میں عبداللہ بن زبیر، امام حسین، عبدالرحمن بن ابی بکر وغیرہم

ہیں امیر معاویہ نے بتلائی تھی جیسا کہ تاریخ ابن جریر طبری میں ہے، نیز جو لوگ بیعت کر چکے تھے امام حسین رضی

اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس تشریف نہیں لے گئے تاکہ ان میں تفریق ڈالیں، بلکہ ایسے لوگوں کے پاس گئے جنہوں

نے بیعت نہیں کی تھی، لہذا وہ مستحق قتل نہیں تھے۔

۲۱..... جو لوگ امام حسین کے ساتھ تھے انہوں نے یزید کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی، نیز امام حسین رضی

اللہ تعالیٰ عنہ نے دعویٰ خلافت نہیں کیا جو کثرت خلفاء صادق آسکے۔

۲۲..... اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب خلیفہ موجود ہو۔ اور جب کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک وہ خلیفہ ہی نہیں تھا تو اس کی بیعت واجب نہیں تھی، لہذا ان کے حق میں ایسی حدیث پیش کرنا اعلیٰ درجہ کی جہالت ہے۔

۲۳..... یہاں دو امام بنائے ہی نہیں گئے۔

۲۴..... یہ کوئی قرآن کریم کی آیت ہے یا حدیث شریف جس پر عمل کرنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذمہ فرض تھا؟

۲۵..... کیا ابوشکور سالمی کی اتنی حیثیت ہے کہ اس کا قول امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حجت ہو؟

۲۶..... یہ کوئی خدائی کتاب ہے یا حدیث شریف ہے جس سے امام حسین پر الزام قائم کیا جاسکے؟

۲۷..... شاید ابن عربی کی آپ نے پوری کتاب نہیں دیکھی، ورنہ صرف اتنا فقرہ نقل کرنے کی جرأت نہ فرماتے۔

۲۸..... شارح قصیدہ ہمزئیہ کا مجموعہ فتاویٰ حدیثیہ دیکھئے کہ یزید کے متعلق کیا کچھ لکھا ہے تب آنکھیں کھلیں گی، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس میں سراسر آپ کے خلاف ہی خلاف ہو۔

۲۹..... میرا کہنا گرانی خاطر کا باعث ہو تو حافظ اسلم کے کہنے سے مان لیجئے، مرد باید کہ گیر داند رگوش ورنہشت است پند برد یوار۔

۳۰..... فرشتہ تو نہیں بلکہ بذریعہ جبر و تشدد غالب و حاوی ہو گیا تھا۔

۳۱..... میں نے تو شیطان نہیں کہا۔

۳۲..... کیا تسلط تام، کامل بادشاہت، اجماع عام کے بعد ہی خلع بیعت کی نوبت آئی؟ سخت حیرت

ہے۔

۳۳..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کسی قول یا فعل سے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر

حجت قائم نہیں کی جاسکتی جب کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یزید کا تسلط اور اپنا ضعف محسوس کر لیا تو بیعت کر لی، یہ ان کا اجتہاد تھا اور بیعت کے بعد خلع کرنا عذر ہے، امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شروع سے

ہی بیعت نہیں کی، ان پر غدر کا الزام عائد نہیں ہو سکتا، اگر بیعت کر کے توڑتے تو ہوتا۔

۳۴..... دونوں ماجور ہوئے۔

۳۵..... میں نے تو اس کا دعویٰ نہیں کیا۔

۳۶..... میں تو خود ہی جھگڑا پسند نہیں کرتا: لقولہ تعالیٰ ﴿و لا تنازعوا﴾ الایة (۱)۔

۳۷..... میرا بھی یہی خیال ہے کہ خدا کے فضل سے مطلع آپ کا صاف ہے، اگر خدا کے فضل کا ابر سایہ

لگن ہوتا تو جس کو خدا کے رسول نے ”سید شباب اهل الجنة“ (۲) فرمایا ہے اس کو واجب القتل، خارجی،

جاہلیت کی موت مرنے والا نہ لکھتے: ﴿کبرت کلمة تخرج من أفواہهم﴾ الایة (۳)۔

۳۸..... میں خلاف جمہور کیوں شمار کرتا، میں نے تو فتح الباری (۴) سے نقل کیا ہے، دیکھئے اس میں کس

قدر دلیلیں اس کی مذکور ہیں۔

۳۹..... میں نے ان کو نظر انداز نہیں کیا اور ان کو بھی نظر انداز نہیں کیا جن سے یزید پر لعنت کا استدلال

کیا جاتا ہے، دونوں قسم کی روایتیں سامنے ہیں، تیسری قسم کی وہ روایات بھی سامنے ہیں جن میں صحابہ کرام رضی

اللہ عنہم پر سب و شتم کی ممانعت اور ان کے فضائل بالخصوص حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل اور شہادت

کے درجات مذکور ہیں۔

۴۰..... کیا میں نے جھوٹ لکھا، کیا ان دونوں نے تعقب نہیں کیا؟ (۵)

(۱) (الأنفال: ۴۶)

(۲) ”عن أبی سعید رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”الحسن والحسین سیدا

شباب اهل الجنة“ رواہ الترمذی“. (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۵۷۰، کتاب المناقب، باب مناقب اهل

بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، قدیمی)

(۳) (الکھف: ۵)

(۴) (فتح الباری: ۱۱-۹/۱۳، کتاب الفتن، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ”هلاک أمتی علی

یدی أغیلمة سفهاء، دار المعرفۃ، بیروت)

(۵) ”وتعقبہ ابن التین وابن المنیر بما حاصلہ اھ“. (صحیح الباری: ۱۰۲/۶، کتاب الجہاد، باب

ما قیل فی قتال الروم، رقم الحدیث: ۲۹۲۴، دار المعرفۃ، بیروت)

۴۱..... نہ میں نے اس کو مرتد لکھا، نہ ابن التین اور ابن المنیر نے۔ اگر آپ یہ مطلب سمجھے تو بریں فہم و دانش بباید گریست۔

۴۲..... میں نے اس کا انکار نہیں کیا جو اثبات کی ضرورت ہو۔

۴۳..... مجھے اس پر اصرار نہیں کہ یہی صحیح ہے، بلکہ میں نے قول نقل کیا تھا کہ اس میں اس طرح اختلاف ہے، اس قول کو راجح نہیں کہا تھا۔

۴۴..... میں نے اپنی طرف سے کوئی لفظ نہیں کہا، نہ ایسا کہنے کو ترجیح دی۔

۴۵..... میں نے اس کا فتویٰ نہیں دیا، صرف آپ کے غلو کو دیکھ کر نقل کیا تھا تا کہ آپ اعتدال پر آجائیں، صرف تصویر کا ایک ہی رخ سامنے نہ رکھیں۔

۴۶..... بالکل صحیح ہے، یہ ہی ہم کو بھی بلا چون و چرا تسلیم ہے۔

۴۷..... ہم نے تو صاف صاف ان کا ارشاد نقل کر دیا کہ ان کا مسلک توقف اور سکوت ہے۔

۴۸..... آپ کی ہر چیز لا جواب ہے۔

۴۹..... بسط و تفصیل کے ساتھ ضرور لکھتا، مگر کیا کروں آپ کی تحریر دیکھ کر توقع نہیں رہی کہ آپ حق کو

قبول کریں گے، دوسرے آپ ناواقف ہوتے یا آپ کی طبیعت میں کوئی تردد ہوتا تو لکھنا مفید بھی ہوتا، جب آپ کا مذہب ہی یہ ہے تو اس کا بدلنا مشکل ہے جیسا کہ خوارج کا اپنے مذہب کو چھوڑنا مشکل ہے۔

۵۰..... ضرور ایسا ہی کرتا مگر ڈر یہ ہے کہ آئندہ آپ اس سے زیادہ گالیاں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کوسنائیں گے۔

۵۱..... تقریباً سو کتابیں اس مسئلہ کے متعلق مطالعہ کرنے کے بعد بھی میں تو اسی اعتقاد پر ہوں کہ

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنتی ہیں، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو جنت کی بشارت دی ہے اور وہ شہید ہوئے ہیں اور یزید کے حق میں لعنت وغیرہ سے سکوت چاہئے، ہم تو ایسے لکیر کے فقیر ہیں کہ اب سے ساڑھے تیرہ سو سال قبل کی باتیں اپنا عقیدہ اور راہ عمل بنائے ہوئے ہیں۔

۵۲..... اللہ پاک ایسی تحقیق سے محفوظ رکھے جس میں صحابہ اور اہل بیت پر سب و شتم ہو اور حدیث کی

مخالفت ہو مجھے بھی اور آپ کو بھی اور جملہ اہل اسلام کو۔

۵۳..... دوسرا پرچہ کونسا، آپ نے تو کوئی سادہ پرچہ بھیجا نہیں؟

۵۴..... میں نے کوئی الزام نہیں لگایا، امام احمد بن حنبل (۱) جو کہ بہت بڑے محدث ہیں وہ کچھ فرماتے

ہیں، نیز شیخ عبدالحق (۲)، ابن جریر (۳) حافظ ابن حجر صاحب خمیس وغیرہم نے کچھ کچھ لکھا ہے۔ واللہ اعلم کہاں تک صحیح ہے، اتنا خیال ضرور ہے کہ ان حضرات کی دیانت کا تقاضا نہیں کہ از خود کسی پر الزام لگائیں، ان حضرات کو متدین تصور کرتے ہوئے بھی میں یزید پر لعنت نہیں کرتا، اس لئے کہ فائدہ کچھ نہیں، نہ مجھ سے قیامت میں اس کا

(۱) ”قیل للإمام أحمد: أتكتب الحديث عن يزيد؟ فقال: لا، ولا كرامة، أوليس هو الذي فعل بأهل الحرّة ما فعل؟! أو قيل له: أي في ما يقولون، أما تحب يزيد؟ فقال: وهل يحب يزيد أحد يؤمن بالله واليوم الآخر؛ ف قيل: فلماذا لا تلعه؟ فقال: ومتى رأيت أباك يلعن أحداً“. (مجموعة الفتاوى لشيخ الإسلام، كتاب الفقه الزيادة، فصل في التذليل على أن مشهد الحسين ليس فيه رأسه: ۲۵۲/۲۷، منكتبه العبيكان)

(۲) ”وبالجملة وی مبعوض ترین مردم است نزد ما، و کارها کہ این بد بخت بی سعادت درین امت کرده، ہچکس نکرده الخ“۔
(تکمیل الایمان، ذکر یزید، ص: ۱۷۳، الرحیم اکیڈمی)

(۳) قال ابن جریر: ”و بعث (عثمان بن محمد بن ابی سفیان) إلى یزید وفدأ من أهل المدينة فيهم عبد الله بن حنظلة الغسيل الأنصاري، و عبد الله بن أبي عمر و ابن حفص بن المغيرة المنزومي، والمنذر بن الزبير، و رجالاً كثيراً من أشرف أهل المدينة. فقدموا على يزيد بن معاوية فأكرمهم و أحسن إليهم و أعطى جوائزهم فلما قدم أولئك نفر الوفد المدينة، قاموا فيهم فأظهروا شتم يزيد و عتبه، و قالوا: إنا قدمنا من عند رجل ليس له دين، يشرب الخمر، و يعزف بالطنابير، و يضرب عنده القيان، و يلعب بالكلاب، و يسامر الخراب و الفتیان، و إنا نشهدكم إنا قد خلعناه فتابعهم الناس فأتى (منذر بن الزبير) أهل المدينة فكان فيمن يحرض الناس على يزيد، و كان من قوله يومئذ: إن يزيد و الله أجازني بمائة ألف درهم و إنه لا يمنعني ما صنع إلى أن أخبركم خبره و أصدقكم عنه، و الله! إنه يشرب الخمر و إنه يسكر حتى يدع الصلاة، عابه بمثل ما عابه به أصحابه الذين كانوا معه قال (مغيرة): كتب يزيد إلى ابن مرجانة (عبید الله بن زياد من خواص أمراء دولته) أن أغز ابن الزبير، فقال: لا أجمعها للفساق أبداً الخ“. (تاريخ الطبري، سنة: ۶۲۳هـ، مقدم وفد أهل المدينة: ۳۶۸/۴، ۳۶۹،

سوال ہوگا، اس کے اعمال اس کے ساتھ، میرے اعمال میرے ساتھ۔

۵۵..... اگر وہ مستحق ہیں تو کون رد کر سکتا ہے۔

۵۶..... رافضی اکابر اہل اللہ پر الزامات لگاتے ہیں خود قیامت میں مزہ چکھیں گے اور ان کے رد

کرنے سے بشارت رد نہیں ہوتیں۔

۵۷..... ہمارا خیال تو یہ نہیں کہ جن اکابر محدثین نے یزید کے مظالم کو تحریر و نقل کیا ہے انہوں نے محض

ظالم و غاصب کہنے کی نیت سے اس پر ان مظالم کا اپنی طرف سے الزام لگایا ہے۔

۵۸..... آج تو الزامات نہیں لگائے جاتے، پرانے واقعات بیان کئے جاتے ہیں، تاہم جو الزام

لگائے وہ یقیناً گنہگار ہے خواہ وہ آج لگائے خواہ پہلے لگائے ہوں۔

۵۹..... امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ایسے الفاظ استعمال کرنے والا کن درجات کا مستحق ہے،

جیسے آپ نے لکھے ہیں، کبھی اس کے متعلق بھی غور کی نوبت آئی ہے یا نہیں؟

۶۰..... جن احادیث میں نام لے کر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنتی اور شہید فرمایا گیا ہے، کیا آپ

کے نزدیک وہ سب قابل رد ہیں؟

۶۱..... غیر معتبر تو ہر حال میں غیر معتبر ہے خواہ وہ یزید کے متعلق ہو، خواہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کے متعلق ہو، خواہ کسی اور کے متعلق ہو۔

۶۲..... کونسا راوی جس نے یزید کے مظالم کی روایت ذکر کی یا وہ حدیثیں روایت کی ہیں جن سے یزید

کا مستحق لعنت ہونا معلوم ہوتا ہے یا کوئی؟ وراوی مراد ہے؟ جھوٹے راوی کی روایت یقیناً قابل رد ہے۔

۶۳..... کونسی حدیث جھوٹی ہو سکتی ہے، کس طرف اشارہ ہے؟

۶۴..... حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کیا حدیث کے علاوہ بھی کہیں پائی جاسکتی ہے، جو

پیشین گوئی ہوگی وہ حدیث ضرور ہوگی، پھر اس کا کیا مطلب ہے کہ حدیث جھوٹی ہو سکتی ہے، پیشین گوئی جھوٹی نہیں ہو سکتی؟

۶۵..... ”سمجھ کر“ کا کیا مطلب ہے کہ آپ کی ڈانٹ ڈپٹ اور ترش کلامی سے مرعوب ہو کر یا اس ڈر

سے کہ آپ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں گستاخی، دریدہ دہنی، بدزبانی سے کام لیں گے، آپ

کی ہاں میں ہاں ملا دوں؟ آپ کے پرچہ میں جگہ نہیں رہی: دوسرے۔

گفتگو آئین درویشی نبود ورنہ با تو ما جراثا دامتیم اھ۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، نزیل مدرسہ انواریہ شاہی مسجد کمیٹی باغ لودھیانہ۔

محترمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا استفتاء نہیں بلکہ نامہ عتاب پہونچا آپ کے طرز تحریر اور مناظرانہ پہلو اور اکابر کی شان میں ناشائستہ الفاظ کے استعمال کی بناء پر احقر کے اکابر کی رائے ہرگز نہیں تھی کہ جواب تحریر کیا جائے، مگر ہر شتہ چوانگشت۔ پرچہ پر اخیر میں آیت بھی آپ نے لکھی تھی ﴿و اما السائل فلا تنهر﴾ محض اس کلام الہی کے پیش نظر جواب ارسال ہے۔

(گزارش) اگر کسی مسئلہ یا بحث کے متعلق کوئی شبہ ہو تو اس کے دریافت کرنے میں مضائقہ نہیں مگر برائے خدا بہ نیت مناظرہ و مکابرہ آئندہ کوئی خط آپ تحریر نہ فرماویں کہ یہ ہم لوگوں کے مسلک کے خلاف ہے اس لئے کہ مناظرہ کے حدود کی آج کل رعایت نہیں کی جاتی اور یہ صورت کچھ نتائج بہتر پیدا نہیں کرتی نہ دنیا میں نہ آخرت میں، جو سخت کلمات جواب میں تحریر کئے گئے ہیں ان میں کوئی وزن نہیں بہ نسبت ان کلمات کے جو کہ آپ نے حضرت امام حسینؑ کی شان میں تحریر فرمائے۔ تاہم میں آپ سے معافی چاہتا ہوں، میرے سامنے ان صحیح احادیث کا ذخیرہ موجود تھا جن میں صحابہؓ پر سب و شتم کرنے والے کو لعنت کی گئی ہے اور امام حسینؑ کی فضیلت و بشارت جنت مذکور ہے، اگر آپ میری ذات خاص کو سخت سست کہیں تو اس پر اتار نچ و صدمہ نہ ہو جتنا کہ اکابر کی شان میں سن کر ہوتا ہے۔ یہاں لودھیانہ میں ایک مدرسہ میں اس کے مدرس چلے گئے جس کی وجہ سے مدرسہ کے ویران ہونے کا اندیشہ تھا۔ یہاں کے مدرسہ والوں نے ارباب مظاہر علوم سے درخواست کی اس بناء پر کچھ مدت کے لئے احقر کو لودھیانہ بھیج دیا گیا۔ اطلاعاً تحریر ہے تاکہ اگر دوبارہ مراجعت کی نوبت آئے تو خط صحیح طریق پر پہونچ سکے۔ (فقط والسلام)

محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

یزید کو امیر المؤمنین اور خلیفۃ المسلمین کہنا

سوال [۲۷۹]: کیا یزید کو امیر المؤمنین و خلیفۃ المسلمین کہہ سکتے ہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً:

امیر بمعنی حاکم ظالم بھی ہوتا ہے، عادل بھی ہوتا ہے۔ خلیفہ کا مقام بلند ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲/۳/۹۵ھ۔

یزید کو ظالم کہنا

سوال [۲۷۰]: کیا یزید کو برا کہنا شرعاً جرم ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

اگر اس کا کوئی غلط اور خلاف شرع کام مثلاً اہل بیت رضی اللہ عنہم پر ظلم وغیرہ صحیح روایات سے ثابت ہو تو

بوقت ضرورت اس کو بیان کر دینا اور ظلم سے بیزاری و نفرت کا اظہار کر دینا شرعاً درست ہے، مشغلہ مجلس نہ بنایا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲/۳/۹۵ھ۔

کیا یزید واجب التعمیم ہے؟

سوال [۲۷۱]: کیا یزید واجب التعمیم ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

غلط کام کی وجہ سے کوئی واجب التعمیم نہیں ہوتا۔ علم، عمل، اخلاق، احسان کی وجہ سے واجب التعمیم ہوتا

ہے۔ اسی ضابطہ پر یزید کا حال ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲/۳/۹۵ھ۔

یزید کو ایصال ثواب

سوال [۲۷۲]: کیا یزید کی روح کو ایصال ثواب درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ہر مسلمان کی روح کو ایصالِ ثواب درست ہے (۱) گنہگار زیادہ محتاجِ ثواب ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ

اعلم وعلمہ اتم وأحکم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲/۳/۹۵ھ۔

کیا یزید جنتی ہے؟

سوال [۴۷۳]: کیا یزید زبان رسالت جنتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

یزید کا نام لے کر اس کو جنتی فرمانا کسی حدیث شریف میں آنا میرے علم میں نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ

اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲/۳/۹۵ھ۔



(۱) ”فلإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة صلوةً كان أو صوماً أو حجاً أو صدقةً أو قراءةً للقرآن أو الأذکار أو غير ذلك من أنواع البر، ويصل ذلك إلى الميت، وينفعه“.

(مراقی الفلاح، کتاب الصلوة، فصل فی زیارة القبور: ص: ۶۲۱، ۶۲۲، قدیمی)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۱۰۵/۳، رشیدیہ)

(و کذا فی الهدایة، کتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۲۹۶/۱، مکتبہ شرکتہ علمیہ ملتان)

(و کذا فی الدر المختار: ۵۹۵/۲، ۵۹۶، کتاب الحج، باب الحج عن الغير، سعید)

ما يتعلق بالقاديانية

(قادياني فرقة کا بیان)

جھوٹا مدعی نبوت اور اس کی تصدیق کرنے والے کا حکم

سوال [۴۷۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ استفتاء کے کہ کیا حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، آپ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا اور اس دعویٰ کی تصدیق کرنے والا مومن ہے یا کافر؟

نوٹ: جواب قرآنی دلائل سے دیا جائے۔

حکیم سید عبدالحمید دہلوی مالک شاہی مطب، منڈی پھدوان، شاہ پور، صوبہ پنجاب، پاکستان۔

الجواب حامداً ومصلياً:

حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا قرآن کریم میں مذکور ہے: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾ الآية (۱) لہذا جو شخص آپ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے وہ شخص نص قرآنی کا منکر ہے اور قرآن شریف کی کسی ایک آیت کا انکار بھی کفر ہے (۲) یہی حال اس شخص کا ہے جو ایسے مدعی نبوت پر ایمان لائے اور اس کی تصدیق کرے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ جمادی الاولیٰ/ ۱۴۱۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۴/ جمادی الاولیٰ/ ۱۴۱۱ھ۔

(۱) (الأحزاب: ۴۰)

(۲) ”ودعوى النبوة بعد نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم كفر بالإجماع“ (شرح الفقه الأكبر للملاعلی القاري: ۱۶۴، قديمی)

”ومن جحد القرآن: أي كله أو سورة منه أو آية، قلت: وكذا كلمة أو قراءة متواترة، أو زعم أنها ليست من كلام الله تعالى كفر“ (شرح الفقه الأكبر للملاعلی القاري، فصل في القراءه، ص: ۱۶۷، قديمی)

(۳) ”إذا رأى منكراً معلوماً من الدين بالضرورة فلم ينكره ولم يكرهه ورضي به واستحسنه، كان =

کیا قادیانی وغیرہ کلمہ گو مسلمان ہیں؟

سوال [۴۷۵]: ایک شخص کہتا ہے کہ مسلمانوں میں جتنے بھی فرقے ہیں، قادیانی ہوں یا شیعہ سب

کلمہ گو ہیں اور سب قبلہ والے ہیں، سب مسلمان ہیں۔ کیا یہ بات درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً :

عقائد، فقہ اور نصوص قطعیہ کے خلاف فرقے اسلام سے خارج ہیں، محض کلمہ گو ہونے یا نماز پڑھنے

سے وہ اہل قبلہ ہو کر مسلمان نہیں ہونگے۔ کذا فی إكفار الملحدين (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۷/۸۷ھ۔

قادیانی کا حکم

سوال [۴۷۶]: ایک شخص جو پہلے سے پختہ مسلمان تھا وہ اب قادیانی ہو گیا ہے اور اپنی بہن کو زبردستی

کر کے قادیانی بنا لیا اور اپنی والدہ کو بھی قادیانی ہو جانے پر مجبور کر رہا ہے اور بیوی کو بھی قادیانی کر لیا ہے، صرف

ایک چھوٹا بھائی قادیانی نہیں ہے، گزارش ہے کہ قادیانی کے متعلق کیا حکم ہے؟ کیا وہ مرتد ہو جاتا ہے اور اس کا

نکاح باقی رہتا ہے یا نہیں؟

اگر کوئی قادیانی ہو جانے کے بعد توبہ کر لے تو اس کا دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ قادیانی کے ساتھ

= کافراً“۔ (مراة المصابیح ، کتاب الآداب ، باب الأمر بالمعروف : ۸/۸۶۱، رشیدیہ)

”و لا ینجو من الکفر إلا من اکفر ذلک الملحد (ای غلام احمد القادیانی) بلا تلثم و

تردد“۔ (مجموعہ رسائل کشمیری، ج: ۳، رسالہ: إكفار الملحدين، ص: ۱۰، إدارة القرآن)

(۱) ”لا خلاف فی کفر المخالف فی ضروریات الإسلام و إن کان من أهل القبلة المواظب طول عمره

على الطاعات كما فی ”شرح التحرير“۔ (مجموعہ رسائل کشمیری، ج: ۳، إكفار الملحدين، ص:

۱۷، إدارة القرآن کراچی)

”إذ لا خلاف فی کفر المخالف فی ضروریات الإسلام من حدوث العالم و حشر الأجساد و

نفي العلم بالجزئیات و إن کان أهل القبلة المواظب طول عمره على الطاعات كما فی شرح التحرير“۔

(رد المحتار ، باب الإمامة ، مطلب البدعة خمسة أقسام : ۱/۵۶۱، سعید)

بیع و شرا اور کھانا پینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً:

مرزا غلام احمد قادیانی نے عقائد کفریہ اختیار کئے جس کی وجہ سے وہ اسلام سے خارج اور مرتد ہو گیا (۱) جو شخص بھی اس کے کفریہ عقائد کی تصدیق کرے گا اس کا بھی حکم یہی ہوگا (۲)، اگر کوئی شخص مرتد ہو جائے تو اس کا نکاح فسخ ہو جاتا ہے، بیوی نکاح سے خارج ہو جاتی ہے (۳) ایسے شخص سے سلام و کلام، بیع و شرا سب ختم کر دینا لازم ہے، اس کو مسجد میں آنے سے بھی روک دیا جائے (۴)، اس سے وہ شخص بات کرے جو اس کے غلط عقائد کی تردید کر سکتا ہو، اگر وہ توبہ کر کے اسلام میں دوبارہ داخل ہو چکا ہے تو نکاح دوبارہ کیا جائے (۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱/۸۸ھ۔

(۱) ”وقد أخبر الله تبارك و تعالى في كتابه ورسوله صلى الله تعالى عليه وسلم في السنة المتواترة عنه أنه لا نبي بعده، ليعلموا أن كل من ادعى هذا المقام بعده، فهو كذاب و أفاك دجال ضال مضل“۔ (تفسیر ابن کثیر (الأحزاب: ۴۰): ۶۵۲/۳، مکتبہ دار الفیحاء بیروت)

”ودعوى النبوة بعد نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم كفر بالإجماع“۔ (شرح الفقه الأكبر لملاعلی القاری: ۱۶۲، قدیمی)

(۲) ”إذا رأى منكرأ معلوماً من الدين بالضرورة، فلم ينكره و لم يكرهه و رضی به و استحسنته، كان كافراً“۔ (مرقاة المصابیح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف: ۸/۸۶۱، رشیدیہ)

(۳) ”ارتداد أحدهما أى الزوجین فسخ (عاجل) بلا قضاء“۔ (الدر المختار، باب نکاح الکافر: ۳/۹۳، سعید)

”وإذا ارتد أحد الزوجین عن الإسلام وقعت الفرقة بغير طلاق“۔ (الهدایة، كتاب النکاح، باب نکاح أهل الشرك: ۲/۳۳۸، مکتبہ شركة علمية)

”ارتد أحد الزوجین عن الإسلام وقعت الفرقة بغير طلاق في الحال قبل الدخول و بعده“۔ (الفتاویٰ العالمکیریة، كتاب النکاح، الباب العاشر في نکاح الکفار: ۱/۳۳۹، رشیدیہ)

(۴) ”فإن هجرة أهل الأهواء و البدع واجبة على مر الأوقات ما لم يظهر منه التوبة و الرجوع إلى الحق“۔ (مرقاة المقاتیح، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر و التقاطع الخ: ۸/۷۵۹، رشیدیہ)

(۵) ”ما كان في كونه كفراً اختلافاً، فإن قائله يؤمر بتجديد النکاح و بالتوبة و الرجوع عن ذلك بطريق =

قادیانی ہو جانے کا حکم

سوال [۲۷۷]: میری لڑکی شادی شدہ ہے، حاملہ ہے مگر بد قسمتی سے میرے داماد اور اس کے سب گھر والے قادیانی ہو گئے ہیں تو اب شرعاً لڑکی کا نکاح باقی ہے یا فسخ ہو گیا، اب ہماری لڑکی کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً :

مرزا غلام احمد قادیانی پر علمائے اسلام کی طرف سے کفر کا فتویٰ ہے، اس لئے کہ اس کے عقائد قرآن و حدیث کے خلاف تھے، وہ ختم نبوت کا منکر تھا، اس لئے انبیاء علیہم السلام کی شان میں سخت قسم کی گستاخیاں کی ہیں، وہ اپنے لئے نبوت کا مدعی تھا (۱)، اس کے عقائد کو تفصیل سے لکھ کر اس پر کفر کا فتویٰ دیا گیا ہے کہ ایسا شخص مرتد اور اسلام سے خارج ہے، جو شخص اس پر ایمان لاتا ہے اور اس کو اپنا مقتدی تسلیم کرتا ہے اس کا بھی یہی حکم ہے (۲)۔ قادیانی مذہب اختیار کرتے ہی نکاح فسخ ہو گیا، ہرگز ہرگز اس کے یہاں اپنی لڑکی کو نہ بھیجیں، تین حیض گزرنے پر اس کی شادی دوسری جگہ کر دیں (۳)۔

”ارتداد أحدهما فسخ في الحال“ (کنز) (۴)۔

= الاحتياط“ (الفتاوى العالمكبرى، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، قبيل الباب العاشر في البغاة : ۲/۲۸۳، رشیدیہ)

(۱) ”وقال القاضي عضد الدين في المواقف: ولا يكفر أحد من أهل القبلة إلا فيما فيه نفي الصانع القادر العليم أو شرك أو إنكار للنسبة، أو ما علم مجيئه بالضرورة، أو المجمع عليه كاستحلال المحرمات“ (شرح الفقه الأكبر لملا على القاري، ص: ۱۶۲، قديمی)

”ودعوى النبوة بعد نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم كفر بالإجماع“ (شرح الفقه الأكبر لملا على القاري، ص: ۱۶۳، قديمی)

(۲) ”إذا رأى منكراً معلوماً من الدين بالضرورة، فلم ينكره ولم يكرهه ورضي به واستحسنه، كان كافراً“ (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف : ۸/۸۶۱، رشیدیہ)

(۳) تین حیض عدت اس وقت ہوگی جب وہ حاملہ نہ ہو، اگر حاملہ ہوگی تو اس کی عدت وضع حمل ہوگی، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿و أولات الأحمال أجلهن أن يضعن حملهن﴾ (سورة الطلاق: ۴)

(۴) (کنز الدقائق، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر، ص: ۱۱۱، رشیدیہ)..... =

”قال في الجامع الصغير: و تعدد بثلاث حيض -“ ۳/۲۱۵ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حرره العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱/۸۸ھ۔

قادیانی جماعت کے متعلق تفصیلی احکام

سوال [۴۷۸]: ۱..... قادیانی مذہب کی لاہوری، محمودی دونوں جماعتیں کافر ہیں یا کوئی ایک؟
۲..... مرزا صاحب کی جماعت کیوں کافر ہوئی حالانکہ وہ ایمان مفصل کی تمام باتوں پر اعتقاد رکھتے ہیں؟
۳..... قادیانی کوڑکی دینا لینا، ان کو اپنی قوم میں داخل و شامل رکھنا، ان کی غمی و شادی میں خود شریک ہونا یا اپنی شادی وغیرہ میں ان کو برادری کی طرف سے شرکت کی دعوت دینا، ان کے اموات اپنے قبرستان میں داخل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

۴..... ایک مسلمان کا اگر قادیانی سے کچھ نسبتی رشتہ ہو تو اس کو برقرار رکھنا اور رشتہ داری کے حقوق اپنے اوپر عائد جان کر ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟
۵..... قادیانی سے اپنے تمام نسبتی تعلقات اور برادری و قومیت کے علاقے منقطع کرنا جب تک کہ وہ تائب نہ ہو، از روئے شرع شریف ہر مسلمان کو ضروری ہے یا نہیں؟ مدلل تحریر ہو۔ محمد ولی اللہ غفرلہ۔

الجواب حامداً ومصلياً:

ابتدا تو آپ بھی جانتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی تکفیر کی گئی ہے اور یہ تکفیر اہل حق متدین علماء نے کی ہے، یہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ فی الحال قادیانیوں کی دو پارٹیاں ہیں، ایک مرزا غلام احمد کو نبی اعتقاد کرتی ہے، دوسری مجدد اور بہت بڑے درجہ کا ولی مانتی ہے۔

یہ بھی آپ پر شاید مخفی نہیں کہ اسباب تکفیر کیا ہیں: جگہ جگہ نبوت کا دعویٰ (۲) اپنے اوپر وحی کا

= (الدر المختار، باب نکاح الکافر: ۳/۱۹۳، سعید)

(والفتاویٰ العالمیہ، کتاب النکاح، الباب العاشر فی نکاح الکفار: ۳۳۹/۱، رشیدیہ)

(۱) ”قال في جامع الفصولين: و تعدد بثلاث حيض“۔ (البحر الرائق کتاب النکاح، باب نکاح الکافر

۳/۳۷۵، رشیدیہ)

(۲) ”وقد أخبر الله تبارک و تعالیٰ في كتابه، و رسوله صلى الله تعالى عليه وسلم في السنة المتواترة“

نزول (۱) کتب سابقہ ساویہ میں اپنی نبوت کی بشارت، حضرت نوح علیہ السلام کے معجزات پر اپنے معجزات کی زیادتی اور فوقیت، انبیاء سابقین علیہم السلام کی توہین و تحقیر، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تکذیب و سب و شتم اور آپ کے خاندان پر زنا کا افتراء (۲)، اللہ پاک سے ہم بستری وغیرہ وغیرہ جیسا کہ اعجاز احمدی ”ازالۃ الاوهام، حقیقۃ الوحی، ضمیمہ انجام آتہم، دافع البلاء، حاشیہ کشتی نوح“ وغیرہ کتب کے مطالعہ سے ظاہر ہے۔ اگر ان اشیاء میں سے کوئی شیئی فی الحال آپ کے علم میں نہ ہو تو کتب بالا کے مطالعہ سے استحضار ہو سکتا ہے۔

آپ کے استفتاء سے معلوم ہوتا ہے کہ بظاہر منشاء شبہ دو چیزیں ہیں: اول یہ کہ ایمان مفصل کا قائل ہو کر آدمی کیسے کافر ہو سکتا ہے؟ دوم یہ کہ جو پارٹی مرزا غلام احمد کو نبی نہیں مانتی وہ کس بنا پر کافر ہے؟ سو امر اول کے متعلق عبارات ذیل ملاحظہ فرمائیے:

۱- ”من أنکر شیئاً من شرائع الإسلام، فقد أبطل قول ”لا إله إلا الله“۔ السير

الکبیر: ۳۶۵/۴ (۳)-

۲- ”إذا لم يعرف الرجل أن محمداً صلى الله تعالى عليه وسلم آخر الأنبياء عليهم و على نبينا السلام، فليس بمسلم كذا في اليتيمية اهـ. قال أبو حفص الكبير: كل من أراد بقلبه بغض نبی کفر، و کذا لو قال: أنا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، أو قال بالفارسية، من پیغام برم“ یرید: ”من پیغام می برم“ یکفر، ولو أنه حين قال هذه المقالة، طلب غيره منه

= عنه أنه لا نبی بعده، لیعلموا أن كل من ادعی هذا المقام بعده، فهو كذاب و أفاک دجال ضال

مضل“. (تفسیر ابن کثیر (الاحزاب: ۴۰) ۳/۶۵۲، مکتبہ دار الفیحاء بیروت)

(۱) ”قال الطیبی: أغلق باب الوحی و قطع طریق الرسالة و سد“. (مرقاة المفاتیح، کتاب الفضائل،

باب فضائل سید المرسلین صلوات الله و سلامه علیه: ۱۰/۱۳، رشیدیہ)

(۲) ”و لو عاب نبیاً کفر“. (الفتاویٰ البزازیة، أحكام المرتدین، الثالث فی الأنبياء: ۳۲۷/۶، رشیدیہ)

”أجمع العلماء على أن شاتم النبي صلى الله تعالى عليه وسلم و المنتقص له كافر“. (مجموعۃ

رسائل ابن عابدین، تنبیہ الولاة و الحکام علی أحكام شاتم خیر الأنام: ۳۱۶/۱، سهیل اکیڈمی لاہور)

(۳) (شرح کتاب السير الکبیر، بدون لفظ ”قول“: ۳۶۸/۵، باب ۲۱۳، ما یكون الرجل به مسلماً

یدراً عنه القتل و السبی، عباس احمد الباز)

المعجزة قيل: يكفر الطالب، والمتأخرون من المشايخ قالوا: إن كان غرض الطالب تعجيزه وافتضاحه لا يكفر“۔ فتاویٰ عالمگیری، ج: ۲ (۱)۔

۳- ”وفى البزازية: يجب الإيمان بالأنبياء بعد معرفة معنى النبی وهو المخبر عن الله تعالى بأوامره ونواهيه وتصديقه بكل ما أخبر عن الله تعالى، وأما الإيمان بسيدنا محمد صلى الله تعالى عليه وسلم، فيجب بأنه رسولنا في الحال وخاتم الأنبياء والرسل، فإذا امن بأنه رسول ولم يؤمن بأنه خاتم الأنبياء لا يكون مؤمناً. وفي فصول العمادى: من لم يقر ببعض الأنبياء بشيء أو لم يرض بسنة من سنن المرسلين عليهم السلام، فقد كفر“۔ مجمع الأنهر: ۱/۶۹۹ (۲)۔

۴- ”ولو عاب نبياً كفر“۔ أوجز: ۳/۳۲۷ (۳)۔

۵- ”دعوى النبوة بعد نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم كفر بالإجماع“۔ شرح فقه أكبر، ص: ۲۰۲ (۴)۔ ”ثم لانزاع فى أن من المعاصى ما جعله الشارع أمانة التكذيب، و علم كونه كذلك بالأدلة الشرعية كالسجود للصنم وإلقاء المصحف فى القاذورات والتلفظ بكلمة الكفر ونحو ذلك مما ثبت بالأدلة أنه كفر، وبهذا يندفع ما يقال: إن الإيمان إذا كان عبارة عن التصديق والإقرار فينبغى أن لا يصير المقر باللسان المصدق بالجنان كافر بشىء من أفعال الكفر وألفاظه مالم يتحقق منه التكذيب أو الشك اهـ“۔ شرح فقه أكبر، ص: ۹۳ (۵)۔

دیکھئے اس میں کتنی صورتیں ہیں کہ باوجود ایمان مفصل کی تمام باتوں پر ظاہراً اعتقاد رکھتے ہوئے فقہاء نے اجماعاً تکفیر فرمائی ہے۔ اگر محض آمنت باللہ الخ کا اعتراف زبان سے کافی ہوتا اور یہ کفر کے منافی ہوتو فقہاء قاطبہ کیوں تکفیر فرماتے ہیں۔

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب السیر، الباب التاسع فى أحكام المرتدین: ۲/۲۶۳، رشیدیہ)

(۲) (مجمع الأنهر، باب المرتد، ثم إن ألفاظ الكفر أنواع: ۱/۶۹۱، دار احیاء التراث العربی)

(۳) ”ولو عاب نبياً كفر“۔ (الفتاویٰ البزازیة: ۲/۳۲۷، کتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو کفراً أو خطأ؛

مایتعلق بالانبياء، رشیدیہ)

(۴) (شرح الفقه الأكبر، ص: ۱۶۳، قدیمی)

(۵) (شرح الفقه الأكبر، ص: ۷۷، قدیمی)

اگر دعوی نبوت منافی ایمان نہیں تو مسلمہ کذاب کی تکفیر بھی بے محل ہوگی اور پھر اس کا قتل جو اکابر صحابہ کے ارشاد سے قرون اولیٰ میں ہوا ہے محتاج تامل ہوگا حالانکہ وہ اجماعی ہے، اس نے چند آیات بنائی تھیں، مرزا غلام احمد نے بھی قصیدہ اعجازیہ پیش کیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رنج جسمانی اور بغیر باپ کے پیدا ہونا قطعی اور اجماعی ہے، مرزا غلام احمد نے اپنی تصانیف میں متعدد مقامات پر ہردو کا انکار کیا ہے۔ ملائکہ کے متعلق بھی مرزا غلام احمد کی بہت سی تحریرات میں خلاف تصریحات اسلام خرافات موجود ہیں۔ اگرچہ بعض شرائع کو تسلیم بھی کیا ہے اور بعض کا انکار کیا ہے یہ بالکل وہی شان ہے:

﴿يقولون نؤمن ببعض ونكفر ببعض، ويريدون أن يتخذوا بين ذلك سبيلاً، أولئك هم الكافرون حقاء، واعتدنا للكافرين عذاباً مهيناً﴾ الآية (۱)۔

جو شخص ملائکہ اور رسل کو سب و شتم کرے اور ان سے عداوت رکھے اس کے متعلق کلام پاک میں ارشاد ہے: ﴿من كان عدواً لله وملائكته ورسوله وجبريل وميكل، فإن الله عدو للكافرين﴾ الآية (۲)۔

امید ہے کہ اب دل میں کوئی شبہ نہیں رہا ہوگا، اگر اب بھی کوئی شبہ ہو تو ”شرح شفاء“ (۳)،

(۱) (النساء: ۱۵۰)

(۲) (البقرة: ۹۸)

(۳) (وحکم من سب سائر انبياء الله تعالى وملائكته): ای جمیعہم (واستخف بهم أو كذبهم فيما أتوا به) من وحيهم وفعلمهم (أو أنكرهم): ای وجودہم (وجحدہم): ای نزولہم (حکم نبینا صلی اللہ علیہ وسلم علی مساق ماقد مناه): ای نہجہ و سبیلہ فی وجوب قتله کفراً إن لم يتب، و حدّاً إن تاب (وقال أبو حنيفة وأصحابه المعتمد عندهم وجمهور أهل العلم (من كذب بأحد من الأنبياء أو تنقص أحداً منهم أو برى منه): ای تبرأ من أحد منهم (فهو مرتد) يقتل، إن لم يتب (وهذا كله فمن تكلم فيهم): ای فی الانبياء والملائكة (بما قلناه على جملة الملائكة والنبیین): ای عموماً أو إجمالاً بأن شتم نبياً أو ملكاً غير معین (أو على معین ممن حققنا كونه من الملائكة والنبیین ممن نصّ الله تعالى عليه في كتابه الخ“). (شرح الشفاء للقاضي عياض، شرحه الملا علی القاری: ۵۴۲، ۵۴۱/۲، الباب الثالث، القسم الرابع، فصل و حکم من سب سائر انبياء الله تعالى وملائكته الخ، دار لکتب العلمیة)

خفاجی (۱)، الصارم المسلول (۲)، رد المحتار (۳) شرح مقاصد (۴) کو تفصیل سے دیکھئے کہ کن اشیاء سے ارتداد کا حکم ہو جاتا ہے۔ اور خصوصیت سے مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق ”إكفار الملحدين“ (۵) اور ”فیصلہ مقدمہ بہاولپور“ (۶) میں کافی تفصیل موجود ہے۔ جو جماعت مرزا کی ہم عقیدہ ہے اور اس کو نبی مانتی ہے اس کا حکم عبارات مذکورہ سے ظاہر ہو گیا۔

(۱) ﴿من كان عدواً لله ، وملائكته ورسوله وجبريل وميكل فإن الله عدو للكافرين﴾ (البقرة: ۹۸) أراد بعد اوة الله مخالفة عناداً أو معاداة المقربين من عباده وضع الظاهر موضع المضمرة للدلالة على أنه تعالى عاداهم لكفرهم وأن عداوة الملائكة والرسول كفر“. (حاشية الشهاب، المسماة بعناية الخفاجي وكفاية الراضي، للقاضي شهاب الدين بن احمد الخفاجي: ۳۳۳/۲، (سورة البقرة: ۹۹)، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۲) ”أجمعت الأمة على قتل متنقسه (أى متنقص النبي) من المسلمين وسابه وكذا لك حكي عن غير واحد الإجماع على قتله وتكفيره أجمع المسلمون على أن من سب الله أو سب رسوله صلى الله عليه وسلم أو دفع شيئاً مما أنزل الله عز وجل أو قتل نبياً أنه كافر بذلك وقال محمد بن سحنون: أجمع العلماء على أن شاتم النبي صلى الله عليه وسلم والمتنقص له كافر أنه من شتم النبي صلى الله عليه وسلم فهو مرتد عن الإسلام وأما الآيات الدالات على كفر الشاتم وقتله منها قوله تعالى: ﴿ومنهم الذين يؤذون النبي﴾ الآية الخ“. (الصارم المسلول على شاتم الرسول من مجموعة رسائل عابدين، ص: ۱، إلى آخره، المسئلة الأولى، دارالكتب العربي، بيروت)

(۳) (رد المحتار: ۲۲۲/۳، باب المرتد، كتاب الجهاد، سعيد)

(۴) ”فإن قيل: من استخف بالشرع أو الشارع أو ألقى المصحف في القاذورات أو شد الزنار بالإختيار كافر إجماعاً قلنا يجوز أن يجعل الشارع بعض محظورات الشرع علامة التكذيب فيحكم بكفر من ارتكبه وبوجود التكذيب فيه وانتفاء التصديق عنه كالا استخفاف بالشرع وشد الزنار“. (شرح المقاصد: ۳/۵۸، المقصد السادس، فصل في الأسماء والأحكام، المبحث السادس في تعريف الكفر، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۵) (رسائل الكشميري، ج: ۳، رساله إكفار الملحدين، ص: ۱۰، ۱۱، إدارة القرآن)

(۶) (ملفوظات انور شاه كشميري، مقدمة بهاولپور، ص: ۳۸-۵۱، إدارة تالیفات اشرفیہ)

امر دوم : جس شخص کی تکفیر کے متعلق نصوص بالاناظر ہوں اس کو مجدد، ولی اعتقاد کرنا بھی کفر ہے۔ خود خیال کیجئے کہ اللہ تعالیٰ جس کے عدو ہوں اس سے محبت اور اعتقاد صراحة اللہ تعالیٰ کی مخالفت ہے یا نہیں، مرزا غلام احمد کی حیثیت صرف کافر اصلی کی نہیں بلکہ مرتد کی تھی اور ارتداد بھی وہ جو کہ زندیق میں ہوتا ہے، آج بھی جو شخص مرزا کے عقائد کو اختیار کرے گا اس پر بھی شریعت مرتد کا حکم لگائے گی، زندیق اور مرتد کے احکام ردالمحتار، ص: ۴۵۷ (۱) میں دیکھئے۔ اجمالی طور پر آپ کے جملہ سوالات کا جواب ظاہر ہو گیا۔ تاہم تفصیل سے نمبر وار سنئے۔

۱..... ہر دو کا حکم ایک ہے۔

۲..... قطعیات اور اجماعیات کے انکار کی وجہ سے۔

۳..... یہ جملہ امور شرعاً ناجائز ہیں: ”ولا الوثنیات و هو بالإجماع والنص، و یدخل فی عبدة الأوثان عبدة الشمس والنجوم والصور التي استحسنا، والمعطلة، والزنادقة، والباطنية، والإباحية. وفي شرح الوجيز: و كل مذهب يكفر به معتقده اهـ“ فتح القدير: ۲/۳۷۳ (۲)۔
”ولا يجوز للمرتد أن يتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا كافرة أصلية، وكذلك لا يجوز نكاح المرتدة مع أحد، كذا في المبسوط اهـ“ ہندیہ، ص: ۲۸۲ (۳)۔

”موتی المسلمین إذا اختلطوا بموتی الکفار، أو قتلی المسلمین بقتلی الکفار، إن كان للمسلمین علامة يعرفون بها یميز بينهم، وإن لم تكن علامة إن كانت الغلبة للمشركين فإنه لا یصلی علی الكل، ولكن یغسلون و یكفنون و یدفنون فی مقابر المشركين اهـ“ عالمگیری: ۱/۱۰۹، مختصراً (۴)۔

(۱) (رد المحتار، کتاب الجهاد، باب المرتد: ۳/۲۲۱، سعید)

(۲) (فتح القدير، کتاب النکاح، فصل فی بیان المحرمات: ۳/۲۳۱، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(و کذا فی رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۴۵، سعید)

(۳) (الفتاویٰ العالمگیریة، الباب الثالث فی بیان المحرمات، القسم السابع المحرمات بالشرك:

۲/۲۸۲، رشیدیہ)

(۴) (الفتاویٰ العالمگیریة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الثاني فی الغسل: ۱/۱۵۹، رشیدیہ)

”أما المرتد فيلقى في حفرة كالكلب اه“ در مختار، ص: ۹۳ (۱)۔

۴..... مرتد کا رشتہ تو باقی رہتا ہے مگر حقوق رشتہ داری منقطع ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ اگر کسی کا کوئی رشتہ دار نعوذ باللہ قادیانی ہو تو اس کا نفقہ واجب نہیں ہوگا:

”و لا نفقة مع الاختلاف ديناً إلا للزوجة والأصول والفروع الذميين اه“ تنوير۔

”قوله: مع الاختلاف ديناً: أى كالكفر والإسلام فلا يجب على أحدهما الإنفاق على

الأخر، وفيه إشعار بأن نفقة السني على الموسر الشيعي كما أشير إليه في التكميل قهستاني،

والمراد الشيعي المفضل، بخلاف الساب القاذف فإنه مرتد يقتل إن ثبت عليه ذلك، فإن لم

يقتل تساهلاً في إقامة الحدود فالظاهر عدم الوجوب؛ لأن مدار نفقة الرحم المحرم على أهلية

الإرث. ولا توارث بين مسلم ومرتد، نعم لو كان يجحد ذلك ولا بينة يعامل بالظاهر وإن اشتهر

حاله بخلافه، والله اعلم“۔ رد المحتار: ۱۵۷/۲ (۲)۔

۵..... اگر تعلقات باقی رکھنے سے ان کی اصلاح اور ہدایت کی توقع ہو تو تعلقات کو برقرار رکھنا

مناسب ہے اور ایسی حالت میں نرمی و تلطف سے ان کے عقائد کی خرابی کو آہستہ آہستہ ان پر ظاہر کرتے رہنا

چاہئے، اگر تعلقات رکھنے سے اپنے اوپر خراب اثر پڑنے کا اندیشہ ہو یا ان کی اصلاح کی توقع نہ ہو یا دوسرے

لوگوں کی بدگمانی کا خطرہ ہو یا ترک تعلق سے ان کی توبہ اور اصلاح کی توقع ہو تو تعلق منقطع کر دیا جائے، یہ چیز

ایسی ہے کہ ہر شخص کے لئے یکساں نہیں بلکہ ماحول کے اختلاف سے مختلف ہوتی رہتی ہے۔ جس صورت میں

اخروی نفع کی توقع ہو اس کو اختیار کرنا چاہئے اور دنیاوی نفع کو اخروی نفع پر ترجیح دینا درست نہیں۔ البتہ اللہ تعالیٰ

اور اس کے رسول کے دشمن سے قلبی محبت رکھنا حرام ہے:

قال الله تبارك و تعالى: ﴿يا أيها الذين امنوا لا تتخذوا عدوى و عدوكم أولياء تلقون

(۱) (الدر المختار، باب صلاة الجنابة: ۲/۲۳۰، سعید)

”وأما المرتد فلا يغسل ولا يكفن، وإنما يلقى في حفرة كالكلب“۔ (البحر الرائق، كتاب

الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته: ۲/۳۳۳، رشیدیہ)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، باب النفقة: ۳/۶۳۱، سعید)

إليهم بالمودة ﴿ الآية -

”روى أنها فى حاطب بن أبى بلتعة رضى الله تعالى عنه حين كتب إلى كفار قريش ينصح لهم، فاطلع الله نبيه على ذلك فدعاه النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فقال: ”أنت كتبت هذا الكتاب“؟ قال: نعم، قال: ”وما حملك على ذلك“؟ قال: أما والله! ما ارتبت فى الله منذ أسلمت، ولكنى كنت امرأً غريباً فى قريش، وكان لى بمكة مال وبنون، فأردت أن أدافع بذلك عنهم، فقال عمر رضى الله تعالى عنه: ائذن لى يا رسول الله! فأضرب عنقه، فقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ”مهلاً يا ابن الخطاب! إنه قد شهد بدرأ، وما يدريك لعل الله قد اطلع على أهل بدر فقال: ﴿اعملوا ما شئتم﴾ فإنى غافر لكم الخ“. أحكام القرآن للجصاص: ۵۳۳/۳، (۱)۔

”وفيه دليل على أن الكبيرة لا تسلب إسم الإيمان الخ“. تفسير مدارك التنزيل:

۱۸۶/۴ (۲)۔ فقط والله سبحانه تعالى اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفا الله عنه، ۶۱/۲/۲۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفر له، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۱/۲۸/صفر ۶۱ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم

قادیانی اور اس کی کتابیں

سوال [۴۷۹]: میں تبلیغی جماعت کا ایک خادم ہوں، ایک سفر میں میری ملاقات ایک قادیانی سے ہوگئی،

میں نے اس سے دریافت کیا کہ علمائے دیوبند تم لوگوں کو کافر کہتے ہیں، اس نے کہا کہ ان لوگوں نے ہماری کتابوں کا مطلب غلط سمجھا، حالانکہ ان حضرات کو ہم سے مطلب معلوم کرنا چاہئے تھا اور کافر نہیں کہنا چاہئے تھا۔ میں نے کہا کہ ان کتابوں کے نام کیا ہیں؟ انہوں نے ان کتابوں کے نام بتائے ”ایک غلطی کا ازالہ، انجام آتھم، حقیقت وحی، ازالۃ الاوہام“۔ سوال یہ ہے کہ یہ کتابیں کیسی ہیں اور اس پر عمل کرنا کیسا ہے، اس شخص کا کہنا درست ہے یا غلط؟ فقط۔

(۱) (أحكام القرآن للجصاص (المتحنة: ۱): ۳/۶۵۱، قديمی)

(۲) تفسير المدارك (المتحنة: ۱): ۲/۶۷۲، قديمی)

الجواب حامداً ومصلحاً:

مرزا غلام احمد قادیانی نے دعوائے نبوت کیا اور ختم نبوت کا انکار کیا ہے، حالانکہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور یہ مسئلہ قرآن پاک اور احادیث مشہورہ اور اجماع سے ثابت ہے (۱)، اس دعویٰ کی وجہ سے مرزا کافر ہے اور جو شخص اس کے اس دعویٰ کی تصدیق کرتا ہے وہ بھی اس کے حکم میں ہے (۲)۔

مرزا کی زندگی میں اس سے مناظرہ کیا گیا اور اس کے ہر غلط دعویٰ کی تردید قرآن پاک اور احادیث کے ذریعہ سے کی گئی اور اس پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا، وہ خود اپنی عبارات اور کتابوں کا کوئی صحیح مطلب نہیں بیان کر سکا تو آج اس کے ماننے والے کس شمار میں ہیں، اگر وہ کوئی ایسا مطلب بیان بھی کریں جس کے خلاف صراحتاً مرزا نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے تو وہ خود ان کا مطلب ہے مرزا کا مطلب نہیں ہوگا۔ اس کی تردید کے لئے ”ہدیۃ المفتري، إكفار الملحدين، دفع الأوهام، عقيدة الإسلام في حياة عيسى عليه السلام، ختم نبوة، عشرة كاملة“ وغیرہ بہت سی کتابیں تصنیف ہو کر عرصہ ہوا شائع ہو چکی ہیں، جن میں ان کی کفریات ایک دو نہیں بلکہ بڑی مقدار میں پوری تفصیل کے ساتھ درج ہیں، اس لئے اس کی کتابوں کا مطالعہ عوام ہرگز نہ

(۱) قال الله تعالى: ﴿ما كان محمد أباً أحد من رجالكم و لكن رسول الله و خاتم النبيين﴾ (الأحزاب: ۴۰)

”عن جابر رضي الله عنه أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”أنا قائد المرسلين و لا فخر، و أنا خاتم النبيين و لا فخر الخ“ (مشكوة المصابيح، باب فضائل سيد المرسلين صلوات الله و سلامه عليه: ۵۱۳/۲، قديمي)

”و أن محمداً عبده المصطفى، و نبيه المجتبي، و رسوله المرتضى، خاتم الأنبياء و إمام الأتقياء“ (العقيدة الطحاوية: ۶، قديمي)

”و لا ينجو من الكفر إلا من أكفر ذلك الملحداً (أى غلام أحمد القادياني) بلا تلثم و تردد“ (مجموعه رسائل الكشميري، إكفار الملحدين: ۱۰، إدارة القرآن)

(۲) ”إذا رأى منكراً معلوماً من الدين بالضرورة، فلم ينكره و لم يكرهه، و رضي به و استحسنته، كان كافراً“ (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف: ۸/۸۶۱، رشيديه)

کریں۔ اہل علم حضرات تردید کے لئے ان کی کتابوں کا مطالعہ کر کے اس کی اور کفریات کو ظاہر کرتے ہیں۔ مرزا غلام احمد نے ایک شعر کہا ہے۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے باپ یوسف کے ساتھ سترہ سال کی عمر تک نجاری (بوہٹی) کا کام سیکھا اور خود ان کی قبر کشمیر میں ہے اور ان کی تین دادیاں اور تین نانیاں زانیہ تھیں حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے (۱) اور زندہ آسمان پر اٹھائے گئے (۲) اور ان کی والدہ اور ان کی نانی کا تذکرہ قرآن شریف میں احترام کے ساتھ کیا گیا (۳) اور فرمایا گیا ہے ﴿وأمه صدیقة﴾ (۴) غرض مرزا غلام احمد قادیانی نے کفریات لکھنے میں کچھ کمی نہیں کی اس لئے وہ تمام علماء کے نزدیک کافر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۸/۸۷ھ۔

الجواب صحیح، بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۸/۸۷ھ۔

قادیانیوں سے تعلق

سوال [۴۸۰]: بد قسمتی سے ہمارے قصبہ کے دو تین شخص مرتد ہو کر مرزائی فرقہ ضالہ میں شریک ہو گئے اور ہندوستان کے دیگر علاقوں کی طرح ہمارے قصبہ میں بھی ابتداء اس فرقہ کے استیصال کی طرف توجہ نہ کی گئی اور مرتدین کے ساتھ خلط ملط اور اکل و شرب وغیرہ کا سلسلہ بدستور جاری رہا، تقریباً دس سال ہوئے مولانا مولوی محمد ایوب صاحب بیگ فاضل دیوبند نے اہل قصبہ کو اس فرقہ کے دجل سے آگاہ کرتے ہوئے اہل قصبہ کو ان سے انقطاع تعلقات کی تلقین فرمائی، بجز اللہ تعالیٰ اس مرد حق کی پند و نصیحت کا اچھا اثر ہوا اور اہل قصبہ نے مرتدین سے

(۱) قال الله تعالى: ﴿قالت أنى يكون لى غلام، ولم يمسنى بشر، ولم أك بغياً، قال كذلك قال ربك هو علي هين﴾ (مریم: ۲۰، ۲۱)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وما قتلوه يقيناً بل رفعه الله﴾ (النساء: ۱۵۷، ۱۵۸)

(۳) قال الله تعالى: ﴿يا أخت هرون ما كان أبوك امرأ سوء وما كانت أمك بغياً﴾ (مریم: ۳۸)

(۴) قال الله تعالى: ﴿وأمه صدیقة﴾ (المائدة: ۷۵)

یہاں تک مقاطعہ کیا کہ قصبہ میں ان کے لئے رہنا دشوار ہو گیا اور کچھ عرصہ کے لئے قصبہ چھوڑ کر مرتدین کے چلے جانے سے قصبہ پاک ہو گیا، عوام ان کے دام تزویر سے بچ گئے اور آج تک قصبہ میں مرتدین کو کسی نے رشتہ وغیرہ نہیں دیا۔

اب کچھ عرصہ سے مرتدین کے رشتہ دار اور دیگر ضعیف الایمان لوگ چھپ چھپ کر مرتدین سے ملتے ہیں اور سوائے تعلقات مناکحت کے جو آشکارا کئے بغیر نہیں ہو سکتے، دیگر ہر قسم کے تعلقات رکھتے ہیں، بظاہر مقاطعہ کئے ہوئے ہیں، چند خدام دین جو یہ چاہتے ہیں کہ یہ دجل و ضلالت کا پودا اس قصبہ میں نشوونما نہ پائے بلکہ ہر ممکن کوشش سے قصبہ کو اس فتنہ سے پاک کیا جائے، عوام کو مرتدین سے مقاطعہ کرنے کی تلقین کرتے ہیں، نہ صرف یہ بلکہ جو لوگ مرتدین سے براہ راست تعلق رکھتے ہیں ان سے بھی مقاطعہ کرنے کو کہتے ہیں۔ براہ نوازش اپنا قیمتی وقت اس کار خیر میں صرف فرما کر تمام مضمون کو بغور ملاحظہ فرمادیں اور مندرجہ ذیل مسائل کا مفصل جواب حوالہ جات کے ساتھ فرما کر عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور ہوں۔

۱..... وہ لوگ جو مرتدین سے تعلقات اکل و شرب اور ہر قسم کے تعلقات رکھتے ہیں آیا وہ بھی مرتد ہو جاتے ہیں یا صرف گنہگار؟ اگر گنہگار ہوتے ہیں تو کس درجہ میں؟ آیا عام فاسق و فاجر یا بے نمازیوں اور ان لوگوں میں کچھ فرق ہے یا سب یکساں گنہگار ہیں؟ ایسے لوگوں سے جو مرتدین سے میل جول اور اکل و شرب وغیرہ تعلقات رکھتے ہیں، قصبہ کے عام مسلمان میل ملاپ رکھیں یا اس غرض سے تعلقات منقطع کر دیں کہ وہ مرتدین سے میل جول چھوڑنے پر مجبور ہو جائیں؟

۲..... وہ لوگ جو مرتدین سے تعلقات اکل و شرب و مناکحت وغیرہ تو نہیں رکھتے، لیکن نشست و برخاست گفت و شنید اور خلط ملط رکھتے ہیں وہ کس درجہ میں گنہگار ہیں، عام گنہگاروں اور ان میں کیا فرق ہے اور ان کے ساتھ قصبہ کے دیگر مسلمان تعلق رکھیں یا نہیں؟

۳..... ایک شخص جس کا داماد مرزائی ہے، برادری کے انقطاع تعلقات کی وجہ سے متعدد بار توبہ کر چکا ہے اور قسم کھا چکا ہے کہ میں اپنی بیٹی اور داماد سے آئندہ کوئی تعلق نہ رکھوں گا، لیکن ہر توبہ کے بعد یہ ہوتا ہے کہ داماد اور بیٹی کے پاس آتا جاتا ہے اور ان سے ہر قسم کے تعلقات رکھتا ہے، ایسے شخص کی توبہ پر کب تک اعتماد کیا جائے؟

۴..... ایک لڑکی جس کا خاوند مرتد ہو گیا وہ برادری کے شور و غوغا کی وجہ سے اپنے والد اور تایا سے کہتی ہے کہ اگر میرے نان و نفقہ کا انتظام کر دو تو میں اپنے خاوند کو جو مرتد ہونے کی وجہ سے خاوند بھی شرعاً نہیں رہا چھوڑ دوں گی لیکن اس کا باپ اور تایا باوجود قدرت رکھنے کے اس کے نان و نفقہ کی کفالت سے انکار کرتے ہیں، یہ دونوں کس درجہ کے گنہگار ہیں اور ان سے قصبہ کے عام مسلمان تعلقات رکھیں یا منقطع کر دیں اور اگر رکھیں تو کس قسم کے تعلقات رکھ سکتے ہیں؟

احقر یار محمد عفی عنہ۔

برائے نوازش بغور مطالعہ فرمانے کے بعد تمام سوالات کا مفصل جواب علیحدہ علیحدہ تحریر فرمادیں، قرآن و حدیث کا حوالہ حتی الامکان دیا جائے۔
مسلم جنرل ٹریڈنگ کمپنی پوسٹ نمبر اکراچی۔

الجواب حامداً و مصلياً:

قال الله تعالى: ﴿و لا تتركوا إلى الذين ظلموا فتمسكم النار﴾ الآية. والركون إلى الشيء هو السكون إليه بالأنس والمحبة، فاقضى ذلك النهي عن مجالسة الظالمين و مؤانستهم والإنصات إليهم وهو مثل قوله تعالى: ﴿فلا تقعد بعد الذكري مع القوم الظالمين﴾ اهـ.
أحكام القرآن: ۲۰۵/۳ (۱)۔

وقال تعالى: ﴿يا أيها الذين امنوا لا تتخذوا الذين اتخذوا دينكم هزواً ولعباً﴾ (۲).
وقال تعالى: ﴿فأعرض عمن تولى عن ذكرنا ولم يرد إلا الحياة الدنيا، ذلك مبلغهم من العلم، إن ربك هو أعلم بمن ضل عن سبيله وهو أعلم بمن اهتدى﴾ (۳)۔

مرزائی لوگ بفتویٰ علمائے حق کافر و مرتد ہیں، ان کے ساتھ رشتہ مناکحت قطعاً ناجائز ہے (۴) اور ایسا

(۱) (أحكام القرآن للجصاص، (هود: ۱۱۳): ۲۲۳/۳، قدیمی)

(۲) (المائدة: ۵۷)

(۳) (النجم: ۲۹، ۳۰)

(۴) ”(ولا) يصلح (أن ينكح مرتد أو مرتدة أحداً) من الناس مطلقاً“. (الدر المختار، باب نكاح الكافر:

۲۰۰/۳، سعید)

”ولا ينكح مرتد أو مرتدة أحداً“. (كنز الدقائق، باب نكاح الكافر، ص: ۱۱۰، رشیدیہ)

(و كذا في الاختيار، كتاب النكاح: ۱۲۶/۳، دار الكتب العلمية، بيروت)

نکاح منعقد نہیں ہوتا بلکہ وہ زنا کے حکم میں ہے، جتنے لوگ ایسے نکاح میں شریک ہوں یا باوجود قدرت کے ایسے نکاح کو نہ روکیں وہ سب حسب حیثیت گنہگار ہوں گے (۱)۔

مرتد کے ساتھ اکل و شرب و مجالست وغیرہ بھی ناجائز ہے قلبی محبت بھی قطعاً ممنوع ہے (۲) جو مسلم عورت کسی مرزائی کے نکاح میں ہے تمام اہل قدرت پر حسب قدرت اس کو چھڑانا واجب ہے خاص کر جب کہ وہ خود بھی اس سے علیحدہ ہونے کی خواہشمند ہو، جو شخص جس قدر صاحب اختیار ہے اور اس کے چھڑانے میں کوتاہی کرے اسی قدر وہ گنہگار ہے۔ اگر کوئی مرتد صدق دل سے توبہ کرے اور تجدید ایمان کرے تو اس کی توبہ قبول ہو جائے گی (۳) اگر ترک تعلقات کے ذریعہ سے اس کی توقع ہے کہ کوئی مسلمان کسی مرزائی سے تعلق نہیں رکھے گا تو ضرور ایسے شخص سے ترک تعلق کر دیا جائے۔ اگر یہ خیال ہے کہ نرمی سے سمجھانے اور اخلاق کے ساتھ پیش آنے پر اپنی حرکت سے باز آ جائے گا اور ترک تعلق سے اس کی ضد اور زیادہ ہوگی تو اس سے نرمی کا معاملہ کیا جائے۔

الغرض مرتد خدا کے دشمن ہیں ان سے جس قدر کوئی محبت کا تعلق رکھے گا اسی قدر وہ خدا کی رحمت سے دور ہوگا۔ ”المرء مع من أحب“ (۴) کے ماتحت اسی جماعت میں اس کا حشر ہوگا، اور دنیا و آخرت میں خدا کے دشمنوں کا شریک و رفیق سمجھا جائے گا اور یہ گناہ ان گناہوں سے بڑھ کر ہے جن کا تعلق محض اپنے نفس سے ہے کیونکہ ایسا شخص خدائی باغیوں کا ہم پلہ ہے والعیاذ باللہ۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۸/۶۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

(۱) ”ما من قوم يعمل فيهم بالمعاصي ثم يقدرن على أن يغيروا، ثم لا يغيرون إلا يوشك أن يعمهم الله

بعقاب“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، باب الأمر بالمعروف : ۲/۴۳۶، ۴۳۷، قدیمی)

(۲) قال الله تعالى: ﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ﴾ (المجادلة: ۲۲)

(۳) ”وكل مسلم ارتد فتوبته مقبولة“۔ (الدر المختار، باب المرتد : ۳/۲۳۱، سعید)

(۴) (فيض القدير: ۱۲/۶۱۱۳، ۶۱۱۴، رقم الحديث: ۹۱۹۰، ۹۱۹۱، مكتبة نزار مصطفى الباز)

(ومشکوٰۃ المصابیح، ص: ۲۲۶، باب الحب في الله، الفصل الأول، قدیمی)

(وجامع الترمذی: ۲/۶۴، أبواب الزهد، باب المرء مع من أحب، سعید)

قادیانی کا مسجد میں نماز کے لئے آنا

سوال [۲۸۱]: قادیانی مذہب کے اشخاص بروقت ہونے جماعت مسجد سنت والجماعت علیحدہ کھڑے ہو کر نماز خود ادا کرتے ہیں اور وضو بھی آفتابہ مسجد و پانی مسجد سے کرتے ہیں، بوجہ فتویٰ کفر ہونے کے قادیانی فرقہ کے لوگ نماز مسجد سنت والجماعت میں ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور ادا کر سکتے ہیں تو اہل سنت والجماعت پر تو کوئی مؤاخذہ نہیں ہے؟

ریاض الحق کلیانوی از تھانہ بھون

الجواب هو الموفق للصواب:

قادیانی جب مسلمان نہیں تو ان کی نماز نہیں، ان کو مسجد میں آ کر نماز ادا کرنے سے روک دینا چاہئے

اگر اندیشہ فساد نہ ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، ۲۳/۳/۵۳ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ، ۲۶/ربیع الاول/۵۳ھ۔

بیمار قادیانی کی تیمارداری

سوال [۲۸۲]: مرزائی مفلوج الجسم اور مفلس، تنگ دست رشتہ دار کی خدمت جسمانی یا امداد مالی مثلاً ماموں ہے، کرنا اور کوئی اس کا رشتہ دار خدمت کرنے والا نہ ہو، محض مخلوق خدا کا فر اور پلید سمجھ کر جیسے کتے وغیرہ کی خدمت ہے جائز ہے یا نہیں؟ سائل: صوفی علی محمد مسجد نور جالندھر شہر، ۳۱/مارچ/۴۵ء۔

الجواب حامداً و مصلياً:

مرزائی صرف کافر ہی نہیں بلکہ مرتد ہیں، جو معاملہ دیگر کفار کے ساتھ کیا جاتا ہے، مرتد کے ساتھ شرعاً نہیں کیا جاتا اس لئے مرتد کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں چاہئے، البتہ اگر یہ توقع ہو کہ وہ خوش اخلاقی اور تیمارداری سے متاثر ہو کر ارتداد سے تائب ہو جائے گا اور اسلام قبول کر لے گا تو پھر یہ تیمارداری مستقل تبلیغ کا حکم رکھتی ہے، بشرطیکہ نیت یہی ہو (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

(۱) "قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إنما الأعمال بالنيات وإنما لامرئ ما نوى". (صحیح

البخاری، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ۲/۱، قديمی)

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/ربیع الثانی ۱۳۴۲ھ۔
صحیح عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

قادیانیوں کا مرتب کردہ قاعدہ ”یسرنا القرآن“

سوال [۴۸۳]: قاعدہ ”یسرنا القرآن“ جو قادیانیوں کا بنایا ہوا ہے جس میں کوئی عقیدہ قادیانی کی بات نہیں کہ جس سے فساد عقیدہ اور فساد عمل شرعی ہوتا ہو، بلکہ اس کی ترکیب و ترتیب اور ہدایات بابت طریقہ تعلیم ایسی ہے جس کے باعث بچہ بسہولت پانچ چھ ماہ میں بلکہ اس سے کم مدت میں ناظرہ ختم کر لیتا ہے، چنانچہ راقم کا خود تجربہ ہے کہ بہت سے بچوں کو تین تین چار چار ماہ میں ختم کرایا ہوں۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اس قاعدہ کا پڑھنا جائز ہے، اور کیا کفار کی بنائی ہوئی چیز کو اس کے کمال اور کسی خوبی اور عمدگی کی وجہ سے عمدہ اور اچھا کہنا جائز ہے یا نہیں مثلاً یوں کہنا کہ مٹھرا کا پیڑ اور بھگوان پور کا پیڑ بہت اچھا ہے اس لئے کہ اچھا مشہور ہے تو اچھا کہنا کیسا ہے کیونکہ اس کے بنانے والے کافر ہیں یا یوں کہنا کہ امریکن لائین یا جرمنی کوئی چیز اچھی ہے تو اس کو اچھا کہنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً :

امریکن لائین اور قاعدہ یسرنا القرآن میں بہت فرق ہے، اول خالص دنیاوی چیز ہے اور ثانی تعلیم قرآن اور دینیات کی ابتداء و اجراء ہے، اول کی تعریف سے کفار کے دین کی تعریف نہیں ہوتی ہے اور ثانی کی تعریف سے دل میں یہ بات بیٹھ جاتی ہے کہ جن لوگوں نے بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے اتنا بہترین انتظام کیا ہے جس سے بچہ بہت جلد ناظرہ رواں اور حفظ پڑھنے پر قادر ہو جاتا ہے اور اس کا وقت ضائع ہونے سے محفوظ رہتا ہے، وقت جیسی قیمتی چیز کی حفاظت کرنا اور اس کو ضائع ہونے سے بچانا یہ لوگ خوب جانتے ہیں، لامحالہ دینی اصول و فروع میں بھی یہ لوگ ماہر ہونگے اور ان کا طریقہ تعلیم بہت اچھا ہے، لہذا ان کو اپنے مدارس میں ملازم رکھنا چاہئے یا ان کے مدارس میں اپنے بچوں کو داخل کرنا چاہئے۔

علیٰ ہذا القیاس بچہ جو کہ عقائد قادیانی سے بالکل بے خبر ہے جب وہ ان کا بنایا ہوا قاعدہ پڑھے گا پھر آئندہ وہ دوسرے قواعد یا کتب میں وہ سہولت نہ پائے گا اور بعد میں معلوم کرے گا کہ وہ پہلا قاعدہ قادیانی کا

تصنيف کرده ہے تو لامحالہ اس کی طبیعت میں قادیانی کی نہ صرف تعریف بلکہ قدر پیدا ہوگی اور یہ خواہش کرے گا کہ میں ان کی دوسری تصانیف بھی پڑھوں، وہ بھی اسی طرح سہل اور دل نشین طریق پر ہوگی اور ان کی کتابیں پڑھنے سے جو نتیجہ ہوگا وہ ظاہر ہے۔

پھر اگر خراب نتیجے سے والدین منع بھی کریں اور قادیانی کی بُرائی بھی سمجھادیں تب بھی بچہ کہے گا کہ یہ کسی عداوت نفسانی کی وجہ سے منع کر رہے ہیں ورنہ واقعتاً اگر قادیانی خراب ہوتا تو اس کا بنایا ہوا قاعدہ کیوں پڑھاتے؟ اور جب اس قاعدے سے اس قدر نفع ہوا جس کا میں تجربہ کر چکا ہوں اور اس کی تعریف اپنے ابتدائی استاذ صاحب قاری خدا بخش سے سن چکا ہوں تو لامحالہ دوسری کتابیں بھی ایسی ہی ہوں گی، تلبیس کی بنا پر روحانی اور معنوی غیر محسوس طریقہ پر جو اثر پڑتا ہے وہ غلط ہے، اس لئے اہل تقویٰ کفار کی دوکانوں سے اشیاء خریدنے سے احتراز کرتے ہیں اور اہل اسلام کی دوکانوں سے خریدتے ہیں (۱)۔

پھر جب آپ اس قاعدہ ”یسرنا القرآن“ کو رواج دے کر سب جگہ شائع کر دیں گے تو اس سے قادیانیت کی بہت بڑی تبلیغ ہوگی اس لئے کہ یہ قاعدہ رجسٹرڈ ہے، کوئی دوسرا اس کو نہیں چھپوا سکتا اور لامحالہ قادیانیوں سے خریدنا ہوگا اور وہ روپیہ مبلغین کو دیا جائے گا کہ اہل اسلام کی تردید کر کے قادیانی مذہب کو پھیلا یا جائے اور مسلمانوں سے مجمع عام میں مناظرہ کیا جائے اور اہل اسلام کے خلاف کتابیں چھپوا کر شائع کی جائیں۔ نیز بغدادی قاعدہ اور نوآرانی قاعدہ جن کو مخلص دینداروں نے تصنیف کیا ہے، وہ بیکار اور موقوف ہو جائیں گے۔ آج آپ کو یہ قاعدہ پسند آیا اس کے نتائج یہ ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

(۱) ”عن عامر قال: سمعت النعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول: سمعت رسول اللہ یقول:

”الحلال بَیِّنٌ والحرام بَیِّنٌ و بینہما مشتبہات، لا یعلمہا کثیر من الناس فمن اتقى المشبہات استبرأ

لدينه و عرضه“۔ (الصحيح للبخاری: ۱۳/۱، کتاب الإیمان، باب فضل من استبرأ لدينه، قديمی)

قال الملا علی القاری: ”و فی شرح السنة: هذا الحديث أصل فی الورع، وهو أن ما اشبهه أمره

فی التحليل والتحریم، و لا يعرف له أصل متقدم، فالورع أن یترکہ و یجتنبہ، فإنه إذا لم یترکہ و استمر علیہ

و اعتاده جر ذلك إلى الوقوع فی الحرام و یدخل فی هذا الباب معاملة من فی ماله شبهة أو

خالطه ربا، فالأولى أن یحترز عنها و یترکها عن ابن شهاب قال: ”كنت ليلة مع سفیان الثوری،

فرأى ناراً من بعيد فقال: ما هذا؟ فقلت: نار صاحب الشرطة، فقال: اذهب بنا فی طریق آخر؛ لأنه =

مرزا کے قول کا حوالہ

سوال [۴۸۴]: ایک دفعہ جناب والا نے قادیانی ملعون کا تذکرہ فرماتے ہوئے اس کا ایک الہام ذکر فرمایا تھا کہ ”آج رات خدا نے میرے سے قوت رجولیت کا اظہار کیا (ہمبستری کی) جس کے نتیجہ میں مجھے حمل قرار پا گیا“ یہ الہام کس کتاب میں ہے؟ جناب والا کو یاد ہو تو تحریر فرمادیں۔
الجواب حامداً ومصلياً:

صفحہ تو محفوظ نہیں لیکن مرزا کی کتابوں سے عشرہ کاملہ میں بھی نقل کیا ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۱۱/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۶/۱۱/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۶/۱۱/۸۵ھ۔



= يستضيء بنارهم. قلت: و ما أنسب قوله تعالى: ﴿و لا تركنوا إلى الذين ظلموا فتمسكم النار﴾. (مرقاة المفاتيح، كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال، رقم الحديث: ۲۷۲، ۲۷۳، ۱۵/۶، رشیدیہ)
(۱) عشرہ کاملہ فی إبطال الفتنة المرزائیہ. مصنف: مولانا یعقوب صاحب پٹیلوی رحمۃ اللہ علیہ، ص: ۳۱، ۳۲ میں ہے:
”خدا کی بیوی اور اس کے لوازمات۔ الہامات ذیل پر غور کریں:

(الف) مرزا کا حیض اور بچہ۔ یریدون أن یروا طمشک. اس الہام کی تشریح مرزا صاحب یوں بیان کرتے ہیں: ”بابو الہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی پلیدی اور ناپاکی پر اطلاع پائے، مگر اللہ تعالیٰ تجھے اپنے انعامات دکھلائے گا، جو متواتر ہوں گیا اور تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ بچہ ہو گیا ہے جو بمنزلہ اطفال اللہ کے ہے۔ (تتمة حقیقت الوحی، ص: ۱۴۳)
(ب) اللہ تعالیٰ کا نطفہ۔ أنت من ماء وهم من فتل: یعنی اے مرزا تو ہمارے پانی (نطفہ) سے ہے اور دوسرے لوگ خشکی سے (اربعین: ۳/۳۴)

(ج) اللہ تعالیٰ سے ہمبستری (نعوذ باللہ): زنا شوقی کے فعل کا وقوع۔ مرزا صاحب! کے ایک خاص مرید یا محمد صاحب بی۔ او۔ ایل۔ پلیڈر اپنے سٹریکٹ نمبر: ۳۴، موسوم بہ اسلامی قربانی مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر میں لکھتے ہیں کہ ”جیسا کہ حضرت مسیح موعود (مرزا) نے ایک موقع پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی ہے کہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی کہ گویا آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت (مردانہ) طاقت کا اظہار فرمایا، سمجھنے والے کے لئے اشارہ کافی ہے“۔ (اسلامی قربانی)

(د) استقرار حمل: مرزا صاحب کشتی نوح کے، ص: ۴ پر لکھتے ہیں کہ ”مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفع کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور کئی ماہ بعد جو دس ماہ سے زیادہ نہیں بذریعہ الہام مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا“۔
(عشرہ کاملہ، مطبوعہ مطبعہ اسلامیہ، لاہور، ماہ ذی الحجہ/۱۳۴۲ھ)

ما يتعلق بالشيوعية والاشتراكية

(کمیونزم و سوشلزم)

کمیونزم

سوال [۲۸۵]: ہم لوگ کمیونسٹ پارٹی ہیں، جو چین اور روس میں ہے اور جس کا موجد ”لینن“ اور ”مارکس“ ہیں اس کے موجدین کے کیا کیا اصول و ضوابط ہیں؟ کس مذہب کے ماننے والے ہیں؟ اس پارٹی میں قرآنی حکم اور حدیث کی عظمت یا وقار باقی رہ سکتی ہے یا نہیں؟ اور ہم مسلمانوں کو کمیونسٹ پارٹی کو تسلیم کر کے اس میں شرکت جائز ہے یا نہیں؟ غرض اس کے متعلق اسلامی نقطہ نظر سے اس میں فتویٰ عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلياً :

کمیونزم کی بنیاد ہی اس پر ہے کہ انسان کو مذہب سے لڑایا جائے، چنانچہ ”واٹ کمیونزم از دیب“ میں ہے ص: ۸۱۲ کہ ”کمیونزم کا ممبر اس شخص کے علاوہ کوئی نہیں بن سکتا جو صدق دل سے صاف صاف اس کا اعلان نہ کرے کہ وہ دہریہ ہے یعنی منکر خدا ہے۔“

”اینجلز“ لکھتا ہے کہ:

”ہماری پارٹی طبقہ وار شعور رکھتی ہے اور مزدوروں کی آزادی کے لئے جدوجہد

کرتی ہے، ایسی پارٹی مذہبی اعتقادات سے پیدا کردہ جہالت سے غفلت نہیں برت سکتی

ہیں، ہمارا بنیادی مقصد ہے کہ مذہبی فریب خوردگی کو دور کیا جائے۔“ (اینجلز، ص: ۱۵)

مارکس نے مذہب کے انفرادی معاملہ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ:

”ہمیں قدم آگے بڑھا کر انسانیت کو مذہب کے اقتدار سے آزاد کرنا ہے،

مذہب پر تنقید علم تنقید کا مبداء ہے۔“ (مارکس سوشلزم، ص: ۱۹۲)

”مذہب عوام کے حق میں ایفون کا اثر رکھتا ہے“ (بحوالہ سابق) ”مذہب آواز

قدیم کی نظامی غلامی کی بازگشت ہے۔“ (کمیونسٹ مینوفیسٹو کی تشریح، دفعہ نمبر: ۵۵، از

ریزیوف) بحوالہ الحق، ص: ۹، ۱۰، جمادی الاولیٰ/ ۸۹ھ۔

کیونزم پر بحث کرتے ہوئے: ”حکم الإسلام فی الاشتراكية“ کے مصنف لکھتے ہیں:

”إن العقيدة الأنسانية للنظام الاشتراكي هي العقيدة المادية التي تقول:

إن المادة هي أصل الأشياء، ولا شيء لغير المادة، وهذا يعني إنكار وجود الخالق

العظيم سبحانه وتعالى، وبالتالي إنكار كل دين سماوي واعتبارها الإيمان بذلك

أفئونا يخدر الشعوب كما يعتقد بذلك الماركسيون والشيوعيون وأمثالهم“ (۱)۔

یعنی کیونزم کی بنیاد یہی عقیدہ مادیہ ہے جو کہتا ہے کہ مادہ ہی اصل چیز ہے اور مادہ کے علاوہ کوئی چیز نہیں

اور یہ یعنی باری تعالیٰ کا انکار اور انجام کار ہر دین سماوی کا انکار اور ایمان کے حق میں نشہ آور افیون سمجھنا ہے جیسا

کہ مارکس اور ٹیٹو کے ماننے والے سمجھتے ہیں (حکم الإسلام فی الاشتراكية ص: ۱۱۹)۔ اور کیونزم بھی

ایک تحریک ہی نہیں بلکہ ایک جدید مذہب ہے جس کے بانی ”مارکس“ و ”لینن“ وغیرہ یہودی تھے، چنانچہ علامہ

طنطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے۔

ان مختصر جوابات سے آپ نے اندازہ لگالیا ہوگا کہ کیونزم صرف ایک معاشی تحریک نہیں، بلکہ ایک

جدید مذہب ہے جو تمام ادیان سابقہ اور الہی تعلیمات اور اخلاقی اقدار اور دین حق یعنی ذات خداوندی کے

خلاف ہے اور کامریڈوں کی درندگی کی راہ میں سے ہر رکاوٹ کو دور کرنا اس دین جدید یا دین یہود کا مسلک و

مقصد ہے۔ دین سوشلزم جو دشمن انسانیت ہے، اس کے بانی شیون ہار، مارکس، ولینن جو یہودی تھے اور جن کا

قول تھا کہ ”ہم نے بے زبان حیوانات پر تو سواری کی اب ہم نے اس زمانے میں انسانوں کو سواری بنا دیا جن کو

جانوروں کی طرح استعمال کریں گے“۔ (جواہر: ۲/۱۲۸، بحوالہ الحق)

یہ کیونزم کا اجمالی خاکہ ہے جس سے بخوبی واضح ہو گیا کہ اعتقاد کے اعتبار سے بھی وہ صراحتاً اسلام

کے خلاف ہے، سیاسی حیثیت سے اس میں شرکت وقتی طوراً اگر مفید بھی نظر آتی ہو پھر بھی دینی حیثیت سے اس کا

ضرر واضح ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

(۱) (حکم الإسلام فی الاشتراكية، اختلاف العقائد بین الإسلام والاشتراكية، ص: ۱۱۹، المكتبة

کمیونزم کیسی جماعت ہے؟

سوال [۲۸۶]: ہندوستان میں کمیونزم جماعت آپ کے اسلامی نقطہ نظر سے کیسی جماعت ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ابتداءً تو اس کی خدا اور دین سے بغاوت پر ہے مگر اس کے اصول میں ترمیم بھی ہوتی رہتی ہے، اگر کوئی شخص اصول اسلام کا پابند رہ کر اس میں شرکت کرے تو اس کو اسلام سے خارج نہیں قرار دیا جائے گا، جماعت کے تمام افراد پر ایک حکم نہیں لگایا جائے گا اور اس جماعت کو اسلامی جماعت بھی نہیں کہا جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۴/۹۰ھ۔

کانگریس اور کمیونزم کی تفصیل

سوال [۲۸۷]: زید ایک مسلمان معتقد خدا اور رسول اور پابند صوم و صلوة ہے، لیکن وہ سیاسی حیثیت

سے کمیونسٹ پارٹی کو پسند کرتا ہے، اس کا ممبر اور اس پارٹی کو ووٹ دینا چاہتا ہے، ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ زید گنہگار ہے کیونکہ کمیونزم کا اصل الاصول انکار خدا و مذہب ہے۔ کیا مولوی صاحب مذکور کا فتویٰ صحیح ہے؟

۲..... عمر ایک عالم دین ہے موجودہ دور میں فرقہ پرستی کی بلائے عظیم کا مشاہدہ کر کے اور کانگریسی

حکومت کو جن سنگھ سے مغلوب و بے حس سمجھ کر اور کانگریس کی اصلاح سے مایوس ہو کر کہتا ہے کہ کمیونسٹ پارٹی

میں شامل ہو کر فرقہ پرستی کو ختم کرنا چاہئے اور شرعی نقطہ نظر سے کمیونسٹ پارٹی میں شامل ہو جانا چاہئے، کیونکہ

گاندھی کے گاندھی ازم کے باوجود سیاسی حد تک علماء کرام کانگریس میں شامل ہوئے۔ کیا عمر کا خیال صحیح ہے؟

۳..... بکر بھی ایک عالم دین ہے اس کا کہنا ہے کہ کانگریس کے اصول میں گاندھی جی کے فلسفہ کو لازم

نہیں قرار دیا گیا ہے اور اسی طرح خدا پرستی یا دہریت کو بھی لازم نہیں کیا گیا ہے لیکن کمیونسٹ پارٹی میں انکار خدا و

مذہب کو لازم ٹھہرایا گیا ہے، کیونکہ کمیونزم کا اصل الاصول انکار خدا و مذہب ہے اس لئے کمیونسٹ پارٹی میں شامل

ہونا ناجائز و حرام ہے اور کانگریس میں شامل ہونا جائز و مباح ہے۔ کیا بکر کا یہ خیال صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱..... کیونکہ بنیاد خدا اور مذہب کے انکار پر ہے، اعتقاداً اس کے مسلک کو تسلیم کرنا دین اسلام سے خروج کے مرادف ہے، مگر بعض مسلمان جن کو اس حقیقت اور بنیاد کی خبر بھی نہیں وہ محض ایک سیاسی پارٹی کی حیثیت سے شریک ہو جاتے ہیں، ان کو اصل حقیقت سے باخبر کر کے روکنا بہت ضروری ہے ورنہ انجام کار ممکن ہے کہ رفتہ رفتہ اعتقاداً بھی وہ اس مسلک کو اختیار کر لیں جیسا کہ عامۃً ہر شخص پارٹی کے اثرات سے متاثر ہو ہی جاتا ہے الا نادراً اور جو شخص صوم و صلوة کا پابند پکا مسلمان ہے اس کی شرکت سے دوسروں پر نہایت خطرناک اثر پڑتا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ اگر پارٹی میں خرابی ہوتی تو فلاں پکا دیندار آدمی اس میں کیوں شریک ہوتا اس لئے پوری کوشش کر کے روکا جائے مگر کفر کا فتویٰ لگانے میں جلدی نہ کی جائے کہ اس میں انتہائی احتیاط ضروری ہے (۱)۔

۲..... گاندھی اور نہرو مذہبی نقطہ نظر سے جو بھی حیثیت رکھتے ہوں مگر کانگریس کی بنیاد خدا اور مذہب کے انکار پر نہیں، اس وجہ سے کہ اس میں شریک ہونے والے ہر مکتب فکر کے لوگ ہیں، وہ بھی ہیں جو خدا کے منکر ہے وہ بھی ہیں جو خدا کو تسلیم کرتے ہیں۔ اشخاص کے اثرات سے کچھ لوگ متاثر ہوئے ان کے تاثر کو دیکھ کر ایک طبقہ بالکل کانگریس سے علیحدہ رہا، کچھ لوگ اتنے پختہ تھے کہ شرکت کے باوجود متاثر نہیں ہوئے انہوں نے متاثر ہونے والے کے تاثر کو خود ان کی کمزوری قرار دیا کہ علیحدہ رہ کر بھی کچھ پختہ نہیں تھے، اس لئے کیونکہ کو کانگریس پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔

۳..... یہ تفریق و تقسیم اصولاً صحیح ہے مگر اتنا اضافہ ضروری ہے کہ ضروریات دین کی تعلیم کو مقدم کرنا اور دینی استحکام کا انتظام کرنا ضروری ہے تب شرکت کی اجازت دی جائے، ورنہ اکثریت کے ساتھ مل کر بالکل ان کے افکار و خیالات منضم ہو جائیں گے جس کی نظیریں کچھ کم نہیں۔ واللہ یہدی من یشاء إلی صراط مستقیم۔

(۱) "وإعلم أنه لا يفتي بكفر مسلم أمكن حمل كلامه على محمل حسن أو كان في كفره خلاف ولو كان ذلك (رواية ضعيفة) كما حوره في البحر وعزاه في الأشباه إلى الصغرى".

"وفى الدرر وغيرها: إذا كان في المسألة وجوه: توجب الكفر وواحد يمنع، فعلى المفتي

الميل لما يمنع". (الدر المختار: ۲۲۹/۴، ۲۳۰، باب المرتد، سعيد)

الجواب: نمبر ۲ نوٹ: سائل کو جواب ارسال کیا گیا پہلے جواب کی نوعیت مشورہ کی ہے، اسلام کے بنیادی اصول تو جیسے بذریعہ وحی نازل کئے گئے تھے ویسے ہی بدستور قائم ہیں اور ہمیشہ قائم رہیں گے ان میں ترمیم کا کسی کو حق نہیں جو شخص ان میں ترمیم کرے گا وہ خود ہی اسلام سے بعید ہو جائے گا۔ دوسری پارٹیوں کے اصول خود ان کے ذہن کی پیداوار ہیں، ان میں آئے دن ترمیم ہوتی رہتی ہے جیسا کہ مشاہدہ ہے۔ کانگریس اور کمیونسٹ کے موجودہ اصول جن پر ایمان لانا ضروری ہے اور فارم کے دفعات کی تفصیل جن پر پابندی سے عمل کرنا ضروری ہے ہمارے پاس ارسال کیجئے ان سب کو بغور دیکھ کر جواب تحریر کیا جائے گا کہ ان کے تسلیم کرنے سے اسلام روکتا ہے یا نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۸/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۸/۸۸ھ۔

کمیونزم اور سوشلزم

سوال [۲۸۸]: ۱..... کمیونزم اور اس کی دوسری شاخ سوشلزم کفر ہے یا نہیں؟

۲..... سوشلزم جو کہ ایک یہودی کا خود ساختہ عزم ہے، ایک مستقل ضابطہ جماعت ہے یا محض اقتصادی

نظام ہے؟

۳..... کمیونزم اور سوشلزم پسند جماعتوں سے اشتراک کرنا کیسا ہے؟

۴..... کمیونزم اور سوشلزم پسند جماعتوں سے اگر چند علماء اشتراک و تعاون کریں اور تقریری و تحریری طور

پر ان کی حمایت کریں تو وہ علماء شرعاً کس حکم میں ہیں اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً:

کمیونزم کی جب ابتداء ہوئی اس کا حال جو کچھ تھا (خدا اور مذہب سے بغاوت) وہ حال بعد میں باقی

نہیں رہا، دفعوں میں رفتہ رفتہ ترمیم کی گئی حتیٰ کہ مذہب کے اعتبار سے بالکل پابندی ہٹا کر ہر ایک کو عام آزادی

دیدگی گئی کہ ہر مذہب کا آدمی اپنے دینی نظریات کو برقرار رکھتے ہوئے اس میں شرکت کر سکتا ہے، اس لئے

کمیونزم اور سوشلزم کے موجودہ نظریات جن کی پابندی لازم ہے ان کی تشریح اور تفصیل معلوم ہونی ضروری ہے،

اس کے جو اصول اسلام سے ٹکرائیں گے ان کو تسلیم کرنے کی اجازت نہیں ہوگی، اگر اسلام کے بنیادی عقائد پر

ضرب لگے گی تو اسلام کا باقی رہنا مشکل ہو جائے گا، اگر بنیادی عقائد برقرار رہیں گے تو اسلام باقی رہے گا، پھر جو امور شرعاً ناجائز ہوں گے شرعاً ان کی اعانت ناجائز ہوگی۔

کفر کا فتویٰ بغیر پوری تفصیل معلوم ہوئے دینا دشوار ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

اسلامی سوشلزم

سوال [۲۸۹]: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

زید ایک ایسی جماعت سے تعلق رکھتا ہے جو کہ اسلامی سوشلزم یعنی اسلامی مساوات چاہتا ہے، مساوات سے مراد یہ ہے کہ غریب انسان اور عوام کو روٹی وغیرہ اور اپنا اپنا حق اسلام کی روشنی میں ملے، اور جماعت کا ہر فرد اور زید بھی خدا، رسول، یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، نماز، روزہ، زکوٰۃ ادا کرتا ہے، علماء کرام میں سے کچھ علماء دین نے اسلامی سوشلزم یعنی اسلامی مساوات کو اسلام کی روشنی میں چاہنے والوں کو کافر، مرتد قرار دیا ہے، کچھ علماء دین نے اسلامی سوشلزم یعنی اسلامی مساوات کو جائز قرار دیا ہے اور کچھ علماء دین نے اس اسلامی مساوات کی مخالفت کی ہے۔ ان دونوں علماء دین میں سے کون حق پر ہیں، میں کس کی بات تسلیم کروں؟ ان دونوں علماء دین کی باتوں سے میرا ایمان کمزور ہو گیا ہے۔ برائے کرم صحیح بات کی وضاحت فرما کر میرے ایمان کو تقویت بخشیں، میں کس کی بات پر عمل کروں؟

منظر علی۔ گجرانوالہ

الجواب حامداً و مصلياً:

کسی مسلم فرد یا مسلم جماعت کو کافر یا مرتد قرار دینا بڑی ذمہ داری کی بات ہے، جب تک نصوص قطعیہ سے اس کا کفر ثابت نہ ہو اس پر اقدام نہیں کیا جاسکتا (۱) بلا قطعی دلائل کے اگر ایسا کیا جائے تو اندیشہ قوی ہے کہ یہ

(۱) "قد ذكروا أن المسئلة المتعلقة بالكفر إذا كان لها تسع وتسعون احتمالاً للكفر واحتمال واحد في نفيه، فالأولى للمفتي والقاضي أن يعمل بالاحتمال النافي". (شرح الفقه الأكبر للملا علي القاري، ص: ۱۶۲، قدیمی)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریة، کتاب السیر، الباب التاسع فی أحكام المرتدین: ۲/۲۸۳، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب السیر، باب أحكام المرتدین: ۵/۲۱۰، رشیدیہ)

کفر اقدام کرنے والے پر عود کر آئے (۱)۔

جو علماء حدود شرع سے واقف ہیں اور کفر و اسلام کی سرحد کو پہچانتے ہیں وہ کبھی ایسا اقدام نہیں کریں گے، اگر کسی غلط بیانی سے یا فریب دے کر ان سے کوئی تحریر حاصل کر لی جائے اور اس طرح تحریر پر دستخط لے لئے جائیں اور پھر تشہیر کر دی جائے کہ کفر کا فتویٰ فلاں عالم یا فلاں فلاں علماء نے دیدیا ہے تو یہ نہایت مکروہ، اور مذموم طریقہ ہے۔

آپ نے دریافت کیا ہے کہ ان دونوں علماء دین میں سے کون حق پر ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ دونوں علماء دین کی وہ مکمل تحریرات یہاں بھیجیں ان کو دیکھ کر معلوم ہو سکے گا کہ کس کے دلائل کس درجہ کے ہیں؟ اس قسم کے شدید اختلافات میں یقیناً عوام کا ایمان کمزور ہو جاتا ہے اور یہ ان کے لئے زبردست فتنہ ہے، سیاسی مقاصد کے تحت کسی کو بلا دلیل کافر بنا دینے والوں کے حق میں یہ فتنہ اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے جس قدر عوام کے حق میں ہے، کیونکہ اس کا ایمان بالکل ہی رخصت ہو کر اس جگہ پر کفر قبضہ کر لیتا ہے (العیاذ باللہ)۔

وہاں کے ایسے سیاسی پیچیدہ مسائل کو بہتر یہ ہے کہ وہیں حل کر لیا جائے، ہم لوگ وہاں کی سیاست پر بصیرت نہیں رکھتے کیونکہ ہم کو وہاں کا مشاہدہ حاصل نہیں، یہاں کے ایڈیٹر صاحبان جو کچھ لکھتے ہیں وہ بھی کسی خاص نظریہ سے متاثر ہو کر کسی نظریہ کی تردید یا تائید کرتے ہیں، محض اسلامی نقطہ نظر سے نہیں کرتے، اس لئے ان پر کوئی فقہی رائے قائم نہیں کی جاسکتی، وہاں کے اخبارات و رسائل کی آمد یہاں بند ہے، وہاں کی موجودہ جماعتوں کا موجودہ دستور اور نصب العین بھی ہمارے پاس نہیں۔ امید کہ ہم کو معذور قرار دیا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔



(۱) "عن أبي ذر رضي الله تعالى عنه أنه سمع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "لا يرمى رجل رجلاً بالفسوق ولا يرميه بالكفر، إلا ارتدت عليه إن لم يكن صاحبه كذلك". (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب ما ينهى عن السباب واللعن: ۸۹۳/۲، قديمي)

ما يتعلق بالموودیة (موودیوں کے عقائد کا بیان)

جماعت اسلامی کے عقائد

باسمہ تعالیٰ حامداً ومصلياً:

[۴۹۰] کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین حسب ذیل امور میں؟

۱..... کیا جماعت اسلامی کے بنیادی عقائد اہل سنت والجماعت کے مطابق ہیں یا اس کے خلاف؟ مع

دلائل تحریر کریں۔

۲..... کیا جماعت اسلامی فرقہ ضالہ میں ہے یا فرقہ ہدی میں ہے؟ مع دلائل تحریر کریں۔

۳..... کیا جماعت اسلامی کے ارکان و متعلقین کی امامت ان کے پیچھے نماز صحیح طور پر ادا ہوگی یا نہیں

یعنی کسی کا امام ہو سکتا ہے یا نہیں؟ تو کیونکر مع الدلائل تحریر کریں۔

۴..... کیا جماعت اسلامی کے جلسہ میں شرکت اور ان کے ارکان و متعلقین کی تقریر سننا یا انکی تحریر کا

مطالعہ کرنا یا ان لوگوں کی صحبت اختیار کرنا مناسب ہے؟ مع دلائل تحریر کریں۔

المستفتی: محمد مطہر الحسن مبارک پوری مورخہ، ۲۸/ جمادی الاولیٰ/ ۸۸ھ۔

الجواب حامداً ومصلياً:

۱..... جماعت اسلامی کے بانی اور اونچے ذمہ داروں کی کتابوں میں ایسی چیزیں بھی کثیر تعداد میں موجود

ہیں جو اہل السنّت والجماعت کے مسلک کے خلاف ہیں، وہ اپنی اصطلاحات مستقل رکھتے ہیں سنت، اسوہ،

بدعت کے جو مفہومات اب تک امت میں شائع ہیں، یہ لوگ ان کو غلط اور دین میں تحریف کا موجب قرار دیتے

ہیں، ایمان، اسلام، توحید، رسالت کا شائع شدہ مفہوم بھی ان کے نزدیک قابل تسلیم نہیں۔ انہوں نے دین کو ماضی

اور حال کی شخصیتوں سے نہیں سمجھا بلکہ براہ راست کتاب و سنت سے سمجھا ہے اور کتاب اللہ کی تعلیم کیلئے سخت تاکید

ہے کہ حدیث و تفسیر کے پُرانے ذخیرہ سے نہ دی جائے، محدثین جس حدیث کو خوب پرکھ کر صحیح قرار دیں ان لوگوں کے نزدیک اس حدیث کو قول رسول کہنا جائز نہیں جب تک وہ اس کو اپنے معیار پر خود نہ جانچ لیں۔

ان کے نزدیک نئے اور پُرانے متکلمین قرآن پاک سے محروم تھے، ان کا مذاق فاسد تھا، وہ دین آباء کی حیثیت سے اسلام کو مانتے تھے، انہوں نے اسلام کی غلط و کالت کر کے اسلام کو اتنا سخت نقصان پہنچایا کہ اسلام کے مخالفین نے بھی نہیں پہنچایا، ان کے نزدیک خلفائے راشدین اور دیگر ان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمعین پر بھی جاہلیت کے اور غیر اسلامی جذبے حملہ کرتے تھے جن کے جنتی ہونے کی بشارت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے (۱)۔

غرض ان کی کتابوں کا خلاصہ یہ ہے کہ پورے اسلام کو کسی نے بھی نہیں سمجھا، نہ موجودہ وقت میں کوئی سمجھتا ہے، نہ اب سے چند صدی پیشتر کسی نے سمجھا، محدثین، فقہاء، صوفیاء، مفسرین، متکلمین، تابعین، صحابہ کوئی شخص بھی ان کے نزدیک ایسا نہیں جس نے پورے اسلام کو اور پورے دین کو سمجھا ہو۔ ترجمان القرآن جلد: ۲۶ کے چار شمارے ایک ساتھ شائع ہوئے اس میں یہ اکثر چیزیں موجود ہیں، ”رسائل و مسائل“، ”معرکہ اسلام و جاہلیت“، ”تفہیمات“ اور ”ترجمان“ کے دوسرے شماروں میں بھی یہ چیزیں پھیلی ہوئی ہیں۔ ”خلافت و ملوکیت“ کے نام سے جو کتاب شائع ہوئی ہے، اس میں بہت تفصیل سے ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلافت کے اہل نہیں تھے، ان امور میں سے جن میں آپ کو شبہ ہو محمولہ کتب میں مطالعہ کر لیں، اگر مطالعہ کے باوجود کوئی چیز نظر سے اوجھل رہ جائے تو لکھیں، یہاں سے انشاء اللہ تعالیٰ صفحہ کا حوالہ بھی دیدیا جائے گا، عبارتیں ان کی بہت طویل ہوتی ہیں، اس لئے کتابوں کے نام پر اکتفا کیا گیا، تاہم بوقت ضرورت نقل

(۱) ”عن عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ”أبو بکر فی الجنة، وعمر فی الجنة، وعثمان فی الجنة، وعلی فی الجنة وطلحة فی الجنة و زبیر فی الجنة، وعبد الرحمن بن عوف فی الجنة، وسعد بن أبی وقاص فی الجنة، وسعید بن زید فی الجنة، وأبو عیبدة بن الجراح فی الجنة“ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب المناقب، باب مناقب العشرة رضی اللہ تعالیٰ عنہم، الفصل الثانی، ص: ۵۶۶، قدیمی)

(ورواہ الترمذی فی جامعہ فی أبواب المناقب، مناقب عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ

بھی کی جاسکتی ہیں۔ امید ہے کہ اب نمبر وار ہر سوال کے جواب کی حاجت نہیں رہے گی، آپ خود ہی اپنے ہر سوال کا جواب پالیں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۹/۸۸ھ۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی جماعت اور ان کے عقیدہ کا حکم

سوال [۴۹۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس باب میں کہ ابوالاعلیٰ مودودی کی جماعت اور ان کے عقیدہ کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے؟ جو شخص ان کی جماعت میں شریک ہوں، ان کے مسلک پر عمل کریں تو ایسے شخص کے پیچھے نماز صحیح و درست ہوگی یا نہیں؟ جواب بالتشریح و بحوالہ کتب عنایت فرمایا جائے۔

مرسلہ: عبدالمجید کمال مظفر پوری۔

الجواب حامداً ومصلياً:

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اور ان کی جماعت کے لٹریچر میں بہت سی باتیں ایسی ہیں جو اہل سنت والجماعت کے خلاف ہیں، کچھ باتیں معتزلہ کی ہیں، کچھ خوارج کی ہیں، کچھ روافض کی ہیں، کچھ غیر مقلدین کی ہیں، کچھ منکرین حدیث کی ہیں۔ دین، اسلام، ایمان، توحید، رسالت، تقویٰ، عبادت، سنت، اسوہ، بدعت، وغیرہ کی تشریح وہ سب سے الگ کرتے ہیں اور اب تک انکا جو کچھ مفہوم امت میں شائع ہے اس کو غلط اور دین میں تحریف قرار دیتے ہیں، حاصل یہ ہے کہ ان کا پیش کردہ دین اسلام گویا ایک جدید قسم کا دین اسلام ہے اور وہ اس پر اپنے اجتہاد کے ذریعہ استدلال بھی کرتے ہیں، استدلال میں بھی کسی مجتہد و محدث وغیرہ کے پابند نہیں، جس دلیل کو چاہیں رد کریں جس کو چاہیں اختیار کر لیں۔ اس سلسلہ میں بہت کتابیں تصنیف کی گئی ہیں اور اس جماعت میں پرانے کام کرنیوالے بڑے بڑے ذمہ دار آہستہ آہستہ جماعت سے الگ ہو چکے ہیں، پھر بعض نے خاموشی سے علیحدگی اختیار کر لی، بعض نے علیحدگی کے اسباب پر بھی روشنی ڈالی، بعض نے مستقل کتابیں تردید میں لکھی ہیں، ”الفرقان“، ”المنبر“ (۱) ”الميثاق“ (۲) وغیرہ رسائل و اخبارات میں دیر تک بیانات آئے۔

(۱) (المنبر: تالیف الحکیم عبد الرحیم اشرف)

(۲) (الميثاق: تالیف مولانا امین صاحب اصلاحی)

”تعبیر کی غلطی“ (۱) میں نہایت مفصل بیان موجود ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

عصمت انبیاء علیہم السلام کے متعلق موودوی کا مسلک

سوال [۲۹۲]: عصمت انبیاء کے بارے میں اہل سنت والجماعت کا کیا عقیدہ ہے؟ عبارتوں اور

نص حدیث سے مدلل فرمائیں، موودوی صاحب کس کتاب میں کس عبارت سے عصمت انبیاء کے خلاف ہیں؟ جواب تفصیلی مرحمت فرمائیں، کرم ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

عصمت انبیاء علیہم السلام کا مسئلہ کتب عقائد و تفسیر میں مفصل موجود ہے، شرح فقہ اکبر میں چار

پانچ صفحات میں اس کو بیان کیا ہے (۲) اسی طرح شرح عقائد نسفی (۳) اور اس کے حواشی کافی

(۱) (تعبیر کی غلطی: تالیف: وحید الدین خان)

(۲) ”والأنبياء عليهم الصلوة والسلام كلهم منزّهون من الصغائر والكبائر، والكفر والقبائح، وقد كانت منهم زلات وخطيئات“۔ (الفقه الأكبر للإمام الأعظم رحمة الله تعالى عليه

وفى شرحه للقارى: ”منزهون“: أى معصومون (عن الصغائر والكبائر) من جميع

المعاصى (والكفر) خص؛ لأنه أكبر الكبائر..... (القبائح)..... والمراد بها القتل، والزنا، واللواط، والسرقه، وقذف

المحصنة، والسحر، والفرار من الزحف..... ثم هذه العصمة ثابتة للأنبياء قبل النبوة وبعدها على الأصح.....

(وقد كانت منهم): أى من بعض الأنبياء قبل ظهور مراتب النبوة أو بعد ثبوت مناقب الرسالة (زلات): أى

تقصيرات (أو خطيئات): أى عثرات بالنسبة إلى مالهم من أعلى المقامات وأسنى الحالات. اهـ۔

وفى شرح العقائد: إن الأنبياء عليهم الصلاة والسلام معصومون من الكذب، خصوصاً فيما

يتعلق بأمر الشرع، وتبليغ الأحكام، وإرشاد الأمة، أما عمداً بالإجماع، وأما سهواً فعند الأكثرين، وفى

عصمتهم عن سائر الذنوب تفصيل، وهو أنهم معصومون عن الكفر قبل الوحي وبعده بالإجماع، وكذا

عن نعمد الكبائر عند الجمهور خلافاً للحشوية“۔ (شرح الفقه الأكبر، ص: ۵۶، ۵۷، ۵۹، قديمی)

(۳) (شرح العقائد النسفية، ص: ۱۰۲؛ قبيل قول الماتن: ”والملائكة عباد الله تعالى عاملون بأمره“

(سعيد)

ونبراس (۱) وغیره میں نیز شرح مقاصد (۲)، ایواقیت والجواهر (۳)، تفسیر کبیر (۴) بیضاوی (۵) اور اس کے حواشی شیخ زادہ (۶) وغیرہ میں ہے، فرقہ باطلہ حشویہ منکر عصمت ہے، اس کے اوہام کو بیضاوی میں لکھ کر

(۱) (النبراس، ص: ۲۸۳، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(۲) ”الأنبياء معصومون عما ينا في مقتضى المعجزة كالكذب في التبليغ وعن الكفر وعن الصغائر المنفردة، وكذا تعمد غير المنفردة والمختار عن سهو الكبيرة أيضاً الخ“. (شرح المقاصد، ص:

۳۰۸-۳۳۴، المقصد السادس، المبحث السادس، فصل في النبوة، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۳) ”قال أئمة الأصول: الأنبياء كلهم معصومون، لا يصدر عنهم ذنب ولو صغيرة سهواً، ولا يجوز عليهم

الخطأ في دين الله قطعاً ويشترط في حق الرسول العصمة يجب تنزيه الأنبياء عليهم الصلوة والسلام

عن كل ما يتبادر إلى أفهامنا من ذكر خطاياهم الخ“. (اليواقيت والجواهر: ۲/ ۳۰۵-۳۳۴، المبحث

الحادي والثلاثون: في بيان عصمة الأنبياء عليهم الصلوة والسلام، دارإحياء التراث العربي، بيروت)

(۴) (التفسير الكبير للرازي رحمه الله تعالى: ۳/ ۷، ۱۴، تحت آية (سورة البقرة رقم: ۳۶)، المسئلة

الثانية، دارالكتب العلمية بيروت)

(۵) ”وقد تمسكت الحشوية بهذه القصة على عدم عصمة الأنبياء عليهم الصلوة والسلام لوجوه:

الأول أن آدم صلوات الله عليه كأنياء ارتكب المنهى عنه، والمرتكب له عاص، والثاني أنه جعل

بارتكابه من الظالمين، والظالم ملعون لقوله تعالى: ﴿ألا لعنة الله على الظالمين﴾ الخ والجواب عن

وجوه: الأول أنه لم يكن نبياً حنيئاً، والمدعى مطالب بالبيان، والثاني أن النهي للتنزيه الخ“. (تفسير

البيضاوي، ص: ۷۱، (البقرة: ۳۹) سعيد)

(وأيضاً تفسير البيضاوي، ص: ۷۱، ۷۲، تحت آية سورة البقرة رقم: ۳۹، سعيد)

(۶) قال الشيخ زادہ فی حاشيته: ”قوله: وقد تمسكت الحشوية) وهم طائفة يجوزون على الأنبياء

الكتائر على جهة العمد، (قوله: فسيأتي الجواب عنه في موضعه): أي في ”سورة طه“ في تفسير قوله

تعالى: ﴿وعصى آدم ربه فغوى﴾ ثم قال: وفي النعي عليه بالعصيان والغواية مع صغر زلته تعظيم للغرلة

أورحز بليغ لأولاده عنها، انتهى كلامه، فكانه قيل لهم: انظر واواعتبر واكيف يكتب على النبي المعصوم

حبيب الله لايجوز عليه اقرار الصغيرة المنفرة زلة بهذه الغلطة، وفي هذا اللفظ الشنيع دلالة على قبح ما

يفرط منكم من السيئات والصغائر فضلاً عن أن يتجاسروا على التورط في الكبائر“. (حاشية محي الدين

شيخ زادہ علی تفسیر القاضی البيضاوي: ۱/ ۲۷۷، (سورة البقرة: ۳۹)، المكتبة الإسلامية)

خوب رد کیا ہے، جو حصہ بیضاوی کا موقوف علیہ میں داخل درس ہے اس میں موجود ہے، اہل علم فاضل دارالعلوم کیلئے حوالہ کافی ہے۔

مودودی صاحب نے متعدد انبیاء علیہم السلام پر اپنی کتابوں میں اس طرح کلام کیا ہے جو کہ اہل سنت والجماعت کے مسلک کے خلاف ہے، حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت یونس علیہ السلام پر ان کا تبصرہ ایسا ہی ہے، دیکھئے: ”تفہیم القرآن (۱) تفہیمات، ترجمان القرآن“۔

آپ قاسمی ہیں اجنبی نہیں، اس لئے عرض کروں گا کہ اپنی دینی کتب میں مطالعہ کر کے اہل سنت والجماعت کے مسلک کی خوب تحقیق کر لیں، بے خبر نہ رہیں، پھر دیکھیں کہ مودودی صاحب نے کیا لکھا ہے۔ مجمل و مختصر بات آپ کیلئے کافی نہیں، ایک دو عبارات نقل کر دینا بھی آپ کے لئے کافی نہیں، اگر وقت مل جائے اور یہاں تشریف لاسکیں تو یہاں آ کر کتب خانہ میں مطالعہ کر لیں، امید ہے کہ اس مطالعہ کی ترغیب پر ناخوش نہیں ہوں گے۔ فقط والسلام۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۴/۹۵ھ۔

جماعت اسلامی کا مسلک

سوال [۴۹۳]: جماعت اسلامی والے ایک مسجد میں اپنا ہفتہ واری اجتماع کیا کرتے تھے، اجتماع میں یہ لوگ ”تفہیم القرآن“ اس کے بعد احادیث پھر مودودی صاحب کے خطبات کا مطالعہ کیا کرتے تھے، تبلیغی جماعت سے تعلق رکھنے والوں نے مسجد ہی میں ہنگامہ کر کے جماعت اسلامی والوں کا یہ اجتماع یہ کہہ کر بند کر دیا کہ یہ لوگ اسلام سے ہٹے ہوئے گمراہ ہیں، کافر ہیں، فاسق ہیں وغیرہ وغیرہ، ان کا یہ کہنا کہاں تک درست ہے؟

(۱) حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق لکھا ہے: ”یہاں اس بشری کمزوری کی حقیقت کو سمجھ لینا چاہئے جو آدم علیہ السلام سے ظہور میں آئی..... جب شیطان نے ان کو ناصح، مشفق اور خیر خواہ دوست کے بھیس میں آ کر ایک بہتر حالت..... کا لالچ دیدیا، تو اس کی تحریص کے مقابلہ میں نہ جم سکے اور پھسل گئے..... پس ایک فوری جذبے نے..... ان پر ذہول طاری کر دیا اور ضبط نفس کی گرفت ڈھیلی ہوتے ہی وہ طاعت کے مقام بلند سے معصیت کی پستی میں جا گرے اھ“۔ (تفہیم القرآن

الجواب حامدًا ومصلياً:

مودودی صاحب کی جماعت اسلامی کے متعلق ساتھ والے (آئندہ) فتویٰ میں تحریر کر دیا گیا اس کو دیکھ لیں، اس جماعت کو کافر نہیں کہنا چاہئے، کفر کا فتویٰ نہیں دیا گیا، تبلیغی جماعت کو کافر کہنے سے پورا پرہیز کرنا لازم ہے، اس کا یہ کام ہرگز نہیں کہ کفر کا فتویٰ دے (۱) وہ نہ جماعت اسلامی کو کافر کہے (۲) نہ ان سے بحث و مباحثہ کرے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱/۴/۹۵ھ۔

جماعت اسلامی شریعت کی روشنی میں

سوال [۴۹۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین ان مسائل ذیل میں کہ آجکل ایک گروہ یا جماعت مودودی جس کو ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے جاری کیا ہے، یہ جماعت کیسی ہے؟ شریعت مطہرہ کی روشنی میں قرآن کریم کا حکم اور حدیث و فقہ سے مشرح و مدلل اس کا جواب جلدی عنایت فرما کر دینی احسان فرمائیں۔ اس مذہب یا جماعت کے ماننے والے اور اتباع کرنے والے صحیح مسلمان بھی ہیں یا نہیں؟ ہم اہل

(۱) ”قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من أفتى بغير علم كان إثمه على من أفتاه“ . (سنن أبي داؤد: ۱۵۸/۲، كتاب العلم، باب التوقي في الفتيا، امداديه)

قال العلامة السهارنفوري: ”(من أفتى) بصيغة المجهول (بغير علم): أي من أفتاه رجل جاهل (بغير علم كان إثمه على من أفتاه) أي إن عمل على فتوى الجاهل فليس الإثم على العامي الذي استفتى من الجاهل الذي كان بصورة العلماء، ولكن الإثم فيه على المفتي“ . (بذل المحهود، كتاب العلم، باب التوقي في الفتيا: ۳۲۶/۵، امداديه)

(۲) ”عن أبي ذر أنه سمع النبي صلى الله عليه وسلم يقول: ”لا يرمى رجل رجلاً بالفسوق، ولا يرميه بالكفر، إلا ارتدت عليه إن لم يكن صاحبه كذلك“ . (صحيح البخارى، كتاب الأدب، باب ما ينهى عن السباب واللعن: ۸۹۳/۲، قديمي)

(۳) ”عن المغيرة رضى الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ”إن الله حرم عليكم عقوق الأمهات، ومنعاً وهات، ووأد البنات، وكره لكم قيل وقال وكثرة السؤال وإضاعة المال“ . (صحيح البخارى، كتاب الأدب، باب حقوق الوالدين من الكبائر: ۸۸۴/۲، قديمي)

سنت والجماعت ہیں، ہم اپنی لڑکی کا نکاح موودوی جماعت کے عقیدہ رکھنے والے فرقہ کے ساتھ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ ایسے نکاح میں اہل سنت والجماعت کی اتباع کرنے والا موودوی جماعت کے لڑکے کے نکاح میں شرکت کرنے پر شریعت کا کوئی الزام تو نہیں آتا ہے، اگر شرکت کر لی تو اس پر شرعی کیا جرم کا ارتکاب ہوا؟ اس مسئلہ کا خلاصہ شرح ووسط کے ساتھ مدلل ثبوت پیش فرما کر جواب عنایت فرمائیے۔ فقط والسلام۔

خادم اللہ دیا، منصورى نكینه قصبہ جیور محلہ جوہان چولاہان ضلع نینی تال۔

الجواب حامداً و مصلياً:

سید ابوالاعلیٰ موودوی نے نئے طرز میں اسلام کی جو تشریحات کی ہیں وہ عامہ اہل سنت والجماعت کے مسلک سے ہٹی ہوئی ہیں، چنانچہ ان کی ایک چھوٹی سی کتاب ہے جس کا نام ہے ”قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں“ اس کو سامنے رکھ کر وحید الدین خان صاحب نے اعتراضات اور شبہات پیش کیے، ہندوستانی جماعت اسلامی کے سربراہ آردہ حضرات کو خطوط لکھے، مگر کسی نے جواب دیکر تشفی نہیں کی، بلکہ ان کے اعتراضات سے سخت ناراضگی کا اظہار کیا، پھر سید ابوالاعلیٰ موودوی صاحب کی خدمت میں وہ اعتراضات بھیجے اور وعدہ کیا کہ میں سمجھنے کیلئے ان کے جوابات چاہتا ہوں، سمجھ میں آجانے پر ضرور قبول کروں گا، اور خدا کا واسطہ دیکر جوابات لکھنے کی درخواست کی، مگر موودوی صاحب نے اس کو مشورہ دیا کہ آپ جماعت سے علیحدہ ہو جائیں، حالانکہ یہ چودہ برس جماعت کی طرف سے نشر و اشاعت کے ذمہ دار اور بہت سرگرم کارکن تھے۔ سب طرف سے مایوس ہو کر وہ جماعت سے علیحدہ ہو گئے اور انہوں نے ”تعبیر کی غلطی“ کتاب شائع کر دی، پانچ سو سے زائد صفحات پر ہے، اس میں وہ سب خط و کتابت بھی ہے جو کہ جماعت کے ذمہ داروں سے اس سلسلہ میں کی ہے، اور اس میں بتلایا ہے ”اسلام“ کی جو تشریح موودوی صاحب نے کی ہے، وہ قرآن کے بالکل خلاف ہے۔

اسی طرح سے ”رب“ کا جو مفہوم موودوی صاحب نے بتلایا ہے وہ بھی اس کے خلاف ہے جو کہ قرآن

کریم سے ثابت ہے۔

وحید الدین خان صاحب سے پہلے وہ حضرات جنہوں نے جماعت اسلامی کی تشکیل کی اور دستور بنایا تھا، آہستہ آہستہ علیحدہ ہو چکے۔ مولانا امین احسن صاحب اصلاحی نے لکھا ہے کہ ”میں سولہ برس تک اس راہ گم کردہ قافلہ (جماعت اسلامی) کا ساتھ دے کر علیحدہ ہوا ہوں، پرانے سنگ بنیاد رکھنے والوں میں شاید ایک دو

آدمی موجود ہوں، ورنہ سب علیحدہ ہو چکے ہیں۔ پھر میثاق (۱) اور المنبر (۲) وغیرہ میں ان علیحدہ ہونیوالے حضرات نے بہت تفصیل سے بتایا ہے کہ یہ جماعت اپنے دستور و بنیاد کی حیثیت سے کتاب و سنت اور اہل سنت والجماعت سے کتنی ہٹی ہوئی ہے۔

جو شخص ان کی پوری باتوں کو تسلیم کرتا ہے، وہ امام بنانے کے لائق نہیں (۳) ایسے شخص سے اپنی لڑکی کی شادی کر دی جائے گی تو وہ بھی اس سے متاثر ہوگی اور غلط قسم کے خیالات کی اشاعت ہوگی جس سے گمراہی پھیلے گی، خاص کر صحابہ کرام اور سلف صالحین کے بارے میں تنقید و تخریب کا مرض پیدا ہوگا، جس سے نجات دشوار ہو جائے گی۔

تفصیلات خط میں نہیں آسکتی، ان کیلئے کتابیں لکھی گئی ہیں، ان کا مطالعہ کیجئے۔ ”کشف حقیقت“، ”مودودی دستور“، ”مودودی مذہب“، ”جماعت اسلامی کا دینی رخ“، ”مولانا مودودی کی تحریک اسلامی“ ”تعبیر کی غلطی“ وغیرہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، ۶/۷/۹۰ھ۔

کیا جماعت اسلامی گمراہ جماعت ہے؟

سوال [۲۹۵]: کیا جماعت اسلامی گمراہ جماعت ہے؟

۲..... اہل حدیث کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں اور اہل سنت والجماعت میں شامل ہے یا نہیں؟

(۱) ملاحظہ فرمائیں ”المیثاق“، تالیف حضرت محمد امین صاحب اصلاحی۔

(۲) ”المنبر“ تالیف حکیم عبدالرحیم صاحب اشرف۔

(۳) ”ویکروہ إمامة عبد..... و فاسق الخ“: (قوله: و فاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الإستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر الخ“. (رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۵۹/۱، ۵۶۰، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریة، کتاب الصلاة، الفصل الثالث فی بیان من یصلح إماماً لغيره،

۸۵/۱، رشیدیہ)

الجواب حامداً ومصلياً:

سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی جماعت اسلامی کی تشکیل ۱۹۴۱ء میں ہوئی اور بہت سے اہل قلم و اہل فہم بھی اس کے ساتھ شریک ہو گئے تھے، دستور، دعویٰ، دعوت، طریق کار، نصب العین میں دیر تک تعاون کرتے رہے، اور ان حضرات کی شرکت و معاونت کو امیر جماعت سید صاحب نے اپنے اور اپنی جماعت کے برحق ہونے کی دلیل و سند کے طور پر پیش کیا تھا کہ ”اگر میں غلطی پر ہوتا تو یہ حضرات میرا ساتھ نہ دیتے، میرے ساتھ تعاون نہ کرتے، اور میرے ساتھ ایسے ایسے اہل علم اور اہل قلم موجود ہیں، جو کسی طرح غلط بات میں ساتھ نہیں دے سکتے، اور آئندہ بھی اگر میرا کوئی قدم غلط رہے گا تو مجھے فوراً روک دیں گے، یہ کھلی دلیل ہے کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں اور جس چیز کی دعوت دے رہا ہوں وہ حق ہے۔“

جن حضرات کے نام گنوائے تھے اور انہوں نے سر جوڑ کر دستور بنایا اور جماعت کی تشکیل کی تھی اور مودودی صاحب کے نزدیک وہ پہلے ہی سے حق کے جو یاں تھے اور حق سامنے آتے ہی بغیر کسی تر بص کے فوراً ابوبکر اور خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرح حق کو قبول کر لیا اور یہ سوسائٹی کے مکھن کی حیثیت رکھتے تھے، ان حضرات نے بہت نزدیک سے سید ابوالاعلیٰ صاحب کو دیکھا اور پرکھا، ایک ایک چیز کی جانچ کی، غلطیوں پر سید صاحب کو متنبہ کیا، بار بار مراسلت و مکاتبت کی مگر مودودی صاحب اپنی جگہ پختہ رہے، اور ان کے اشکالات کا تشفی بخش جواب دینے کے بجائے ان کو جماعت سے علیحدہ ہو جانیکا مشورہ دیا کہ آپ کا ہمارے ساتھ نباہ نہیں ہو سکتا۔

مولانا امین صاحب اصلاحی سے کسی نے معلوم کیا:

سوال: ”جو اصحاب ۱۹۴۱ء میں آپ کے ہمراہ جماعت اسلامی سے منسلک

ہوئے ان میں سے اب کتنے جماعت اسلامی میں رہ گئے؟

جواب: جہاں تک میرا خیال ہے ممکن ہے کہ ان میں سے دو ایک اصحاب بطور

تبرک ابھی جماعت اسلامی سے منسلک ہوں، باقی سارے دیرینہ کارکن یکے بعد دیگرے

علیحدہ ہو چکے ہیں۔

سوال: آپ کا آئندہ پروگرام کیا ہے؟

جواب: میں نے سولہ سال بعد ایک گم کردہ راہ قافلہ کا ساتھ چھوڑ دیا

ہے الخ“۔

مولانا اصلاحی پرسید صاحب امیر جماعت کو بہت اعتماد تھا، ان کو اپنا نائب بھی تجویز فرمایا کرتے تھے، ان کو صحیح العلم اور صحیح الفہم بھی فرمایا کرتے تھے، ان کی رائے غالباً سید صاحب اور ان کی جماعت کے متعلق زیادہ وزنی ہوگی، انہوں نے سولہ سال تک ذمہ دارانہ کام کرنے کے بعد اسی جماعت کو ”گم کردہ راہ“ بتایا ہے اور جماعت کے اغلاط اور کتاب و سنت سے انحراف پر ”میثاق“ میں دیر تک مدلل و موثق طریق سے بہت سے امور کی نشان دہی کی ہے۔

اسی طرح حکیم عبدالرحیم صاحب اشرف نے مدت تک جماعت میں رہنے اور پورا تعاون کرنے کے بعد علیحدگی اختیار کی، اور ”المنبر“ میں ایک ایک چیز کو واشگاف کیا۔ وحید الدین خان صاحب نے بڑی ذمہ داری کے ساتھ جماعت میں رہ کر نشر و اشاعت کی خدمت انجام دی، اشکالات پیدا ہوئے، ان کو حل کرنے کیلئے اکابر جماعت مولانا صدر الدین اصلاحی، مولانا جلیل احسن صاحب ندوی، مولانا ابوالیث صاحب امیر جماعت اسلامی ہند سے خط و کتابت کی اور ہر ایک کو اشکالات سے رنج ہوا، چنانچہ مولانا جلیل احسن صاحب ندوی نے فرمایا کہ ”اس تحریر کو پڑھ کر میں سخت کبیدہ خاطر ہوا“۔ ایک تحریر کے جواب میں لکھا:

”جس آدمی کو اطمینان نہ رہے جماعتی فکر پر تو اس کیلئے اچھی راہ یہ ہے کہ اس سے خاموشی کیساتھ الگ ہو جائے اور اپنے پسندیدہ طریق پر دین کا کام کرے۔ رہی یہ صورت کہ وہ اس کی اشاعت کیلئے قلم سنبھالے قلم کو تیر و نشتر بنائے اور میثاق نکالے یہ راہ اچھی نہیں۔“

وحید الدین خان صاحب نے سید ابوالاعلیٰ مودودی کی خدمت میں جو خط لکھا تھا، اس میں تحریر ہے:

”اکتوبر ۱۹۵۶ء میں مجھے یہاں کی جماعت کے شعبہ تصنیف و تالیف میں معاونت کی غرض سے رام پور بلا لیا گیا، یہاں آنے کے بعد جو مجھے تحریری کام کرنا تھا اس کیلئے ضروری ہوا کہ میں قرآن کا باقاعدہ مطالعہ کروں، جس کا موقع اس سے پہلے کی زندگی میں مجھے بہت کم ملا تھا، میں نے قرآن کو از سر نو پڑھنا شروع کیا تو میں نے دیکھا کہ میں ایک نئے احساس سے دو چار ہو رہا ہوں، میں نے محسوس کیا کہ قرآن کریم میرے موجودہ

خیالات کی تصدیق نہیں کر رہا ہے، قرآن میں مجھے اسلام کی تصویر اس سے مختلف نظر آئی جو میں نے جماعت اسلامی کے لٹریچر میں اب تک دیکھی تھی، اس چیز نے مجھے ایک طویل ذہنی کشمکش میں مبتلا کر دیا، جس کا ہر اگلادن میری اس کیفیت کو شدید تر کرتا رہا۔“

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے جواب سے معذوری ان الفاظ میں دی:

”میں نے محسوس کیا کہ مسئلہ چند اعتراضات کا نہیں ہے، بلکہ آپ کا مطالعہ آپ کو بالکل ہی اس سمت کے خلاف سمت میں لے گیا ہے جس سمت میں میرا آج تک کا مطالعہ مجھے لے گیا ہے، اس حالت میں یہ بات کچھ فضول ہی محسوس ہوتی ہے کہ میں اور آپ کسی بحث میں الجھیں، میں اپنا نقطہ نظر پوری وضاحت کے ساتھ اپنی کتابوں اور اپنے مضامین میں بیان کر چکا ہوں، ان کو پڑھ کر اگر آپ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ میں نے دین کو سرے سے ٹھیک سمجھا ہی نہیں، اس نقطہ نظر سے برأت کا اعلان کر دیجئے اور جو کچھ آپ سمجھتے ہیں اس کی تبلیغ مثبت طور پر شروع کر دیجئے، تاہم اگر آپ میری ”تعبیر کی غلطیاں“ ہی واضح کرنا ضروری سمجھتے ہوں تو میں اس سے بھی آپ کو روکتا نہیں ہوں، آپ اپنی یہ کتاب شائع کر سکتے ہیں۔“

اس کے بعد خان صاحب نے سید صاحب کی خدمت میں خدا کا واسطہ دے کر اور آخرت کی جواب

دہی کا احساس دلا کر لکھا کہ:

”اگر آپ کے نزدیک میں ناحق پر ہوں اور آپ حق پر ہیں تو حق ایک امانت ہے اور اس کا مستحق وہ ہے، جو اس سے محروم ہے، اور آپ کے نزدیک میرے پاس حق نہیں ہے اور میں اس کو آپ سے مانگ رہا ہوں، آپ کے ذمہ لازم ہے کہ مجھے حق عنایت فرمائیں، میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس پر سنجیدگی سے غور کروں گا اور سمجھ میں آ جانے پر اس کے قبول کرنے سے کوئی چیز کاوٹ نہیں ہوگی۔“

مگر سید صاحب نے وہ حق عنایت نہیں فرمایا اور جواب میں عتاب کا اظہار فرما کر اعتراضات کو حل کرنے سے انکار فرما دیا جس پر خان صاحب نے ان اعتراضات کو شائع کر دیا، جس کا نام ہے ”تعبیر کی غلطی“

اس میں یہ سب مراسلت بھی مذکور ہے، پانچ سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔ سید صاحب کی کتاب ”قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں“ پر پورا تبصرہ اور اس کا رد ہے، اس میں بتلایا گیا ہے کہ:

”سید صاحب نے اپنی تمام تحریک کی بنیاد اس بات کو قرار دیا کہ ہے کہ ”الہ، رب، عبادت، دین“ یہ چار بنیادیں ہیں، جن کا مفہوم عرب تو قرآن کے نزول کے وقت سمجھتے تھے، لیکن کچھ روز کے بعد اکثر امت سے ان کا مفہوم اوجھل ہو گیا، تین چوتھائی امت کے ذہن سے صحیح مفہوم رخصت ہو کر محدود اور غیر واقعی مفہوم ذہنوں میں سما گیا، پھر ان چاروں کا مفہوم سید صاحب نے بیان فرمایا تو گویا تیرہ صدی تک امت اصل مفہوم سے نا آشنا رہی اور اب موودوی صاحب نے اصل مفہوم سے آشنا کیا اور اس پر خان صاحب نے بتایا ہے کہ ”سید صاحب نے جو کچھ ان چاروں اصطلاحات کی تشریح کی ہے وہ خود ہی غلط ہے اور قرآن کی رو سے غلط ہے، نہ ”الہ“ کا صحیح مفہوم بتایا، نہ ”رب“ کا، نہ ”عبادت“ کا، نہ ”دین“ کا۔“

یعنی موودوی صاحب جس چیز کو ”الہ“ کہتے ہیں وہ قرآن کی روشنی میں الہ نہیں، جس کو ”رب“ کہتے ہیں وہ رب نہیں، جس کو ”عبادت“ کہتے ہیں وہ عبادت نہیں، جس کو ”دین“ کہتے ہیں وہ دین نہیں۔ امید ہے کہ اس کتاب سے کافی بصیرت حاصل ہوگی۔

۲..... اہل حدیث اگر ائمہ مجتہدین پر سب و شتم نہ کریں اور فرائض و واجبات میں خفی مسلک کی رعایت کر کے نماز پڑھائیں تو ان کے پیچھے نماز درست ہو جائے گی (۱)۔

ایسے اہل حدیث بھی اہل سنت والجماعت سے الگ نہیں جو کہ دیانت داری سے حدیث پر عمل کرتے

(۱) ”وأما الاقتداء بالمخالف في الفروع كالشافعي، فيجوز ما لم يعلم منه ما يفسد الصلاة على إعتقاد المقتدى، عليه الإجماع. إنما اختلف في الكراهة..... ذهب عامة مشايخنا إلى الجواز إذا كان يحتاط في موضع الخلاف وإلا فلا، والمعنى أنه يجوز في المراعى بلا كراهة وفي غيره معها.“ (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب في الاقتداء بشافعي ونحوه هل يكره أم لا: ۱/۵۶۳، سعيد) (وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۲/۸۱، ۸۲، رشيدية)

ہیں اور فقہاء سے بغض نہیں رکھتے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

تبلیغی جماعت، جمعیتہ العلماء اور جماعت اسلامی کا تعارف

سوال [۲۹۶]: بندہ اپنے نزدیک جماعت اسلامی اور تبلیغی جماعت و جمعیتہ العلماء ہر سہ کو مسلم جماعتیں سمجھتا ہے اور دل سے قدر کرتا ہے اور عملاً حصہ بھی لیتا ہے، ان میں سے کسی کو بے دین و گمراہ جماعت نہیں سمجھتا، ہمارے یہاں بعض لوگ تبلیغی جماعت کو مسلم لیگی اور اس کے چلہ کو بدعت کہتے ہیں اور جماعت اسلامی کو گمراہ اور بے دین جماعت بتلاتے ہیں۔ میں اپنے بارے میں دریافت کرتا ہوں کہ میرا فیصلہ از روئے شرع کیسا ہے؟ بعض لوگ میرے اس فیصلہ سے برہم ہیں اور کہتے ہیں کہ مودودی اور جمعیتہ العلماء سب جماعتیں قابل ترک ہیں اور جوان جماعتوں کو مسلم جماعت سمجھتا ہے وہ گمراہ ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً :

تبلیغی جماعت تو مروجہ طریقہ پر کوئی باقاعدہ جماعت نہیں ہے، نہ اس کا کوئی ممبر سازی کا فارم ہے، نہ فیس ہے، نہ سکرٹری، نہ رجسٹر میں اندراج، بلکہ اپنے دین کی پختگی اور مشق کیلئے چھ باتوں پر عمل کرتے ہیں، ان کو یاد کرنے، ان کو پھیلانے اور اپنی عملی زندگی میں جاری کرنے کیلئے حسب تو فیق وقت لگا کر باہر جاتے ہیں، تین دن، ایک ہفتہ، دس دن، ایک چلہ، دو چلہ، تین چلہ، سات چلہ حتیٰ کہ بعض آدمیوں نے اپنی پوری زندگی اسی کام میں لگا دی ہے، دوسری کسی جماعت سے لڑائی اکھاڑ پچھاڑ سے بچتے ہیں۔ جو چھ باتیں ان لوگوں نے اختیار کی ہیں وہ سب قرآن پاک اور حدیث شریف سے ثابت ہیں (۱)، ان میں کسی کا اختلاف ہی نہیں، اگر کوئی

(۱) ”عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم. ”دخلت الجنة فرأيت في عارضتي الجنة مكتوباً ثلاثة أسطر بالذهب: السطر الأول: لا إله إلا الله محمد رسول الله اه“۔ (فيض القدير ۶/۳۲۳۲، رقم الحديث: ۴۱۸۶، مصطفى الباز مكة)

قال الله تعالى: ﴿أقيموا الصلوة وأتوا الزكوة واركعوا مع الراكعين﴾ (سورة البقرة: ۴۳)

وقال تعالى: ﴿يرفع الله الذين آمنوا منكم والذين أوتوا العلم درجات﴾ (سورة المجادلة: ۱۱)

وقال تعالى: ﴿يا أيها الذين آمنوا اذكروا الله ذكراً كثيراً﴾ (سورة الأحزاب: ۴۱) =

شخص کم علمی اور نا تجربہ کاری کی بنا پر کوئی غلطی کرتا ہے تو وہ اس کی ذاتی غلطی ہے، اس کو اصول نہیں قرار دیا جاسکتا ہے، ایسے شخص کو دوسرے لوگ تنبیہ کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ یہ بات غلط ہے، آئندہ ایسا نہ کیا جائے۔

جمعیۃ العلماء ایک مستقل جماعت ہے، صدر، سیکریٹری، دفتر، رجسٹر ممبر سب کچھ موجود ہے، جگہ جگہ اس کی شاخیں ہیں، اس کا اپنا اخبار ہے، ممبری فارم مطبوعہ ہے، دستور چھپا ہوا ہے، وقتاً فوقتاً انتخاب بھی ہوتا ہے، اس جماعت نے سیاسی کام بھی کیا ہے اور اب بھی کرتی رہتی ہے۔ دوسری جماعتوں سے مقابلہ بھی آئے دن ہوتا رہتا ہے، اس کا کام زیادہ تر ملک اور قوم کی خدمت ہے، اس میں ہر قسم کے مسلمان شامل ہیں۔

جماعت اسلامی موجودہ جماعتوں میں سب سے زیادہ منظم اور با وضع ہے، اس کی رکنیت کی شرطیں بھی سخت ہیں، یہ جماعت الیکشنوں میں حصہ با ضابطہ نہیں لیتی، حکومت کی ہر قسم کی ملازمت کو ناجائز کہتی اور ہر قسم کی آمدنی کو حرام کہتی ہے، موجودہ وقت میں جب تک حکومت حاصل نہ کرے، اس کے نزدیک کوئی عبادت بھی کار آمد نہیں، اس کا مقصد سارے عالم کی اصلاح کرنا ہے، اس کے نزدیک ایمان، اسلام، توحید، رسالت، اسوہ، سنت، بدعت کا مفہوم سب سے جداگانہ ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ کسی نے بھی اسلام کو صحیح نہیں سمجھا، نہ اب، نہ گذشتہ زمانوں میں، حتیٰ کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں عامۃ اور خلفاء راشدین میں خاصۃً غیر اسلامی اور غیر دینی

= "عن جابر بن عبد الله رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "إن من موجبات المغفرة إطعام المسلم الشغبان". (شعب الإیمان للبیہقی: ۲۱۷/۳)

"عن عبد الله عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما أن رجلاً سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم: أي الإسلام خير؟ فقال: "تطعم الطعام، و تقرأ السلام علی من عرفتم ومن لم تعرف". (صحيح البخاری: ۶/۱، کتاب الإیمان، باب إطعام الطعام من الإسلام، قديمی)

قال الله تعالى: ﴿وادعوه مخلصين له الدين﴾. (سورة الأعراف: ۳۹)

وقال تعالى: ﴿لن ينال الله لحومها ولا دماؤها ولكنها يناله التقوى منكم﴾. (سورة

الحج: ۳۷)

وقال الله تعالى: ﴿ادع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة﴾ (سورة النحل: ۱۲۵)

وقال الله تعالى: ﴿كنتم خير أمة أخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر

وتؤمنون بالله﴾. (آل عمران: ۱۱۰)

چیزیں موجود تھیں اور ان پر بار بار جاہلیت کے حملے ہوتے تھے جس کی وجہ سے وہ ناکردنی حرکات کر جاتے تھے۔ اس کے نزدیک قرآن پاک کا مطلب سمجھانے کیلئے تفسیر و حدیث کا ذخیرہ کارآمد نہیں اور ضروری نہیں، وہ ایسی حکومت قائم کرنا چاہتی ہے جس کے تصور سے دنیا ہمیشہ ناآشنا رہی ہے اور آج تک نا آشنا ہے۔

امید ہے کہ اس مختصر سے تعارف کے بعد ہر سہ کے مقاصد اور نظریات کے متعلق رائے قائم کرنے میں سہولت ہوگی اور سب کا فرق بھی سمجھ میں آئے گا، طویل بحث کو آپ خود بھی پسند نہیں کرتے اور کچھ اس کی ضرورت بھی نہیں۔ فقط واللہ یهدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۵/۸۸ھ۔

مودودی صاحب اور جماعت اسلامی

سوال [۴۹۷]: کیا جماعت اسلامی کے بنیادی عقائد اہل سنت والجماعت کے مطابق ہیں یا

اس کے خلاف؟ مع دلائل تحریر فرمائیں۔

۲..... کیا جماعت اسلامی فرق ضالہ میں سے ہے یا فرق ہدی میں سے یعنی ہدایت یافتہ میں سے

ہے؟ مع دلائل تحریر فرمائیں۔

۳..... جماعت اسلامی کے ارکان و متعلقین کی امامت میں ان کے پیچھے نماز صحیح طور پر ادا ہوگی یا

نہیں؟ یعنی کسی مسجد وغیرہ کا امام ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہو سکتا تو کیونکر؟ مع دلائل تحریر فرمائیں۔

۴..... جماعت اسلامی کے جلسہ میں شرکت اور ان کے ارکان و متعلقین کی تقریریں سننا، یا ان کی تحریر

کا مطالعہ کرنا، ان لوگوں کی صحبت اختیار کرنا کیسا ہے؟ المستفتی انعام الحق۔

الجواب حامدًا ومصلياً:

شعبان ۱۳۶۰ھ میں جماعت اسلامی کی تشکیل ہوئی، اسی وقت تحریک امارت پیش ہو کر سید ابوالاعلیٰ

مودودی صاحب امیر جماعت تجویز ہوئے، اس سے قبل مودودی صاحب کے مضامین ”ترجمان القرآن“ میں شائع

ہوتے رہے اور ذہنوں کو اس کیلئے ہموار کیا جاتا رہا، حیدرآباد دکن میں دیر تک ترجمان کا دفتر رہا، پھر پٹھان کوٹ

میں منتقل ہوا۔ اس سے بھی پہلے دہلی سے طلوع اسلام ”پرویز“ سے مودودی صاحب کو کافی ربط تھا، حدیث کو

نا قابل اعتماد قرار دینے کیلئے دونوں کی متحدہ کوشش رہی، پھر ایک موڑ پر اختلاف ہوا، کچھ مدت فریقین میں

خاموشی رہی، اس کے بعد جب فتنہ انکار حدیث نے زور پکڑا اور ہر طرف سے اس کی تردید شروع ہوئی تو مودودی صاحب اور ان کی جماعت کی طرف سے بھی تردیدی مضامین آئے، حتیٰ کہ دونوں میں کافی مراسلت اور مقابلہ کی صورت رہی، منکرین حدیث اپنی تائید میں جگہ جگہ مودودی صاحب کی عبارات پیش کرتے تھے کہ ہم نے جو کچھ کہا ہے وہ آپ ہی کے خیالات ہیں۔

مودودی صاحب اور ان کی جماعت کے ذمہ دار حضرات کی کتابوں میں ایسی چیزیں بھی موجود ہیں، جو اہل سنت والجماعت کے مسلک کے مطابق ہیں اور بالکل حق ہیں، اور ایسی چیزیں بھی ہیں جو اسلام کا نام لینے والے گمراہ فرقوں خوارج، نواصب، روافض، منکرین حدیث، قادیانی وغیرہ کے مسلک کے مطابق ہیں، جو شخص ان کی ان تمام باتوں کو تسلیم کرتا ہے اور اس پر ایمان رکھتا ہے ظاہر ہے کہ وہ خالص اہل سنت والجماعت میں سے نہیں ہے (۱)۔ ایسے شخص کو جس نے باقاعدہ دین کو حاصل کیا ہو، اسی طرح سے اللہ پاک نے دین کو نازل و مکمل فرمایا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو سمجھایا اور عمل کرایا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے بعد کے لوگوں کو سمجھایا، پھر اسی طرح جو مابعد طبقہ نے ماقبل طبقہ سے سیکھا اور یہ توارث و تواتر قائم رہا، ایسا ہی شخص حق و ناحق میں تمیز کر سکے گا، ورنہ وہ خود بتلا ہو جائے گا۔

مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ:

(۱) ”وعن عبد الله بن عمر ورضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”ليأتين على امتي كما أتى على بني إسرائيل حذو النعل بالنعل حتى إن كان منهم من أتى أمه علانية لكان في امتي من يصنع ذلك، وإن بني إسرائيل تفرقت على ثنتين وسبعين ملة وتفرقت امتي على ثلاث وسبعين ملة كلهم في النار إمامة واحدة“ قالوا: من هي يا رسول الله؟ قال: ”ما أنا عليه وأصحابي“ (مشكوة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة: ۱/۳۰، قديمی)

”فكذا هنا المراد: هم المهتدون المتمسكون بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين من بعدي، فلا شك ولا ريب أنهم هم أهل السنة والجماعة، وقيل: التقدير أهلها من كان على ما أنا عليه وأصحابي من الاعتقاد والقول والفعل، فإن ذلك يعرف بالإجماع فما أجمع عليه علماء الإسلام فهو حق، وما عداه باطل“ (مرقاة المفاتيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، تحت حديث عبد الله بن عمرو رضي الله تعالى عنه، رقم الحديث: ۱۷۱، ۱/۳۱۹، رشیدیہ)

”فقہ وکلام کے مسائل میں میرا ایک خاص مسلک ہے، جو میں نے اپنی ذاتی

تحقیق کی بناء پر حاصل کیا ہے۔“

نیز فرماتے ہیں کہ:

”میں نے دین کو حال یا ماضی کے اشخاص سے سمجھنے کے بجائے ہمیشہ قرآن و سنت ہی سے سمجھنے کی کوشش کی ہے، اس لئے میں نے کبھی یہ معلوم کرنے کیلئے کہ خدا کا دین مجھ سے اور ہر مؤمن سے کیا چاہتا ہے، یہ دیکھنے کی کوشش نہیں کی کہ فلاں اور فلاں بزرگ کیا کہتے ہیں بلکہ خود یہ دیکھنے کی کوشش کرتا ہوں کہ قرآن کیا کہتا ہے اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا کہا، اسی ذریعہ معلومات کی طرف میں آپ لوگوں کو توجہ دلاتا ہوں۔“

آپ ہی غور کریں کہ جس نے نہ باقاعدہ اساتذہ سے قرآن و سنت کی تعلیم حاصل کی ہو نہ ماضی و حال کے اشخاص سے دین کو سیکھا ہو، محض کالج میں ۱۶، ۱۷ سال کی عمر تک پڑھ کر براہ راست کتاب و سنت کا مطالعہ عربی زبان پر عبور حاصل کر کے دین کو سیکھا ہو اور پونے چودہ سو سال کے تمام اکابر پر بے لاگ تحقیقی و تنقیدی نگاہ ڈال کر تخریبی تنقید کر ڈالی ہو، محض اسکے فہم پر اعتماد کر کے آدمی کہاں پہونچے گا، تازہ شاہکار ”خلافت و ملوکیت“ بھی ملاحظہ ہو۔ اس مختصر سے خط میں مزید تفصیل کی گنجائش نہیں، حق تعالیٰ ہوائے نفس سے بچائے اور آخرت کی جواب دہی کے تصور کو مستحکم فرمائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

احقر محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۲/محرم/۸۸ھ۔

مولانا مودودی نے کس مدرسہ میں تعلیم پائی؟

سوال [۲۹۸]: ۱..... بہت سارے علماء کا کہنا ہے کہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی فاسق ہیں، اور انکی ”جماعت اسلامی“ بھی فاسق ہے، وہ جماعت والے اگر ڈاڑھی نہیں رکھتے تو نماز روزہ کے بھی پابند نہیں ہیں، اس جماعت میں زیادہ تر سیاسی لوگ ہیں جن کا کردار اچھا نہیں ہے، اس لئے اس جماعت کی کتابوں کا مطالعہ نہ کرنا چاہیے اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کا اور علمائے دیوبند کا نظریہ الگ ہے، اس لئے مولانا مودودی کی کتاب نہ پڑھنا چاہئے اور نہ اپنے پاس رکھے اور نہ لائبریری میں منگائی جائے، یہ بات کہاں تک سچ ہے؟

۲..... مولانا محمود الحسن مدنی اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی میں کس بات پر نا اتفاق تھی اور مولانا مودودی

نے کس مدرسہ میں تعلیم پائی اور ان کے استاد کون تھے؟ لوگوں کا کہنا ہے کہ مولانا محمود الحسن مدنی اور سید ابوالاعلیٰ مودودی ایک مدرسہ میں ایک ہی استاد کے متعلم ہیں، لیکن دونوں کا نظریہ مختلف اور الگ الگ ہے، اور مولانا محمود الحسن اور مولانا مودودی صاحب اس بات پر جھڑپے ہیں کہ مولانا مودودی صاحب کہتے ہیں کہ امام مہدی جو ظہور ہونگے تو پینٹ، کوٹ، سوٹ، کیساتھ ہونگے، جبہ کے ساتھ نہ ہوں گے، یعنی انگریزی لباس میں ظاہر ہوں گے۔ اور کہتے ہیں کہ ڈاڑھی ایک مشت رکھنا ثابت نہیں، جتنا چاہے رکھے خواہ ایک مشت ہو یا اس سے کم، قلعی ڈاڑھی رکھے سب جائز ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ شہید لوگ زندہ نہیں رہتے، بلکہ لوگ جنگ میں جائیں گے نہیں، بول کے خدا نے شوق دلانے کیلئے وعدہ کیا کہ شہید لوگ مرتے نہیں، زندہ رہتے ہیں، اصل میں وہ زندہ نہیں بلکہ خدا ان کو بہت بڑا جردے گا اور ان کا مرتبہ بلند کرے گا، ”شہید لوگ مر گئے ہیں“ کہنے سے لوگوں کا دل چھوٹا ہوگا اور پست ہمت ہو جائیں گے، بول کے خدا نے ان کا حوصلہ بلند کرنے کیلئے ان سے وعدہ کیا کہ شہید لوگ زندہ رہیں گے، یہ کہاں تک سچ ہے۔

مولانا محمود الحسن اور مودودی صاحب کی نا اتفاقی کی وجہ سے مولانا محمود الحسن نے جمعیت العلماء ہندی پارٹی بنائی اور مولانا مودودی نے جماعت اسلامی کی پارٹی بنائی۔ مولانا محمود الحسن ہندوستان کے حامی اور کانگریس کے بانی تھے، مولانا مودودی پاکستان کے حامی اور مسلم لیگ کے طرفدار تھے، یہ بات کہاں تک سچ ہے؟

۳..... دونوں عالموں کی سوانح حیات مختصر سے لکھنا، والد کا نام، کہاں پیدا ہوئے، کس مدرسہ میں تعلیم پائی ان کے استاد کون تھے، دونوں کا نظریہ کیسا ہے؟

۴..... مولانا مودودی جو بات کہتے ہیں وہ کام آج بھی مسلمان کر سکتے ہیں یا نہیں، ان کا کہنا غلط ہے یا صحیح؟ مودودی حق پر ہے یا نہیں یا غلط رائے پر، جماعت اسلامی غلط رائے پر ہے یا صحیح؟ مولانا مودودی ہی پاکستان کے بڑے عالم ہیں یا ان سے بھی بڑا کوئی عالم پاکستان میں ہے، مولانا مودودی بھی زمانہ کے بڑے عالم ہیں یا نہیں، دنیا کے بڑے عالموں میں ان کا شمار ہوتا ہے یا نہیں؟

۵..... جماعت اسلامی والوں کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟ یہاں کے ایک عالم مجھے منع کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ جس طرح بدعتیوں کے پیچھے نماز درست نہیں، اسی طرح جماعت اسلامی کے علماء کے پیچھے جماعت درست

نہیں ہوگی، میرے تمام ساتھی جماعت اسلامی والے ہیں، نماز ان کے پیچھے پڑھنا پڑتی ہے، ان کے پیچھے نماز پڑھوں یا نہیں؟ اور اسی جماعت کی کتابوں کا مطالعہ کروں یا نہیں؟ مولانا موودوی کا مسئلہ اور دیوبندی عالم کا مسئلہ بہت سا رادیکھ چکا ہوں سب ایک ہیں، بدعت، شرک، کے بارے میں ایک بیان ہے، دوسرے کے بارے میں نہیں جانتا ہوں، اور میرے ساتھی جماعت اسلامی کا ممبر بننے کو کہتے ہیں، میں ممبر بنوں یا نہیں، اسلئے کہ بچپن سے میں دیوبندی عقیدہ کا ہوں، اس لئے ممبر بننے سے میرے عقیدے پر تو کوئی اثر نہیں پڑے گا؟

۶..... مولانا ابواللیث جو ہندوستان کی جماعت اسلامی کے عالم ہیں، ان کو لوگ فاسق کہتے ہیں، وہ

فاسق ہیں یا نہیں؟ فقط۔
شیخ کفیل الدین بالباہ، صالح پور، کٹک، اڑیسہ۔

الجواب حامدًا ومصلياً:

۱..... سید ابوالاعلیٰ موودوی نے جو کتابیں لکھ کر شائع کر دی ہیں ان میں بہت سی چیزیں اہلسنت والجماعت کے مسلک کے خلاف ہیں، وہ کلام اور فقہ میں ایک خاص مسلک رکھتے ہیں، وہ ائمہ سلف میں سے کسی کے متبع اور پابند نہیں ہیں، بعض جگہ معتزلہ اور خوارج کی باتیں ان کی کتابوں میں ملتی ہیں، اس لئے انکی کتابوں کا مطالعہ دینی اعتبار سے مضر ہے، عبارتیں بہت شستہ اور دلفریب انداز میں ہوتی ہیں، لیکن ان کے اثرات یہ ہیں کہ آدمی کے مزاج میں آزادی پیدا ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ براہ راست قرآن و حدیث سے مسائل استنباط کرنا شروع کر دیتا ہے اور اس میں اپنی سمجھ پر اعتماد کرتا ہے، نہ یہ دیکھتا ہے کہ مفسرین اور محدثین و فقہاء و مجتہدین اور اکابر اہل اللہ نے اس کا مطلب یہی سمجھا ہے یا کچھ اور سمجھا ہے۔

اس کو نہ مفسرین پر اعتماد رہتا ہے، نہ محدثین پر، نہ فقہاء پر، نہ مجتہدین پر، بلکہ بسا اوقات صحابہ کرام کے علم و فہم پر بھی اعتماد نہیں رہتا، اور سب پر نہایت غلط قسم کی تنقید کر گزرتا ہے۔ جس حدیث کو اس کا دل قبول کرتا ہے اس کو معتبر سمجھتا ہے، جس کو اس کا دل قبول نہ کرے اس کو یہ کہہ کر رد کر دیتا ہے کہ یہ مزاج نبوت اور مزاج اسلام کے خلاف ہے، یہ ذہنیت اور مزاجی کیفیت (کہ سب سلف صالحین سے اعتماد ختم ہو جائے) بہت خطرناک، دین کیلئے مضر بلکہ مہلک ہے اور سر اسر گراہی کا دروازہ ہے، اس لئے ان کی کتابوں کے مطالعہ سے عامۃً روکا جاتا ہے، جب ایسی کتابیں لائبریری میں ہوں گی تو وہ مطالعہ میں آئیں گی، نہیں ہوں گی تو مطالعہ میں بھی نہیں آئیں گی۔

۲..... مولانا محمود الحسن مدنی سے میں واقف نہیں، اس سے پہلے کبھی یہ نام بھی نہیں سنا۔ سید ابوالاعلیٰ سے

کسی نے دریافت کیا تھا کہ آپ نے کس استاد سے اور کس مدرسہ میں تعلیم پائی ہے؟ تو انہوں نے نہ استاد کا نام بتا یا نہ مدرسہ کا بلکہ یہ کہا کہ ”مجھ سے مت پوچھو بلکہ میرا کام دیکھو“ حوالہ نمبر: ۴ میں آرہا ہے، کام وہ ہے جو نمبر: ۱ میں مذکور ہے اور کچھ آپ نے نقل کیا ہے، امام مہدی کے متعلق انہوں نے ”رسائل و مسائل“ اور ”تجدید احیاء دین“ میں وہ باتیں بھی لکھی ہیں جو حدیث میں مذکور ہیں اور جو کچھ حدیث میں ہے اس کا انکار بھی کیا ہے بلکہ حدیثوں ہی کو ناقابل اعتبار قرار دیا ہے۔

۳..... سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب ایک ایڈیٹر اور مضمون نگار ہیں، باقاعدہ کسی مستند استاد سے انہوں نے علم دین حاصل نہیں کیا، ہاں از خود مطالعہ کیا ہے، وہ خود ہی لکھتے ہیں کہ:

”مجھے گروہ علماء میں شامل ہونے کا شرف حاصل نہیں، میں ایک بیچ کی راس کا آدمی ہوں، جس نے جدید اور قدیم دونوں طریقہ ہائے تعلیم سے کچھ کچھ حصہ پایا ہے، دونوں کو چوں کو خوب چل پھر کر دیکھا ہے، اپنی بصیرت کی بناء پر نہ تو میں قدیم گروہ کو سراپا خیر سمجھتا ہوں اور نہ جدید گروہ کو، دونوں کی خامیوں پر میں نے آزادی کے ساتھ تنقید کی ہے۔“

(ترجمان القرآن، ج: ۱۴، عدد: ۳، ص: ۲۲۷) (۱)۔

۴..... مودودی صاحب سے ان کے ہی آدمی نے دریافت کیا تھا کہ اگر آپ نے کسی عالم سے فیض حاصل کیا ہو تو ان کا نام بھی تحریر فرمائیں اس کے جواب میں مودودی صاحب نے لکھا ہے کہ:

”یہ ایک لا حاصل سوال ہے کہ میں نے کس عالم سے فیض حاصل کیا ہے، یہ سوال تو ان سے کرنا چاہئے جس نے کوئی علمی کام نہ کیا ہو اور جس کے علمی مرتبہ و مقام کو ماننے کیلئے مدرسہ کی سند اور استادوں کے ناموں کے سوا اور کوئی ذریعہ نہ ہو، میں نے کام کیا ہے اور میرا کام کوئی چھپا ہوا نہیں ہے، بلکہ چھپا ہوا ہے، سب کے سامنے موجود ہے، اس کو دیکھ کر ہر شخص معلوم کر سکتا ہے کہ میں نے کیا کچھ پڑھا ہے اور جو کچھ پڑھا ہے اسے کتنا ہضم کیا ہے۔“ (رسائل و مسائل: ۴/۲۹۹) (۲)۔

(۱) (ترجمان القرآن، ج: ۱۴، عدد: ۳، ص: ۲۲۷)

(۲) (رسائل و مسائل: ۴/۲۹۹)

۵..... ان کا بڑا مقصد یہ ہی ہے کہ لوگوں کو یقین دلا دیں کہ اب موجودہ وقت میں دین کو پوری طرح کوئی نہیں سمجھا، نہ اب سے دو چار صدی پہلے کسی نے سمجھا ہے، نہ آٹھ دس صدی پہلے کسی نے سمجھا ہے، نہ بارہ تیرہ صدی پہلے کسی کی پوری زندگی اسلامی زندگی تھی، حتیٰ کہ مودودی صاحب اور ان کے متاثر اہل قلم نے صحابہ کرام پر بھی سخت قسم کی تنقید کی ہے، جن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو زندگی ہی میں نام لیکر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمادیا تھا کہ ”یہ اہل جنت ہیں“ (۱) ان کو بھی نہیں بخشا، نمونہ دیکھنا ہو تو ”خلافت و ملوکیت“ اور ”معرکہ اسلام و جاہلیت“ کو دیکھنا بھی کافی ہوگا، ان امور کے بعد آپ کے ہر سوال کا جواب خود بخود واضح ہے۔

۶..... مولانا ابواللیث صاحب ہندوستان کی جماعت اسلامی کے امیر ہیں، جس طرح کہ مودودی صاحب پاکستان کی جماعت اسلامی کے امیر ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود وغفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

مودودی صاحب کا ایک فتویٰ

سوال [۴۹۹]: مولانا مودودی صاحب سے ایک مسئلہ یہ پوچھا گیا کہ کان میں دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹے گا یا نہیں؟ جواب دیا: نہیں ٹوٹے گا، سائل نے پھر پوچھا انجکشن لگوانے سے؟ جواب دیا انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا، سائل نے پھر پوچھا کہ اگر روزہ دار کے بھڑنک مار دے اور ڈنک کے مارنے سے سیال مادہ اس کے جسم میں پہنچا دے (انجکشن کی طرح) تو کیا حکم ہے؟ جواب دیا کہ میرے خیال میں روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ یہ ایسا ہے جیسے کسی نے بھولے سے کھاپی لیا۔ کیا مسائل بالا میں جو حکم مودودی صاحب نے بتایا از روئے شرع درست ہے اور آخری مسئلہ میں جو قیاس کیا ہے وہ صحیح ہے؟
حافظ محمد کلیم، علی آبادی۔

(۱) ”عن عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ”أبو بکر فی الجنة، وعمر فی الجنة، وعثمان فی الجنة، وعلی فی الجنة، وطلحة فی الجنة، والزبیر فی الجنة، وعبد الرحمن بن عوف فی الجنة، وسعد بن أبی وقاص فی الجنة، وسعید بن زید فی الجنة، وأبو عبیدة بن الجراح فی الجنة“۔ (جامع الترمذی، أبواب المناقب، مناقب عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ۲/۲۱۵، سعید)

(ومشکوٰۃ المصابیح، کتاب المناقب، باب مناقب العشرة رضی اللہ تعالیٰ عنہم، الفصل الثانی:

الجواب حامداً ومصلياً :

مودودی صاحب سے کسی نے فتویٰ دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ”فتویٰ کسی مفتی سے پوچھو، ہاں دین کی بات میں بتاتا ہوں“ اور ان سے کسی نے کہا تھا کہ آپ نے فلاں چیز کا فتویٰ دیا ہے تو جواب میں کہا کہ ”فتویٰ دینے کی غلطی میں نے کبھی نہیں کی“ انہوں نے ایک جگہ لکھا ہے کہ:

”مجھے گروہ علماء میں شامل ہونے کا شرف حاصل نہیں، میں نے جدید و قدیم دونوں قسم کے علوم کا کچھ کچھ حصہ حاصل کیا ہے، جس کی بناء پر میں نہ جدید گروہ کو پورے طور پر صحیح سمجھتا ہوں اور نہ قدیم کو، میں نے دونوں پر پوری تنقید کی ہے۔“

مودودی صاحب کا اصلی کام یہی ہے کہ سب پر تنقید کر کے ان کو ناقابل اعتماد قرار دیدیں اور اپنی رائے کی فوقیت سب پر بتادیں، اور اپنے ذہن سے اس کی ترجیح بھی ظاہر کر دیں، ان حالات میں ان کے بیان کئے ہوئے مسائل شرعی فتویٰ کی حیثیت میں نہیں بلکہ مضمون نگاری کی حیثیت میں ہیں۔

مسئلہ یہ ہے کہ کان میں سیال دوا ڈالنے سے روزہ فاسد ہو جائے گا، آنکھوں میں ڈالنے سے فاسد نہ ہوگا۔ یہ دونوں مسئلے کتب فقہ، شامی (۱) کنز (۲) فتاویٰ عالمگیری (۳) وغیرہ میں مذکور ہیں، مگر مودودی صاحب کے نزدیک ان کتابوں کے مسائل پر عمل کرنے والے جہنم میں ڈالے جائیں گے تو اس وقت ان کتابوں کے مصنفوں کو لعنت بھیجیں گے اور دعاء کریں گے کہ یا اللہ! ان کو دہرا عذاب دے، انہوں نے ہم کو گمراہ کیا، ہم انکی اطاعت کی وجہ سے صحیح راستہ پر نہیں چلے بلکہ بھٹک گئے۔ (حقوق الزوجین)

بھڑ وغیرہ کے کاٹنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، منفذ سے کوئی چیز اندر نہیں پہنچتی، انجکشن سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا، اس میں بھی منفذ سے کوئی چیز نہیں پہنچتی، الا یہ کہ جوفِ معدہ میں منفذ سے کوئی چیز پہنچائی جائے تو منفذ

(۱) ”أو أقطر في أذنه دهنًا أو داوي جائفةً أو آمةً، فوصل الدواء حقيقةً إلى جوفه و دماغه“. (قولہ: دهنًا) قید بہ؛ لأنه لا خلاف في فساد الصوم به الخ“. (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصوم، مطلب في حکم الاستمناء بآ لکف: ۲/۲۰۲، سعید)

(۲) (کنز الدقائق مع البحر الرائق، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم و مالا یفسده: ۳/۲۸۶، سعید)

(۳) (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الصوم، الباب الرابع فیما یفسد و مالا یفسد: ۱/۲۰۴، رشیدیہ)

صوم ہے (۱) اصل وجہ منفذ سے جوف میں کسی چیز کا نہ پہنچنا ہے، اس کو بھول سے کھانے پر قیاس کرنا غلط ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

تفہیم القرآن کا حکم

محترمی جناب صدر المفتی صاحب، زیدت معالیکم! دارالعلوم دیوبند۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرض خدمت عالیہ میں یہ ہے کہ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان عظام مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ براہین و دلائل شرعیہ فقہ حنفی کے مطابق تحریر فرما کر مشکور و ممنون فرمایا جائے، عین کرم ہوگا۔

سوال [۵۰۰]: ﴿وَلَا تَصِلْ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ﴾ (۲) سورۃ التوبہ، اس آیت کی تفسیر میں سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے اپنی تفسیر ”تفہیم القرآن“ میں لکھا ہے کہ اس سے یہ مسئلہ نکلا کہ فساق و فجار اور مشہور بالفسق کی جنازے کی نماز نہیں پڑھی جائے گی، یہ عبارت بعینہ تفہیم القرآن کی تو نہیں ہے لیکن اس کا مفہوم یہی ہے، اس تفسیر کو لیکر کچھ لوگوں نے ہماری بستی میں یہ اعلان کیا کہ جو شخص نماز نہیں پڑھے گا، اس کے جنازے کی نماز نہیں پڑھی جائیگی اور قبر کھودنے والوں پر یہ پابندی عائد کی گئی کہ جو قبر کھودے گا اس پر پندرہ روپے جرمانہ ہوگا۔

ہماری بستی میں ایک عالم صاحب ہیں، یہ سب باتیں ان کی عدم موجودگی میں ہوئیں، کچھ دنوں کے بعد وہ گھر پر آئے تو انہیں ایک نئی بات معلوم ہوئی انہوں نے مودودی صاحب کی تفسیر کو دیکھا اور اپنی تقریر میں

(۱) ”أوأدهن أو إكتحل أو إحتجم وإن وجد طعمه في حلقه“۔ قال الشامي: ”لأن الموجد في حلقه أثر داخل من المسام الذي هو خلل البدن، والمفطر إنما هو داخل من المنافذ لتفاق من اغتسل في ماء فوجد برده في باطنه انه لا يفطر“۔ (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصوم ما يفسد الصوم وما لا يفسد : ۲/۳۹۵، ۳۹۶، سعید)

(و كذا في الفتاوى العالمكبرية، كتاب الصوم، الباب الرابع فيما يفسد وفيما لا يفسد : ۲۰۳/۱، رشیدیہ)

(و كذا في النهر الفائق، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده : ۲/۱، مكتبه امدادیہ ملتان)
(۲) (سورة التوبة: ۱۰، رقم الآية: ۸۴)

بیان کیا کہ یہ مودودی صاحب کی زیادتی ہے، یہ آیت کفار اور منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے نہ کہ فساق و فجار کے بارے میں، مودودی صاحب نے تفسیر بالرائی کی ہے جو سراسر ناجائز و حرام ہے، نیز انہوں نے کہا کہ ان کی تفسیر کے مطابق خود مودودی صاحب اس لائق نہیں ہیں کہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے، کیونکہ فسق گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کہتے ہیں تو مودودی صاحب اتنے گناہ کبیرہ کے ارتکاب کرتے ہوں گے کہ ان کو خود بھی پتہ نہیں ہوگا، نیز مودودی صاحب کی ڈاڑھی حدود شرعیہ سے کم ہے اور وہ کھلم کھلا ڈاڑھی کٹاتے ہیں لہذا گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتے ہیں اور مشہور بالفسق ہیں لہذا ان کی جنازہ کی نماز نہ پڑھی جائے۔

عالم صاحب نے اپنی تقریر میں بیان کیا کہ بے نمازی کے جنازے کی نماز نہ پڑھنا اگرچہ پوری زندگی میں کبھی نماز نہ پڑھی ہو بالکل حرام ہے اگر کسی نے نہیں پڑھی اور بلا جنازہ کی نماز کے دفن کر دیا گیا، سارے لوگ بستی کے گناہگار ہوں گے، لہذا ایسی زیادتی سے آپ لوگ باز آئیں۔ کچھ دنوں تک بات رک گئی پھر عالم صاحب اپنے مدرسہ میں چلے گئے، جب وہ آئے تو بستی کے لوگوں نے جب دیکھا کہ بات تو معقول ہے، اب کوئی ترکیب نکالی جائے تو لوگوں نے بہانہ شروع کر دیا کہ ہم لوگوں نے صرف لوگوں کو دھمکانے کیلئے ایسا کیا تھا، اس پر عالم صاحب کھڑے ہوئے اور کہا کہ اس نیت سے ایسا کرنا بھی ناجائز ہے کیونکہ آپ لوگ ایسی بستی سے تعلق رکھتے ہیں جس کا ہر معاملہ میں دوسری بستیاں اقتداء کرتی ہیں، اس لئے ایسا نہ ہو کہ دوسرے لوگ اس کو حقیقت پر محمول کر کے بلا نماز جنازہ کے کسی مسلمان کو دفن کر دیں جو بالکل ناجائز اور حرام ہے، اس پر لوگوں نے پوچھا کہ اچھا کوئی شکل تبلیغ کیلئے اختیار کیجائے؟

مولانا نے کہا کہ ہر اولاد والے اپنی اولاد پر کنٹرول کریں، اولاد بالغ اگر نماز نہیں پڑھتی ہے تو اس پر سختی کریں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ تبلیغی اصول کے مطابق گشت کریں اب اگر لوگ نماز نہیں پڑھتے تو آپ کا قصور نہیں ہوگا۔ تیسری صورت یہ ہے کہ سوشل بائیکاٹ کر دیں۔
اب حل طلب یہ ہے کہ:

..... بے نمازی انسان کے جنازے کی نماز پڑھی جائے یا نہیں؟

۲..... آیت بالا کن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی؟

۳..... موذوبی صاحب کی تفسیر صحیح ہے یا نہیں؟

۴..... ڈرانے یا دھمکانے کی غرض سے جب کہ اندیشہ بھی ہو کہ دوسرے لوگ ہو سکتا ہے کہ حقیقت پر محمول کر کے بالکل جنازہ کی نماز نہ پڑھیں، اعلان کرنا کہ جو نماز نہ پڑھے گا اس کے جنازے کی نماز نہیں پڑھی جائے گی، ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

۵..... ڈاڑھی کی حد شرعی کیا ہے؟

۶..... لوگوں کو نمازی بنانے کیلئے شریعت کی رو سے کونسا طریقہ اختیار کیا جائے؟ کرم فرما کر مذکورہ بالا

باتوں کا جواب عنایت فرمایا جائے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ آنجناب کو جزائے خیر دیگا۔

والسلام خادم: محمد بدر الحسن مدرسہ اسلامیہ جامع العلوم، چاندواڑہ، ضلع مظفر پور، بہار۔

الجواب حامد أو مصلياً:

۱..... نماز فرض عین ہے (۱)، بے نمازی سخت گناہ گار ہے (۲)، نماز جنازہ اس کی بھی ضروری ہے:

”الصلاة عليه فرض كفاية بالإجماع، فيكفر منكرها لإنكاره الإجماع، كذا في البدائع والقنية، وقوله تعالى: ﴿وصل عليهم﴾ وقوله صلى الله عليه وسلم: ”صلوا على كل برو فاجر“۔

طحطاوی، ص: ۳۵۰ (۳)۔

۲..... ﴿ولا تصل على أحد منهم مات أبدا﴾ منافقین کے متعلق ہے، عبد اللہ بن ابی ابن سلول

(۱) ”ہی (أى الصلوة) فرض عين على كل مكلف بالإجماع“۔ (الدر المختار مع رد المحتار:

۳۵۱/۱، كتاب الصلاة، سعيد)

(۲) ”عن عبد الله بن شقيق قال: كان أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يرون شيئاً من

الأعمال تركه كفر غير الصلوة“۔ (مشکوٰۃ المصابيح، ص: ۵۹، كتاب الصلوة، الفصل الثالث،

قدیمی کتب خانہ)

(۳) (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، ص: ۵۸۰، باب أحكام الجنائز، فصل الصلوة عليه،

قدیمی کتب خانہ)

رئيس المنافقين کا واقعہ کتب حدیث (۱) و تفسیر (۲) میں بہت مشہور و معروف ہے کہ اس کے انتقال پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھائی تب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی، پھر کسی منافق کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھائی۔

۳..... موودوی صاحب کی تفسیر ”تفہیم القرآن“ (۳) میں بہت سی چیزیں جمہور اہل سنت والجماعت کے

(۱) ”عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما أنه قال: لما توفي عبد الله ابن أبيّ، جاء ابنه عبد الله بن عبد الله إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فأعطاه قميصه، وأمره أن يكفنه فيه ثم يصلى عليه، فأخذ عمر بن الخطاب بثوبه فقال: تصلى عليه وهو منافق، وقد نهاك الله أن تستغفر لهم؟ قال: ”إنما خيرني الله أو أخرجني الله فقال: (استغفر لهم أو لا تستغفر لهم، إن تستغفر لهم سبعين مرة فلن يغفر الله لهم). فقال: ”سازیدہ علی سبعین“ قال: فصلی علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصلینا معہ، ثم أنزل علیہ: ﴿ولا تصل علی أحد منہم مات أبداً ولا تقم علی قبرہ﴾. (صحیح البخاری: ۶۷۴/۲، کتاب التفسیر، سورة التوبة، قديمی)

(۲) ”عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: سمعت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ يقول: لما توفي عبد الله بن أبيّ دعى رسول الله صلى الله عليه وسلم للصلوة عليه، فقام فلما وقف عليه يريد الصلاة، ثم صلى عليه ومشى معه وقام على قبره حتى فرغ منه قال: فعجبت من جرأتی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، قال: فواللہ ما کان إلا یسیراً حتی نزلت ہاتان الآيتان: ﴿ولا تصل علی أحد منہم مات أبداً﴾ فما صلی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعدہ علی منافق، ولا قام علی قبرہ حتی قبضہ اللہ عز وجل“. (تفسیر ابن کثیر: ۴۹۹/۲، سورة التوبة آیت نمبر: ۸۴)

(۳) چنانچہ موودوی صاحب نے لکھا ہے کہ: ”حضرت نوح علیہ الصلاۃ والسلام اپنی بشری کمزوریوں سے مغلوب اور جاہلیت کے جذبے کے شکار ہو گئے۔“ (تفہیم القرآن: ۳۴۴/۲، سورہ ہود، آیت: ۴۶، مکتبہ تعمیر انسانیت موچی دروازہ لاہور، طبع چہارم ۱۹۶۷ء) اور حضرت یونس علیہ الصلاۃ والسلام کے بارے میں لکھا ہے: ”حضرت یونس علیہ الصلاۃ والسلام سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہو گئیں تھیں۔“ (تفہیم القرآن: ۲۱۲/۶، سورہ یونس)

اور حضرت داود علیہ الصلاۃ والسلام کے بارے میں لکھا ہے کہ: ”داود علیہ الصلاۃ والسلام کے فعل میں خواہش نفس کا کچھ دخل تھا، اس کا امکانہ اقتدار کے نامناسب استعمال سے بھی کوئی تعلق تھا اور وہ کوئی ایسا فعل تھا جو حق کے ساتھ حکومت کرنے والے کسی فرمانروا کو زیب نہیں دیتا تھا۔“ (تفہیم القرآن: ۳۲۷/۳، سورہ ص، آیت: ۲۶، مکتبہ تعمیر انسانیت موچی دروازہ لاہور، طبع چہارم ۱۹۶۷ء)

مسلك کے خلاف ہیں، عامۃ المسلمین کا اس کو پڑھنا یا سننا اعتقادی اور عملی گمراہی و غلطی کا موجب بن سکتا ہے، اس لئے اس سے پرہیز لازم ہے، ہاں جو حضرات اہل علم ہیں، کتاب و سنت کا علم باقاعدہ معتمد اساتذہ سے حاصل کر کے اس پر استحکام رکھتے ہیں اور صحیح و غلط میں تمیز کرنے کا ان کو ملکہ راسخہ حاصل ہے، ان کیلئے مضرت نہیں، مگر مودودی صاحب نے آیت مسئلہ کے متعلق یہ نہیں لکھا جو ان کے معتقدین نے عمل شروع کر دیا، یہ عمل سراسر غلط اور فتنہ ہے، اس کو مودودی صاحب کی طرف منسوب کرنا بھی غلط ہے، جو معتقدین اپنے اعتقاد میں حد غلو تک پہنچ جاتے ہیں وہ اس قسم کی غلطیوں میں اکثر مبتلا ہوتے ہیں پھر جو لوگ نعمت فہم سے محروم ہیں ان کا تو پوچھنا ہی کیا ہے، وہ بے سمجھے ہی تقلید کرتے ہیں۔

مودودی صاحب نے اس آیت سے جو مسئلہ استنباط کر کے لکھا ہے وہ یہ ہے کہ:

”اس سے یہ مسئلہ نکلا ہے کہ فساق و فجار اور مشہور بفسق لوگوں کی نماز جنازہ

مسلمانوں کے امام اور سربراہ آوردہ لوگوں کو نہ پڑھانی جائے اور نہ پڑھنی چاہئے“، تفہیم

القرآن، ص: ۲۲۱ (۱)۔

مودودی صاحب کا ایسا کلیہ استنباط کرنا بھی غلط اور نصوص کے خلاف ہے اور ان کے معتقدین کا ایسا

سمجھنا کہ بالکل نماز جنازہ ہی نہ پڑھی جائے اور بلا نماز ہی ان کو دفن کر دیا جائے، نہ سربراہ آوردہ پڑھے اور نہ کوئی اور پڑھے، یہ بھی غلط اور اس کو مودودی صاحب کی طرف منسوب کرنا بھی غلط ہے۔

۴..... جب کہ یہ مسئلہ ہی غلط ہے تو اس کی دھمکی بھی غلط ہے اور جہاں اس غلطی میں مبتلا ہو کر بے نماز

ہی جنازہ دفن کر دینے کا احتمال اور مظنہ ہو اور لوگ اقتداء میں ایسا کرنے پر آمادہ ہوں اور قبر کھودنے والے پر جرمانہ تجویز کیا جائے جس سے یہ بھی احتمال ہو کہ مردہ دفن ہی نہ کیا جائے، ویسے ہی پڑا ہوا سڑتا رہے جیسے مرا ہوا کتا، گدھا پڑا رہتا ہے تو ہرگز ایسی دھمکی اور اعلان کی بھی اجازت نہیں ہے۔

۵..... ڈاڑھی کی حد شرعی ایک قبضہ ہے، امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الآثار (۲) میں سند کے

(۱) (تفہیم القرآن: ۲/۲۲۱، سورۃ التوبۃ، آیت: ۸۳، مکتبہ تعمیر انسانیت موچی دروازہ لاہور طبع چہارم ۱۹۶۷ء)

(۲) ”عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما أنه كان يقبض على لحيته، ثم يقص ما تحت القبضة“ (کتاب

ساتھ اس کو نقل کیا ہے اور فتح القدير (۱) اور درمختار (۲) وغیرہ کتب فقہ میں لکھا ہے کہ ”ایک مشمت تک پہنچنے سے پہلے کاٹنا یا کاٹ کر ایک مشمت سے کم کر لینا کسی کے نزدیک بھی مباح نہیں“۔ کسی نے اس کو مباح قرار نہیں دیا، یہ اجماع کے درجہ میں ہے۔

۶..... عالم صاحب نے جو تدبیریں بتائی ہیں وہ اختیار کی جائیں اور اہل اللہ کی صحبت اختیار کی جائے، ہر مکان اور مسجد میں اہل اللہ کی کتابیں سنانے کا انتظام کیا جائے، اکابر اہل اللہ کی خدمت میں جا جا کر کچھ وقت اپنی تربیت کیلئے گزارا جائے، اپنے احوال کی ان کو اطلاع کر کے ہدایات حاصل کرنے اور ان پر عمل کرنے کی فکر کی جائے، انشاء اللہ صحیح ماحول بنے گا، دین کا عام چرچا ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ۔

تحریک جماعت اسلامی کا خلاصہ

سوال [۵۰۱]: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان دین و شریعت جماعت اسلامی کا کیا حکم ہے؟ کیا ان کی کتابوں کی خرید و فروخت درست ہے یا نہیں، نیز ان کی کتب کا مطالعہ کیسا ہے؟ مینو اتو جروا۔
افضل و ابراہیم افریقی۔

الجواب حامداً و مصلياً:

سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب بانی جماعت اسلامی نے ایک انٹرویو کے دوران ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ:

”میری عمر سولہ سال کی تھی جب میں نے کالج چھوڑا، پھر آوارہ خوانی شروع کی کہ جو کچھ سامنے آیا پڑھ ڈالا، اس کا بہت برا اثر میرے دل و دماغ پر پڑا (کہ خدا پر سے

(۱) ”وَأَمَّا الْأَخْذُ مِنْهَا وَهِيَ دُونَ ذَلِكَ كَمَا يَفْعَلُهُ بَعْضُ الْمَغَارِبَةِ وَمَخْنَثَةُ الرِّجَالِ، فَلَمْ يَبْحَثْ أَحَدٌ“۔ (فتح

القدير: ۳۳۸/۲، كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة، مصر)

(۲) ”وَأَمَّا الْأَخْذُ مِنْهَا وَهِيَ دُونَ ذَلِكَ كَمَا يَفْعَلُهُ بَعْضُ الْمَغَارِبَةِ وَمَخْنَثَةُ الرِّجَالِ، فَلَمْ يَبْحَثْ أَحَدٌ وَأَخْذُ

كُلِّهَا فَعَلَّ يَهُودُ الْهِنْدِ وَمَجُوسُ الْأَعَاجِمِ“۔ (رد المحتار: ۳۱۷/۲، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم

وما لا يفسد، مطلب الأخذ من اللحية، سعيد)

یقین ہٹ گیا، عقائد بے معنی نظر آتے تھے) وغیرہ وغیرہ۔

چونکہ عربی زبان پر عبور کافی تھا اس لئے براہ راست کتاب و سنت کا مطالعہ کیا، تشنگ اور اربیتاب کے پردے چاک ہوتے گئے اور یقین مستحکم ہو گیا، وغیرہ وغیرہ۔

مودودی صاحب سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ نے کہاں اور کس سے علم حاصل کیا؟ اس کا جواب

دیا کہ:

”یہ بات مجھ سے دریافت کرنے کی نہیں، یہ بات تو ان حضرات سے پوچھنے کی ہوتی ہے جن کے علم کیلئے چند ناموں کا گنا دینا کافی ہے (جیسے حدیثا فلان عن فلان عن فلان) آپ مجھ سے یہ نہ پوچھئے بلکہ میرا کام دیکھئے، میرا کام چھپا ہوا ہے چھپا ہوا نہیں، اس کو دیکھ کر ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ میں نے کتنا علم حاصل کیا ہے، اس کو کتنا ہضم کر سکا ہوں۔“

کسی نے مودودی صاحب سے دریافت کیا تھا کہ آپ نے جو کچھ بیان کیا ہے، صدیاں گزر گئی ہیں کسی نے وہ بیان نہیں کیا اور بڑے علماء و مشائخ نے آپ کے بیان کے بعد بھی اس کو قبول نہیں کیا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ سب اکابر دین غلطی پر ہیں یا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ حق کے نام پر کوئی غلط چیز پیش کر رہے ہیں؟ مودودی صاحب نے اس کا جواب دیا کہ ”میں نے دین کو حال یا ماضی کے اشخاص سے سمجھنے کے بجائے ہمیشہ قرآن و سنت ہی سے سمجھنے کی کوشش کی ہے، اس لیے میں کبھی یہ معلوم کرنے کیلئے کہ خدا کا دین مجھ سے اور ہر مومن سے کیا چاہتا ہے، یہ دیکھنے کی کوشش نہیں کرتا کہ فلاں اور فلاں بزرگ کیا کہتے ہیں اور کیا کرتے ہیں، بلکہ صرف یہ دیکھنے کی کوشش کرتا ہوں کہ قرآن کیا کہتا ہے اور رسول نے کیا کہا“۔ ترجمان القرآن (۱)۔ اس سے معلوم ہوا کہ مودودی صاحب نے خدا کے دین کو نہ زمانہ حال کے کسی شخص یعنی استاذ سے سمجھا، نہ زمانہ ماضی چودہ سو سال میں کوئی شخصیت ایسی گذری جس سے وہ خدا کے دین کو سمجھ سکتے، قرآن کریم کا مطالعہ بھی خود ہی بغیر استاد کے کیا ہے اور سنت کا بھی، ان کے نزدیک قرآن کریم کا مطلب سمجھنے کیلئے نہ حدیث کی ضرورت ہے نہ تفسیر کی، چنانچہ لکھتے ہیں:

”قرآن اور سنت رسول کی تعلیم سب پر مقدم ہے، مگر تفسیر و حدیث کے پُرانے ذخیروں سے نہیں، ان کے پڑھانے والے ایسے ہونے چاہئیں، جو قرآن و سنت کے مغز کو پاچکے ہوں“ (تنقیحات) (۱)۔

بغیر تفسیر و حدیث کے قرآن کریم کو جو سمجھنے کا طریقہ مودودی صاحب نے تلقین کیا ہے وہ یہ ہے:

”قرآن کو پوری طرح سمجھنے کی بہترین صورت صرف یہ ہو سکتی ہے کہ اس کا خواہشمند پہلے تو یہ سمجھے کہ الہام اسی پر نازل ہو رہا ہے، اور پھر وہ یہ سمجھ کر پڑھے کہ خود اس الہام کو نازل کر رہا ہے“ (۲)۔

چنانچہ اس کا اثر یہ ہے کہ جماعت اسلامی سے وابستہ ایک صاحب اپنے لڑکے کو فہم دین کی دعوت اس طرح دیتے ہیں:

”بیٹا کہنا یہ تھا کہ جب قرآن پڑھو تو یہ سمجھو کہ یہ قرآن تم پر اتر رہا ہے یعنی اللہ تعالیٰ خود تم سے ہم کلام ہے“۔ (دعوت، دہلی)

الحاصل: مودودی صاحب اور ان کی قائم کردہ جماعت اسلامی کے نزدیک خدا کا دین سمجھنے کیلئے نہ حال و ماضی کے کسی شخص کی ضرورت ہے، نہ حدیث و تفسیر کی حاجت ہے اور نہ فقہ و کلام کی ضرورت ہے، بلکہ دنیا میں اسلام، ایمان، دینداری، توحید، رسالت، اسوہ، سنت، بدعت، کا جو مفہوم پھیلا ہوا ہے، مودودی صاحب کے نزدیک سب غلط ہے، جیسا کہ ترجمان جلد: ۲۶ (۳) میں ہے:

”کوئی شخص ان امور کی اصل حقیقت سے واقف نہیں، اور فقہاء و متکلمین نے جو غلط مفہوم عوام کے ذہن میں راسخ کرنے کیلئے فقہ و کلام کی کتابیں تصنیف کی ہیں اور دین میں تحریف کر کے بے دینی کو دین بتایا ہے“۔

(۱) (تنقیحات، ہمارے نظام تعلیم کا بنیادی نقص، ص: ۱۱۴، مکتبہ جماعت اسلامی، دار السلام، پٹھانکوٹ، پنجاب)

(۲) (نوائے پاکستان، ص: ۴: کالم: ۶، ۲/ ستمبر ۱۹۵۵ء)

(۳) (ترجمان القرآن: جلد: ۲۶)

جیسا کہ ترجمان جلد ۲۶ (۱) میں ہے:

”اسی لئے ان کے نزدیک جماعت اسلامی میں داخل ہونے کے لئے تجدید

ایمان ضروری ہے اور کوئی بڑے سے بڑا عالم اور شیخ طریقت بھی اس سے مستثنیٰ نہیں۔“

اسی لئے جو شخص ان کی جماعت میں داخل ہونے کے بعد جماعت سے نکل جائے اس پر یہ لوگ ارتداد

کا حکم لگاتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

”یہ وہ راستہ نہیں ہے جس میں آگے بڑھنا اور پیچھے ہٹنا دونوں یکساں ہو، نہیں

یہاں پیچھے ہٹنے کے معنی ارتداد کے ہیں، خدا کی طرف سے پیٹھ موڑنے کے ہیں۔“

(جماعت اسلامی کا پہلا اجتماع)۔

جماعت ہند کے ایک اہم ذمہ دار کی کتاب ”تقیدات“ میں ہے:

”یہاں تبلیغ اسی مشنری ڈھنگ کی ہے، جیسے عیسائیوں، ہندوؤں اور سکھوں کی

طرف سے آئے دن ہوتی رہتی ہے، پس مذاہب چند بے جان عقائد، بے معنی منتر اور بے

مقصد حرکات کی معجون سی بنے ہوئے ہیں، پنڈت، پادری، یا گرنٹھی اور مولوی اپنے اپنے

کارخانوں کی ذہنی معجونیں لئے پھرتے ہیں، ڈگڈگی بجائی، لوگوں کو جمع کیا اور اپنی معجون کے

حق میں گا گا کر اور تھرک تھرک کر ایک رنگین تقریر کر ڈالی۔“

نیز ایک صاحب نے موودودی صاحب کی خدمت میں رہ کے ایک کتاب تصنیف کی جس کو موودودی

صاحب نے بہت پسند کیا ہے اس کا نام ”معرکہ اسلام و جاہلیت“ ہے، اس میں چن چن کر ایسے صحابہ کرام رضی اللہ

تعالیٰ عنہم کے متعلق لکھا ہے جن کے افضل اور جنتی ہونے اور مستحق خلافت ہونے کی بشارتیں صحیح احادیث میں

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہیں، کہ ان پر بار بار جاہلیت کے حملے ہوتے تھے جس کی وجہ سے غیر دینی

جذبات بھڑکتے اور وہ ناکردنی، غلط، خلاف اسلام حرکت کر گزرتے تھے۔

موودودی صاحب نے ایک مستقل قاعدہ کلیہ کے طور پر ”ترجمان القرآن“ میں لکھا ہے کہ:

”حقیقت یہ ہے کہ: اسلام و جاہلیت کے درمیان کوئی بیچ کی راہ نہیں ہے۔“

اب پڑھنے والا سوچتا ہے کہ جن اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود براہ راست دین کی تعلیم دی، ایک ایک چیز کو سکھایا اور ان پر اعتماد کر کے دین کی پوری امانت ان کے سپرد فرمائی اور تبلیغ دین کا ان کو ذمہ دار ٹھہرایا اور آئندہ آنے والوں کیلئے ان کو مقتدا بنایا، جماعت اسلامی کے نزدیک ان کے پاس بھی پورا صحیح دین نہیں تھا، بلکہ ان پر جاہلیت کے حملے ہوتے تھے اور جاہلیت تو بالکل اسلام کی ضد ہے، تو پھر انہوں نے امت کو اسلام پہنچایا، یا اسلام کی ضد پہنچائی، انہیں کے پہنچانے سے امت کے پاس اسلام پہنچا، مگر مودودی صاحب اور ان کی جماعت کے نزدیک کسی کے پاس بھی صحیح دین اسلام نہیں پہنچا۔ تقریباً چودہ صدی اس گہری گمراہی، بے دینی اور ضلالت میں بیت گئیں کہ لوگ بے دینی کو دین سمجھتے رہے، اور اسلام کی ضد کو اسلام سمجھتے رہے، اب مودودی صاحب نے اسلام کو صحیح طور پر پیش کیا ہے تو ظاہر ہے کہ ایسے بانی جماعت اور ایسی جماعت کو اہل سنت والجماعت سے کیا تعلق ہے؟ ایسی کتابیں جن میں یہ سب کچھ بھرا ہوا ہو خریدنا اور فروخت کرنا کب درست ہو سکتا ہے؟ (۱) اور ایسے لوگوں سے دینی تعلق کیسے رکھا جاسکتا ہے؟

مودودی صاحب کی کتاب ”خلافت و ملوکیت“ کو دیکھئے کہ کس کس طرح صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو نشانہ ملامت بنا رکھا ہے، پھر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد کسی اور کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے، مسلمانوں نے جس جس جماعت، جس جس فرد کیساتھ دینی عقیدت قائم کر کے ان کو اپنا رہنما تسلیم کیا ان پر مودودی صاحب نے ایسی تخریبی تنقیدیں کی ہیں کہ جس سے ساری عقیدت ختم ہو کر طبیعتوں میں نفرت بیٹھ جائے، جو شخص اپنے زمانہ کا عام طرز خیال بدلنا چاہتا ہو اور لوگوں کی روش میں اصولی تغیر پیدا کر نیک خواہشمند ہو وہ مجبور ہے کہ ابتداء میں تعمیر افکار کو آہستہ آہستہ بتدریج اور باقسطا پیش کرے، تخریبی تنقید کے بغیر وہ الفت و شیفتگی دور نہیں کی

(۱) قال تعالیٰ: ﴿ومن الناس من يشترى لهُو الحديث ليضل عن سبيل الله﴾. ”وفى أسباب النزول للواحدى عن الكلبي ومقاتل أنه كان يخرج تاجراً إلى فارس، فيشترى أخبار الأعاجم. وفى بعض الروايات: كتب الأعاجم، فيروى بها ويحدث بها قريشاً ويقول لهم: إن محمداً عليه الصلاة والسلام يحدثكم بحديث عاد وثمود، وأنا أحدكم بحديث رستم، وأسفنديار وأخبار الأكا سرة، فيستملحون حديثه ويتروكون استماع القرآن فنزلت.“ (روح المعاني: ۲۱/۶، سورة لقمان، آيت: ۶، دار إحياء التراث بيروت)

جاسکتی، جو لوگوں کو رائج الوقت تحیلات اور طریقہائے عمل سے طبعی طور پر ہوا کرتی ہے اور جب تک، یہ الفت دور نہ ہو ان کے دماغ کسی نئی بنیاد پر تعمیر نقشہ سوچنے اور سمجھنے کیلئے تیار نہیں ہو سکتے، لہذا تخریب کے بغیر یا ناکافی تخریب کے ساتھ نئی تعمیر کا نقشہ پیش کر دینا سراسر نادانی ہے۔ (ترجمان القرآن، جلد: ۱۴، عدد: ۲، ص: ۱۳۴) (۱)۔

اس اصول کی بناء پر دستور میں تجویز کیا گیا ہے کہ رسول خدا کے سوا کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے، یہ بنیادی عقیدہ ہے اس کے پیش نظر کسی کو بخشا نہیں جائے گا۔ اسی وجہ سے ”صحیح بخاری شریف“ پر بھی تنقید کرتے ہوئے ایک حدیث کے متعلق لکھ دیا ہے ”یہ جھوٹ ہے، مہمل افسانہ ہے“۔ (رسائل و مسائل، ج: ۲، نمبر: ۲) (۲)۔

اور ”تفہیم القرآن“ میں حضرت یونس علیہ الصلاۃ والسلام پر بھی سخت تخریبی تنقید کی ہے (۳)۔ مودودی صاحب تخریبی تنقید کے زور میں وہ چیزیں بھی اپنالیتے ہیں، جن کو اہل باطل نے اختیار کیا ہے۔

کبھی ان کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خوارج کی محفل میں ہیں اور ان کی تائید کر رہے ہیں اور جو آیات کفار کے حق میں نازل ہوئی تھیں ان کو مسلمانوں پر اور ان کے مقتداؤں پر چسپاں کر رہے ہیں، کبھی خیال آتا ہے کہ روافض کی مجلس میں ہیں اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ذوات مقدسہ میں کیڑے ڈال رہے ہیں، کہیں تصور ہوتا ہے کہ مرزائیوں کے دربار میں ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمانی کو عقیدہ تثلیث سے مربوط کر رہے ہیں، کہیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ معتزلہ کی ہنگامہ آرائیوں میں گناہ گار مسلمانوں کو ایمان سے خارج ہونیکا نوٹس دے رہے ہیں۔ اور جہاں جس مقصد کے لئے مناسب سمجھتے ہیں، اپنی فہم کے مطابق کسی آیت یا کسی حدیث یا کسی قول کا بھی سہارا لے لیتے ہیں تاکہ دیکھنے والا سمجھے کہ

(۱) (ترجمان القرآن، جلد: ۱۴، عدد: ۲، ص: ۱۳۴)

(۲) (رسائل و مسائل، ج: ۲، ص: ۲۶، طبع سوم)

(۳) ”حضرت یونس علی نبینا وعلیہ السلام سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہو گئی تھیں اور غالباً انہوں نے بے صبر ہو کر

قبل از وقت اپنا مستقر بھی چھوڑ دیا تھا“۔ (تفہیم القرآن، ج: ۲، ص: ۳۲۱، سورہ یونس، آیت: ۹۸ پارہ ۱۱)

نوٹ: تفہیم القرآن کے طبع سوم میں یہی الفاظ بعینہ موجود ہیں، بعد کے ایڈیشنوں میں اس عبارت کو تبدیل کیا گیا

ہے۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیں (معارف القرآن: ۴/۵۷۰، مکتبہ ادارۃ المعارف کراچی)

ان کو تو حدیث سے بھی تعلق ہے اور کسی قول سے بھی استدلال کر لیتے ہیں۔ خدائے پاک ان کو ہدایت دے اور ان کی گمراہیوں کو ان پر واضح فرما کر توبہ کرنے اور صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق دے اور جتنی گمراہی ان کے ذریعہ سے پھیلی ہے اس کی اصلاح کی بھی توفیق دے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ۔

ایضاً

سوال [۵۰۲]: جماعتِ اسلامی کے بارے میں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ بڑی اچھی جماعت ہے، دین کی صحیح سمجھ اس جماعت میں حاصل ہوتی ہے، مگر میرے بعض دوست کہتے ہیں کہ یہ جماعت اچھی نہیں ہے اس سے دور رہنا چاہئے، حالانکہ میں نے انکی کئی کتابیں پڑھی ہیں بظاہر کوئی قابلِ اعتراض بات نظر نہیں آئی، آپ سے گزارش ہے کہ حکم اس جماعت کے متعلق ارشاد فرمائیں تاکہ یہاں کے لوگ ہدایت پائیں۔ عزیز الرحمن وانمباڑی۔
الجواب حامداً ومصلياً:

سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب بانی جماعتِ اسلامی نے باقاعدہ معتبر اساتذہ سے قرآن و حدیث کی تعلیم حاصل نہیں کی، زیادہ تر ان کی معلومات اپنے مطالعہ سے ہیں، وہ اپنی رائے کے مقابلہ میں کسی کو معتبر نہیں سمجھتے، بلکہ اپنی رائے کے ذریعہ موجودہ علماء اور گذشتہ فقہاء و محدثین، اولیائے کرام، حتیٰ کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ذوات مقدسہ پر بھی ریک جملے کرتے ہیں، اور فہمِ دین میں ان کو ناقص تصور کرتے ہیں۔

بسا اوقات وہ اہل سنت و الجماعت کے متفقہ مسلک سے ہٹ کر معتزلہ، خوارج، روافض، غیر مقلد، منکرین، مرزائیوں کی باتوں کو ترجیح دے کر اختیار کر لیتے ہیں، جس سے سخت گمراہی پھیلتی ہے اور ان سے متاثر لوگوں کے ذہن میں آہستہ آہستہ یہ بات قائم ہو جاتی ہے کہ چودہ صدی میں دین کو صحیح سمجھنے والا اور پورے دین کو اختیار کرنے والا کوئی شخص نہیں پیدا ہوا صرف مودودی صاحب نے پورے دین کو صحیح سمجھا ہے اور سب لوگوں کی غلطیوں کا پردہ چاک کیا ہے، کیونکہ سب لوگ اپنی ناسمجھی، خود غرضی یا خدا پرستی کی بناء پر دین کو غلط اور بے دینی کو دین سمجھے ہوئے تھے، یہ تصور اتنا خطرناک ہے جس کی حد نہیں، ساری امت کو اور اس کے دین کو ناقص اور غلط سمجھنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی خدمات کو ختم کرنا اور ان سے اعتماد کو ختم کر دینا ہے۔ استغفر اللہ۔

معلوم نہیں کہ آپ نے موذوبی صاحب کی کیا کتابیں دیکھی ہیں اور آپ کے پاس قرآن کریم، حدیث شریف، تفسیر، اصول فقہ کے علوم کس قدر ہیں جن کے ذریعہ حق کو باطل سے پرکھا جاسکتا ہے۔
 کیا ”خلافت و ملوکیت“ کا آپ نے مطالعہ نہیں کیا؟ جس میں اونچے اونچے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر کس قدر تخریبی تنقیدیں کی ہیں، حالانکہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف فرمائی، ان کو جنتی قرار دیا ہے (۱) ان پر اعتماد کرنے کیلئے حکم فرمایا (۲) ایسے حضرات موذوبی صاحب کے نزدیک قابل اعتماد نہیں۔

ان کی دوسری کتابیں: ”تنقیحات، تجدید و احیاء دین، تفہیمات، رسائل و مسائل“ میں بھی اس قسم کے مضامین بھرے ہوئے ہیں مگر ان کو مضمون نگاری میں مہارت ہے، عبارت آرائی میں عام طور پر لوگ بہک جاتے ہیں، ان کے رد میں بھی بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں، مثلاً ”کشف حقیقت“، ”تعبیر کی غلطی“، ”موذوبی مذہب“، ”موذوبی صاحب کے غلط نظریات“، ”کھلی چھٹی“۔ خدا جانے ایسی بھی کوئی کتاب آپ نے دیکھی ہے یا نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

(۱) ”عن عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ”أبو بکر فی الجنة، و عمر فی الجنة، وعثمان فی الجنة، و علی فی الجنة، و طلحة فی الجنة، والزبیر فی الجنة، و عبد الرحمن بن عوف فی الجنة، و سعد بن أبی وقاص فی الجنة، و سعید بن زید فی الجنة، و أبو عبیدة بن الجراح فی الجنة“۔ (جامع الترمذی: أبواب المناقب، مناقب عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ۲/۲۱۵، سعید)
 (و کذا فی مشکوٰۃ المصابیح، کتاب المناقب، باب مناقب العشرة، الفصل الثانی، ص: ۵۶۶، قدیمی)

(۲) ”عن أبی بردة -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- عن أبیہ قال: صلینا المغرب مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: (وساق الحدیث إلى أن قال) قال: فرفع رأسه إلى السماء وكان كثيراً مما یرفع رأسه إلى السماء فقال: ”النجوم أمانة للسماء فإذا ذهبت النجوم أتى السماء ما توعد، وأنا أمانة لأصحابی فإذا ذهبت أنا أتى أصحابی ما یوعدون، وأصحابی أمانة لأمتی، فإذا ذهب أصحابی أتى أمتی ما یوعدون“۔ (الصحيح لمسلم، کتاب الفضائل، باب بیان أن بقاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم أمان لأصحابه: ۳۰۸/۲، قدیمی)
 (ومسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند أبی موسی الأشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ۵/۵۳۳، رقم

جماعت اسلامی کا تفصیلی جائزہ ایک خط کے جواب میں

محترمی زید احترامہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

[۵۰۳] جماعت اسلامی تقریباً ۲۵ سال سے تشکیل یافتہ صورت میں کام کر رہی ہے اس کے پمفلٹ، اخبار، رسالے، کتابچے، کثیر تعداد میں شائع ہو چکے ہیں اور شائع ہوتے رہتے ہیں، اس کا دستور بڑی اہمیت کے ساتھ مرتب کیا گیا، نصب العین اور طریق کار بھی تجویز کیا گیا، جو حضرات مفکر اور اہل قلم اس میں شریک ہوئے انہوں نے بڑی جدوجہد سے اس کی حمایت کی، دوسرے حضرات اہل علم نے اس کو قبول نہیں فرمایا، کچھ نے اپنی نجی مجلسوں میں اس پر نکیر کی، سوالات پیدا ہوئے، بات زیادہ بڑھی تو جلسوں تک نوبت آئی، اور بڑے بڑے عام جلسوں میں تقریریں کی گئیں اور جماعت کی جو چیزیں کتاب اور سنت سے ٹکراتی تھیں ان کو پیش کیا گیا۔

پھر سوالات تحریری شکل میں آنے شروع ہوئے، ان کے جوابات دیئے گئے، مستقل رسالے رد میں لکھے گئے، ان رسائل و جوابات کا بھی اچھا خاصہ ذخیرہ ہو گیا مگر نہ اتنا کہ جماعت اسلامی کے لٹریچر کے ہم پلہ ہو سکے، جماعتی لٹریچر کے مقابلہ میں یہ رد نہ ہونے کے برابر ہے، دیوبند، سہارنپور، تھانہ بھون، رام پور، علی گڑھ، اعظم گڑھ، مونگیر وغیرہ مقامات سے بھی جماعت کا رد لکھا گیا، اور دلائل تو یہ پیش کئے گئے، دونوں طرف کے حضرات کو بار بار غور و خوض کا موقع ملا، بعض مقامات پر تبادلہ خیال کی بھی نوبت آئی۔

امیر جماعت سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے مخالفت کر نیوالے حضرات کی کسی تحریر و تقریر کو حق اور نیک نیتی پر محمول نہیں کیا، کبھی فرمایا کہ یہ لوگ الیکشن کی وجہ سے ہماری مخالفت کرتے ہیں، کبھی لکھا کہ یہ جماعتی تعصب میں مبتلا ہیں، کبھی کہا کہ یہ قرآن و حدیث کو نہیں سمجھتے، ان کا ایمان محض تقلیدی ایمان ہے، انہوں نے اپنا ایمان اکابر کے سپرد کر رکھا ہے خدا کے سپرد نہیں کیا، ان کے دلوں میں خوف خدا نہیں، یہ جو کچھ اعتراض کرتے ہیں وہ جھوٹ ہے افتراء ہے، بددیانتی ہے، یہ لوگ نفس پرستی میں مبتلا ہیں، اپنی غلطیوں کو دین و تقویٰ بنا کر پرستش کرتے اور کراتے رہتے ہیں، اس کو چھوڑ کر نیا دین قبول کرنا ان کیلئے آسان کام نہیں ہے یہی تو وہ جہاد اکبر ہے جس کے اہل بہت کم ملتے ہیں۔

ان لوگوں کے لئے آزمائش کا وقت آ گیا ہے، جو حق پرست ہیں وہ ہمارے ساتھ رہیں گے اور جو اشخاص پرست ہیں وہ ہم سے الگ ہو جائیں گے، میں تو سمجھتا ہوں کہ خدا نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ ان کو دین کی

خدمت کی توفیق ہی نہیں دے گا، بلکہ جن فتنوں کی خدمت کر رہے ہیں انہیں میں مشغول رہیں گے، وغیرہ وغیرہ۔ غرض کسی کے اختلاف کو حق پر محمول نہیں کیا، لیکن جماعت کے اونچے حضرات نے بہر حال غور کیا، کچھ پر اپنی غلطی منکشف ہوگئی وہ جماعت سے علیحدہ ہو گئے، کچھ کو دیر لگی اور وہ پندرہ بیس سال تک جماعت میں عہدوں پر فائز رہے اور پوری ذمہ داری کے ساتھ نیک نیتی سے خدمات انجام دیتے رہے، اس کے بعد ان پر اپنی غلطی منکشف ہوئی اور وہ جماعت سے علیحدہ ہو گئے۔ علیحدہ ہونے والوں کو جماعت نے جن خطابات سے نوازا آپ سے مخفی نہیں ہوں گے: ”یہ دین سے ہٹ گئے“، ”خدا سے منہ موڑ لیا“، ”مرتد ہو گئے“ (نعوذ باللہ) جماعت سے علیحدہ ہونے والوں کی تفصیلی فہرست بھی آپ کے علم میں ہوگی، وہ ایسے بلند پایہ لوگ ہیں جن کے متعلق نام بنام سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے تحریر فرمایا تھا: کہ ”میرے ساتھ ایسے ایسے اہل علم و اہل قلم ہیں کہ اگر میری کوئی بات بھی غلط ہوتی تو یہ لوگ مجھے فوراً روک دیتے اور آئندہ بھی میرا کوئی غلط قدم اٹھے گا تو مجھے فوراً روک دیں گے، یہ کھلی علامت ہے اس بات کی کہ جو کچھ میں نے کہا اور اختیار کیا وہ حق ہے۔“

اب تلاش کر کے دیکھئے کہ اس دستور بنانے والوں اور تشکیل کرنیوالوں اور جماعت کا سنگ بنیاد رکھنے والوں میں سے مودودی صاحب کے ساتھ کتنے آدمی باقی رہ گئے، مولانا امین احسن صاحب نے لکھا ہے کہ ”شاید ایک دو تیرک کے طور پر باقی ہوں ورنہ سب الگ ہو گئے کسی نے خاموشی اختیار کی، کسی نے جماعت کی خامیوں اور گہری غلطیوں اور گمراہیوں کو تفصیل سے بیان کیا“۔ الفرقان لکھنؤ کے وہ فائل دیکھئے جس میں مولانا منظور احمد صاحب نعمانی نے اپنی علیحدگی کے اسباب کو بیان کیا ہے اور کس طرح توبہ کی، معلوم ہوتا ہے کہ سخت ترین گمراہی و ضلالت میں دیر تک پھنسے رہے، جس سے خدا کے سامنے عہدہ برآ ہونے کی صورت نہیں تھی، مولانا امین احسن صاحب کا ”میشاق“ ملاحظہ کیجئے وہ لکھتے ہیں: ”میں سولہ سال تک ایک راہ گم کردہ قافلہ کا ساتھ چھوڑ کر آ رہا ہوں“۔ مولانا عبدالغفار صاحب، حکیم شمس الحسن بھی علیحدہ ہوئے، اور اسباب علیحدگی بیان کئے۔

مولانا مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دستور مودودی صاحب کے سلسلہ میں جو کچھ لکھا ہے، اس کی تردید بہت زوردار طور پر کی گئی اور جماعت اسلامی کے بہت سے اہل قلم نے کی ہے، نیز دستور کا وہ چھوٹا سا ٹکڑا لے کر بہت سے علما سے دریافت کیا گیا ہے اور فتوے حاصل کئے گئے ہیں جن میں سے بعض کے حوالے آپ نے بھی دیئے ہیں حتیٰ کہ اس کی تردید میں حکیم عبدالرحیم اشرف صاحب نے مستقل ایک کتاب تصنیف فرمائی ہے جس کا نام ہے

”کیا جماعت اسلامی حق پر ہے؟“ مگر خدا کی قدرت کہ جیسے ہی وہ کتاب شائع کی ویسے ہی اپنی غلطی ان پر منکشف ہوئی، جماعت اسلامی سے علیحدہ ہو گئے اور اپنے لکھے ہوئے گذشتہ مضامین کے کفارہ میں اب تک مسلسل مشغول و منہمک ہیں ملاحظہ کیجئے ”المنبر“ لائل پور۔ جماعت کی گمراہی صرف دستور کی دفعہ نمبر ۶ کی وجہ تھی جس کو مولانا مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا تھا اور اس کی تردید حکیم عبدالرحیم اشرف صاحب نے ”کیا جماعت اسلامی حق پر ہے؟“ کے ذریعہ کر دی تھی اور جماعت کی گمراہی ختم ہو کر حقانیت ثابت ہو چکی تھی تو حکیم عبدالرحیم اشرف کی توبہ اور تحریر سے اس تردید کی تردید ہو کر وہ گمراہی پھر لوٹ آئی۔

غور طلب ہے کہ مولانا مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دستور کی دفعہ نمبر ۶ کی تردید کے لئے حق صریح (آیت قرآنیہ و احادیث نبویہ کو پیش کیا ہے) اور آپ اس کی مخالفت میں اقوال اشخاص کو پیش کرتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ آپ نے معیار حق اشخاص کو قرار دیا ہے، حق سے اشخاص کو نہیں پرکھا۔

بات دراصل یہ ہے کہ تنقید سے جو کچھ جماعت اسلامی کا مقصد ہے اور لٹریچر میں پھیلا ہوا ہے کہ کس بری طرح تخریبی تنقید و تنقیص، تجہیل، تخریب کرتی ہے، اس کی روشنی میں دفعہ نمبر ۶ کا سوال کیا جائے تو ہرگز ہرگز وہ جواب نہ ملے جو آپ نے نقل کیا ہے اور جماعت نے اپنی تائید میں شائع کیا ہے، بلکہ صاف اور صریح جواب ہر ذی علم سے یہی ملے گا جو کہ مولانا مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر فرمایا ہے۔ آپ دونوں طرف کی کتابیں دیکھیں، جن کی شرکت کو موودی صاحب نے معیار حق قرار دیا تھا، دیکھئے وہ کیسے قوی دلائل سے اس تحریک کو زلیج و ضلال لکھ رہے ہیں، وحید الدین خان صاحب اعظم گڑھ نے سوا پانچ سو صفحات کی کتاب ”تعبیر کی غلطی“ لکھی ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں: ”رب، الہ، دین، عبادت“، کی تعبیر موودی صاحب نے غلط کی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ۔

جماعت اسلامی پر غور کرنے کیلئے بنیادی امور

سوال [۵۰۴]: جماعت اسلامی برسر حق ہے یا گمراہ ہے اور اس کے بنیادی عقیدہ کے بارے

آپ کی کیا رائے ہے؟

۲..... جماعت کے افراد کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

- ۳..... اس جماعت کی مخالفت کرنا ہمارے لیے درست ہے یا غلط؟
- ۴..... مدارس دینیہ میں اس جماعت کے افراد کی خدمت قبول کی جاسکتی یا نہیں؟
- ۵..... اس جماعت کے اجتماعات میں شرکت کرنا اور اس کا لٹریچر پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامد أو مصلياً :

چند امور عرض ہیں ان پر غور فرمائیں :

- ۱- صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین امت کا سب سے پہلا طبقہ ہے جن کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دین اسلام کی تعلیم دی، ان کے قلوب میں اس کا یقین راسخ فرمایا اور ان سے عمل کرا کے ان کی زندگی میں راسخ کیا، تمام امت کیلئے ان پر نقل دین میں اعتماد لازم ہے، کسی صحابہ نے کوئی بات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط اور جھوٹ منسوب نہیں کی، تمام صحابہ کرام کا دامن اس سے پاک صاف ہے (۱)۔
- ۲- صحابہ کرام میں نفس صحابیت میں شرکت کے باوجود فرق مراتب بھی ہے، ان میں سے بعضے باپ ہیں ان میں سے بعضے بیٹے، بعضے دادا ہیں بعضے پوتے، بعضے استاذ ہیں بعض شاگرد، بعض بڑے ہیں بعض چھوٹے ہیں، بعض زیادہ حاضر باش ہیں بعض کم، بعض کی زندگی اسلام میں زیادہ گزری بعض کی کم، بعض کو فہم نصوص زیادہ حاصل ہوا بعض کو کم۔ پس اگر کسی استنباط اور اجتہاد میں اختلاف ہو وہاں استاذ کے قول کو شاگرد کے قول پر ترجیح دی جائے تو اس میں مضائقہ نہیں، یہ چیز نہ احترام صحابہ کے خلاف ہے، نہ اس پر کوئی اعتراض ہے، لیکن محض اپنی رائے سے بغیر دلیل شرعی کے صحابہ کرام کے قول کو رد کرنے کا کسی کو اختیار نہیں (۲)۔

(۱) ”عن إبرهیم بن عبد الرحمن العذری قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”يحمل هذا العلم من كل خلف عدوله، ينفون عنه تحريف الغالين وانتحال المبطلين وتاويل الجاهلين“ (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۳۶، کتاب العلم، الفصل الثانی، قدیمی)

”قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”أصحابي كالنجوم، فأبهم اقتديتم اهتديتم“ (مشکوٰۃ

المصابیح، ص: ۵۵۳، باب مناقب الصحابه، قدیمی)

(۲) ”لقد يقع التعارض بين الحج، وحكمها (أى المعارضة) بين الآيتين المصير إلى السنة وبين

السنتين المصير إلى أقوال الصحابة الخ“ (نور الأنوار، ص: ۱۹۳، ۱۹۴، سعید)

”تقليد الصحابي واجب يترك به القياس: أى قياس التابعين ومن بعدهم“ (نور الأنوار، ص: ۲۱۶، سعید)

۳- یہ بھی ممکن ہے کہ کسی وقت کسی باپ نے اپنے بیٹے کو یا استاذ نے اپنے شاگرد کو کوئی سخت کلمہ کہہ دیا ہو یا چپت بھی مار دیا ہو تو آج اس کی حرص کرتے ہوئے کسی کو اس کا حق نہیں پہنچتا کہ ان صحابہ کی شان میں وہ بھی سخت کلمہ استعمال کرے اور استدلال کرے کہ ان کے باپ اور ان کے استاذ نے بھی تو یہ لفظ کہا تھا، میں نے کہہ دیا تو کیا قصور کیا؟ جیسے کہ کسی شخص کے والد کو اس کے دادا نے کبھی سخت کلمہ کہا ہو بلکہ کبھی چپت بھی مار دیا ہو تو اب یہ پوتا اپنے باپ کیساتھ وہی معاملہ کرنا چاہے جو اس کے دادا نے کیا تھا تو کوئی ادنیٰ عقل والا بھی اس کی اجازت نہیں دے گا اور اس کو پسند نہیں کریگا۔

۴- صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مناقب اور فضائل قرآن کریم (۱) اور مستند احادیث میں موجود ہیں (۲)، تاریخ کی رطب و یابس روایات پر بھروسہ کرتے ہوئے ان فضائل و مناقب سے صرف نظر کرنا ہرگز درست نہیں، خاص کر جب کہ یہ بھی معلوم ہو کہ ان تاریخوں کے لکھنے والے اس حیثیت کے آدمی نہیں جس حیثیت کے حضرات محدثین ہیں۔

۵- حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ”میرے صحابہ سے اگر کوئی لغزش ہو جائے تو اس کو درگزر کرو اور اس کا ذکر مت کرو“ (۳) حق تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے کارنامے اتنے بلند ہیں کہ امید ہے کہ وہاں پکڑ نہیں ہوگی، پھر تنقید صحابہ کو مستقل مشغلہ بنانا اور اس میں کتابیں تصنیف کر کے ان کی پاکیزہ

(۱) قال الله تعالى: ﴿كنتم خير أمة أخرجت للناس﴾. الآية. قيل: اتفق المفسرون على أنه وارد في أصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم. وقال تعالى: ﴿وكذلك جعلناكم أمة وسطاً لتكونوا شهداء على الناس﴾. وهذا خطاب مع الموجود دين حينئذ. وقال سبحانه وتعالى: ﴿محمد رسول الله والذين معه أشدأء على الكفار﴾. (مقدمة ابن الصلاح، ص: ۱۳۷، النوع التاسع والثلاثون)

(۲) ”عن أبي سعيد الخدري قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”لا تسبوا أصحابي، فلو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهباً، ما بلغ مد أحدهم ولا نصيفه“. (مشكوة المصابيح، ص: ۵۵۳، مناقب الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قدیمی)

(وأيضاً مقدمة ابن الصلاح، المصدر السابق آنفاً)

(۳) قوله عليه الصلاة والسلام: ”أقبلوا من محسنهم وتجاوزوا عن مسيئهم“. (كنز العمال: ۱۲، ج: ۹،

رقم الحديث: ۳۳۷۲۳، المكتبة التراث العربي)

زندگیوں میں سے عیوب تلاش کر کے لکھنا ”ان میں یہ عیب تھا، ان سے یہ گناہ صادر ہوا، ان سے یہ کوتاہی ہوئی، ان سے یہ چوک ہوئی، آخر تھے تو وہ بشر ہی، بشری کمزوریوں سے خالی نہیں تھے، ان پر غیر دینی جاہلیت کے رہ رہ کے حملے ہوتے تھے جس کی بنا پر وہ ناکردنی حرکات کر گزرتے تھے، دین کی روح تڑپ اٹھتی تھی، انہوں نے باہمی جنگ و جدل میں جاہلیت میں جان دی“، وغیرہ وغیرہ۔ اس تنقید کی کہاں اجازت ہے (۱) جس سے ان کی ساری زندگی ہی عامیانہ زندگی اور مخدوش زندگی بن جاتی ہے جس کی بنا پر ان کا نقل کردہ دین ہی ناقابل اعتماد بن جاتا ہے، مودودی صاحب اور جماعت اسلامی کی کتابوں میں مثلاً ”خلافت و ملوکیت“ (۲) ”تہہیات“ (۳) ”معرکہ اسلام و جاہلیت“ وغیرہ میں یہ مضامین بھرے ہوئے ہیں۔

دور صحابہ کے بعد محدثین کا نمبر آتا ہے، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ مودودی صاحب اور ان کی جماعت کو صحابہ کرام کی ذوات مقدسہ کو نشانہ تنقید بنا کر مجروح کرنے سے نہیں روک سکے تو پھر محدثین کرام کا درجہ تو صحابہ کرام سے کم ہے ان کا کیا خیال کرتے، جو جو نہ کہنا چاہئے وہ وہ ان کو کہا گیا، نتیجہ یہ نکلا کہ فہم دین میں صرف اپنے دماغ و فہم پر اصالۃ اعتماد ہو گیا، جو چیز صحابہ کرام اور محدثین وغیرہ حضرات سے اپنے فہم و دماغ کے مطابق مل جاتی وہ علی الرأس والعین ہے اور جو چیز خلاف ہو وہ ردی کی ٹوکری میں ڈال دینے کے قابل ہے اور استدلال یہی کہ ہر ایک کی تنقید درست ہے (۴) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ سے جو کچھ آپ نے نقل کیا ہے انصاف کے ساتھ غور کریں کیا واقعی ان کا مقصد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس

(۱) ”عن عبد اللہ بن مغفل قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”اللہ اللہ فی أصحابی، لا تتخذوہم غرضاً من بعدی“۔ الحدیث (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۵۵۴، باب مناقب الصحابہ، قدیمی)

(۲) حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق لکھا ہے کہ: ”ایک اور نہایت مکروہ بدعت حضرت معاویہ کے عہد میں یہ شروع ہوئی کہ وہ خود اور ان کے حکم سے تمام گورنر خطبوں میں برسر منبر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سب و شتم کی بوچھاڑ کرتے تھے حتیٰ کہ مسجد نبوی میں منبر رسول پر عین روضہ نبوی کے سامنے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محبوب ترین عزیز کو گالیاں دی جاتی تھیں“۔ (خلافت و ملوکیت، ص: ۱۶۲، طبع سوم)

(۳) ”بسا اوقات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر بھی بشری کمزوریوں کا غلبہ ہو جاتا ہے“۔ (تہہیات، ص: ۳۵۸، مسلک اعتماد، حصہ اول، اسلامی پبلیکیشنز لاہور)

(۴) ”رسول خدا کے سوا کسی انسان کو معیار حق نہ بنائے کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے“۔ (دستور جماعت اسلامی پاکستان، ص: ۲۴)

طرح مجروح کرنا اور نشانہ ملامت بنانا ہے؟

۶- حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ پر جو تنقید کی گئی ہے اس کو بھی شاید آپ نے مودودی صاحب وغیرہ کی کتابوں میں ملاحظہ کیا ہوگا جہاں انہوں نے لکھا ہے کہ ”امت کو بت پرستی سے تو بچایا ہے مگر پیر پرستی میں مبتلا کر دیا کہ مرید ہوتے ہی پیر کو رب سمجھا جانے لگا“ کس قسم کی تنقیدیں ہیں کہ رو انہیں رکھی گئی اور مسلمانوں کو اس مہلک مرض میں مبتلا کر دیا، جس شخص کا یہ حال ہو صحابہ پر تنقید کرتے ہیں، اس کے قول سے استدلال کرتے ہیں، تجدید و احیاء دین وغیرہ آپ کی نظر سے گذری ہوگی۔

۷- قرآن کریم کی آیات اور مستند احادیث صحابہ کرام کے حق میں ذرا ملاحظہ کیجئے: ﴿السَّابِقُونَ الْأُولُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ، وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ، خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا، ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ (۱)
 ”اصحابی کا لنجوم، فبأیہم اقتديتم، اهتديتم“، ﴿رَجُلًا صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ، فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ، وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا﴾ (۲) ﴿وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبِيبٌ إِلَيْكُمْ الْإِيمَانَ وَزِينَةً فِي قُلُوبِكُمْ، وَكَرِهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ﴾ (۳)۔

”عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى عليه وسلم: لا تسبوا أصحابي، فلو أن أحدكم ينفق مثل أحد ذهباً، ما بلغ مد أحدهم ولا نصيفه“ (۴)۔
 (وقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم): ”من سب أصحابي، فعليه لعنة الله والملائكة والناس

(۱) (سورة التوبة: پ، ۱۱، آیت ۱۰۰)

(۲) (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۵۵۴، باب مناقب الصحابة، الفصل الثالث، قديمی)

(۳) (سورة الأحزاب: پ، ۲۱، آیت: ۲۳)

(۴) (سورة الحجرات: پ، ۲۶، آیت: ۷)

قال الله تعالى: ﴿محمد رسول الله والذين معه أشداء على الكفار، رحماء بينهم، تراهم ركعاً سجداً يبتغون فضلاً من الله ورضواناً﴾ (سورة الفتح، پ: ۲۶، آیت: ۲۹)
 (۵) (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۵۵۳، باب مناقب الصحابة، قديمی)

أجمعين، لا يقبل منه صرفاً ولا عدلاً“ (۱)۔ ”إن الله اختار أصحابي على جميع العالمين سوى النبيين والمرسلين، واختار لي منهم أربعة: أبا بكر، وعمر، وعثمان، وعلياً، فجعلهم خير أصحابي، وفي أصحابي كلهم خير“ (۲)۔

”أيها الناس! إن الله غفر لأهل بدر والحديبية، احفظوا في أصحابي وأصهارى وأختانى، لا يظلمنكم أحد منهم بمظلمة، فإنها مظلمة لا توهب في القيامة غداً“ (۳)۔
اور چند احادیث کا خلاصہ عرض ہے:

- ۱۔ ”جس نے میرے صحابہ میں میری رعایت کی اللہ اس کی دنیا و آخرت میں حفاظت فرمائے گا اور جس نے ان میں میری رعایت نہ کی اللہ تعالیٰ اس سے بری ہے اور جس سے اللہ تعالیٰ بری ہے عنقریب اللہ تعالیٰ اس کو پکڑیگا“ (ہلاک فرما دیگا) (۴)
- ۲۔ ”جس نے میرے اصحاب میں میرے حق کی حفاظت کی وہ حوض کوثر سے سیراب ہوگا اور جس نے حفاظت نہ کی، حوض کوثر سے سیراب نہ ہوگا (۵) اور نہ مجھے

(۱) (مظاہر حق: ۸۴/۴، باب مناقب الصحابة، مکتب اشاعت دینیات انار کلی لاہور)

”قال صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من سب أصحابي فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين“۔ (فيض القدير ۱۱/۵۸۵۳، رقم الحديث ۸۷۳۴)

”عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”إذ أريتم الذين يسبون أصحابي فقولوا: لعنة الله على شرکم“۔ (جامع الترمذی، ۲/۲۲۵، باب من يسب أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم، سعید)

(و مشکوة المصابیح، ص: ۵۵۳، باب مناقب الصحابه، قدیمی)

(۲) (جمع الجوامع للعلامة السيوطي، ص: ۴۶۲۳، بیروت)

(۳) کنز العمال، بلفظ: ”يا ايها الناس! احفظوني في أختاني وأصهارى، لا يظلمنكم الله بمظلمة أحد منهم فإنها ليست مما توهب“۔ (۱۱/۵۴۱، رقم الحديث: ۳۲۵۳۶، مکتبہ التراث الإسلامی، حلب)

(۴) (حکایات صحابہ، ص: ۲۰۰، کتب خانہ فیضی لاہور)

(۵) (حکایات صحابہ، ص: ۲۰۰، کتب خانہ فیضی، لاہور)

دیکھے گا مگر دور سے۔“

اب کچھ اکابر کے اقوال بھی سنئے:

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ”جس میں دو خصلتیں ہوں گی وہ نجات پا جائے گا: حق تعالیٰ اور مخلوق کے ساتھ سچائی، اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے ساتھ محبت۔“

حضرت ایوب سختیانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ”جس نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کی اس نے دین کو قائم کیا اور جس نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کی، اللہ کے راستہ کو واضح کیا، اور جس نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ محبت کی وہ اللہ کے نور کے ساتھ مستفیض ہوا، اور جس نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کی اس نے مضبوط حلقہ پکڑ لیا، جس نے تمام صحابہ کی تعریف کی وہ نفاق سے بری ہو گیا، جس نے ان میں سے کسی ایک سے بھی بغض رکھا وہ مبتدع ہے اور سنت و سلف صالحین کی مخالفت کر نیوالا ہے، مجھے اندیشہ ہے کہ اس کا کوئی عمل آسمان کی طرف نہیں چڑھ سکتا جب تک وہ ان تمام سے محبت نہ کرے اور اس کا دل ان کیلئے بغض و کینہ سے صاف نہ ہو۔“

حضرت سہل بن عبداللہ تستری کا ارشاد ہے کہ: ”جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی تعظیم نہ کرے اور ان کے اوامر کا احترام نہ کرے، اس کا ایمان ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں ہے۔“ شروع بخاری، مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف، طبرانی وغیرہ کتب میں یہ سب چیزیں موجود ہیں۔

۸- مودودی صاحب اور ان کی جماعت کے اونچے ذمہ داروں کی تحریرات میں کچھ باتیں معتزلہ کی ہیں (۱) اور کچھ باتیں روافض کی ہیں (۲) کچھ خوارج کی ہیں، کچھ غیر مقلدین کی ہیں، (۳) کچھ منکرین حدیث کی ہیں، کچھ قادیانیوں کی ہیں، جو شخص یا جو فرقہ ان تمام کو تسلیم کرتا ہے ظاہر ہے کہ وہ اہل سنت والجماعت (مسأنا

(۱) ”کیونکہ مودودی صاحب نے مرزائیوں کی لاہوری جماعت کو کفر اور اسلام کے درمیان معلق قرار دیا ہے جو معتزلہ کا مذہب ہے۔“ (احسن الفتاویٰ: ۱/۳۲۵، سعید)

(۲) ”اسلئے کہ مودودی صاحب کی عبارت سے عقیدہ تحریف قرآن معنوی صراحتہ اور تحریف لفظی لزوماً ثابت ہوتا ہے۔“ (احسن الفتاویٰ ۱/۳۲۳)

(۳) ”چنانچہ مودودی صاحب کے نزدیک تقلید ناجائز اور گناہ ہے بلکہ اس سے شدید تر چیز ہے۔“ (رسائل و مسائل ۱/۲۴۴)

علیہ و أصحابی (۱) سے نہیں۔

۹۔ موودوی صاحب کے نزدیک ”الہ، رب، عبادت، دین، اسلام، ایمان، توحید، رسالت، تقویٰ، سنت، اسوہ، بدعت“، وغیرہ اصطلاحات کے مفہومات جو امت میں شائع ہیں وہ غلط ہیں، پس ان کے نزدیک نہ کسی کا ایمان ایمان ہے، نہ کسی کا اسلام اسلام ہے، نہ کسی کی عبادت عبادت ہے، نہ کسی کا دین دین ہے، الغرض ہزار سال سے زیادہ مدت گزر چکی کہ ساری امت اس ضلالت اور گمراہی میں مبتلا ہے۔ موودوی صاحب نے ان تمام اصطلاحات کی وہ تشریح کی ہے جس کو اکابر سلف کی تشریح سے کوئی ربط نہیں، سب سے جداگانہ ہے۔ ”قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں“ دیکھئے تو بات خوب واضح ہو جائے گی، اس وجہ سے اسکے رد میں ”تعبیر کی غلطی“، ”دور حاضر میں دین کی تفہیم و تشریح“ وغیرہ کتابیں ایسے لوگوں کے قلم سے نکلی ہیں، جو مدت دراز تک زور شور کے ساتھ موودوی صاحب کی حمایت کرتے رہے ہیں اور صد ہا صفحات بلکہ ہزاروں کی تعداد میں پہلے لکھ چکے تھے، امید ہے کہ ان امور معدودہ سے آپ کے ہجگانہ سوالات کا جواب خود بخود آپ پر واضح ہو گیا ہوگا، مزید توضیح و تشریح کی حاجت نہیں رہی ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲/۷/۱۴۰۱ھ۔

کیا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے گناہ کا صدور ہو سکتا ہے؟

سوال [۵۰۵]: صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے گناہ کا ارتکاب ہو سکتا ہے یا نہیں؟ موودوی

صاحب کیا کہتے ہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً:

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا امت پر بہت بڑا احسان ہے کہ انہوں نے دین کو حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حاصل کیا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان پر اعتماد فرما کر دین ان کو سکھلا دیا اور اس کی تبلیغ کا ذریعہ بنا دیا، پھر انہوں نے عمر بھر اس کی اشاعت کی، جہاں جہاں تک پہنچ

(۱) (مشکوٰۃ المصابیح، باب الاعصام بالکتاب والسنة، الفصل الثانی، ص: ۳۰، قدیمی)

سکتے تھے وہاں جا کر دین کو پہنچایا۔ جن مقدس ہستیوں کو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امین قرار دیا (۱) آج ان کے متعلق یہ بحث کرنا کہ ان سے گناہ صادر ہوئے تھے اور انہوں نے فلاں فلاں گناہ کئے ہیں جیسا کہ جماعت اسلامی اور مودودی صاحب کی کتابوں میں بے لاگ تنقید کی جاتی ہے، درحقیقت ان کی امانت و ذمہ داری کو مجروح کر کے ان سے بے اعتمادی پیدا کرنا ہے، جس کی زد حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جا کر پڑتی ہے کہ معاذ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نااہلوں پر اعتماد فرمایا اور اتنی بڑی امانت کی ذمہ داری ان کے سر ڈالی جس کے وہ اہل نہیں تھے، اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ سارا دین مخدوش اور ناقابل اعتماد ہو جائے گا، اس لئے کہ جب صحابہ کرام پر اعتماد نہیں ہوگا تو تابعین، محدثین، فقہاء، مفسرین، اولیاء کاملین، متکلمین کسی پر بھی اعتماد نہیں رہے گا، کیونکہ ان سب کو جو کچھ دین پہنچا ہے وہ حضرات صحابہ کرام سے ہی پہنچا ہے، اول طبقہ کو بلا واسطہ، بعد والوں کو بالواسطہ۔

لہذا اخیر میں صحیح دین وہ شمار ہوگا جس کو مودودی صاحب بیان فرمائیں، کیونکہ بغیر ان کے واسطہ کے فرمائیں گے، جیسا کہ انہوں نے لکھا ہے: ”میں نے دین کو حال یا ماضی کے اشخاص سے سمجھنے کے بجائے ہمیشہ

(۱) ”عن ابی بردة عن ابیہ - رضی اللہ تعالیٰ عنہ - قال: ”صلینا المغرب مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (و ساق الحدیث إلى أن قال): قال: فرفع رأسه إلى السماء و كان كثيراً مما يرفع رأسه إلى السماء، فقال: ”النجوم أمانة للسماء، فإذا ذهب النجوم، أتى السماء ما توعد، و أنا أمانة لأصحابی، فإذا ذهب أنا، أتى أصحابی ما یوعدون، و أصحابی أمانة لأمتی فإذا ذهب أصحابی أتى أمتی ما یوعدون“۔ (الصحيح لمسلم، كتاب الفضائل، باب بیان أن بقاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم أمان لأصحابه اه: ۳۰۸/۲، قديمی)

(مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند أبی موسیٰ الأشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ۵/۵۲۳، رقم الحدیث: ۱۹۰۷۲، ط، دار احیاء التراث بیروت)

قال القاری فی المرقاة: ”أی أمن، وقیل: أمان و مرحمة. وقیل: حفظة جمع أمین، و هو الحافظ“۔ (كتاب المناقب، باب مناقب الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم أجمعین، الفصل الأول: ۳۵۷/۱۰، رقم الحدیث: ۲۰۰۸، رشیدیہ)

قرآن و سنت ہی سے سمجھنے کی کوشش کی“ (ترجمان القرآن) (۱)۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جو شخص بُرا کہے ان کے عیوب شمار کرے، حدیث شریف میں ایسے لوگوں پر لعنت آئی ہے، حدیث شریف میں صاف صاف فرمایا گیا ہے کہ: ”میرے صحابہ کو گالی مت دو، برا مت کہو“ لیکن ایک مستقل جماعت ہے جو اسی کام میں لگی ہوئی ہے، اللہ پاک ہدایت دے۔

”عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

”إذ أریتم الذین یسبون أصحابی فقولوا: لعنة اللہ علی شرکم“۔ رواہ الترمذی (۲)۔

”عن أبی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ”لا

تسبوا أصحابی، فلو أن أحدکم أنفق مثل أحد ذهباً، ما بلغ مد أحدہم ولا نصیفہ“۔ متفق علیہ“ (۳)۔

”عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: ”سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یقول: ”سألت ربی عن اختلاف أصحابی من بعدی، فأوحی إلیّ یا محمد! إن أصحابک عندی

(۱) ”میں نے دین کو حال یا ماضی کے اشخاص سے سمجھنے کے بجائے ہمیشہ قرآن و سنت ہی سے سمجھنے کی کوشش کی ہے، اس لئے میں کبھی یہ معلوم کرنے کے لئے کہ خدا کا دین مجھ سے اور ہر مومن سے کیا چاہتا ہے یہ دیکھنے کی کوشش نہیں کرتا کہ فلاں اور فلاں بزرگ کیا کہتے ہیں، بلکہ صرف یہ دیکھنے کی کوشش کرتا ہوں کہ قرآن کیا کہتا ہے اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا کہا“۔ (روئداد جماعت اسلامی، حصہ سوم، ص: ۳۷)

مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: (اختلاف امت اور صراط مستقیم تالیف: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

رحمہ اللہ، مسئلہ نمبر: ۵، سید ابوالاعلیٰ مودودی)

(۲) (جامع الترمذی: ۲/۲۲۵، أبواب المناقب فی باب من یسب أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم،

سعید)

(۳) (صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب بلا ترجمة بعد مناقب أبی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

۵۱۸/۱، قدیمی)

(الصحيح لمسلم، کتاب المناقب، باب تحريم سب الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم: ۲/۳۱۰، قدیمی)

(و جامع الترمذی المصدر السابق)

بمنزلة النجوم فى السماء بعضها أقوى من بعض، ولكل نور، فمن أخذ بشيء مما هم عليه من اختلافهم فهو عندى على هدى“۔ قال: وقال: رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”أصحابى كالنجوم فأبأهم اقتدى بهم اهتديتم“۔ رواه رزين، مشكوة شريف، ص: ۲/۵۵۴ (۱)۔ فقط والله تعالى اعلم۔
حرره العبد محمود غفر له دارالعلوم ديوبند۔

کیا اقوال صحابہ فرقہ بندی کا سبب؟

سوال [۵۰۶]: آپ کا مختصر سا جواب مجھ جیسے کم علم انسان کی ہدایت کیلئے ناکافی ہے، خاص طور سے وہ حدیث جو جناب نے وضاحت کے طور پر تحریر فرمائی ہے، یعنی ”جس طریقہ پر (اعتقادی، عملی، اخلاقی حیثیت سے) میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں جو فرقہ اس طریقہ پر رہے گا نجات پائے گا“۔ جہاں تک مجھ کمترین کا علم ہے کہ فرقہ اسلام میں کوئی بھی فرقہ ایسا نہیں ہے جو اس کا مدعی نہیں کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر قائم ہیں، اور صرف ایک فرقہ کو چھوڑ کر جتنے فرقہ اپنے کو مسلمان کہتے ہیں خواہ حقیقتہً مسلمان نہ ہوں، یہاں تک کہ قادیانی بھی کہتے ہیں کہ ہم صحابہ کے عقائد پر قائم ہیں۔

سوال یہ ہے کہ کیسے سمجھا جائے کہ ان میں سے کون سا فرقہ واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے طریقہ پر قائم ہے اور باقی نہیں ہیں، جبکہ اکثر فرقوں کی بنیاد صحاح ستہ کی احادیث اور کلام پاک کی تفسیریں ہیں، مزید برآں یہ بات بھی سمجھ میں نہیں آتی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے طریقہ کیساتھ صحابہ کے طریقوں کی شرط کیوں لگائی؟ کیا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طریقہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ میں فرق تھا اور اگر نہیں تھا تو اس قید کی کیا ضرورت تھی؟ صحابہ کے اعمال و اقوال میں نمایاں تضاد کتب احادیث میں قدم قدم نظر آتا ہے، اور کوئی مسئلہ خواہ اعتقادی ہو عملی یا اخلاقی مابین فرقہائے مسلمین ایسا نظر نہیں آتا جس میں کوئی بھی فرقہ تمام صحابہ کو ہم خیال سمجھتا ہو اور ہر مسئلہ کیلئے بالکل مخالف سمت میں لے جانے والے صحابہ کے قول کتب احادیث میں ملتے ہیں اور سب کی نہیں تو زیادہ تر کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی گئی ہے۔

اور یہی اختلاف اقوال مسلمانوں میں فرقہ بندی کا سبب بنا ہے، اس لئے یہ بات بالکل سمجھ میں نہیں آتی کہ وہ ہستیاں جن کے اقوال اور اعمال مسلمانوں میں فرقہ بندی کا سبب ہیں، انہیں کے طریقہ پر عمل درآمد

نجات کا باعث ہو سکتا ہے، جبکہ مذکورہ اور مصدقہ حدیث شریف میں بہتر کی ہلاکت اور صرف ایک کی نجات کی خبر دی گئی ہے۔ جواب سے ممنون فرمائیں۔

تجل حسین بر کی گوئدہ

الجواب حامدًا ومصلياً:

آپ کے سوال کا حاصل یہ ہے کہ ”اقوال صحابہ میں تضاد ہے، یہ تضاد ہی امت میں فرقہ بندی کا سبب بنا ہے حتیٰ کہ امت کے تہتر فرقہ ہو گئے، صرف ایک فرقہ ناجی ہے، بہتر فرقے جہنمی ہیں، ان میں سب کی نہیں تو زیادہ تر کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی گئی ہے، لہذا فرقہ ناجیہ تو وہ ہوگا جو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر ہوگا نہ کہ وہ جو کہ صحابہ کرام کے طریقہ پر ہوگا، بہر حال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیوں ارشاد فرمایا جس طریقہ پر میں ہوں اور میرے صحابہ کرام ہیں اس طریق کی پیروی کر نیوالا فرقہ ناجی ہے (۱) یعنی اپنے ساتھ صحابہ کرام کو کیوں شامل کیا؟ جبکہ وہ خود ہی اپنے اختلاف کے ذریعہ بہتر فرقوں کو دوزخی بنا رہے ہیں، ان کے اتباع سے تو آدمی دوزخی بنے گا نجات نہیں پاسکتا۔“ اگر واقعی آپ کے سوال کا حاصل یہی ہے تو جذبات سے یکسو ہو کر ذرا غور کریں کہ اس سوال کی بنیاد کیا ہے اور اس کا نتیجہ کیا ہے؟

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے جو اقوال کتب حدیث میں بسند منقول ہیں جن کی وجہ سے امت کے اتنے فرقے بن گئے اور ان اقوال کی نسبت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی گئی ہے دو حال سے خالی نہیں: یہ نسبت صحیح کی گئی ہے یا غلط کی گئی؟ اگر صحیح کی گئی تو اس میں صحابہ کرام کا کیا قصور ہے؟ انہوں نے تو جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا یا عمل کرتے دیکھا اس کو نقل کر دیا، کیونکہ وہ اس کے مامور تھے (۲)۔ اس لحاظ سے

(۱) ”وعن عبد الله بن عمرو رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”ليأتين على أمتي كما أتى على بني إسرائيل حذو النعل بالنعل“. فذكر الحديث، وفيه: ”وأن بني إسرائيل تفرقت على ثنتين وسبعين ملة، وتفرق أمتي على ثلاث سبعين ملة، كلهم في النار إمامة واحدة“. قالوا: من هي يا رسول الله؟ قال: ”ما أنا عليه وأصحابي“ رواه الترمذی. (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الثانی، ص: ۳۰، قدیمی)

(۲) ”عن أبي بكر ذكر النبي صلى الله عليه وسلم قال: ”فإن دماءكم وأموالكم“. قال محمد: وأحسبه قال: ”وأعراضكم عليكم حرام كحرمة يومكم هذا في شهركم هذا، ألا ليلغ الشاهد منكم الغائب“. (صحيح البخاری، کتاب العلم، باب ليلغ الشاهد الغائب: ۲۱/۱، قدیمی)

ان کو اس میں نقل کے سوا کچھ بھی دخل نہیں، اور نقل صحیح ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود ہی تہتر قسم کی متضاد باتیں ارشاد فرمائیں، جن میں سے بہتر کو اختیار کرنے والوں کے لئے جہنم کا ٹکٹ تجویز فرما کر دوزخی ہونے کی سند دی اور صرف ایک کو اختیار کرنے والوں کے لئے جنت کی بشارت مرحمت فرمائی۔

اگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ایسے متضاد قولوں کی نسبت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط اور جھوٹ کی ہے (معاذ اللہ) تو پھر خود بھی اعتماد کے قابل نہیں رہتے۔ لہذا جو چیز بھی وہ نقل فرمائیں کوئی بھی قابل اعتماد نہیں ہوگی، پس قرآن کریم، حدیث، توحید، رسالت، ایمان، اسلام، اسوہ، سنت، عبادت، معاملات، اخلاق، واحکام یہ سب چیزیں جو کہ حضرات صحابہ ہی کے نفوس قدسیہ کے ذریعہ بعد والوں کے پاس پہنچی ہیں، ان پر کیسے اعتماد کیا جائے گا، جبکہ ان پاکیزہ ہستیوں ہی کو نقل میں کاذب تصور کر لیا جائے گا، استغفر اللہ العظیم، پھر اس حدیث مسئلہ ہی پر کب اعتماد ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ ایک صورت میں تو حضرت سید المرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے اعتماد ختم ہو جاتا ہے اس حیثیت سے کہ وہ تو ۷۳/ متضاد باتیں فرما کر ۷۲/ کے تسلیم کرنے والوں کو خود ہی جہنم میں بھیج رہے ہیں، حالانکہ اللہ پاک نے ان کی بعثت کا مقصد یہ فرمایا ہے کہ وہ جہنم سے بچا کر جنت کی طرف لائیں، تو جس آدمی کو اپنے پر اعتماد نہ رہے خود ہی غور کر لیا جائے کہ اس کا مقام رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کہاں ہے؟ اور اللہ پاک کے نزدیک کہاں ہے؟ دوسری صورت میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر اعتماد نہ کر کے سارے دین ہی کو ناقابل اعتماد قرار دیا جاتا ہے۔

غرض دونوں صورتوں میں سے جو صورت بھی کسی سینہ میں ہوگی اس سینہ میں نہ ایمان ہوگا، نہ توحید و رسالت، نہ قرآن و حدیث، نہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ، یہ سب چیزیں رخصت ہو کر اس سینہ میں شیطان کا گھونسلا ہوگا اور اس کے لوازمات۔

اس لئے کوئی مؤمن تو اپنے سینے میں اس سوال کو جگہ دے ہی نہیں سکتا، ہاں کوئی غیر مؤمن اس کو جگہ دے کر مؤمنوں کے دل میں وسوسہ اندازی کرے تو یہ ممکن ہے، اس کے جواب کی صورت اس کے مسلمان معلوم ہونے پر پیش کی جاسکتی ہے کہ آیا وہ قرآن و حدیث سے آزاد ہو کر صرف اپنی عقل کی روشنی میں جواب کا طالب

ہے یا کوئی اور صورت ہے، اور جن اصول کے پیش نظر وہ جواب کا خواہشمند ہے وہ اصول خود بھی صحیح ہیں یا مجروح ہیں۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آں محترم نے بھی یہ سوال کسی ایسے ہی شخص سے سنا ہے، خود آپ کے قلب میں پیدا نہیں ہوا ہے اور خدا کرے پیدا بھی نہ ہوں، اگر بطور وسوسہ آئے بھی تو اس کی تباہ کن خطرناکی کے تصویر سے (جن کی تفصیل احقر نے عرض کی ہے) فوراً ختم ہو جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱/۳/۹۱ھ۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر مودودی صاحب کا طرز تنقید

سوال [۵۰۷]: ۱..... ابوالاعلیٰ مودودی کے خود ساختہ اصول پر عمل کرنا اور بزرگان ملت و صحابہ کرام

رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اوپر تنقید کرنا کیسا ہے؟

جنگ جمل اور جنگ صفین کو عوام کے سامنے بیان کرنا!

سوال [۵۰۸]: ۲..... حضرت عائشہ صدیقہ و حضرت علی و حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کے

باہمی نزاع و اختلاف کو لوگوں میں بیان کرنا اور اس پر تنقید کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱..... صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم خصوصاً اکابر مہاجرین و انصار سے خوشنودی حق تعالیٰ، نصوص میں مذکور

ہے، ان کے اتباع کا حکم ہے (۱)، جو شخص ان اکابر کی شان میں ناشائستہ کلمات کہے، اس پر حدیث شریف میں

لعنت آئی ہے (۲) اور بعد والے جو اکابر و اسلاف ان کے طریق پر چلے اور ان کا اتباع کیا وہ بھی سب قابل

(۱) قال الله عز وجل: ﴿وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ

وَرَضُوا عَنْهُمْ، وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ، خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا، ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾. (التوبة: ۱۰۰)

”قال العلامة الآلو سي تحتها:“ (قال محمد بن كعب القرظي): وشرط على التابعين شرطاً،

قلت: وما ذلك الشرط؟ قال: شرط عليهم أن يتبعوهم بإحسان وهو أن يقتدوا بهم في أعمالهم

الحسنة، ولا يقتدوا بهم في غير ذلك“. (روح المعاني: ۱/۷، دار إحياء التراث بيروت)

(۲) ”عن ابن عمر رضي الله عنها قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”إذا رأيتم الذين يسبون

أصحابي، فقولوا: لعنة الله على شركم“. (جامع الترمذی، أبواب المناقب، باب فيمن سب أصحاب =

احترام ہیں، اگر ان حضرات پر تنقید کر کے ان کو مجروح کر دیا جائے تو پھر صحیح طور پر دین کے ہم تک پہنچنے اور آگے چلنے کی کوئی صورت نہیں رہے گی، کیونکہ ابتداءً دین برحق کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان حضرات نے سیکھا اور حاصل کیا ہے، اگر ان پر اعتماد نہ رہے تو دین برحق کی کوئی صورت اور کوئی چیز قابل اعتماد نہیں رہے گی۔ جس تحریک اور جن کتابوں کا نتیجہ یہ ہو نہ اس تحریک میں شرکت درست ہے، نہ ایسی کتابوں کے مطالعہ کی اجازت ہے، والا یہ کہ کوئی اس کی تردید کی صلاحیت رکھتا ہو اور اس مقصد سے مطالعہ کرے۔

۲..... ان کے معاملات کیلئے محمل حسن تجویز کرنا لازم ہے (۱)۔

اس کیلئے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ”ازالة الخفاء“ وغیرہ بہت مفید ہیں، ہرگز ان کی شان میں بے ادبی اور گستاخی نہ کی جائے کہ ایمان کیلئے خطرناک ہے، ایسے واقعات کو عوام کے سامنے بیان نہ کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۴/۸۹ھ۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تنقید مع جواب

سوال [۵۰۹]: گرامی القدر جناب مفتی صاحب مدرسہ دارالعلوم دیوبند!

= النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۲/۲۲۵، سعید)

(۱) ”ولا نذكر أحداً من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم إلا بخير، يعني وإن صدر من بعضهم بعض ما هو في الصورة شر، فإنه إما كان عن اجتهاد، ولم يكن على وجه فساد من إصرار وعناد، بل كان رجوعهم عنه إلى خير ميعاد بناءً على حسن الظن بهم، ولقوله عليه الصلاة والسلام: ”خير القرون قرنى“. الحديث..... ولذلك ذهب جمهور العلماء إلى أن الصحابة رضي الله تعالى عنهم كلهم عدول قبل فتنة عثمان وعليّ وكذا بعدها، وما نقل فيما شجر بينهم، واختلفوا فيه، فمنه ما هو باطل وكذب فلا يلتفت إليه، وما كان صحيحاً، أولناه تاويلاً حسناً؛ لأن الثناء عليهم من الله تعالى سابق، وما نقل من الكلام اللاحق محتمل للتأويل، والمشكوك والموهوم لا يبطل المحقق والمعلوم هذا. وقال الشافعي: تلك دماء طهر الله أيدينا منها، فلا نلوث ألسنتنا“. (شرح الفقه الأكبر للقارى، قبيل قول الماتن. ولا نكفر مسلماً بذنوب، ص: ۷۱، قديمي)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گزارش یہ ہے کہ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی کتاب ”خلافت و ملوکیت“ چھٹا ایڈیشن، ص: ۱۰۶: ”لیکن ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جانشین ہوئے، رفتہ رفتہ وہ اس پالیسی سے ہٹتے گئے، انہوں نے رشتہ داروں کو پے در پے بڑے بڑے اہم عہدے عطا کئے اور ان کے ساتھ دوسری ایسی رعایات کیں جو عام طور پر لوگوں میں ہدف اعتراضات بن کر رہیں الخ“۔

”مثال کے طور پر انہوں نے فلاں جگہ کا مال غنیمت کا پورا خمس لاکھ دینار مروان کو بخش دیا، جب ملوکیت کا دور آیا تو مختصر یہ کہ ان بادشاہوں کی سیاست دین کے تابع نہ تھی، اس کے تقاضے ہر جائز و ناجائز طریقے سے پورے کرتے تھے، اس معاملہ میں حلال و حرام کی تمیز روانہ رکھتے تھے“۔ (ص: ۱۷۳)

خلافت و ملوکیت، ص: ۳۴۳: ”اجتہادی غلطی کیا ہے اور کیا نہیں، اوپر میں نے جو کچھ عرض کیا اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جن حضرات نے بھی قاتلین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بدلہ لینے کے لئے خلیفہ وقت کے خلاف تلوار اٹھائی ان کا یہ فعل شرعی حیثیت سے بھی درست نہ تھا اور تدبیر کے اعتبار سے بھی غلط تھا، مجھے یہ تسلیم کرنے میں ذرہ برابر بھی تامل نہیں ہے کہ انہوں نے یہ غلطی نیک نیتی کے ساتھ اپنے آپ کو حق بجانب سمجھتے ہوئے کی تھی، مگر میں اسے محض غلطی سمجھتا ہوں، اس کو اجتہادی غلطی ماننے میں مجھے سخت تامل ہے“۔ (ص: ۱۷۳)

خلافت و ملوکیت: ”حضرت معاویہ نے اپنے زمانہ حکومت میں مسلمان کو کافر کا وارث قرار دیا اور کافر کو مسلمان کا وارث قرار نہ دیا، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے آ کر اس بدعت کو موقوف کیا“ (۱)۔
ص: ۱۷۴: ”مال غنیمت کی تقسیم کے معاملہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتاب اللہ، سنت رسول اللہ کے صریح احکام کی خلاف ورزی کی تھی“ (۲)۔

۱..... کیا مندرجہ بالا عقائد رکھنے والے مولوی کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہوگا یا نہیں؟

۲..... کیا اس عقیدہ رکھنے والی جماعت کو چندہ دینا جائز ہوگا یا نہیں؟

(۱) (خلافت و ملوکیت، ص: ۱۷۳، مکتبہ اسلامک پبلیکیشنز لاہور)

(۲) (خلافت و ملوکیت، ص: ۱۷۴، مکتبہ اسلامک پبلیکیشنز لاہور)

۳..... اس قسم کے عقیدت مندوں کی مخالفت جائز ہوگی یا نہیں؟

بمہربانی ہمارے سوالات کا جواب ہمارے کاغذوں کی پشت پر لکھیں اور جلد ہمیں بذریعہ ڈاک واپس بھیج دیں۔

نوٹ: جوابی پرچہ پر قاری محمد طیب صاحب کے دستخط اور مہر دارالعلوم دیوبند کا چسپاں ہونا نہایت

ضروری ہے۔ فقط والسلام۔

المستفتی مولوی محمد عظیم صاحب دوکاندار۔

الجواب حامداً و مصلياً:

حضرت عثمان اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اس کتاب میں خاص طور سے ہدف تنقید اور تخریب مشق بنایا گیا ہے، حالانکہ یہ دونوں بالیقین صحابی ہیں دونوں کے مناقب میں احادیث موجود ہیں (۱)، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ ”اس وقت یہ (حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہدایت پر

(۱) ”حضرت عثمان و معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی منقبتوں سے کتب احادیث بھری پڑی ہیں، جن کا احصاء و استقصاء موضع و مقام کی حیثیت سے ناممکن ہے، البتہ بطور نمونہ ایک دو حدیثیں نقل کی جاتی ہیں:

”عن أبي موسى أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم دخل حائطاً، و أمرني بحفظ باب الحائط، فجاء رجل يستأذن، فقال: ”أذن له، وبشره بالجنة“ فإذا أبو بكر، ثم جاء آخر يستأذن، فقال: ”أذن له، وبشره بالجنة“ فإذا عمر. ثم جاء آخر يستأذن، فسكت هنيئاً، ثم قال: ”أذن له، وبشره بالجنة“ على بلوى ستصبيه“. فإذا عثمان بن عفان. قال حماد..... عن أبي موسى بنحوه و زاد فيه عاصم، أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان قاعداً في مكان فيه ماء، قد انكشف عن ركبتيه أو ركبته، فلما دخل عثمان غطأها“. (صحيح البخاري، كتاب المناقب، مناقب عثمان بن عفان: ۱/۵۲۲، قديمي)

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا طرز عمل یہ تھا:

”عن أبي إدريس الخولاني قال: لما عزل عمر بن الخطاب عمير بن سعد عن حمص، و لى معاوية، فقال الناس: عزل عميراً و ولي معاوية، فقال عمير: لا تذكروا معاوية إلا بخير، فإني سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: ”اللهم اهدبه“. (جامع الترمذی، أبواب المناقب، مناقب

معاوية رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ۲/۲۲۳، سعید)

ہوں گے“ (۱) لیکن افسوس کہ اس وثیقہ نبویہ کے بعد بھی آج کل کے اہل قلم ان کو جاہلیت کا شکار قرار دے رہے ہیں، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ہے کہ ”یا اللہ! ان کو ہدایت کرنے والا بنا، ہدایت یافتہ بنا، ان کے ذریعہ ہدایت پھیلا“ (۲) مگر آج ان کو غیر ہدایت یافتہ کہا جاتا ہے، غرض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مبارک زندگیوں میں سے عیوب تلاش کئے جاتے ہیں اور ان کو منظر عام پر لا کر فخر کیا جاتا ہے۔

حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ”میرے اصحاب کو برامت کہو، اگر احد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کے راستہ میں خرچ کیا جائے، تو اس کا اللہ کے یہاں وہ درجہ نہیں جو سیر آدھ سیر جو یا گندم کا درجہ ہے جو کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے خرچ کیا ہے“ (۳)۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ”میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، ان کو نشانہ ملامت نہ بناؤ،

(۱) ”عن أبی الأشعث الصنعانی أن خطباء قامت بالشام، و فیہم رجال من أصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فقام آخرہم رجل یقال له: مرة بن کعب، فقال: لو لا حدیث سمعته من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما قمت، و ذکر الفتن فقر بہا، فمرّ رجل مقنع فی ثوب، فقال: ”هذا یومئذ علی الہدی“۔ فقمت إلیہ، فإذا هو عثمان بن عفان، فأقبلت إلیہ بوجہه فقلت: هذا؟ قال: ”نعم“۔ هذا حدیث حسن صحیح“۔ (جامع الترمذی أبواب المناقب، مناقب عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ۲/۲۱۱، سعید)

(۲) ”عن عبد الرحمن بن أبی عمیرة عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم أنه قال لمعاویة: ”اللهم اجعله هادياً مهدياً، واهد به“۔ (جامع الترمذی، مناقب معاویة رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ۲/۲۲۳، ایچ ایم، سعید)

(۳) ”عن أبی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”لا تسبوا أصحابی، فلو أن أحدکم مثل أحد ذهباً، ما بلغ مد أحدہم ولا نصیفہ“۔ (صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب بلا ترجمة بعد مناقب أبی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ۱/۵۱۸، قدیمی)

(والصحیح لمسلم، کتاب الفضائل، باب تحریم سب الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم: ۲/۳۱۰، قدیمی کتب خانہ)

ان سے محبت کرنا مجھ سے محبت کرنا ہے، ان سے بغض رکھنا مجھ سے بغض رکھنا ہے، جس نے ان کو اذیت پہنچائی اس نے مجھ کو اذیت پہنچائی اور جس نے مجھے اذیت پہنچائی اس نے اللہ کو اذیت پہنچائی اور جس نے اللہ کو اذیت دی، قریب ہے کہ اللہ پاک اس کو پکڑے گا“ (۱)۔

ایک حدیث میں ہے کہ ”جب ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا کہتے ہیں تو تم کہو اللہ پاک کی لعنت تمہارے شریپر“ (۲) یہ حدیثیں مشکوٰۃ شریف میں موجود ہیں (۳)۔

رطب ویا بس روایات تاریخ کی بناء پر ان مقدس ہستیوں کو برا کہنا اپنے لئے ایسی راہ تیار کرنا ہے جس کی آخری منزل نہایت خطرناک ہے (۴)۔ اس کتاب ”خلافت و ملوکیت“ پر تفصیلی رد بھی شائع ہو چکا ہے جس کا

(۱) ”عن عبد الله بن مغفل رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”الله الله فى أصحابى لا تتخذوهم غرضاً من بعدى، فمن أحبهم فبحبى أحبهم، و من أبغضهم فببغضى أبغضهم، و من آذاهم فقد آذانى، و من آذانى فقد آذى الله، و من آذى الله، يوشك أن يأخذه“ (جامع الترمذی: ۲/۲۲۵، باب فى من سب أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم، أبواب المناقب، سعيد)

(۲) ”عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”إذ أرىتم الذين يسبون أصحابى فقولوا: لعنة الله على شرکم“ (جامع الترمذی، ۲/۲۲۵، باب فى من سب أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم، سعيد)

(۳) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب المناقب، باب مناقب الصحابة، و باب مناقب عثمان بن عفان رضى الله تعالى عنهم أجمعين. ص: ۵۵۴، قديمی)
(۴) وہ منظر ملا علی قاری کی نظر میں دیکھیں:

”و فى شرح مسلم: أعلم أن سب الصحابة حرام من أكبر الفواحش، و مذهبنا و مذهب الجمهور أنه يعزّر، و قال بعض المالكية: يقتل، و قال القاضى عياض: سب أحدہم من الكبائر..... لكن يعلم نهى سب غير الصحابي للصحابي من باب الأولى؛ لأن المقصود هو الزجر عن سب أحد ممن سبقه فى الإسلام و الفضل، إذ الواجب تعظيمهم و تكريمهم حيث قال الله تعالى: ﴿والذين جاءوا من بعدهم يقولون: ربنا اغفر لنا و لإخواننا الذين سبقونا بالإيمان﴾ الآية..... و أخرج الخطيب البغدادي =

نام ہے ”تجدید سبائیت“۔

گزارش بالا کے بعد آپ کے ہر سوال کا جواب ظاہر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۳/۴/۹۰ھ۔

مسئلہ یزید اور مودودیت

طلعت محمود شیخ، محلہ امام باڑہ، پی ۱۶۸، راولپنڈی

جناب مقام استاذ علماء حضرت قاری محمد طیب صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

چند ایک مسائل ہیں جن کو اگر آپ حل کر دیں تو میرے لئے بہت بڑی سعادت مندی ہوگی اور آج کل یہاں یہ بھی مسائل بڑے زور و شور سے دینی پرچوں کا موضوع بنے ہوئے ہیں، ”ترجمان القرآن، البلاغ، بینات، ترجمان اسلام، خدام الدین“ وغیرہ۔ وہ مسائل مندرجہ ذیل ہیں:

۱..... فقہی اعتبار سے یزید کا فر ہے یا مؤمن فاسق؟

۲..... اگر وہ کافر نہیں اور اس کو فاسق کہا جائے تو اس پر لعنت کرنا اور سب و شتم کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

۳..... اور اگر وہ مؤمن فاسق تھا تو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو کس بنیاد پر خلافت عنایت فرمائی؟

۴..... حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت میں یزید کا دخل ہے کہ نہیں، وہ ایسا چاہتا تھا کہ نہیں؟

۵..... اگر اس سلسلہ میں حضرت امام اعظم کا فتویٰ یا روایات کتب فقہ وغیرہ میں مرقوم ہوں تو مستفید فرمائیں۔

۶..... کیا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمعین سے گناہ کا ارتکاب ہو سکتا ہے یا کہ نہیں؟

مودودی کی کتاب ”خلافت و ملوکیت“ پر آپ کی کیا رائے ہے؟ کیا جن کتب کا مودودی نے حوالہ دیا

ہے ص: ۳، پر وہ واقعی علمائے دیوبند کی نظر میں قابل قبول کتابیں ہیں؟ والسلام: طلعت محمود شیخ راولپنڈی۔

= فی الجامع وغیرہ: أنه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”إذا ظهرت الفتن..... و سب أصحابی،

لیظهر العالم علمہ، فمن لم يفعل ذلك فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين، ولا يقبل الله له صرفاً

لا عدلاً“ (مرقاة المفاتیح، کتاب المناقب، باب مناقب الصحابة، الفصل الأول: ۱۰/۳۵۵، ۳۵۶،

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

محترمی زید احترامہ!

الجواب حامداً و مصلياً :

یزید کے کفر و اسلام سے بحث کرنا نہ تو اعتقادی مسئلہ ہے کہ بغیر اس کے ایمان ہی معتبر نہ ہو، نہ ہی عملی مسئلہ ہے کہ اعمال شرعیہ اس پر موقوف ہوں، اس بحث میں پڑنا اپنے وقت عزیز کو ضائع کرنا ہے، وقت خدائے پاک کی طرف سے ایک بیش بہا خزانہ ہے اس کی قدر لازمی ہے، ناقدری سے اس کو ضائع کر دینا اور لایعنی میں صرف کر دینا انتہائی ناقدری ہے جس کا کوئی بدل نہیں، اس "اضاعت" کا وبال بہت سخت ہے تاہم آپ کو اصرار ہے تو جواب عرض ہے۔

۱..... حنفیہ نے یزید کی تکفیر نہیں کی (۱)، اس کے حالات سے فقہ ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ کتب توارخ میں ہے، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (۲) اور علامہ کیاہر اسی شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی تکفیر منقول ہے (۳)۔

۲..... امام غزالی نے احیاء العلوم میں اس پر بلکہ شیطان پر بھی لعنت کرنے سے روکا ہے کہ اس میں کیا فائدہ ہے، سبحان اللہ، الحمد للہ پڑھنے میں تو فائدہ بھی ہے، لعنت کرنے میں کوئی فائدہ نہیں (۴)۔

(۱) "قال القاری": "فقد علم مما (أى من التفصيل الذى) تقدم أنه (أى یزید) كان مسلماً، و لم يثبت عنه ما يخرجہ عن كونه مومنًا" (شرح الفقه الأكبر، ص: ۷۳، تحت قول الفقه الأكبر: "و لا نکفر مسلماً بذنب اھ" قدیمی)

(۲) "قال الإمام أحمد بتكفيره بما ثبت عنده من نقل تقريره، لا لما وقع عنه من الإجتراء على الذرية الطاهرة كالأمر بقتل الحسين و ما جرى". (شرح الفقه الأكبر للقاری، ص: ۷۳، قدیمی)

(۳) "قال ابن تيمية رضى الله تعالى عنه: "وأما الذين لعنوه من العلماء كأبى الفرج بن الجوزى والكياسر اسى وغيرهما، فلما صدر عنه من الأفعال التى تبيح لعنته". (مجموعۃ الفتاوى لابن تيمية، فصل فى افتراق الناس فى یزید على ثلاث فرق: ۲۹۶/۳، مكتبة العبيكان)

(۴) "وعلى الجملة ففي لعن الأشخاص خطر فليجتنب، ولا خطر فى السكوت عن لعن إبليس مثلاً، فضلاً عن غيره، فإن قيل: هل يجوز لعن یزید؛ لأنه قاتل أو أمر به؟ قلنا: هذا لم يثبت أصلاً، فلا يجوز أن يقال: إنه قتله أو أمر به ما لم يثبت، فضلاً عن اللعنة؛ لأنه لا يجوز نسبة مسلم إلى كبيرة من غير تحقيق..... فالإشتغال بذكر الله تعالى أولى، فإن لم يكن ففي السكوت سلامة". (إحياء العلوم، كتاب آفات

اللسان، الآفة الثامنة اللعن: ۱۵۱/۳، ۱۵۲، مكتبة حقاينه پشاور)

(و كذا فى النبراس على شرح العقائد، ص: ۳۳۰، ۳۳۱، مكتبة امداديه ملتان)

(و كذا فى شرح الفقه الأكبر للقاری، ص: ۷۲، قدیمی)

شرح عقائد نسفی (۱) میں اس پر لعنت کی اجازت دی ہے، لیکن لعنت نہ کرنے پر کوئی گناہ نہیں۔

۳..... حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس وقت ولی عہد بنایا ہے اس وقت حالات خراب نہیں

تھے، بعد میں خراب ہوئے، لہذا حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر الزام نہیں، کمافی روضۃ الصفاء (۲)۔

۴..... مستند روایات سے یزید کا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کا حکم ثابت نہیں (۳) اس

کا مقصود ان پر قابو پانا تھا، لیکن ان کو شہید کر دیا گیا، رضی اللہ تعالیٰ عنہ، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۵..... ”حقیقت یزید“ مفتی مہدی حسن صاحب نے تصنیف کی ہے اس کا مطالعہ مفید ہوگا۔

۶..... حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا امت پر بہت بڑا احسان ہے کہ انہوں نے دین کو حضرت

رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حاصل کیا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان پر اعتماد فرما کر دین

ان کو سکھلایا اور اس کی تبلیغ کا ان کو ذمہ دار بنایا (۴)، پھر انہوں نے عمر بھر اس کی اشاعت کی، جہاں جہاں تک

(۱) ”وبعضہم أطلق اللعن علیہ، لما أنه كفر حين أمر بقتل الحسين اه“۔ (شرح العقائد، ص: ۱۱۳،

تحت قوله: ویکف عن ذکر الصحابة إلا بخیر، سعید)

(۲) ”و أما الذین سوّغوا محبته أو أحبوه كالغزالی والدستی، فلهم مأخذان: أحدهما: أنه مسلم ولی

أمر الأمة علی عهد الصحابة و تابعه بقایاهم، و كانت فیہ خصال محمودة، و كان متأولاً فیما ینکر علیہ

من أمر الحرّة و غیره، فیقولون: هو مجتهد مخطی، و یقولون: إن أهل الحرّة هم نقضوا بیعته أولاً“۔

(مجموعۃ الفتاوی، فصل فی افتراق الناس فی یزید علی ثلاث فرق: ۲۹۷/۴، مکتبۃ العبیکان)

(۳) ”بل الذی تولى قتاله هو أمير الكوفة عبید الله بن زیاد، و كان یزید علی مسافة شهر ذهاباً و رجوعاً،

فلا یمکن أن یأتی أمره فی ذلك الزمن القلیل، و روى أن یزید أنكر علی ابن زیاد، و قال: زرعّت لی

العداوة فی قلب كل بر و فاجر، و قال: رحمک الله یا حسین! -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- لقد قتلتک رجل

لم یعرف حق الرحم“۔ (النبراس، ص: ۳۳۱، تحت قوله: والحق أن رضا یزید بقتل الحسين رضی اللہ

تعالیٰ عنہ اه، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(و کذا فی مجموعۃ الفتاوی لابن تیمیة رحمہ اللہ تعالیٰ، فصل فی افتراق الناس فی یزید بن معاویہ علی

ثلاث فرق: ۳۰۸/۴، مکتبۃ العبیکان سعودی)

(۴) ”و عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال لی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”تعلموا

العلم و علموه الناس، تعلموا الفرائض و علموها الناس، تعلموا القرآن و علموه الناس، فإنی امرء =

پہنچ سکتے تھے وہاں جا کر دین کو پہنچایا۔

جن مقدس ہستیوں کو رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امین قرار دیا (۱) آج ان کے متعلق یہ بحث کرنا کہ ان سے گناہ صادر ہوتے تھے اور انہوں نے فلاں فلاں گناہ کئے ہیں، جیسا کہ جماعت اسلامی مودودی کی کتابوں میں بے لاگ تنقید کی جاتی ہے، درحقیقت ان کی امانت و ذمہ داری کو مجروح کر کے ان سے بے اعتمادی پیدا کرنا ہے جس کی زد حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جا کر پڑتی ہے کہ معاذ اللہ آپ نے نا اہلوں پر اعتماد فرمایا اور اتنی بڑی امانت کی ذمہ داری ان کے سر ڈالی جس کے وہ اہل نہیں تھے، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ سارا دین مخدوش اور ناقابل اعتماد ہو جائے گا، اس لئے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر اعتماد نہیں ہوگا تو تابعین، محدثین، فقہاء، مفسرین، اولیاء کا ملین، متکلمین کسی پر بھی اعتماد نہیں رہے گا کیونکہ ان سب کو جو دین پہنچا ہے وہ حضرات صحابہ سے ہی پہنچا ہے، اول طبقہ کو بلا واسطہ بعد والوں کو بواسطہ۔

لہذا اخیر میں صحیح دین وہ شمار ہوگا جس کو مودودی صاحب بیان فرمائیں کیونکہ بغیر ان کے واسطے کے فرمائیں گے جیسا کہ انہوں نے لکھا ہے کہ: ”میں نے دین کو حال یا ماضی کے اشخاص سے سمجھنے کے بجائے ہمیشہ قرآن و سنت ہی سے سمجھنے کی کوشش کی ہے“ (ترجمان القرآن ۶۴ ج ۲۶، عدد ۳، ۵۰۴، ۶/۱۴۱) (۲)۔

صحابہ کرام کو جو شخص برا کہے، ان کے عیوب شمار کرے، حدیث شریف میں ایسے کام پر لعنت آئی ہے، حدیث شریف میں صاف صاف فرمایا گیا ہے کہ ”میرے صحابہ کو گالی مت دو، برا مت کہو“ لیکن ایک مستقل جماعت ہے جو اسی کام میں لگی ہوئی ہے، اللہ پاک ہدایت دے۔

= مقبوض، والعلم سینقبض“۔ الحدیث رواہ الدارمی والدارقطنی“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب العلم، قبیل کتاب الطہارۃ، ص: ۳۸، قدیمی)

(۱) ”و عن أبی بردۃ فی حدیث..... قال: فرفع رأسہ إلى السماء وكان كثيراً مما یرفع رأسہ إلى السماء، فقال: ”النجوم أمانة للسماء، فإذا ذهب النجوم، أتى السماء ما توعد، وأنا أمانة لأصحابی، فإذا ذهب أنا، أتى أصحابی ما یوعدون، وأصحابی أمانة لأمتی، فإذا ذهب أصحابی أتى أمتی ما یوعدون“۔ (الصحيح لمسلم، کتاب الفضائل، باب بیان أن بقاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم أمان لأصحابہ اہ: ۳۰۸/۲، قدیمی)

(۲) (ترجمان القرآن ج ۲۶، عدد: ۳، ۵۰۴، ۶/۱۴۱)

”عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”إذ أُرِيتُم الذين يسبون أصحابي، فقولوا: لعنة اللہ علی شرکم“۔ رواه الترمذی (۱)۔

”عن أبی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ”لا تسبوا أصحابي، فلو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهباً، ما بلغ مد أحدهم ولا نصيفه“۔ متفق علیہ“۔ (۲)۔

”عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: ”سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يقول: ”سألت ربي عن اختلاف أصحابي من بعدى، فأوحى إليّ يا محمد! إن أصحابك عندي بمنزلة النجوم في السماء بعضها أقوى من بعض ولكل نور، فمن أخذ بشئ مما هم عليه من اختلافهم، فهو عندي على هدى“۔

قال، وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”أصحابي كالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم“۔ رواه رزين“۔ مشكوة شريف (۳)۔

”خلافت و ملوکیت“ کی تردید کے لئے متعدد کتب شائع ہو چکی ہیں جن میں اس کی روایات اور حوالجات پر تفصیلی کلام موجود ہے ”تجدید سبائیت، شواہد تقدس“ وغیرہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

معيار حق کی تشریح

سوال [۵۱۱]: بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم معيار حق نہیں ہیں اور نہ کوئی پیغمبر

(۱) (جامع الترمذی: ۲۲۵/۲، أبواب المناقب، باب من سب أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، سعید)

(۲) (صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب بلا ترجمة: ۵۱۸/۱، قدیمی)

(والصحیح لمسلم، کتاب الفضائل، باب تحريم سب الصحابة: ۳۱۰/۲، قدیمی)

(۳) (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۵۵۳، کتاب المناقب والفضائل، الفصل الثالث، باب مناقب الصحابة، قدیمی)

سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی معیار حق ہیں۔ اس کا مفصل جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

ہر ہر پیغمبر نے اللہ کے دین کو صحیح پہنچایا ہے، اس میں ذرہ برابر تصرف نہیں کیا، کمی، زیادتی نہیں کی، کوئی حکم نہیں چھپایا، کوئی اپنی طرف سے اضافہ نہیں کیا، کوئی حکم نہیں بدلا، کوئی بات اللہ پاک کی طرف غلط منسوب نہیں کی (۱)، تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بالکل معیار حق ہیں۔

صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جس قدر دین برحق سیکھا وہ دوسروں کو اسی طرح پہنچایا، اس میں اپنی طرف سے اضافہ نہیں کیا، کوئی حکم نہیں بدلا، کوئی بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط منسوب نہیں کی، جس بات کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یہ فرمایا ہے کہ یہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، وہ بالکل صحیح ہے اس کو صحیح ماننا لازم ہے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر اگر اعتماد نہ ہو اور ان کے نقل دین کو حق تسلیم نہ کیا جائے، تو پھر سارے دین سے اعتماد ختم ہو جائے گا اور صحیح

(۱) قال الله تعالى: ﴿وَإِذَا تَعَلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ، قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا إِنَّتَ بَقْرَانٌ غَيْرٌ هَذَا أَوْ بَدَّلَهُ، قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَدَّ لَهُ مِنْ تَلْفَائِي نَفْسِي، إِنْ أَتَّبَع إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ﴾: (يونس: ۱۵)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ آنتَ قُلْتُ لِلنَّاسِ: اتَّخَذُونِي وَأُمِّي إِلَهَيْنِ مِنْ دُونِ اللَّهِ؟ قَالَ: سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقِّ. إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ، تَعَلَّمَ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ، إِنَّكَ أَنْتَ عَلَامُ الْغُيُوبِ، مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنْ أَعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ، وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيداً مَا دُمْتُ فِيهِمْ، فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ، وَأَنْتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ﴾: (المائدة: ۱۱۶، ۱۱۷)

وقال تعالى: ﴿وَلَا مَبْدَلُ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ، وَلَقَدْ جَاءَكَ مِنْ نَبَأِ الْمُرْسَلِينَ﴾: (الأنعام: ۳۳)

وقال العلامة الآلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ تحتها: ”وظاهر الآیة أن أحداً غیرہ تعالیٰ لا يستطيع أن یبدل کلمات اللہ عز وجل بمعنی أن یفعل خلاف ما دللت علیہ، ویحول بین اللہ عز اسمہ، و بین تحقیق ذلك“: (روح المعانی: ۱۳۷/۷، دار إحياء التراث بیروت)

دین دوسروں تک پہنچنے کی کوئی صورت نہیں رہے گی، جیسا کہ روافض نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر اعتماد نہیں کیا تو ان کے نزدیک نہ احادیث قابل اعتماد ہیں اور نہ قرآن پر ان کو اعتماد ہے، ان کے پاس دین برحق پہنچنے کی کوئی صورت نہیں ہے، وہ اس نعمت الہی اور ذریعہ نجات سے محروم ہیں، لہذا نقل دین میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم معیار حق ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

(رسالہ)

جماعت اسلامی اور تنقید

سوال [۲: ۵]: جناب مفتی صاحب! سلام مسنون نہایت صفائی کے ساتھ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جس طرح رضا خانی جماعت نے علمائے دیوبند کے خلاف ایک محاذ قائم کیا اور علماء دیوبند پر افتراء پر دازی کر کے انہیں بدنام کیا اور ان کی کتابوں میں کتر بیونت کر کے سیاق و سباق سے صرف نظر کر کے کفریہ عبارت تیار کر لی، ٹھیک وہی طریقہ علمائے دیوبند جماعت اسلامی کے ساتھ برت رہے ہیں، اس وقت مثال کے طور پر آپ کی تحریر پیش کرنا چاہتا ہوں جو آپ نے ماہنامہ ”نظام“ کا پور جلد: ۱، نمبر: ۸، صفحہ: ۲۰ و ۲۱ میں ”تبلیغی جماعت پر اعتراض“ کے جواب میں تحریر کیا ہے کہ:

”جماعت اسلامی اپنے تجویز کردہ اصول کے مطابق (جن کی قربانی اس کیلئے

غالباً ناممکن ہے) دوسری جماعتوں اور افراد پر تخریبی تنقید کرتی ہے اور وہ اپنے نزدیک اس پر مجبور ہے اور یہ تنقید بسا اوقات اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ پڑھنے والوں کے ذہن میں ان جماعتوں اور افراد کے متعلق یہ تصور قائم ہو جاتا ہے کہ انہوں نے اصل دین کو سمجھا ہی نہیں، بلکہ اصل دین کو تحریف کر کے خواہشات نفسانی کے مطابق ڈھال کر عوام کے سامنے پیش کیا ہے، جس سے انتہائی گمراہی پھیلی ہے اور لوگوں نے بددینی کو دین سمجھا ہے جس کو حقیقی اسلام سے کوئی تعلق نہیں، جماعت اسلامی کی اس قسم کی تنقیدات سے موجودہ تبلیغی جماعتیں تو کیا بچتیں، گذشتہ صدیوں کے اکابر اور مقتداء بھی نہیں بچے۔“

خط کشیدہ عبارت کو غور سے پڑھئے، اس تحریر میں آپ نے جماعت اسلامی پر تین الزام لگائے:

۱..... جماعت اسلامی تخریبی تنقید کرتی ہے۔

۲..... اور یہ اس کے اہم اصول میں داخل ہے۔

۳..... جماعت اسلامی کی تنقید سے گذشتہ صدیوں کے اکابر اور مقتدا بھی نہیں بچے۔

آپ کے بلا دلیل یہ الزامات افتراء نہیں تو اور کیا ہیں؟ کیا صراحت کے ساتھ ذمہ دارانِ جماعت اسلامی کی کسی تحریر یا تقریر سے اپنی باتوں کا ثبوت پیش کر سکتے ہیں؟ واضح رہے کہ عبارت میں کتر بیونت کرنا یا سیاق و سباق سے صرف نظر کر لینا یا کسی عبارت کو مصنف کے مقصد کے خلاف معنی پر محمول کرنا ایک عام مؤمن کے بھی شایان شان نہیں ہے۔ محمد تحسینی۔

بسم الله الرحمن الرحيم

محترمی زید احترامہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محبت نامہ باعث یا دآوری ہوا ”نظام“ مئی ۶۰ء میں ”تبلیغی جماعت پر اعتراض اور اس کا جواب“ شائع ہوا تھا، اس کے متعلق آپ نے جس بے تکلفی سے اپنے جذبات اور تاثرات کا اظہار کیا اس سے مسرت ہوئی کیونکہ یہ احساس زندہ ہونے کی دلیل ہے، ورنہ جن افراد یا جماعتوں کے احساسات مر چکے ہوں، ان کو کب خیال آتا ہے کہ وہ اس قسم کی تردید کریں، ان کا تو حال یہ ہوتا ہے کہ کہنے والے کچھ کہتے رہیں اور لکھنے والے کچھ لکھتے رہیں، وہ سب طرف سے کان اور آنکھ بند کر کے اپنے مقصد کی تحصیل میں شب و روز منہمک رہتے ہیں، یہ شان تو با مقصد، منظم، تنقیدی جماعت کی ہے کہ وہ ہر طرف سے چوکنارہتی ہے، جہاں کسی نے اس کے نصب العین، مقصد، طریقہ کار کے متعلق زبان ہلائی یا قلم اٹھایا کہ فلاں چیز کتاب اللہ کے خلاف ہے، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے، فقہ و کلام کی رو سے غلط ہے بس پھر کیا تھا اس کی تردید کیلئے آنا فنا اخبار، رسالے، پمفلٹ منظر عام پر آگئے، اور بانی جماعت کی ساختہ پرداختہ ذہنیت سے نکال نکال کر جوابات دینے شروع کر دیئے۔

آپ ٹھنڈے دل سے ”ترجمان القرآن“: ۳، عدد: ۵ میں سائل کا پیش کردہ حوالہ دیکھ لیتے، اگر وہ

حوالہ صحیح ہوتا تو اس عتاب نامہ کی زحمت نہ کرتے، اگر غلط ہوتا تو تحریر فرماتے اور آپ کا یہ طریقہ حکیمانہ طریقہ ہوتا، لیکن آپ حضرات کو تو شروع سے تعلیم ہی یہ دی گئی ہے کہ ہم پر جو اعتراض کیا گیا ہے وہ افتراء ہے، الزام ہے، کتر بیونت ہے، سیاق و سباق سے صرف نظر ہے، مقصد مصنف کے خلاف معنی پر حمل کرنا ہے جس طرح رضا خانیت کے علمبرداروں نے علمائے حق کی عبارتوں کو مسخ کر کے بدنام کیا ہے، اسی طرح جماعت اسلامی کو بدنام کیا جا رہا ہے۔

کانپور میں ہمارے ایک رفیق تبلیغ ہیں جن کو جماعت اسلامی کے ساتھ خاص وابستگی تھی، جب ان کے سامنے ایک کتاب آئی جس میں جماعت اسلامی کی بعض عبارات نقل کر کے بتایا گیا تھا کہ یہ فلاں فلاں روایات کے خلاف ہیں، تو اس کو دیکھ کر یکدم مشتعل ہو گئے کہ یہ تو وہی کتر بیونت ہے جو رضا خانی کرتے ہیں، نہایت غلط طریقہ ہے، مجھے اس سے سخت تکلیف پہونچی، پھر کچھ مدت بعد ان کے سامنے ایک اور مسئلہ کا تذکرہ آیا کہ ”ترجمان القرآن“ میں ایسا ایسا لکھا ہے، اس پر وہ پھر چیں بجیں بلکہ بہت برہم ہوئے کہ بالکل غلط ہے، اس میں ایسا نہیں ہو سکتا اس لئے کہ یہ تو نص قطعی کے خلاف ہے، میں ہرگز تسلیم نہیں کر سکتا، جب تک پچشم خود نہ دیکھ لوں، چنانچہ ان کو وہ رسالہ دیدیا گیا بہت گہرے مطالعہ کے بعد (کہ کہیں سیاق و سباق سے صرف نظر تو نہیں) انہوں نے مجھ سے خود فرمایا کہ اللہ اکبر! ہمارے علماء بھی کس قدر محتاط ہیں کہ اس جماعت کی تکفیر نہیں کرتے، حالانکہ اس میں صاف صاف نصوص قطعہ کا انکار ہے۔

مجر ب حربہ

بریلوی طبقے نے اکابر علمائے حق حضرت مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ کی عبارتوں کو توڑ مروڑ کر مسخ کیا، ان سے ایسے مطالب نکالے جو ان اکابر کے حاشیہ خیال میں بھی نہ ہوں گے جس سے فتنہ عظیم پھیلا، بہت بڑی جماعت بد عقیدہ ہو گئی، علمائے دیوبند نے اس فتنہ کا سدباب اس طرح کیا کہ اصل عبارتیں قوم کے سامنے پیش کیں، ان کے اصلی مطالب کو بیان کیا، ان پر دلائل قائم کئے جو کتر بیونت کی گئی تھی، ایک ایک چیز کو کھول کر رکھ دیا۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ بریلوی طبقہ سنجیدہ انصاف پسند مسلمانوں کی نظروں میں اس قابل نہیں رہا کہ اس کی تحریر یا تقریر کی طرف توجہ کی جائے، یہی مجرب حربہ اب جماعت اسلامی نے شروع کر دیا اور جو لوگ موذوبی

صاحب کی آواز کو حق کی آواز قرار دیتے ہیں، انہوں نے اشخاص پرستی سے انتہائی بیزاری، ناقدانہ بالغ نظری، خالص حق پرستی کے بلند آہنگ دعوؤں کے باوجود اس آواز کی پیروی شروع کر دی اور ذرا اس کی زحمت گوار نہ کی کہ اصل کو تو دیکھ لیا جاتا۔

لیکن دنیا میں بسنے والے سب ہی تو بے وقوف، جذبات سے مغلوب، دین کی قتل گاہوں کے سند یافتہ، کتاب و سنت سے نا آشنا (اور) جہل مرکب میں مبتلا نہیں، (بلکہ) ایسے نفوس بھی موجود ہیں جو محض موودودی صاحب کی آواز پر ایمان نہیں لاتے، بلکہ اکابر کے فتاویٰ کو دیکھ کر نقل کردہ عبارات کو بھی اصل کتابوں سے ملاتے ہیں، اور جب دیکھتے ہیں کہ واقعہٴ جماعت کی اصل کتابوں میں وہ عبارات موجود ہیں جو فتاویٰ میں نقل کی گئی ہیں اور ان کا مطلب بھی وہی ہے جو فتاویٰ میں بتایا گیا ہے، سیاق و سباق پڑھ کر بھی دوسرا مطلب نہیں بنتا، اور یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جماعت اسلامی کی طرف سے ان فتاویٰ کے جواب میں ڈنکے کی چوٹ کہا جا رہا ہے کہ یہ ہم پر افتراء ہے، دناءت ہے، بددیانتی ہے، جھوٹ ہے، بہتان ہے، ہم نے کہیں ایسا نہیں لکھا، تو وہ انتہائی حیرت و استعجاب سے سوچتے ہیں کہ یا اللہ! یہی ہے جماعت اسلامی کا موقف؟ اور اسی کا نام ہے دیانت، راست بازی، خدا ترسی، آخرت کی جواب دہی کا احساس جس کا اس جماعت کو قدم قدم پر دعویٰ ہے؟ پھر اس کی جو زد جماعت کے امیر اور دیگر اہل قلم پر فطری طور پر پڑنی چاہیے، وہ پڑتی ہے اور اس سے کسی طرح گریز ممکن نہیں۔

اے کاش! اہل شعور اس کو سمجھیں اور اپنی غلطیوں کی طرف متوجہ ہوں، جب یہ حضرات چودہ سو سال تک کے بزرگانِ دین اور اسلاف کے کارناموں پر بے لاگ تنقید کرتے، اور ان کی غلطیاں پکڑتے ہیں تو اگر کسی نے ان کے کارنامہ پر تنقید کر دی اور وہ تنقید واقعہٴ بالکل صحیح اور حق بجانب ہے تو اس پر ناک بھوں کیوں جڑھاتے ہیں، ان کو تو چاہئے تھا کہ شکر یہ کے ساتھ قبول کر کے اصلاح کر لیتے جیسا کہ جگہ جگہ اپنی تحریرات میں اس کا اظہار بھی کرتے ہیں مگر معاملہ بالکل برعکس ہے۔

شعوری یا غیر شعوری طور پر آپ کی یہ تحریر بھی اسی ذہنیت کی آئینہ دار ہے، اپنی اس تحریر کو پھر ایک نظر دیکھئے اور موودودی صاحب کے اس جواب کو ملاحظہ کیجئے جو انہوں نے مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ، مفتی مہدی حسن صاحب رحمہ اللہ دیوبند، مفتی سعید احمد صاحب سہارنپور، مفتی جمیل احمد صاحب تھانہ بھون، مولانا اعجاز علی صاحب دیوبند کے فتاویٰ کی تردید میں لکھا ہے وہ لکھتے ہیں:

۱- ”جس وقت یہ فتوے لکھے جا رہے تھے اس وقت خدا کا خوف اور آخرت کی جواب دہی کا احساس شاید ان کے قریب بھی موجود نہیں تھا، خصوصاً مفتی سعید احمد صاحب (رحمہ اللہ تعالیٰ) کے فتوؤں میں تو صریح بددیانتی کی بدترین مثالیں پائی جاتی ہیں جنہیں دیکھ کر گھن آتی ہے، حقیقت یہ ہے کہ میں ان حضرات کے ساتھ بڑا احسن ظن رکھتا تھا، مگر اب ان کے یہ فتوے دیکھ کر تو میں ایسا محسوس کرتا ہوں کہ بریلوی طبقہ کے فتوے بازو کا فر ساز مولویوں سے ان کا مقام کچھ اونچا نہیں۔“ (رسائل و مسائل: ۵۱۳/۲)۔

مودودی صاحب کا یہ پورا جواب ”رسائل و مسائل“ میں پڑھ جائیے، کسی ایک لفظ کے متعلق بھی تو متعین طور سے نشاندہی نہیں کر سکے کہ فلاں لفظ غلط لکھا ہے، فلاں حوالہ غلط دیا ہے، فلاں عبارت میں کتبیونت کی ہے، فلاں عبارت کے سیاق و سباق سے صرف نظر کیا ہے۔ مفتی سعید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے تقریباً دو درجن عبارتیں ان کی کتابوں سے نقل کی ہیں اور ہر ایک کا پورا حوالہ دیا ہے، مگر مودودی صاحب کیسے شریفانہ لہجہ میں فرماتے ہیں:

۲- ”یہ لوگ اگر دیانت اور سچائی کا ہتھیار لے کر حملہ آور ہوتے اور مجھ میں یا جماعت اسلامی کی تحریک و نظام میں کوئی ایسی خرابی بتاتے جو فی الواقع ان کے دلائل سے ثابت ہوتی، تو میں یقیناً ان کے آگے جھکتا اور اپنی غلطیوں کا اعتراف کر کے اپنی اصلاح کرتا لیکن انہوں نے ہتھیار جھوٹ کا استعمال کیا ہے، دناءت کی راہ اختیار کی ہے اس لئے میں ان کے ساتھ وہی طریقہ اختیار کروں گا جو ایک شریف آدمی کو کرنا چاہئے۔ یعنی ”إذا مروا باللغو مروا کراماً“ (۱)۔ (رسائل و مسائل: ۵۱۳/۲)۔

کرامت و شرافت کا معیار

ان اکابر علماء کرام کا مودودی صاحب کی غلطیوں پر متنبہ کرنا اور عامہ مؤمنین کو فتنوں کی راہ سے بچا کر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے جادہ مستقیم کی دعوت دینا مودودی صاحب کے نزدیک کیا قرار پایا؟ ”اللغو، اور خوف خدا، اور آخرت کی جواب دہی سے بے حس، بددیانتی کی بدترین گھناؤنی

مثالیں، بریلوی طبقہ کی فتوے بازی، کافر سازی، دناءت کی راہ، جھوٹ کا ہتھیار، جیسی گالیوں کا استعمال کرنا کیا قرار پایا؟ کرامت و شرافت، واقعی ان حضرات کی کرامت و شرافت کا یہی معیار ہے، مودودی صاحب نے اپنے اسی تحریر میں ایک اور کرامت کا اظہار فرمایا ہے:

آزمائش کا وقت آ گیا ہے

۳- ”اس میں شک نہیں کہ دیوبند اور سہارنپور کے ان فتوؤں کا ان لوگوں پر برا اثر پڑے گا جو ان دنوں مراکز علمی سے وابستہ ہیں، لیکن سنت اللہ کے مطابق آزمائش ضروری ہے اور اب اس پورے دیوبندی اور مظاہری گروہ کیلئے آزمائش کا وقت آ گیا ہے، دیکھنا ہے کہ ان میں سے کتنے حق پرست ہیں اور کتنے اشخاص پرست ہیں، جو حق پرست ہیں وہ انشاء اللہ ہمارے ساتھ رہیں گے اور آئندہ بھی ہمارے ساتھ آتے رہیں گے، اور جو اشخاص پرست ہیں اور جماعتی عصبیت میں مبتلاء ہیں وہ ہم سے الگ ہو جائیں گے اور آئندہ بھی ہمارے ساتھ نہ چلیں گے، ہمیں صرف پہلے گروہ کی ضرورت ہے، دوسرے گروہ سے ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں، وہ ہٹ جائے گا تو ہم خدا کا شکر ادا کریں گے اور آئندہ ہم سے بے تعلق رہے گا تو مزید شکر کریں گے۔“ (رسائل و مسائل: ۵۱۴/۲)۔

اس عبارت میں مودودی صاحب نے آزمائش میں کامیابی کی یہی صورت تجویز کی ہے کہ لوگ ان کی بات مان لیں اور ان کے ساتھ آجائیں، جو لوگ ان کے ارشاد پر عمل نہ کریں اور ان کی جماعت میں داخل نہ ہوں وہ ناکام ہیں۔

حق کی تشخیص

مودودی صاحب نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ جو لوگ ان کے ساتھ آجائیں گے وہ حق پرست ہیں اور جو لوگ سہارنپور دیوبند کے فتوے پر عمل کریں گے، وہ اشخاص پرست ہیں، دوسرا شخص خواہ کتنا ہی دیانتداری سے کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلائے مگر اس پر عمل کر نیوالے مودودی صاحب کے نزدیک اشخاص پرست ہیں، اور مودودی صاحب کی زبان سے نکلی ہوئی بات کو ماننے والے حق پرست ہیں، یہ دو چیزیں

بالکل مقابل ہوئیں، اشخاص اور حق، اشخاص کون ہیں؟ دیوبند اور سہانپور کے مفتی۔ حق کون ہیں؟ مودودی صاحب۔

یہ ان کا عام طرز نگارش ہے کہ وہ صاف صاف ”اَنَا الْحَقُّ“ تو نہیں کہتے (کہ اس کے لئے شیداء دار روح منصور درکار ہے) لیکن اپنے مقصد کو ”مقصد حق“ اور اپنی دعوت کو ”دعوت حق“ اپنے طریق کو ”طریق حق“ ضرور کہتے ہیں، اور اس پر اتنا زور دیتے ہیں کہ جب ان کی کسی بات سے کوئی اختلاف کرتا ہے خواہ وہ کتنے ہی قوی اور صریح دلائل حقہ کی روشنی میں کرتا ہو، مگر اس کے حق میں وہ سب روایات و آیات کو لا کر پیش کر دیتے ہیں، جو مخالف حق جل جلالہ کے بارے میں وارد اور نازل ہوئی ہیں۔ (خارجیوں کا طریقہ بھی یہی تھا کہ جو آیات کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، ان کو مسلمانوں پر چسپاں کرتے تھے) ملاحظہ ہو بخاری شریف: ۲/۱۰۲۳ (۱)۔

مودودی صاحب کی جماعت سے الگ ہونے والوں کی تفصیلی فہرست آپ کے علم میں ہے کہ جن حضرات نے جماعت کی تشکیل و تاسیس کی اور نہایت مستحکم دستور حق تیار کیا تھا، وہ ایک ایک کر کے تقریباً سب ہی الگ ہو گئے، سب نے ہی اس خود ساختہ حق سے منہ موڑ لیا، بلکہ جماعت اسلامی تو یہاں تک کہتی ہے کہ انہوں نے ارتداد اختیار کر لیا، اِنَا لِلّٰہِ وَاِنَا اِلَيْہِ رَاجِعُونَ۔

حق سے الگ ہونے پر شکریہ

یہ بھی غور کا مقام ہے کہ جو لوگ حق سے الگ ہو جائیں اور ان کے ساتھ نہ آئیں تو ان کی علیحدگی پر مودودی صاحب شکر ادا کرتے ہیں، حالانکہ ”الخلق عیال اللہ“ (الحديث) (۲) کا تقاضہ یہ ہے کہ ہر مخلوق کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کی جائے اور ہر انسان کی ہدایت کے لئے آخری سانس تک پوری کوشش کی

(۱) ”وکان ابن عمر یراہم شرار خلق اللہ، وقال: انہم انطلقوا اِلی آیاتِ نزلت فی الکفار، فجعلوا علی المؤمنین“۔ (صحیح بخاری، کتاب استتابة المعاندین والمرتدین وقتالہم، باب قتال الخوارج والملحدین بعد إقامة الحجۃ علیہم: ۲/۱۰۲۳، قدیمی)

(۲) والحديث بتمامہ: ”عن أنس و عن عبد اللہ رضی اللہ عنہما: قالا: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”الخلق عیال اللہ، فأحب الخلق إلى اللہ من أحسن إلى عیالہ“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة علی الخلق، الفصل الثالث: ۲/۲۲۵، قدیمی)

جائے، جیسا کہ نبی و اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل سے واضح ہے، اللہ پاک کا ارشاد ہے:

﴿فلعلك باخع نفسك على آثارهم إن لم يؤمنوا بهذا الحديث أسفاً﴾ (۱)

(ترجمہ) ”شاید آپ ان کے پیچھے اگر یہ لوگ اس مضمون پر ایمان نہ لائیں، تو غم سے اپنی جان دیدیں گے۔“

کسی کے حق سے کٹنے اور ہٹنے پر شکر ادا کرنا اور خوش ہونا نہیں معلوم کس نص سے ثابت ہے؟ اگر آپ کی نظر سے اس مضمون کی کوئی نص گزری ہو تو براہ کرم مطلع فرمائیں ممنون ہوں گا۔

ایک اور مقام پر موودی صاحب نے بہت ہی مسرت کا اظہار کیا ہے فرماتے ہیں:

۲- ”میں بہت خوش ہوں، اور خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ یہ فتنہ پسند گروہ قریب

آنے کے بجائے دور جا رہا ہے۔“ (ترجمان القرآن جلد: ۲۶، عدد: ۳ ص: ۲۷۱) (۲)۔

کجا موودی صاحب کا یہ اظہار مسرت اور کجا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ غم جس سے جان دینے کا خطرہ لاحق ہو جائے جس کا تذکرہ آیت بالا میں ہے، غور فرمائیے کہ موودی صاحب کا اپنے طریق کو پیغمبرانہ طریق قرار دینا جس کا متعدد مقامات پر دعویٰ کیا گیا ہے کہاں تک بر محل ہے؟ حدیث پاک میں ارشاد ہے:

”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

”مثلي كمثل رجل استوقد ناراً، فلما أضاءت ما حولها، جعل الفراش وهذه الدواب التي تقع في النار يقعن، وجعل يحجزهن ويغلبهن فيتقحمون فيها، فأنا آخذ بحجزكم عن النار وأنتم تقحمون فيها“۔ هذه رواية البخاري، ولمسلم نحوها وقال في آخرها: قال: ”فذلك مثلي و

مثلكم أنا آخذ بحجزكم عن النار، هلم عن النار هلم عن النار، فتغلبوني تقحمون فيها“۔ متفق عليه“ (۳)۔ مشکوٰۃ المصابيح، ص: ۲۸، باب الاعتصام بالكتاب والسنة (۴)۔

(۱) (سورة كهف: ۶)

(۲) (ترجمان القرآن، جلد: ۲۶ عدد: ۳ ص: ۲۷۱)

(۳) (صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب الإنهاء عن المعاصي: ۹۶۰/۲، قديمي) (وأخرجه مسلم في

صحيحه، كتاب الفضائل، باب شفقتة صلى الله عليه وسلم على أمته: ۲۴۸/۲، قديمي)

(۴) (مشکوٰۃ المصابيح، كتاب الايمان باب الاعتصام بالكتاب والسنة: ۲۸/۱، قديمي)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”میری مثال اس شخص کے مثل ہے جس نے آگ روشن کی جب اس کے آس پاس روشنی پھیل گئی تو پروانے اور تلی وغیرہ جانور جو آگ میں گرا کرتے ہیں گرنے لگے، وہ شخص ان کو پکڑ پکڑ کر نکالنے اور روکنے لگا مگر وہ پروانے وغیرہ اس پر غالب آگئے اور آگ میں گر گئے، (یہی حال میرا ہے) کہ تمہاری پشت پکڑ پکڑ کر آگ سے نکال رہا ہوں اور تم ہو کہ آگ میں گھسے جاتے ہو۔“

اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تمثیل فرمایا ہے کہ ایک شخص نے مثلاً آگ جلائی اس کے گردا گرد سے پتنگے اور دوسرے جانور آ کر آگ میں گرنے لگے اور وہ شخص انتہائی کوشش سے ان کو آگ سے بچاتا ہے، مگر وہ اس کے قابو سے باہر ہو کر آگ میں گرتے اور ہلاک ہوتے ہیں، اسی طرح میں تم کو آگ سے بچانے اور پکڑنے کی انتہائی کوشش کرتا ہوں، مگر افسوس کہ تم لوگ قابو میں نہیں آتے اور آگ میں گھسے چلے جاتے ہو، جس کا نتیجہ تباہی اور ہلاکت ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تو اظہار مسرت فرما کر سبکدوش ہو جاتے، مگر وہاں تو قلب مبارک میں امت کے درد و غم کی آگ شعلہ زن تھی جس نے مجبور کیا کہ پتھر کھا کر بھی دعاء ہی دیں (۱)، ایک دو واقعہ

(۱) ”عن عروۃ أن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدثتہ أنها قالت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم: هل أتى عليك يوم كان أشد عليك من يوم أحد؟ قال: ”لقد لقيت من قومك ما لقيت وكان أشد ما لقيت، منهم يوم العقبة إذ عرضت نفسي على ابن عبد، يا ليل بن عبد كلال! فلم يجبنی إلى ما أردت، فانتظمت وأنا مهموم على وجهي، فلم استفق إلا وأنا بقرن الثعالب، فرفعت رأسي فإذا أنا بسحابة قد أظلتني، فنظرت فإذا فيها جبرئيل فناداني فقال: إن الله قد سمع قول قومك لك، وما ردوا عليك، وقد بعث الله إليك ملك الجبال لتأمره بما شئت فيهم. فناداني ملك الجبال، فسلم عليّ، ثم قال: يا محمد! فقال ذلك، فما شئت إن شئت أن أطبق عليهم الأخشبين، قال النبي صلی اللہ علیہ وسلم: ”بل أرجو أن يخرج الله عز وجل من أصلا بهم من يعبد الله عز وجل وحده لا يشرك به شيئاً“ (صحيح البخاری، كتاب بدء الخلق، باب إذا قال أحدكم آمين، والملائكة في السماء آمين الخ: ۴۵۸/۱، قديمی)

تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیں: (حياة الصحابة، باب تحمل الشدائد في الله ما تحمله عليه السلام

نہیں بے شمار واقعات اس کے شاہد ہیں، حق سے الگ رہنے والوں پر رحم و شفقت کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتہائی حزن و غم کو دیکھئے اور مودودی صاحب کی مسرت اور خوشی کو دیکھئے۔ پھر مودودی صاحب کے اس بلند آہنگ دعویٰ کا جائزہ لیجئے، کس جسارت کے ساتھ اپنے طریق کار کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سر تھوپا جا رہا ہے:

۵- ”اس دعوت کو عملاً لے کر اٹھنے، اسے اپنے دوسرے بھائیوں تک پہنچانے اور اس سے متاثر حضرات کو سمیٹنے اور جذب کرنے کا صحیح اور بہترین طریقہ یقیناً وہی ہو سکتا ہے، جو ابتداء سے آخر تک اس دعوت کے اصل علمبردار یعنی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی رہنمائی میں اختیار کرتے رہے، قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے کہ وہ طریقہ ایک ہی ہے اور وہ ہی ایک طریقہ بلا استثناء ہر زمانہ میں اختیار کیا جاتا رہا ہے، چنانچہ اسی طریق کار کو ہم نے اختیار کیا ہے، اور ہمارا ایمان ہے کہ اس ایک دعوت اور طریق کار کے علاوہ دوسری تمام دعوتیں اور طریقہ ہائے کار سراسر باطل ہیں۔“ (ترجمان القرآن جلد: ۲۶، عدد: ۳، ص: ۱۱۱) (۱)

اب میں آپ کے سامنے وہ تینوں چیزیں پیش کرتا ہوں، جن کو آپ نے بیک جنبش قلم الزام اور افتراء پر دازی قرار دے کر اپنے نزدیک جماعت اور امیر جماعت کو بھاری بوجھ سے ہلکا کر کے حق کی بہت بڑی خدمت و حمایت کی ہے، اصل کتابوں سے ملا کر دیکھیں کہ یہ چیزیں الزام ہیں یا واقعہ اور ہر قسم کی عصیت سے علیحدہ ہو کر غور کریں کہ ان حالات میں آپ کی ذمہ داری کیا ہے؟

جماعت اسلامی تخریبی تنقید پر مجبور ہے

مودودی صاحب لکھتے ہیں:

۶- ”جو شخص اپنے زمانہ کے عام طرز خیال اور طرز عمل کو بدلنا چاہتا ہو اور لوگوں کی

روش میں اصولی تغیر پیدا کرنے کا خواہشمند ہو، وہ مجبور ہے کہ ابتداء میں تخریبی تنقید پر زیادہ قوت صرف کرے اور تعمیری افکار کو آہستہ آہستہ بتدریج اور باقسط پیش کرے، تخریبی تنقید

کے بغیر وہ الفت اور شیفتگی دور نہیں کی جاسکتی جو لوگوں کو رائج الوقت تخیلات اور طریقہ ہائے عمل سے طبعی طور پر ہوا کرتی ہے، اور جب تک یہ الفت دور نہ ہو، ان کے دماغ کسی نئی بنیاد پر تعمیر کا نقشہ سوچنے اور سمجھنے کیلئے تیار ہی نہیں ہوتے، لہذا تخریب کے بغیر یا نا کافی تخریب کیساتھ نئی تعمیر کا نقشہ پیش کر دینا سراسر نادانی ہے اھ۔ (ذیل ترجمان القرآن، جلد: ۱۴، عدد: ۲، ص: ۱۳۴) (۱)۔

اس عبارت میں مودودی صاحب نے لوگوں کی روش میں اصولی تغیر پیدا کرنے کیلئے تخریبی تنقید کو ضروری اور اس پر زیادہ قوت صرف کرنے کو لازم، اور بغیر تخریب کے تنقید کو، بلکہ نا کافی تخریب کو بھی نا کافی قرار دیا ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ کوئی قوم اصولاً عام طور پر اپنے اندر اصولی تغیر پیدا کرنے کیلئے تیار ہی نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس کے اختیار کردہ اصول، تخیلات، طریق ہائے عمل کو کافی تخریبی تنقید کے ذریعے سے بیکار، غلط، ناقابل التفات، بلکہ مضر اور مہلک نہ ثابت کر دیا جائے، کیونکہ جن اصول کے ساتھ ساری قوم کی معاشی، معاشرتی عدالتی، جنگی، مالی، بین الاقوامی پالیسی کا ہر پہلو وابستہ ہے وہ اصول اس کے قلب و دماغ پر پوری طرح حاوی ہیں، اور ہر چھوٹا بڑا عمل ان ہی اصول کی بنیاد پر برگ و بار کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، ایسے اصول کو ساری قوم کے دل و دماغ اور قوائے عمل سے نکال کر پھینکنا ہنسی کھیل نہیں ہے، اس کیلئے ایڑی چوٹی کا زور صرف کرنا ہوگا اور یہ کام کسی ایک ایڈیٹر، اخبار، رسالہ کا نہیں، بلکہ اس کیلئے بڑی مضبوط جماعت کی ضرورت ہوگی جو اپنی زبان، اپنے قلم، اپنے کردار، اپنے عزم، اپنے یقین، غرض ہر اعتبار سے ساری قوم میں صالح ترین اور ممتاز ہو کہ اس کے ہر فرد کو دور سے دیکھ کر سمجھ لیا جائے کہ یہ فلاں جماعت کا آدمی ہے۔

امیر جماعت کے صفات

اس جماعت کیلئے امیر بھی ایسا ضروری ہے جو بالکل جدید ترین طرز کا لیڈر ہو، وقت کے تمام علوم جدیدہ پر اس کو مجتہدانہ بصیرت حاصل ہو، زندگی کے سارے مسائل مہمہ کو خوب حل کر سکتا ہو، عقلی و ذہنی ریاست، سیاسی تدبیر، اور جنگی مہارت کے اعتبار سے وہ تمام دنیا پر اپنا سکہ جمادے تب عالمگیر انقلاب رونما اور دنیا کا انتظام درست ہو سکتا ہے۔

جماعت اسلامی کا کام

مودودی صاحب فرماتے ہیں:

۷۔ ”جو کام ہم نے اپنے ہاتھ میں لیا ہے یعنی اخلاقی اصولوں پر دنیا کی اصلاح کرنا اور دنیا کے نظم کو درست کرنا، اس کا تقاضہ ہے کہ اخلاقی حیثیت سے ہم اپنے آپ کو دنیا کا صالح ترین گروہ ثابت کر دکھائیں“۔ (ترجمان القرآن جلد: ۲۶، عدد: ۳، ص: ۱۰۹) (۱)۔

اس سے جماعت اسلامی کے کام کی تشخیص ہو گئی یعنی دنیا کی اصلاح کرنا اور دنیا کے نظم کو درست کرنا، اور اس کام کا تقاضہ ہے کہ جماعت اسلامی اپنے آپ کو دنیا کا صالح ترین گروہ ثابت کر دکھائے۔ امید تو یہ رکھنی چاہئے کہ یہ جماعت واقعے میں بھی صالح ترین ہونے کی کوشش کرے گی، صرف ثابت کر دکھانے تک اپنی کوشش کو محدود نہیں رکھے گی، آگے چند مثبت و منفی ہدایات کے بعد فرماتے ہیں: (اگر ان پر عمل نہ ہوا)

۸۔ ”تو دنیا ہم سے اور ہمارے ہاتھوں ہونے والی ”اصلاح“ سے خدا کی پناہ مانگے گی اور یہ محسوس کرے گی کہ اگر کہیں زمین کا انتظام ان لوگوں کے ہاتھ میں آ گیا تو یہ ساری زمین کو ایسا ہی کر کے چھوڑیں گے جیسے یہ خود ہیں“۔ (ترجمان القرآن جلد: ۲۶، عدد: ۳، ص: ۱۰۹) (۲)۔

اس مقصد عظیم کے حاصل کرنے کیلئے پروگرام کیا ہے۔ سنئے:

جماعت اسلامی کا پروگرام

۹۔ ”ہمارا پروگرام یہ ہے کہ ہم پہلے اس نظام فکر کو درہم برہم کر دینا چاہتے ہیں جس پر دنیا کا موجودہ غلط نظام زندگی قائم ہے اور اس کی جگہ اس نظام فکر کو دلوں کے اندر راسخ کرنا چاہتے ہیں جس پر صحیح نظام کی بنیادیں قائم کی جاسکتی ہیں“۔ (ترجمان القرآن

(۱) (ترجمان القرآن جلد: ۲۶، عدد: ۳، ص: ۱۰۹)

(۲) (ترجمان القرآن جلد: ۲۶، عدد: ۳، ص: ۱۰۹)

جلد: ۳۰، عدد: ۵، ص: ۲۹۷) (۱)۔

دنیا بھر کے نظام فکر کو درہم برہم کرنے کیلئے ظاہر ہے کہ کس قدر سخت تخریبی تنقید کی ضرورت ہوگی، اسی عالمگیر انقلاب کیلئے یہ جماعت عمل میں آئی اور مودودی صاحب اس کے امیر مقرر ہوئے، اس لئے کہ وہی صفات بالا کے حامل ہونے کی وجہ سے اس مجمع میں سب سے اہل تر اور طریق انقلاب کے ماہر ترین تھے، پھر ایسی زبردست تخریبی تنقید کی مہم شروع کی گئی کہ موجودہ اور گذشتہ سیاسی اور مذہبی، افراد اور جماعتوں، انجمنوں اور اداروں سب ہی کی دھجیاں اڑا کر رکھ دیں۔

مگر مودودی صاحب اور ان کے پیرو حضرات کا ایک رخ یہ بھی ہے کہ جب ان کے قلم سے نکلی ہوئی کسی بات پر گرفت کی جاتی ہے اور اس کو دلائل کی روشنی میں غلط ثابت کر کے سب طرف سے راستہ بند کر دیا جائے، اور وہ جواب سے عاجز ہو جاتے ہیں تو اس بات کا رخ بدل دیتے ہیں کہ ہمارا مدعا یہ نہیں، حالانکہ ان کی تاویل کے خلاف خود ان کے کلام میں صراحت موجود ہوتی ہے۔

ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اپنی غلطی واضح ہونے پر اعتراف کرتے اور اصلاح کر لیتے، جیسا کہ اپنی تحریرات میں بار بار اعلان کیا جا چکا ہے، لیکن وقت آنے پر ہوتا کچھ اور ہے (۲) چنانچہ تخریبی تنقید کے رویہ پر جب گرفت کی گئی اور اس کے جواز کا پہلو نڈل سکا تو فرماتے ہیں:

۱۰۔ ”در حقیقت مسلم لیگ ہو یا مسلمانوں کی بڑی جماعتوں میں سے کوئی اور

جماعت ہو، اس کے مسلک یا طریق کار پر تنقید کرنے سے میرا مدعا یہ کبھی نہیں رہا کہ ان

جماعتوں کی تخریب کروں اھ“۔ (ذیل ترجمان، جلد: ۱۴، عدد: ۲، ص: ۱۴۰) (۳)۔

جن لوگوں کو مسلم لیگ سے ”الفت اور شیفنگی“ تھی ان کے تخیلات اور طریق ہائے عمل میں

(۱) (ترجمان القرآن جلد: ۳۰، عدد: ۵، ص: ۲۹۷)

(۲) قال تعالیٰ: ﴿وَلَمْ يَصْرُوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾. (سورہ آل عمران: ۱۳۵): ”ای تابوا من ذنوبهم ورجعوا إلى الله عن قريب، ولم يستمروا على المعصية، وصروا عليها غير مقلعين عنها ولو تكرر منهم الذنب تابوا عنه“. (ابن کثیر: ۱/۵۴۱، دار الفیحاء دمشق)

(۳) (ذیل ترجمان القرآن جلد: ۱۴، عدد: ۲، ص: ۱۴۰)

اصولی تغیر پیدا کرنے کیلئے، ص: ۱۳۴ (۱) پر تو موودوی صاحب ”تخریبی تنقید“ کو ایسا ضروری سمجھتے تھے کہ اس پر ”زیادہ قوت صرف کرنے پر مجبور تھے، اور نا کافی تخریب کو نا کافی قرار دیتے تھے“، لیکن ص: ۱۴۰ (۲) پر پہنچ کر رخ بدلا، یہ ابلہ فریبی نہیں تو اور کیا ہے؟ اس قسم کا تضاد اس جماعت کے لٹریچر میں بکثرت موجود ہے کہ دفع الوقتی کیلئے دوسرا رخ بھی پیش کیا جاسکے۔

ایک شبہ کا ازالہ

مسلم لیگ یا مسلمانوں کی کسی اور جماعت پر تنقید کو یہ تصور نہ کیا جائے کہ موودوی صاحب کی طرف سے یہ سیاسی تنقید ہے، جو کہ عامۃً سیاسی جماعتوں میں ایک دوسرے پر ہوتی رہتی ہے، نہیں بلکہ یہ خالص اسلام کی روشنی میں ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

۱۱۔ ”اس سلسلہ میں یہ بات بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میں معاملات کو جماعتوں کے نقطہ نظر سے نہیں دیکھتا بلکہ محض اسلامی نقطہ نظر سے دیکھتا ہوں، اس لئے میں نے اب تک سیاسی مسائل پر جو کچھ لکھا ہے اس میں کسی مسئلہ پر بھی اس حیثیت سے بحث نہیں کی ہے کہ کسی خاص جماعت کی نسبت سے اس مسئلہ کی کیا نوعیت ہے؟ میں صرف یہ دیکھتا ہوں اور یہی دکھانے کی کوشش کرتا ہوں کہ اسلام کی نسبت سے صحیح یا غلط، اور مناسب یا نامناسب، کیا ہے اھ“۔ (ذیل ترجمان: ۱۴، عدد: ۲، ص: ۱۴۰) (۳)۔

اب تک کی نقل کردہ عبارتوں سے سوال کے دو نمبروں کا جواب بخوبی روشن ہو گیا کہ نمبر ۱: جماعت اسلامی تخریبی تنقید کرتی ہے، نمبر ۲: اور یہ اس کے اہم اصول میں داخل ہے اور امیر جماعت اس روش پر بہت خوش ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

۱۲۔ ”میں یہ دیکھ کر اکثر اپنی جگہ خوش ہوتا ہوں کہ ہماری اس جماعت میں شخصیت پرستی اور ذہنی غلامی موجود نہیں ہے بلکہ ہر شخص کے اندر اچھی خاصی نفاذانہ نظر

(۱) (ذیل ترجمان القرآن جلد: ۱۴، عدد: ۲، ص: ۱۳۴)

(۲) (ذیل ترجمان القرآن جلد: ۱۴، عدد: ۲، ص: ۱۴۰)

(۳) (ذیل ترجمان القرآن جلد: ۱۴، عدد: ۲، ص: ۱۴۰)

موجود ہے۔ (ترجمان، ج: ۲۶، عدد: ۳، ص: ۱۰۹) (۱)۔

اب اپنے سوال کے تیسرے نمبر کو دلائل کی روشنی میں دیکھئے، انشاء اللہ تعالیٰ آپ کا ضمیر خود جواب دے گا کہ ”نظام“ مئی ۶۰ء میں جو کچھ جماعت سے متعلق لکھا گیا ہے وہ افتراء نہیں بلکہ روشن حقیقت ہے، تاہم آپ کی تشفی کیلئے جماعت اسلامی کی تخریبی تنقید کے نمونے پیش کئے جاتے ہیں، جن کی طرف میں نے ”نظام مئی ۶۰ء“ میں اشارہ کیا ہے۔

تبلیغ کرنیوالوں پر تنقید

۱۳۔ ”یہاں تبلیغ بالکل اسی مشنری ڈھنگ کی ہے جیسی عیسائیوں، ہندوؤں اور سکھوں کی طرف سے آئے دن ہوتی رہتی ہے، پس مذاہب چند بے جان عقائد، بے معنی منتر اور بے مقصد حرکات کی مجنون سی بنے ہوئے ہیں۔ پنڈت، پادری یا گرنھی اور مولوی اپنے اپنے کارخانوں کی ذہنی عجوبیں لئے پھرتے ہیں، ڈگڈگی بجائی، لوگوں کو جمع کیا اور اپنی مجنون کے حق میں گا گا کر اور تھرک تھرک کر ایک رنگین تقریر کر ڈالی۔“ (تنقیدات، ص: ۳۳) (۲)۔

(ترجمان جلد: ۳۰، عدد: ۵) (۳) میں تبلیغی جماعت کے طریقہ کار کے متعلق بتایا گیا تھا کہ ”یہ انبیاء

علیہم الصلاۃ والسلام کے طریقے کی پیروی نہیں، بلکہ شیطان کا ایک بہت بڑا دھوکا ہے“، عبارت منقولہ نمبر: ۱۳ میں ارشاد ہوتا ہے کہ ”یہ ہندوؤں، عیسائیوں، سکھوں کا طریقہ ہے۔“

تبلیغ کا کام بفضلہ تعالیٰ آج نہ صرف ہندوستان میں بلکہ تمام عالم انسانی میں پھیلا ہوا ہے اور اس کی مساعی کی برکات سے تمام دنیا فیض یاب ہو رہی ہے، کتنی بڑی تعداد اسی کی برکت سے ہر سال صحیح طریق پر ارکان حج ادا کرتی ہے۔ بمبئی، کراچی، جدہ، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، منی، عرفات، اور تقریباً ہر جہان میں اس جماعت کے افراد بے نظیر دینی خدمات انجام دیتے ہیں، کتنے غیر مسلم اس جماعت کے طفیل حلقہ بگوش اسلام ہو چکے اور

(۱) (ترجمان القرآن جلد: ۲۶، عدد: ۳، ص: ۱۰۹)

(۲) (تنقیدات، ص: ۳۳)

(۳) (ترجمان القرآن ج: ۳۰، عدد: ۵، ۱۹/۲۴۵)

ہوتے رہتے ہیں؟ اس کی خدمات کی تفصیل بہت طویل ہے، اس کو یہاں بتانا مقصود نہیں، البتہ اس کے طریق کار اور اصول کار کو مختصر طور پر پیش کرنا چاہتا ہوں، وہ بھی الفاظ میں نہیں، بلکہ ایسے مفکر، صاحب قلم کے الفاظ میں جس نے موودوی صاحب کو دیر تک بہت قریب سے دیکھا اور ان کی جماعت کیلئے دستور تیار کیا اور ان کی ہر بے راہی پر چشم پوشی کی اور ان کے کام کی ظاہری شکل و صورت کو بھی بہت سراہا، اور ان کی خاطر اپنے مربی اکابر کی ہر کبیدگی کو تنگ نظری قرار دے کر بطوع و رغبت برداشت کیا، اس امید پر کہ جماعت اسلامی کے اچھی صلاحیتیں رکھنے والے اہل قلم کے افکار و نظریات کا رخ صحیح ہو جائے اور اسلام اور اہل اسلام کے حق میں ان کی مساعی مشرخیہ ہوں، اور غلط رخ پر چل کر اسلام و اہل اسلام کی بربادی اور تباہی کا ذریعہ بننے سے محفوظ ہو جائیں، لیکن یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہونا تھا، نہ ہوا۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی ”ایک اہم دینی دعوت“، ص: ۱۲ میں لکھتے ہیں:

طریق کار

۱- ”بس آج یہ امت کی بڑی ضرورت ہے کہ دین کے سیکھنے کا نبوی اور فطری طریقہ دوبارہ زندہ کیا جائے، کتابی نقوش کیساتھ زندہ نفوس سے استفادہ کو (جو کہیں زیادہ آسان اور عمومی طریق تعلیم ہے) ضم کیا جائے، متمکن دینی اداروں اور اسلامی درسگاہوں کے ماتحت کچھ چلتی پھرتی درسگاہیں، جیتی جاگتی خانقاہیں اور بولتے چالتے صحیفے ہوں، جو علوم نبویہ کے ان سمندروں سے (دینی مدارس) مشکیں بھر بھر کر عام زندگی کی کشتزاروں میں تاجروں کی تجارتوں، مزارعین کی زراعتوں اور اہل صنعت کی صنعتوں میں دین کا آب حیات بہو نچائیں۔“

۲- ”دین کیلئے عملی جدوجہد، علم کیلئے نقل و حرکت اور سعی و عمل کو جس کا رواج مدت دراز سے جاتا رہا پھر فروغ دیا جائے کہ اسلام کی فطری ساخت اور علم دین کی وضع و فطرت یہی ہے اور اللہ کی سنت اسی طرح جاری ہے۔“

۳- ”دین کی تعلیم و تعلم اور دین کی خدمت و سعی کو مسلمانوں کی زندگی کا جزء لاینفک بنانے کی کوشش کی جائے اور اس کی دعوت دی جائے کہ مسلمان اپنے مشاغل و فکر معاش کو اس کے ماتحت کر دیں کہ ﴿وما خلقت الجن والانس الا

لیعبدون ﴿۱﴾ کے ارشاد کے مطابق اصل زندگی یہی ہے: ﴿کنتم خیر أمة أخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنکر وتؤمنون بالله﴾ (۲) کی تصریح کے مطابق مسلمان اسی لئے پیدا ہوا ہے، البتہ اس سے جو وقت بچے وہ راحت اور بیکاری کے بجائے حصول معاش میں صرف کیا جائے کہ ”ان الله يحب المؤمن المحترف“ (۳)۔ اللہ تعالیٰ کمانے والے مؤمن کو دوست رکھتا ہے۔“

۴۔ ”لوگ عموماً اپنے ماحول میں گھرے رہ کر اور اپنے مشاغل و معمولات میں پھنس کر دین حاصل کرنے کیلئے وقت نہیں نکال سکتے، نہ اس کی طرف پوری توجہ کر سکتے ہیں اور نہ ان کے پورے اثرات قبول کر سکتے ہیں، اس لئے ان کو عارضی مدت کے اور غربت کے اختیار کرنے پر آمادہ کیا جائے، جس میں وہ کچھ مدت کیلئے ایک سوا اور فارغ البال ہو کر دین حاصل کر سکیں، اور اہل دین کی صحبت و خدمت سے استفادہ کر سکیں، ایک شرعی نظام اور ایک دینی زندگی میں رہنے کی ان کو عادت پڑ سکے، ان کیلئے اور ان کے رفقائے ذریعہ ایک بہترین دینی ماحول بنایا جائے جو ان کو اپنے وطن اور مشاغل میں میسر نہیں آ سکتا، ان کا یہ نکلنا خود ان کیلئے اور دوسروں کے لئے مفید و مبارک سبق آموز اور انقلاب انگیز ہو۔“

یہ وہ اصول و مقاصد ہیں جن کے ماتحت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے ہر طبقہ کو دین کی تعلیم و تعلم کیلئے گھر سے باہر نکلنے، ترک وطن کرنے اور ایک خاص نظام کے ماتحت سفر اور نقل و حرکت کرنے کی دعوت و ترغیب دیتے ہیں۔ اپنے ایک گرامی نامہ میں اسی مقصد کی وضاحت فرماتے ہیں:

”ہم نے جماعتیں بنا کر دین کی باتوں کیلئے نکلنا چھوڑ دیا، حالانکہ یہی بنیادی اصل تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود پھر کرتے تھے اور جس نے ہاتھ میں ہاتھ دیا وہ بھی مجنونانہ

(۱) (سورة الذاریات: ۵۶)

(۲) (سورة آل عمران: ۱۱۰)

(۳) (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، رقم الحدیث: ۱۸۷۳، ۱۶۷۳/۳، مکتبہ نزار مصطفی الباز

مكة المكرمة، ریاض .)

پھر کرتا تھا، مکہ کے زمانہ میں مسلمین کی تعداد افراد کے درجہ میں تھی تو ہر فرد مسلم ہونے کے بعد بطور فردیت و شخصیت کے منفرد دوسروں پر حق پیش کرنے کیلئے کوشش کرتا رہا، مدینہ میں اجتماعی اور متمدن زندگی تھی، وہاں پہنچتے ہی آپ نے چہار طرف جماعتیں روانہ کرنی شروع کر دیں اور جو بڑھتے گئے، وہ عسکریت کی طرف بڑھتے گئے، سکونی زندگی صرف انہیں کو حاصل تھی، جو پھرنے والوں کیلئے ”قوت“ اور پھرتے رہنے کا ذریعہ بن سکیں، غرض پھر نا اور دین کیلئے جدوجہد اور نقل و حرکت میں رہنا اصل تھا، جب یہ چھوٹ گیا جب ہی خلافت ختم ہو گئی۔“

اس نکلنے کی حالت میں کیا ہوگا، کیا دعوت دی جائے گی، اس کا جواب مولانا ہی کے الفاظ میں سنئے:

”اصل تبلیغ صرف دو امر کی ہے، باقی اس کی صورت گری اور تشکیل ہے، ان دو چیزوں میں ایک مادی ہے اور ایک روحانی: مادی سے مراد جو ارح سے تعلق رکھنے والی، سو وہ تو یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی باتوں کو پھیلانے کیلئے ملک بہ ملک اور اقلیم بہ اقلیم جماعتیں بنا کر پھرنے کی سنت کو زندہ کر کے فروغ دینا اور پائدار کرنا ہے۔ روحانی سے مراد جذبات کی تبلیغ یعنی حق تعالیٰ کے حکم پر جان دینے کا رواج ڈالنا جس کو اس آیت میں ارشاد فرمایا ہے: ﴿فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم، ثم لا يجدوا في انفسهم حرجاً مما قضيت، ويسلموا تسليماً﴾ (۱)۔ ﴿وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون﴾ (۲) یعنی اللہ کی باتوں اور اوامر خداوندی میں جان کا بے قیمت اور نفس کا ذلیل ہونا۔

چھ اصول:

نکلنے کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی چیزوں میں جو چیز زیادہ سے زیادہ اہم ہے اس میں اس کی حیثیت سے کوشش کرنا چاہئے:

(۱) (سورة النساء : ۶۵)

(۲) (سورة الداريا ت : ۵۶)

۱..... کلمہ کی تصحیح و تبلیغ

اس وقت بد قسمتی سے ہم کلمہ تک سے نا آشنا ہو رہے ہیں اس لئے سب سے پہلے اسی کلمہ کی تبلیغ ہے جو کہ خدا کی خدائی کا اقرار نامہ ہے، یعنی اللہ کے حکم پر جان دینے کے علاوہ درحقیقت ہمارا کوئی بھی مشغلہ نہ ہو گا (۱)۔

۲..... نماز کی تصحیح و ترقی

کلمہ کے لفظوں کی تصحیح کرنے کے بعد نماز کے اندر کی چیزوں کی تصحیح کرنے اور نمازوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز بنانے کی کوشش میں لگے رہنا (۲)۔

۳..... تحصیل علم و ذکر

تین وقتوں کو (صبح و شام اور کچھ حصہ شب کا) اپنی حیثیت کے مناسب علم و ذکر میں مشغول رکھنا (۳)۔

(۱) (قال تعالى: ﴿وما أرسلنا من قبلك من رسول إلا نوحي إليه أنه لا إله إلا أنا فا عبدون﴾. (سورة الأنبياء: ۲۵)

”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”الإيمان بضع وسبعون أو بضع وستون شعبة، فأفضلها قول: لا إله إلا الله، وأدناها إماطة الأذى عن الطريق، والحياة شعبة من الإيمان“۔ (الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان، باب بيان عدد شعب الإيمان: ۴۷/۱، قديمي)

”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”جددوا إيمانكم“، قيل: يا رسول الله! وكيف نجدد إيماننا؟ قال: ”أكثرُوا من قول: لا إله إلا الله“۔ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث: ۸۲۹۳، ۳/۳، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(۲) ”وعن مالك بن الحويرث رضي الله عنه قال: قال لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”صلوا كما رأيتموني أصلي“۔ متفق عليه“۔ (مشکوٰۃ المصابيح، كتاب الصلاة، باب فيه فصلان: ۲۶/۱، قديمي)

(۳) قال تعالى: ﴿كما أرسلنا فيكم رسولا منكم يتلو عليكم آيتنا، ويزكيكم، ويعلمكم الكتاب الحكمة، ويعلمكم ما لم تكونوا تعلمون﴾. (سورة البقرة، ۱۵۱)

قال تعالى: ﴿وأنزل الله عليك الكتاب الحكمة وعلمك ما لم تكن تعلم، وكان فضل الله عليك عظيماً﴾. (سورة النساء: ۱۱۳) =

۴..... تفریح وقت

ان چیزوں کو پھیلانے کیلئے فریضہ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سمجھ کر نکلتا، یعنی ملک بملک رواج دینا (۱)۔

= "عن عقبه بن عامر رضی اللہ عنہ قال: خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونحن فی الصفة فقال: "ایکم یحب أن یغدو کل یوم إلى بطحان أو إلى العقیق فیأتی منه بناقتین کوما وین فی غیر ائم ولا قطع رحم"؟ فقلنا: یارسول! نحب ذلك، قال: "أفلا یغدوا أحدکم إلى المسجد فیعلم أو یقرأ ایتین من کتاب اللہ خیر له من ناقتین، وثلث خیر له من ثلاث، وأربع خیر له من أربع، ومن أعدا دهن من الإبل". (الصحيح لمسلم، کتاب فضائل القرآن، باب فضل قراءة القرآن فی الصلوة وتعلمه: ۲۷۰/۱، قديمی)

عن أنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "من خرج فی طلب العلم فهو فی سبیل اللہ حتی یرجع". هذا حدیث حسن غریب". (سنن الترمذی، أبواب العلم عن رسول اللہ صلی علیہ وسلم، باب فضل طلب العلم: ۹۳/۲، سعید)

"عن أبی هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: "إن الدنیا ملعونة، ملعون ما فیها إلا ذکر اللہ وما والاه، وعالم أو متعلم". هذا حدیث حسن غریب". (سنن الترمذی، أبواب الزهد، باب ما جاء فی هو ان الدنیا علی اللہ: ۵۸/۲، سعید)

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ادع إلى سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة﴾. (سورة النحل، ۱۲۵) وقال اللہ تعالیٰ: ﴿لقد جاءکم رسول من أنفسکم عزیز علیہ ما عنتم، حریص علیکم، بالمؤمنین رؤف رحیم﴾ (سورة التوبة، ۱۲۸)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿کنتم خیر امه اخرجت للناس، تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنکر، وتؤمنون باللہ﴾. (آل عمران: ۱۱۰)

"عن حدیفة رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "و اللذی نفسی بیده! لتأمرن بالمعروف، وتنهون عن المنکر أو لیو شکن اللہ ان یبعث علیکم عذاباً من عنده، ثم لتدعنه ولا یستجاب لکم". رواه الترمذی". (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف: ۳۳۶/۲، قديمی)

۵.....خلق

اس پھرنے میں خلق کی مشق کرنے کی نیت رکھنا، اپنے فرائض کی ادائیگی کی سرگرمی خواہ خالق کے ساتھ متعلق ہوں یا خلاق کے ساتھ، کیونکہ ہر شخص سے اپنے ہی متعلق سوال ہوگا (۱)۔

۶.....تصحیح نیت

ہر عمل کے بارے میں اللہ نے جو وعدے وعید فرمائے ہیں ان کے موافق اس امر کی تعمیل کے ذریعہ اللہ کی رضاء اور موت کے بعد والی زندگی کی درستی کی کوشش کرنا (۲)۔

دین سیکھنے کیلئے اللہ ورسول کی باتیں دوسروں تک پہنچانے اور پھیلانے کیلئے یہ نقل و حرکت، یہ سفر اور عارضی غربت، چند مرغوبات و مالوفات کی یہ عارضی مفارقت، معمولات و عادات کی خفیف سی تبدیلی دین کیلئے جدوجہد قربانی کا ادنیٰ درجہ ہے، جس کے بغیر دین کے برکات و ثمرات کا حصول مشکل ہے اور جو اس نعمت عظمیٰ (اسلام) کی شکرگذاری کا سہل ترین طریق ہے۔

”جس مذہب کیلئے ہزار ہا جانوں کا طیب خاطر سے پیش کر دینا اس کی قیمت کیلئے کافی نہیں ہو سکتا اور جس مذہب کی اصلی قیمت، سوزشِ جگر، اور خونِ دیدہ بہانا تھی اس کیلئے ہمارا یہ برائے نام قدموں کا اٹھانا اور اس قدر ضعیف اور کم مقدار اپنی محنتوں کا وابستہ رکھنا اصل فریضہ سے کچھ نسبت نہیں رکھتا لیکن خدائے پاک کی ذرہ نوازی اور مراہم خسروانہ (شاہانہ) اور اخیر زمانہ والوں کیلئے ان کی مساعی پر صحابہ کے پچاس کے برابر اجر و ثواب

(۱) قال تعالى: ﴿ولا تزر وازرة وزرًا أخرى﴾. (سورة فاطر: ۱۸)

(۲) قال تعالى: ﴿لن ينال الله لحومها ولا دماؤها ولكن يناله التقوى﴾ (سورة الحج: ۳۷)

وقال تعالى: ﴿وما آتيتم من زكوة تريدون وجه الله فأولئك هم المضعفون﴾ (سورة الروم: ۳۹)

”عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”الأعمال بالنية،

ولكل امرئ ما نوى، فمن كانت هجرته إلى الله ورسوله فهجرته إلى الله ورسوله، ومن كانت هجرته

للدنيا يصيبها أو امرأة يتزوجها، فهجرته إلى ما هجر إليه.“ (صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب

ما جاء أن الأعمال بالنية والحسبة: ۱۳/۱، قديمی)

ملنے کی خوشخبریاں اور سچے وعدے اور ﴿لَا يَكْفُلُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ (۱) کی جیسی

بشارتیں ہماری ان مساعی کے بارے میں بڑی امیدیں دلارہی ہیں۔“

اس عبارت میں تبلیغی کام کا جو مختصر طریقہ پیش کیا گیا ہے اس کو سامنے رکھئے اور غور کیجئے کیا یہ طریق کار انبیاء علیہم السلام کی پیروی نہیں بلکہ شیطان کا زبردست دھوکہ ہے؟ اور کیا اس سے کلمہ اور نماز کی عزت خاک میں ملتی ہے، جیسا کہ ترجمان جلد: ۳۰ عدد: ۵ میں دعویٰ کیا گیا ہے اور کیا یہ ہندوؤں عیسائیوں، سکھوں کا طریق تبلیغ ہے؟ جیسا کہ عبارت نمبر ۱۳/ میں کہا گیا ہے۔

نیز تبلیغی مقصد اور چھ اصول کا گہرا مطالعہ کیجئے اور جماعت اسلامی کی طرف سے شائع شدہ تقیدات کی داد دیجئے کہ کتاب و سنت اور آثار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی پیروی میں مرٹنے والوں کو کس جسارت کیساتھ ہندوؤں، عیسائیوں، سکھوں کی صف میں لا کر کھڑا کر دیا گیا اور یک قلم سب پر حکم لگا دیا گیا کہ ان سب کے مذاہب بے جان عقائد، بے معنی منتر، بے مقصد حرکات کی معجون سی بنے ہوئے ہیں، اس عبارت میں غور کرنے سے آپ کا ضمیر یہ بھی متعین کر دے گا کہ جماعت اسلامی نے بے جان عقائد، بے معنی منتر، بے مقصد حرکات کن امور کو قرار دیا ہے؟ اور اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں ان کا کیا مقام ہے؟

کیا ایسی تقیدات کو پڑھ کر ذہنوں میں یہ تصور قائم نہیں ہوگا کہ تبلیغی کام کرنے والے علماء نے اصل دین کو تحریف کر کے خواہشات نفسانی کے مطابق ڈھال کر عوام کے سامنے پیش کیا، جس سے انتہائی گمراہی پھیلی ہے اور لوگوں نے بددینی کو دین سمجھا ہے جس کو حقیقی اسلام سے کچھ تعلق نہیں، نہ خدائی سند ان کے پاس ہے، نہ وحی الہی سے ان کا کوئی تعلق ہے، نہ کسی پیغمبر کی ہدایت و رہنمائی ان کو حاصل ہے، بلکہ مناسب وقت جو کچھ ان کے ذہنوں میں آیا تیار کر لیا، اگر کسی کے پاس وحی الہی کی کوئی روشنی تھی بھی تو وہ اب بالکل مفقود ہے اور یہ لوگ سراسر اس سے محروم ہیں؟

آپ مکرر ”نظام“ مئی ۶۰ء کو دیکھئے اور جماعت اسلامی کی تقیدات کو ملاحظہ کیجئے، نظام کا ایک ایک حرف صحیح پائیں گے۔

تنقید کا اثر

جماعت اسلامی عموماً حق و باطل کو ایک ہی صف میں پیش کرتی ہے اور تنقید میں حق پر ایسا باطل کا ملمع چڑھاتی ہے کہ دیکھنے والوں کو ان کی تنقید کے آئینہ میں دونوں کی صورت یکساں نظر آتی ہے، اس کا ایک ادنیٰ اثر یہ ہوتا ہے کہ ایک حقیقت ناشناس کے دل میں حق کی کوئی وقعت باقی نہیں رہتی بلکہ حق کی طرف سے انتہائی غیظ پیدا ہو جاتا ہے، جماعت اسلامی کے اس طرز تنقید سے اہل حق مجددین، محدثین، فقہاء، مفسرین، متکلمین، صوفیاء، تابعین، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور خلفائے راشدین بھی نہیں بچ سکے، جس کے نمونے انشاء اللہ تعالیٰ پیش کروں گا، اور طرفہ یہ ہے کہ یہ سب کچھ حق (اسلام) و باطل (جاہلیت) میں خط امتیاز قائم کرنے کے نام پر کیا جاتا ہے۔

جماعت اسلامی کا یہ زور قلم بڑھتے بڑھتے شعوری یا غیر شعوری طور پر بعض دفعہ انبیاء علیہم السلام پر بھی ایسے ناروا حملے کر جاتا ہے کہ دل کانپ اٹھتا ہے اور رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، اور کمال یہ ہے کہ افراد جماعت کی طرف سے بھی اس پر آفرین اور شاباش کے تحسینی کلمات کہے جاتے ہیں، حق کو باطل کے ساتھ ملا کر پیش کرنے کی سعی کی مثال ملاحظہ کیجئے:

وفات پیغمبر کی تصویر

۱۴۔ ”جس قانون بے اختیاری کے تحت ایک بھکاری مرتا ہے اور زمین و آسمان

اس کا ماتم نہیں کرتے، اسی کے مطابق سلطان وقت بلکہ پیغمبر (علیہ السلام) بھی مرتا ہے اور

نہ زمین اس سے متاثر ہوتی ہے، نہ آسمان آنسو بہاتا ہے، نہ چاند سورج گرہن کا ماتمی لباس

پہنتے ہیں اھ۔“ (ترجمان جلد: ۱۲، عدد: ۴، ص: ۴۷/۲۸۷) (۱)۔

اس عبارت میں ایک باطل پر کاری ضرب لگائی گئی ہے، اگر معاملہ یہیں تک رہتا تو ٹھیک تھا اور ضرور

اس کو خدمت حق کہا جاتا لیکن زور تنقید میں بات آگے بڑھی اور اس باطل کے ساتھ ساتھ ایک حق کو بھی پاش پاش

کر دیا گیا، اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ: حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چیزیں ارشاد فرمائیں: ایک

منفی، دوسری مثبت، منفی یہ ہے کہ ”چاند سورج کو کسی کی موت سے گرہن نہیں لگتا بلکہ یہ دونوں اللہ پاک کی نشانیاں ہیں، ان کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ بندوں کو گناہوں سے بچانے کیلئے ڈراتے ہیں لہذا جب گرہن دیکھو تو دعا و استغفار میں مشغول ہو کر اللہ کی پناہ حاصل کرو۔“ (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۱۳۰) (۱) بحوالہ بخاری (۲) و مسلم (۳) یہ روایت موجود ہے۔

مثبت یہ ہے کہ ”عبادت گزار بندہ جب مرجاتا ہے تو اس پر آسمان کا وہ حصہ آنسو بہاتا ہے جہاں سے اس کا عمل اوپر جاتا ہے اور اس کا رزق اترتا تھا، اسی طرح زمین کا وہ حصہ روتا ہے جس پر وہ عبادت کرتا تھا۔“ دوسری روایت میں ہے کہ ”جب مومن پردیس میں مرتا ہے جہاں اس کے رونے والے موجود نہیں تو اس پر آسمان وزمین روتے ہیں۔“ اس مضمون کی متعدد احادیث محدث کبیر حافظ عماد الدین بن کثیر نے سند کے ساتھ نقل کی ہیں، ایک روایت نقل کرتا ہوں، جس میں سند کے بعد لکھا ہے:

”قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”إن الإسلام بدأ غريباً و سيعود غريباً كما بدأ، ألا! لا غربة على مؤمن، ما مات مؤمن في غربة غابت عنه فيها بؤاكيه إلا بكت عليه السماء والأرض“، ثم قرأ رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ﴿فما بكت عليهم السماء والأرض﴾ ثم قال: ”إنهما لا يبكيان على الكافرا“۔ (ابن كثير: ۱۴۲/۴) (۴)۔

ترجمہ: ”رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”اسلام ابتدائی زمانہ میں غریب اور اجنبی تھا اور عنقریب اسی حالتِ غربت کی طرف لوٹ آئے گا جیسا کہ ابتدا میں تھا، اچھی طرح سن لو کہ مومن کبھی

(۱) ”وعن أبي موسى رضي الله تعالى عنه قال: خسفت الشمس، فقام النبي صلى الله عليه وسلم فزعاً يخشى أن تكون الساعة، فأتى المسجد، فصلّى بأطول قيام وركوع وسجود ما رأيت قط يفعل، وقال: ”هذه الآيات التي يرسل الله لا تكون لموت أحد، ولا لحيوته، ولكن يخوف الله بها عباده، فإذا رأيت شيئاً من ذلك فافزعوا إلى ذكره ودعائه واستغفاره“۔ متفق عليه“۔ (مشکوٰۃ المصابيح، كتاب الصلاة، باب صلوة الخسوف: ۱/۱۳۰، قديمی)

(۲) (آخر جہ البخاری فی صحیحہ، أبواب الكسوف باب الذكر في الكسوف: ۱/۱۳۵ قديمی)

(۳) (وأخرجه مسلم في صحيحه، كتاب الكسوف: ۱/۲۹۹، قديمی)

(۴) (ابن كثير، سورة الدخان، پ: ۲۵، ۱۲۲/۳، سهيل اكيذمي لاهور)

غریب اور اجنبی نہیں ہوتا، جو مؤمن پر دیس کی حالت میں مرتا ہے جہاں اس کے رونے والے نہ ہوں تو آسمان اور زمین اس پر آنسو بہاتے ہیں پھر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿فما بکت علیہم السماء والأرض﴾ اور فرمایا کہ آسمان اور زمین کافر پر نہیں روتے۔“

اس حدیث شریف میں یہ بھی ارشاد ہے کہ آسمان و زمین کافر پر نہیں روتے، بندہ مؤمن پر آسمان و زمین کا رونا ثابت ہے، مگر تنقیدی زور قلم نے اس ثبوت کی بھی نفی کر دی جو کہ سراسر حق اور شان رسالت کا فرمودہ ہے، اگر مطلقاً بھکاری اور سلطان وقت کے مرنے پر نہ رونے تک بات رہتی تب بھی تاویل بعید کر کے کلام کو صحیح کرنا ممکن ہوتا جیسا کہ اب تک جماعت اسلامی کی عبارات کی بعید تاویلات کر کے قرآن و حدیث کی مخالفت سے بچانے کی ہم لوگ کوشش کرتے رہے ہیں، تاویل یہ کر لیتے کہ ”حدیث میں آسمان و زمین کا رونا بندہ مؤمن پر ثابت ہے اور اس عبارت میں بھکاری اور سلطان وقت سے مراد کافر ہیں“، مگر یہاں تو تاویل کا دروازہ بند کرنے کے لئے سیسے کی دیوار قائم کر دی گئی اس طرح پر کہ پیغمبر کو بھی اسی صف میں لاکھڑا کر دیا گیا جس میں خدا کے باغی سرکش مستحق لعنت دشمن کھڑے ہیں، اور جو آیت شریفہ ان ملعونوں کی انتہائی تحقیر و تذلیل کو بیان کرنے کے لئے نازل ہوئی تھی: ﴿فما بکت علیہم السماء والأرض﴾ (۱) اسی کا مضمون پیغمبر پر بھی بے دھڑک چسپاں کر دیا گیا، حالانکہ پیغمبر کا معزز و مقرب عند اللہ ہونا نصوص قطعیہ سے ثابت ہے (۲) اب تاویل کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔

حق اور باطل کو اس طرح مخلوط پیش کرنے میں اور دونوں کی تردید کرنے میں کس قدر فتنہ عظیم ہے کہ جس طرح باطل سے نفرت پیدا ہوتی ہے اور ہونی چاہئے، اسی طرح پڑھنے والوں کے ذہن میں حق سے بھی

(۱) (سورة الدخان، پ: ۲۵، آیت: ۲۹)

(۲) قال الله تعالى: ﴿و لو طأ آتیناه حکماً و علماً، و نجیناه من القرية التي كانت تعمل الخبائث، إنهم كانوا قوم سوء فاسقين، و أدخلنه فی رحمتنا إنه من الصالحین و إسماعیل و إدريس و ذا الکفل کل من الصابرين، و أدخلنهم فی رحمتنا إنهم من الصالحین فاستجبنا له و وهبنا له یحیی و أصلحنا له زوجته، إنهم كانوا یسارعون فی الخیرات و یدعوننا رغباً و رهباً و كانوا لنا خاشعین و

ما أرسلنک إلا رحمة للعالمین﴾ (سورة الأنبياء : ۷۳، ۷۵، ۸۵، ۸۶، ۹۰، ۱۰۷)

مزید تفصیل کے لئے: مذکور بالا آیتوں کی تفسیر روح المعانی اور ابن کثیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

نفرت پیدا ہو جاتی ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے بھائیوں کو شعور دے کہ وہ مضامین لکھتے وقت قلم کا رخ صحیح رکھیں۔

اب رہی یہ بات کہ اتنی صاف اور واضح حدیث کے خلاف لکھنے کی جرات کیسے ہوئی تو اس کے اسباب تین ہو سکتے ہیں: اول یہ کہ حدیث مطالعہ میں نہ آئی ہو، دوم یہ کہ مطالعہ میں تو آئی ہو مگر مضمون لکھتے وقت ذہول ہو گیا ہو، ان دونوں صورتوں میں تو معاملہ سہل ہے کہ معلوم ہو جانے اور ذہن میں آ جانے کے بعد اصلاح کی توقع ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ ایک دیندار حق پرست اپنی غلطی کا اعتراف کرنے میں ادنیٰ جھجک بھی محسوس کرے، حدیث شریف میں ہے: ”کلکم خطاؤون و خیر الخطائین التوابون“ (۱) کیونکہ یہ غلطی کا اقرار نہ کرنا تو جماعت اسلامی کے نزدیک علماء کا حصہ ہے، چنانچہ علماء پر تنقید کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے:

۱۵۔ ”جس طرح ہمارے عوام کا پندار دینداری ان کو اس بات کی اجازت نہیں

دیتا کہ وہ تجدید ایمان کے ننگ کو گوارا کریں، اسی طرح ہمارے خواص کا غرور سیادت ان کو

اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ اپنے منہ سے خود اپنی غلط رہبری کا اقرار کریں، وہ ایک

غلط سمت میں اتنی دور نکل گئے ہیں کہ ان کے لئے وہاں سے پلٹنا آسان نہیں رہا اھ۔“

(ترجمان، ج: ۲۶، عدد: ۳، ص: ۱۸۵/۸۹) (۲)۔

جماعت اسلامی کی تو یہ شان ہرگز نہیں ہوگی اور اس کے شواہد بھی موجود ہیں، جماعت اسلامی کے اعلیٰ کارکنوں میں سے جب بھی جس پر اپنی اور جماعت اسلامی کی غلط روی کھلتی گئی، وہ پورے غور و خوض کے بعد جماعت سے علیحدہ ہوتا گیا، مصلحت بنی اور حکمت عملی کا زیادہ دیر تک سہارا نہیں لیا، پھر کسی نے خاموشی سے علیحدگی اختیار کر لی اور اپنے ہم نوار فقہاء کو تاریکی میں چھوڑ دیا، اور کسی نے خوب کھل کر علیحدگی کے اسباب و علل پر بھی طویل بحث کی، ان کی تفصیل اگر مطلوب ہو تو ”المنبر“، ”المہیاق“، ”نوائے پاکستان“، ”الفرقان“ کے شمارے دیکھیں جن میں اس پر مستقل مقالے تحریر کئے گئے ہیں۔

حکیم شمس الحسن صدیقی نے ”آپ بیتی“ لکھی، حکیم عبدالرؤف اشرف نے بہت دیر تک اس پر بحث کی

(۱) لم أجده بهذا اللفظ وقد أخرجه الترمذی فی جامعہ بلفظ: ”عن أنسؓ عن النبی ﷺ قال: ”كل ابن

آدم خطاء، و خیر الخطائین التوابون“۔ (أبواب صفة القیمة، باب بلا ترجمہ: ۶/۷، سعید)

(۲) (ترجمان، ج: ۲۶، عدد: ۳، ص: ۱۸۵/۸۹)

اور بہت سے مخفی علل کو واشگاف کیا، مولانا امین احسن اصلاحی کا ”میشاق“ تو گویا جاری ہی اس مقصد کے لئے ہوا، مولانا اصلاحی جس وقت جماعت سے علیحدہ ہوئے، ان سے کچھ سوالات کئے گئے:

سوال: ”جو اصحاب ۴۱ء میں آپ کے ہمراہ جماعت اسلامی سے منسلک

ہوئے تھے ان میں اب کتنے جماعت اسلامی میں رہ گئے؟

جواب: جہاں تک میرا خیال ہے ممکن ہے ان میں سے دو ایک اصحاب بطور

تبرک ابھی تک جماعت اسلامی سے منسلک ہوں، باقی سارے دیرینہ کارکن یکے بعد دیگرے علیحدہ ہو چکے ہیں۔

سوال: آپ کا آئندہ پروگرام کیا ہے؟

جواب: میں نے سولہ سال کے بعد ایک گم کردہ راہ قافلہ کا ساتھ چھوڑا

ہے الخ“۔

یعنی سولہ سال کی طویل مدت تک ایک راہ پر چل کر اس کی غلطی اور گمراہی معلوم ہونے کے بعد بھی علیحدہ ہونے اور اس راہ کی غلطی کا اعتراف و اقرار کرنے میں ننگ و عار نہیں تو پھر کیوں نہ یہی توقع کی جائے ایسے صاحب قلم سے جو کہ مدرسۃ الاصلاح سرانے میر کے فارغ التحصیل ہیں اور بانی جماعت سید ابوالاعلیٰ مودودی کی صحبت میں رہ کر ”حقیقت نفاق“ تصنیف فرما چکے اور جن کی زندگی کا شاہکار ”معرکہ اسلام و جاہلیت“ ہے جس پر جماعت اسلامی کو بڑا فخر حاصل ہے، امید ہے کہ وہاں تو غرور سیادت اپنی غلطی کے اعتراف کرنے سے مانع نہیں ہوگا۔

اس قدر صاف اور صریح حدیث کی مخالفت اور تردید کا تیسرا سبب یہ ہو سکتا ہے کہ فاضل مضمون نگار کو

اس حدیث میں ہی کلام ہو، پھر اس کلام کی چند جہات ہیں ایک جہت یہ ہے کہ عقل سلیم کی کسوٹی پر کئے سے ان کو اس میں کھوٹ نظر آیا ہو جیسا کہ ایک دوسری زباں زردروایت کے متعلق حق تحقیق ادا کرنے کے لئے خود ایک جگہ لکھا ہے:

حدیث پر کھنے کا طریقہ

۱۶- ”مادہ پرستی کے ائمہ نے جب مسلمانوں میں وطنیت کے مہلک جراثیم کو

پھیلا ناچا ہا تو نہایت بے باکی سے ”حب الوطن من الإيمان“ کی حدیث گھڑلائے، اور اس سندِ غرب کو سندِ رسول کی حیثیت سے مسلمانوں میں براڈ کاسٹ کرنے لگے۔ اصول روایت کو چھوڑیئے کہ اس دور تجدید میں ”اگلے وقتوں کی ہکواس“ کون سنتا ہے، عقلِ سلیم اور اصول درایت کی کسوٹی پر کس کر دیکھئے کہ آیا اس چمکتی ہوئی چیز میں سو فیصد کھوٹ کے علاوہ کوئی اور شئی بھی ہے؟“ (ترجمان، ج: ۱۴، عدد: ۲، ص: ۱۱۱) (۱)۔

محدثین نے بھی سند ”اصول روایت“ کے اعتبار سے اس کو ناقابل اعتماد قرار دیا ہے، چنانچہ علامہ سخاوی نے ”مقاصد حسنہ“ میں اور ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”موضوعات کبیر“ (۲) میں اس پر تفصیلی بحث کی ہے، اور ”اصول درایت“ کے پیش نظر اس کے بعض معانی کو صحیح بھی قرار دیا ہے۔

مجھے اس وقت ان معانی سے بحث مقصود نہیں، صرف طرز تنقید کا نمونہ پیش کرنا ہے کہ ممکن ہے اسی جہت سے اس حدیث کو بھی عقل سلیم کی کسوٹی پر کس کر دیکھا ہو اور اصول روایت کو ناقابل التفات سمجھا ہو۔ دوسری جہت یہ ہے کہ اصول روایت سند سے بحث کرنے کے باوجود حدیث سے گمانِ صحت ہی حاصل ہوتا ہو اور علم یقین حاصل نہ ہوتا ہو جیسا کہ بانی جماعت موودوی فرماتے ہیں:

احادیث مفید یقین نہیں

۱۷- ”احادیث چند انسانوں سے چند انسانوں تک پہنچتی ہوئی آئی ہیں، جن سے حد سے حد اگر کوئی چیز حاصل ہوتی ہے تو وہ گمانِ صحت ہے، نہ کہ علم یقین“۔ (ترجمان، ج: ۲۶، عدد: ۳، ص: ۶۴۷) (۳)۔

(۱) (ترجمان القرآن، ج: ۱۴، عدد: ۵، ص: ۱۱۱)

(۲) حدیث: ”حب الوطن من الإيمان“ قال الزرکشی: لم أقف علیہ، وقال السید معین الدین الصفوی: لیس بشابت. وقال السخاوی: لم أقف علیہ..... ومعناه صحیح نظراً إلى قوله تعالیٰ حکایة عن المؤمنین: ﴿وما لنا إلا نقاتل فی سبیل اللہ وقد أخرجنا من دیارنا﴾ الآية. (الموضوعات الکبریٰ لملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ، رقم الحدیث: ۴۱۳، ص: ۱۰۹، ۱۱۹، قدیمی)

(۳) (ترجمان، ج: ۲۶، عدد: ۳، ص: ۴۹)

جو چیز مفید یقین نہ ہو اس کی طرف توجہ کرنا یا معرض بحث میں لانا غالباً بے سود سمجھا ہوگا لیکن اس کو رد کرنا تو کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا، جب تک اس کے خلاف اس سے قوی دلیل موجود نہ ہو۔

تیسری جہت یہ ہے کہ محدثین کے نزدیک اس کی سند تو صحیح ہو لیکن جماعت اسلامی اپنے اصول کے ماتحت اس کو حدیث رسول قرار دینے کیلئے تیار نہ ہو جیسا کہ بانی جماعت مودودی صاحب نے لکھا ہے:

کیا ہر صحیح حدیث کو حدیث رسول مان لیا جائے؟

۱۸- ”اصل واقعہ یہ ہے کہ کوئی روایت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو اس کی نسبت کا صحیح و معتبر ہونا بجائے خود زیر بحث ہوتا ہے، آپ کے نزدیک ہر اس روایت کو حدیث رسول مان لینا ضروری ہے، جسے محدثین سند کے اعتبار سے صحیح قرار دیں، لیکن ہمارے نزدیک یہ ضروری نہیں، ہم سند کی صحت کو حدیث کے صحیح ہونے کی لازمی دلیل نہیں سمجھتے، ہمارے نزدیک سند کسی حدیث کی صحت معلوم کرنے کا واحد ذریعہ نہیں ہے، بلکہ وہ ان ذرائع میں سے ایک ہے جن سے کسی روایت کے حدیث رسول ہونے کا ظن غالب حاصل ہوتا ہے، اس کے ساتھ ہم یہ بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ متن پر غور کیا جائے، قرآن و حدیث کے مجموعی علم سے دین کا جو فہم ہمیں حاصل ہوا ہے اس کا لحاظ بھی کیا جائے اور حدیث کی وہ مخصوص روایت جس معاملہ سے متعلق ہے اس معاملہ میں قوی تر ذرائع سے جو سند ثابتہ ہم کو معلوم ہو، اس پر بھی نظر ڈالی جائے، علاوہ بریں اور بھی متعدد پہلو ہیں جن کا لحاظ کئے بغیر ہم کسی حدیث کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر دینا درست نہیں سمجھتے۔“ (رسائل و مسائل، ج: ۱، ص: ۲۹۰) (۱)۔

حدیث کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف درست ہونے کیلئے جو متعدد پہلو مبہم رہ گئے ہیں ان میں

بہت وسعت ہے۔

مودودی صاحب کا موقف

اس عبارت میں مودودی صاحب نے اپنا موقف متعین کر لیا ہے کہ وہ محدثین کے مقابلہ میں اپنی

ایک مستقل حیثیت رکھتے ہیں کہ جس حدیث کو ان محدثین نے صحیح کہا ہو، جن کو ہر راوی کی جرح و تعدیل کے متعلق پوری تفصیلی معلومات حاصل ہیں اور جنہوں نے اپنی زندگیوں میں روایات کی چھان بین کیلئے وقف کر دی ہیں، ان سب کے مقابلہ کیلئے مودودی صاحب خم ٹھونک کر میدان میں حاضر ہیں، اس حدیث کو صحیح کہنا کیا معنی جب تک اپنے فہم کی میزان میں وزن نہ کر لیں، اس حدیث کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا ہی درست نہیں سمجھتے۔

اس کی زد محدثین پر کیا پڑتی ہے اور پڑھنے والے کے ذہن میں ان کی حیثیت کیا قائم ہوتی ہے؟ یا باقی رہتی ہے وہ ظاہر ہے، لیکن شاید زور تنقید میں اس مقام پر مودودی صاحب کو اپنا اصول فراموش ہو گیا، جس کے الفاظ یہ ہیں:

۱۹- ”احادیث کی صحت کے باب میں محدثین ہی سند ہو سکتے ہیں نہ کہ غیر

محدثین، خواہ وہ بجائے خود کتنی ہی بڑی شخصیت کے بزرگ ہوں۔“ (جماعت اسلامی کا پہلا

اجتماع، ص: ۲۹) (۱)۔

یہ اصول جماعت کی ابتدائی تشکیل کے وقت شعبان ۶۰ھ میں تجویز فرمایا گیا تھا اور متعدد تصانیف میں اس اصول کے پیش نظر مختلف روایات پر جرح بھی کی ہے، مثلاً روایات ظہور مہدی وغیرہ اور اعتماد بھی کیا ہے مگر اس مقام پر اس کے خلاف زور لگا کر محض محدثین کی تصحیح پر اعتماد کر کے حدیث کو حدیث رسول ہی کہنے کیلئے آمادہ نہیں اگر اپنا اصول فراموش نہیں ہوا تو شاید تجربہ سے اپنا اصول ہی غلط ثابت ہوا، اس لئے اس کے خلاف قلم اٹھایا یعنی تجربہ سے معلوم ہوا کہ فن حدیث اور محدثین میں اتنی کمزوریاں ہیں کہ محدثین کی وقعت کے باوجود ان پر پورا اعتماد ہی درست نہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

۲۰- ”فن حدیث کی ان کمزوریوں کی بناء پر جن کا میں نے ذکر کیا ہے، ہم اس امر

کا التزام نہیں کر سکتے کہ محض علم روایت کی بہم پہونچائی ہوئی معلومات پر پورا پورا اعتماد کر

کے ہر اس حدیث کو حدیث رسول تسلیم کر لیں جسے اس علم کی رو سے صحیح قرار دیا گیا ہو۔“

(رسائل و مسائل، ج: ۱، ص: ۲۹۲) (۱)۔

جب فن حدیث اور محدثین کی کمزوریوں کا جائزہ لیا گیا تو بڑے سے بڑے محدث کو نہیں بخشا گیا حتیٰ کہ بخاری شریف کی ایک مرفوع متصل صحیح حدیث کے متعلق ارشاد فرمایا کہ:

۲۱- ”یہ جھوٹ ہے، مہمل افسانہ ہے“۔ ملاحظہ ہو (رسائل و مسائل):

(۲) (۳۵/۲)۔ حالانکہ بخاری شریف کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ میں تحریر فرمایا ہے:

”أما الصحيحان فقد اتفق المحدثون على أن جميع ما فيها من المتصل

المرفوع صحيح بالقطع، وأنهما متواتران إلى مصنفيهما، وأن كل من يهون

أمرهما فهو مبتدع متبع غير سبيل المؤمنين“. حجۃ اللہ البالغہ : ۱/۱۳۳ (۳)۔

یعنی بخاری و مسلم کے متعلق محدثین کا اتفاق ہے کہ ان کی تمام متصل مرفوع

حدیثیں صحیح بالیقین ہیں اور ان کی سند ان کے مصنفوں تک متواتر ہے اور جو شخص ان کو کمزور

اور ہلکا قرار دے وہ مبتدع اور مسلمانوں کے راستہ کو چھوڑ کر ان کے خلاف راستہ پر چلنے والا

ہے۔

جب اصح الکتب بعد کتاب اللہ کا مودودی صاحب کے نزدیک یہ حال ہے کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ

وسلم کی طرف سند متصل کے ساتھ جھوٹ اور مہمل افسانہ منسوب کر دیا گیا ہے تو پھر مودودی صاحب کیسے اس پر کلی

اعتماد کر سکتے ہیں، ان حالات میں مودودی صاحب کیوں نہ اپنے لئے ایسا موقف تجویز کر لیں کہ سارے محدثین

ایک طرف اور مودودی صاحب ایک طرف، اب جس حدیث کو ان کا فہم صحیح بتائے گا وہ اس کی سند پر اعتماد بھی

کر لیں گے اور اس حدیث کو حدیث رسول بھی فرمائیں گے، اور جو حدیث ان کے فہم کی میزان میں پوری نہیں

(۱) (رسائل و مسائل، ج: ۱، ص: ۲۹۲)

(۲) (رسائل و مسائل، ج: ۲، ص: ۳۵)

(۳) حجۃ اللہ البالغہ لشاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ، باب طبقات کتب الحدیث، من کتب الطبقة

الأولی، الصحيحان: ۱/۳۸۶، ۳۸۷، قدیمی

اترے گی اس کو بے دھڑک رد کر دیں گے۔

فن حدیث کی طرح فقہ اور کلام میں بھی ان کا مستقل مسلک ہے وہ کسی کے پابند نہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

مودودی صاحب کا موقف فقہ اور کلام میں

۲۲- ”فقہ اور کلام کے مسائل میں میرا ایک خاص مسلک ہے جس کو میں نے اپنی

ذاتی تحقیق کی بناء پر اختیار کیا ہے اور پچھلے آٹھ سال کے دوران میں جو اصحاب ترجمان

القرآن کا مطالعہ کرتے رہے ہیں، وہ اس کو جانتے ہیں۔“ (جماعت اسلامی کا پہلا اجتماع،

ص: ۲) (۱)۔

مودودی صاحب کو علم حدیث میں محدثین پر اعتماد نہیں اس لئے اس میں مستقل موقف رکھتے ہیں، علم

فقہ میں فقہاء پر اعتماد نہیں اس لئے اس میں مستقل مسلک رکھتے ہیں، علم کلام میں متکلمین پر اعتماد نہیں اس لئے

اس میں خاص ذاتی مسلک رکھتے ہیں۔ فقہاء و متکلمین پر اعتماد نہ کرنے کی وجہ انشاء اللہ قریب ہی مذکور

ہوگی۔ غرض ان کی ہر چیز جمہور اہل علم و فن سے الگ ہے، خواہ وہ ایمانیات سے متعلق ہو، خواہ فروعی اعمال سے،

خواہ نقل حدیث سے، خواہ تفسیر قرآن اور فہم قرآن سے، کسی چیز میں وہ کسی کے متبع اور پابند نہیں۔ ایک جگہ

ارشاد فرماتے ہیں:

اسوہ، سنت، بدعت بھی سب سے الگ

۲۳- ”میں اسوہ، سنت، بدعت وغیرہ اصطلاحات کے ان مفہومات کو غلط بلکہ

دین میں تحریف کا موجب سمجھتا ہوں، جو بالعموم آپ حضرات کے یہاں رائج ہیں اھ۔“

(ترجمان، ج: ۲۶، عدد: ۳، ص: ۲۷۴) (۲)۔

بات ذرا طویل ہو گئی، میں یہ کہہ رہا تھا کہ صاف اور صریح حدیث پر ہمارے فاضل مضمون نگار کا

اعتماد نہ کرنا کس جہت سے ہے۔

چوتھی جہت یہ بھی ہو سکتی ہے، کہ یہ حدیث پرانی کتابوں کے ذخیرہ میں سے ہے، اسلئے قابل التفات نہیں۔

(۱) (جماعت اسلامی کا پہلا اجتماع، ص: ۲)

(۲) (ترجمان، ج: ۲۶، عدد: ۳، ص: ۲۷۴)

تفسیر و حدیث کے پرانے ذخیروں سے قرآن و سنت کی تعلیم نہ دیجائے

۲۲- ”قرآن و حدیث رسول کی تعلیم سب پر مقدم ہے، مگر تفسیر و سنت کے

پرانے ذخیروں سے نہیں، ان کے پڑھانے والے ایسے ہونے چاہئیں جو قرآن و سنت کے

مغز کو پاچکے ہوں۔“ (تنقیحات، ص: ۱۲۶) (۱)

مگر نہیں معلوم کہ حدیث کا پرانا ذخیرہ چھوڑ کر مودودی صاحب اور ان کے قبعین نئی حدیثیں کہاں سے

اور کیسے پیدا کریں گے؟ اور ان کو حدیث کہنا کس بناء پر درست ہوگا کیونکہ نئے رسول پیدا ہونے بند ہو گئے (۲)

کہ ان کے ارشادات کو حدیث رسول قرار دیا جائے (آج تو ہر حدیث پر تیرہ چودہ صدیاں گزر چکی ہیں)۔ عجیب

معمہ ہے قرآن و سنت کی تعلیم تو ضروری مگر تفسیر و حدیث سے سخت بے زاری، محدثین نے کس قدر جانناہ محنتیں

برداشت کر کے ان ذخیروں کو جمع کیا ہے مگر آج وہ مودودی صاحب کے نزدیک اس قابل نہیں کہ تفسیر قرآن اور

تشریح سنت میں ان سے مدد لی جاسکے۔

اسی قسم کی تحریرات سے مجبور ہو کر اہل حدیث حضرات کو لکھنا پڑا کہ ”یہ نظریات تمام ائمہ اہل حدیث کے

خلاف ہیں اور ان میں آج کے جدید اعتزال و تجہم کے جراثیم مخفی ہیں اھ۔“ (جماعت اسلامی کا نظریہ حدیث،

ص: ۱۱۰) (۳)

(۱) (تنقیحات، ص: ۱۲۶)

(۲) قال الله تعالى: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ، وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ

شَيْءٍ عَلِيمًا﴾ (سورة الأحزاب: ۴۰)

”فهذه الآية نص في أنه لا نبي بعده صلى الله عليه وسلم، وإذا كان لا نبي بعده فلا رسول

بالطريق الأولى“. (تفسير ابن كثير: ۳/۳۹۳، سهيل اكيڏمي)

”حدثنا أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم:

”إن الرسالة والنبوة قد انقطعت، فلا رسول بعدي، ولا نبي“. الحديث. (مسند الإمام • حمد بن حنبل

، رقم الحديث: ۱۳۴۱۲، ۱۷۱/۴، دار إحياء التراث، بيروت)

(۳) (جماعت اسلامی کا نظریہ حدیث، ص: ۱۱۰)

مرزا غلام احمد قادیانی نے تو یہ تدبیر کی تھی کہ براہ راست خود نبوت کا دعویٰ کیا اور اپنے اقوال کو حدیث قرار دیا اس کے متبعین نے حدیث کے پرانے ذخیروں کو پس پشت پھینک کر نیا ذخیرہ جمع کر لیا۔
مسٹر عنایت اللہ خان مشرقی نے اتباع سنت پر بہت زور دیا مگر اتباع سنت کی تشریح کچھ اس طرح کی کہ:

”علماء نے دنیا کو بہکا رکھا ہے، سنت اور اتباع سنت کا مفہوم لوگوں کے دلوں میں غلط بٹھا کر ان کو گمراہ کر رکھا ہے، اتباع سنت کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ جو بات تیرہ سو سال پہلے فرمادی گئی بس اسی پر ہمیشہ عمل کیا جاوے بلکہ مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زمانہ میں امیر اور ڈکٹیٹر تھے جس طرح آپ کی بات آپ کے زمانہ میں بحیثیت امیر مانی جاتی تھی اسی طرح ہر زمانہ میں اس زمانہ کے امیر کی بات بے چوں و چرامانی جائے، یہ ہے اتباع سنت کا مفہوم۔“

اسی تشریح کے ماتحت اپنی بات کا وہ وزن قائم کر لیا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا تھا، نہ صاف لفظوں میں نبوت کا دعویٰ کیا کہ ختم نبوت کے انکار کی وجہ سے قرآن و سنت سے انحراف ہو کر کفر عائد ہو، نہ سنت کو ناقابل اعتماد کہا کہ منکر سنت کہلائے، نہ اپنے اقوال کو حدیث قرار دیا، غرض اپنے نزدیک ہر قسم کے فرخشوں سے دامن بچا کر اپنے اقوال کی وہ حیثیت ضرور قائم کر لی کہ پرانے ذخیرہ حدیث کی طرف توجہ کی ضرورت پیش نہ آئے، بلکہ وہ سب کا عدم ہو کر ہر قسم کی روشنی خود مشرقی صاحب کے اقوال سے حاصل کی جائے۔
پانچویں جہت حدیث پر اعتماد نہ کرنے کی یہ ہو سکتی ہے کہ یہ حدیث حافظ ابن کثیر نے نقل کی ہے، تفسیر ابن کثیر اور ابن جریر کے متعلق جماعت اسلامی کی طرف سے سخت تنقید کی گئی کہ الامان الحفیظ، جس کا حاصل یہ ہے کہ انکار حدیث کا جو فتنہ آج ابھر رہا ہے وہ ان کی جمع کردہ احادیث کا لازمی نتیجہ ہے، خود مودودی صاحب کے ارشادات سے اس فتنہ انکار حدیث کو کس قدر شہ ملتی ہے، فرماتے ہیں:

ترکی علماء و مشائخ پر تنقید

۲۵- ”وہ اب بھی اپنے وعظوں میں قرآن کی وہی تفسیریں اور وہی ضعیف

حدیثیں سنا رہے تھے جن کو سن کر سو برس پہلے تک کے لوگ تو سردھنتے تھے مگر آج کل کے

دماغ اس کو سن کر صرف ان مفسرین و محدثین ہی سے نہیں بلکہ قرآن و حدیث سے بھی
مخرف ہو جاتے ہیں۔ (تنقیحات، ص: ۷۶) (۱)۔

چھٹی جہت یہ ہو سکتی ہے کہ ان کے نزدیک آیت ﴿فما بکت علیہم السماء والأرض﴾ (۲) کا
مفہوم بیان کرنے کیلئے، مودودی صاحب کی ہدایت کے مطابق نفس تفسیر ہی کی ضرورت نہ ہو پھر اس سے متعلق
حدیث کی طرف کیوں التفات کیا جائے فرماتے ہیں:

قرآن کیلئے تفسیر کی حاجت نہیں

۲۶۔ ”قرآن کیلئے تفسیر کی حاجت نہیں، ایک اعلیٰ درجہ کا پروفیسر کافی ہے، جس

نے بنظر غائر قرآن کا مطالعہ کیا ہو اور جو بہ طرز جدید قرآن پڑھانے اور سمجھانے کی اہلیت
رکھتا ہو۔“ (تنقیحات، ص: ۲۱۲) (۳)۔

ان پروفیسر صاحب نے اگر قرآن کا مطالعہ حدیث سے علیحدہ ہو کر کیا ہے تو اس کی کیا ضمانت ہے کہ
انہوں نے قرآن کا مطلب وہی سمجھا ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھا اور صحابہ کرام کو سمجھایا ہے؟ کیونکہ
حدیث کی روشنی ان کے پاس نہیں، پھر یہ فہم و تفہیم محض اپنی ذاتی رائے سے ہوگی، حدیث شریف میں ارشاد ہے:
”من فسر القرآن برأیہ، فلیتبوأ مقعدہ من النار“۔ (کنوز الحقائق، ص: ۱۵۶، بحوالہ مسند احمد) (۴) جو
شخص اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کرے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

حدیث و تفسیر سے علیحدہ ہو کر قرآن کو سمجھنے کی کیا صورت ہے؟ حکیم شمس الحسن صاحب صدیقی نے بڑی
قوی شہادت کے ساتھ مودودی صاحب سے نقل کیا ہے:

(۱) (تنقیحات: ص: ۷۶)

(۲) (سورۃ الدخان، پ: ۲۵، آیۃ: ۲۹)

(۳) (تنقیحات: ص: ۲۱۲)

(۴) لم أجدہ فی مسند أحمد، ولكن أخرجه الزبيدي في اتحاف السادة المتقين، رقم الحديث:

(۵۲۶۳، ۲۵۷/۱، بیروت)

قرآن فہمی کا نیا طریقہ

۲۷۔ ”قرآن کو پوری طرح سمجھنے کی بہترین صورت صرف یہ ہو سکتی ہے کہ اس کا خواہشمند پہلے تو یہ سمجھے کہ یہ الہام اس پر نازل ہو رہا ہے اور وہ پھر یہ سمجھ کر پڑھے کہ وہ خود اس کلام کو نازل کر رہا ہے اور میں نے قرآن کو سمجھنے کیلئے یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔“ نوائے پاکستان، ص: ۴، کالم: ۴۶، ستمبر ۱۹۵۵ء (۱)۔

اسی طرز قرآن فہمی کی تلقین ترجمان، اخبار دعوت دہلی، ج: ۱۱، شمارہ ۱۹۲۵، سہ روزہ ایڈیشن میں اقبال کے والد محترم کی طرف سے کی گئی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

۲۸۔ ”بیٹا کہنا یہ تھا کہ تم قرآن پڑھو تو یہ سمجھو کہ قرآن تم پر اتر رہا ہے، یعنی اللہ

تعالیٰ خود تم سے ہم کلام ہوا“ (۲)۔

غرض قرآن پاک سمجھنے کیلئے حدیث و تفسیر سے استغناء تام ہو بلکہ یہاں تو رسول کا واسطہ بھی ختم کر دیا گیا، پھر حدیث کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟ جب حدیث کی حیثیت کو اس طرح فنا کر دیا گیا تو پھر اگر جماعت اسلامی کسی جگہ اپنے مقاصد کیلئے حدیث نقل کرتی اور دعوت بھی دیتی ہے تو پھر پڑھنے والوں کے اذہان میں اس کا وزن قائم ہونا دشوار ہوگا اور فطری طور پر اذہان یہ سمجھنے پر مجبور ہوں گے کہ محض تحصیل مقصد کیلئے مسلمانوں کو حدیث رسول کا واسطہ دے کر مرعوب کیا جا رہا ہے۔

جماعت اسلامی کے اس فکر سیال کو شیر مادر کی طرح پی کر پرویز صاحب نے پرورش پائی، پروان چڑھے اور حدیث کے مقابلہ میں علم بغاوت لیکر اودھم مچاتے پھر رہے ہیں، حتیٰ کہ جماعت اسلامی کو بھی ان کا سنبھالنا دشوار ہو گیا، اگر آپ کو طلوع اسلام کے اجراء کی کیفیت اور چودھری پرویز صاحب اور سید مودودی صاحب کے روابط سابقہ کی تاریخ معلوم ہوگی تو آپ میری اس بات کی پوری تصدیق اور تائید کریں گے۔

اب نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ جب جماعت اسلامی ان کی کسی بات کو ٹوکتی ہے تو وہ فوراً جماعت اسلامی کی عبارت پیش کر دیتے ہیں کہ ”عالیجاہا! ناراض نہ ہوں، ہم جو کچھ حدیث پر اعتماد نہ کرنے کے

(۱) (نوائے پاکستان، ص: ۴، کالم: ۴۶، ستمبر ۱۹۵۵ء)

(۲) (ترجمان اخبار دعوت دہلی، ج: ۱۱، شمارہ: ۱۹۲۵، سہ روزہ ایڈیشن)

سلسلہ میں کہتے اور لکھتے ہیں وہ سب کچھ آپ کا ہی عطا فرمودہ اور آپ ہی کی تعلیم کا ثمرہ ہے، دیکھئے فلاں کتاب میں آپ نے یہ لکھا ہے، اب اپنے لکھے ہوئے کو کیوں ہضم نہیں کر پاتے، آپ نے تو دوسری جماعتوں کے متعلق ارشاد فرمایا تھا:

۲۹۔ ”میں مسلمانوں کی موجودہ سیاسی اور مذہبی جماعتوں میں سے کسی میں یہ

صلاحیت نہیں دیکھتا کہ وہ ہماری بنائی ہوئی گولیوں کو ہضم کر سکے۔“ (ترجمان، ج: ۲۶، عدد:

۳، ص: ۱۸۷) (۱)۔

کیا ان اپنی بنائی ہوئی گولیوں کو ہضم کی صلاحیت سے آپ حضرات خود بھی محروم ہو گئے؟ جماعت اسلامی اپنی عبارت میں نئی نئی تاویلات کرتی اور نئے نئے مطالب ڈالتی ہے مگر ناکام رہتی ہے اور بات بنائے نہیں بنتی، ان حالات کو دیکھ کر ہمارا دل اندر سے کڑھتا ہے، اے کاش! کھلے دل سے اپنی غلطیوں کا اعتراف کر کے اپنی عبارات اور اپنے خیالات کی اصلاح کر لی جاتی تو نقشہ ہی کچھ اور ہوتا اور جماعت اسلامی صحیح معنی میں حق کی خادم اور اقامت دین کی علمبردار قرار پاتی، مگر جماعت اسلامی کا مزاج ہی کچھ ایسا واقع ہوا ہے اور اس کے اصول ہی کچھ ایسے تجویز ہوئے ہیں کہ اعترافِ تقصیر جماعت کے اندر رہتے ہوئے دشوار معلوم ہوتا ہے، جس کو اعترافِ تقصیر کرنا ہو وہ جماعت سے باہر جائے۔

دین کا مفہوم

اللہ وحدہ لا شریک لہ تمام کائنات کا خالق اور مالک ہے، اس نے کوئی گوشہٴ حیات اور لمحہٴ زندگی اپنے احکام اور ہدایات سے خالی اور آزاد نہیں چھوڑا، ہر مکلف کو ہر حرکت و سکون کا جواب دینا ہوگا کہ اس کے احکام و ہدایات کی پابندی کی ہے یا نہیں، پھر اس کا فیصلہ ہوگا۔

اسی مقصدِ عظیم کیلئے خدائے پاک کی دی ہوئی تمام قوتوں کو اور صلاحیتوں کو خرچ کرنے کی لگن ہو جانا دین پر عمل کرنا ہے، دین اپنی تفصیلات اور پھیلاؤ کے اعتبار سے بے شمار امور پر مشتمل ہے، اصولی بنیادی حیثیت سے ان تفصیلات کو پانچ قسموں میں سمویا جاسکتا ہے۔ ۱: اعتقادات - ۲: آداب - ۳: عبادات - ۴: معاملات - ۵: عقوبات۔

۱ = علم کلام

اعتقادات سے جس علم میں بحث کی جاتی ہے اس کو علم الکلام، علم العقائد، علم اصول الدین کہتے ہیں، زمانہ خیر القرون میں قلوب کی سلامتی اور فیض نبوت کی بناء پر اس علم کے مدون کرنے کی ضرورت نہیں تھی لیکن بعد میں جس وقت یونانی علوم (فلسفہ، منطق) عربی زبان میں منتقل ہوئے اور حکومت کی پشت پناہی اور تعاون سے ان کو فروغ ہوا تو ان کی زد اسلامی عقائد پر براہ راست پڑی جس سے، ایمان، اسلام، خدا کی ذات و صفات، رسولوں کی رسالت، ملائکہ کی حقیقت، کتب سماویہ کی حیثیت و صداقت، تشابہات کی تاویل و تشریح، حدوث عالم، تقدیر، حیات بعد الموت، سوال و جواب قبر، حشر و نشر، وزن اعمال، جنت، جہنم وغیرہ سے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے اعتقادات میں گونا گوں شبہات و وساوس پیدا ہونے شروع ہوئے، تجہم، تجسم، تعطل، تشبہ، اعتزال وغیرہ کی بنیادیں پڑنے لگیں۔

اول اول محتاط علماء نے عوام کو ان کے دین کے تحفظ کی خاطر یونانی علوم پڑھنے سے منع کیا جس طرح ہر باطل تحریک، قادیانیت وغیرہ کی کتابیں پڑھنے سے عوام کو آج بھی روکا جاتا ہے، مگر ”الإنسان حریص فیما منع“ اور حکومت کے ”ترقی منصوبہ“ کے پیش نظر انکار و اجازت بڑھتا گیا، جیسے کہ آج بھی باطل تحریکات کا لٹریچر اور جبریہ تعلیم کا نصاب باوجود ہر طرح کی مساعی و احتجاج کے بڑھتا جا رہا ہے اور الحاد و زندقہ کا بے پناہ سیلاب اٹھا جس سے بنیادی عقائد متزلزل ہونے لگے تو اہل حق علمائے اسلام نے علم کلام کو کتاب و سنت کی روشنی میں مرتب فرمایا اور مسائل مذکورہ پر نقلی براہین قاطعہ کے ساتھ عقلی دلائل بھی پیش کئے اور فلاسفہ کے پیدا کردہ مغالطات و وساوس کے بچنے ادھیڑ کر رکھ دیئے، نیز ان کے مفروضہ اصول کے ماتحت خود ان پر بے شمار اعتراضات کر کے ان اصولوں کو بے معنی اور مہمل ثابت کر دیا، کہیں کہیں ان کے اعتراضات کا جواب ان ہی کے اصولوں سے ٹکراؤ کی صورت میں دیا، اس راہ میں ان علماء کو ایسی قربانیاں پیش کرنے کی نوبت آئی جو کہ قرن اول کی سرفروشان اسلام سے ملتی جلتی ہیں، مشکیں باندھی گئیں، جس سے شانوں کے جوڑ الگ ہو گئے، سوسو کوڑے روزانہ لگائے گئے، جیلوں میں بے دردی اور سفاکی کی بھیانک صورت اختیار کی گئی، حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ، شیخ احمد ابن نصر رحمہ اللہ تعالیٰ، شیخ نعیم ابن حماد رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ اسی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھائے گئے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ، شیخ ابو منصور ماتریدی رحمہ اللہ تعالیٰ، شیخ ابو الحسن اشعری رحمہ اللہ تعالیٰ، امام

الحرمين رحمہ اللہ تعالیٰ، امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ، قاضی بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ، صدر الدین شیرازی رحمہ اللہ تعالیٰ، شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ، سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ، میر سید شریف جرجانی رحمہ اللہ تعالیٰ، جلال الدین دوانی رحمہ اللہ تعالیٰ، شیخ آمدی رحمہ اللہ تعالیٰ، ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ، علماء نے اپنے اپنے دور میں اس سیلاب عظیم کا بڑی جدوجہد سے مقابلہ کیا اور چھوٹی بڑی سینکڑوں کتابیں تصنیف فرما کر ایک ایک مسئلہ کی پوری تنقیح کی اور مسلمانوں کے سامنے فرقہ ناجیہ ”ما أنا علیہ وأصحابی“ (۱) کے عقائد کو اس طرح نکھار کر پیش کیا کہ کسی راہزن کو ایوان اسلام میں نقب زنی کا موقع نہ مل سکے۔

ان حضرات کی مساعی جلیلہ اس وقت کا اتنا زبردست جہاد تھا کہ فرق باطلہ کی ریشہ دوانیوں سے اللہ پاک نے اسلام اور مسلمانوں کو محفوظ فرمایا، پھر صدیوں تک پیدا ہونے والے اعتراضات کے جوابات اسی علم کلام کی روشنی میں دیئے جاتے رہے، بعد میں بھی جو کتابیں عموماً اس علم میں لکھی گئیں اور لکھی جا رہی ہیں وہ بھی ان اکابر کی مرہون منت ہیں، نمونہ دیکھنا ہو تو حضرت شاولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ، شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ، مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ، مولانا رشید احمد رحمہ اللہ تعالیٰ، مولانا محمد قاسم رحمہ اللہ تعالیٰ، مولانا خلیل احمد رحمہ اللہ تعالیٰ، مولانا انور شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ، مولانا اشرف علی رحمہ اللہ تعالیٰ، مولانا شبیر احمد رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ کی تصانیف کا مطالعہ کیجئے۔

اصولی اور بنیادی طریق پر صراط مستقیم کے ایسے واضح اعلام نصب کر دیئے گئے کہ راہروان کو دیکھ کر ٹھیک منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہے اور بھٹکنے سے محفوظ رہتا ہے، اللہ تعالیٰ ان حضرات کے مدارج عالیہ کو بلند فرمائے، ان کا تمام مسلمانوں پر احسان عظیم ہے، یہ ہے علم کلام کا مختصر خاکہ۔ اب ملاحظہ فرمائیے کہ جماعت اسلامی کی نظروں میں علم کلام اور متکلمین کی حیثیت کیا ہے؟ جس کی وجہ سے مودودی صاحب اور جماعت اسلامی کے مسلک کلامی پر تنقید مقصود نہیں کہ ان کا مسلک جمہور متکلمین سے کس قدر ہم آہنگ اور کس قدر متضاد اور کتنا کتاب و سنت سے قریب اور کتنا بعید ہے؟

متکلمین پر تنقید

۳۰۔ ”ہمارے متکلمین نے بالعموم یہ غلطی کی ہے کہ اسلام کے کسی اصول کی

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۳۰، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الثانی، قدیمی

حقانیت ثابت کرنے کیلئے جب انہیں اپنے گھر کی کوئی دلیل نہیں ملی تو انہوں نے دوسروں کے کسی نظریہ اور واہمہ کو اساس بنا کر اپنے مزعومات کی عمارت کھڑی کر دی، اس طرح کی غلط وکالت سے اسلام کو جو نقصان پہنچا وہ اسلام کے مخالفین کی مخالفتوں سے اس کو نہیں پہنچا، ظاہر ہے کہ اسلام کے کسی اصول کو صحیح، عقلی و فطری دلائل سے نہ ثابت کر سکتا اس وجہ سے نہیں تھا کہ خدا نخواستہ اسلام اپنے اصولوں کی سچائی کے عقلی و فطری دلائل نہیں رکھتا، بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ حضرات غیر فطری عقلیات سے اپنا مذاق اس قدر بگاڑ چکے تھے کہ اسلام کی عقلیت و قدر و قیمت کو پہچان نہیں سکتے تھے، ایسی صورت میں ان کیلئے صحیح راہ یہ تھی کہ خواہ مخواہ کو اسلام کی وکالت کا ذمہ نہ لیتے بلکہ اپنے جن مشغلوں میں مشغول تھے ان میں مشغول رہتے، لیکن دین آباء کی حیثیت سے اسلام کیلئے ان کے دلوں میں جو عصبیت تھی وہ انہیں مجبور کرتی تھی کہ وہ جس دین کا نام لیتے ہیں، عقلی اصولوں پر اس کی سچائی ثابت کریں۔

اسلام کی عقلیت ان کے فساد مزاج اور قرآن سے محرومی کی وجہ سے ان کے دل کو اپیل نہیں کرتی تھی، اس وجہ سے وہ مجبور ہوئے کہ اسلام کو اس عقلیت کے معیار پر پورا ثابت کریں جو ان کے زمانہ میں مقبول عام و خاص ہے، ان کی اس غلط کوشش کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام کے محکم اور سچی تعلیمات کی ساری عمارت اس کی اپنی چٹان سے زیادہ مضبوط بنیادوں سے ہٹا کر دوسروں کی بالکل کمزور اور پھس پھسی بنیادوں پر کھڑی کر دی گئی۔

ان حضرات نے یہ کوشش کتنی ہی نیک نیتی سے کی ہو، لیکن اس کے نتائج نہایت ہی خطرناک نکلے، زمانہ کے امتداد، افکار اور حالات نے جب وہ نظریات بے حقیقت ثابت کر دیئے جو کل تک مقبول عام تھے تو اس کی زد لازماً اسلام کے ان اصولوں پر بھی پڑی جن کو ان غلط نظریات پر ڈھالنے کی کوشش کی گئی تھی، اس طرح ہمارے متکلمین کی بدولت اسلام کے متعلق بہتوں کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ جس طرح وہ نظریات پرانے ہو گئے اسی طرح اسلام بھی پرانا ہو گیا، یہ سوء ظن پیدا کرنے میں جس طرح ہمارے پرانے

متکلمین نے حصہ لیا ہے اسی طرح ہمارے نئے متکلمین نے بھی حصہ لیا ہے اور اس میں بنیادی غلطی جو چھپی ہوئی ہے وہ یہی ہے کہ حق کی حمایت کیلئے ان لوگوں نے حق کو کافی نہیں سمجھا بلکہ اس کیلئے باطل کا تعاون ضروری سمجھا، حالانکہ حق کے معنی ہی یہ ہیں کہ وہ ثابت اور محکم ہوتا ہے اور عقل و فطرت کے اندر اس کی جڑیں نہایت دور تک پھیلی ہوئی ہوتی ہیں، لیکن ہمارے متکلمین یونانیوں کے بتائے ہوئے طریقہ فکر و استدلال کے اتنے خوگر ہو چکے تھے کہ وہ قرآن کے طرز استدلال کی باریکیوں کو نہیں سمجھ سکتے تھے، حالانکہ اگر وہ استدلال کی ان خلاف فطرت روشوں کو چھوڑ کر قرآن اور پیغمبر کے حکیمانہ طرز استدلال کو سمجھنے کی کوشش کرتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ قرآن کے ہر دعویٰ کی بنیاد ایسے محکم دلائل پر قائم ہے جو زمان و مکان کی تمام قیود و حدود اور انقلاب آراء و افکار کے تمام اثرات سے بالکل آزاد ہیں۔ (ترجمان القرآن، ج: ۲۹، عدد: ۱۰، ۹) (۱)۔

کون اندازہ لگا سکتا ہے کہ ایسی تنقیدوں کو پڑھنے کے بعد بیچارے سادہ لوح و ناواقف مسلمانوں کے دلوں میں ان اکابر، اسلاف، ائمہ ہدیٰ کے خلاف کس قدر حقارت، نفرت، غیظ و غضب کے جذبات پیدا ہوں گے؟ جب کہ جماعت اسلامی کے نزدیک پرانے اور نئے علمائے متکلمین سب کا یہ حال ہے کہ وہ اسلام کی عقلیت کی قدر و قیمت کو پہچان نہیں سکتے تھے، ان کا مذاق بگڑ چکا تھا، ان کا مذاق فاسد تھا، وہ قرآن سے محروم تھے، وہ اسلام کو محض اس عصبیت پر مانتے تھے کہ یہ ان کے باپ دادا کا دین ہے جس طرح مشرکین کہا کرتے تھے ﴿علیہ وجدنا اباہنا﴾ (۲) کہ ہم بت پرستی اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمارے باپ دادا کا دین ہے یعنی وہ محض نسلی مسلمان تھے، انہوں نے اسلام کی غلط و کالت کر کے اسلام کو ایسا سخت نقصان پہنچایا کہ اسلام کے مخالفین نے بھی ایسا نقصان نہیں پہنچایا جس سے بہتوں کو یہ خیال ہو گیا کہ اسلام پرانا ہو گیا یعنی اب قابل عمل نہیں

(۱) (ترجمان، ج: ۲۹، عدد: ۱، ص: ۱۰، ۹)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَإِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَنَا﴾ (الاعراف: ۲۸، پ: ۸)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَىٰ الرَّسُولِ، قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ

آبَاءَنَا﴾ (المائدة: ۱۰۳، پ: ۸)

رہا، ان کو اسلام کی وکالت کرنے کا کوئی حق نہیں تھا، تو ان متکلمین کی تصنیفات کا جو حال ہوگا وہ ظاہر ہے۔ جماعت اسلامی نے متقدمین و متاخرین و متکلمین سے براہ راست دین کو نہیں سمجھا بلکہ ان کی کتابوں ہی سے جو کچھ سمجھا ہے، اسی پر یہ حسن ظن قائم کیا اور ان کی خدمات جلیلہ کی داد دی ہے۔

آپ خود ہی غور کر لیں کہ ایسی کتابوں کے متعلق جماعت اسلامی کی رائے کیا ہوگی؟ جن سے اسلام کو اس قدر نقصان پہنچا ہے اور کس مقصد کیلئے ایسی کتابیں تصنیف کی گئی ہوں گی، عام مسلمان جماعت اسلامی کو قبول کرنے میں کیوں دیر لگا رہے ہیں، اس سوال کے جواب میں ارشاد ہوتا ہے:

فقہی اور کلامی تصنیفات کا مقصد

۳۱۔ ”ہم نے جہاں تک غور کیا ہے اس خالص دینی دعوت سے مسلمانوں کی بے پرواہی کے اسباب نہایت گہرے ہیں، مسلمان اپنی موجودہ حالت تک ایک دو دن میں نہیں پہنچے ہیں، ان کو درجہ بدرجہ اس حالت تک لایا گیا ہے اور ہر منزل میں ان کو از روئے کتاب و سنت یہ اطمینان دلانے کی کوشش کی گئی ہے کہ یہی حالت آج اسلام و ایمان کا تقاضہ ہے، ان کے حق میں انحراف پر ایک زمانہ گذر چکا ہے اور اس غلط راہ کے ہر موڑ پر انہوں نے مدتوں یہ سمجھ کر قیام کیا ہے کہ یہ عین دین و شریعت کی صراط مستقیم ہے اور ان کی اس غلط فہمی کے راسخ کرنے میں ارباب دین نے حصہ لیا ہے اور اس بے راہ روی کے نہ صرف جواز بلکہ استحسان پر ضخیم فقہی اور کلامی تصنیفات مرتب کر دی گئی ہیں، یہاں تک کہ ان کو یقین ہے کہ ان کا جو قدم بھی اٹھا ہے وہ شریعت کے دائرہ کے اندر اٹھا ہے اور آج بھی جہاں وہ ہیں شریعت ہی کا ایک مقام ہے اس سے الگ نہیں، ظاہر ہے کہ جس جماعت کو اس طرح درجہ بدرجہ گرایا گیا ہو جس کا گرنا اس طرح مخفی ہو کہ جس کے زوال کی تاریخ اتنی لمبی ہو جس کو یہ یقین دلا یا گیا ہو کہ اس کا یہ گرنا گرنا نہیں بلکہ اچھلنا ہے، جو اس غلط فہمی میں ہو کہ وہ اپنی موجودہ حالت میں بھی شریعت سے الگ نہیں بلکہ عین شریعت کے مطابق ہے وہ آپ کی دعوت کو کس طرح آسانی کے ساتھ قبول کر سکتا ہے؟ جو ان سے کسی جزئی ترمیم و اصلاح کا مطالبہ نہیں کرتی بلکہ سچی توبہ اور کامل اصلاح کا کرتی ہے جب آپ ان سے یہ مطالبہ کرتے

ہیں کہ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا، آمِنُوا﴾ (۱) اے لوگو جو ایمان کے مدعی ہو حقیقی ایمان لاؤ، اور ان کے اعمال سے لے کر ان کے عقائد تک میں رخنہ بتاتے ہیں، تو قدرتی طور پر ان کو اس بات سے چوٹ لگتی ہے اور ان کی دینداری کا دیرینہ پندار مجروح ہوتا ہے، وہ یہ بات آسانی کے ساتھ ماننے کیلئے تیار نہیں ہو سکتے کہ وہ آج تک ایک بالکل غلط راہ پر بھاگ رہے تھے۔ (ترجمان، ج: ۲۶، عدد: ۳، ص: ۱۸۴) (۲)۔

اس عبارت میں عام مسلمانوں کو سمجھایا گیا ہے کہ فقہی اور کلامی تصنیفات ان کو بے راہ اور دین سے منحرف کرنے کیلئے مرتب کی گئی ہیں اور ان کو مرتب کر نیوالے ارباب دین ہیں، جب عوام کو ارباب دین کے ان مظالم کا شعور ہوگا جن کی وجہ سے وہ آج تک حق کو قبول کرنے سے محروم رہے اور جب وہ سمجھیں گے کہ فقہ اور کلام کی کتابیں ان مظالم سے پُر ہیں تو ان کی دینی غیرت کیسے اجازت دے گی کہ وہ فقہ اور کلام کی طرف متوجہ ہوں، بلکہ ان کتابوں کا دنیا میں رہنا کیسے گوارا کریں گے اور متکلمین و فقہاء سے کوئی اعتقادی یا عملی مسئلہ پوچھنے کے کب روا دار ہوں گے۔ اب رہ گیا یہ سوال کہ خود علماء اس دعوت کو کیوں قبول نہیں کرتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ:

علماء کی بے پرواہی؟

۳۲- ”ہماری دعوت سے عام مسلمانوں کی بے پرواہی کی وجہ یہ ہے، رہے علماء تو ان کی نسبت ہر سنجیدہ شخص جانتا ہے کہ یہی حضرات ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو ان کی موجودہ حالت تک رہنمائی کی ہے، یہ بہار ان ہی کی لائی ہوئی ہے، دینداری اور تقویٰ، اسلام اور ایمان، توحید اور رسالت کا موجودہ مفہوم جو عوام کے ذہنوں میں راسخ ہے انہی کا پیدا کیا ہوا ہے، یہ لوگ نیک نیتی کے ساتھ سمجھتے ہیں، یہ انہی کا کام تھا کہ آفات و مصائب کے اندر سے وہ اسلام کو بچالائے اور آج بھی اس کو بچائے ہوئے ہیں، جو اتنی پیچ در پیچ خوش گمانیوں میں مبتلا ہوں، آپ یہ کیسے توقع کر سکتے ہیں کہ آج وہ کھلے دل سے اس بات کا اقرار کریں گے کہ آج تک انہوں نے جو رہنمائی کی ہے وہ غلط ہے اور صحیح راہ وہ ہے

(۱) (سورة النساء، پ: ۵، آیه: ۱۳۶)

(۲) (ترجمان: ۲۶، عدد: ۳، ص: ۱۸۴)

جس کی دعوت فلاں جماعت دے رہی ہے۔“ ترجمان، ج: ۲۶، عدد: ۳، ص: ۱۸۵ (۱)۔

معلوم ہوا کہ جس طرح جماعت اسلامی کے نزدیک عام مسلمانوں کا دین دین نہیں، بلکہ حق سے انحراف ہے اور ان کی راہ شریعت کی صراط مستقیم نہیں بلکہ غلط راہ ہے، اسی طرح علماء کا اسلام اسلام نہیں ہے، ان کا ایمان ایمان نہیں ہے، ان کی دینداری دینداری نہیں، ان کا تقویٰ تقویٰ نہیں، ان کی توحید توحید نہیں، ان کی تسلیم رسالت تسلیم رسالت نہیں، غرض جن امور پر مدار نجات ہے سب غیر معتبر ہیں۔

جماعت اسلامی کا خاص کمال

بریلوی اور قادیانی جماعتوں نے اپنے سے باہر تمام مسلمانوں پر کفر کے بم برسائے تھے اس کے نتائج نہایت ناخوشگوار برآمد ہوئے، جن کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں ہے۔

جماعت اسلامی نے تکفیر کے معاملہ میں بہت ہی حزم و احتیاط کے ساتھ قلم اٹھایا ہے اور بڑی حد تک صاف لفظوں میں کفر کا حکم نہیں لگایا ہے، یہاں تک کہ جو شخص عالم کو حادث نہ مانے اور مادہ کو قدیم کہے اس کو بھی کافر نہیں کہا، بلکہ کفر کا حکم لگانے سے دوسروں کو بھی روکا ہے۔

۳۳۔ ”اگر ایک شخص عالم کو حادث نہیں مانتا اور مادہ کو قدیم کہتا ہے تو آپ محض

اس قول کی بناء پر اسے کافر کہنے کا حق نہیں رکھتے۔“ (ترجمان، ج: ۸، عدد: ۵،

ص: ۲۲۳) (۲)۔

لیکن اپنی فنی مہارت اور دلکش عبارت سے یہ چیز ذہنوں میں ضرور پیدا کر دیتی ہے کہ پڑھنے والا خود بخود تجویز کرنے پر مجبور ہو جائے کہ جب علماء کا ایمان ایمان نہیں ہے تو ایمان کی ضد آخر ہے کیا چیز، اور اسلام کی ضد کیا ہے؟ توحید کی ضد کیا ہے؟ رسالت کی ضد کیا ہے؟ جب یہ سوال بار بار پیدا ہوگا تو ”ک، ف، ر“ کی زحمت برداشت کئے بغیر وہ خود ہی وہاں تک پہنچ جائے گا، پھر عام مسلمان، متکلمین، متقدمین و متاخرین کی طرف رخ کریں گے، نہ فقہاء کی طرف بلکہ سب طرف سے کٹ کر جماعت اسلامی ہی کو ایمان و اسلام کا حقیقی علمبردار، توحید و رسالت کا واقعی رمز شناس، دیندار و تقویٰ کا اصلی مخزن تصور کرنے پر مجبور ہو جائیں گے اور جب تک

(۱) (ترجمان: ۲۶، عدد: ۳، ص: ۱۸۵)

(۲) (ترجمان: ۸، عدد: ۵، ص: ۲۲۳)

جماعت اسلامی کی پیش کردہ راہ پر کوئی شخص گامزن نہیں ہوگا، اس کے ایمان و اسلام کا کوئی وزن تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں ہوں گے، اگر کوئی کم فہم ایک چیز کو دیکھ کر اس کی ضد کو معلوم نہ کر سکے اور استعارات کی حدود تک نہ پہنچ سکے اور وہ جانتا ہی نہ ہو کہ ایمان کی ضد کیا ہے تو اس کی خاطر اس سے زیادہ واضح کلمات لکھنے کا تلخ فریضہ بھی ادا کرنے سے انکار نہیں۔

قبول حق کے سلسلہ میں عوام اور علماء کے درمیان نفسیاتی فرق کس خوبی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے:

دنیا داروں کی نفسیات

۳۳- ”آپ کو یہ حقیقت بھی پیش نظر رکھنی چاہیے کہ احساسِ دینداری کا فتنہ دنیا داری کے فتنہ سے زیادہ سخت ہے جو لوگ کسی نفس پرستی میں دنیا داری کی راہ سے مبتلا ہوئے ہیں، جونہی ان کے دل پر حق کی تجلی پرتو آنگن ہوتی ہے ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور صحیح راہ ان پر آشکارا ہو جاتی ہے، ان کی رکاوٹیں زیادہ تر سستی اور پست ہمتی کی قسم کی ہوتی ہیں، جو دل کی معمولی تبدیلی سے دور ہو جاتی ہیں۔“ (ترجمان، ج: ۲۶، عدد: ۳، ص: ۱۸۵) (۱)۔

یہاں تک تو عوام پر شفقت اور ہمدردی کا اظہار ہے کہ بہت جلد جماعت اسلامی کی بنائی ہوئی حق کی تجلی ان کی آنکھیں کھول سکتی ہے جس سے وہ صحیح راہ اختیار کر سکتے ہیں اس لئے کہ ان غریبوں کے پاس حق کو حق نما سے جدا کرنے کی کوئی کسوٹی نہیں۔ آگے علماء کے متعلق ارشاد ہے کہ:

علماء کی نفسیات

۳۵- ”لیکن جو حضرات اپنی غلطیوں کو دین و تقویٰ بنا کر پرستش کرتے اور کراتے رہتے ہیں ان کیلئے اپنے محبوب بتوں کو توڑ پھوڑ کر ایک نیا دین اختیار کرنا کوئی آسان کام نہیں، یہی تو جہاد اکبر ہے جس کے اہل بہت کم نکلتے ہیں اور اس بات پر تعجب نہیں کرنا چاہیے کہ اس کمزوری میں ہمارے علماء بھی مبتلا ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کیلئے آزمائش رکھی ہیں اور جن کی نگاہیں جتنی تیز ہیں ان کیلئے فتنہ کا جال اتنا ہی باریک اور مخفی ہے۔“ (ترجمان،

ج: ۲۶، عدد: ۳، ص: ۸۵) (۱)۔

اس عبارت میں صاف صاف کہہ دیا کہ علماء نے اپنی غلطیوں کو دین و تقویٰ بنا کر رکھا ہے اور یہی ان کے مخفی بت ہیں جن کی وہ خود بھی پرستش کرتے ہیں اور دوسروں سے بھی پرستش کراتے ہیں یعنی اصلی دین جس کا قرآن پاک میں تذکرہ ہے: ﴿إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ﴾ (۲) ان کے پاس نہیں ہے۔

ایک نیا دین

یہ بھی بتا دیا گیا کہ جماعت اسلامی کا پیش کردہ دین ایک نیا دین ہے جس سے عوام اور علماء سب ناواقف ہیں، اسلئے جماعت اسلامی میں داخلہ کیلئے از سر نو کلمہ شہادت ادا کرنا ضروری ہے اور اس شرط سے کسی بڑے عالم اور شیخ طریقت کو مستثنیٰ نہیں کیا گیا ہے۔

۳۶۔ ”جماعت میں جب کوئی نیا شخص داخل ہو تو اسے پورا احساس ذمہ داری

دلا کر از سر نو کلمہ شہادت ادا کرنا چاہئے اور پھر اس سے دریافت کرایا جائے کہ وہ اپنے آپ کو جماعت کے کس طبقہ میں شامل ہونے کیلئے پیش کرتا ہے؟ اس معاملہ میں کسی مشہور شخص اور بڑے سے بڑے کے لئے بھی استثناء نہیں ہے، بڑے سے بڑے عالم اور شیخ طریقت کو بھی داخل جماعت ہوتے وقت تجدید ایمان کرنی ہوگی“۔ (جماعت اسلامی کا پہلا اجتماع، ص: ۲۷) (۳)۔

جو عوام اور علماء جماعت اسلامی میں شریک نہیں ان کے ایمان و اسلام کی حقیقت اب بھی اگر کوئی نہ

سمجھے تو جماعت سے علیحدہ ہو جائیو الووں کا حکم پڑھ لے، ارشاد ہوتا ہے:

جماعت اسلامی سے نکلنا ارتداد ہے

۳۷۔ ”یہ وہ راستہ نہیں جس میں آگے بڑھنا اور پیچھے ہٹنا دونوں یکساں

ہوں، نہیں! یہاں پیچھے ہٹنے کے معنی ارتداد کے ہیں اور خدا کی طرف سے پیٹھ موڑنے کے

(۱) (ترجمان: ۲۶، عدد: ۳، ص: ۸۵)

(۲) (سورۃ آل عمران، پ: ۳، آیت: ۹)

(۳) (جماعت اسلامی کا پہلا اجتماع، ص: ۲۷)

ہیں، لہذا جو قدم بڑھاؤ اس عزم کے ساتھ بڑھاؤ کہ اب یہ قدم پیچھے نہیں پڑیگا، جو شخص اپنے اندر ذرا بھی کمزوری محسوس کرتا ہے بہتر ہے کہ وہ اسی وقت رک جائے۔ (جماعت اسلامی کا پہلا اجتماع)۔

”ارتداد“ کا لفظ بہت ہی واضح ہو گیا تھا جس کا مطلب سب ہی سمجھ جاتے ہیں اور ایسا لکھنا حزم و احتیاط کے خلاف تھا اس لیے جدید ایڈیشن میں اس کی تشریح کر دی گئی ہے: ”اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس جماعت سے نکلنا ارتداد کا ہم معنی ہے، بلکہ اصل مطلب یہ ہے کہ خدا کے راستہ میں پیش قدمی کرنے کے بعد مشکلات، مصائب، نقصانات اور خطرات کو سامنے دیکھ کر پیچھے ہٹ جانا اپنی روح اور اپنی حقیقت کے اعتبار سے ارتداد ہے“ ﴿ومن يولهم يومئذ دبره إلا متحرفاً لقتال أو متحيزاً إلى فئة، فقد بآء بغضب من الله وماواه جهنم وبئس المصير﴾ (۱)۔

محض لفظوں کے اعتبار سے اس کو ارتداد کے ہم معنی قرار نہ دیا جائے، بلکہ یہ اپنی اصل حقیقت اور روح کے اعتبار سے ارتداد ہے جس کا انجام اللہ کا غضب اور جہنم ہے، کفر کا صریح حکم تو یہاں بھی نہیں لگایا لیکن اس کی روح اور حقیقت ضرور ذہن نشین کرادی۔

دین جن امور پر مشتمل ہے ان میں سے پہلی قسم ”اعتقادات“ اور علمائے متکلمین کے متعلق جماعت اسلامی کی طرف سے تخریبی تنقید کا نمونہ آپ نے دیکھ لیا، اب دوسری قسم ”آداب“ کے متعلق جماعت کی آراء پر غور کریں۔

تصوف اور سلوک

سلوک کا مقصود یہ ہے کہ بندہ کا دل حق تعالیٰ کی مرضیات کا ایسا طالب ہو جائے جیسا کہ جسم غذا کا طالب ہے اور اس کو عبادت کی ایسی خواہش ہو جائے، جیسی صحت مند جسم کو غذا اور پانی کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ اس وقت ہو سکتا ہے جبکہ دل حق تعالیٰ کی محبت و عظمت سے پُر ہو جائے اور ما سوا اللہ کی محبت و عظمت سے خالی ہو جائے، جب تک کہ اغیار کی محبت و عظمت اس درجہ میں قائم ہے کہ اللہ پاک کی محبت و عظمت سے مزاحمت کرتی ہے، اس وقت تک وہ مرضیات حق کا طالب نہیں ہو سکتا اور نہ معاصی سے پوری طرح بچ سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی محبت و عظمت کا دل میں پوری طرح قائم ہو جانا تجلیہ ہے اور اغیار کی محبت و عظمت کا قلب سے نکل جانا تجلیہ ہے، ان دونوں چیزوں تجلیہ و تجلیہ پر رضاء الہی کا شوق بڑھتا اور اس کی طلب مستحکم اور معاصی سے نفرت قوی ہوتی ہے، پھر اگر ایسا شخص کسی معصیت کا ارادہ بھی کرتا ہے تو اس کے دل میں وحشت، ضیق، ظلمت اور ایسی بے چینی پیدا ہوتی ہے کہ وہ معصیت کے اقدام سے رک جاتا ہے، اور اگر اتفاقاً معصیت کا صدور ہو جائے تو وحشت اور تنگدلی ترقی پکڑ کر اس کو بہت جلد توبہ کی طرف مضطر کرتی ہے کہ بدوں سچی توبہ کے اس کو چین نہیں پڑتا۔

دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ سلوک نام ہے ”تعمیر الظاہر والباطن“ کا یعنی اعضائے ظاہر اور قلب کا اپنے مالک جل شانہ کی طاعت و خدمت میں مشغول رکھنا اس طرح پر کہ ہادی عالم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریق اور تعلیم فرمائی ہوئی شریعت کے اتباع کی اس طرح عادت ہو جائے کہ سنت نبویہ پر عمل کرنا طبعی شیوہ اور خلقی شعار بن جائے اور تکلف کی حاجت نہ رہے۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر و باطن دونوں اعتبار سے عادل الخلق ہیں اسی وجہ سے آپ کے جملہ حرکات و سکنات جن کو عادات کہا جاتا ہے کامل اعتدال پر تھے، جن کا اتباع ہر شخص کو معتدل بنا سکتا ہے اور چونکہ اعضاء کے ساتھ قلب کو خاص تعلق عطا کیا گیا ہے، اس لئے مسلمان جب کوشش کرتا ہے کہ عبادت کے علاوہ عادات میں بھی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ہمیشہ ملحوظ رکھے تو اس کے اعضاء میں اعتدال پیدا ہو جاتا ہے اور کجی دور ہو جاتی ہے، جس کا اثر قلب پر پڑتا رہتا ہے یہاں تک کہ قلب اخلاقِ رزیدہ سے متنفر اور خصائلِ حمیدہ سے متصف ہو کر معتدل بن جاتا ہے، اسی اعتدال کا نام نسبت ہے جس سے قلب کی حکومت اعضاء پر دوسرے نہج سے قائم ہوتی ہے، دل میں ایک روشنی پیدا ہو جاتی ہے جو طاعت و معصیت کے فرق و امتیاز کو کسی وقت بھی مشتبه ہونے نہیں دیتی، قلب کو مغیبات کے اعتقاد میں وہ مٹھاس معلوم ہوتی ہے جس کو دنیا کی کسی لذت اور نعمت سے تشبیہ نہیں دی جاسکتی، اللہ تعالیٰ کے ذکر و فکر سے اس درجہ اُنس حاصل ہو جاتا ہے کہ ایک لمحہ اس کا چھوٹنا، جس کو غفلت کہتے ہیں ہفت اقلیم کے کٹنے اور عزت و آبرو کے ضائع ہونے سے زیادہ ناگوار اور باعثِ کوفت ہوتا ہے۔

الحاصل یہی شریعت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائی ہے اصل شی اور طریقت ہے مگر اس وقت

جبکہ اعضاء سے متعدی ہو کر قلب تک پہنچ جائے اور عمل و اکتساب قلبی انس و تعلق کا ثمرہ بن جائے۔

اعمال، غایات، ثمرات کے لحاظ سے اس کی بہت سی تعبیریں ہیں: تصوف، سلوک، طریقت، معرفت، تصحیح الاخلاق، اصلاح نفس، تزکیہ باطن، علم الآداب وغیرہ۔

اس فن کا اصلی سرچشمہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کی شان میں ”یز کیہم“ (۱) اور

﴿إِنَّكَ لَعَلَىٰ خَلْقٍ عَظِيمٍ﴾ (۲) نازل ہوا ہے اور خود ارشاد فرماتے ہیں: ”بعثت لأتمم مكارم

الأخلاق“ الحدیث . (۳) چنانچہ آپ کی تربیت و تزکیہ کی بدولت آپ کے خدام کو حسب استعداد

مناصب جلیلہ عطاء ہوئے کہ یہ شیطان کے فتنوں سے محفوظ ہیں، ان کی زبان پر حق بولتا ہے (۴) شیطان اس

راستہ پر نہیں چلتا، جس راستہ پر یہ چلتے ہیں (۵)، ان سے ملائکہ حیا کرتے ہیں (۶)، یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی

(۱) (سورة البقره، پ: ۱، آیه: ۱۲۹)

(۲) (سورة القلم، پ: ۲۹، آیه: ۴)

(۳) لم أجدہ بهذا اللفظ، وقد أخرجه الإمام أحمد رحمة الله تعالى عليه في مسنده بلفظ: ”عن أبي

هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”إنما بعثت لأتمم صالح الأخلاق“.

(مسند أحمد بن حنبل: ۳/۸۰، رقم الحديث: ۸۷۲۹، دار إحياء التراث بيروت)

(۴) ”عن ابن عمر رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ”إن الله جعل الحق على لسان

عمر وقلبه“. الحدیث (جامع الترمذی، أبواب المناقب، مناقب أبي حفص عمر بن الخطاب رضي الله

تعالى عنه: ۲/۲۰۹، سعید)

(۵) ”عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم جالساً، فسمعنا لفظاً

وصوت صبيان، فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم، فإذا حبشية تزفن والصبيان حولها، فقال:

”يا عائشة“ قالت: فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”إني لأنظر إلى شياطين الجن والإنس، قد فرّوا

من عمر“ قالت: فرجعت“. (جامع الترمذی، أبواب المناقب، مناقب أبي حفص عمر بن الخطاب رضي

الله تعالى عنه، ۲/۲۱۰، سعید)

(۶) ”عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم مضطجعاً في بيته

كاشفاً عن فخذيته أو ساقيه قالت عائشة: دخل أبو بكر فلم تهتس له ولم تباله، ثم دخل عمر فلم

تهتس له ولم تباله، ثم دخل عثمان، فجلست وسويت ثيابك؟ فقال: ”ألا أستحي من رجل تستحي منه =

تلوار ہیں، یہ اللہ کے شیر ہیں (۱) ان کا ایمان تمام امت کے ایمان سے زیادہ وزنی ہے، ان کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کی برابر ہیں (۲)، ان کو جنت کے ہر دروازے سے بلایا جائیگا (۳)، یہ علم کا دروازہ ہے، ان سے قرآن سیکھو (۴)، انکا اتباع تمہارے ذمہ لازم ہے (۵)، ان سے اللہ راضی ہے، اور یہ اللہ سے = الملائکہ“۔ (الحديث) (الصحيح لمسلم، كتاب الفضائل، باب من فضائل عثمان، الفصل الأول: ۲۷۷/۲، قديمی)

(ومشکوة المصابيح، باب مناقب عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، الفصل الأول: ۵۶۰/۲، ۵۶۱، قديمی)
 (۱) ”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: نزلنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم منزلاً، فجعل الناس يسمرون، فيقول رسول الله ﷺ: ”من هذا يا أبا هريرة“؟ فأقول: فلان، فيقول: ”نعم عبد الله هذا“ حتى مر خالد بن وليد، فقال: ”من هذا؟“ قلت: خالد بن وليد، قال: ”نعم عبد الله خالد بن وليد، سيف من سيوف الله“. (جامع الترمذی، أبواب المناقب، مناقب خالد بن الوليد: ۲۲۳/۲، سعيد)
 (۲) ”عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: بينا رأس رسول الله صلى الله عليه وسلم في حجرى فى ليلة ضاحية إذ قلت: يا رسول الله! هل يكون لأحد من الحسنات عدد نجوم السماء، قال: ”نعم، عمر“. الحديث. (مشکوة المصابيح، باب مناقب أبى بكر وعمر رضي الله تعالى عنهما، الفصل الثالث، ص: ۵۶۰، قديمی)

(۳) ”عن أبى هريرة رضي الله تعالى عنه أن رسول الله ﷺ قال: ”من أنفق زوجين فى سبيل الله، نودى من أبواب الجنة، يا عبد الله! هذا خير، فمن كان من أهل الصلاة دعى من باب الصلاة فقال أبو بكر: بأبى أنت و أمى يا رسول الله! ما على من دعى من تلك الأبواب من ضرورة، فهل يدعى أحد من تلك الأبواب كلها؟ قال: ”نعم، وأرجو أن تكون منهم“. (صحيح البخارى، كتاب الصوم، باب الريان للصائمين: ۲۵۴، ۲۵۵، قديمی)

(۴) ”عن على رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”أنادار الحكمة وعلى بابها“. (جامع الترمذی، أبواب المناقب، مناقب على بن أبى طالب، ۲۱۳/۲، سعيد)
 (۵) ”عن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”أكرموا أصحابى، فإنهم خياركم، ثم الذين يلونهم، ثم الذين يلونهم“.

”وعن ابن عمر بن الخطاب قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: ”أصحابى كالنجوم فأبىهم اقتديتم اهتديتم“. (مشکوة المصابيح، باب مناقب الصحابة، الفصل الثانى والثالث، ص: ۵۵۴، قديمی)

راضی ہیں (۱)، جنت ان کی مشتاق ہے، یہ جنت میں میرے رفیق ہیں (۲) میں ان سے راضی ہوں، جس نے اس کو دکھ پہنچایا اس نے مجھے دکھ پہنچایا (۳)، ان کو بُر امت کہو (۴)، اگر ان سے کوئی لغزش ہو جائے تو اس کا تذکرہ مت کرو، ان کی دو رکعت دوسروں کی دو لاکھ رکعت سے بڑھ کر ہیں، جو شخص ان کو برا کہے اس پر اللہ کی لعنت بھیجو (۵)۔ الغرض عجیب طریق پر اس تزکیہ کا ظہور ہوا۔

اکبر مرحوم نے خوب کہا ہے۔

درفشانی نے تری قطروں کو دریا کر دیا

دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے

کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

(۱) قال الله تعالى: ﴿رضى الله عنهم ورضوا عنه﴾ (البينة، پ: ۳، آیت: ۸)

(۲) ”عن طلحة بن عبيد الله رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”لكل نبى رفيق، ورفيقي يعنى فى الجنة عثمان“. (جامع الترمذى، أبواب المناقب، مناقب عثمان بن عفان رضى الله تعالى عنه، ۲/۲۱۰، سعيد)

(۳) ”عن عبد الله بن مغفل رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”الله الله فى أصحابى، الله الله فى أصحابى، لا تتخذوهم غرضاً من بعدى، فمن أحبهم فبحبى أحبهم، ومن أبغضهم فببغضى أبغضهم، ومن آذاهم فقد آذانى، ومن آذانى، فقد آذى الله“. (الحديث) (مشكوة المصابيح، باب مناقب الصحابة، الفصل الثانى، ص: ۵۵۳، قديمى)

(۴) ”عن أبى سعيد الخدرى رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”لا تسبوا أصحابى، فلو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهباً ما بلغ مدّ أحدهم ولا نصيفه“. (مشكوة المصابيح، باب مناقب الصحابة، ص: ۵۵۳، قديمى)

(۵) ”عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”إذ أريتم الذين يسبون أصحابى فقولوا: لعنة الله على شركم“. (مشكوة المصابيح، باب مناقب الصحابة، الفصل الثالث، ص: ۵۵۳، قديمى)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دیگر امانات: تلاوت، تعلیم کتاب، تعلیم حکمت کی طرح اس امانت ”تزکیہ“ کو بھی بعد والوں کے سپرد کیا، پر جیسے جیسے خیر القرون سے بعد ہوتا گیا اور مادیات کے اختلاط کا غلبہ ہوتا گیا، تزکیہ کیلئے مجاہدات و ریاضات کی ضرورت زیادہ پیش آتی گئی، لہذا اس علم نے مستقل فن کی صورت اختیار کر لی، اخلاق فاضلہ، توکل، صبر، شکر، قناعت، سخاوت، شجاعت، ایثار، حلم، عفو، تواضع، احسان، شفقت، رضاء، تسلیم، زہد، ورع، امانت، خوف، رجاء، صدق، اخلاص، وغیرہ کی تفصیلات اور ان کی تحصیل کے طرق کو جمع کیا گیا۔ اور اخلاق رذیلہ: بخل، حسد، غضب، حقد، حسد، حرص، کذب، ریا، جدال، عجب، تکبر، لعن، غیبت، نمیمہ، حپ جاہ وغیرہ اور ان کے معالجات کو مرتب کیا گیا۔ بہت سی کتابیں: ”قوت القلوب، عوارف المعارف، احیاء العلوم، قشیریہ، منہاج العابدین“ وغیرہ تصنیف کی گئیں، اور یہ سب کچھ قرآن پاک، احادیث و آثار کی روشنی میں ہوا، اس فن کے چار امام زیادہ مشہور ہوئے جن کے سلسلے مستقل چلے اور اب تک جاری ہیں: حضرت سید عبدالقادر جیلانی، شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ تعالیٰ، خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ تعالیٰ، خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

ان سے پہلے اور ان کے بعد بھی بہت سے اکابر نے بڑی بڑی ریاضتیں کی ہیں:

شیخ معروف کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ تعالیٰ، فضیل ابن عیاض، سری سقطی، شیخ محی الدین ابن عربی، امام غزالی، شیخ عبدالقدوس، سلطان نظام الدین رحمہ اللہ تعالیٰ، خواجہ باقی باللہ، حضرت مجدد الف ثانی، خواجہ محمد معصوم، حضرت مرزا مظہر جانجاناں، حضرت شاہ ولی اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ، حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت سید احمد شہید، حضرت محمد اسماعیل شہید وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

ان حضرات کی مساعی جمیلہ کی بدولت اکناف عالم میں اسلام پھیلا، گروہ درگروہ مسلمان تزکیہ باطن کر کے صفت احسان: ”أن تعبد الله كأنك تراه“ (۱) کی دولت سے مالا مال ہوئے، علوم نبوی کے ساتھ

(۱) (أخرجه البخاری فی صحیحہ فی کتاب الإیمان، باب سوال جبرئیل البنی صلی اللہ علیہ وسلم عن الإیمان والإسلام والإحسان: ۱۲/۱، قدیمی)

(والترمذی فی جامعہ فی أبواب الإیمان عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، باب فی وصف جبریل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم الإیمان: ۸۸/۲، سعید)

اخلاق نبوی کی اشاعت ہوئی، بے شمار مواقع پر اہل باطل کے ساتھ باطنی تزام و تصادم کی نوبت بھی آئی اور اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب فرمایا۔ بعض اکابر کے ہاتھ پر لاکھوں آدمی مشرف بہ اسلام ہو کر ابدی جہنم سے نجات پا کر مستحق جنت قرار پائے، ہزاروں کی جماعتیں ایک ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت ہو کر اخلاق نبویہ کے ساتھ متصف ہوئیں اور نسبت یادداشت سے نوازی گئیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ آج جہاں بھی اسلام و اخلاق کی روشنی نظر آتی ہے، اس میں ان حضرات کی جدوجہد کا بڑا حصہ ہے تو غالباً مبالغہ نہ ہوگا۔ یہ ہے علم تصوف کا مختصر خاکہ۔ اب ملاحظہ فرمائیے کہ جماعت اسلامی کی نظروں میں تصوف اور اصحاب تصوف کی کیا حیثیت ہے؟

مودودی صاحب جاہلیت راہبانہ کی تشریح کے بعد فرماتے ہیں:

یوگ، تصوف، کویکین، ایون

۳۸- ”یہ نظریہ بجائے خود غیر تمدنی نظریہ ہے، مگر تمدن پر یہ متعدد طریقوں سے اثر انداز ہوتا ہے، اس کی بنیاد پر ایک خاص قسم کا نظام فلسفہ بنتا ہے جس کی مختلف شکلیں: ویدانتزم، اشراقیت، یوگ، تصوف، مسیحی رہبانیت اور بدھ ازم وغیرہ ناموں سے مشہور ہیں، اس فلسفہ کے ساتھ ایک ایسا نظام اخلاق وجود میں آتا ہے جو بہت کم ایجابی اور بہت زیادہ سلبی بلکہ تمام تر سلبی نوعیت کا ہے، یہ دونوں چیزیں مل جل کر لٹریچر، عقائد، اخلاقیات، اور عملی زندگی میں نفوذ کرتی ہیں اور جہاں جہاں ان کے اثرات پہنچتے ہیں وہاں ایون اور کویکین کا کام کرتے ہیں“۔ (تجدید احیاء دین، ص: ۱۴) (۱)۔

یہ وہی افتاد مزاج ہے کہ جماعت اسلامی تخریبی تنقید کے پیش نظر حق و باطل کو ایک ہی ساتھ صف میں پیش کرتی ہے، جس طرح تبلیغ کرنے والوں کے پیش کردہ مذہب اسلام کو بے جان عقائد، بے معنی منتر، بے مقصد حرکات کی خانہ ساز ذہنی معجون بنا کر پنڈتوں، پادریوں، گرنھیوں کا ہمدوش، ہمنوا، ہمرنگ قرار دیا اور وفات پیغمبر کا نقشہ اس طرح کھینچا کہ بھکاری اور پیغمبر کے مرنے پر آسمان وزمین یکساں طور پر متاثر نہیں ہوئے، ملاحظہ ہو عبارت: ۱۴، ۱۳ (۲)۔

(۱) (تجدید احیاء دین، ص: ۱۴)

(۲) (تنقیدات، ص: ۳۳) و (ترجمان، ج: ۱۲، عدد: ۴، ۲۸۷/۲۷)

اسی طرح یہاں تصوف کو ”ویدانتزم، اشراقیت، یوگ، مسیحی رہبانیت، اور بدھ ازم“ کی صف میں لا کر کھڑا کر دیا گیا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام عالم کی صفوں کا نظم و نسق اور یہ تشخیص کہ کس کو کس صف کا ٹکٹ دیا جائے اور کس صف میں بٹھایا جائے انہی حضرات کے سپرد ہے، چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں:

۳۹- ”میں حیران رہ جاتا ہوں جب سنتا ہوں کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے دیدانتی

فلسفہ اور اسلامی فلسفہ کا جوڑ لگا کر نئی ہندی قومیت کیلئے فکری اساس فراہم کرنے کی کوشش کی تھی، مجھے ان کی کتابوں میں اس کوشش کا کہیں سراغ نہ ملا اور اگر مل جاتا تو باللہ العظیم کہ میں شاہ ولی اللہ صاحب کو مجددین کی فہرست سے خارج کر کے مجددین کی صف میں لا کر بٹھاتا۔“ (تجدید و احیائے دین، ص: ۶۸) (۱)۔

امام غزالی کے تجدیدی کارناموں کا جائزہ لیتے ہوئے، ان کی تعریف و توصیف کے بعد جب تخریبی تنقید اور بے لاگ تحقیقی نگاہ کی باری آئی تو جن امور کو ان کے کمالات میں شمار کیا تھا ان کو بھی نقائص کی فہرست میں داخل فرما دیا گیا، چنانچہ فرماتے ہیں:

امام غزالی کے نقائص

۴۰- ”امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کے تجدیدی کام میں علمی و فکری حیثیت سے چند

نقائص بھی تھے، دوسری قسم ان نقائص کی جو ان کے ذہن پر عقلیات کے غلبہ کی وجہ سے تھے۔“ (تجدید و احیائے دین، ص: ۴۵) (۲)۔

حالانکہ خود اس سے قبل ان کی عقلیات کے تجدیدی کارنامے لکھ چکے ہیں کہ: ”انہوں نے (امام غزالی نے) اسلام کے عقائد اور اساسیات کی ایسی معقول تعبیر پیش کی جس پر کم از کم اس زمانہ کے اور بعد کی کئی صدیوں تک کے معقولات کی بناء پر کوئی اعتراض نہ ہو سکتا تھا، اس کے ساتھ انہوں نے احکام شریعت اور عبادات و مناسک، اسرار و نصح بھی بیان کئے اور دین کا ایک ایسا تصور لوگوں کے سامنے رکھا جس سے وہ غلط فہمیاں دور ہو گئیں جن کی بناء پر یہ گمان ہونے لگا تھا کہ اسلام عقلی امتحان کا بوجھ نہیں سہہ سکتا۔“ (تجدید و احیائے دین)۔

(۱) (تجدید و احیاء دین، ص: ۶۸)

(۲) (تجدید و احیاء دین، ص: ۴۵)

”انہوں نے فلسفہ کا گہرا مطالعہ کر کے اس پر تنقید کی اور اتنی زبردست تنقید کی کہ اس کا وہ رعب جو مسلمانوں پر چھا گیا تھا کم ہو گیا۔“

امام کی اس تنقید کا اثر مسلم ممالک تک ہی محدود نہ رہا بلکہ یورپ تک پہنچا اور وہاں بھی اس نے فلسفہ یونان کے تسلط کو مٹانے اور جدید دور تنقید و تحقیق کا فتح یاب کرنے میں حصہ لیا، امام غزالی نے بروقت اس کی اصلاح کی اور مسلمانوں کو بتایا کہ تمہارے عقائد دین کا اثبات ان غیر معقولات کے التزام پر منحصر نہیں بلکہ اس کیلئے معقول دلائل موجود ہیں۔“ (تجدید، ص: ۴۳، ۴۲) (۱)۔

یہ سب کچھ امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عقلیات کی مدد سے کیا مگر براہِ وجہ تخریب کا کہ امام موصوف کی یہ ساری محنتیں کاوشیں دینی خدمتیں نفاٹس یا باعثِ نفاٹس بن رہی ہیں۔

افسوس اس مضمون کی تکمیل نہ ہو سکی۔ لعل اللہ یحدث بعد ذلك أمراً۔

حکومت الہیہ کا قیام

سوال [۵۱۳]: میرے کچھ قریبی عزیز جو مجھ سے عمر میں کچھ بڑے بھی ہیں میرے یہ کہنے پر کہ ”بندوں کے اوپر بندوں کی نہیں بلکہ اللہ کی حکومت ہونی چاہئے اور اسی کا حکم ہونا چاہئے جب کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذریعہ سے تمام دستورِ حیات ہم کو دیا ہے اور آخرت میں اس کا جواب دینا ہے“ مجھے ”کو تاہ فہم“ اور بے عقل قرار دیتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ مذاق بھی اڑاتے ہیں۔ مزید یہ ثابت کرنے کی بھی کوشش کرتے ہیں کہ وقت کے حاکم کا حکم ماننا چاہئے، خواہ شریعت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو اور اسی وجہ سے ہم ”ڈاکٹر امبیڈکر“ کے دستور کو بھی مانتے ہیں، یہاں جائز اور ناجائز پیش نظر نہیں ہے۔ یہ لوگ مزید کہتے ہیں کہ اللہ کی حکومت تو جاری ہے اور کیسی حکومت، لیکن میں اسلام اور اسلامی تاریخ کے مطالعہ سے جس نتیجہ پر پہنچا ہوں وہ یہ کہ ایمان مسلمانوں کو اللہ کے اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستور اور طریقوں پر ہی رکھنا چاہئے، نہ کہ کسی انسان کے مقرر کردہ دستور پر جو شریعت کے خلاف ہو، اللہ کے حکم کو نافذ کرنے کے لئے اور حکومت الہیہ کے قیام کے لئے عمر بن عبدالعزیز، مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، امام غزالی، سید احمد شہید رحمہم اللہ تعالیٰ نے تمام عمر کوشش کی، حال ہی میں سید قطب کو اسلام کو مصر میں لانے کی جدوجہد میں پھانسی دی گئی اور ان کی لاش

بھی کسی مسلمان کو نہیں دی گئی، اس لئے ساری مسلم دنیا میں ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔

اب آپ فیصلہ فرمائیں کہ کون غلطی پر ہے اور کیوں؟ اور ساتھ ہی ساتھ حکومت الہیہ کا مفہوم بھی سمجھادیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

قرآن کریم میں ہے: ﴿إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ﴾ (۱) جن امور میں اللہ پاک کا ارشاد موجود ہے یا حدیث شریف موجود ہے یا ائمہ مجتہدین نے قرآن و حدیث سے استخراج کر کے اتفاق کر لیا ہے ان میں سے ان سب کو چھوڑ کر محض خواہشات نفسانی کے ماتحت از خود عمل کرنا یا کسی کو مستقلاً حاکم تسلیم کرنا جائز نہیں، جن مسائل میں قرآن کریم یا حدیث شریف یا ائمہ مجتہدین سے دونوں طرح گنجائش ملتی ہے ان میں زیادہ تنگی نہیں مگر اتباع نفس سے وہاں بھی اجتناب ضروری ہے، اگر ہم اپنے اختیار سے کوئی قانون بنالیں اور عملاً اس کی پابندی کر لیں تو یہ خدائی قانون کا مقابلہ نہ ہوگا۔

مثلاً ہمارے پاس زمین کے متعدد قطعات ہیں کسی میں ہم مکان بنائیں، کسی میں دوکان اور کسی میں گندم کی کاشت کریں، کسی میں چنے کی، کسی میں باغ لگائیں تو یہ چیز قابل اعتراض نہیں، اسی طرح جائز اور اختیاری امور میں ہمارا کوئی بڑا ہم کو حکم کرے خواہ وہ حکومت ہو یا والد یا استاذ یا قیم اور امیر جماعت ہو تو اس کا حکم تسلیم کرنا غیر اللہ کو معبود تسلیم کرنا نہیں ہے، نہ اس کو طاعت یا کوئی اور دوسرا لقب دیا جائے گا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث شریف میں والدین کی اطاعت کا حکم فرمایا ہے (۲)، نیز یہ بھی ارشاد ہے کہ:

(۱) (یوسف: ۴۰)

(۲) ”قال: سألت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: أي الأعمال أحب إلى الله؟ قال: ”الصلوة على وقتها“. قال: ثم أي؟ قال: ”ثم برّ الوالدين“. (صحيح البخارى: ۸۸۲/۲، كتاب الأدب، باب قوله تعالى: ﴿ووصينا الإنسان بوالديه إحساناً﴾، قديمي)

”عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من أصبح مطيعاً لله في والديه، أصبح له بابان مفتوحان من الجنة، وإن كان واحداً فواحداً. ومن أصبح عاصياً لله في والديه أصبح له بابان مفتوحان من النار، إن كان واحداً فواحداً“ قال: رجل وإن ظلماه؟ قال: ”وإن ظلماه وإن ظلماه وإن ظلماه“. (مشكوة المصابيح: ۴۲۱/۲، كتاب الآداب، باب البر والصلة، قديمي)

”جس نے میرے تجویز کردہ امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے اس کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی“ (۱)، جائز امور میں حاکم کی اطاعت کا بھی حکم ہے۔

مسلمانوں کے ایمان کو پختہ کرنا بہت ضروری ہے اور اس کی پختگی یقین اور عمل صالح سے آتی ہے اور اخلاق کی اصلاح سے جذبات عالیہ پیدا ہوئے ہیں اور تقویٰ ان سب کے لئے بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں موجود ہے کہ: ”ہر چیز کے لئے معدن (کان) ہوتا ہے اور تقویٰ کا معدن عارفین کے قلوب ہیں“ (۲)۔ لہذا صلحاء و عرفاء و اتقیاء کی صحبت اور ان کے ارشادات پر غور و فکر کے ساتھ کار بند ہونے کی ضرورت ہے، ہر شخص محض لٹریچر کے مطالعہ سے متقی نہیں بن جاتا، ورنہ قرآن پاک جو سب سے اعلیٰ کتاب ہے اور اصول دین پر حاوی ہے اس کو نازل کر دیا جاتا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مبعوث نہ فرمایا جاتا، کیونکہ صحابہ کرام سب اہل زبان تھے، اس کو دیکھ کر سب کے سب متقی ہو جاتے، رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف میں ہے ”ویسز کتہم“ (۳) ترکیب باطن صحبت مبارکہ سے ہوتا تھا، قرآن کریم میں دو چیزیں ہیں: ”الفاظ“ اور ”نور“ الفاظ زبان مبارک سے تلاوت فرما کر صحابہ کرام کو سکھائے اور نور سینہ مبارک سے صحابہ کرام کے سینوں میں منتقل ہوا، پھر صحابہ کرام نے بھی یہی طریقہ اختیار فرمایا، اس نور کے ذریعہ سے حق و باطل میں تمیز ہوتی ہے اور ایمان قوی ہو کر آدمی کی تکمیل ہوتی ہے ورنہ اگر وہ نور نہ ہو تو خالی الفاظ تو یہود و نصاریٰ بھی پڑھتے ہیں، بلکہ ترجمہ و تفسیر بھی لکھ دیتے ہیں۔ ”حکومت الہیہ“ کی آپ کو شش کر رہے ہیں،

(۱) ”قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من أطاعني فقد أطاع الله، و من عصاني فقد عصى الله، و من أطاع أميري فقد أطاعني، و من عصى أميري فقد عصاني.“ (صحيح البخارى: ۱۰۵۷/۲، كتاب الأحكام، باب قول الله: (أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولى الأمر منكم)، قديمي)

(وصحيح الإمام مسلم رحمه الله تعالى: ۱۲۴/۲، كتاب الإمامة، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية و تحريمها في المعصية، قديمي)

(۲) (ابن عمر) رفعه: ”لكل شئ معدن و معدن التقوى قلوب العارفين.“ (جمع الفوائد: ۷۰۴/۳، كتاب الخوف والرقاق و المواعظ، رقم الحديث: ۱۷۳۲، إدارة القرآن)

(۳) (سورة البقرة: ۱۲۹، و آل عمران: ۱۶۴)

بہت مبارک چیز ہے، آپ نے خود بھی تو اس کا کچھ مفہوم سمجھا ہوگا اور اس کا کچھ ماخذ بھی آپ کے پاس ہوگا، آپ ہی فرمائیں کہ اس کا مفہوم کیا ہے اور وہ کہاں سے ثابت ہے اور کیا وہ دنیا میں کبھی قائم ہوئی بھی ہے، یا یہ لفظ ایسا ہے کہ اس کا مصداق کبھی دنیا میں قائم نہیں ہوا اور دنیا اس سے نا آشنا ہے جیسا کہ موجودہ دور کے حکومت الہیہ کے سب سے بڑے داعی اور لیڈر نے لکھا ہے ”اصول حکومت وہ چیز ہے جس سے دنیا ہمیشہ نا آشنا رہی ہے اور آج تک نا آشنا ہے“ (۱)۔

تنبیہ: غائبانہ نماز جنازہ کی اجازت نہیں، میت کا سامنے ہونا ضروری ہے، اگر کوئی بغیر نماز جنازہ پڑھے میت کو دفن کر دیا گیا ہو تو مجبوراً قبر پر نماز جنازہ پڑھ لی جائے، وہ بھی اتنی مدت کے اندر کہ میت کے پھٹ جانے کا ظن غالب نہ ہو، اس کے بعد قبر پر بھی نہ پڑھی جائے جیسا کہ کتب فقہ ردالمحتار (۲)، بحر الرائق (۳) وغیرہ میں ہے۔ جو شخص غلط بات کہے اور ناواقف ہو تو اس کو صحیح راہ بتادی جائے، مذاق نہ اڑایا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۰/۸۸ھ۔

ایضاً

سوال [۵۱۴]: عرض ہے کہ۔

وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے نور توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

..... خلقت آدم کی غایت، نسل آدم، کو اپنے داعی آدم علیہ السلام ”لا إله إلا الله، آدم صلی اللہ سے

(۱) مولانا مودودی صاحب کی طرف اشارہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) ”(وإن دفن) و أهیل علیہ التراب (بغیر صلاة) أو بها بلا غسل أول من لا ولاية له (صلی علی قبره)

استحساناً (مالم یغلب علی الظن تفسخه) من غیر تقدیر، هو الأصح، و ظاهره أنه لو شك فی تفسخه

صلی علیہ، لكن فی النهر عن محمد: ”لا“ كأنه تقدیماً للمانع“. (الدر المختار مع رد

المحتار: ۲/۲۲۳، باب صلاة الجنازة، سعید)

(۳) ”فإن دفن بلا صلاة صلی علی قبره مالم یتفسخ؛ لأن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلی علی قبر

امرأة من الأنصار..... قال: و قید بعدم التفسخ؛ لأنه لا یصلی علیہ بعد التفسخ؛ لأن الصلاة شرعت

علی بدن الميت فإذا تفسخ لم یبق بدنه قائماً“. (البحر الرائق: ۲/۳۳۰، کتاب الجنائز، فصل السلطان

أحق بصلاته، رشیدیہ)

”لا إله إلا الله محمد رسول الله“ تک کے ذریعہ سے زمین پر ”خلافتِ الہی“ کا قیام مقصود تھا تو پھر کیا اس وقت کسی بھی مملکت میں عملی خلافت ابھی قائم ہے؟

۲..... خلافتِ الہی کا مطلب امامت اور امارت ہے یا کچھ اور جیسا کہ مرکز میں تبلیغی جماعت کے امیر

ہیں یا امام اور دونوں کی بنیادی ذمہ داریاں کیا کیا ہیں؟

۳..... ہمارے کونسے علماء کا گروہ بصورتِ جماعتِ خلافتِ الہی کے سلسلے میں خدائی قانون اور حکومت

کے نفاذ میں سعی کر رہا ہے؟

۴..... کلامِ پاک میں صلوٰۃ کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ کا ذکر ہے، صلوٰۃ کی نسبت سے زکوٰۃ کے بارے میں

ہمارا کیا عمل ہے؟ جب کہ صلوٰۃ کا ایک باقاعدہ جماعتی نظام ہند اور بیرون ہند میں کام کر رہا ہے؟

۵..... مدارسِ دینیہ مروجہ طریقہ سے چندہ کے ذریعہ چلانا، مہمانانِ رسول کو صدقہ، خیرات، زکوٰۃ کا مال

کھلا کر علم پڑھانا، کیا آپ کو حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خیالات عالیہ بسلسلہ چندہ و تعلیمِ دین سے اتفاق ہے، جب کہ آپ دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کے ممبر ہیں؟

گلا تو گھونٹ دیا اہلِ مدرسہ نے تیرا پھر کہاں سے آئے صدائے لا إله إلا الله

یہ نیم ششی، یہ مراقبے، یہ سرود تیری خودی کے نگہبان نہیں تو کچھ بھی نہیں

الجواب: مکرم و محترم زیدت مکارمکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

منتظر نظارے ہیں چشمِ خمارِ آلود کھول

اٹھ کلیدِ فتح بن، قفلِ درِ مقصود کھول

۱..... مقصودِ تعلیمِ عبدیت ہے: ﴿ما خلقت الجن والإنس إلا ليعبدون﴾ الآية (۱)، خلافت

موعود ہے: ﴿وعد الله الذين آمنوا منكم و عملوا الصالحات لیستخلفنهم فی الأرض﴾ (۲)، مقصود

سے صرف نظر کر کے اس مقصود پر جو چیز موعود ہو، اس کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوتا۔

۲..... انسانِ خدا کی دی ہوئی قوتوں اور صلاحیتوں کو اپنے خالق کی رضا کے لئے وقف کر دے اور اس کو نصب

(۱) (الذاریات: ۵۶)

(۲) (النور: ۵۵)

العین بنا لے تو پھر قدرتی طور سے اس کو اس کی حیثیت کے موافق منصب عطا ہوتا ہے اور وہ صفاتِ خداوندی کو زیادہ سے زیادہ جلوہ گرد دیکھتا ہے اور مخلوق اس سے اثر لے کر اطاعت کا ثبوت دیتی ہے یعنی جتنا یہ مطیع احکامِ خداوندی ہوتا جاتا ہے اس کا اثر دوسروں پر پڑ کر دوسرے احکامِ خداوندی میں اس کی اطاعت کرتے ہیں اس میں جعل اور تکلف کو دخل نہیں ہوتا۔

تو ہم گردن از حکم داور میچ کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو پیچ

”من تواضع لله رفعه الله“ (۱) جو امامت یا امارت دوسروں کے دینے سے ملے اس کی بنیاد تو عطاءے غیر پر ہے، جب چاہے واپس لے لے، مرکز تبلیغ میں جو کچھ ہے وہ نقل ہے، تمرین مقصود ہے۔ دوسری جماعتوں میں بھی کم یا زیادہ، اسی بنا پر استعفاء اور انتخاب، چناؤ الیکشن کی نوبت زیادہ آتی ہے۔

۳..... ”کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ“ (۲) کے تحت ہر باعمل عالم سعی میں ہے اور سعی کے موافق خدائی قانون بھی جاری ہوتا ہے، محض نعرہ لگا کر اور قرارداد، دستاویز پاس کر کے اور منشور شائع کر کے جو نتائج اور اثرات ظاہر ہوئے وہ بھی سامنے ہیں۔

۴..... صلوٰۃ کے ساتھ نہ صرف زکوٰۃ بلکہ پورے دین کے لئے جماعتی جدوجہد جاری ہے اور کامیابی ہو رہی ہے۔ بحمد اللہ۔

۵..... سب سے پہلا مدرسہ اصحابِ صفہ کی جماعت تھی، اس کا نظام تو سامنے ہوگا، حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ دارالعلوم کے سرپرست تھے ان کی رائے آخری فیصلہ کی حیثیت رکھتی تھی، مدرسہ چلانے کا طریقہ بھی ان کے سامنے تھا، میری رائے ان کے خلاف نہیں۔

این جوانان تشنه لب، خالی دماغ
شسته رو، تاریک جاں، روشن دماغ
کم نگاه و بے یقین، و ناامید
چشم شان اندر جہاں چیزے ندید

والسلام احقر محمود غفرلہ

(۱) (مشکاة المصابیح، عن عمر بن الخطاب: ۴۳۴/۲، کتاب الآداب، باب الغضب والكبر، الفصل الثالث، قديمی)

(۲) ”عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”ألا كلکم

راع و کلکم مسئول عن رعیتہ، فالإمام الذي على الناس راع و هو مسئول عن رعیتہ“. الحدیث.

(مشکاة المصابیح: ۳۲۱/۲، کتاب الإمارة والقضاء، الفصل الأول، قديمی)

اسلامی حکومت کہیں نہیں، اس کی وجہ

سوال [۵۱۵]: مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے اپنی کتاب ”حقوق الزوجین“،

ص: ۹۷ سے ص: ۱۰۸ تک میں ارتداد احد الزوجین، خیار بلوغ، ولایت اجبار کی شرائط اور مہر کے متعلق اپنی جس فقہی آراء کا اظہار فرمایا ہے کیا وہ صحیح ہیں؟ اگر نہیں تو رہنمائی فرمائی جائے۔

۲..... جبکہ اسلام مکمل نظام حیات ہے اور انسانی فطرت کے عین مطابق ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ آج دنیا کے کسی بھی ملک میں صحیح نظام نہیں، اسلامی حکومت قائم نہیں، کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ اسلامی حکومت کے قوانین انسان کے مزاج کے مطابق امور خیر و فلاح کے حامل نہیں، کیونکہ اگر ان میں کچھ بھی افادیت ہوتی تو کہیں نہ کہیں ضرور اسلامی حکومت قائم ہوتی، آخر دنیا کے سب لوگ تو خراب نہیں ہیں، پھر جب تک دنیا کی حکومت کا صحیح نظام نہیں دیکھا تھا تو وہ معذور تھی لیکن جب اسلام آیا تو صحیح نظام حکومت سامنے آیا، تو کیا وجہ ہے کہ خلفائے اربعہ کے بعد سے آج تک کوئی بھی شخص حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کے سوا اسلامی ہدایات کے مطابق خلیفہ منتخب نہ ہوا اور نہ مستقبل ہی میں اس کا امکان نظر آ رہا ہے کہ ایسا ہوگا، کیا اس میں دنیا کا قصور ہے یا اسلام کے نظام کا نقص ہے؟

الجواب حامدًا ومصلياً:

۱..... بیس سال سے زائد کا عرصہ ہوا جب وہ کتاب جماعت اسلامی کے ایک مبلغ نے دی تھی، اس وقت مطالعہ کر کے جو باتیں اس میں فقہ حنفی کے خلاف تھیں وہ لکھ کر ان کو دیدی تھیں، کتاب بھی واپس کر دی تھی، اب نہ کتاب پاس ہے نہ وہ ان کے تفردات موجود ہیں۔ ایک ”حقوق الزوجین“ ہی کیا مودودی صاحب توفیق اور کلام میں ایک خاص مسلک رکھتے ہیں، جیسا کہ خود انہوں نے تصریح کی ہے، وہ اپنے اس مسلک میں کسی مجتہد کے تابع نہیں، کیونکہ تقلید ان کے نزدیک گناہ سے بھی شدیدتر چیز ہے جیسا کہ ”رسائل و مسائل“ میں موجود ہے، لہذا ان کے متعلق یہ فکر کہ ان کی فقہی آراء کہاں تک دیگر فقہائے کرام کے موافق ہیں اور کہاں تک ان کی دی ہوئی دلیلوں کے مطابق ہیں ایسی ہی ہے جیسے کسی دوسرے نئے مدعی اجتہاد کے دعوؤں اور دلیلوں کے متعلق ہو جو شخص ان کو امت کا بہترین فرد تصور کرتا ہے وہ ان کے ہر سیاہ و سفید کو مانتا ہے، جس کو اختلاف ہوتا ہے وہ جماعت سے علیحدہ ہو کر ان کی بنیاد ہی کو غلط کہتا ہے جیسا کہ مولانا امین احسن اصلاحی صاحب، حکیم عبدالرحیم اشرف

صاحب، وحید الدین خان صاحب وغیرہ کی تحریرات و تصنیفات میں تفصیل مذکور ہے۔

۲..... یہ اسلام کا نقص نہیں بلکہ جو لوگ احکام اسلام کو قبول نہیں کرتے ان کا قصور ہے، تسلیم کرنے والوں کی تعداد نہ تسلیم کرنے والوں کے مقابلہ میں قلیل ہے، زمانہ خیر القرون میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کی بدولت ایسے حضرات کثیر تعداد میں تھے، ان کے مقابلہ میں نہ ماننے والے (منافقین) اقلیت میں تھے، پھر وہ نزول وحی کا دور تھا، اس کے بعد رفتہ رفتہ اس کی خیر میں قلت پیدا ہوتی گئی جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: ”خیر القرون قرنی، ثم الذین یلونہم“ الخ ”ثم یفشوا الکذب“ (الحديث) (۱)۔

جو کچھ تغیر روز بروز ہو رہا ہے، وہ حدیث شریف کی پیش گوئیوں کے مطابق ہو رہا ہے، مگر اس کا یہ مقصد

ہرگز نہیں کہ سعی بھی نہ کی جائے، سعی بہر حال تادم آخر لازم ہے۔

درمیان میں اور بھی صالح افراد کا انتخاب ہوا، انہوں نے بھی اپنے حوصلہ کے مطابق اصلاحی کام کئے ہیں، مگر ظاہر ہے کہ بعد کے لوگ خلفائے اربعہ کے درجہ کو ہرگز نہیں پہنچ سکتے، بلکہ کسی صحابی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتے۔ بعض آدمی ان اکابر پر بھی تخریبی تنقید کر ڈالتے ہیں، کہ ان میں یہ خرابیاں تھیں یہ کمزوریاں تھیں (۲)، ایسی تنقیدوں کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان حضرات سے سوء ظن پیدا ہو کر خیال قائم ہوتا ہے کہ اسلام کو پورے طور پر کسی نے نہیں سمجھا اور کسی کی زندگی اسلامی زندگی نہیں تھی، بلکہ اسلام آج تک غیر واضح ہے۔

غور کیجئے کہ سچ بولنا، امانت دار ہونا، کسی پر ظلم نہ کرنا، ہمدردی کرنا یہ ایسے اخلاق ہیں کہ سب کے ہی نزدیک مطابق فطرت اور پسندیدہ ہیں، اور ان کے خلاف کرنا سب کے ہی نزدیک قبیح ہے، مگر کتنے لوگ ان کو اختیار کرتے ہیں، حالانکہ ان کیلئے کسی شوکت و قوت کی ضرورت نہیں، ہر شخص بلا تامل اختیار کر سکتا ہے، لیکن پھر

(۱) لم أجدہ بهذا اللفظ وقد ذکرہ الإمام أحمد فی مسندہ والنسائی فی سننہ بلفظہما: ”عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”أكرموا أصحابی، فإنہم خيار کم، ثم الذین یلونہم، ثم الذین یلونہم، ثم یظہر الکذب“۔ الحدیث رواہ النسائی . (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب المناقب والفضائل، باب فضائل الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم أجمعین، الفصل الثانی، ص: ۵۵۴، قدیمی)

(ومسند الإمام أحمد، مسند عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ۱/۳۳، رقم الحدیث:

۱۱۵، دار احیاء التراث العربی بیروت)

(۲) ”قد سبق نبذة من فضائلہم تحت عنوان: ”کیا صحابہ کرام سے گناہ کا صدور ہو سکتا ہے؟“

بھی ان کو اختیار نہیں کیا جاتا، روئے زمین پر کوئی چھوٹی سے چھوٹی بستی بھی ایسی نہ ہوگی جہاں کے لوگ ان کو اختیار کئے ہوئے ہوں تو یہ اختیار نہ کرنے والے کا قصور ہے، ان اخلاق کا نقص نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

مسلك علماء دیوبند

سوال [۵۱۶]: مسلك علمائے دیوبند وغیرہ اور ان میں نقائص نکالنا، ان کو سب و شتم کرنا اور طریقہ

جماعت اسلامی پر عمل کرنا کیسا ہے؟ مسلمانوں سے کدورت رکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

مسلك علمائے دیوبند عین کتاب و سنت اور طریقہ اسلاف عظام کے مطابق ہے، اس میں نقص نکالنا

غلط ہے، افراد میں کوتاہی ہو سکتی ہے اور اپنی کوتاہی کی اصلاح سے کسی کو بھی غافل نہیں رہنا چاہیے اور جو عام مسلمان عملی کوتاہی میں مبتلا ہیں وہ قابل رحم ہیں ان سے کدورت رکھ کر ان کو حقیر سمجھنا درست نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۴/۸۹ھ۔

(۱) قال الله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرُ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ﴾ (الحجرات، آیت: ۱۱)

”وقال القرطبي: السخرية الإستحقاق والاستهانة والتنبية على العيوب والنقائص بوجه

يضحك منه، وقد تكون بالمحاكاة بالفعل والقول، أو الإشارة أو الإيماء أو الضحك على كلام

المسخور منه إذا تخط فيه..... والآية على ما روى عن مقاتل نزلت في قوم من بني تميم سخروا

من بلال، وسلمان، وعمار، وخباب، وصهيب، وابن نهيرة، وسالم مولى أبي حذيفة رضي الله تعالى

عنهم“ (روح المعاني: ۲۶/۱۵۲، دار إحياء التراث بيروت)

”عن أبي هريرة - رضي الله تعالى عنه - قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”المسلم

أخو المسلم لا يظلمه ولا يخذله ولا يحقره، التقوى ههنا“ ويشير إلى صدره ثلاث مرار ”بحسب إمرء

من الشر أن يحقر أخاه المسلم، كل المسلم على المسلم حرام: دمه وماله وعرضه“. رواه مسلم“.

(مشكوه المصابيح، كتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة على الخلق: ۲/۴۲۲، قديمي)

مودودی صاحب کی ایک کتاب سے متعلق مشورہ

سوال [۵۱۷]: مولانا مودودی کی ایک کتاب کے بارے میں مشورہ طلب کیا جس کا حسب

ذیل جواب دیا گیا۔

جواب: مکرم و محترم زیدت مکارمکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کی مرسلہ کتاب پہونچی جس کے متعلق آپ نے داخل نصاب کرنے کا مشورہ طلب کیا ہے، اولاً معذرت پیش کرتا ہوں کہ جواب میں تاخیر ہوگئی، زحمت انتظار کو معاف فرمائیں۔ صورت یہ پیش آئی کہ کتاب الماری میں دوسری کتابوں کے ساتھ رکھ دی تھی، جب ہی باہر جانا ہو گیا تو طلباء نے دیمک کے ڈر سے سب کتابوں کو دھوپ دی، واپسی پر دیکھا تو کتاب وہاں نہیں تھی، معلوم ہوا کہ غیر مجلد کتابیں مخلوط ہو گئیں، ترتیب قائم نہیں ہو سکی، اس اثناء میں آپ کا خط بصورت تقاضا پہونچا جو کہ بالکل بر محل تھا، بڑی تفتیش کے بعد مل گئی، فالحمد للہ۔

کتاب کو دیکھنا شروع کیا طرز تحریر اور بچوں کی زبان میں عام فہم بیان سے دل مسرور ہوا اور خیال پیدا ہوا کہ جماعت اسلامی اگر اسی طرح جمہور اہل سنت والجماعت کے موافق دین (عقائد و اعمال) کو پیش کرے اور سلف صالحین کے خلاف اپنے خصوصی تفردات کو ان میں داخل نہ کرے تو ان سے اختلاف کی کوئی وجہ نہ ہو بلکہ ایسی کتابیں سب جگہ داخل نصاب کر لی جائیں، اور مصنفین کیلئے صمیم، قلب سے دعائیں نکلیں، ابتدائی حصہ میں کچھ مسامحات بھی معلوم ہوں، ان کو کوتاہی پر محمول کیا کہ اس قسم کی فرو گذاشت کا ہو جانا بعید نہیں، مگر آہستہ آہستہ کتاب میں اس جماعت کی خصوصی چیزیں بھی آنا شروع ہوئیں اور کافی مقدار میں آگئیں، افسوس صد افسوس کہ یہ کتاب بھی جماعت کے جراثیم سے محفوظ اور پاک نہ رہ سکی ”انا للہ وانا الیہ راجعون“۔

جماعت اسلامی کے بانی سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے فقہ اور کلام میں اپنا ایک خاص مسلک تجویز

کیا ہے (۱) اور اس کا اعلان کر دیا ہے جو سب سے جداگانہ ہے، اس کا اثر اس کتاب میں کافی موجود ہے، امیر جماعت کے مسلک کا اثر جماعت اور جماعتی لٹریچر پر پڑنا فطرتاً ضروری ہے، اس لئے اس کتاب کو داخل نصاب

(۱) ”میں نہ مسلک اہل حدیث کو اس کی تمام تفصیلات کے ساتھ صحیح سمجھتا ہوں اور نہ حقیقت یا شافیعت ہی کا پابند ہوں“۔

(رسائل و مسائل: ۱/۲۳۵)

مزید تفصیل کیلئے دیکھئے: (احسن الفتاویٰ، رسالہ مودودی صاحب اور تخریب اسلام: ۱/۲۹۹، سعید)

نہ کیا جائے، ورنہ معصوم بچوں کے قلب و دماغ پر ایسے ہی نقوش قائم ہوں گے جیسے موذوبی صاحب قائم کرنا چاہتے ہیں، آپ نے بطور مشورہ دریافت کیا تھا، اس لئے، ”المستشار مؤتمن“ (۱) کے تحت بغیر کسی بحث، جدل، تفصیل کے، مخلصانہ مشورہ یہی ہے، کتاب حسب ہدایت کتب خانہ دارالعلوم میں داخل کر دی ہے، جس کی رسید ارسال ہے۔ امید کہ مزاج گرامی بعافیت ہوگا۔ طالب دعاء:

احقر محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۸/۸۹ھ۔

دیوبند کے ایک فتویٰ پر اعتراض اور اس کا جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

بخدمت شریف جناب قاری محمد طیب دامت برکاتہم مہتمم دارالعلوم دیوبند!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہاں بنگلور میں ایک ملا صاحب، مولوی کے، ایچ، ابراہیم نامی جو بال کی کھال نکالنے میں بڑے ہوشیار ہیں اور جو مدتوں سے مولانا موذوبی کی کتابوں سے عبارتوں کو نکال کر توڑ مروڑ کر کے مسلمانوں کے درمیان پھوٹ ڈالتے ہیں، شروع شروع میں تو ان کی یہ چال بازی چلنے لگی مگر رفتہ رفتہ مخالفین میں سے ہی بہت سے لوگ خود انہیں کو اب ملامت کرنے لگے ہیں اور انہیں چارو ناچار بنگلور چھوڑنا پڑا، چونکہ ان کی چال بازی کا اثر لوگوں میں سرد پڑ گیا ہے اس لئے وہ اب بنگلور سے کچھ تیس میل دور ”اپنی تنگڈی“ نامی شہر میں فتنہ کرنا شروع کر دیا ہے اور پھر سے مسلمانوں کو لڑانے کے درپے ہو گئے ہیں، اور اب ایک نیا فتنہ کھڑا کیا ہے۔ وہ یہ کہتے جارہے ہیں کہ دارالعلوم کا وہ فتویٰ جو مفتی محمود احمد صدیقی صاحب نے جماعت اسلامی کے بارے میں ۱۹۶۵ء میں دیا تھا اس کے بارے میں دارالعلوم میں بہت بڑا جھگڑا ہو گیا اور اس فتویٰ کو منسوخ کر دیا گیا ہے۔

اور مفتی محمود صاحب کو دارالافتاء سے خارج کر دیا گیا ہے اور ایک نئے مفتی کو جو مفتی محمود حسن صاحب

(۱) ”عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حدیث: فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ”اخرت منہما“ فقال: یا نبی اللہ! اختر لی، فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”ان المستشار مؤتمن، خذہذا، فانی رأیتہ یصلی، واستوص بہ“۔ رواہ الترمذی“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب الحذر والثانی فی الأمور، الفصل الثانی، ص: ۴۳۰، قدیمی)

کے نام سے ہیں منتخب کیا گیا ہے اور اب اسی مفتی صاحب نے سابقہ فتویٰ کے خلاف میں ایک نیا فتویٰ صادر کیا ہے جس کی نقل اس استفتاء کے ساتھ ہے جس کا فتویٰ نمبر: ۲۵۵۱ بتایا جاتا ہے، اس فتویٰ کو جب ہم نے غور سے مطالعہ کیا تو اول تو ہمیں فتویٰ ہی ایک مفتی کی شایان شان معلوم نہیں ہوتا اور دوسری بات یہ ہے کہ کٹر سے کٹر بددین بھی اس خیر القرون کو جہالت سے تعبیر نہیں کر سکتا۔

براہ کرم! آپ اس کو ایک اہم دینی خدمت جانتے ہوئے اس کی پوری تحقیق کریں، اگر یہ دارالعلوم کی مہر کے ساتھ ایک جعلی فتویٰ ہے تو اس ملا صاحب کی انشاء اللہ خوب خبر لی جائے گی کہ انہوں نے ایسی گستاخی اور بدنامی کو ایک بہترین اور خالص دینی ادارہ دارالعلوم کے سرکیوں تھوپا اور اگر یہ صحیح ہے تو اس مفتی صاحب کو مولانا مودودی کی وہ کونسی عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ انہوں نے سلف الصالحین کو حتیٰ کہ خلفائے راشدین تک کو اسلام سے کورے اور جاہل بتا دیا؟ اور یہ بات کہاں کہی گئی ہے کہ جماعت کے بغیر اسلام نہیں اور امیر کے بغیر جماعت نہیں اور امیر اعلیٰ وہ ابوالاعلیٰ مودودی ہیں، لہذا جو اس جماعت میں شریک ہوں وہ مسلمان جو خارج ہوں وہ مرتد ہیں؟

براہ کرم! اس بارے میں خصوصی توجہ دیں اور تحقیق کریں اس لئے کہ ایسی جماعت کے تو ہم بھی سخت مخالف ہیں اور جو خیر القرون کے اسلام کو جہالت کہے تو اس کے کفر میں ذرا بھی شک نہیں۔ اللہ رب العزت آپ کو دونوں جہانوں میں جزائے خیر دے۔ بینوا توجروا آمین۔ فقط:

حکیم محمود، معرفت بدریا کلاتھرا سٹور، آپی ٹکنڈ وئی، میسور۔

بسم الله الرحمن الرحيم

فتویٰ نمبر: ۲۵۰۱۔ حامداً ومصلياً: الفرقة المحدثة المودودية المسماة بالجماعة الإسلامية حدثت سنة ۱۳۶۰ هـ، وتشكلت، وهي ليست على الطريقة السنية، بل أخذت بعض الأمور من المعتزلة وبعضاً من الخوارج والروافض والجهمية، وادعت أن الحياة الإسلامية لا توجد اليوم في فرد من أفراد المسلمين، ولا في من سلف، وهي من أعيان المسلمين المحمدية من الفقهاء والمحدثين والمتكلمين والصفوية، بل من التابعين والصحابة حتى الخلفاء الراشدين، بل كانت حياتهم متبرون من الجاهلية، وكانت الجاهلية تشتعل مرة بعد مرة، وكانت تصدر من أكابر الصحابة أعمال الجاهلية وقال رئيس تلك الفرقة: لا سبيل بين الإسلام والجاهلية، وهذه

الفرقة لا تعتمد على أحد بل تقول: نحن نأخذ ديناً من الكتاب والسنة ولا نأخذ من الأشخاص الموجودين في الحال ولا ممن سلف في الماضي. وتقول: من كان صدره خالياً عما ندعى لا يسكن الإيمان فيه، وتقول: من يريد أن يدخل في جماعة لا بد له من تجد يد شهادتين، ومن خرج عن جماعة بعد الدخول فهو مرتد۔

فالحاصل: أن الإسلام هو الدخول في الجماعة، والإرتداد هو الخروج عنها. وتقول: لا إسلام بدون الجماعة، ولا جماعة إلا بأمير، والأمير هو أبو الأعلى مودودي، وطاعة الأمير واجبة، وتشمل كتبه على التلبيسات والأباطيل. وقد أشيعت كتب متعددة في ترديد هذه الفرقة من دار العلوم ديوبند وغيرها، ولعل التجلي لم يطلع عليها، بل اطلع على الفتوى المذكورة في السؤال، فقط۔

والحال أن تلك الفتوى من زلة القلم، وشنع عليها أرباب دار العلوم مراراً، وأشيع هذا التشيع في الأخبار والرسائل حتى عزل المفتي الموصوف من دار الإفتاء، وصاحب التجلي لا يعلم ولا يعرف الفتوى الموصوفة، وهذا أيضاً من خزعبلات تلك الفرقة. والله الموفق لما يحب ويرضى۔

حرره العبد محمود غفر له دار العلوم ديوبند، ۱۱/۵/۹۰ھ۔

مكرم ومحترم، زيداً احترامه!

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

الجواب حامداً ومصلياً:

دار العلوم کے صدر مفتی مہدی حسن صاحب اور نائب مفتی مسعود احمد صاحب سخت علیل ہو گئے تھے اس وجہ سے عارضی طور پر مفتی محمود احمد صاحب نانوتوی کو کچھ عرصہ قیام کیلئے تجویز کیا گیا، دارالافتاء میں سوال سب طرح کے آتے ہیں، چنانچہ جماعت اسلامی اور اس کے بانی سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے متعلق بھی سوالات آئے، مفتی محمود احمد صاحب صدیقی نانوتوی نے اپنے دیگر مشاغل کی وجہ سے اس جماعت کے بانی اور دوسرے بڑے ذمہ داروں کی کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا تھا اور بعض آدمی اسی جماعت سے منسلک بھی گاہے گاہے

ملتے، اور اس کی تعریف کیا کرتے تھے، کسی مسلمان سے نیک گمان قائم کرنے کیلئے دلیل کی حاجت بھی نہیں، اس کا مسلمان ہونا ہی کافی ہے، اور پھر جب کہ بعض آدمیوں نے تعریف بھی کی ہو تو اس نیک گمان کو قوت ہوگئی، اس وجہ سے مفتی محمود احمد صاحب صدیقی نانوتوی نے وہ فتویٰ تحریر کر دیا جس کا آپ نے تذکرہ کیا ہے، پھر اس جماعت کے ہمدردان نے اس کو کثیر مقدار میں چھپوا کر شائع کیا اور قوم کو یقین دلانے کی کوشش کی کہ دارالعلوم دیوبند مودودی صاحب کے موافق اور ہم خیال ہے، پھر جب دارالعلوم کے حضرات کو اس کا علم ہوا تو بہت افسوس ہوا کہ تھوڑی سی غفلت سے دارالعلوم کی طرف غلط بات منسوب کر دی گئی، اس کی مکافات میں اس فتویٰ کی تردید بھی شائع کی گئی۔

دارالعلوم کی طرف سے مفتی محمود احمد صاحب صدیقی نانوتوی کے اس فتویٰ سے بہت پہلے ہی سے مودودی صاحب کے متعلق متعدد رسالے شائع ہو چکے تھے، جن میں بتلایا گیا تھا کہ یہ جماعت صحیح راستہ پر نہیں ہے۔ مودودی صاحب کی کتابوں میں کچھ باتیں معتزلہ کی ہیں، کچھ خوارج کی ہیں، کچھ روافض کی، کچھ اہل حدیث غیر مقلدین کی ہیں، کچھ منکرین حدیث کی ہیں، کچھ کمیونسٹوں کی ہیں، اس لئے جو شخص ان سب باتوں کو تسلیم کرتا ہے، وہ صحیح راستہ پر نہیں ہے، وہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں۔

حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی صدر مدرس و شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند نے متعدد رسالے تصنیف فرمائے جن میں اس جماعت کی گمراہیاں تحریر فرمائیں، ”مکتوب ہدایت“، ”دستور مودودی کی حقیقت“ وغیرہ۔ دارالعلوم کے صدر مفتی سید مہدی حسن صاحب نے رسالہ لکھا ”آئینہ تحریک مودودیت“ جس پر جملہ اساتذہ دارالعلوم دیوبند کے دستخط ہیں، مولانا اعزاز علی صاحب استاذ دارالعلوم نے ”مکتوبات“ کو شائع فرمایا، اسی طرح ”مودودی مذہب“، ”تنبیہات“ وغیرہ کتابیں یہاں سے شائع ہوئی ہیں، یہ سب مفتی صاحب صدیقی نانوتوی کے یہاں تشریف لانے اور فتویٰ لکھنے سے پہلے کی ہی ہیں مگر ان کو خبر نہیں تھی۔ یہ عنوان کہ ان کے فتویٰ کو منسوخ کر دیا گیا ہے، غلط ہے بلکہ ان کا وہ فتویٰ ہی دارالعلوم کے مسلمہ شائع شدہ مسلک کے خلاف تھا جس کی وجہ سے بات دور تک پہنچی۔ تو یہ اس فتویٰ کی حقیقت تھی جس کا آپ نے حوالہ دیا ہے۔

اب وہ عبارتیں نقل کرتا ہوں جو آپ کو بھی اجنبی معلوم ہوتی ہیں، اگر آپ ٹھنڈے دل سے غور کریں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو بھی نفع ہوگا۔ ۳۲ صفحہ کا ایک کتابچہ ہے جس کا نام ہے ”جماعت اسلامی کا پہلا

اجتماع“۔ دفتر ترجمان القرآن پونچر روڈ لاہور سے شائع ہوا ہے، اس کے صفحہ: ۱۴، پر ہے:

”آخری چیز جو جماعتی زندگی کیلئے اہم ترین ہے وہ یہ ہے کہ اسلام بغیر جماعت کے نہیں اور جماعت بغیر امارت کے نہیں ہے۔ اس قاعدہ کلیہ کے مطابق آپ کیلئے ضروری ہے کہ جماعت بننے کے ساتھ ہی آپ اپنے لیے ایک امیر منتخب کر لیں“..... ص: ۱۸ پر ہے: ”اس کے بعد باتفاق کلی لوگوں نے سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کو اپنا امیر منتخب کیا“۔ اسی کتاب کے ص: ۲۷ پر ہے: ”جماعت میں جب بھی کوئی نیا شخص داخل ہو تو اسے پورا احساس ذمہ داری دلا کر از سر نو کلمہ شہادت ادا کرایا جائے اور پھر اس سے دریافت کیا جائے کہ وہ اپنے آپ کو جماعت کے کس طبقہ میں شامل ہونے کے لئے پیش کرتا ہے، اس معاملہ میں کسی بڑے سے بڑے اور مشہور سے مشہور شخص کے لئے بھی استثناء نہیں ہے، بڑے سے بڑے عالم اور شیخ طریقت کو بھی داخل جماعت ہوتے وقت تجدید ایمان کرنی ہوگی“۔ اس کتاب کے ص: ۱۰ پر ہے: ”اس کے بعد سب سے پہلے ابوالاعلیٰ صاحب اٹھے اور کلمہ شہادت ”أشهد أن لا إله إلا الله و أشهد أن محمداً رسول الله“ کا اعادہ کیا، اور کہا کہ لوگو! گواہ رہو کہ میں آج از سر نو ایمان لاتا اور جماعت اسلامی میں شریک ہوتا ہوں“۔

اس کتاب کے ص: ۱۱ پر ہے: ”جب سب لوگ شہادت ادا کر چکے تو مودودی صاحب نے اعلان کیا کہ اب جماعت اسلامی کی تشکیل ہوگئی“۔ اسی کتاب کے ص: ۹ پر ہے: ”البتہ یہ بات ہر اس شخص کو جو جماعت اسلامی میں آئے اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ جو کام اس جماعت کے پیش نظر ہے وہ کوئی ہلکا اور آسان کام نہیں، اس لئے ہر شخص کو قدم بڑھانے سے پہلے خوب سمجھ لینا چاہیے کہ وہ کن خازروں میں قدم رکھ رہا ہے، یہ وہ راستہ نہیں ہے جس میں آگے بڑھنا اور پیچھے ہٹ جانا دونوں یکساں ہوں، نہیں! یہاں پیچھے ہٹنے کے معنی ارتداد کے ہیں، خدا کی طرف سے پیٹھ موڑنے کے ہیں“۔

اپنی طرف سے میں ان عبارتوں کی تشریح نہیں کرنا چاہتا، اصل عبارات نقل کر دی ہیں جو کہ ایک ہی کتاب میں ہیں۔ صفحہ کا حوالہ بھی دے دیا۔ اکابر محدثین، فقہاء، اولیاء، تابعین صحابہ پر جو تخریبی تنقید کی ہے، وہ بھی سب چھپی ہوئی ہے۔ مولانا صدر الدین صاحب اصلاحی نے مودودی صاحب کی خدمت میں رہ کر ان کی ہدایات کے تحت ایک کتاب تصنیف کی ہے جس کا نام ہے ”معرکہ اسلام و جاہلیت“۔ مودودی صاحب نے بھی اس کی بہت تعریف کی ہے، اس میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی

نہیں بخشا، ان کے اور دیگر صحابہ کرام کے متعلق لکھا ہے کہ ”فلاں وقت ان پر غیر اسلامی اور غیر دینی اور جاہلیت کا حملہ ہوا اور اس قسم کے حملے ہوتے رہتے تھے، جاہلیت کے جذبات بار بار ان میں ابھرتے تھے“۔

”خلافت و ملوکیت“ میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مودودی صاحب نے اتنا کچھ لکھا ہے کہ اللہ کی پناہ، اور باور کرایا ہے کہ وہ خلافت کے اہل نہیں تھے، انہوں نے نفسانی جذبات کے تحت بہت مظالم کئے، یہ تو نہیں لکھا کہ یہی اکابر ”اسلام سے کورے تھے“ نہ یہاں کے فتویٰ میں ان کی طرف یہ بات ان کی طرف منسوب کی گئی ہے، البتہ ان کی تحریرات سے بات بالکل واضح ہے کہ مودودی صاحب کے نزدیک ان صحابہ کرام کی مقدس زندگی بھی پوری اسلامی زندگی نہیں تھی، جیسی زندگی مودودی صاحب چاہتے ہیں اس سے یہ اسلاف کرام صحابہ عظام محروم تھے۔ ”تجدید و احیائے دین“ میں بھی اس کے کافی نمونے موجود ہیں۔ مودودی صاحب سے کہا گیا کہ آپ کی تحریک کو علماء اور مشائخ قبول نہیں کرتے ہیں بلکہ مخالفت کرتے ہیں، اس کا جواب مودودی صاحب نے جو کچھ دیا ہے وہ سوال و جواب بعینہ نقل کرتا ہوں:

علماء و مشائخ کی آڑ

”ایک اعتراض جو پہلے بھی بار بار سن چکا ہوں اور آج بھی وہ میرے پاس تحریری شکل میں آیا ہے، وہ یہ ہے کہ ایسے ایسے بڑے بڑے علماء اور پیشوایان دین (جن کے کچھ نام بھی گنائے گئے ہیں) کیا دین سے اس قدر ناواقف تھے کہ نہ صرف یہ کہ انہوں نے دین کے ان تقاضوں کو جو تم بیان کرتے ہو، نہیں سمجھا اور پورا کر نیکی طرف توجہ نہیں کی بلکہ تمہارے بیان کرنے کے بعد بھی انہوں نے اسے تسلیم نہیں کیا اور نہ تمہارے ساتھ تعاون قبول کیا، کیا اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ سب دین سے ناواقف ہیں؟ یا اس بات کا کہ تم نے خود دین کے نام سے ایک ایسی چیز پیش کی ہے جو مقتضیات دین میں سے نہیں ہے؟

اس سوال کا مختصر جواب میرے پاس یہ ہے کہ میں نے دین کو ماضی یا حال کے اشخاص سے سمجھنے کے بجائے قرآن و سنت سے سمجھنے کی کوشش کی ہے، اس لئے میں کبھی یہ معلوم کرنے کیلئے کہ خدا کا دین مجھ سے اور ہر مومن سے کیا چاہتا ہے، یہ دیکھنے کی کوشش نہیں کرتا کہ فلاں اور فلاں بزرگ کیا کہتے ہیں اور کیا کرتے ہیں، بلکہ صرف یہ دیکھنے کی کوشش کرتا ہوں کہ قرآن کیا کہتا ہے اور رسول نے کیا کہا، اسی ذریعہ معلومات کی طرف میں

آپ لوگوں کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ (ترجمان القرآن، جلد: ۲۶، ۲۱۴، ۶۵۴، ص: ۱۴۱) (۱)۔

اس جواب سے ظاہر ہے کہ مودودی صاحب دین کے سمجھنے میں ماضی اور حال کے اشخاص سے بالکل بے نیاز ہیں اس لیے وہ اپنی تحریک کے متعلق عقیدہ رکھتے ہیں کہ جو علماء ان کیساتھ شریک نہیں بلکہ ان سے اختلاف رکھتے ہیں یہ لوگ فی الواقع دین کے کسی کام کے نہیں اور یہ کہ ان کا ہمارے قریب آنا ان کے دور رہنے بلکہ مخالفت کرنے سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ (ترجمان القرآن مذکور، ص: ۲۷۰ اور جلد: ۱، ص: ۲۷) میں لکھتے ہیں (۲):

”ان کی اس کیفیت کو دیکھنے کے بعد میں بہت خوش ہوں اور خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ یہ فتنہ پسند گروہ قریب آنے کے بجائے دور جا رہا ہے۔“ پھر اسی صفحہ ۲۷۱ پر آگے لکھتے ہیں: ”مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود ان لوگوں کو یہ توفیق ہی نہیں دینا چاہتا کہ یہ لوگ اس کے دین کی خدمت کریں جن فتنوں کی یہ خدمت کرتے رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے بھی غالباً یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ ان کو انہیں فتنوں کی توفیق عطاء فرماتا رہے۔ اپنی جماعت کے متعلق ان کو جو کچھ عقیدہ ہے وہ یہ ہے کہ اس کا عمل ہی دستور ہے یعنی قرآن و سنت کے تحت دستور بنائیں کی ضرورت نہیں بلکہ جو کچھ یہ جماعت کرتی ہے وہی دستور ہیں اس میں ذرہ برابر جاہلیت کا شائبہ نہیں، اس کا پورا عمل حجت ہے۔“

چنانچہ لکھتے ہیں:

”ہمارا پہلا دستور اب سے دس سال پہلے اس وقت بنا تھا جب جماعت قائم ہوئی تھی، اس وقت ہم نے صرف چند اصولی باتیں درج کر دی تھیں اور تفصیلات کو قصداً چھوڑ دیا تھا تاکہ تحریک اور نظام کی وسعت و ترقی کے ساتھ ساتھ جماعت کا ضابطہ عمل خود بخود بنتا چلا جائے چنانچہ اس کے بعد پچھلے دس سال کے دوران میں پوری جماعت اپنی مجموعی عملدرآمد سے بتدریج اپنا ایک دستور بناتی رہی ہے جو کہیں لکھا ہوا موجود نہیں ہے بلکہ صرف جماعتی روایات کے اندر

(۱) (ترجمان القرآن: ۲۶، ۲۱۴، ۶۵۴، ص: ۱۴۱)

(۲) (ترجمان القرآن جلد: ۲۷، ص: ۲۷۰)

محفوظ ہے جماعت کے کام کا جو تعلق ہے وہ اب بھی کسی تحریر، دستور کا محتاج نہیں ہے۔“

(ترجمان القرآن جلد: ۳۶، عدد: ۶، ص: ۳۸۳، اسی شمارے کے ص: ۳۸۹) میں لکھتے ہیں (۱):

”اس جماعت کے اصول و مزاج کو دنیا کی دوسری جماعتوں کے اصول اور مزاج

سے کوئی مناسبت نہیں۔“

اسی شمارے کے ص: ۲۸۲، پر ہے کہ:

”دیوبندی، بریلوی، احراری، لیگی، پیر، وہابی اور تبلیغی جماعت سب مودودی

جماعت کی مخالفت پر متحد و متفق ہیں“ (۲)۔

ان عبارات میں غور کریں اور جذبات کو نکال کر ٹھنڈے دل سے غور کریں، حق تعالیٰ سے دعا بھی کریں کہ وہ راہ ہدایت

اور صراط مستقیم پر چلائے، گمراہی سے محفوظ رکھے کتابوں کے نام لکھ دیئے، ان میں سے اصل عبارات کو دیکھیں، کبھی یہ خیال نہ

گذرے کہ عبارات کو توڑ مروڑ کر غلط بات بنائی گئی ہے، خدائے پاک تلخیص سے بچائے۔ فقط واللہ الموفق لما يحب ويرضى۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

تبلیغی جماعت پر اعتراض اور اس کا جواب

سوال [۵۱۹]: میرا صرف خیال ہی نہیں بلکہ یقین تھا کہ موجودہ دور میں تبلیغی جماعت اہم دینی

خدمت انجام دے رہی ہے اور یہ جدوجہد بڑی حد تک امت مسلمہ کی اصلاح کا ذریعہ بن رہی ہے اور آئندہ

غیر مسلموں کی ہدایت کا ذریعہ بھی بن سکتی ہے۔ اور یہ بھی سمجھتا تھا کہ اس جماعت کا مقصد بہت ہی مقدس اور اعلیٰ

ہے، صرف کلمہ اور نماز کی تبلیغ نہیں۔ نیز اس کے طریق کار کو کتاب و سنت کے مزاج کے مطابق سمجھتا تھا مگر تبلیغی

جماعت کے بارے میں جماعت اسلامی کے ارکان کی نجی مجلسوں کے تبصرے اور اس کے لیڈروں کی تقریروں

اور تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ تبلیغی جماعت کا طریقہ کار انبیاء کی پیروی نہیں بلکہ شیطان کا ایک زبردست دھوکہ

ہے اور یہ کہ تبلیغی جماعت والے تبلیغ کے دوسرے بہتر طریقہ کار سے محرومی کے باعث اپنے طریقہ کار کو محترم

و مقدس بتاتے ہیں اور یہ کہ آج کے دور میں اگر کوئی شخص یورپ وغیرہ میں جا کر تبلیغی جماعت کے اصول کے

(۱) (ترجمان القرآن، جلد: ۳۶، عدد: ۶، ص: ۳۸۳، ص: ۳۸۹)

(۲) (ترجمان القرآن، جلد: ۳۶، عدد: ۶، ص: ۳۸۳، ص: ۲۸۲)

مطابق کام کرے گا تو وہ اپنے بے ڈھنگے پن سے اپنی محنت بھی ضائع کرے گا اور کلمہ اور نماز کی عزت بھی خاک میں ملائیگا۔ ملاحظہ ہو (ترجمان القرآن، جلد: ۳، عدد: ۵، زیر عنوان: دعوت کے طریقے، از ص: ۲۷۳ تا ۲۸۳)۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ تبلیغی جماعت کے متعلق جماعت اسلامی کے مفکرین کی یہ رائے کہ تبلیغی جماعت کا مقصد صرف ان پڑھ مسلمانوں میں کلمہ اور نماز کی تبلیغ ہے، کہاں تک درست ہے؟ جواب تفصیل سے عنایت فرمائیں، مگر اپنی طرف سے نہیں بلکہ تبلیغی جماعت کے بانی اور اس کے ذمہ دار حضرات کے کلام سے تاکہ مزید اطمینان کا باعث ہو۔

ظہیر الاسلام بنی گنچ، ہردوئی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جماعت اسلامی اپنے تجویز کردہ اصول کے مطابق (جن کی قربانی ان کیلئے غالباً ناممکن ہے) دوسری جماعتوں اور افراد پر تخریبی تنقید کرتی ہے اور وہ اپنے نزدیک تقریباً اس پر مجبور ہے اور یہ تنقید بسا اوقات اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ پڑھنے والوں کے ذہن میں ان جماعتوں اور افراد کے متعلق یہ تصور قائم ہو جاتا ہے کہ انہوں نے اصل دین کو سمجھا ہی نہیں، بلکہ اصل دین کو تخریف کر کے خواہشات نفسانی کے مطابق ڈھال کر عوام کے سامنے پیش کیا ہے جس سے انتہائی گمراہی پھیلی ہے اور لوگوں نے بددینی کو دین سمجھا ہے جس کو حقیقی اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

جماعت اسلامی کی اس قسم کی تنقیدات سے موجودہ تبلیغی جماعتیں تو کیا بچتیں گذشتہ صدیوں کے اکابر اور مقتداء بھی نہیں بچے۔ تاہم آپ کو نفس واقعہ کی تحقیق کیلئے جماعت اسلامی یا کسی اور معترض کا نام لینے کی ضرورت نہیں، آپ کیلئے مناسب یہ ہے کہ اس قسم کی وسوسہ انداز تحریر یا تقریر سے جو شبہ پیدا ہو اس کو تو ٹھنڈے دل سے غور کریں، اگر حقیقتہً وہ کوئی اصلاح طلب چیز ہے تو قرآن پاک، حدیث شریف، کلام، اصول فقہ کی روشنی میں اصلاح کر لیں اور معترض کا شکر یہ ادا کریں کہ اس کی تنقید کی وجہ سے اصلاح کا موقع ملا، اگر آپ کے پاس یہ علوم موجود نہیں تو بلا تکلف دریافت کر لیا کریں۔

شبہ مسئلہ کے جواب کیلئے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کا ایک ملفوظ نقل کرتا ہوں اس کو دیکھئے، یہ ملفوظات کا مجموعہ مولانا محمد منظور صاحب نعمانی نے تیار کیا تھا جب کہ انہوں نے ایک مقصد عظیم کیلئے سفر کیا تھا اور دیر تک دہلی نظام الدین میں قیام کر کے تبلیغی کام کو بہت نزدیک سے دیکھا اور اپنا یا تھا، کتاب و سنت کی کسوٹی پر

پرکھا، ملفوظ یہ ہے:

”ہماری جماعت کا اصل مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین پورا پورا سکھادیں، یہ تو ہمارا اصل مقصد ہے، رہی قافلوں کی چلت پھرت تو یہ اس مقصد کیلئے ابتدائی ذریعہ ہے اور کلمہ و نماز کی تلقین گویا ہمارے پورے نصاب کی ”الف، ب، ت“ ہے۔“

ایک چھوٹا سا رسالہ ”چھ باتیں“ نامی ہے اس کے اخیر میں ”تبلیغی کام کرنیوالوں کو ہدایات“ کا عنوان ہے اس کے ذیل میں نمبر: ۳ پر بھی یہ ملفوظ منقول ہے (۱)، اگر اس رسالہ ہی کو بغور دیکھ لیا جائے تو یہ شبہ اور اس قسم کے دیگر شبہات خود بخود ختم ہو جائیں، ایسے غلط شبہات و وساوس کی وجہ سے نہ کام سے بددل ہوں نہ معترض سے الجھیں خاص کر جب کہ معترض کا مزاج بھی معلوم ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

جماعت اسلامی سے متعلق قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک تحریر اور اس کی وضاحت سوال [۵۲۰]: حضرت مولانا محمد طیب صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے لکھا ہے کہ جو غالباً ۶۹ھ کے کسی مہینہ کے دارالعلوم میں ”کوائف دارالعلوم“ کے زیر عنوان موجود ہے، اور یہ مضمون رسالہ ”زندگی“ رامپور ۶۹ھ سے لیا گیا۔ جہاں تک احقر کی رائے کا تعلق ہے یہ صحیح نہیں ہے کہ مودودی صاحب کا لٹریچر دیکھنے سے ایمان جاتا رہتا ہے۔ ممدوح (قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ) نے اسلامی اجتماعیات کے بارے میں نہایت مفید اور قابل قدر ذخیرہ فراہم کر دیا ہے، اس دور خلط و اخلاط اور تلبیس و التباس میں جس بے جگری سے انہوں نے اسلامی اجتماعیات کا تجزیہ اور تنقیح کر کے اجتماعی مسائل صاف کئے ہیں، وہ انہیں کا حصہ ہے، میں انہیں اسلامی اجتماعیات کا ایک بہترین سیاسی مفکر سمجھتا ہوں۔

البتہ فقیہ اور مفتی نہیں مانتا، یہ لکھنا بھی صحیح نہیں ہے کہ اس جماعت میں داخل ہونے سے ایمان چلا جاتا ہے، آخر میں لکھا ہے کہ:

(۱) (چھ باتیں مرتب مولانا محمد عاشق الہی بلند شہری عنوان: تبلیغی کام کرنے والوں کو ہدایات: رقم: ۳، ص: ۷۹، قدیمی)

”اس جماعت کے اصول اجتماعی میں کوئی بات خلاف شریعت نظر نہیں آتی۔“

مولانا محمد طیب رحمہ اللہ تعالیٰ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے رسالہ دارالعلوم بابت ماہ مئی ۱۹۷۵ء ص: ۲۰ میں اپنے مضمون میں لکھا ہے کہ:

”ان عبارتوں یعنی جماعت اسلامی کے دستور کے واضعین کی عبارتوں میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو معیار، مینار، روشنی، چراغ راہ، جامع و مکمل نمونہ، مدار نجات اور ان کے اسوہ کو واجب الاتباع تسلیم کیا گیا۔“

نقل، رسالہ جماعت اسلامی۔ علمائے عرب و عجم کی ۱۹۶۰ء سے مندرجہ بالا مضامین سے آپ کی کیا رائے ہے؟ کیا جماعت اسلامی کا لٹریچر اور ”تفہیم القرآن“ کا پڑھنا اور سنانا شرعی نقطہ نظر سے اہل سنت والجماعت کیلئے جائز ہے؟ ہر ایک سوال کا الگ جواب دیکر ممنون فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اس میں شک نہیں کہ موودی صاحب کو مضمون نگاری کا بہت سلیقہ ہے، انگریزی داں طبقہ کی نفسیات سے خوب واقف ہیں، اس لئے کہ خود بھی ایک حصہ عمر کا اس میں گزارا ہے، اور گرد و پیش میں زیادہ تر ایسے ہی لوگ ہیں مگر ساتھ ہی کلام (عقائد) اور فقہ میں خاص مسلک رکھتے ہیں، جیسا کہ خود بھی فرماتے ہیں:

”آخر میں ایک بات کی اور توضیح کر دینا چاہتا ہوں، فقہ اور کلام کے مسائل

میں میرا ایک خاص مسلک ہے، جس کو میں نے اپنی ذاتی تحقیق کی بناء پر اختیار کیا ہے اور

پچھلے آٹھ سال کے دوران جو اصحاب ترجمان القرآن کا مطالعہ کرتے رہے ہیں وہ اس کو

جانتے ہیں۔“ (جماعت اسلامی کا پہلا اجتماع، ص: ۲۰) (۱)۔

ان کا یہ مسلک اتنا خاص ہے کہ وہ اس میں نہ حنفیت کے پابند ہیں، نہ شافعییت کے، نہ اہل حدیث کے، نہ ائمہ کلام میں سے کسی کے پابند ہیں، بلکہ ان کو صرف اپنی ذاتی تحقیق پر اعتماد ہے (۲)، اس لئے جگہ جگہ وہ

(۱) (جماعت اسلامی کا پہلا اجتماع، ص: ۲۰)

(۲) ”میں نہ مسلک اہل حدیث کو اس کی تمام تفصیلات کیساتھ صحیح سمجھتا ہوں اور نہ حنفیت یا شافعییت ہی کا پابند ہوں۔“ (رسائل

ومسائل، ج: ۱، ص: ۲۳۵، بحوالہ احسن الفتاویٰ، ۱/۳۱۶، سعید)

اپنی تصانیف میں ان سب سے متضاد نظر آتے ہیں اور ان کا یہ مجموعی مسلک سابقین میں سے کسی کے مسلک سے ہم آہنگ نہیں بلکہ ایک جدید چیز ہے، چنانچہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند جو کچھ اس کے متعلق بطور قول فیصل تحریر فرمایا ہے اور اس سے اکابر علماء نے اتفاق کیا ہے، وہ یہ ہے:

”مودودی صاحب کی جماعت اور جماعت اسلامی کے لٹریچر سے عام لوگوں پر جو اثرات مرتب ہوئے ہیں کہ ائمہ ہدایت کی اتباع سے آزادی اور بے تعلقی پیدا ہو جاتی ہے جو عوام میں مہلک اور گمراہی کا باعث ہیں اور دین سے صحیح وابستگی قائم رکھنے کیلئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اسلاف عظام سے جو تعلق رہنا چاہیے اس میں کمی آ جاتی ہے، نیز مودودی صاحب کی جو بہت سی تحقیقات غلط ہیں لوگ ان سے متاثر ہو کر مبتلا ہو جاتے ہیں اور پھر ان امور سے ایک جدید فقہ بلکہ دین ہی کی ایک محدث اور ایک نئے رنگ کی بنیاد پڑ جاتی ہے جو یقیناً مسلمانوں کے دین میں مضر ہے، اس لئے ہم ان امور پر مشتمل تحریک کو غلط اور مسلمانوں کے لئے مضر سمجھتے ہیں اور اس سے بے تعلقی کا اظہار کرتے ہیں۔“ (اصلی قول فیصل)

کسی چیز کا کفر ہونا اور قطعی طور پر اس کی وجہ سے کفر کا فتویٰ دینا ایک الگ مستقل چیز ہے اور اس چیز کا غلط ہونا اور گمراہی کا سبب بننا جداگانہ چیز ہے، اس لئے مودودی صاحب کو کافر نہیں کہا جاتا اور نہ ان کی جماعت پر کفر کا حکم کیا جاتا اور اس سے اکابر علماء نے اتفاق کیا ہے، نہ یہ کہا جاتا ہے کہ ان کی کتابوں میں تو کفر صریح ہے، نہ یہ بات ہے کہ ان کی لکھی ہوئی ہر بات غلط ہے، بلکہ اصل حقیقت کو اس ”قول فیصل“ میں بتا دیا گیا ہے۔ جن حضرات نے دستور جماعت بنایا تھا تقریباً ایک ایک کر کے سب ہی اس سے الگ ہو گئے، پھر کسی نے خاموشی اختیار کی اور کسی نے اس کی گمراہی کو پوری وضاحت سے بیان کیا۔

مولانا امین احسن صاحب اصلاحی، مولانا عبدالغفار حسن صاحب، کوثر نیازی صاحب، مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب، مولانا محمد منظور صاحب نعمانی، وحید الدین خان صاحب، عبدالرحیم صاحب اشرف، مولانا صبغة اللہ بختیاری صاحب یہ سب جماعت کے اونچے اونچے اور بہت ہی قابل اعتماد کارکن تھے وہ سب علیحدہ ہو چکے ہیں اور ”نوائے پاکستان“، ”تعبیر کی غلطی“ میں اس جماعت کی غلطیاں اور گمراہیاں تفصیل سے شائع

ہو چکی ہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ ہادی إلی صراط مستقیم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۳/۹۰ھ۔

مسئلہ تقلید اور جماعت اسلامی

مکرم و محترم جناب مفتی صاحب!

سلام مسنون

آپ کی خدمت میں چند سوالات ارسال کئے تھے سب کے جوابات تو آپ نے دیدیئے مگر مودودی جماعت کے متعلق سوال کا جواب نہیں دیا، بلکہ ٹلا دیا کہ فلاں جگہ سے دریافت کر لو، اب مکرر گزارش ہے کہ ہمیں صاف صاف بتایا جائے کہ مودودی صاحب کا عقیدہ کیا ہے؟ اور وہ مسائل میں کس امام کے پابند و مقلد ہیں، حنفی ہیں یا شافعی ہیں یا اہل حدیث ہیں؟ براہ کرم صاف صاف بتایا جائے اور دلیل کیساتھ ساتھ مع حوالہ و نقل عبارات مفصل جواب تحریر کیا جائے۔

نور محمد، مظفرنگر۔

الجواب حامداً ومصلياً :

محترمی زید احترامہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں نے پہلے آپ کے جواب میں لکھ دیا تھا کہ اس جماعت کے عقائد و اعمال کو خاص کر یہ چیز کہ وہ کس کے مقلد ہیں خود ان سے ہی دریافت کیا جائے، صاحب عقیدہ اور صاحب عمل کے ہوتے ہوئے کسی اور سے دریافت کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ عقیدہ ایک قلبی چیز ہے جس کو صاحب عقیدہ خود ہی بہتر بیان کر سکتا ہے عمل کی بناء عقیدے پر ہوتی ہے، اس کیلئے ہندوستان اور پاکستان کے دوپتے بھی تحریر کر دیئے تھے جہاں اس جماعت کا مرکز ہے، چند کتب کے نام بھی بتا دیئے تھے جن میں اس جماعت کے عقائد و افکار سے علمی اور استدلالی بحث کی گئی ہے، مختصر کارڈ میں تو مسائل کے جائز یا ناجائز کا مختصر حکم ہی لکھا جاسکتا ہے، تفصیلی بحثیں اس میں نہیں آسکتیں، مگر آپ کا پھر اصرار ہے کہ بتاؤ ”وہ مسائل میں کس امام کے پابند اور مقلد ہیں، حنفی ہیں یا شافعی ہیں یا اہل حدیث؟“ آپ کے جواب کی اب دو صورتیں ہیں: ایک صورت یہ ہے کہ اس سوال کا جواب میں اپنے الفاظ میں تحریر کر دوں، دوسری صورت یہ ہے کہ تحریک اسلامی کے بانی سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے جو اس سوال کا

(۱) (تعبیر کی غلطی، تالیف: وحید الدین خان صاحب)

جواب خود دیا ہے، بعینہ وہی نقل کر دوں، غالباً دوسری بات آپ کو اور ہر ہوش مند آدمی کو زیادہ پسند ہوگی اور وہی درحقیقت ان کے صحیح مسلک کی حیثیت سے پیش کرنے کے قابل ہوگی۔ اچھا! تو سنئے، وہ لکھتے ہیں:

موذوبی صاحب کا مسلک

۱۔ ”نہ میں مسلک اہل حدیث کو اس کی تمام تفصیلات کے ساتھ صحیح سمجھتا ہوں اور

نہ حقیقت یا شافعییت ہی کا پابند ہوں“۔ (رسائل و مسائل، ج: ۱، ص: ۳۳۵) (۱)۔

یہ تو خود مانی جماعت کا مسلک ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ جماعت میں جتنے آدمی داخل ہوں ان سب کا یہی مسلک ہو، کیونکہ انہوں نے امیر ہونے کی حیثیت سے پوری جماعت پر اس مسلک کو لازم نہیں کیا، صرف اپنا ذاتی مسلک بتایا ہے اور سب کو آزادی دی ہے کہ وہ جماعت میں داخل ہونے کے بعد بھی حنفی، شافعی، اہل حدیث جس مسلک پر چاہیں عمل کر سکتے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:

پوری جماعت اپنے مسلک میں آزاد ہے

۲۔ ”لیکن کوئی وجہ نہیں کہ جماعت اسلامی میں جو لوگ شریک ہوں ان کا فقہی مسلک لازماً میرے فقہی مسلک کے مطابق یا اس کے تابع ہو، وہ اگر فرقہ بندی کے تعصبات سے پاک ہیں اور حق کو اپنے ہی گروہ میں محدود نہ سمجھیں تو وہ اس جماعت میں رہتے ہوئے اپنے اطمینان کی حد تک حنفی، شافعی، اہل حدیث یا کسی دوسرے فقہی مسلک پر عمل کرنے میں آزاد ہیں اھ“۔ حوالہ سابق۔

اس میں صاف صاف آزادی دی گئی ہے، لیکن اس آزادی پر عمل کرنے کیلئے لٹریچر کی روشنی میں غور

کرنے سے چند امور سامنے آتے ہیں:

اول: امیر کا اس قدر کھلا ہوا ذاتی مسلک جماعت پر لازماً اثر انداز ہوگا خاص کر جبکہ اس مسلک پر دلائل قائم کرنے اور اس کو حق ثابت کرنے کیلئے، اور اس کے خلاف کو باطل کرنے کیلئے لٹریچر میں مختلف مقامات پر متعدد طرق سے زور قلم صرف کیا گیا ہے، اور جماعت کو اس کے مطالعہ، تفکر، تدبر اور اشاعت کی تاکید کی گئی

ہے، کب تک کوئی دیکھنے اور اطاعت کرنے کے باوجود متاثر نہیں ہوگا، اس کے مقابلہ میں لفظی آزادی محض زینتِ قرطاس بن کر رہ جائے گی، یا خود ان کے الفاظ میں یوں کہئے کہ اس پروانہ آزادی کی حیثیت محتاط طریقہ پر مرتب کئے ہوئے ریزولوشن اور دفتری اعلان سے زیادہ نہ ہوگی، اس کی تائید خود امیر جماعت کے قلم سے ہوتی ہے، وہ فرماتے ہیں:

مودودی صاحب کی آزادی مسلک عطا کرنے کی حقیقت

۳۔ ”جماعتوں کے نفس کا حقیقی اظہار ان کے محتاط طریقہ پر مرتب کئے ہوئے

ریزولوشن اور دفتری اعلانات میں نہیں ہوا کرتا بلکہ ان اشخاص کے انتخاب میں ہوتا ہے

جنہیں وہ اپنا لیڈر اور کارفرما اور کارکن بتاتی ہیں، اور جن کے کام کو وہ ایک طویل مدت تک

نظرِ استحسان سے دیکھتی رہتی ہیں“۔ (ترجمان، ج: ۱۱، عدد: ۳، ص: ۱۲۰) (۱)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پوری جماعت کے نفس کا حقیقی مظہر بانی جماعت سید ابوالاعلیٰ مودودی

ہیں اور وہ اپنا مسلک صاف لکھ چکے ہیں جیسا کہ عبارت نمبر: ۱ میں موجود ہے۔

دوم: اس آزادی کا فائدہ جماعت کے ”بے علم“ افراد کو تو شاید کچھ حاصل ہو جائے مگر جماعت

کے ”اہل علم“ اس سے فائدہ حاصل کرنے کے کسی طرح مجاز نہیں جیسا کہ امیر جماعت کے اس ارشاد سے ظاہر

ہوتا ہے:

تقلید اہل علم کیلئے درست نہیں

۴۔ ”جو لوگ دینی علوم کیلئے باقاعدہ تعلیم حاصل کرتے ہیں ان کیلئے عقلاً و نقلاً کسی

طرح بھی درست نہیں کہ اپنے اوپر تقلید کو لازم کر لیں اھ“۔ (ترجمان: ۱۳، عدد: ۶، ص:

(۲) (۲)۔

لہذا جماعت کے بے علم افراد تو حنفی، شافعی (مقلد) رہ سکتے ہیں، لیکن اگر جماعت میں کچھ لوگ ایسے

(۱) (ترجمان، ج: ۱۱، عدد: ۳، ص: ۱۲۰)

(۲) (ترجمان: ۱۳، عدد: ۶، ص: ۲۲۔ نیز کہتے ہیں کہ ”میرے نزدیک صاحب علم آدمی کیلئے تقلید ناجائز اور گناہ بلکہ اس سے بھی شدید

ترجیح ہے“۔ (رسائل و مسائل: ۲۲۲/۱، بحوالہ: احسن الفتاویٰ: ۱/۱۷۱، سعید)

بھی ہیں، جنہوں نے علوم دین کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی ہے، اور وہ امیر کی عطاء کردہ آزادی کے ماتحت اب تک بھی حنفی، شافعی (مقلد) ہیں یا اہل حدیث ہیں، تو نہیں معلوم ان کے پاس اپنے مسلک پر قائم رہنے کیلئے سند جواز کیا ہے، اور وہ سند عقل و نقل کی کسوٹی پر کیسے پوری اترتی ہے یا پھر ان کا حنفیت یا شافعییت پر قائم رہنا بالکل عقل و نقل کے خلاف ہے؟ اگر ایسا ہے تو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ امیر جماعت ایسے لوگوں کو کس دلیل و سند کے ماتحت برداشت کرتے اور اعتماد فرماتے ہیں جن کا مسلک ہی عقل و نقل کے خلاف ہے یا وہ اہل علم جماعت میں داخل ہوتے ہی حنفیت و شافعییت کو خیر باد کہہ چکے ہیں کہ وہ نہ حنفی، شافعی، نہ اہل حدیث، اگر وہ اس سب سے بیزار و دست بردار ہو کر بھی اپنے آپ کو حنفی، شافعی، اہل حدیث کہتے ہیں تو ان کو صادق قرار دینے کیلئے کیا تاویل اختیار کی جاتی ہے، نیز اگر وہ نہ حنفی رہے، نہ شافعی (مقلد) نہ اہل حدیث بلکہ سب سے خارج ہو گئے تو آخر وہ کیا بن گئے؟ وہ ایسا فرقہ بن گئے جس کے وجود سے اب تک غالباً اسلام کا دامن خالی رہا ہے۔

تنبیہ: واضح رہے کہ موذوبی صاحب اہل حدیث کو بھی مقلد ہی قرار دیتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

اہل حدیث بھی مقلد ہیں

۵۔ ”یہ عام اہل حدیث جو ان مسائل پر بحث کرتے پھرتے ہیں ان کا حال عام حنفیوں سے کچھ زیادہ بہتر نہیں ہے، ان کا علم بھی ویسا ہی تقلیدی ہے جیسا کہ حنفیوں کا ہے، یہ اپنے ائمہ و علماء پر اعتماد کرتے ہیں اور حنفی اپنے ائمہ و علماء پر، ان میں خود اجتہادی قابلیت نہیں، نہ حدیث کا اتنا علم اور نہ اصول میں اتنی بصیرت رکھتے ہیں کہ احکام کی تحقیق کر سکیں، ان کا یہ کہنا کہ فاتحہ خلف الامام، یا رفع یدین، یا آمین بالجہر حدیث سے ثابت ہے اور اس کا خلاف ثابت نہیں، دراصل تقلید کی بنیاد پر ہے نہ کہ اجتہاد کی بنیاد پر، لہذا ان کے جواب میں خاموشی بہتر ہے اھ۔“ (رسائل و مسائل، ص: ۲۴۰) (۱)۔

یہاں پہنچ کر تو اہل حدیث حضرات بھی انگشت بدنداں ہوں گے کہ یا اللہ! تقلید سے بیزار کی اعلان کرتے کرتے صدیاں گزر گئیں مگر وہ اب تک گلے کا ہار بنی ہوئی ہے۔

تقلید کا مفہوم اور عدم تقلید کا اثر

اس عبارت میں جناب امیر نے تقلید کا خلاصہ بھی بتا دیا کہ ”تقلید نام ہے ائمہ و علماء پر اعتماد کرنے کا“ مودودی صاحب نہ خود حنفیت کے پابند ہیں، نہ شافعیت کے، نہ مسلک اہل حدیث کے، جس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ مودودی صاحب کو نہ امام ابوحنیفہ پر اعتماد ہے، نہ امام شافعی پر اعتماد ہے، نہ ائمہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ، امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ پر اعتماد ہے، یہ حضرات ائمہ اعلام مودودی صاحب کے نزدیک اس قابل نہیں کہ ان پر اعتماد کر کے ان کی تقلید کر سکیں۔

اہل حدیث حضرات کس جرم میں مقلد قرار پائے؟

محض اس جرم میں کہ ان غریبوں نے حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی جلالت قدر، مہارت فن، خدمت حدیث پر اعتماد کرتے ہوئے کہہ دیا تھا کہ ان کی بیان فرمودہ حدیث سند کے اعتبار سے زیادہ صحیح اور قابل ترجیح ہے اور انہوں نے بھی براہ راست حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی زیارت نہیں کی، بلکہ امت مسلمہ نے ان کی جلالت قدر کا اعتراف کرتے ہوئے ان پر اعتماد کیا، یہ اعتماد کرنا اس قدر سنگین جرم ہے کہ اس کی پاداش میں یہ لوگ مقلد گردانے جا رہے ہیں۔

سوم: امیر جماعت سے دریافت کیا گیا کہ کیا کوئی صاحب علم و فضل چار معروف مذاہب فقہ: ”حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی“ چھوڑ کر حدیث پر عمل کرنے کا حقدار ہے یا نہیں، اگر نہیں تو کس دلیل سے؟ اس کے جواب میں وہ لکھتے ہیں:

تقلید کرنا گناہ بلکہ اس سے بھی شدید تر چیز ہے

۶۔ ”میرے نزدیک صاحب علم کیلئے تقلید ناجائز اور گناہ، بلکہ اس سے بھی کچھ

شدید تر چیز ہے“۔ (رسائل و مسائل، ج: ۱، ص: ۲۴۴) (۱)۔

یہاں ”صاحب علم“ سے مراد غالباً وہی لوگ ہوں گے جو دینی علوم کی باقاعدہ تعلیم حاصل کرتے ہیں جیسا کہ عبارت نمبر: ۴ میں مذکور ہے، خیال ہوتا ہے کہ بانی جماعت مودودی صاحب بھی خود ان ہی لوگوں میں

سے ہوں گے، انہوں نے بھی باقاعدہ دینی علوم کی تعلیم حاصل کی ہوں گی، ان میں خود بھی اجتہادی قابلیت ہوگی، حدیث میں اتنا علم اور اصول میں اتنی بصیرت رکھتے ہوں گے کہ احکام کی تحقیق کر سکیں، اسی وجہ سے ائمہ و علماء پر اعتماد کر کے کسی خاص مذہب کے پابند نہیں ہیں اور تقلید کو ناجائز سمجھتے ہیں اور اتنا بلند دعویٰ کرتے ہیں کہ ”میرے نزدیک صاحب علم آدمی کیلئے تقلید ناجائز اور گناہ بلکہ اس سے بھی کچھ شدید تر چیز ہے“ آخر یہ دعویٰ بغیر علم دین حاصل کئے اور بغیر اجتہادی بصیرت تامہ بہم پہنچائے تو نہیں کیا ہوگا، لیکن مودودی صاحب کی تحریر سے اس سب کی تردید ہو جاتی ہے، وہ لکھتے ہیں:

مودودی صاحب کا مبلغ علم

۷۔ ”مجھے گروہ علماء میں شامل ہونے کا شرف حاصل نہیں ہے، میں ایک بیچ کی

راس کا آدمی ہوں، جس نے جدید اور قدیم دونوں طریقہائے تعلیم سے کچھ کچھ حصہ پایا ہے،

دونوں کو چوں کو خوب چل پھر کر دیکھا ہے“۔ (ترجمان، ج: ۱۴، عدد: ۳، ص: ۲۲۷) (۱)۔

خود اقرار ہے کہ دینی علوم کی باقاعدہ تعلیم حاصل نہیں کی اس لئے عالم نہیں، بلکہ کچھ کچھ تعلیم کا حصہ پایا

ہے، اس کچھ کچھ (ناقص و نامتمام) حصہ تعلیم پر آزادی کا یہ عالم ہے، فرماتے ہیں:

۸۔ ”اپنی بصیرت کی بناء پر نہ تو میں قدیم گروہ کو سراپا خیر سمجھتا ہوں اور نہ جدید

گروہ کو، دونوں کی خامیوں پر میں نے آزادی کے ساتھ تنقید کی ہے“۔ حوالہ سابق۔

کچھ کچھ حصہ تعلیم حاصل کر کے کچھ لوگ مطب شروع کر دیتے ہیں اور کچھ لوگ دینی اصول کے ماہر اور

مزاج شناس نبوت کہلانے لگتے ہیں جس کا نتیجہ وہی ہوتا ہے جو ”نیم ملا“ اور ”نیم حکیم“ کے اقدام کا ہوتا ہے کہ

جان کا بھی خطرہ اور ایمان کا بھی۔

چہارم: امیر صاحب کی طرف سے تقلید کی اجازت و آزادی کے ساتھ یہ بات بھی غور طلب ہے کہ

ان کو کیسے آدمیوں کی ضرورت ہے، وہ فرماتے ہیں:

دوسرا رخ

۹۔ ”سب سے پہلی اور بڑی رکاوٹ کسی موزوں آدمی کا نہ ملنا ہے جو ہماری تعمیری اسکیم کو اپنے ہاتھ میں لے سکے، اس کیلئے ہمیں ایسا آدمی درکار ہے جو تعمیری کام کو خوب اچھی طرح سمجھتا ہو، ہم سے اور جماعت سے ہمدردی رکھتا ہو، تجربہ کار منتظم اور دیانت دار ہو، اور اس کام کو عملاً سرانجام دینے کی صلاحیت اور قابلیت رکھتا ہو، تاکہ ہم اس پر آنکھیں بند کر کے اعتماد کر سکیں اور وہ اپنی ذمہ داری پر اس کو سنبھال سکے۔“ (ترجمان، ج: ۲۶، عدد: ۳، ص: ۱۲۶) (۱)۔

ظاہر ہے کہ اتنی بڑی ذمہ داری سنبھالنا کسی بے علم آدمی کا کام تو ہے نہیں، نہ ہی بے علم آدمی کے حوالہ کرنا دانشمندی کا تقاضہ ہے، لامحالہ ایسے آدمی کیلئے جس پر آنکھیں بند کر کے اعتماد کیا جاسکے با علم ہونا ضروری ہے، پھر اگر وہ باقاعدہ علم دین کی تعلیم حاصل کئے ہوئے ہے تب تو وہ مقلد رہ کر جناب امیر کے نزدیک گناہ بلکہ اس سے بھی شدید تر چیز میں گرفتار ہے، اس پر موودوی صاحب کیسے اعتماد کر سکتے ہیں، اگر وہ اعتماد کرتے ہیں تو سمجھ لیا جائے کہ ان کے نزدیک کیسے لوگ قابل اعتماد ہیں؟ وہ لوگ جو تقلید جیسی ناجائز، گناہ اور اس سے بھی شدید تر چیز میں مستقلاً دائمی طور پر مبتلا اور اس پر مصر ہیں (گناہ سے شدید تر چیز سب جانتے ہیں کیا ہے) اگر وہ باقاعدہ علم دین کی تعلیم حاصل کئے ہوئے نہیں بلکہ کچھ کچھ حصہ تعلیم حاصل کیا ہے اور وہ نیم ملا ہے تو پھر اس پر آنکھیں بند کر کے اعتماد کرنے کا انجام معلوم۔

لہذا اہل علم حضرات کیلئے جماعت میں رہ کر موودوی صاحب کا اعتماد حاصل کرنے کی اس کے سوا کوئی صورت نہیں کہ وہ حنفیت، شافعیت وغیرہ (تقلید) کی پابندی سے بالکل تائب ہو جائیں اور تقلید کو گناہ بلکہ اس سے بھی کچھ شدید چیز تصور کرنے لگیں۔

پنجم: جماعت میں رہنے والوں کو امیر کی اطاعت لازم اور نافرمانی گناہ ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

۱۰۔ ”یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ بعض مقامی جماعتوں کے ارکان مقامی امیر کو صدر انجمن سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں دیتے، ان کو سمجھ لینا چاہئے کہ جب انہوں نے اپنے میں سے ایک آدمی کو اہل تر سمجھ کر صاحب امر منتخب کیا ہے، تو ان پر واجب ہے کہ معروف میں اس کی اطاعت کریں اور اس کی نافرمانی کو گناہ جانیں اھ۔“ (ترجمان، ج: ۲۶، عدد: ۳، ص: ۱۲۵) (۱)۔

غور کا مقام ہے کہ جماعت کے کچھ با علم افراد مقلد ہوں گے تو جناب امیر کا فرض کیا ہوگا جبکہ تقلید ان کے نزدیک گناہ ہے۔

یہ صاحب امر ان افراد کو اس منکرِ عظیم سے منع کریں گے یا نہیں، اگر منع نہیں کرتے تو ایسے موقع پر سکوت کی شرعاً کب اجازت ہے؟ حدیث پاک میں ہے: ”الساکت عن الحق شیطان آخرس“۔ اگر منع کرتے تو پھر یہ لوگ نافرمانی کر کے اگر مقلد ہی رہے تو ایک گناہ (تقلید) میں پہلے سے مبتلا تھے، دوسرا گناہ امیر کی نافرمانی کا سرچڑھا اور یہ گناہ امیر سے بغاوت کے ہم معنی ہو کر ایسے نافرمان افراد کے لئے جماعت اسلامی سے اخراج کا موجب ہوگا، اور جو شخص جماعت اسلامی سے خارج کر دیا جائے اس کا ٹھکانہ پھر کہاں؟

ششم: بعض لوگ تقلیدِ ائمہ سے ناخوش تھے اور اس کو شرک فی الرسالہ تصور کرتے اور اخبارات و رسائل میں اس کی مذمت کیا کرتے تھے، وہ بہت مسرور ہونگے کہ ہماری ہم نوا ایک نئی جماعت وجود میں آگئی جو کہ تقلید کو بالکل ہماری طرح ناجائز اور گناہ بلکہ اس سے بھی کچھ شدید تر چیز سمجھتی ہے (اگرچہ مولانا ثناء اللہ صاحب امر تسری نے عرصہ ہوا اس جماعت کے نقیب اخبار اہل حدیث میں شد و مد کے ساتھ اس کی تردید کر دی تھی) اور بعض آزادی پسند مقلدین بھی اپنی غذا پا کر خوش ہوں گے اور جوشِ مسرت میں جماعت اسلامی کی رکنیت کا فارم پُر کر چکے ہوں گے کہ اب تو تقلید کا بارِ گراں ہماری گردن سے بالکل اتر گیا اور ہم کلیۃً آزاد ہو گئے اور اس حد تک ان کا خیال صحیح بھی ہے کہ تحریک جماعت اسلامی کے بانی مودودی صاحب نے ان کو تقلیدِ ائمہ سے آزادی دیدی بشرطیکہ انہوں نے دینی علوم کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی ہو، لیکن شاید ان کو شعور نہیں کہ وہ اب بھی آزاد نہیں

(۱) (ترجمان: ۲۶ عدد: ۳، ص: ۱۲۵، بحوالہ: احسن الفتاویٰ: ۱/۳۱۸، سعید)

ہوئے، بلکہ تقلید سے بھی بھاری طوق ان کی گردن میں ڈال دیا گیا۔ فرماتے ہیں:

امارت کا منصب لیڈرشپ کا منصب ہے

۱۱۔ ”مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بعض مقامی جماعتوں میں امارت کے انتخاب

میں کچھ انجمن کی صدرات کا سارنگ اختیار کر لیا گیا، یہ منصب دراصل مقامی لیڈرشپ کا

منصب ہے اھ۔“ (ترجمان، ج: ۲۶، عدد: ۳۱، ص: ۱۵۱) (۱)۔

کسی امام کیلئے خواہ وہ مقلدین کا امام ہو جیسے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ یا اہلحدیث کا امام ہو جیسے

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ لیڈرشپ کا منصب تجویز نہیں کیا گیا، نہ ہی ان ائمہ نے خود اپنے لئے یہ منصب

تجویز کیا، البتہ شیعہ صاحبان کے مذہب میں ضرور امام کا یہی منصب ہے۔

ہفتم: یہ لیڈرشپ کا منصب تو مقامی جماعت کے امیر کیلئے حاصل ہے، اب رہے بانی تحریک جو کہ

امیر الامراء ہیں جن کے قبضہ میں زمام کار ہے، اور جو تحریک اسلامی کی گاڑی کیلئے ڈرائیور کی حیثیت رکھتے ہیں

ان کا منصب کیا ہے؟ تو جماعت ان کی تقلید کرنے اور ان کے پیچھے پیچھے چلنے پر قدرۃً مجبور ہے، اور ان کے ہاتھ

میں پروانہ آزادی کی وہی حقیقت ہوگی جو کلکتہ کے ٹکٹ کی ہوتی ہے، اس مسافر کے ہاتھ میں جو پنجاب جانے

والی گاڑی میں سوار ہو گیا ہو اور دوسرے لوگوں کو ٹکٹ دکھا کر کہتا ہو کہ میرے پاس یہ کلکتہ کا ٹکٹ ہے میں کلکتہ جا رہا

ہوں، ظاہر ہے کہ وہ اس ٹکٹ کے ذریعہ سے اس گاڑی سے کلکتہ نہیں پہنچ سکتا بلکہ وہ ہر اسٹیشن پر بجائے کلکتہ

سے نزدیک ہونے کے دور ہوتا جائیگا اور دیکھنے والے کچھ اس پر ترس کھائیں گے اور کچھ اس کا مذاق اڑائیں

گے، ٹکٹ کی جانچ کرنے والا کوئی آگیا تو وہ جرمانہ کر دے گا، خود موذوبی صاحب کے قلم سے اس کا ثبوت لیجئے۔

وہ فرماتے ہیں:

۱۲۔ ”انسانی زندگی کے مسائل میں جس کو تھوڑی سی بھی بصیرت حاصل ہوگی وہ

اس حقیقت سے بے خبر نہیں ہو سکتا کہ انسانی معاملات کے بناؤ اور بگاڑ کا آخری فیصلہ جس

مسئلہ پر منحصر ہے وہ یہ سوال ہے کہ معاملات انسانی کی زمام کار کس کے ہاتھ میں ہے؟ جس

طرح گاڑی ہمیشہ اسی سمت چلا کرتی ہے جس سمت پر ڈرائیور اس کو لیجانا چاہتا ہو

اور دوسرے لوگ جو گاڑی میں بیٹھے ہوں خواستہ و ناخواستہ اسی سمت پر سفر کرنے کے لئے مجبور ہوتے ہیں، اسی طرح انسانی تمدن کی گاڑی بھی اسی سمت پر سفر کیا کرتی ہے جس پر وہ لوگ جانا چاہتے ہیں جن کے ہاتھ میں تمدن کی باگیں ہوتی ہیں، ظاہر ہے کہ زمین کے سارے ذرائع جن کے قابو میں ہوں، تو ہندوستان کے ہاتھ میں ہو، عام انسانوں کی زندگی جن کے دامن سے وابستہ ہو، خیالات و افکار اور نظریات کو بنانے اور ڈھالنے کے وسائل جن کے قبضہ میں ہوں، انفرادی سیرتوں کی تعمیر، اجتماعی نظام کی تشکیل اور اخلاقی قدروں کی تعیین جن کے اختیار میں ہو، ان کی رہنمائی اور فرماں روائی کے تحت رہتے ہوئے انسانیت بحیثیت مجموعی اس راہ پر چلنے سے کسی طرح باز نہیں رہ سکتی جس راہ پر وہ چلانا چاہتے ہوں۔“ (ترجمان: ۲۶، عدد: ۳، ص: ۱۹۵) (۱)۔

جو لوگ سید ابوالاعلیٰ صاحب کی رہنمائی و فرماں روائی کے تحت رہتے ہیں ان کے خیالات و افکار اور نظریات بانی تحریک کے لٹریچر کے ذریعہ ڈھالے گئے ہیں، ان کی باگیں کلیہٴ مودودی صاحب (امیر الراء) کے ہاتھ میں ہیں، وہ بحیثیت مجموعی اس راہ پر چلنے سے کسی طرح باز نہیں رہ سکتے جس راہ پر مودودی صاحب چلانا چاہتے ہیں، جبکہ مودودی صاحب تقلید کو ناجائز اور گناہ بلکہ اس سے بھی کچھ شدید تر چیز سمجھتے ہیں تو ظاہر ہے کہ وہ تقلید کی طرف نہیں چلائیں گے، بلکہ جماعت کو اس سے نکالنے اور بچانے کی پوری کوشش کریں گے، اگر وہ لوگ تقلید پر قائم رہنا بھی چاہیں گے تو کسی طرح قائم نہیں رہ سکیں گے کیونکہ وہ ایسی گاڑی میں سوار ہو چکے ہیں جس کو ڈرائیور ان کے منشاء کے موافق نہیں بلکہ ان کے منشاء کے خلاف اور اپنے منشاء کے موافق چلا رہا ہے، لہذا وہ اسی سمت چلنے پر مجبور ہیں جس پر مودودی صاحب چلا رہے ہیں، اگرچہ وہ لوگ اس سے ناخوش ہوں مگر کچھ نہیں کر سکتے، الا یہ کہ احساس ہونے پر کسی قریبی اسٹیشن پر اتر جائیں یا چلتی گاڑی سے کود جائیں جس طرح کہ گاڑی کی غلط سمت کا احساس و شعور ہونے پر جماعت کے چوٹی کے لوگ ہمت کر کے کود پڑے، جو بقول مودودی صاحب کے ”سوسائٹی کے مکھن تھے اور ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حیثیت رکھتے تھے کہ ان کے قلوب پہلے ہی سے ”حق“ کے خواہاں و جو یاں تھے“ جیسے ہی مودودی صاحب کی

زبان سے ”حق“ کو سنا، فوراً ایمان لے آئے اور انہی کے ہاتھ سے جماعت کا سنگ بنیاد رکھا گیا اور انہیں کے قلم سے دستور جماعت تیار ہوا تھا اور ان کے علم، تدبر، تجربہ، تقویٰ، دیانت پر مودودی صاحب کو اس قدر اعتماد تھا کہ ان کی شرکت اور تعاون کو تحریک اسلامی کے حق ہونے کی دلیل پیش کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ:

”میرے ساتھ ایسے ایسے اہل علم، اہل بصیرت، اہل تجربہ موجود ہیں کہ اگر میرا

کوئی غلط قدم بھی ہوتا تو فوراً مجھے روک دیتے اور آئندہ بھی اگر کوئی غلط قدم اٹھاؤں گا تو فوراً

روک دیں گے، یہ کھلی دلیل ہے کہ میں نے جو راہ اختیار کی ہے وہی حق ہے۔“

مگر قدرت کی مدد سے کسی پرست کی غلطی جلد منکشف ہو گئی، کسی کو دیر لگی، پھر جماعت نے ان کے متعلق جو کچھ کہا اور لکھا اور ان کا ناکارہ ہونا ثابت کیا اس سے ان کی وہ خدمات بھی اکارت ہو گئیں جن پر انہوں نے بہت محنت کی اور سرکھپایا تھا اور بہت برے برے القاب سے ان کو نوازا گیا: ”دین سے پھر گئے، خدا سے منہ موڑ لیا، ارتداد اختیار کیا“، حالانکہ وہ لوگ اس دین سے نہیں پھرے جس کے متعلق قرآن پاک میں وارد ہوا ہے: ﴿إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ﴾ (۱)، بلکہ مودودی صاحب کی ڈھالی ہوئی تحریک سے پھرے ہیں اور انہوں نے خدا سے منہ نہیں موڑا بلکہ مودودی صاحب سے منہ موڑا ہے اور انہوں نے دین اسلام سے ارتداد اختیار نہیں کیا بلکہ مودودی صاحب کے حلقہ معاونین سے باہر ہوئے ہیں۔

ہشتم: کوئی شخص اگر یہ چاہے کہ جماعت سے علیحدہ اور امیر کی قیادت سے آزاد ہو کر اسلامی زندگی

گزارے تو اس کے متعلق سنئے فرماتے ہیں:

جماعت سے علیحدگی اور امیر جماعت سے انحراف کا مطلب

۱۳۔ ”آخری چیز جو جماعتی زندگی کیلئے اہم ترین ہے وہ یہ ہے کہ ”اسلام

بغیر جماعت کے نہیں اور جماعت بغیر امیر کے نہیں“ اس قاعدہ کلیہ کے مطابق آپ کے

لئے ضروری ہے کہ جماعت بننے کے ساتھ ہی آپ اپنے لئے ایک امیر منتخب کر لیں۔“

(جماعت اسلامی کا پہلا اجتماع، ص: ۱۴) (۲)۔

(۱) (سورۃ آل عمران: ۱۹)

(۲) (جماعت اسلامی کا پہلا اجتماع، ص: ۱۴)

چنانچہ اسی اجتماع میں ابتداءً جماعت کی تشکیل ہوئی اور سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کو امیر منتخب کیا گیا، کیونکہ ان سب لوگوں میں اہل تربیتی تھے اور جملہ شرکاء نے فرداً فرداً کھڑے ہو کر کلمہ شہادت پڑھا اور از سر نو اسلام میں داخل ہوئے اور جملہ حاضرین کو اپنے اس نئے ایمان پر ہر ایک نے گواہ بنایا، اب جس کو اسلام مطلوب و محبوب ہے وہ جماعت میں داخل ہونے پر مجبور ہے کیونکہ ”اسلام بغیر جماعت کے نہیں“ اور جب جماعت میں داخل ہو تو امیر کی نافرمانی کی مجال نہیں، اس لئے کہ یہ منصب لیڈر شپ کا منصب ہے اور امیر سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب ہیں تو ان کی نافرمانی کرنے سے اسلام جیسی محبوب متاع پر کیا زبرد پڑے گی۔ (اگر گویم زباں سو زد)

نہم : امیر الامراء بانی تحریک اسلامی جماعت سے کس نوع کی اطاعت چاہتے ہیں (ایسی ہی جیسی مقلدین اپنے امام کی تقلید کرتے ہیں یا اس سے کچھ مختلف؟) وہ ایسی اطاعت چاہتے ہیں جیسی شکاری بندوق کی اطاعت چاہتا ہے کہ فائر کرنے میں بندوق کیلئے حق و ناحق سوچنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، فرماتے ہیں:

۱۲- ”آپ سے امیر کی اطاعت اور ضابطے کی پابندی اور رضا کارانہ خدمت کی

اداائیگی میں جتنی کمزوری ظاہر ہوتی ہے اتنا ہی میں اپنے آپ کو بے بس پاتا ہوں اور مجھے ایسا ہی محسوس ہوتا ہے کہ میں ایسی بندوقوں سے کام لے رہا ہوں جو بلبلی دبانے پر بھی فائر نہیں کرتیں، ظاہر ہے کہ ایسے ہتھیاروں کو لیکر کون ایسا نادان ہوگا جو کسی بڑے اقدام کا ارادہ کر بیٹھے، برعکس اس کے جب میں آپ کے اندر اطاعت اور تطوع اور باضا بطلگی کے اوصاف پاتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ ایک آواز پر آپ جمع کئے جاسکتے ہیں، ایک اشارہ پر آپ حرکت کر سکتے ہیں، اور خود اپنے دل کی لگن سے اس کام کو کرتے رہتے ہیں جو آپ کے سپرد کیا جائے تو میرا دل قوی اور میری ہمت بلند ہونے لگتی ہے اور میں ایسا محسوس کرتا ہوں کہ اب مجھے وہ طاقت حاصل ہو رہی ہے جس سے میں اس مقصدِ عظیم کیلئے کچھ زیادہ کام کر سکوں اھ۔“ (ترجمان: ۲۶، عدد: ۳، ص: ۱۰۹) (۱)۔

عجیب تضاد

دہم : لٹریچر میں جگہ جگہ ”ذہنی غلامی، شخصیت پرستی، اشخاص سے مرعوبیت اور تقلید“ کی مذمت اور

اس سے اپنی اور اپنی جماعت کی براءت کی گئی ہے اور آزادی رائے، نقادانہ نظر، جمہوریت، شورایت کو سراہا اور اپنا طرہ امتیاز بتایا گیا، امیر کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ تنقید سے بالاتر نہ ہوگا، ہر عامی شخص کو اس کی پبلک زندگی ہی پر نہیں بلکہ پرائیویٹ زندگی پر بھی تنقید کا حق حاصل ہوگا۔

مگر اس ہدایت (عبارت منقولہ نمبر: ۱۴) سے معلوم ہوا کہ آزادی رائے جمہوریت، شورایت کی آخری منزل جہاں اس کا سفر ختم ہوتا ہے آمریت اور لیڈرشپ ہے جس میں ادنیٰ سرتابی، اختلاف رائے اور مشورے دینے کی گنجائش نہیں، تمام جماعت بے بس، بے شعور ہو کر بندوق کی طرح اطاعت کرنے پر مجبور ہے، فرق اتنا ہے کہ بندوق سوچنے والے دماغ اور دیکھنے والی آنکھ سے قدرۃً محروم ہے اور جماعت سے مطالبہ ہے کہ وہ سوچنے والے دماغ اور دیکھنے والی آنکھ رکھتے ہوئے اپنے اختیار سے بے اختیار و بے شعور ہو کر ایک اشارہ میں حرکت میں آجائے، اس کے بالمقابل تقلید میں جس کو گناہ سے بھی کچھ شدید تر کہا گیا ہے، یہاں تک توسع ہے کہ کسی مسئلہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر فتویٰ نہ ہو تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ کے قول پر عمل کیا جاسکتا ہے، دلائل کی قوت و ضعف سے بھی بحث کیجا سکتی ہے کیونکہ وہاں لیڈرشپ نہیں ہے۔

بہ میں تفاوت راہ از کجاست تا کیجا

امید ہے کہ ان چند سطور سے جماعت اسلامی کے مقلد یا غیر مقلد ہونے پر غور کرنے کا موقع مل

سکے گا۔

آپ کے یہاں جماعت اسلامی کا دفتر ہے جس میں جماعت کی کتابیں موجود ہیں میں نے جن کتابوں کے حوالہ دیکر عبارتیں نقل کی ہیں اصل کتابوں سے ان عبارات کو ملا لیجئے اور ان کا اول و آخر بھی اطمینان سے پڑھ کر دیکھئے، نہ کسی جگہ نقل میں کتر بیونت پائیں گئے، نہ ایسا ہے کہ درمیانی جملہ لے کر اصل مقصد کو خبط کر دیا گیا ہو، اس لئے لکھا ہے کہ جماعت کا طرز یہ ہے کہ جب کوئی مضمون یا رسالہ دیکھا جس میں ان کی کسی غلطی پر فقہ، حدیث، قرآن سے ان کے انحراف کی نشان دہی کی گئی ہو، فوراً امیر اور جماعت نے کہنا اور لکھنا شروع کر دیا کہ یہ ہم پر افتراء ہے، جھوٹ ہے، بہتان ہے، دناست ہے، ہماری عبارتوں کو توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے، یہ لوگ اس قابل نہیں کہ ان سے خطاب کیا جائے یا ان کے اعتراض کا جواب دیا جائے۔ فقط ﴿واللہ یهدی من یشاء إلی

صراط مستقیم﴾

فتاویٰ کی حیثیت مودودی صاحب کی نظر میں

۲۳ ربیع الأول، ۱۷/۶/۱۹۷۱ء

محترم المقام حضرت مفتی محمود الحسن صاحب، زیدت معالیکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

بعد سلام مسنون عرض ہے کہ مکتبہ نظام کرنیل گنج کا پور سے طبع شدہ آں محترم کا جماعت اسلامی کے بارے میں ایک فتویٰ ”تقلید اور جماعت اسلامی“ نظر سے گذرا جس میں آپ نے مودودی صاحب ہی کی عبارتوں سے ان کے مسلک اور ان کی گمراہی کو واضح فرمایا ہے۔ جزاکم اللہ۔

اس طرح دیگر علماء کرام مثلاً حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت مفتی مہدی حسن صاحب، مولانا محمد میاں صاحب، مولانا عبدالصمد صاحب رحمانی وغیرہ نے بھی خود بانی تحریک کے اقوال اور اقتباسات کے پیش نظر جماعت اسلامی کی تحریک کو خطرناک اور عامۃ المسلمین کیلئے گمراہ کن قرار دے کر اس میں شرکت کو ناجائز بتلایا تھا اور اجتناب کلی کو ضروری قرار دیا تھا۔

..... اب سوال یہ ہے کہ ان بزرگوں کی تحریرات شائع ہو کر جماعت اسلامی کے ذمہ داران تک پہنچنے کے بعد جماعت اسلامی کے ذمہ داران کا ان اقوال و تحریرات (کہ جن کی بنیاد پر اس تحریک کو مضمر، گمراہ کن، واجب الاحترام قرار دیا گیا تھا) کی اصلاح کرنا اور ان سے رجوع کا آپ کے علم میں ہے یا نہیں؟ اگر جماعت اسلامی نے اصلاح اور رجوع کر لیا ہو تو براہ کرم اس سے مطلع فرمائیں اور اگر ان اقوال و اقتباسات سے رجوع نہ کیا ہو تو پھر یہ عرض ہے آج کل بہت سے مقامات پر جماعت اسلامی کا لٹریچر اور اس کی کتابیں پہنچ رہی ہیں، اس کا حلقہ اثر وسیع ہو رہا ہے تو اس کو روکنا اور اس کی گمراہی سے لوگوں کو واقف کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

۲..... بعض لوگ کہتے ہیں کہ جماعت اسلامی کے بارے میں اب علمائے دیوبند کا وہ نظریہ نہیں رہا، اس میں تبدیلی ہوئی ہے، یہ بات کس حد تک صحیح ہے، بالخصوص آں محترم کی رائے گرامی جماعت اسلامی کے بارے میں حسب سابق ہے یا نہیں؟ امید کہ جواب سے مشرف فرمائیں گے، جوابی کارڈ مرسل ہے۔ والسلام۔

از سلیمان عبدالرحیم بڑودہ، گجرات

الجواب حامداً ومصلياً :

۱..... اکابر علماء کی جو تحریرات جماعت اسلامی سے متعلق شائع ہوئی ہیں، ان کے سلسلہ میں موودوی

صاحب کی تحریر یہ ہے:

”ایک صاحب نے مجھے مفتی سعید احمد صاحب کا مفصل فتویٰ جو ”کشف حقیقت“ کے نام سے چھپا ہے، بھیج دیا ہے اور اس کے ساتھ دو تین اشتہار بھی بھیجے، جن میں مولانا کفایت اللہ صاحب، مولانا جمیل احمد صاحب تھانوی، مولانا اعزاز علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور مفتی مہدی حسن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتوے درج تھے، ان تمام فتوؤں کو دیکھنے کے بعد میری رائے بدل گئی، اب یہ حضرات اس مقام سے گذر چکے ہیں، جہاں ان کو خطاب کرنا مناسب اور مفید ہو۔ سب سے زیادہ افسوس مجھے مولانا کفایت اللہ صاحب پر ہے کیونکہ میں ۲۳/سال سے ان کا نیاز مند ہوں اور ہمیشہ ان کا احترام کرتا رہا ہوں، افسوس کہ انہوں نے بھی جماعتی عصبیت میں آنکھیں بند کر کے یہ فتویٰ تحریر فرما دیا۔ باقی رہے دوسرے حضرات تو ان کے فتوے پڑھ کر میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ جس وقت یہ فتوے لکھے جا رہے تھے اس وقت خدا کا خوف اور آخرت کی جواب دہی کا احساس شاید ان کے قریب بھی موجود نہ تھا، خصوصاً مفتی سعید احمد صاحب کے فتوے میں تو صریح بددیانتی کی بدترین مثالیں پائی جاتی ہیں، جنہیں دیکھ کر گھن آتی ہے، حقیقت یہ ہے کہ میں ان حضرات کے ساتھ بڑا احسن ظن رکھتا تھا، مگر اب ان کے یہ فتوے دیکھ کر تو میں ایسا محسوس کرتا ہوں کہ بریلوی طبقہ کے فتوے بازو کا فرساز مولویوں سے ان کا مقام کچھ اونچا نہیں ہے۔“ (رسائل و مسائل)۔

اور ”رسائل و مسائل“ ۵۱۳/۲، کسی نے مشورہ دیا تھا کہ آنحضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ

مولانا اعزاز علی صاحب، مولانا محمد طیب صاحب، مفتی کفایت اللہ صاحب، مولانا حفظ الرحمن صاحب، مولانا احمد سعید صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ، مولانا محمد زکریا صاحب، مولانا عبداللطیف صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ سے خط و کتابت کر کے انہیں مشورہ دیں کہ اگر میرے متعلق یا جماعت کے متعلق کوئی استفتاء آپ کے سامنے آئے تو پہلے

جواب دینے سے آپ مجھ سے اصل حقیقت معلوم کر لیا کریں۔ اس مشورہ کے جواب میں تحریر مذکورہ امیر جماعت نے لکھی ہے:

۲.....جماعت کے جن خلاف حق نظریات و افکار کی بناء پر اول رائے قائم کی گئی تھی جب وہ نظریات و افکار موجود ہیں، ان کی اصلاح نہیں ہوئی تو وہ رائے بھی قائم ہے اس میں بھی تغیر نہیں ہوا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔



متفرقات الفرق

دیوبندیت اور بریلویت

سوال [۵۲۳]: اختلافات علماء کی برکت سے آج کل مذہبِ حنفی میں دو فرقہ ہو گئے ہیں اور دونوں فرقوں کا دعویٰ نجات ہے: ایک فرقہ بریلوی اور دوسرا دیوبندی، ان دونوں میں کونسا فرقہ قابلِ عمل ہے، بصورتِ ناقابلِ عمل اس کے وجہ۔

الجواب حامداً و مصلياً:

اختلاف روایات، تعارضِ نصوص، تنسیخ احکام و ترتیب احکام اور تضادِ ادلہ کی وجہ سے علمائے حقانی میں اختلاف ہوا جس کی برکات اہل علم محققین و تبعین مذہب پر مخفی نہیں، علمائے دیوبند اور فرقہ بریلویہ میں چند مسائل میں اختلاف ہے۔ نصوص قرآنی، احادیث نبویہ (علی صاحبہا ألف تحیة) اصولِ کلامیہ، فروعِ فقہیہ کے لحاظ سے ان مسائل مختلفہ میں علماء دیوبند حق پر معلوم ہوتے ہیں، جس مسئلہ کے متعلق دریافت کرنا ہو اس کو کہیے، انشاء اللہ تعالیٰ کافی اور تسکین بخش دلائل سے اس کو ثابت اور واضح کر دیا جائے گا۔

بریلوی فتنہ کا علاج

سوال [۵۲۴]: بریلویوں کی طرف سے اشتہارِ شائع ہوتا رہتا ہے جس کی وجہ سے عوام میں سخت بے چینی اور پریشانی ہو جاتی ہے، براہ کرم عوام کی اصلاح کے لئے جو مناسب صورت حال ہو اس سے مطلع فرمائیں تاکہ بدعات و خرافات کا دروازہ بند ہو جائے۔

الجواب حامداً و مصلياً:

اس فرقہ رضا خانہ کی تردید میں ”عقائد علمائے دیوبند“ چھوٹا سا رسالہ ہے جو کہ اصل عربی میں تھا اس کو اردو میں شائع کیا گیا ہے جس پر ہندوستان اور عرب کے علماء کے دستخط ہیں اس کو آپ چھپوا کر شائع کر دیں، اصل کتاب کا نام ”التصديقات لدفع التلبیسات“ (المہند) ہے، اس میں اصل عبارت عربی میں ہے اور

ساتھ ہی ترجمہ بھی ہے۔ نیز ”الشہاب الثاقب“ میں پوری تفصیل مذکور ہے۔

عوام کو سدھارنے کے لئے ضرورت ہے کہ ہر مسجد میں دینی کتاب سنانے کا انتظام کیا جائے، ان کے بچوں کو علم دین پڑھایا جائے، تبلیغی جماعت میں منسلک کرادیا جائے، صاحب نسبت متبع سنت بزرگوں سے اصلاحی تعلق قائم کرادیا جائے، اہل قلب علمائے حق کے وعظ کرائے جائیں۔ واللہ الہادی من یشاء إلی صراط مستقیم۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲/۹/۸۹ھ۔

فرقہ ذگریان

سوال [۵۲۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک گروہ جس کو ذگری کہتے ہیں، یہ فرقہ باطلہ ذگریان صراط مستقیم سے منحرف ہیں، مثلاً ان ذگری گروہ کے عقائد میں ایک شخص مسی بہ محمدی جو اس فرقہ کا مقتدا گزرا ہے، یہ لوگ اس کو اپنا پیغمبر و رسول تسلیم کرتے ہیں اور اسی کے نام کا کلمہ پڑھتے ہیں اور ضروریات دین مثلاً نماز پنجگانہ، روزہ ماہ رمضان المبارک و حج بیت اللہ سے کلی طور پر منکر ہیں۔ لہذا کیا یہ لوگ مسلمان ہیں یا نہیں؟ اور ان کے ساتھ نکاح جائز ہے یا نہیں اور ایسے لوگوں کا ذبیحہ حلال ہے یا حرام؟ برائے کرم اس پر پوری روشنی ڈالتے ہوئے بحوالہ معتبرہ کتب صحیح جواب سے مستفید فرمائیں تاکہ ہم غریب مسلمان اپنے دین و ایمان کا پورا تحفظ کر سکیں۔ بیواؤ تو جروا، عبدالفتاح ولد عبدالخالق القادری، ختانی منزل ملیسٹی کراچی، پاکستان، ۱۸/شوال المکرم ۱۳۷۹ھ

الجواب حامداً و مصلياً :

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں (۱)، جو شخص آپ کو خاتم النبیین نہ مانے بلکہ

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ﴾ الآية (الأحزاب: ۴۰)

قال الحافظ: فهذه الآية نص في أنه لا نبي بعده، وإذا كان لا نبي بعده فلا رسول بعده بالطريق

الأولى والأحرى اهـ. (تفسير ابن كثير، سورة الأحزاب: ۴۰، ۳/۶۵۰، دار الفحاء بيروت)

آپ کے بعد کسی اور کی نبوت پر ایمان لائے، وہ شخص کافر ہے (۱) اس کے ساتھ مسلمانوں کو تعلق نکاح وغیرہ جائز نہیں (۲) نماز، روزہ، حج، ارکان دین اسلام ہیں نصوص قطعیہ سے ان کی فرضیت ثابت ہے جو شخص ان کی فرضیت کا انکار کرے وہ بھی کافر ہے: دائرہ اسلام سے خارج ہے (۳)۔

قال الله تعالى: ﴿ ما كان محمد أباً أحد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين ﴾ الآية (۴) وقال الله تعالى: ﴿ وأقيموا الصلوة ﴾ الآية (۵) وقال الله تعالى: ﴿ يا أيها

(۱) کیونکہ عقیدہ ختم نبوت نص قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔

قال الله تعالى: ﴿ ما كان محمد أباً أحد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين ﴾ الآية.
 ”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”مثلي و مثل الأنبياء كمثل قصر أحسن بنيانه، ترك منه موضع لبنة، فطاف به النظار يتعجبون من حسن بنيانه إلا موضع تلك اللبنة، فكنت أنا سدوت موضع اللبنة، ختم بي البنيان و ختم بي الرسل“، و في رواية: ”فأنا اللبنة، وأنا خاتم النبيين“ . (مشكاة المصابيح، باب بدء الخلق و ذكر الأنبياء عليهم السلام: ۵۱۱/۲، قديمي)
 ”ودعوى النبوة بعد نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم كفر بالإجماع“ . (شرح الفقه الأكبر للملاعلى القاري، ص: ۱۶۴، قديمي)

(۲) ”(ولا يصلح (أن ينكح مرتد أو مرتدة أحدًا) من الناس مطلقاً“ . وفي الرد المحتار: (قوله : مطلقاً): أى مسلماً أو كافراً أو مرتداً، و هو تأكيد لما فهم من النكرة فى النفى“ . (رد المحتار، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر، مطلب: الولد يتبع خير الأبوين ديناً: ۲۰۰/۳، سعيد)
 (و كذا فى الفتاوى العالمكبرية، باب أحكام المرتدين: ۲۵۵/۲، رشيديه)

(۳) قال الملاعلى القارى رحمه الله تعالى: ”و من وصف الله بما لا يليق به أو سخر باسم من أسمائه أو بأمر من أوامره أو أنكر وعده أو وعيده يكفر..... و كذا مخالفة ما أجمع عليه و إنكاره بعد العلم به يعنى من أمور الدين كفر“ . (شرح الفقه الأكبر، استحلال المعصية و لو صغيرة كفر، ص: ۱۵۳، قديمي)
 (و كذا فى رد المحتار، كتاب الجهاد، باب المرتد: ۲۲۲/۴، سعيد)

(و كذا فى البزازیة، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفوفاً أو خطأ: ۳۲۳/۶، رشيديه)

(۴) (الاحزاب: ۴۰)

(۵) (البقرة: ۴۳)

الذین امنوا كتب علیکم الصیام ﴿۱﴾ الایة (۱)۔ وقال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وللہ علی الناس حج البيت ﴿۲﴾ الایة (۲)۔

مسلمانوں کو ایسے عقیدوں سے اور ایسے عقیدے والوں سے انتہائی پرہیز کرنا چاہئے اور بالکل علیحدہ رہنا چاہئے، اللہ پاک سب کو صراطِ مستقیم کی ہدایت دے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/شوال/۱۴۰۰ھ۔

فرقہ مہدویہ کے عقائد

سوال [۵۲۶]: ۱- مہدیوں سے تعلقات نکاح درست ہے یا نہیں؟ جو مولوی محمد جون پوری کو مہدی مانتے ہیں، ان کے عقائد چند جو بہ مشکل معلوم ہو سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ نقل ہے کہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ دنیا کی زندگی کا وجود کفر ہے۔ تقویم مہدیہ ص: ۴، ۱۹۶۸ء۔

۲- حضرت مہدی کی تصدیق محبت کے ساتھ کرنا، منکر مہدی کو کافر جاننا حدیث شریف ”من أنکر المہدی، فقد کفر“۔

۳- تو یہ خاتمین کا حق جاننا، رسول مہدی کو برابر جاننا جو حدیث، کتاب اللہ، اور احوال مہدی کے موافق ہو اس کو صحیح جاننا، مہدی کے حضور میں مردود اور مقبول کی تصحیح کو حق جاننا جو حکم مجتہدین و بیان مفسرین وغیرہ جو کہ بیان مہدی کے مخالف ہو اس کو صحیح نہ جاننا، مذاہب اربعہ میں تقلید کو ناروا جاننا، خصوصیت بعثت مہدی کے احکام، ولایت محمدی کے ظاہر کرنے کے لئے سمجھنا۔ آیت کریمہ ﴿ثم إن علینا بیانہ﴾ (۳) یہ بیان مہدی موعود کی زبان مبارک سے ثابت ہے اس کو جاننا، دنیا میں خدا کے دیدار کو جائز و ممکن ماننا، یہ جاننا کہ ایمان ذاتِ خدا ہے۔

اب آپ فرمائیں کہ شرعاً ان مہدیوں کے متعلق کیا حکم ہے؟ بیان فرمائیں۔ اور مہدیوں کی لڑکی سے اہل سنت والجماعت کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ یا اپنی لڑکی دے سکتا ہے یا نہیں؟ یہاں پر ان کی لڑکیوں سے نکاح کر لینا کیسا ہے؟ اور اہل سنت والجماعت کی لڑکی کا نکاح وہاں کر دیا گیا ہے۔ براہ کرم شرعاً جو حکم ہو اس سے مطلع

(۱) (البقرة: ۱۸۳)

(۲) (آل عمران: ۹۷)

(۳) (القیمة: ۱۹)

فرمائیں اور ان لوگوں کو قربانی کے جانور میں شریک کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً :

میں نے اس فرقہ کی یہ کتاب نہیں دیکھی، جو چیزیں آپ نے درج کی ہیں وہ مسلک اہل سنت والجماعت کی رو سے صحیح نہیں، بعض انتہائی زلیغ اور ضلالت کی چیزیں ہیں، اگر ان کی طرف ان امور کی نسبت صحیح ہے اور یہ ان کے عقائد ہیں تو ان کا خلاف اسلام ہونا ظاہر ہے، اہل سنت والجماعت کو ان سے مناکحت نہیں کرنا چاہئے، کلی پرہیز کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۲/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱۲/۸۸ھ

فرقہ مہدویہ اور احمدیہ

سوال [۵۲۷]: کیا مہدویہ فرقہ جو پنوری اور احمدیہ فرقہ سرسید احمد خان کے پیرو ہیں؟ مختصر طور پر ان

کے حالات بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلياً :

دونوں الگ الگ ہیں، ان میں کوئی کسی کا پیرو نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱/۶/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۶/۹۱ھ۔

خاکساری فتنہ کا حکم

سوال [۵۲۸]: خاکساری کا فتنہ جو موجودہ زمانہ میں چل رہا ہے، آیا اس لائن میں داخل ہونا جائز ہے یا نہیں؟

خاکسار کا جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں، خاکساروں کے ساتھ اسلامی تعلق رکھنا، برت برتاؤ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور ان کا

عقد مسلمان لڑکی سے جائز ہے یا نہیں، عنایت اللہ کا تذکرہ درست ہے یا اسلامی طریقے سے خلاف ہے؟ مینواتو جروا۔

الجواب حامداً و مصلياً :

عنایت اللہ مشرقی بانی تحریک خاکسار نے جو کتاب ”تذکرہ“ لکھی ہے اس میں بہت چیزیں جو بالکل

اسلام کے خلاف ہیں تحریر کی ہیں، وہ کفریہ عقائد ہیں اسی طرح اور بھی بہت سی تحریرات ہیں، کفریہ عقائد لکھ کر شائع کئے ہیں۔ پس جس شخص کے عقائد تحقیق سے معلوم ہو جائیں کہ کفریہ ہیں اس کے جنازہ کی نماز پڑھنا (۱) اور اس سے اسلامی تعلق رکھنا ناجائز ہے (۲)، اسی طرح اس کا مسلمانوں کے ساتھ عقد نکاح کرنا بھی ناجائز ہے (۳)، مگر پہلے اس کی خوب تحقیق کر لی جائے کہ اس کے عقائد کیا ہیں کیوں کہ محض شبہ کی بناء پر کسی کو کافر کہنا جائز نہیں (۴)۔

تحریریک خاکسار میں داخل ہونا ناجائز ہے، مسلمانوں کو اس فتنہ سے احتراز ضروری ہے، ہر شخص پر حسب استطاعت مسلمانوں کو اس فتنہ سے بچانا اور اس کی خرابیوں سے آگاہ کرنا نیز اس کی مدافعت کر کے اہل اسلام کو تحفظ اسلام پر آمادہ کرنا لازم اور ضروری ہے، جو شخص باوجود قدرت کے اس فتنہ سے مدافعت نہیں کرے گا وہ گنہگار ہوگا (۵)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/۱/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید غفرلہ۔

صحیح: عبداللطیف، ۲۴/محرم/۵۹ھ۔

(۱) قال الله تعالى: ﴿و لا تصل على أحد منهم مات أبداً و لا تقم على قبره، إنهم كفروا بالله و رسوله و ماتوا و هم فاسقون﴾ (التوبة: ۸۴)

(۲) قال الله تعالى: ﴿لا يتخذ المؤمنون الكافرين أولياء من دون المؤمنين﴾ (آل عمران: ۲۸)

(۳) ”و لا يجوز للمرتد أن يتزوج مرتدة و لا مسلمة و لا كافرة أصلية، و كذلك لا يجوز نكاح المرتدة مع أحد كذا في المبسوط“۔ (الفتاویٰ العالمکیرية، كتاب النكاح، القسم السابع المحرمات بالشرك: ۲۸۲/۱، رشیدیہ)

(و كذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في عدم نكاح الكافر المسلمة: ۳/۲۶۵، دار الكتب العلمية)

(و كذا في الهداية، كتاب النكاح، باب نكاح أهل الشرك: ۲/۳۳۵، ۳۳۶، مكتبة شرکت علمیه)

(۴) ”و لا يجوز أن یرمی مسلم بفسق و كفر من غير تحقیق“۔ (شرح الفقه الأكبر للملا علی القاری، ص: ۷۲، قدیمی)

(۵) قال الله تعالى: ﴿ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير، و يأمرون بالمعروف، و ينهون عن المنكر، و يسارعون في الخيرات﴾ (سوره آل عمران: ۱۱۳) =

دین بہائی

سوال [۵۲۹]: زید نے دین بہائی قبول کیا، یعنی بہاء اللہ کو موعود کل ادیان، ناسخ قرآن تسلیم کرتے ہوئے اس نئی شریعت پر ایمان لایا جس کے مدعی بہاء اللہ ہیں۔ اس کتاب کا نام ”اقدس“ ہے، جس کی تعلیمات کی رو سے تمام انبیاء و رسل اور آسمانی کتب برطرف ہیں اور سلسلہ رسالت کبھی ختم نہیں ہوتا یعنی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم الرسل تسلیم نہیں کرتے۔ کیا اب زید دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا، حالانکہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہے کیونکہ اس سے اس کے مندرجہ بالا عقائد پر ضرب نہیں پڑتی، اگر زید دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا تو کیا اس کا نکاح فسخ ہو جائے گا، اگر نکاح فسخ ہو جائے گا تو زوجہ دین مہر کا مطالبہ کر سکتی ہے جب کہ وہ مسلمان ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ان عقائد کے اختیار کرنے کے بعد زید ایمان سے خارج ہو گیا (۱) اس کا نکاح فسخ ہو گیا (۲) جب شوہر کے ساتھ وہ رہ چکی ہے تو پورا مہر لازم ہو گیا (۳)، اب اپنا مہر وصول کر سکتی ہے اور اس سے بالکل الگ رہے کوئی تعلق زوجیت نہ رکھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، یکم/ربیع الثانی/۱۹۵ھ۔

= ”عن أبي بكر الصديق رضي الله عنه قال: ”ما من قوم يعمل فيهم بالمعاصي، ثم يقدر ان على ان يغيروا ثم لا يغيروا، إلا يوشك ان يعمهم الله بعقاب“۔ (مشکوٰۃ المصابيح، كتاب الأدب، باب الأمر بالمعروف، ص: ۲۳۶، ۲۳۷، قديمي)

(۱) ”والمراد بالضروريات على ما اشتهر في الكتب: ما علم كونه من دين محمد صلى الله تعالى عليه وسلم بالضرورة، بأن تواتر عنه و استفاض، وعلمته العامة كالوحدانية والنبوة و ختمها بخاتم الأنبياء وانقطاعها بعده، وهذا مما شهد الله به في كتابه، وشهدت به الكتب السابقة، وشهد به نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم“۔ (مجموعۃ رسائل کشمیری، إكفار الملحدين: ۲/۳، إدارة القرآن)

(۲، ۳) (وارتداد أحدهما): أي الزوجين (فسخ عاجل فللمطوءة كل مهرها) لتأكده به“۔ (الدر المختار: باب نكاح الكافر، كتاب النكاح: ۱۹۳/۳، ۱۹۴، سعيد)

= ”إرتداد أحد الزوجين عن الإسلام، وقعت الفرقة بغير طلاق في الحال قبل الدخول وبعده، ثم =

مودودیت و رضا خانیت میں کون زیادہ مضر ہے؟

سوال [۵۳۰]: امت مسلمہ کے لئے فتنہ مودودیت زیادہ مضر ہے یا فتنہ رضا خانیت؟

(عبداللہ بہاری)

الجواب حامداً و مصلياً :

فتنہ کی نوعیت مختلف ہے، ایک نوع کے دو فرد ہوں تو ان میں توازن و تقابل دیکھا جاتا ہے، جب نوع جداگانہ ہو تو اس میں مقابلہ و موازنہ کیسا؟ ہر فتنہ اپنی نوع میں مستقل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

چند بشیشور اور صدیق دیندار کے عقائد

سوال [۵۳۱]:۱ جنوبی ہند میں ایک جماعت ہے جسے لوگ عام طور سے چند بشیشور کہتے ہیں،

کیا یہ لوگ دائرہ اسلام سے خارج ہیں؟ کیا ان کے عقائد اہل سنت والجماعت کے خلاف ہیں؟

.....۲ صدیق دیندار کون تھا؟ کیا اس نے بھی نبی ہونے کا دعویٰ کیا تھا؟

.....۳ کیا مرزا غلام احمد قادیانی اور صدیق دیندار دونوں کے معتقدات ایک ہی جیسے ہیں یا کچھ فرق ہے؟

.....۴ صدیق دیندار کی تحریر کردہ ملفوظات یا کوئی کتاب ہو تو تحریر فرمائیں۔ صدیق دیندار کے

معتقدین کا دعویٰ ہے کہ علماء کا ہمارے اوپر الزام اور تہمت ہے، ہم صدیق دیندار کو صرف پیر مانتے ہیں نہ کہ نبی،

ایسے لوگوں کا بیان اور ان کے پیچھے نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ اور نماز سے انہیں روکنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً :

.....۱ چند بشیشور اور ان کے عقائد سے میں بالکل واقف نہیں۔

.....۲ میں صدیق دیندار کو نہیں جانتا، نہ اس کے عقائد کا مجھے کچھ علم ہے۔

= إن كان الزوج هو المرتد، فلها كل المهر إن دخل بها“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، باب نکاح الکفار :

۳۳۹/۱، رشیدیہ)

”وارتداد أحدهما فسخ في الحال، فللموطوءة المهر و لغيرها النصف“۔ (کنز الدقائق، باب

نکاح الکافر، ص: ۱۱۱، إمدادیہ ملتان)

۳..... غلام احمد قادیانی کی کتابیں دیکھی ہیں مگر صدیق دیندار کی کوئی کتاب نہیں دیکھی۔

۴..... مجھے ایسی کتابوں اور ایسے ملفوظات کا کوئی علم نہیں، بلا تحقیق کے کوئی حکم نہیں لگا سکتا، وہیں کے

مقامی علماء سے تحقیق کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

تہتر فرقے

سوال [۳۲: ۶]: یہود اکثر فرقے ہوئے اور نصاریٰ بہتر اور اس امت کے تہتر فرقے ہوں گے اور سب

کے سب گمراہ ہوں گے لیکن ایک۔“ سند کے اعتبار سے یہ حدیث کیسی ہے اور اس کا مطلب کیا ہے؟ بینوا بالدلیل

مولوی محمد یاسین مدرس مدرسہ احیاء العلوم اعظم گڑھ۔

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف، باب الاعتصام بالکتاب والسنة کی فصل ثانی میں ہے (۱) سیوطی

رحمہ اللہ تعالیٰ نے سنن اربعہ سے اس کو نقل کیا ہے، علقمی نے سند کے اعتبار سے اس کو حسن صحیح کہا ہے:

”قال العلقمی: قال شیخنا: ألف الإمام أبو منصور عبد القادر بن طاهر التیمی فی

شرح هذا الحدیث کتاباً، قال فیہ: قد علم أصحاب المقالات أنه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم

یرد بالفِرَق المذمومة المختلفین فی فروع الفقه من أبواب الحلال والحرام، وإنما قصد بالذم

من خالف أهل الحق فی أصول التوحید و فی تقدیر الخیر والشر و فی شروط النبوة والرسالة و فی

موالاة الصحابة و ما جرى مجرى هذه الأبواب؛ لأن المختلفین فیہا قد كفر بعضهم بعضاً

بخلاف النوع الأول، فإنهم اختلفوا فیہ من غیر تکفیر ولا تفسیق للمخالف فیہ، فیرجع تأویل

الحدیث فی افتراق الأمة إلى هذا النوع الأول من الاختلاف، وقد حدث فی آخر أيام الصحابة

خلاف القدریة من معبد الجهنی و أتباعه، و تبرأ منهم المتأخرون من الصحابة کعبد اللہ بن

(۱) ”قال رسول اللہ ﷺ ”وإن بنی اسرائیل تفرقت ثنتین و سبعین ملة، و تفرقت أمتی علی ثلاث و

سبعین ملة کلهم فی النار إلا ملة واحدة“، قالوا: من هی یا رسول اللہ؟ قال: ”ما أنا علیہ و

أصحابی“. (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، ص: ۳۰، قدیمی)

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما و جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و أنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ و نحوہم،
ثم حدث الخلاف بعد ذلك شيئاً فشيئاً..... الخ". السراج المنير: ۱/ ۲۴۰ (۱)۔
ان فرق ضالہ کو نام بنام بھی شرح حدیث نے شمار کیا ہے۔ شروح ترمذی (۲) و ابوداؤد میں تفصیل
موجود ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/۱۱/۲۶ھ۔

تہتر فرقہ والی حدیث پر اشکال

سوال [۵۳۳]: سرچشمہ ہدایت منبع علم و فضل! سلام مسنون

- (۱) (السراج المنير شرح الجامع الصغير، ص: ۲۵۱، مكتبة الإيمان، المدينة المنورة)
(۲) "تفترق أمتي على ثلاث وسبعين فرقة" المراد من أمتي أمة الإجابة، وفي حديث عبد الله بن عمرو الآتي:
"كلهم في النار إلا ملة واحدة"، وهذا من معجزاته صلى الله عليه وسلم؛ لأنه أخبر عن غيب وقع. قال العلقمي:
قال: شيخنا ألفت الإمام أبو منصور: قد علم أصحاب المقالات أنه صلى الله عليه وسلم لم يرد بالفرق
المذمومة المختلفين في فروع الفقه من أبواب الحلال والحرام، وإنما قصد بالذم من خالف أهل الحق في
أصول التوحيد وفي شروط النبوة والرسالة..... بخلاف النوع الأول، فإنهم اختلفوا فيه من غير تكفير
وتفسيق الخ". (تحفة الأحوذى، أبواب الإيمان، باب افتراق هذه الأمة: ۳۹۷/۷، مكتبة ألفيه، مدينة منوره)
(۳) "افترقت اليهود الخ) هذا من معجزاته صلى الله عليه وسلم؛ لأنه أخبر عن غيب وقع، قال
العلقمي: قال شيخنا..... قد علم أصحاب المقالات أنه صلى الله عليه وسلم لم يرد بالفرق المذمومة
المختلفين في فروع الفقه من أبواب الحلال والحرام، وإنما قصد بالذم من خالف أهل الحق في أصول
التوحيد وفي تقدير الخير والشر، وفي شروط النبوة والرسالة وفي موالات الصحابة وما جرى مجرى
هذه الأبواب؛ لأن المختلفين فيها قد كفر بعضهم بعضاً بخلاف النوع الأول، فإنهم اختلفوا فيه من غير
تكفير ولا تفسيق للمخالف فيه". (عون المعبود شرح سنن أبي داؤد، أول كتاب السنة، باب شرح
السنة: ۲۶۶/۱۲، دار الفكر، بيروت)

(وكذا في بذل المجهود شرح سنن أبي داؤد: ۱۸۸/۵، كتاب السنة، باب شرح السنة، معهد الخليل

الإسلامي بهادر آباد، كراچی)

آپ کا مختصر سا جواب مجھ جیسے کم فہم انسان کی ہدایت کے لئے ناکافی ہے، خاص طور سے وہ حدیث جو جناب نے وضاحت کے طور پر تحریر فرمائی ہے یعنی: ”جس طریقہ پر اعتقادی، عملی، اخلاقی حیثیت سے میں ہوں اور میرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں جو فرقہ اس طریقہ پر رہے گا نجات پا جائے گا۔“

جہاں تک مجھ کترین کا علم ہے کہ فرقہ اسلام میں کوئی فرقہ ایسا نہیں ہے جو اپنے آپ کو اس کا مدعی نہ کہتا ہو کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریقہ پر قائم ہیں اور صرف ایک فرقہ کو چھوڑ کر جتنے فرقہ ہیں اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں خواہ وہ حقیقتاً مسلمان نہ ہوں یہاں تک کہ قادیانی بھی یہ کہتے ہیں کہ ہم صحابہ کے عقائد پر قائم ہیں۔

سوال یہ ہے کہ یہ کیسے سمجھا جائے کہ کونسا فرقہ واقعی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور صحابہ عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طریقہ پر قائم ہے اور باقی نہیں ہیں جب کہ اکثر فرقوں کی بنیاد صحابہ ستہ احادیث اور کلام پاک کی تفسیریں ہیں۔

مزید برآں یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے طریقہ کے ساتھ صحابہ کے طریقہ کی شرط کیوں لگائی، کیا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طریقوں اور حضور کے طریقہ میں فرق تھا اور اگر نہیں تھا تو اس..... قید کی کیا ضرورت تھی۔

صحابہ کے اقوال و اعمال میں نمایاں تضاد کتب احادیث میں قدم قدم پر نظر آتا ہے، کوئی مسئلہ خواہ وہ اعتقادی ہو یا عملی ہو یا اخلاقی ہو ما بین فرق مسلمین ایسا نظر نہیں آتا۔ جس میں کوئی بھی فرقہ تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ہم خیال سمجھتا ہو اور ہر مسئلہ کے لئے بالکل مخالف سمت میں لیجانے والے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اقوال کتب احادیث میں ملتے ہیں اور سب کی نہیں، تو زیادہ تر کی نسبت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کی گئی ہے اور یہی اختلاف اقوال مسلمانوں میں فرقہ بندی کا سبب ہے۔

اس لئے مجھے یہ بات بالکل سمجھ میں نہیں آتی کہ وہ ہستیاں جن کے اقوال و اعمال مسلمانوں میں فرقہ بندیوں کا سبب ہیں انہیں کے طریقہ پر عمل در آمد نجات کا باعث ہو سکتا ہے۔ جب کہ مذکورہ اور مصدقہ حدیث میں بہتر کی ہلاکت اور صرف ایک کی نجات کی خبر دی گئی ہے۔ امید ہے کہ جواب باصواب سے مشکور فرمائیں گے۔ تجمل حسین۔

مکرم و محترم زید مجدکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجواب بید اللہ تعالیٰ ازمة الحق والصواب حامداً ومصلياً:

آپ کے سوال کا حاصل یہ ہے کہ:

اقوال صحابہ میں تضاد ہے اور یہ تضاد ہی امت میں فرقہ بندی کا سبب بنا ہے حتیٰ کہ امت کے بہتر فرقے ہو گئے صرف ایک فرقہ ناجی ہے اور بہتر فرقے جہنمی ہیں ان سب کی نہیں تو زیادہ تر کی نسبت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کی گئی ہے، لہذا فرقہ ناجیہ تو وہ ہوگا جو کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریقہ پر ہوگا، پھر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ کیوں ارشاد فرمایا کہ جس طریقہ پر میں ہوں اور میرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں اس طریقہ کی پیروی کرنے والا فرقہ ناجی ہے، یعنی اپنے ساتھ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کیوں شامل کیا جب کہ وہ خود ہی اپنے اختلاف تضاد کے ذریعہ بہتر فرقوں کو جہنمی بنا رہے ہیں ان کی اتباع سے تو آدمی دوزخی بنے گا نجات نہیں پاسکتا۔

اگر واقعی آپ کے سوال کا حاصل یہی ہے تو جذبات سے یک سو ہو کر ذرا غور کریں کہ اس سوال کی بنیاد

کیا ہے اور اس کا نتیجہ کیا ہے؟

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے جو اقوال کتب احادیث میں بسند منقول ہیں جن کی وجہ سے امت کے اتنے فرقے بن گئے اور ان اقوال کی نسبت حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کی گئی ہے، دو حال سے خالی نہیں: یہ نسبت صحیح کی گئی ہے یا غلط، اگر صحیح کی گئی ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا کیا قصور ہے کہ انہوں نے جو کچھ حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا یا عمل کرتے ہوئے دیکھا اس کو نقل کر دیا، کیونکہ وہ اس کے مامور تھے، اس لحاظ سے ان کو اس میں نقل کے سوا کچھ بھی دخل نہیں۔ اور نقل صحیح ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود ہی بہتر قسم کی متضاد باتیں ارشاد فرمائیں، جن میں بہتر کے اختیار کرنے والوں کے لئے جہنم کا ٹکٹ تجویز فرما کر دوزخی ہونے کی سند دی اور صرف ایک کو اختیار کرنے والوں کے لئے جنت کی بشارت مرحمت فرمائی۔

اگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے اقوال کی نسبت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف غلط

اور جھوٹ کی ہے (معاذ اللہ) تو پھر وہ خود ہی اعتماد کے قابل نہیں رہے، لہذا جو چیز بھی وہ نقل فرمائیں کوئی بھی قابل اعتماد نہیں ہوگی، پس قرآن کریم، حدیث شریف، توحید و رسالت، ایمان و اسلام، اسوہ، سنت، بدعت، عبادات، معاملات، احکام، اخلاقیات، یہ سب چیزیں جو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہی کے نفوس قدسیہ کے ذریعہ بعد والوں تک پہنچی ہیں ان پر کیسے اعتماد کیا جائے گا جب کہ ان پاکیزہ ہستیوں ہی کو نقل میں کاذب تصور کر لیا جائے گا؟ استغفر اللہ العظیم۔

پھر اس حدیث مسنولہ ہی پر کیا اعتماد کیا جائے گا اس حیثیت سے کہ وہ تہتر متضاد باتیں فرما کر بہتر کے تسلیم کرنے والوں کو خود ہی جہنم میں بھیج رہے ہیں، حالانکہ اللہ پاک نے ان کی بعثت کا مقصد یہ فرمایا ہے کہ وہ جہنم سے بچائیں جنت کی طرف لائیں تو جس آدمی کو اپنے رسول پر اعتماد نہ رہے خود ہی غور کر لیا جائے کہ رسول کے نزدیک اس کا مقام کہاں ہے اور اللہ پاک کے نزدیک کہاں ہے؟ دوسری صورت میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر اعتماد نہ کر کے سارے دین ہی کو ناقابل اعتماد قرار دیا جاتا ہے۔

غرض دونوں صورتوں میں سے جو صورت بھی کسی سینہ میں ہوگی اس سینہ میں نہ ایمان ہوگا، نہ توحید، نہ رسالت، نہ قرآن، نہ حدیث، نہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ، یہ سب چیزیں رخصت ہو کر اس سینہ میں شیطان کا گھونسلہ ہوگا اور اس کے لوازمات، اس لئے کہ ایک مؤمن تو اس سوال کو اپنے سینہ میں جگہ دے ہی نہیں سکتا، ہاں! کوئی غیر مؤمن اس کو جگہ دے کر مؤمنوں کے دل میں دوسوہ اندازی کرے تو یہ ممکن ہے اس کے جواب کی صورت میں اس کے مسلمات کے معلومات ہونے پر پیش کی جاسکتی ہے کہ آیا وہ قرآن و حدیث سے آزاد ہو کر صرف اپنی عقل کی روشنی میں جواب کا طالب ہے یا کوئی اور صورت ہے۔ اور جن اصول کے پیش نظر وہ جواب کا خواہشمند ہے وہ اصول خود بھی صحیح ہیں یا مجروح ہیں، بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آں محترم نے بھی سوال کسی ایسے ہی شخص سے سنا ہے خود آپ کے قلب میں نہیں ہوا اور خدا کرے پیدا بھی نہ ہو، اگر بطور وسوسہ آئے بھی تو اس کی تباہ کن خطرناکی کے تصور سے (جس کی تفصیل احقر نے عرض کی ہے) فوراً ختم ہو جائے۔ واللہ

الموفق والمعین۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

کیا حنفی مسلک قبول اسلام سے مانع ہے؟

سوال [۵۳۴]: مقدمہ سوال یہ ہے کہ مولوی سراج احمد فیروز آبادی نے اپنا نام فرضی ”مہاشے رام نرائن سکسینہ مناظر آریہ سماج“ کہا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ پر اعتراض کئے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں مسلمان ہو جاتا مگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مسائل کی وجہ سے مسلمان نہیں ہوتا۔ اور لکھا ہے کہ امام صاحب کہتے ہیں کہ عورت کی شرمگاہ کی رطوبت پاک ہے، مردہ یا چوپایہ سے جو بدکاری کرے تو روزہ کا کفارہ نہیں۔

الجواب حامداً و مصلياً:

اس شخص کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب میں خرابی اور برائی نظر آئی، امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ کے مذہب میں تو کوئی خرابی نظر نہیں آئی، تو سلامتی کا راستہ یہ ہے کہ جس مذہب میں خرابی اور برائی نظر نہیں آئی اس کو قبول کر لے، امام بخاری، امام مسلم، ابن تیمیہ وغیرہ جن کا مذہب پسند ہو اسی کو اختیار کر لے، جب وہ اسلام میں داخل ہو جائے گا اور کسی بھی امام کے مسلک کو اختیار کرے گا تو انشاء اللہ نجات کا مستحق ہو جائے گا، ہم ہرگز اس کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تقلید پر مجبور نہیں کریں گے۔

یہ جواب اس وقت ہے کہ مسائل کے دل میں قبول اسلام کا داعیہ اور جذبہ ہو اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کو خراب سمجھ کر اسلام قبول کرنے میں رکاوٹ ہو رہی ہو، جب مسائل اسلام قبول کرے گا تو اس کے لکھے ہوئے اعتراضات بہت سہولت سے حل ہو جائیں گے۔ اگر مسائل کا مقصود اسلام قبول کرنا نہیں بلکہ صرف اعتراض کر کے دل کی بھڑاس نکالنا مقصود ہے تو جب اس کے نزدیک اسلام ہی صحیح نہیں تو مذہب حنفی پر اعتراض کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے؟ کیونکہ یہ تو شجرۂ اسلام کی شاخ ہے، اس اعتراض کو اخبارات میں شائع کرنا ہے تو جس طرح اور جس نام سے چاہے شائع کر دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ﴿واللہ یہدی من یشاء إلی صراطٍ مستقیم﴾۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۴/۱۴۰۱ھ۔

کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر پیغمبروں کی امت کو ”مسلمان“ کہا جاتا ہے؟

سوال [۵۳۵]: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور تمام پیغمبروں کی امت کو ”مسلمان“ کہتے تھے یا کیا کہتے

تھے جیسا کہ بانی اسلام حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کو مسلمان کہتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو کچھ احکام خداوندی پہنچائے ان کو ماننے والے اور ان پر ایمان لانے والے سب مسلم ہیں: ﴿سماکم المسلمین﴾ (۱) جن میں اصلی یہودی اور نصاریٰ بھی تھے (۲) مگر موجودہ یہود و نصاریٰ کا حال وہ نہیں اس لئے وہ مسلم نہیں، اب صرف حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے لوگ مسلم ہیں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱۰/۸۵ھ۔

ہندو، یہود، نصاریٰ، جنات کس کی امت میں ہیں؟

سوال [۵۳۶]: تمام عالم میں انسان اور جنات کس کی امت میں کہلائیں گے یعنی یہودی، عیسائی

اور ہندو لوگ کس کی امت میں ہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت تک پیدا ہونے والے جنات اور انسانوں کے لئے نبی بنا کر

(۱) (الحج: ۷۸)

(۲) قال الله تعالى: ﴿ربنا واجعلنا مسلمين لك ومن ذريتنا أمة مسلمة لك﴾ و قوله: هذا سبب لتسميتهم بذلك في هذا لدخول أكثرهم في الذرية، فجعل مسمى لهم فيه مجازاً. (روح المعاني

(الحج: ۷۸): ۲۱۰/۱۷، دار احیاء التراث العربی)

(۳) اس وقت یہود و نصاریٰ پر ”مسلم“ کا اطلاق نہیں ہوگا اور پہلے جو ہوتا تھا وہ بھی مجازاً ہوتا تھا، ورنہ یہ نام اس امت کے ساتھ

خاص ہے جیسا کہ علماء نے تصریح کی ہے: ”و لم يذكر الله بالإسلام والإيمان غير هذه الأمة، ذكرت بالإيمان

والإسلام جميعاً، و لم نسمع بأمة ذكرت إلا بالإيمان“. (تفسير الطبري، (الحج: ۷۸): ۲۰۸/۸،

مصطفى البابي الحلبي مصر)

اور علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”إتمام النعمة في اختصاص الإسلام بهذه الأمة“ ایک مستقل رسالہ

تصنيف کیا ہے جو ”الحاوی للفتاویٰ“ کی دوسری جلد، ص: ۵۵-۱۳۸، دار الفکر بیروت، لبنان، میں شامل ہے۔

بھیجے گئے ہیں، یہود، نصاریٰ، ہندو سب کے ذمہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لانا ضروری ہے (۱)، جو ایمان لائیں گے ان کو امتِ اجابت کہا جائے گا، پس ہیں تو سب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت میں، کیونکہ آپ سب کے نبی ہیں، مگر جو ایمان نہیں لائے انہوں نے سرکشی اور کفر اختیار کر کے خدا کے غضب کو سر رکھا اور جو ایمان لائے انہوں نے رحمت و نعمت کو لیا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۵/۸/۹۳ھ۔

یہود و نصاریٰ اہل کتاب ہیں یا نہیں، ان کی عورتوں سے نکاح اور ان کا ذبیحہ

سوال [۵۳۷]: کیا جو عیسائی اور یہودی حضور رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت

(۱) قال الله تعالى: ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا﴾ (الاعراف: ۱۵۸)

وقال الله تعالى: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا﴾. (سبا: ۲۸)

”قل يا محمد! لجميع البشر من العرب وغيرهم، بيض وأسود: إني رسول الله إليكم جميعاً، لا إلى قومي العرب خاصة، وإلى كل وقت وزمن إلى يوم القيامة“. (التفسير المنير، (الاعراف: ۱۵۸): ۱۲۸/۹، دارالفكر)

”أمر عليه الصلاة والسلام بأن يصدع بما فيه تبيكيت لليهود الذين حرّموا اتباعه، وتنبه لسائر الناس على افتراء من زعم منهم أنه صلى الله تعالى عليه وسلم مرسل إلى العرب خاصة، وقيل: إنه أمر له عليه الصلوة والسلام ببيان أن سعادة الدارين المشار إليهما فيما تقدم غير مختصة بمن اتبعه من أهل الكتابين بل شاملة لكل من يتبعه كائناً من كان، وذلك ببيان عموم رسالته صلى الله تعالى عليه وسلم، وهي عامة للشقلين كما نطقت به النصوص حتى صرحوا بكفر منكره، وما هنا لا يأتى ذلك“. (روح المعاني، (الاعراف: ۱۵۸): ۸۲/۹، دار إحياء التراث العربی)

(۲) ”الامة جمع لهم جامع من دين أو زمان أو مكان أو غير ذلك، فإنه مجمل يطلق تارةً ويراد بها كل من كان مبعوثاً إليهم نبي آمنوا به أو لم يؤمنوا، ويسمون أمة الدعوة، والأخرى ويراد بهم المؤمنون به المدعون له، وهم أمة الإجابة“. (فيض القدير، تحت رقم الحديث: ۱۶۲۱، ۳/۱۲۷۰، مصطفى الباز) (وشرح الطيبي، كتاب الإيمان: ۲/۴۴۹،)

(فتح الباری، کتاب الرقاق، باب يدخل الجنة سبعون ألفاً بغیر حساب: ۱۱/۴۱۱، دار المعرفة

بيروت)

موجود تھے اور وہ ایمان نہیں لائے اور جو اب تک ایمان نہیں لائے کافر ہیں یا نہیں اور وہ اہل کتاب کہلانے کے مستحق ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو کیا ان کے ساتھ بیاہ شادی کھانا پینا اب بھی ان کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

” (وصح نكاح كتابية) وإن كره تنزيهاً (مؤمنة بنبي) مرسل (مقرة بكتاب) منزل، وإن اعتقدوا المسيح إلهاً، وكذا حلّ ذبيحتهم على المذهب - بحر الخ“ (درمختار) قلت: علل ذلك في البحر بأن التحريمية لا بد لها من نهى أو مافى معناه؛ لأنها في رتبة الواجب الخ - وفيه: أن إطلاقهم الكراهة في الحرية يفيد أنها تحريمية، والدليل عند المجتهد على أن التعليل يفيد ذلك، ففي الفتح: ويجوز تزوج الكتابيات، والأولى أن لا يفعل، ولا يأكل ذبيحتهم إلا للضرورة، وتكره الكتابية الحرية إجماعاً لافتتاح باب الفتنة من إمكان التعلق المستدعي للمقام معها في دار الحرب، وتعريض الولد على التخلق بأخلاق أهل الكفر وعلى الرق بأن تسيى وهى حبلى فيولد رقيقاً، وإن كان مسلماً الخ“ -

”فقوله: (والأولى أن لا يفعل) يفيد كراهة التنزيه في غير الحرية، وما بعده يفيد كراهة التحريم في الحرية تأمل (قوله: على المذهب): أي خلافاً لما في المستصفي من تقييد الحل بأن لا يعتقدوا ذلك، ويوافق مافى مبسوط شيخ الإسلام: يجب أن لا يأكلوا ذبائح أهل الكتاب إذا اعتقدوا أن المسيح إله وأن عزيزاً إله، ولا يتزوجوا نسائهم، قيل: وعليه الفتوى الخ“ -
ردالمحتار (۱) -

عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ جو فرقے کتابی ہیں، کسی نبی رسول پر ایمان رکھتے ہیں، کسی آسمانی کتاب کے مقرر اور معتقد ہیں، ایسے فرقوں کی عورتوں سے نکاح کرنا صحیح ہے، مگر ایسا کرنا مکروہ ہے۔ پھر بعض علماء کے نزدیک یہ مکروہ تنزیہی ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ کتابیہ ذمیہ سے تو مکروہ تنزیہی ہے اور حربیہ سے مکروہ تحریمی

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح: ۳/۴۵، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۱۸۲، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۲/۴۷۷، عباس أحمد الباز)

ہے۔ ذمہ وہ ہے جو اسلامی حکومت میں مسلمان بادشاہ کی رعیت بن کر رہے۔ حربیہ وہ ہے جو ایسی نہ ہو۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ کتابیہ سے اس وقت نکاح جائز ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام اور حضرت عزیر علیہ الصلاۃ والسلام کے متعلق یہ اعتقاد نہ رکھتی ہو کہ وہ معبود ہیں یعنی اس کا عقیدہ مشرکانہ نہ ہو، ورنہ جائز نہیں اور ایک جماعت نے اسی پر فتویٰ دیا ہے، یہی حکم ذبیحہ کا بھی ہے۔

آج کل کے عیسائی عامۃً مذہب کے منکر ہیں، کسی کتاب اور دین کے قائل نہیں، نہ ان کے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے، لہذا اس کا حکم اہل کتاب کا نہیں، اور جو کتاب انجیل مقدس کو مانتے ہیں تو اس میں ہمیشہ تغیر و ترمیم کر کے پرانے احکام کو خارج اور نئے احکام کو جو زمانے کی رفتار کے مطابق ہوں داخل کرتے رہتے ہیں، جس سے ہر نئی طبع ہونے والی انجیل پرانی انجیل کے لئے ناسخ بنتی رہتی ہے، پس اگرچہ کوئی دین کوئی آسمانی دین نہیں، نہ ان کی کتاب آسمانی کتاب رہی تاہم ان کا حکم اہل کتاب کا حکم ہو گا یہی حکم یہودی کا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/۷/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبداللطیف، ۶/رجب المرجب/۵۸ھ۔



باب الکفریات

(کفریات کا بیان)

کفر کی تعریف

سوال [۵۳۸]: امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا تارکِ صلوٰۃ عمداً کے بارے میں کیا مذہب ہے؟ اگر کسی جگہ مطالعہ میں آیا ہو کہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ کفر پر ہے تو وضاحت سے تحریر فرمائیں، کفر کی اصطلاحی جامع مانع تعریف کیا ہے جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے؟ کیا کفر میں دخول و عدم دخول کے بارے میں مراتب ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً:

شوافع کے نزدیک جو شخص عمداً کسی عذر کے نماز ترک کر دے اس کو بطور حد قتل کیا جائے گا اور ان کے نزدیک وہ کافر نہیں ہوتا:

”من أخرج من المكلفين مكتوبةً كسلاً ولو جمعةً وإن قال: أصلها ظهراً عن أوقاتها كلها، قتل حداً، لا كفر الخ.“ (شرح منهج الطلاب على هامش شرحه للجيري: ۱/۴۹۳) (۱)۔
 ”أقول: والجنة لا يدخلها كافر، فيه ردّ على من قال: إن ترك الصلوة كفر، وهو مذهب الإمام أحمد“۔ (شرح الجيري: ۱/۴۹۳)۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن ضروریات کے ساتھ مبعوث ہوئے، اس کے انکار کو اصطلاح شرع میں کفر کہتے ہیں۔

”الكفر لغةً ستر النعمة، وأصله الكفر بالفتح وهو الستر۔ ومنه قيل للزراع والليل: كافر، ولكمام الثمرة: كافر۔ وفي الشرع: إنكار ما علم بالضرورة مجيء الرسول به، وإنما

(۱) ”من أخرج مكتوبةً و لو جمعةً عن أوقاتها قتل حداً“۔ (متن المنهج لشيخ الإسلام زكريا الأنصاري على هامش منهاج الطالبين، باب من أخرج مكتوبةً، ص: ۲۳، مصطفى البابی بمصر)

عُدَّ مِنْهُ لِبَسِ الْغِيَا وَشَدَّ الزَّنَارَ وَنَحَوَهُمَا كُفْرًا، لِأَنَّهَا تَدُلُّ عَلَى التَّكْذِيبِ، فَإِنْ مِنْ صَدَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَجْتَرِءُ عَلَيْهَا ظَاهِرٌ إِلَّا أَنَّهَُا كُفْرٌ فِي أَنْفُسِهَا“ - (بيضاوی سورة بقره، ص: ۲۳ (۱)۔

نفس کفر موجب دخول جہنم ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۴/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۴/۸۸ھ۔

منافق کی تعریف

سوال [۵۳۹]: نصوص قرآنیہ (جو منافقین کی شان میں ہیں) کے متعلق کہنے والا کہ وہ منافقین جن کی شان میں یہ نصوص ہیں اب موجود نہیں، اس لئے یہ متروک العمل والاستدلال ہیں، شرعاً کہاں تک حق بجانب ہے؟

۲..... منافق کی شرعاً کیا تعریف ہے؟ اگر آج کل منافق موجود ہیں تو ان کے لئے کن نصوص سے

استدلال کیا جاسکتا ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً :

۱..... ایسے منافقین اب بھی موجود ہیں، لیکن انقطاع وحی کے بعد منافق ہونے کا حکم لگانا دشوار ہے (۳)۔

(۱) (تفسیر البيضاوی تحت قوله تعالى: ﴿إِنَّ الدِّينَ كُفْرًا﴾ (البقرة: ۷)، ص: ۲۳، نور محمد کتب خانہ)

(۲) (النساء: ۴۸)

”والکفر لغة: الستر، و شرعاً: تکذیبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی شیء مما جاء به من

الدين ضرورة“۔ (الدر المختار، کتاب الجهاد، باب المرتد: ۲۲۳/۴، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب السیر، باب أحكام المرتدین: ۲۰۲/۵، رشیدیہ)

(۳) ”عن حذيفة رضى الله عنه: ”إنما كان النفاق على عهد النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فأما اليوم

فإنما هو الكفر بعد الإيمان..... والذي يظهر أن حذيفة لم يرد نفى الوقوع، وإنما أراد نفى اتفاق =

۲..... جس کے باطن میں کفر ہو ظاہر میں اسلام، وہ منافق ہے (۱) مگر اس کی تعیین بس میں نہیں کہ ایسا

کون ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۰/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۰/۹۲ھ۔

علامات نفاق

سوال [۵۴۰]: کون سے عمل سے مسلمان منافق ہو جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اصل نفاق تو یہ ہے کہ دل میں کفر، زبان سے اسلام کا اقرار ہو (۲)، باقی کچھ علامتیں بھی حدیث پاک میں بتائی گئی ہیں مثلاً: یہ کہ جب کوئی وعدہ کرتا ہے، اس نیت سے کرتا ہے کہ یہ پورا نہیں کرے گا، جب بات کرتا ہے جھوٹ بولتا ہے، لڑائی ہو جائے تو گالی دیتا ہے، جب اس کے پاس کچھ امانت رکھی جائے تو اس

= الحكم؛ لأن النفاق إظهار الإيمان وإخفاء الكفر، ووجود ذلك ممكن في كل عصر، وإنما اختلف الحكم؛ لأن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان يتألفهم ويقبل ما أظهره من الإسلام ولو ظهر منهم احتمال خلافه، و أما بعده فمن أظهر شيئاً فإنه يؤخذ به ولا يترك لمصلحته التألف لعدم الإحتياج إلى ذلك“ (فتح الباری، کتاب الفتن، باب إذا قال عند قوم شيئاً ثم خرج فقال بخلافه: ۱۳/۷۴، دار نشر الکتب الإسلامیة)

(و کذا فی إرشاد الساری، کتاب الفتن، باب إذا قال عند قوم شيئاً ثم خرج فقال بخلافه: ۱۵/۶۱، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۱) ”من يبطن الكفر - والعياذ بالله تعالى - ويظهر الإسلام، فهو المنافق“۔ (البحر الرائق، کتاب السیر، باب أحكام المرتدین: ۲۱۲/۵، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار، کتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب فی الفرق بین الزندق والمنافق: ۳/۲۴۱، ایچ ایم سعید)

(۲) ”هو إبطان الكفر وإظهار الإسلام“۔ (مرقاة المفاتيح، کتاب الإيمان، باب الكبائر وعلامات النفاق:

۲۲۷/۱، رشیدیہ)

میں خیانت کرتا ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۷/۱۴۰۶ھ۔

فاسق و زندق کی تعریف

سوال [۵۴۱]: فاسق کس کو کہتے ہیں اور زندق کس کو کہتے ہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً :

فاسق وہ ہے جو کبیرہ گناہ کرے (۲)، زندق وہ ہے جو کفر کے کام کرے اور پھر جب اس پر گرفت کی جائے تو یا تو تاویل کرے یا توبہ کرے مگر پھر ویسے ہی کام کرتا رہے (۳)، اس لئے کہ اس کے دل میں کفر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱۱/۸۸ھ۔

(۱) ”عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”أربع من كن فيه كان منافقاً خالصاً، ومن كانت فيه خصلة منهن كانت فيه خصلة من النفاق حتى يدعها: إذا أؤتمن خان، وإذا حدث كذب، وإذا عاهد غدر، وإذا خاصم فجر.“ (مشکوٰۃ المصابیح، باب الكبائر وعلامات النفاق، ص: ۷۱، قدیمی)

(و صحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب علامة المنافق: ۱۰/۱، قدیمی)

(والصحيح لمسلم، کتاب الإیمان، باب خصال المنافق: ۵۶/۱، قدیمی)

(۲) ”قال الراغب: والفسق أعم من الكفر، ويقع بالقليل من الذنوب وبالكثير، نكن نعورف فيما كانت كثيرة، وأكثر ما يقال الفاسق لمن التزم حكم الشرع وأقرب به، ثم أخل بجميع أحكامه أو ببعضها..... و وصف الإنسان به على ما قال ابن الأعرابي لم يسمع في كلام العرب، والظاهر أن المراد به هنا المسلم المخل بشيء من أحكام الشرع.“ قاله العلامة الآلوسی رحمة اللہ تعالیٰ تحت قوله تعالیٰ: ﴿إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ﴾ الآية: (الحجرات: ۶) (روح المعانی: ۲۶/۱۳۵، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۳) ”الزندیق..... هو من لا يتدين بدين، و أما من يبطن الكفر والعياذ باللہ تعالیٰ و يظهر الإسلام، فهو المنافق، ويجب أن يكون حكمه في عدم قبولنا توبته كالزندیق؛ لأن ذلك في الزندق لعدم الإطمینان =

التزام کفر اور لزوم کفر کی تعریف کفرابی جہل اور کفر منافقین وغیرہ میں فرق

سوال [۵۴۲]: ۱..... التزام کفر و لزوم کفر کی تعریف کیا ہے؟

سوال : ۲..... کفرابی جہل، کفر اہل کتاب، کفر منافقین اور کفر روافض کے درجات مختلف ہونے کی

صورت میں ہر ایک کی تشریح اور اس کا حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً :

۱..... لزوم کفر کا حاصل تو یہ ہے کہ آدمی کوئی ایسا عقیدہ رکھے یا ایسا عمل اختیار کرے یا ایسی بات کہے جس سے کوئی کفر لازم آجائے، (لیکن جب اس سے کہا جائے کہ یہ کفر لازم آ گیا تو وہ اس کفر کو تسلیم نہ کرے بلکہ اس سے برأت کر دے)۔ التزام کفر یہ ہے کہ خود اس کفر کو تسلیم کر لے اس سے برأت نہ کرے (۱)۔

۲..... کفرابی جہل تو اصلی کفر ہے کہ ایمان کی اس کو ہوا بھی نہیں لگی، نہ ایمان کا دعویٰ کیا، اخیر تک اپنے

کفر کا مقرر اور اس پر مصر رہا اور اسلام کے مقابلہ میں پوری طاقت صرف کر کے غزوہ بدر میں قتل ہوا، ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں پہنچ گیا۔

کفر اہل کتاب یہ ہے کہ وہ اپنے پیغمبر اور اپنی کتاب پر ایمان کے مدعی ہیں اور ان کے دین کو تسلیم کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں، حالانکہ ان کی کتاب محرف ہے (۲) اور ان کا دین منسوخ ہے۔ نیز اپنے پیغمبر کے لئے بھی ایسی باتیں مانتے ہیں جن کا ماننا درست نہیں (مثلاً پیغمبر کو خدا یا خدا کا بیٹا کہا) (۳)۔ پس ان کا کفر باوجود

= إلى ما يظهر من التوبة إذا كان يخفى كفره الذي هو عدم اعتقاده ديناً“ . (البحر الرائق ، كتاب السير ، باب أحكام المرتدين : ۲۱۲/۵ ، رشيدية)

(ورد المختار ، كتاب الجهاد ، باب المرتد : ۲۴۱/۴ ، ۲۴۲ ، سعيد)

(۱) راجع للتفصيل : (إكفار الملحدين) (مترجم) ، لزوم کفر اور التزام کفر کا فرق ، ص : ۲۶۲-۲۶۳ ، مکتبہ لدھیانوی)

(۲) قال الله تعالى: ﴿من الذين هادوا يحرفون الكلم عن مواضعه﴾ (الاية) (النساء : ۴۶)

والبسط في (روح المعاني تحت آيات سورة النساء رقمها : ۴۸ ، ۴۹ ، ۵۰ ، ص : ۱۷۲/۳ ،

۱۷۳ ، ۱۷۵ ، دار إحياء التراث العربي)

(۳) قال الله تعالى: ﴿وقالت اليهود عزيز ابن الله، وقالت النصارى المسيح ابن الله﴾ (الاية)

(التوبة : ۳۰)

دعوائے ایمان کے ایک تو اس وجہ سے ہے کہ وہ اپنے پیغمبر سے متعلق کفریہ عقیدہ رکھتے ہیں، دوسرے اس وجہ کہ وہ نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان پر نازل ہونے والی کتاب قرآن کریم پر ایمان نہیں رکھتے بلکہ کفر کرتے ہیں (۱)، ان کا حکم بھی ابو جہل کے مثل آخرت کے اعتبار سے بیان کیا گیا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا، أُولَئِكَ هُمْ

شَرُّ الْبَرِيَّةِ﴾ - الآية پارہ: ۳۰ (۲)۔

منافقین ایمان کا دعویٰ کرتے اور کفر سے بالکل برأت ظاہر کرتے تھے: ﴿إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا

نشهد إنك لرسول الله﴾ - الآية (۳)۔

رسالت، یومِ آخر سب ہی چیزوں پر ایمان کا اظہار کرتے تھے: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ

وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ - الآية (۴) مگر ان کا یہ صرف زبانی دعویٰ تھا، دل میں ایمان نہیں تھا، دھوکہ دینے کے لئے دعویٰ

کرتے تھے: ﴿وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ﴾ (۵) ﴿يَخَادِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا﴾ - الآية (۶) ﴿يَقُولُونَ

بِأَفْوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ﴾ - الآية (۷)۔ ان کا حکم قرآن شریف میں مذکور ہے: ﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي

الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ - الآية (۸)۔

روافض کے متعدد فرقے ہیں: بعض کہتے ہیں نبی آخر الزمان حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، حضرت

(۱) قال الله تعالى: ﴿الَّذِينَ اتَّيْنَا هُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ وَإِنَّ فَرِيقًا مِنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ

الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾ . (البقرة: ۱۴۶)، وقال تعالى: ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمَنُوا بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ، قَالُوا نُوْمِنُ بِمَا

أَنْزَلَ عَلَيْنَا، وَيَكْفُرُونَ بِمَا وَرَاءَهُ، وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ﴾ . (الآية) (البقرة: ۹۱)

(۲) (البينة: ۶)

(۳) (المنفقون: ۱)

(۴) (البقرة: ۸)

(۵) (البقرة: ۸)

(۶) (البقرة: ۹)

(۷) (آل عمران: ۱۶۷)

(۸) (النساء: ۱۴۵)

جبریل علیہ السلام نے غلطی سے وحی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس پہنچادی تھی، بعض قرآن کریم میں تحریف کا عقیدہ رکھتے ہیں، بعض حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بہتان لگاتے ہیں، بعض اکابر صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں، بعض ان کی تفسیق کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ (۱)۔ ان میں سے جو فرقے نصوص قطعیہ کے منکر ہیں، ان کا حکم فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے: ”أحكام المرتدین“ (۲) ایسے لوگ اسلام سے خارج ہیں اور جو فرقے نصوص قطعیہ کے منکر نہیں ان پر کفر کا حکم لگانے سے کف لسان کا حکم ہے۔ کذا فی رد المحتار (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

موجبات کفر اور تجدید ایمان

سوال [۵۴۳]: احقر کے عریضہ (منسلک ہذا) سوال نمبر: ۳ کے جواب میں حضرت والا نے تحریر فرمایا

(۱) (راجع رقم: ۲، ۳)

(۲) والعبارة بأسرها: ”و لو قذف عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا، كفر بالله و يجب إكفارهم بإكفار عثمان و علی و طلحة و زبیر و عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا و عنہم و يجب إكفار الروافض بقولهم: إن جبریل علیہ السلام غلط فی الوحی إلی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دون علی بن أبی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، و هؤلاء القوم خارجون عن ملة الإسلام، و أحكامهم أحكام المرتدین، کذا فی الظہیریة“. (الفتاویٰ العالمگیریة، کتاب السیر، الباب التاسع فی أحكام المرتدین، مطلب: موجبات الکفر أنواع، منها ما يتعلق بالأنبياء علیہم السلام: ۲/۲۶۳، رشیدیہ)

(و کذا فی غنیة المستملی المعروف بحلبی کبیر، فصل فی الإمامة، ص: ۵۱۲، ۵۱۵، سهیل اکیڈمی)

(و کذا فی تنبیہ الولاة و الحکام علی أحكام شاتم خیر الأنام، لابن عابدین، من مجموعة رسائله:

۳۵۹/۱، سهیل اکیڈمی لاہور)

(۳) ”إن الرافضی إن کان ممن یعتقد الألوهیة فی علی، أو أن جبریل غلط فی الوحی، أو کان ینکر

صحبة الصدیق، أو یقذف السیدة الصدیقة، فهو کافر؛ لمخالفة القواطع المعلومة من الدین بالضرورة،

بخلاف ما إذا کان یفضل علیاً أو یسب الصحابة، فإنه مبتدع لا کافر“. (رد المحتار، کتاب النکاح،

فصا. ف. المحرمات: ۳/۲۶، سعید)

کہ ”کسی قول یا فعل کی وجہ سے آدمی اسلام سے خارج ہو جائے تو ایسے شخص کو تجدید ایمان کے ساتھ موجبات کفر سے براءۃ بھی ضروری ہے“ اس کی تصریح مطلوب ہے۔

۱..... تجدید ایمان کا کیا مطلب ہے اور کیا طریقہ ہے؟

۲..... موجبات کفر سے کیا کیا مراد ہے اور وہ کیا کیا ہیں؟

۳..... اگر زکوٰۃ اداء کر چکا ہو تو کیا دوبارہ ادا کرنا ہوگا جب کہ استطاعت ہو؟

الجواب حامداً و مصلياً :

۱..... کلمہ شہادت زبان سے ادا کرے اور دل سے اس کی تصدیق کرے، جس چیز سے انکار کی بنا پر ایمان سے خارج ہو اس کا اقرار کرے۔ اگر اسلام سے خارج ہو کر مثلاً عیسائیت کو اختیار کر لیا تھا تو اس سے بیزاری اور براءت کرے (۱)۔

۲..... وہ بہت ہیں: خدائے پاک کی ذات و صفات کا انکار، اس کی شان میں گستاخی (۲)۔ کسی رسول

(۱) ”ثم اعلم أن من أراد أن يكون مسلماً عند جميع طوائف الإسلام، فعليه أن يتوب من جميع الآثام صغيرها وكبيرها، سواء ما يتعلق بالأعمال الظاهرة أو بالأخلاق الباطنة، ثم يجب عليه أن يحفظ نفسه في الأقوال والأفعال والأحوال من الوقوع في الارتداد، نعوذ بالله من ذلك، فإنه مبطل للأعمال وسوء خاتمة المال، وإن قدر الله عليه، و صدر عنه ما يوجب الردة، فيتوب عنها و يجدد الشهادة لترجع السعادة“۔ (شرح الفقه الأكبر لملا على القارى، بحث التوبة، ص: ۱۶۱، قديمی)

وفى مجمع الأنهر: ”وجود الكفر توبة“۔ (أواخر باب المرتد: ۵۰۲/۲، مكتبة غفاريه كوئته)

(وكذا فى الفتاوى العالمكبرية، كتاب السير، قبيل الباب العاشر فى البغاة: ۲۸۳/۲، رشيديه)

(۲) ”إذا وصف الله تعالى بما لا يليق به، أو سخر باسم من أسمائه أو بأمر من أوامره، أو أنكر صفة من صفات الله تعالى..... يكفر“۔ (مجمع الأنهر، كتاب السير والجهاد، باب المرتد، ألفاظ الكفر أنواع: الأول فيما يتعلق بالله تعالى: ۵۰۳/۲، مكتبة غفاريه كوئته)

(وكذا فى الفتاوى العالمكبرية، كتاب السير، الباب التاسع فى أحكام المرتدين، مطلب: موجبات الكفر أنواع: ۲۵۸/۲، رشيديه)

(وكذا فى البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۲۰۲/۵، رشيديه)

کا انکار، اس کی شان میں گستاخی (۱)۔ خدائی کتاب کا انکار، اس کی شان میں گستاخی (۲)، عقیدہ آخرت (۳) اور ملائکہ کا انکار (۴) وغیرہ وغیرہ۔ کتاب ”مالا بد منه“ (۵) میں ایسی بہت سی چیزیں لکھی ہیں۔

۳..... تجرید ایمان کے بعد سالہائے گذشتہ کی زکوٰۃ دوبارہ دینا لازم نہیں (۶)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۵/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۵/۸۷ھ۔

(۱) ”من لم یقر ببعض الأنبياء عليهم الصلوة والسلام فقد كفر“۔ (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب السیر، الباب التاسع فی أحكام المرتدین، مطلب: موجبات الکفر أنواع، ومنها ما يتعلق بالأنبياء عليهم السلام: ۲/۲۶۳، رشیدیہ)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب السیر، باب أحكام المرتدین: ۵/۲۰۳، رشیدیہ)

(وکذا فی التاتارخانیة، کتاب أحكام المرتدین، فيما يعود إلى الأنبياء عليهم السلام: ۵/۴۷۷، إدارة القرآن)

وفی البرزانیة: ”ولو عاب نبياً کفر“۔ (کتاب ألقاظ تكون إسلاماً أو کفرألقاظ، الثالث فی الأنبياء: ۶/۳۲۷، رشیدیہ)

(۲) ”ویکفر إذا أنکر آية من القرآن، أو سخر بآية منه“۔ (البحر الرائق، کتاب السیر، باب أحكام المرتدین: ۵/۲۰۵، رشیدیہ)

(وکذا فی التاتارخانیة، کتاب أحكام المرتدین، فصل فيما يتعلق بالقرآن: ۵/۴۹۰، إدارة القرآن)

(۳) ”من أنکر القيامة أو الجنة أو الميزان أو الحساب أو الصراط أو الصحائف المكتوبة فيها أعمال العباد، یکفر“۔ (التاتارخانیة، کتاب أحكام المرتدین، فصل فيما يتعلق بأمر الآخرة: ۵/۵۰۰، ۵۰۱، إدارة القرآن)

”وفی الظهيرية: ولو أنکر البعث، فكذلك (أى کفر)“ (التاتارخانیة المصدر السابق)

(۴) قال الله تعالى: ﴿وَمَنْ يَكْفُر بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا﴾ (النساء: ۱۳۶)

”وهنا دلت القرينة على الأول؛ لأن الإيمان بالكل واجب، والكل ينتفى بانتفاء البعض“.

(روح المعاني: ۵/۱۷۰، دار إحياء التراث العربی)

(۵) (راجع کتاب، ”مالا بد منه“ ترجمہ، باب کلمات الکفر، از فتاویٰ برہانی، ص: ۱۲۳، ۱۳۶،

مکتبہ شرکتہ علمیہ ملتان)

(۶) ”ولا يقضى من العبادات إلا الحج“۔ (الدر المختار، کتاب الجهاد، باب المرتد: ۳/۲۵۱، ۲۵۲، سعید)

کفری عقائد و اعمال

سوال [۵۴۴]: ہمارے رشتہ دار یعنی خاص میرے خسر، ساس کافروں اور مشرکوں کی رسم کرتے ہیں، یہ تہوار (۱) کرتے ہیں۔ دوج (۲) تیج (۳) اٹھم (۴) نومی (۵) ہولی (۶) دیوالی (۷) وغیرہ، ان کو بھی پوجتے ہیں۔ بھوائی سیلہ اور ماموں علی بخش گنگوالا، یہ ان کے خدا ہیں اور کافروں کی طرح خدا کو گالیاں دیتے ہیں، رسول کو وہ جانتے بھی نہیں اور جو کوسے ہیں (۸) اپنے بچوں کو یا کسی کو یوں کہتے ہیں کہ تیرے میں دیوی بڑجا، تجھے دیوی توڑ لے اور جوان کے یہاں بیمار ہو جاتا ہے تو جنگل میں شکرانی صنہک دیکر آتے ہیں، بیمار اچھا ہونے کے واسطے ایسے شخص کا شرعاً کیا حکم ہے؟ اس سے میل جول رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً :

ایسے لوگوں کو اول زمی سے سمجھانا چاہئے کہ یہ عقائد اسلام کے خلاف ہے، ان عقائد سے آدمی مسلمان نہیں رہتا، بلکہ مشرک اور کافر ہو جاتا ہے (۹) اور جس طرح بھی ممکن ہو ان عقائد کی بُرائی اور خرابی کو ان کے دل میں

(۱) ”خوشی کا دن، جشن“۔ (فیروز اللغات، ص: ۴۰۷)

”مذہبی تقریب کا دن“۔ (فیروز اللغات، ص: ۳۹۳)

نذر و نیاز کے طور پر جو چڑھاوا اور بھینٹ دیوی، دیوتا کے نام کیا جاتا ہے اور جو ہندوؤں کا مذہبی تہوار ہے اس سے مراد شاید وہی ہے۔

(۲) ”قمری ماہ کی دوسری اور سترہویں تاریخیں“۔ (فیروز اللغات، ص: ۶۵۳)

(۳) ”ایک ہندو تہوار، جو ساون سدی تیج کو ہوتا ہے۔“ (فیروز اللغات، ص: ۴۰۰)

(۴) سائل نے ”اٹھم“ لکھا ہے۔ نور اللغات: ۵۴/۲، میں آٹھوں کا میلہ لکھا ہے اور فیروز اللغات میں آٹھوں کا میلہ لکھا ہے۔

معنی دونوں کا ایک ہے یعنی: ”ہولی کے آٹھویں دن کا ہندوؤں کا میلہ“۔ (فیروز اللغات ص: ۱۱)

(۵) ”ہندی مہینے کی نویں تاریخ“۔ (فیروز اللغات ص: ۱۳۸)

(۶) ”ہندوؤں کا ایک تہوار جو موسم بہار میں منایا جاتا ہے“۔ (فیروز اللغات: ۱۴۵)

(۷) ”دیپ مالا، چراغاں، ہندوؤں کا ایک تہوار، جب لکشمی کا پوجا کرتے ہیں، اور خوب روشنی کرتے ہیں“۔

(۸) کوسنا ”دعائے بددینا“۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۰۴۴)

(۹) أما التكفير بقوله: ”تہوار، دوج، تیج، اٹھم، نومی، ہولی، دیوالی، جنگل میں شکرانی صنہک“، فلأن هذا من جملة

شعار أهل الهند، و من تهيأ بهياة الكفرة في شعارهم على قصد التدين، فقد أكفره الفقهاء، قال الملا =

بٹھائے اور ان کو صحیح عقائد کی تعلیم دے کر مسلمان بنائے، اگر تو قلع نہ ہو کہ وہ ان عقائد کو چھوڑ کر اسلامی عقائد اختیار کریں گے اور اپنے عقائد کی خرابی کا اندیشہ ہو تو ان سے علیحدہ رہنا ضروری ہے، میل جول بالکل چھوڑ دینا چاہئے اور اپنے بیوی بچوں کو ان سے قطعاً علیحدہ رکھے، ایسا نہ ہو کہ ان کے عقائد پر بُرا اثر پڑے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۱۴/۵/۶۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

= علیّ القاری فی شرح الفقہ الأكبر: ”و فی الفتاوی الصغری: من تقلنس بقلنسوة المجوس: ای لبسها و تشبه بهم فیها، أو خاط خرقه صفراء علی العاتق: ای وهو من شعارهم، أو شد فی الوسط خیطاً، کفر، إذا کان مشابهاً بخیطهم أو ربطهم أو سماه زناراً..... و لو شبه نفسه بالیهود والنصارى: ای صورةً أو سیرةً علی طریق المزاح والهزل: ای ولو علی هذا المنوال، کفر“۔ (شرح الفقہ الأكبر، فصل فی الکفر صریحاً و کتاباً، ص: ۱۸۵، قدیمی)

(و کذا فی الفتاوی العالمگیریة، کتاب السیر، موجبات الکفر أنواع: و منها ما یتعلق بتلقین الکفر الخ: ۲۷۶/۲، رشیدیہ)

(والمحیط البرهانی، کتاب السرقة، فصل فی الشركة مع أهل العسکر الخ، نوع آخر فی التشبه بالکفار الخ: ۵۷۴/۵، المكتبة الغفاریه کوئٹہ)

(والتاتارخانیة، کتاب أحكام المرتدین، فصل فی التشبه بالکفار: ۵۱۹/۵، ۵۲۰، إدارة القرآن) ”و أما قوله: ”خدا کو گالیاں دیتے ہیں“ فقد صرح الفقهاء أيضاً بکفره. قال فی البحر الرائق: ”فیکفر إذا وصف الله تعالی بما لا یلیق به“۔ (کتاب السیر، باب أحكام المرتدین: ۲۰۲/۵، رشیدیہ) (و کذا فی الفتاوی العالمگیریة، کتاب السیر، موجبات الکفر أنواع: و منها ما یتعلق بذات الله تعالی: ۲۵۸/۲، رشیدیہ)

(والبزازیة علی هامش الفتاوی العالمگیریة، کتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو کفراً، الثانی فیما یتعلق بالله تعالی: ۳۲۳/۶، رشیدیہ)

(و خلاصة الفتاوی، کتاب ألفاظ الکفر، الفصل الثانی فی ألفاظ الکفر، الجنس الثانی: ۳۸۳/۴، رشیدیہ) (۱) قال الملا علی القاری رحمه الله تعالی: ”قال الخطابی: رخص للمسلم أن یغضب علی أخیه ثلاث لیل لقلته، ولا یجوز فوقها إلا إذا کان الهجران فی حق من حقوق الله تعالی، فیجوز فوق ذلك. وفي =

احیاء موتی معجزہ عیسیٰ علیہ السلام ہے، اس کا انکار کفر ہے

سوال [۵۲۵]: ایک امام صاحب بیان فرماتے ہیں کہ حضرت غوث پاک مردہ کو زندہ فرماتے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ نہیں فرماتے تھے، اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟
الجواب حامداً و مصلياً :

احیائے موتی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہے، جو کہ باذنہ تعالیٰ تھا اور قرآن کریم میں موجود ہے، اگر علم کے باوجود کوئی شخص اس کا انکار کرتا ہے جیسا کہ غلام احمد قادیانی نے انکار کیا ہے تو وہ ایمان سے خارج ہے، ہرگز امامت کا اہل نہیں جب تک توبہ، تجدید ایمان، تجدید نکاح نہ کرے، کیونکہ قرآن پاک کی ایک آیت کا انکار بھی کفر ہے (۱)۔ ﴿وَأَحْيَى الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ﴾ الآية (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ شانہ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۳/۹۴ھ۔

دعا قبول نہ ہونے سے خدا کے وجود کے انکار کا حکم

سوال [۵۲۶]: ایک شخص نے اللہ تعالیٰ سے اپنے کسی کام کی بہت دعا مانگی، لیکن قبولیت کا ظہور نہ دیکھ کر خدا کے وجود کا انکار کر بیٹھا، نماز بھی چھوڑ دی، پھر تائب ہو کر نماز شروع کر دی تو دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا یا نہیں؟

= حاشیة السيوطي على المؤطا: قال: قال ابن عبد البر: قال: "وأجمع العلماء على أن من خاف من مكالمة أحد وصلته ما يفسد عليه دينه، أو يدخل مضرة في دنياه، يجوز له مجانته وبعده، ورب صرم جميل خير من مخالطة تؤذيه فإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة على مر الأوقات ما لم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق اه". (مراقبة المفاتيح، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع اه، الفصل الأول: ۸/۵۸، ۷۵۹، رقم الحديث: ۵۰۲، رشيدية)

(۱) "إذا أنكر الرجل آية من القرآن، أو تسخر بآية كفر، كذا في التتارخانية". (الفتاوى العالمية، كتاب السير، موجبات الكفر أنواع، منها ما يتعلق بالقرآن: ۲/۲۶۶، رشيدية)

"ويكفر إذا أنكر آية من القرآن". (البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين:

۲۰۵/۵، رشيدية)

(۲) (آل عمران: ۳۹)

الجواب حامداً و مصلياً :

اس شخص نے قبولیت کے معنی صحیح نہ سمجھنے کی بناء پر ناواقفیت سے جو اقدام کیا وہ نہایت غلط کیا، اس کو لازم ہے کہ توبہ و استغفار کے ساتھ ساتھ تجدید ایمان و تجدید نکاح بھی کرے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹/۳/۹۰ھ۔

جماعت منکر میں خدا و رسول کا ممبر بننا

سوال [۵۴۷]: ایسی جماعت جو خدا و رسول کی منکر ہو اور ہر دھرم کو پاگلوں کا مشغلہ کہتی ہو، کیا

مسلمان اس جماعت میں ممبر یا کوئی اور شریک ہو سکتا ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

اگر اس جماعت کے اصول و ضوابط میں سے ہو کہ جو اس جماعت کا ممبر بنے یا اس جماعت میں شریک ہو اس کو خدا و رسول کا منکر بننا ہوگا (۲) یا ان کے کفری و ملحدانہ اصول کی ترویج کرنی ہوگی، یا عملاً کفری اعمال کا

(۱) ”ما كان فيه اختلاف، فإن قائله يؤمر بتجديد النكاح، و بالتوبة و الرجوع عن ذلك بطريق الإحتياط ثم إن كانت نية القائل الوجه الذي يمنع التكفير، فهو مسلم، و إن كانت نيته الوجه الذي يوجب التكفير، لا تنفعه فتوى المفتى، و يؤمر بالتوبة و الرجوع عن ذلك، و بتجديد النكاح بينه و بين امرأته، كذا في المحيط“۔ (الفتاوى العالمكيريّة، كتاب السير، قیل الباب العاشر في البغاة : ۲۸۳/۲، رشیدیہ)

(و كذا في الدر المختار، باب المرتد : ۲۳۶/۳، ۲۳۷، سعید)

(۲) مومن بننے کے لئے حق تعالیٰ کی ذات اور حضور ﷺ کی رسالت کا اقرار چونکہ ضروری ہے، لہذا اگر کسی ایک کا انکار بھی پایا گیا تو دائرہ ایمان سے خارج ہو کر کفر میں داخل ہو جائے گا۔

قال ابن الهمام في المسایرة: ”الركن الأول في ذات الله تعالى، الأصل الأول من الركن الأول: العلم بوجوده تعالى، الأصل الأول: العلم بوجوده و قد أرشد سبحانه إليه بآيات نحو قوله تعالى: ﴿أفرايتم النار التي تورون، أنتم أنشأتم شجرتها أم نحن المنشئون﴾ (سورة الواقعة : ۷۱، ۷۲)، فمن أدار نظره في عجائب تلك المذكورات اضطره إلى الحكم بأن هذه الأمور مع هذا الترتيب المحكم الغريب لا يستغنى كل عن صانع أو جده و حكم رتبته، و على هذا درجات كل العقلاء إلا من لا عبرة =

= بمكابرتة، وهم بعض الدهرية، فرقة من الكفار ذهبوا إلى قديم الدهر واستناد الحوادث إلى الدهر، وإنما كفروا بالإشراك ونسبة بعض الحوادث إلى غيره تعالى، قال تعالى: ﴿وَلئن سألتهم من خلق السموات والأرض ليقولن الله﴾ (لقمان: ٢٥)

وقال تعالى: ﴿أفرايتم الماء الذي تشربون، أأنتم أنزلتموه من المزن أم نحن المنزلون﴾ (الواقعة: ٦٨، ٦٩). (المسيرة للمحقق الكمال بن الهمام رحمة الله تعالى مع شرحها المسامرة: ٢٤، ٢٨، دار الكتب العلمية، بيروت)

قال الملا على القارى: "فمن الآيات الدالة على وجوده قوله تعالى: ﴿إن فى خلق السموات والأرض واختلاف الليل والنهار والفلک التى تجرى فى البحر بما ينفع الناس، وما أنزل الله من السماء من ماء فأحيا به الأرض بعد موتها، وبث فيها من كل دابة، وتصريف الرياح، والسحاب المسخر بين السماء والأرض لآيات لقوم يعقلون﴾. وقد قال الله تعالى: ﴿سنريهم آياتنا فى الآفاق وفى أنفسهم حتى يتبين لهم أنه الحق، أو لم يكف بربك أنه على كل شىء شهيد﴾ وفى كل شىء له شاهد يدل على أنه واحد، الخ". (شرح الفقه الأكبر ص: ١١، قديمي)

"يجب: أى يفرض فرضاً عينياً أن يقول: امنت بالله وملائكته وكتبه ورسوله الخ". (شرح الفقه الأكبر: ١١، ١٢، قديمي)

"والمعنى أن مجرد معرفة أهل الكتاب بالله ورسوله لا ينفعهم حيث ما أقرؤا بنبوته محمد ﷺ ورسالته إليهم وإلى الخلق كافة". (شرح الفقه الأكبر: ٨٥، ٨٦، قديمي)

"الأصل العاشر فى إثبات نبوة نبينا محمد ﷺ، الأصل العاشر: نشهد أن محمداً رسول الله أرسله إلى الخلق أجمعين خاتماً للنبيين وناسخاً لما قبله من الشرائع الخ". (وقد ذكر ابن الهمام رحمة الله تعالى فى إثبات نبوته ﷺ الدلائل الواضحة الشافية ببيان واضح). (المسيرة، ص: ١٩٨، دار الكتب العلمية)

"من لم يقر ببعض الأنبياء عليهم السلام، أو عاب نبياً بشئى، أو لم يرض بسنة من سنن المرسلين عليهم السلام، فقد كفر". (التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فيما يعود إلى الأنبياء عليهم السلام: ٥/٣٤٤، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية)

(وكذا فى الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، الباب التاسع فى أحكام المرتدين، ما يتعلق بالأنبياء: ٢/٢٦٣، رشيديه)

ارتکاب کرنا ہوگا تو کسی مسلمان کے لئے اس جماعت میں شریک ہونا قطعاً حرام و ناجائز ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

سجدہ کرنے سے ابلیس کا انکار

سوال [۵۴۸]: خدا تعالیٰ نے فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا، ایک شخص

کہتا ہے کہ ابلیس نے جو سجدہ نہ کیا، بہت اچھا کیا، خدا نے سجدہ کا حکم دیکر غلطی کی، ایسے لوگوں کے لئے کیا حکم ہے؟

(۱) قال الله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ..... وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ﴾ ينهى تبارك و تعالى عباده المؤمنين عن موالاة اليهود والنصارى الذين هم أعداء الإسلام. (تفسير ابن كثير: ۹۳/۲، دار السلام)

وقال الله تعالى: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ وينهاهم عن التناصر على الباطل والتعاون على المآثم والمحارم. (تفسير ابن كثير: ۱۰/۲، دار السلام، رياض)

”من كثر سواد قوم فهو منهم) إن رجلاً دعا ابن مسعود رضى الله تعالى عنه إلى وليمة، فلما جاء ليدخل، سمع لهواً، فلم يدخل، فقليل له: فقال: ”إني سمعت رسول الله ﷺ يقول، وذكره وزاد: ”و من رضى عمل قوم كان شريك من عمل به“. (كشف الخفاء للعجلوني: ۲/۲۷۳، دار إحياء التراث)

”ثم قال: أخبرني ابن عباس رضى الله عنهما أن أناساً من المسلمين كانوا مع المشركين يكثرون سواد المشركين على رسول الله ﷺ، فيأتي السهم، فيرمى به فيصيب أحدهم فيقتله، أو يضربه، فيقتله، فأنزل الله تعالى: ﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُم الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنفُسِهِمْ﴾ وقد جاء عن ابن مسعود رضى الله تعالى عنه مرفوعاً: ”من كثر سواد قوم فهو منهم، و من رضى عمل قوم كان شريك من عمل به“. القادر على التحول عنهم (المشركين) لا يعذر كما وقع للذين كانوا أسلموا و منعهم المشركون من أهلهم من الهجرة، ثم كانوا يخرجون مع المشركين لا لقصد قتال المسلمين؛ بل لإيهام كثرتهم في عيون المسلمين، فحصلت لهم المواخذة بذلك، فرأى عكرمة أن من خرج في جيش يقاتلون المسلمين يآثم و إن لم يقاتل و لا نوى ذلك“. (فتح الباري، كتاب الفتن، باب من كره أن يكثر سواد الفتن والظلم: ۳۸، ۳۷/۱۳، دار الفكر)

الجواب حامداً و مصلياً:

آدم علیہ السلام اور سجدہ اور ابلیس کا یہ واقعہ قرآن پاک میں آیا ہے (۱) یہاں مقصود یہ نہیں تھا کہ آدم علیہ السلام کو معبود قرار دیا جائے (۲) کیونکہ یہ تو شرک ہے اور شرک کی مخالفت خود اللہ پاک نے فرمائی ہے (۳)۔ پھر اللہ پاک اس کا حکم کیوں دیتے، ابلیس کا انکار اللہ تعالیٰ کے حکم کا انکار تھا جس کی وجہ سے وہ ملعون اور جہنمی ہوا (۴)۔ اللہ پاک کے متعلق غلط حکم دینے کا قول انتہائی خطرناک ہے اس سے ایمان درست نہیں رہتا (۵)۔ عوام کو ایسے مسائل میں گفتگو کرنے کا حق ہرگز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

(۱) قال الله تعالى: ﴿وَإِذ قُلْنَا لِلْمَلَكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ، فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ، أَبَى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ﴾. (البقرة: ۳۴)

(۲) قال العلامة الآلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ: ”والمسجود له في الحقيقة هو الله تعالى، و آدم إما قبلة أو سبب..... وفيه أن السجود الشرعي عبادة، و عبادة غيره سبحانه و تعالیٰ شرک محرم في جميع الأديان و الأزمان، و لا أراها حلت في عصر من الأعصار“. (روح المعاني: ۲۲۸/۱، دار إحياء التراث العربي)

(۳) ”قال الله تعالى: ﴿إِنَّهُ مَنْ يَشْرِكْ بِاللَّهِ، فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ، و مأواه النار، و ما للظالمين من أنصار﴾. (المائدة: ۷۲)

و قال الله تعالى: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ، و يغفر ما دون ذلك لمن يشاء، و من يشرك بالله، فقد افترى إثماً عظيماً﴾. (النساء: ۴۸)

(۴) قال تعالى: ﴿قال يا إبليس ما منعك أن تسجد لما خلقت بيدي، أستكبرت أم كنت من العالين. قال أنا خير منه خلقتني من نار و خلقتنه من طين. قال فاخرج منها فإنك رجيم، و إن عليك لعنتي إلى يوم الدين..... قال فالحق و الحق أقول، لأملئن جهنم منك و ممن تبعك منهم أجمعين﴾. (سورة ص: ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۸۳، ۸۵)

(۵) ”يكفر إذا وصف الله تعالى بما لا يليق به، أو سخر..... بأمر من أو امره..... أو نسبه إلى الجهل أو العجز أو النقص“. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، موجبات الكفر أنواع: و منها ما يتعلق بذات الله تعالى الخ: ۲/۲۵۸، رشيدية)

(و كذا في خلاصة الفتاوى، كتاب ألفاظ الكفر، الفصل الثاني، الجنس الثاني: ۲/۲۸۳، رشيدية)

مخالف اجماع کا حکم

سوال [۵۴۹]: اجماع امت اور علماء اور ائمہ کی مخالفت کرنے والے کون لوگ ہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

وہ گمراہ ہے جو کفر کی سرحد پر پہنچ چکا ہے، کذا فی شرح العقائد (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ

تعالیٰ اعلم۔

دین کو ماننے سے انکار

سوال [۵۵۰]: مسلمانوں کی جماعت نے متفق ہو کر کہا ”ہم شریعت، مذہب اور دین کو نہیں مانتے“

اور اس جماعت میں مسلمانوں کا امام مسجد اور خاص و عام سب شریک ہیں۔ تو مفتیان کرام دین و شرع میں اس کو کیا فرماتے ہیں جو کہ کھلم کھلا دین اور مذہب کو نہ ماننے کا اعلان کرتے ہیں؟ فقط۔

(۱) ”واستحلال المعصية إذا ثبت كونها معصيةً بدليل قطعي، هو الكتاب والسنة المتواترة وأما الاجماع، ففيه خلاف و تفصيل، والمذكور في أصول الحنفية أن الإجماع على مراتب، فالأقوى إجماع الصحابة مع تصريحهم بالحكم المجمع عليه و هو قطعي كالأية والخبر المتواتر، و يكفر منكره، ثم الذي صرح به بعض الصحابة و سكت الباقون، ثم إجماع من بعد الصحابة على حكم لم يظهر فيه خلاف ممن سبقهم و هما كالحديث المشهور، و يضل منكرهما و يفسق ثم الخ.“
(شرح العقائد مع التبراس: ۵۶۶، ۵۶۷، في إنكار حكم الإجماع اللفظي مذاهب، دين محمدی پريس، لاہور)

و فی نور الأنوار: ”یعنی أن الإجماع فی الأمور الشرعية فی الأصل یفید یقین و القطعية،

فیکفر جاحده الخ.“ (مبحث الإجماع ص: ۲۲۱، سعید)

”فظاهر کلام الحنفية الإكفار بجحدہ: (أی الإجماع)، فإنهم لم يشرطوا سوى القطع في

الثبوت، و يجب حملة على ما إذا علم المنكر ثبوته قطعاً؛ لأن مناط التكفير و هو التكذيب أو الإستخفاف عند ذلك يكون، أما إذا لم يعلم فلا، إلا أن يذكر له أهل العلم ذلك فيلجأ اه.“ (رد

المحتار، باب المرتد، مطلب في منكر الإجماع: ۲۲۳/۳، سعید)

الجواب حامداً ومصلياً :

”رجل قال لخصمه: اذهب معي إلى الشرع، أو قال بالفارسية: بأمن بشرع رو، وقال خصمه: پیاده بیارتا بروم، بی جبر زوم، یکفر؛ لأنه عاند الشرع..... ولو قال: بأمن شریعت وراين حیلها سود نداره، أو قال: پیش زود، أو قال: مَر اد یوس هست، شریعت چه کنم، فهذا كله كفر..... وإذا قال الرجل لغيره: حکم الشرع فی هذه الحادثة كذا، فقال ذلك الغير: من برسم کار میکنم، نه بشرع، یکفر عند البعض“۔ اہ فتاویٰ عالمگیری: ۲/۲۸۵ (۱)۔

جن لوگوں نے یہ کہا کہ ہم شریعت، مذہب اور دین کو نہیں مانتے ان کو توبہ واستغفار، تجدید ایمان، تجدید نکاح کرنا چاہئے: ”ما كان في كونه كفراً اختلافاً، فإن قائله يؤمر بتجديد النكاح و بالتوبة، والرجوع عن ذلك بطريق الإحتياط اه“۔ عالمگیری: ۲/۲۸۰ (۲) آئندہ خیال رکھیں، ایسی خطرناک بات نہ کہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حرره العبد محمود غفر له دارالعلوم دیوبند، ۷/۹/۹۰ھ۔
الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۷/۹/۹۰ھ۔

انکار مذہب

سوال [۵۵۱]: ہمارے یہاں ایک صاحب ہیں جو معمولی اردو لکھنا پڑھنا بھی جانتے ہیں، ان کا

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب السیر، الباب التاسع فی أحكام المرتدین، مطلب: موجبات الکفر أنواع، ومنها ما يتعلق بالعلم والعلماء: ۲/۲۷۱، رشیدیہ)

(و کذا فی البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو کفراً، الفصل الثامن فی الاستخفاف بالعلم: ۶/۳۳۸، رشیدیہ)

(۲) (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب السیر، قبیل الباب العاشر فی البغاة: ۲/۲۸۳، رشیدیہ)

(و کذا فی البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو کفراً، الفصل الثانی، النوع الأول فی المقدمة: ۶/۳۲۲، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب السیر، باب المرتد: ۳/۲۳۶، ۲۳۷، سعید)

عقیدہ ہے کہ مذہب ایک ڈھونگ ہے، اور کوئی چیز نہیں، اچھے اعمال پر جنت کی بشارت اور برے اعمال پر جہنم کی وعیدیں بیکار اور دل بہلانے کی باتیں ہیں۔ غضب کی بات یہ ہے کہ جاہل مسلمان ایسے شخص کے معتقد ہوتے جا رہے ہیں۔ بدیع الزمان، بی اے جنکپور روڈ، مظفر پور۔

الجواب حامداً و مصلياً:

ایسا عقیدہ قرآن پاک، حدیث شریف، اجماع امت سب کے خلاف ہے (۱)۔ ایسے شخص کو کسی صاحب نسبت جامع عالم کے پاس لے جائیں کہ وہ عالم اس کو دین و اسلام کی بنیاد بتا کر مسلمان کریں اور اس کے

(۱) ”من أنكر القيامة أو الجنة أو النار أو الميزان أو الصراط يكفر عن ابن سلام رحمه الله تعالى في من يقول: لا أعلم أن اليهود والنصارى إذا بعثوا هل يعذبون بالنار؟ أفتى جميع مشايخنا ومشايخ بلخ بأنه يكفر، يكفر بإنكار عذاب القبر وإنكار حشر بني آدم“. (الفتاوى العالمية، الباب التاسع أحكام المرتدين، ومنها ما يتعلق بيوم القيامة وما فيها: ۲/۲۷۴، رشيدية) (و كذا في البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۵/۲۰۶، رشيدية)

”والجنة حق، والنار حق؛ لأن الآيات والأحاديث الواردة في إثباتهما أشهر من أن تخفى و أكثر من أن تحصى، تمسك المنكرون بأن الجنة موصوفة بأن عرضها كعرض السموات والأرض، وهذا في عالم العناصر محال، وهو قول مخالف للكتاب والسنة والإجماع“. (شرح العقائد، ص: ۱۷۹، ۱۸۲، سعيد)

قال الله تعالى في الجنة: ﴿أعدت للمتقين﴾ (آل عمران: ۱۲۳)، وفي النار: ﴿أعدت للكافرين﴾ (آل عمران: ۱۳۱)، في آي كثيرة ظاهر في وجودهما الآن وحمل مثله على بستان من بساتين الدنيا يشبه التلاعب أو العناد؛ إذ المتبادر المفهوم من لفظ الجنة باللام في إطلاق الشارع ليس إلا الموعودة بالسنة وكثرة من الظواهر لا تكاد تحصى للمستقرىء تفيد ذلك وتصير قطعاً، والإجماع من الصحابة على فهم ذلك وطريقة التبع الخ“. (المسايرة في العقائد لابن الهمام، الركن الرابع، الأصل السادس، ص: ۲۳۰، دار الكتب العلمية)

و في شرح الفقه الأكبر: ”أو قال: ما ذا الشرع هذا؟ كفر“. (فصل في العلم والعلماء

ص: ۱۷۴، قديمي)

شکوہ و شبہات کا جواب دیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حکم شرع کا انکار

سوال [۵۵۲]: زید سے کہا گیا کہ طلاق کی عدت کا نفقہ تمہارے ذمہ ہے تمہاری مطلقہ کا اگر تم نے طلاق دی، تو کہا میں نہیں دیتا، اس کے ماں باپ جنہوں نے روک رکھا ہے وہی عدت میں کھلاویں گے۔ پھر زید سے کہا اگر ایسا موقعہ طلاق کا آیا تو وہ عورت کا حق ہے چاہے لے چاہے معاف کر دے، مگر لڑکی تمہاری دختر ہے، آٹھ نو ماہ کی ہے، اس کا حق حضانت اس کا نفقہ تو شرعاً تمہارے ذمہ واجب ہے، اس کے جواب میں زید نے کہا میں نہیں دوں گا، پھر اس سے کہا گیا شرع شریف کا حکم ہے، اس نے کہا میں نہیں دینے کا۔ اس سے کہا گیا کہ اس طرح شرع شریف کے حکم کو ٹھکرانا اور توہین کرنا ہے، اس سے ایمان جاتا رہتا ہے اور نکاح ٹوٹ جاتا ہے، علماء سے اس کے بارے میں فتویٰ لیا جائے تو کہا ”مجھے فتویٰ کی پرواہ نہیں“۔ زید کے متعلق حکم شرعی سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً :

ایسا کہنا سخت گناہ اور بہت خطرناک ہے حتیٰ کہ بعض فقہاء نے ایسا کہنے پر تکفیر فرمائی ہے، اس لئے زید کو اس سے توبہ واجب ہے اور احتیاطاً تجدید ایمان اور تجدید نکاح بھی کر لینا چاہئے:

”وإذا قال الرجل لغيره: حكم الشرع في هذه الحادثة كذا، فقال ذلك الغير: ”من برسم كارنم، نہ بشرع“ يكفر عند بعض المشايخ۔“ ”رجل عرض عليه خصمه فتوى الأئمة، فردها وقال: چه بارنامه فتویٰ آورده، قیل: يكفر؛ لأنه رد حكم الشرع، و كذا لو لم يقل شيئاً لكن ألقى الفتوى على الأرض، وقال: ایں چه شرع است، كفر۔ إذا جاء أحد الخصمين إلى صاحبه بفتوى

(۱) ”يعرض الإسلام على المرتد وتكشف شبهته“۔ (البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام

المرتدين: ۲۰۱/۵، رشیدیہ)

(و كذا في التاتارخانية، أحكام المرتدين، فيما يبطله الإرتداد: ۵۵۲/۵، إدارة القرآن)

(و كذا في شرح الفقه الأكبر لملا علي القاري: ۱۶۵، قديمی)

الأئمة، فقال صاحبه: ليس كما أفتوا، أو قال: لا نعمل بهذا، كان عليه التعزير“ (۱)۔ ”ما كان في كونه كفراً اختلافاً، فإن قائله يؤمر بتجديد النكاح و بالتوبة، و الرجوع عن ذلك بطريق الإحتياط“ (۲) اور محض اس کہنے سے زید کی بیوی کو دوسری جگہ نکاح درست نہیں، حکم مذکور احتیاطی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/۳/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵ ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ
سنیت مسواک کا منکر

سوال [۵۵۳]: سنیت مسواک کا منکر کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً :

”السواك سنة، و اعتقاد سنتہ فرض، و تحصیل علمہ سنة، و جحوده كفر، و جهله حرمان، و تركه عتاب أو عقاب اه“۔ إكفار الملحدين (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

انکار نماز

سوال: ایک شخص کے پاس تبلیغی وفد پہنچتا ہے اور نماز کی تبلیغ کرتا ہے، مگر وہ شخص باوجود کسی عذر شرعی نہ ہونے کے نماز سے صراحتاً انکار کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ میں نہیں پڑھتا، ایسے شخص کے ساتھ لین دین جائز ہے یا ناجائز؟ شرع شریف کا جو حکم ہو بیان فرمادیں۔

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب السیر، الباب التاسع فی أحكام المرتدین، مطلب: موجبات الکفر أنواع، ومنها ما يتعلق بالعلم والعلماء: ۲/۲۷۷، رشیدیہ)

(و کذا فی التتارخانیة، کتاب أحكام المرتدین، فصل فی العلم والعلماء: ۵/۵۰۹، إدارة القرآن)

(۲) (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب السیر، قبیل الباب العاشر فی البغاة: ۲/۲۸۳، رشیدیہ)

(و کذا فی التتارخانیة، کتاب أحكام المرتدین، فصل فی إجراء کلمة الکفر الخ: ۵/۴۵۸، إدارة القرآن)

(۳) (إكفار الملحدين، ص: ۶، إدارة القرآن)

الجواب حامداً ومصلياً :

اس شخص کے اس کلام میں چار احتمال ہیں، تین موجب کفر نہیں، چوتھا موجب کفر ہے، جب تک تفصیل و تعیین نہ کی جاوے کفر کا حکم نہیں کیا جاسکتا۔ اور لیں دین ترک کرنے کا حکم بھی نہیں کیا جاسکتا:

”وقول الرجل: لا أصلي يحتمل أربعة أوجه: أحدها لا أصلي؛ لأنني صليت، والثاني لا أصلي بأمرك، فقد أمرني بها من هو خير منك، والثالث: لا أصلي فسقاً مجاناً، فهذه الثلاثة ليست بكفر. والرابع: لا أصلي إذ ليس يجب عليّ الصلوة ولم أومر بها، يكفر. ولو أطلق وقال: لا أصلي لا يكفر لإحتمال هذه الوجوه“۔ عالمگیری: ۲۸۴/۲، مجیدی کانپور (۱)۔ فقط۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

منکر نماز کا حکم

سوال [۵۵۵]: زید اس شخص کے جواب میں جو اس کو کہتا ہے کہ نماز پڑھ! کیونکہ خدا اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم ہے وہ کہتا ہے کہ ”ہم نماز نہیں پڑھتے ہم نہیں جانتے کہ کون خدا کون رسول؟ دنیا تو ایک سائنس ہے جس میں چیزیں پیدا ہوتی ہیں اور جاتی رہتی ہیں۔“ نماز نہیں پڑھتا اور نہ روزہ رکھتا، واڑھی منڈاتا ہے، شراب پیتا ہے، ہندہ (اس کی زوجہ) جو مسلمان صوم و صلوة کی پابند ہے اس کا نکاح باقی ہے یا نہیں؟ شمیم احمد قصبہ انہٹہ وادریس احمد متعلم مدرسہ ہڈان۔

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب السیر، الباب التاسع فی أحكام المرتدین، مطلب موجبات الکفر

انواع، و منها ما يتعلق بالصلوة والصوم والزکوة: ۲۶۸/۲، رشیدیہ)

(وکذا فی التاتارخانیة، کتاب أحكام المرتدین، فصل فیما يتعلق بالصلوة والزکوة والصوم: ۴۹۳/۵،

إدارة القرآن)

(وکذا فی البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو کفراً، الفصل التاسع

فی ما یقال فی القرآن والأذکار والصلوة: ۳۳۰/۶، ۳۳۱، رشیدیہ)

الجواب حامداً ومصلياً :

ایسے الفاظ کہنا سخت گناہ ہے، فقہاء نے ایسے الفاظ کہنے والے کی تکفیر کی ہے، نیز یہ عقیدہ مسلمانوں کا نہیں بلکہ کفار و دہریوں کا عقیدہ ہے، لہذا زید کو بہت جلد صدقِ دل سے توبہ کرنا ضروری اور فرض ہے، اور تجدید نکاح بھی کرنی چاہئے:

”فی البحر: ۱۲۲/۵: ”و یكون الكفر بقول المريض: لا أصلي أبداً، جواباً لمن قال له: صل، وقيل: لا، و كذا قوله: لا أصلي حين أمر بها، وقيل: إنما يكفر إذا قصد نفى الوجوب“۔
وفيه: ”و بترك الصلوة متعمداً غير ناوٍ للقضاء و غير خائف من العقاب“ (۱)۔

و فی العالمگیریة: ۸۹۹/۲: ”ما كان في كونه كفراً إختلاف، فإن قائله يؤمر بتجدید النكاح و بالتوبة و الرجوع عن ذلك بطريق الإحتياط“ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۸/۵۲ھ۔

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/شعبان/۵۲ھ۔

نماز کے انکار سے کیا نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟

سوال [۵۵۶]: زید اور زید کی زوجہ دونوں ساتھ میں لیٹے تھے، زید کو احتلام ہو گیا جس سے زوجہ کے

بھی کپڑے خراب ہو گئے، صبح کو زید نے اپنی زوجہ سے کہا کہ جاؤ نماز پڑھو، اس پر زوجہ خاموش رہی، زید نے پھر

کہا تو زوجہ نے غصہ میں کہا کہ ”نہیں پڑھتی، جاؤ، جب دیکھو کپڑے خراب کر دیتے ہو“۔ تو کیا اس سے نکاح

ٹوٹ جائے گا؟ بعد میں دونوں نے توبہ کی، پھر کہا کہ میں نے اتنے مہر کے عوض تم کو دوبارہ نکاح میں قبول کر لیا، تو

اس طرح نکاح ہو جائے گا یا دوسرے سے ہی پڑھوانا پڑے گا؟

(۱) (البحر الرائق، کتاب السیر، باب احکام المرتدین: ۵/۲۰۵، ۲۰۶، رشیدیہ)

(و کذا فی التاتارخانیة، کتاب احکام المرتدین، فصل فیما یتعلق بالصلوة والزکوة والصوم: ۵/۴۹۳،

إدارة القرآن)

(۲) (الفتاویٰ العالمگیریة، کتاب السیر، قبیل الباب العاشر فی البغاة: ۲/۲۸۳، رشیدیہ)

الجواب حامداً ومصلياً:

بیوی نے نماز کی فرضیت کا انکار نہیں کیا، بلکہ کپڑے خراب کر دینے کی وجہ سے اس وقت غصہ میں آ کر تنبیہ کے لئے کہ آئندہ کپڑے خراب نہ کرے، یہ جملہ کہہ دیا، اگرچہ ایسا کہنا بھی جائز نہیں، اس کو توبہ لازم ہے، مگر اس کی وجہ سے نہ وہ اسلام سے خارج ہوئی، نہ نکاح ختم ہوا (۱)۔ نکاح مرد اور عورت کم از کم دو گواہوں کے سامنے خود بھی کر سکتے ہیں، دوسرے سے پڑھوانا ضروری نہیں، صورتِ مسئلہ میں پہلا نکاح فسخ نہیں ہوا تھا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲/۳/۹۱ھ۔

روزہ کے منکر کا حکم

سوال [۵۵۷]: زید نے بکر سے پوچھا کہ کیا تم روزہ سے ہو؟ جواب میں بکر نے کہا کہ ”ارے! جا“

(۱) ”وقول الرجل: لا أصلي يحتمل أربعة أوجه: أحدها: لا أصلي؛ لأنني صليت، والثاني: لا أصلي بامرک فقد أمرني بها من هو خير منك، والثالث: لا أصلي فسقاً مجانئةً، فهذه الثلاثة ليست بكفر..... ولو أطلق ”لا أصلي“ لا يكفر لاحتمال هذه الوجوه“ (الفتاوى العالمكيريّة، كتاب السير، الباب التاسع، في أحكام المرتدين، منها ما يتعلق بالصلاة والصوم، ۲/۲۶۸، رشيدية)

(وكذا في مجمع الأنهر، باب ثم إن ألفاظ الكفر أنواع، منها: الثالث في القرآن والأذكار والصلاة، ۱/۶۹۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في البزازیة علی هامش الفتاوى العالمكيريّة، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً، التاسع فيما يقال في القرآن والأذكار والصلاة، ۶/۳۳۰، رشيدية)

”وما كان خطأ من الألفاظ ولا يوجب الكفر، فقائله مؤمن على حاله، ولا يؤمر بتجديد النكاح الخ“ (الفتاوى العالمكيريّة، باب أحكام المرتدين، منها ما يتعلق بتلقين الكفر: ۲/۲۸۳، رشيدية)

(۲) ”النكاح ينعقد بالإيجاب والقبول..... ولا ينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين حرين عاقلين، بالغين مسلمين الخ“ (الهداية، كتاب النكاح: ۲/۳۰۵، ۳۰۶، مكتبة شركة علمية ملتان)

(وكذا في فتح القدير، كتاب النكاح: ۳/۱۸۹، ۱۹۹، مصطفى البابي الحلبي بمصر)

(وكذا في الدر المختار، كتاب النكاح: ۳/۹، ۲۱، ۲۲، سعيد)

مولویو! کیا روزہ ہمارے اوپر فرض ہے؟ اور اس نے یہ بھی کہا کہ روزہ نہیں رکھوں گا، اس پر ایک مولانا صاحب نے کہا کہ روزہ ہر ایک مسلمان پر فرض ہے اور اس کا انکار کرنے والا کافر ہوتا ہے، اس کے باوجود وہ انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں روزہ نہیں رکھوں گا، کیا ہمارے پاس کھانے پینے کی کمی ہے؟ روزہ تو وہ شخص رکھتا ہے جس کے پاس کھانا وغیرہ نہ ہو تو ایسے شخص کو کیا کہا جائے؟ کیا ایسے شخص سے تعلق قائم رکھنا درست ہے؟ اور ایسے شخص سے تراویح کا روپیہ لینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً :

روزہ کی فرضیت نص قطعی سے ثابت ہے (۱) اس کا انکار کفر ہے، اسی طرح یہ کہنا کہ روزہ وہ شخص رکھتا ہے جس کے پاس کھانا وغیرہ نہ ہو کلمات کفر میں سے ہے (۲)۔ اس کو توبہ، استغفار، تجدید ایمان، تجدید نکاح لازم ہے (۳)، اس سے سلام کلام بند کر دینا چاہئے، تاکہ وہ تنگ آ کر توبہ کر لے، اس کا پیسہ بھی نہ لیا جائے جب تک وہ توبہ نہ کر لے۔

”والدليل على فرضية صوم شهر رمضان الكتاب والسنة والإجماع والمعقول۔ أما الكتاب فقوله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ﴾ وقوله: ”كتب“: أي فرض، وقوله تعالى: ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾، وأما الإجماع، فإن الأمة أجمعت على فرضية شهر رمضان لا تجدها إلا كافر“۔ بدائع (۴)۔ والبسط في البحر الرائق (۵)۔

(۱) قال الله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ، لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾. (البقرة: ۱۸۳)

وقال تعالى: ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ الآية. (البقرة: ۱۸۵)

(۲) قال الله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ، لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾. (البقرة: ۱۸۳) وأما الإجماع: فإن الأمة أجمعت على فرضية شهر رمضان لا يجدها إلا كافر. (بدائع الصنائع: كتاب الصوم: ۲/۲۱۰، رشيدية)

(۳) (تقدم تخريجه تحت عنوان: ”دين كومانے سے انکار“)

(۴) (بدائع الصنائع، كتاب الصوم: ۲/۵۳۹، ۵۵۰، دارالكتب العلمية بيروت)

(۵) ”ولم يتكلم (أى المصنف) على فرضية رمضان، لما أنها من الاعتقادات لا الفقه، لثبوتها بالقطعي =

ومجمع الأنهر (۱) والهندية (۲) والخانية (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حرره العبد محمود غفر له دارالعلوم دیوبند۔

قرآن و حدیث کے انکار کے ساتھ ایمان سلامت نہیں رہتا

سوال [۵۵۸]: قرآن پاک کا منکر کافر ہے یا نہیں؟ نیز احادیث نبویہ کا منکر کافر ہے یا نہیں؟
قرآن پاک میں ہے: ﴿ما أتاكم الرسول فخذوه، و ما نهاكم عنه فانتهوا﴾ (۴) تو کیا اگر احادیث کا انکار کر دیا تو اس آیت کے خلاف ہو گا یا نہیں؟ پھر قرآن پاک میں ہے: ﴿و ما ينطق عن الهوى إن هو الا وحى يوحى﴾ (۵) کا مصداق کہاں جائے گا۔ نیز یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ قرآن پاک میں ہے جب کہ احادیث کا انکار کر دیا ہے، حالانکہ حدیث میں ہے:

”عن رافع رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: لا الفين أحدكم متكئاً على أريكته يأتيه الأمر من أمرى مما أمرت به أو نهيت عنه، فيقول: لا أدري، ما وجدنا فى كتاب الله اتبعناه“ رواه أحمد وغيره“ (۶)۔

= المتأيد بالإجماع، و لهذا يحكم بكفر جاحده“۔ (البحر الرائق، كتاب الصوم: ۳/۴۵۲، رشيدية)
(۱) ”وصوم شهر رمضان فريضة، لقوله تعالى: ﴿كتب عليكم الصيام﴾ و على فرضيته انعقد الإجماع، و لهذا يكفر جاحده“۔ (مجمع الأنهر، كتاب الصوم: ۱/۲۳۱، دار احياء التراث العربى)
(۲) ”ولو قال: ”ليت صوم رمضان لم يكن فرضاً“، إختلف المشايخ فى كفره إن نوى أنه قال ذلك من أجل أن لا يمكنه أداء حقوقه، لا يكفر“۔ (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، الباب التاسع فى أحكام المرتدين، مطلب موجبات الكفر أنواع، و منها ما يتعلق بالصوم والصلوة والزكاة: ۲/۲۷۰، رشيدية)
(۳) لم أجده فى الخانية بل المسئلة مذكرة فى التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فيما يتعلق بالصوم: ۵/۴۹۸، إدارة القرآن كراچى)

(۴) (سورة الحشر: ۷)

(۵) (سورة النجم: ۴)

(۶) (سنن أبى داؤد، كتاب السنة، باب فى لزوم السنة، رقم الحديث: ۴۶۰۵، ص: ۶۵۱، دار السلام

بيروت)..... =

نیز: ”عن المقدم عن معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”ألا! إني أوتيت القرآن و مثله معه، ألا يوشك رجل شعبا على أريكته يقول: عليكم بهذا القرآن، فما وجدتم فيه من حلالٍ فأحلّوه، وما وجدتم فيه من حرامٍ فحرموه، وأن ما حرم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم كما حرم اللہ، ألا! لا يحل لكم الحمار الأهلي و لا كل ذی ناب من السباع“۔ الخ لہذا اس کا مطلب کیا ہوگا۔ مشکوٰۃ ص: ۲۹ (۱) اور مالابدمنہ کے اندر موجود ہے کہ ”اگر پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را عیب کرد، یا موئے مبارکش را مویک گفت، کافر شود“۔ ص: ۱۳۴ (۲)۔

”نیز علامہ نور الہدی در بحر المحيط گفتہ کہ: ”هر ملعون کہ در جنابِ پاک سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دشنام دہد، یا اہانت کند، یا در امرے از امورِ دینِ او، یا صورتِ مبارکِ او، یا در وصف از اوصاف شریفہٗ او عیب کند خواہ مسلمان بود یا ذمی یا حربی اگرچہ از راہِ ہزل کردہ باشد، آن کافر است، واجب القتل، توبہٗ او مقبول نیست، و اجماع امت بر آن ست کہ بے ادبی و استخفافِ ہر کس از انبیاء کفر است، خواہ فاعلی او حلال دانستہ مرتکب شود یا حرام دانستہ“۔ ص: ۱۳۳ (۳)۔

پھر یہ کہ نماز کی رکعتیں قرآن سے ثابت نہیں، اسی طرح سے زکوٰۃ کی تفصیل نہیں ہے اور بہت سے احکام ہیں جن کی تفصیل قرآن میں نہیں ہے تو اس کا منکر گویا کافر نہیں ہے اور ”کمالین“ میں ہے: ”چونکہ بیت المقدس تک آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تشریف لے جانا نص قطعی سے ثابت ہے، اس لئے اس کا منکر

= (و مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الإیمان، الفصل الثانی، رقم الحدیث: ۱۶۲، ص: ۵۲، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(ومسند الإمام أحمد بن حنبل: ۱۱۹/۵، رقم الحدیث: ۱۶۷۳۳، دار إحياء التراث العربی بیروت)
(۱) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الثانی: ۱/۲۹، قدیمی)

(۲) (مالابدمنہ، باب کلمات الکفر، ص: ۱۲۷، شرکت علمیہ)

(۳) (مالابدمنہ، باب کلمات الکفر، ص: ۱۳۵، شرکت علمیہ)

کافر ہے اور اس میں تاویل کرنا بدعت ہے اور مؤول مبتدع ہوگا، البتہ آسمانوں پر جانے کا انکار کرنا یا اس کی تاویل کرنا کفر تو نہیں ہے مگر ایسا شخص مبتدع سمجھا جائے گا کیونکہ سورہ نجم کے الفاظ: ﴿عند سدرۃ المنتہی﴾ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سدرۃ المنتہی تک پہنچنے میں نص نہیں ہے بلکہ دونوں معنی کا احتمال ہے: اگر آنحضرت کا سدرۃ المنتہی کے پاس ہونا مراد ہو تو بتو جسمانی معراج کا ثبوت نص قرآن سے ہو جائے گا، لیکن اگر جبریل علیہ السلام کا سدرہ کے پاس ہونا مراد ہو تو مدعا ثابت نہیں ہوگا، غرضیکہ کعبہ سے مسجد اقصیٰ تک جانے کا انکار تو کفر ہوگا، لیکن مسجد اقصیٰ سے آسمان تک جانے کا انکار بدعت ہے اور وہاں سے اوپر دوزخ و جنت کی سیر کا انکار فسق ہوگا۔ (کمالین، پ: ۱۵، ص: ۱۷) (۱)۔ بعض نے کہا ہے کہ حدیث کے انکار سے نہ گناہ گار ہوگا اور نہ ہی کافر۔

جواب مفصل و مدلل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

حدیث قول رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کہتے ہیں، فعل اور تقریر پر بھی حدیث کا اطلاق ہوتا ہے (۲)، حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”میں اللہ کا رسول ہوں، میرے پاس فرشتہ وحی لے کر آیا قرآن پاک اللہ کی کتاب ہے، نماز قائم کرنا، روزہ رکھنا، زکوٰۃ دینا، حج کرنا اسلام کے ارکان ہیں“ وغیرہ وغیرہ یہ سب چیزیں حدیث کہلاتی ہیں (۳)۔ جو شخص مطلق حدیث کو تسلیم نہیں کرتا وہ ان میں سے کسی چیز کو تسلیم

(۱) (کمالین شرح جلالین: ۳/۳۱۲، دار الاشاعت کراچی)

(۲) ”اعلم أن الحديث في اصطلاح جمهور المحدثين يطلق على قول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم و نعله و تقريره الخ“. (المقدمة للشيخ عبد الحق الدهلوى رحمه البارى في أول مشكوة المصابيح ص: ۳، قديمی)

(۳) ”عن عائشة أم المؤمنين رضی اللہ عنہا أن الحارث بن هشام سأل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: يا رسول الله! كيف يأتيك الوحي؟ فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: أحياناً يأتي نبي مثل: صلصلة الجرس وأحياناً يتمثل لي الملك فيكلمني“. الخ (صحيح البخارى، باب كيف كان بدء الوحي: ۱/۲، قديمی)

”و في حديث وفد القيس قال: ”شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله، وإقام الصلاة، وإيتاء الزكاة، وصيام رمضان“. (إلى آخر الحديث) (صحيح البخارى، كتاب الإيمان، باب أداء الخمس من الإيمان: ۱/۱۳، قديمی)

نہیں کرتا، قرآن پاک میں اطاعتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم ہے: ﴿يَأْيُهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ﴾ اس کے بعد: ﴿وَأُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ بھی ہے (۱)۔ ایک جگہ ارشاد ہے ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ﴾ (۲)، رسول کی اطاعت اللہ جل شانہ کی ہی اطاعت ہے: ﴿وَمَنْ يَطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ (۳)، جو شخص اطاعت سے پیٹھ پھیرے اس کو اس طرح بیان فرمایا گیا ہے: ﴿قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ، فَإِنْ تَوَلَّوْا، فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ﴾ (۴)، ایمان کی بنیادیں ذات و صفات

(۱) (سورة النساء: ۵۹)

قال العلامة الآلوسی: ﴿أَطِيعُوا اللَّهَ﴾ في الفرائض ﴿وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ﴾ في السنن: و الأولی و أَعَادَ الْفِعْلُ و إن كانت طاعة الرسول مقترنة بطاعة الله تعالى اعتناءً بشأنه عليه السلام و قطعاً لتوهم أنه لا يجب امتثال ما ليس في القرآن، و إيذاناً بأن له صلى الله تعالى عليه وسلم استقلالاً بالطاعة لم يثبت لغيره. (روح المعاني: ۶۵/۵، دار إحياء التراث العربي)

”والحق أن الآية دليل على إثبات القياس بل هي متضمنة لجميع الأدلة الشرعية، فإن المراد بإطاعة الله العمل بالكتاب، و إطاعة الرسول العمل بالسنة الخ“ (روح المعاني: ۶۶/۵)

قال ابن كثير: ﴿أَطِيعُوا اللَّهَ﴾ اتبعوا كتابه، ﴿وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ﴾ خذوا بسنته. (تفسير ابن كثير: ۶۸۹/۱، دار السلام، رياض)

(۲) (سورة النساء: ۶۴)

و في تفسير ابن كثير: ”أى فرضت طاعته على من أرسله إليهم“. (۶۹۱/۱، دار السلام)

و في روح المعاني: ”و ما أرسلنا رسولاً إلا لإلزام طاعته الناس ليثاب من انقاد و يعاقب من سلك طريق العناد الخ“. (۷۰/۵، دار إحياء التراث العربي)

(۳) (سورة النساء: ۸۰)

(۴) (سورة آل عمران: ۳۲)

قال ابن كثير في تفسيره تحت الآية المذكورة: ”فدل على أن مخالفته في الطريقة كفر، والله لا يحب من اتصف بذلك لو كان الأنبياء بل المرسلون بل أولوا لعزم منهم في زمانه ما وسعهم إلا اتباعه والدخول في طاعته و اتباع شريعته“. (تفسير ابن كثير: ۴۷۷/۱، دار السلام)

و في روح المعاني تحت قوله تعالى: ﴿ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجاً﴾: أى شكاً =

اور عالم آخرت، حشر و نشر، وزن اعمال، جنت و دوزخ جو کچھ بھی قرآن کریم میں مذکور ہے وہ سب کا سب حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمانے سے معلوم ہوا اور آپ کا فرمانا حدیث ہے تو جو شخص حدیث کو نہیں مانتا وہ آپ کی فرمائی ہوئی کسی بات کو بھی نہیں مانتا (۱)۔

= واختار بعض المحققين تفسيره، بضيق الصدر لشائبة الكراهة و الإباء لما أن بعض الكفرة كانوا يستيقنون الآيات بلا شك، ولكن يجحدون ظلماً و غتواً، فلا يكونوا مؤمنين“. (روح المعاني: ۱/۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) قال الله تعالى: ﴿و من يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدى و يتبع غير سبيل المؤمنين، نو له ما تولى، و نصله جهنم، و ساءت مصيراً﴾ (سورة النساء: ۱۱۵)

و فى روح المعانى: ”أى يخالفه ظهر له الحق فيما حكم به النبى صلى الله تعالى عليه وسلم أو فيما يدعيه عليه الصلاة والسلام بالوقوف على المعجزات الدالة على نبوته نجعله والياً لما تولىه من الصلال“. (روح المعانى: ۱۴۶/۵، دار إحياء التراث، بيروت)

و قال الله تعالى: ﴿و أنزلنا إليك الذكر﴾ يعنى القرآن ﴿لتبين للناس ما نزل إليهم﴾ أى من ربهم لعلمك بمعنى ما أنزل الله و حرصك عليه و اتباعك له، و لعلمنا بأنك أفضل الخلائق و سيد ولد آدم، ففصل لهم ما أجمل، و تبين لهم ما أشكل“. (تفسير ابن كثير: ۲/۵۴، دار السلام)

و فى روح المعانى: ﴿ما نزل إليهم﴾ فى ذلك الذكر من الأحكام و الشرائع و غير ذلك على وجه التفصيل بياناً شافياً الخ“. (روح المعانى: ۱۵۰/۱۴، دار إحياء التراث العربى)

و قال الله تعالى: ﴿و من يعص الله و رسوله﴾ فى أمر من الأمور، و يعمل فيه برأيه ﴿فقد ضل﴾ طريق الحق ﴿ضلالاً مبيناً﴾“. (روح المعانى: ۲۳/۲۲، دار إحياء التراث العربى)

و قال الله تعالى: ﴿و ما كان لمؤمن و لا مؤمنة إذا قضى الله و رسوله أمراً﴾: أى قضى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، و ذكر الله تعالى لتعظيم أمره بالإشارة إلى أنه عليه السلام بمنزلة من الله تعالى بحيث تعدّ أو أمره أو أمر الله عز و جل، أو للإشعار بأن ما يفعله صلى الله تعالى عليه وسلم إنما يفعله بأمره؛ لأنه لا ينطق عن الهوى ﴿أن يكون لهم الخيرة من أمرهم﴾ أن يختاروا من أمرهم ما شاؤوا، بل يجب عليهم أن يجعلوا رأيهم تبعاً لرأيه عليه الصلاة والسلام، و اختيارهم تلوا اختياره الخ“.

(روح المعانى: ۲۲/۲۲، دار إحياء التراث العربى)

قال الملا على القارى فى شرح حديث أبى رافع رضى الله تعالى عنه: ”والحال أنه متكىء =

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ احادیث بیان فرما رہے تھے (۱) ایک شخص نے کہا کہ آپ یہ احادیث بیان نہ کریں، ہمارے سامنے قرآن کریم بیان کریں، اس پر انہوں نے فرمایا کہ: ”تم قریب کو آ جاؤ اور

= ویاتیہ الأمر فيقول: (لا أدري): أى لا أعلم غير القرآن ولا أتبع غيره أو لا أدري قول الرسول وما وجدنا في غيره لا نتبعه: أى وهذا الأمر الذى أمر به عليه السلام أو نهى عنه لم نجده فى كتاب الله، فلا نتبعه، والمعنى: لا يجوز الإعراض عن حديثه عليه السلام؛ لأن المعرض عنه معرض عن القرآن، قال تعالى: ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾، وقال تعالى: ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾، وأخرج الدارمي عن يحيى بن كثير قال: كان جبرئيل ينزل بالسنة كما ينزل الوحي اهـ.

قال الخطابي: ذكره رداً على ما ذهب إليه الخوارج وأصحاب الظواهر، فإنهم تعلقوا بظواهر القرآن، وتركوا السنة التي تضمنت بيان القرآن، فتحيروا وضلوا وقال ابن حجر: أى ما حرم وأحل رسول الله صلى الله عليه وسلم كما حرم وأحل الله، ولذا قال الشافعي: كل ما حكم به رسول الله صلى الله عليه وسلم فهو مما فهمه من القرآن، ثم أخرج ما يؤيده وهو قوله عليه السلام: (إنى لا أحل إلا ما أحل الله فى كتابه، ولا أحرم إلا ما حرم الله فى كتابه) وقال: جميع ما تقوله الأئمة شرح للسنة، وجميع السنة شرح للقرآن، وقال: ما نزل بأحد من الدين نازلة إلا وهى فى كتاب الله تعالى الخ“. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة: ۱/ ۴۰۰-۴۰۵، رشيدية)

(۱) ”قال: حدثنا صرد بن أبى المنازل، سمعت حبيباً المالكي قال: قال رجل لعمران بن حصين رضی اللہ تعالیٰ عنہ: یا ابا نجيد! إنکم لتحدثونا بأحاديث ما نجد لها أصلاً فى القرآن، فغضب عمران و قال للرجل: أوجدتم (فى القرآن) فى كل أربعين درهماً درهم، و من كل كذا و كذا شاة شاة، و من كذا و كذا بغيراً كذا و كذا؟ أوجدتم هذا فى القرآن؟ قال: لا، قال: فعمن أخذتم هذا؟ أخذتموه عنا، و أخذناه عن نبي الله صلى الله عليه وسلم، و ذكر أشياء نحو هذا“. (سنن أبى داود، كتاب الزكاة، باب ما تجب فيه الزكاة: ۱/ ۲۲۳، ۲۲۵، امداديه ملتان)

(و كذا فى كتاب الكفاية فى علم الرواية، باب تخصيص السنة الخ: ۱۵، دائرة المعارف العثمانية حيدرآباد دکن)

بتلاؤ کہ تم کو اور جو تمہارے ہم خیال ہوں ان کو قرآن کریم دیدیا جائے، کیا اس میں صاف صاف پانچ وقت کی نماز کا تذکرہ پاؤ گے اور یہ کہ فجر کی ظہر کی عصر کی مغرب کی عشاء کی کتنی کتنی رکعتیں ہیں؟ اور ان کے اوقات کیا ہیں اور یہ کہ زکوٰۃ کتنے مال پر کتنی مقدار واجب ہوتی ہے؟ چاندی کا نصاب کیا ہے، سونے کا کیا ہے، گائے کا کیا، بکری کا کیا ہے؟ اونٹ کا کیا ہے اور یہ کہ حج میں طواف کتنے شوط ہیں، صفا اور مروہ کے درمیان کتنے چکر ہیں؟ اور یہ کہ چور کا ہاتھ گٹے سے کاٹا جائے یا کہنی سے یا کندھے سے وغیرہ وغیرہ؟ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قرآن کریم نازل ہوا اور انہوں نے اس کی تشریح و تفصیل ہمارے سامنے بیان کی اور ہم کو اس کی اشاعت و تبلیغ کا حکم دیا تم اس کو تسلیم کرو تو صحیح راستہ پر رہو گے ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔“

کفایہ میں خطیب نے اس کو تفصیل سے بیان کیا ہے، پہلے ایک دو آدمی اس خیال کے پیدا ہوئے جس کی تسلی و تشفی کردی گئی اور اس کا فتنہ نہیں پھیلا، کچھ مدت سے چکڑ الوی نے اس کی فرقہ کی حیثیت اختیار کی، مناظرے ہوئے، کتابیں لکھی گئیں، گاہے گاہے اس قسم کے لوگ اپنے خیالات کو مجلس گفتگو اور تحریرات میں پھیلاتے رہتے ہیں۔ کفر کا فتویٰ ان پر لگا دینے سے ان کی اصلاح نہیں ہوگی، بلکہ دلائل کی روشنی میں ان کی تفہیم اور تردید کی ضرورت ہے کہ تمہارے اس نظریہ (انکار حدیث) کا انجام انکار قرآن، انکار خدا، انکار رسول کو مستلزم ہے اور کسی ایک آیت کا انکار بھی درست نہیں، اس سے ایمان سلامت نہیں رہتا، کیونکہ ایمان تو پورے قرآن پر ضروری ہے۔

جب انکار حدیث کیا تو جن آیات میں اطاعت و اتباع رسول کا حکم ہے ان کا بھی انکار ہو گیا تو پھر قرآن پر ایمان کہاں رہا؟ قرآن کا قرآن ہونا بھی تو رسول کے فرمانے سے معلوم ہوا۔ انکار رسول اور انکار قرآن کے ساتھ ساتھ ایمان کیسے جمع ہو سکتا ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
املاہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲/۵/۱۳۹۹ھ۔

(۱) (راجع، ص: ۳۴۴، رقم الحاشیة: ۱)

”وعن مالک بن أنس رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :
”ترکت فیکم أمرین لن تضلوا ما تمسکتما بہما: کتاب اللہ و سنتہ رسولہ“ ثم فی العدول عن سنتہ
مبالغة فی زیادة شرفہ والحث علی التمسک بسنتہ بذکرہ السبب فی ذلک ، و هو خلافتہ عن اللہ و =

فاضل بریلوی کا ایک ملفوظ اور ایک آیت کا انکار

سوال [۵۵۹]: مولانا احمد رضا خان بریلوی کے ملفوظات حصہ چہارم میں یہ سوال وجواب مرقوم ہے: عرض اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”ختم اللہ لأغلبن أنا ورسلی“ تو بعض رسول کیوں شہید ہوئے؟ ارشاد: رسولوں میں سے کون شہید کیا گیا؟ انبیاء البتہ شہید کئے گئے، رسول کوئی شہید نہ ہوا ”یقتلون النبین“ فرمایا گیا، نہ کہ ”یقتلون الرسل“ اس پر ایک شخص کہتا ہے کہ قرآن کریم میں ”ختم اللہ“ نہیں ”کتب اللہ“ ہے، یہ قرآن کریم کی تحریف ہے، نیز قرآن کریم کی متعدد آیتوں سے رسولوں کا شہید ہونا معلوم ہوتا ہے، یہ ان آیتوں کا انکار ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ مولانا رضا خان بریلوی اس تحریف اور انکار قرآن کی وجہ سے کافر ہوئے کہ نہیں اور گمراہ ہوئے کہ نہیں؟ اگر نہیں ہوئے تو کیا یہ دونوں غلطیاں تحریف قرآن و انکار نہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً:

پورے قرآن کریم پر ایمان لانا فرض ہے، کسی جزء کا انکار کرنا کفر ہے (۱)، ایک لفظ یا ایک حکم کی جگہ

= قیامہ برسالتہ، و أن ما جاء به ليس إلا من تلك الرسالة لا من تلقاء نفسه“.

”و عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: ”من تعلم کتاب اللہ ثم اتبع ما فیہ، ہداه اللہ من الضلالة فی الدنیا، ووقاه یوم القیامۃ سوء الحساب“ . قال الطیبی: و فیہ أن سعادة الدارین منوطة بمتابعة کتاب اللہ اہ، و متابعتہ موقوفة علی معرفة سنة رسوله علیہ السلام و متابعتہ، فہما متلازمان شرعاً، لا ینفک أحدهما عن الآخر، و قال سهل بن عبد اللہ التستری: من اتبع الهدی و هو ملازمة الكتاب و السنة، لا یضل عن طریق الهدی، و لا یشقی فی الآخرة و الأولى“ . (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب الإیمان: ۱/۱، ۴۳۱، ۴۳۴، رشیدیہ)

(۱) ”و یکفر إذا أنکر آیة من القرآن“ . (البحر الرائق، باب أحكام المرتدین من السیر: ۲۰۵/۵، رشیدیہ)

”و فی شرح الفقه الأكبر للقاری“: ”و فی جواهر الفقه: أنکر آیة من کتاب اللہ کفر، و فیہ أيضاً: و من جحد القرآن: أى کله أو سورة منه أو آیة، قلت: و کذا کلمة أو قراءة متواترة، أو زعم أنها لیست من کلام اللہ تعالیٰ، کفر: یعنی إذا کان کونه من القرآن مجمعا علیہ“ . (فصل فی القراءة و الصلوة، ص: ۱۶۷، قدیمی) =

دوسرا لفظ یا دوسرا حکم بدلنے کا حق ان کو بھی نہیں تھا جن پر یہ نازل ہوا: ﴿قل ما یكون لى أن أبد له من تلقاء نفسی﴾ الآية (۱)۔ جو چیز اللہ پاک نے نہیں فرمائی، اس کو اللہ پاک کی طرف منسوب کرنا نہایت خطرناک ہے: ﴿ولو تقول علينا بعض الأقاویل، لأخذنا منه بالیمین، ثم لقطعنا منه الوتین﴾ الآية (۲)، یہ تو اصولی چیز ہے، میرے پاس اس وقت ملفوظات مسؤلہ موجود نہیں، آپ نے جو کچھ لکھا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ”عرض“ کے تحت جو کچھ مذکور ہے وہ سائل کا سوال ہے، اس میں ”کتب“ کی جگہ ”ختم“ ہے۔ اگر سائل حافظ نہیں، اس کو غلط یاد رہا، یا سبقت لسانی سے بلا قصد ”ختم“ نکل گیا تو اس پر کفر کا فتویٰ نہیں، اگر کوئی شخص قصداً ”کتب“ کی جگہ ”ختم“ پڑھے اور اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرے، فتویٰ اس پر ہوگا (۳)۔

سائل سے اگر آیت قرآنی غلط اداء ہوئے تو اصل سوال کے جواب سے پہلے مجیب کی ذمہ داری ہے کہ اس کو متنبہ کرے کہ آیت اس طرح نہیں بلکہ اس طرح ہے، غلط سننے کے باوجود اس پر متنبہ کر کے اس کو صحیح نہ کرنا بلکہ اسی طرح جواب دینا ہرگز جائز نہیں کیونکہ سائل کی غلطی یا تحریف کی ایک قسم کی تائید ہے، اگر مجیب نے غلطی کو سنا ہی نہیں کہ سائل نے کس طرح آیت کو پڑھا ہے، ایسے ہی جواب دیدیا؟ مجیب کو بھی یاد نہیں تھا، وہ یہ سمجھے کہ آیت اسی طرح ہے تو مجیب پر بھی تحریف یا تبدیل کا فتویٰ نہیں لگے گا بلکہ اس کو غلطی اور نسیان پر محمول کیا جائے گا۔ اگر دیدہ و دانستہ غلط پڑھنے پر اصلاح سے سکوت کر کے سوال کا جواب دیا جائے تو گویا کہ سائل کی

= (و كذا فى الفتاوى العالمكبرية، كتاب السير، الباب التاسع فى أحكام المرتدين، مطلب موجبات الكفر أنواع و منها ما يتعلق بالقرآن: ۲/۲۶۶، رشیدیہ)

(۱) (یونس : ۱۵)

(۲) (الحاقة : ۴۳، ۴۵، ۴۶)

(۳) ”سئل الإمام الفضلي عن يقرأ الظاء المعجمة مكان الضاد المعجمة، أو يقرأ ”أصحاب الجنة“ مكان ”أصحاب النار“ أو على العكس، فقال : لا تجوز إمامته، وإن تعمد يكفر“ . (شرح الفقه الأكبر، فصل فى القراءة والصلوة، ص: ۱۶۷، قدیمی)

(و كذا فى البحر الرائق، باب أحكام المرتدين من السير : ۵/۲۰۹، رشیدیہ)

(وفى التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل فى المتفرقات : ۵/۵۲۹، إدارة القرآن)

تصدیق و تائید کر دی ہے تو اس صورت میں حکم بہت سخت ہوگا (۱) الایہ کہ قولاً یا تحریراً رجوع کر لیا ہو۔
یہاں تک تو ”کتب“ کی جگہ ”ختم“ پڑھنے اور لکھنے کا حکم ہوا، اب رہی دوسری بات تو مجیب نے جو
کچھ جواب دیا ہے وہ ضرور ان آیات کے خلاف ہے جن میں رسولوں کے مقتول ہونے کا تذکرہ ہے (۲) اس
کے حکم سے مفر کی کوئی صورت نہیں (۳)۔

یہاں دو چیزیں ہیں: ایک لزوم کفر، دوسرے التزام کفر، دوسری صورت بالاتفاق کفر ہے، پہلی صورت
میں اگر باوجود لزوم کفر کے صاحب عبارت التزام کفر سے انکار کر دے اور وہ انکار موجب مدلل بھی ہو تو فتویٰ کفر نہیں
ہوگا۔

الحاصل لزوم کفر سے کفر تو عائد ہو جاتا ہے، لیکن فتویٰ التزام پر ہوتا ہے، لہذا عائد شدہ کفر کے بعد دفاع
کے لئے انکار التزام موجب مدلل کی ضرورت ہوتی ہے، وہ اگر موجود ہو تو کفر مرتفع ہو جائے گا ورنہ نفس کفر تو لزوم
سے بلا التزام کے عائد ہو جائے گا، ایسے مسائل کے اصول تفصیل کے ساتھ ”اکفار الملحدین“ میں مذکور
ہیں (۴)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۶/۸۷ھ۔

لا علمی کی وجہ سے آیت قرآن کا انکار کرنا

سوال [۵۶۰]: عمر غیر معتبر آدمی ہے، خالد عمر پر کچھ اعتبار نہیں کرتا، عمر نے قرآن کی تلاوت کی،

(۱) ”قصداً اور عمدتاً قرآن پاک کو غلط پڑھنے والے کی چونکہ فقہاء کرام نے تکفیر کی ہے اور غلط پڑھنے والے پر سکوت کرنا گویا اس
پر راضی ہونا ہے، اور کفر غیر پر راضی بھی فقہاء کے ہاں انتہائی خطرناک ہے۔“

(۲) قال الله تعالى: ﴿لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَارْسَلْنَا إِلَيْهِمْ رَسُولًا، كَلَّمَا جَاءَهُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا
تَهْوَى أَنْفُسُهُمْ، فَرِيقًا كَذَّبُوا، وَفَرِيقًا يَقْتُلُونَ﴾. (المائدة: ۷۰)

(۳) یعنی ان آیتوں کے انکار کی صورت میں فقہاء نے تکفیر کا جو حکم لگایا ہے وہی حکم یہاں پر بھی مرتب ہوگا، (کما تقدم في
الحاشية الأولى من، ص: ۳۴۷)

(۴) دیکھئے: (اکفار الملحدین، مترجم)، ص: ۲۷۶، ۲۷۸، عنوان: ”لزوم کفر، کفر ہے یا نہیں؟ مکتبہ
لدھیانوی اور (ص: ۲۶۲، ۲۶۳، عنوان: ”لزوم کفر اور التزام کفر کا فرق۔“

خالد نے خیال کیا کہ یہ صرف برتری ظاہر کرنے کے لئے کہہ رہا ہے، اور کہا کہ یہ قرآن پاک کی آیت نہیں ہے، کیوں کہ عمر پر اعتبار ہی نہیں تھا حالانکہ وہ قرآن پاک کی آیت تھی، خالد نے استغفار کر لیا ہے۔ تو کیا خالد کو تجدید ایمان کی ضرورت ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

اگر وہ خود آیت کو نہیں پہچان سکا اور عمر کو غیر معتبر سمجھ کر اس نے انکار کر دیا تو اس سے اس کا ایمان ختم نہیں ہوا (۱)، احتیاطاً تجدید ایمان کا تو ویسے بھی حکم ہے، وہ کرتے رہنا چاہئے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۴/۱/۸۸ھ۔

ایک مشہور آدمی کی تفسیر کے نمونے

سوال [۵۶۱]: کسی مشہور شخص کی تصنیف جو قرآنی تفسیر کے نام سے ہے ”سبحان سبوح“، خالق کائنات کو ”بھان متی“ کہا، وحی کو مجنون کی بڑ سے تشبیہ دی، جنت و دوزخ و ملائکہ کا انکار لکھا، مرنے کے بعد نیکیوں کو دیکھ کر خوش ہونے کا نام جنت اور برائیوں کو دیکھ کر کڑھنے کا نام دوزخ بتایا، برق و باد کی قوت جذب، اشجار و نباتات کی قوت نشوونما کا نام فرشتے کہا۔ ایسے عقیدے والے کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

میں نے یہ تفسیر نہیں دیکھی، اس کی اصل حقیقت تو دیکھنے سے معلوم ہو سکتی ہے، باقی جو کلمات آپ نے

(۱) ”ثم إن كانت نية القائل الوجه الذي يمنع التكفير، فهو مسلم“۔ (الفتاوى العالمكيرية، كتاب

السير، قبيل الباب العاشر في البغاة : ۲/۲۸۳، رشیدیہ)

(و بمعناه في البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين : ۵/۲۱۰، رشیدیہ)

(والبزازیة علی هامش الفتاوى العالمكيرية كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً، الفصل الثاني، النوع

الأول في المقدمة : ۶/۳۲۱، رشیدیہ)

(۲) (تقدم تخريجه تحت عنوان ”دين كومانن سے انكار“)

لکھے ہیں ان کو مسلک اہل سنت والجماعت بلکہ اسلام سے کیا تعلق ہے؟ اس کو تفسیر کہنا غلط ہے وہ تو تحریف ہے۔
فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱۲/۹۵ھ۔

قرآن پاک میں تحریف کرنے کا اقرار

سوال [۵۶۲]: ۲۳/دسمبر ۱۹۷۸ء کو شہر کٹک میں مناظرہ ہوا جس میں بریلی کے علماء نے ایک اشتہار نکالا جس میں قرآن پاک کی ایک آیت لکھی ہوئی تھی وہ غلط تھی۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ یہ کیا ہے؟ تو کہا کہ یہ اضافہ قرآنی ہے، تحریف نہیں ہے۔ وہ آیت یہ ہے: ”وہو الہادی إلی سواہ السبیل إن أريد إلا الإصلاح، و ما توفیقی إلا باللہ“۔ اب سوال یہ ہے کہ صاف تحریف کا اقرار کرنا شریعت مطہرہ میں کیسا ہے؟ ایسے آدمی کا ایمان رہایا نہیں؟ جو لوگ سن کر چپ رہے اور اس کی تائید کی، ان کا ایمان رہایا نہیں؟ ان سے جو اولاد ہوگی وہ حلال ہوگی یا حرام؟

بدری صحابی کو وہابی اور منافق کہنا

سوال [۵۶۳]: ۲: ایک صحابی جو اصحاب بدرتین میں سے ہیں جن کا اسم گرامی حاطب بن بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے، ان کو وہابی اور منافق کہا گیا، حالانکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرما دیا ہے کہ ”اصحاب بدر جنتی ہیں“، حالانکہ بریلی کے علماء نے کہا کہ یہ صحابی نہیں بلکہ وہابی اور منافق ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ جو شخص کسی صحابی کو وہابی اور منافق کہے اس کا ایمان رہایا نہیں؟ نیز جو لوگ اس کہنے والے کے ساتھ تھے انہوں نے نکیر نہیں کی بلکہ خاموش رہے ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً :

..... ایمان اور کفر دونوں اصالتہ قلبی چیزیں ہیں جس کا علم خود صاحب معاملہ ہی کو ہو سکتا ہے، کچھ امور ایسے بھی ہیں کہ جن کو امارات قرار دیا گیا ہے کہ ان امارات پر حکم لگایا جاسکتا ہے، کفر کا حکم لگانا انتہائی چیز ہے اس کے لئے قوی دلیل کی ضرورت ہے (۱) حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ ”جب کوئی شخص کسی کو کافر کہے اور وہ حقیقتاً

(۱) قال ابن نجيم: ”وفى الفتاوى الصغرى: الكفر شيء عظيم فلا أجعل المؤمن كافراً متى وجدت

رواية أنه لا يكفر اه“ . (البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين : ۵/۲۱۰، رشیدیہ)

(بدلائل شرعیہ) کافر نہ ہو تو اس کافر کہنے کا وبال اسی کی طرف لوٹتا ہے جس نے کافر کہا ہے“ (۱) اس لئے بہت بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ آپ وہ اشتہار ارسال کریں اور جس چیز کو نہوں نے اضافہ قرار دیا ہے اس کی بھی پوری نشاندہی کریں، مضمون بطور تشریح و تفصیل بھی ہو سکتا ہے جیسے کہ ”جلالین“ وغیرہ میں قرآن کریم کی آیت کے ساتھ ساتھ تفسیر کا اضافہ کرتے رہتے ہیں، اور اس کو الفاظ قرآن سے ممیز کر دیتے ہیں تاکہ اس کے متن قرآن ہونے کا اندیشہ نہ ہو، اگر اضافہ کا مطلب یہ ہے کہ اس کو متن قرآن قرار دیا تو یہ نہایت خطرناک ہے (۲)۔

۲..... کیا اس کے متعلق بھی کوئی تحریر موجود ہے کہ حضرت حاطب بن بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہابی کہا ہے اور وہابی کا وہی مطلب لیا ہے جس کے عقائد کی تشریح ”فتاویٰ رضویہ“ میں کی ہے اور کفر کا حکم لگایا ہے اور مولانا محمد اسماعیل شہید نور اللہ مرقدہ کو ابوالوہابیہ کہہ کر بے شمار دلائل ان کے کفر کے بیان کئے ہیں اور یہ لکھا ہے کہ: ”جو ان کے کفر اور عتاب میں شک کرے وہ خود بھی کافر ہے“، پھر آخر میں لکھا ہے کہ ”مخاطب علماء ان کو کافر نہیں کہتے یہی مفتی بہ ہے“۔ خان صاحب بریلوی کی کتاب ”الکوکبة الشہایبۃ فی کفریات الوہابیۃ“ ہے، اس میں تفصیل ہے۔ مذکور خان صاحب کی تحریر کی بناء پر ان کے ایمان کا سلامت رہنا اور ان کے نکاح کا باقی رہنا

(۱) ”عن ابي ذر رضي الله تعالى عنه انه سمع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: ”لا يرمي رجل رجلاً بالفسوق ولا يرميه بالكفر، إلا ارتدت عليه إن لم يكن صاحبه كذلك“. (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب ما ينهى عن السباب و اللعن : ۸۹۳/۲، قديمي)

(۲) قال العلامة الآلوسی تحت قوله تعالى: ”يحرّفون الكلم عن مواضعه“ (النساء : ۴۶): ”المراد به ههنا إما ما في التوراة، وإما ما هو أعم منه والأول هو المأثور عن السلف كابن عباس و مجاهد وغيرهما، و تحريف ذلك إما إزالتة عن مواضعه التي وضعه الله تعالى فيه وإما صرفه عن المعنى الذي أنزل الله تعالى فيه إلى ما لا صحة له بالتأويلات الفاسدة والمحتملات الزائغة كما تفعله المبتدعة في الآيات القرآنية“. (روح المعاني : ۴۶/۵، دار احياء التراث العربی).

وقال ابن نجيم: ”(ويكفر) بإبداله حرفاً أو آية من القرآن“. (البحر الرائق، كتاب السير، باب

اور کل اولاد کا حلال ہونا دشوار ہو گیا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

امامہ العبد محمود غفر لہ دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۲/۱۳۹۹ھ۔

اپنے مسلمان ہونے کا انکار

سوال [۵۶۴]: اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں مسلمان نہیں ہوں، حالانکہ وہ صوم و صلوة کا پابند ہے تو اس

کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ وہ مسلمان شمار کیا جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً :

ایسا کہنا نہایت خطرناک ہے (۲) اس کو توبہ و استغفار اور کلمہ پڑھنا لازم ہے، احتیاطاً تجدید نکاح

کرے (۳) اگر وہ اپنے ایمان کو کمزور سمجھتے ہوئے ایسا کہتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان کو جیسا کہ اللہ کے

(۱) راجع، ص: ۳۵۲، رقم الحدیث: ۱، و قال فی التاتارخانیة: ”و لو قال لمسلم أجنبي: يا كافر!.....

و لم يقل المخاطب شيئاً..... كان الفقيه أبو بكر الأعمش يقول: يكفر هذا القائل..... والمختار للفتوى

فی جنس هذه المسائل أن القائل بمثل هذه المقالات إن كان أراد الشتم، و لا يعتقدہ كافرأ، فمخاطبه

بهذا بناءً على اعتقاده أنه كافر، يكفر.“ (التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل فی الرجل يقول

لغيره: ”يا كافر“: ۵/۵۱۴، إدارة القرآن كراچی)

(۲) ”ويكفر..... بقوله عمداً: لا جواباً لمن قال له: ألسنت مسلماً حين ضرب عبده أو ولده ضرباً

شديداً.“ (البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۵/۲۰۷، رشيدية)

(و كذا في البزازیة على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفرة، الفصل

الخامس في الإقرار بالكفر: ۶/۳۳۰، رشيدية)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، مطلب موجبات الكفر

أنواع، ومنها ما يتعلق بتلقين الكفر والأمر بالإرتداد الخ: ۲/۲۷۷، رشيدية)

(۳) ”وإن كانت نيته الوجه الذي يوجب التكفير، لا تنفعه فتوى المفتى، و يؤمر بالتوبة و الرجوع عن

ذلك، و تجديد النكاح بينه و بين امرأته.“ (التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل في إجراء كلمة

الكفر: ۵/۴۵۸، إدارة القرآن)

وعدوں پر یقین ہونا چاہئے اور اس کے احکام کا پابند ہونا چاہئے وہ بات مجھ میں نہیں اور بطور رنج و افسوس کے کہتا ہے: گویا اللہ پاک سے قوی ایمان کی تمنا رکھتا ہے تو اس پر تجدید ایمان و تجدید نکاح کا حکم نہیں لگایا جائے گا (۱) اور اس کے احساس و افسوس کی تعریف کی جائے گی، مگر ایسا کہنے سے پھر بھی روکا جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

خود کو غیر مسلم کہہ کر غیر مسلم لڑکی سے بطریقہ غیر مسلم نکاح کرنا

سوال [۵۶۶]: کسی مسلمان شخص نے کسی غیر مسلم لڑکی سے اپنے آپ کو غیر مسلم کہہ کر بطریقہ غیر مسلم شادی کر لی، سال بھر بعد اپنے آپ کو مسلمان کہا اور اس لڑکی کو بھی مسلمان بنا لیا، اس آدمی کی پہلی بیوی، (جو مسلمان ہے) کو عرصہ تین سال سے کوئی نان و نفقہ یا حقوق زوجیت ادا نہیں کیا، اس صورت میں زوجہ اول کو (جو مسلمان ہے) طلاق پڑگئی یا نہیں؟ وہ عدالت سے طلاق لے کر دوسری جگہ شادی کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً:

جب اس نے کہا کہ مسلمان نہیں، ہندو ہوں (۲) تو اس کا نکاح سابقہ بیوی سے ختم ہو گیا (۳)، قانونی

(۱) ”و فی الخلاصة و غیرها : إذا كان فی المسألة وجوه توجب التكفير، ووجه واحد يمنع التكفير، فعلى المفتى أن يميل إلى الوجه الذى يمنع التكفير، تحسیناً للظن بالمسلم“۔ (البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين : ۲۱۰/۵، رشیدیہ)

(و كذا فی التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل فی إجراء كلمة الكفر : ۴۵۸/۵، ادارة القرآن) (والبزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفرة، الفصل الثانى، النوع الأول فى المقدمة : ۳۲۱/۶، رشیدیہ)

(۲) ”ويكفر بقوله: أنا ملحد؛ لأن الملحد كافر، و لو قال: ما علمته، لا يعذر“۔ (البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين : ۲۰۷/۵، رشیدیہ)

(و كذا فى شرح الفقه الأكبر، فصل فى الكفر صريحاً و كنايةً، ص: ۱۸۳، قديمى)

”و من قصد الكفر ساعةً أو يوماً، فهو كافر فى جميع العمر، و يكفر فى الساعة“۔ (التاتارخانية،

كتاب أحكام المرتدين، فصل فى الرجل يقول لغيره : يا كافر : ۵۱۷/۵، ۵۱۸، ادارة القرآن)

(۳) ”و ارتداد أحدهما فسخ فى الحال يعنى فلا يتوقف على مضى ثلاثة قروء فى المدخول بها، و لا =

تحفظ کے لئے عدالت سے بھی فعل مختاری کا فیصلہ لے لے، پھر اپنا دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱۱/۱۳۹۹ھ۔

جو شخص ہندو ہونے کا اقرار کرے اس کا حکم

سوال [۵۶۷]: مسمی امید علی خان، جس کی عمر ستر اسی برس ہے، ساکن کھیڑا افغان ضلع سہارنپور جو کہ موجودہ متولی درگاہ قادری بابا، نکوڈر روڈ، جالندھر شہر، پنجاب۔ اس طرح ایک معمولی سی بات پر جو کہ مابین تکرار تھی، وہ یہ کہ کرایہ برابر درگاہ میں رہنے والے دیتے ہیں اور اس نے دو آدمیوں پر نوٹس دیا ہے کہ مجھ کو ان دونوں نے چار سال سے کرایہ نہیں دیا ہے، اس پر محمد علی نے کہا کہ کرایہ دار کہتے ہیں کہ ہم قرآن شریف کی قسم کھالیں گے تو وہ کہنے لگا کہ ”قسم! میں تو قرآن پر چوتڑ رکھ کر بیٹھ جاؤں گا، لیٹ جاؤں گا، اور جوتوں کے ساتھ قرآن پاک پر کھڑا ہو کر قسم کھاؤں گا کہ کرایہ مجھے آج تک نہیں دیا“۔ اس موقع پر جو کہ مسلمان تھے انہوں نے کہا کہ آپ کو ایسا نہیں کہنا چاہئے، قرآن شریف کے بارے میں، تو اس نے کہا کہ ”میں کیا جانوں ایمان کو، اسلام کو، میں تو ہندو ہوں“۔ پھر دوران تکرار میں اس نے خدا کا نام لیا، تو سامعین میں سے جن کا نام محمد علی ہے کہا کہ آپ کے منہ سے خدا کا نام اچھا نہیں لگتا، آپ نہ لیں خدا کا نام، کہا ”تمہارا خدا خدا ہے، میرا خدا تو بت ہے، میں اسی کو پوجتا ہوں“۔ پھر بارہ دن کے بعد اسی طرح قرآن شریف کے بارے میں پھر کہا اور مزار شریف پر سجدہ کرتا ہے دونوں وقت۔

اس لئے آپ حضرات کی خدمت اقدس میں یہ مضمون حامل رقعہ ہذا محمد علی کے ہاتھ ارسال خدمت ہے اور جن آدمیوں کے سامنے اس نے یہ کہا وہ خدا پاک کو حاضر و ناظر جان کر دستخط کر رہے ہیں۔

ایوب حسین، محمد علی، سید محمد یعقوب حسین، فقیر عبدالرؤف خان بقلم خود دیوبندی، خورشید خان، شاہد،

= علی قضاء القاضی وإن أخبرت المرأة أن زوجها قد ارتد، لها أن تتزوج بآخر بعد انقضاء

العدة في رواية الاستحسان“ (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر : ۲۷۵/۳، رشیدیہ)

(و كذا في الدر المختار، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر : ۱۹۳/۳، سعید)

(۱) كفايت المفتي میں ہے: ”ہاں ارتداد سے شرعاً نکاح منسوخ ہو جاتا ہے، لیکن عدالت کا فیصلہ قانونی مواخذہ سے بچنے کے لئے

لازمی ہے“۔ (كفايت المفتي، كتاب الطلاق : ۱۳۶/۶، دار الاشاعت كراچی)

عبدالحمید خان، محمد قاسم، اسحاق احمد، پیر محمد۔

الجواب حامداً و مصلياً:

ایسے شخص کے بارے میں فتویٰ لینا کیا کارآمد ہوگا جس کا یہ حال ہو، فتویٰ اس کے لئے ہے جو اسلام اور قرآن کے احکام کو ماننے کے لئے آمادہ ہو اور جو شخص خود ہی اسلام اور قرآن کی شان میں ایسے الفاظ کہہ کر اسلام سے مستغنی ہو کر ہندو اور بت پرست ہونے کا اقرار کرتا ہو اس کے لئے کسی فتویٰ کی ضرورت نہیں، وہ تو خود ہی اپنا موقف بیان کر چکا ہے کہ وہ ہندو ہے، بت کو پوجتا ہے (۱) اللہ پاک ہدایت دے اور راہ راست پر لائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۲/۹۱ھ۔

نکاح بیوہ کا منکر

سوال [۵۶۸]: حسب ذیل عقائد رکھنے والا شرعاً مجرم ہے یا نہیں، اگر ہے تو کیا حکم ہے؟

رائٹوں (۲) کی شادی کے متعلق جب آیت ﴿وَأَنْكَحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ النَّخ﴾ اس کے سامنے پیش کی گئی تو آیت مذکورہ کا انکار کرتے ہوئے کہا کہ: ”جس طرح آریوں نے ہندوؤں کے مذہب کو خراب کر دیا ہے اسی طرح مولویوں نے قرآن و حدیث کو بگاڑ دیا، ہم اس آیت کو نہیں مانتے۔“

(۱) ”والرضا بالكفر كفر“۔ (فتاویٰ قاضی خان، کتاب السیر، باب ما یكون كفراً من المسلم وما لا یكون : ۵۷۳/۳، رشیدیہ)

”و فی المحيط : ”من رضی بکفر نفسه فقد كفر أى إجماعاً“۔ (شرح الفقہ الأكبر للقاری : فصل فی الکفر صریحاً و کنایة ، ص : ۱۷۹، قدیمی)

”ثم إن كانت نية القائل الوجه الذي يمنع التكفير، فهو مسلم، وإن كانت نيته الوجه الذي يوجب التكفير، لا تنفعه فتوى المفتى“۔ (الفتاویٰ العالمگیریة، کتاب السیر، قبیل الباب العاشر فی البغاة : ۲۸۳/۲، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب السیر، باب احکام المرتدین : ۲۱۰/۵، رشیدیہ)

(۲) ”وہ عورت جس کا شوہر مر گیا ہو“۔ (فیروز اللغات، ص : ۷۰۰)

تبلیغ اسلام کا منکر

سوال [۵۶۹]: ۲..... جو لوگ ہندوؤں کو مسلمان کرتے ہیں ان کے سخت مخالف ہے، جس کی وجہ سے آئندہ اس اطراف میں اوروں کو ہمت نہ ہوگی۔

حالت حمل میں نکاح کا منکر

سوال [۵۷۰]: ۳..... حاملہ عورتوں کے نکاح سے منکر ہے، اور کہتا ہے کہ ہمارے نزدیک جائز نہیں۔
عبدالرحمن ایک معتبر عالم صاحب کے روبرو یہ گفتگو کی تو انہوں نے کچھ روز انتظار کیا کہ یہ رجوع کر کے توبہ کر لے، مگر اس نے توبہ نہ کی، پھر انہوں نے اعلان کر دیا اور حقہ پانی برادری سے بند کر دیا، مگر بعض لوگ اس کے موافق ہیں۔ ایسی صورت میں ان لوگوں کا کیا حکم ہے؟
اقبال حسین نہان گاؤں۔ سیتاپور

الجواب حامداً و مصلياً :

۱..... رائڈ کے نکاح کا جواز و استحسان قرآن (۱) و حدیث (۲) و اجماع سے ثابت ہے، اس کا انکار کرنا سخت خطرہ و کفر کی بات ہے (۳) رائڈوں کے نکاح کو ناجائز کہنا مسلمانوں کا عقیدہ نہیں بلکہ کفار کا ہے، ایسے شخص کو جلد از جلد توبہ کرنا چاہئے۔

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَأَنْكَحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ﴾ (النور: ۳۲)
(۲) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اکثر ازواج مطہرات ایسی تھیں جن کا ایک بار نکاح ہو چکا تھا اور بیوہ ہو چکی تھیں، اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا تھا۔

(۳) ”إذا أنكر آية من القرآن أو سخر بأية من القرآن، وفي الخزانة: أو عاب، فقد كفر“. (التاتارخانية،

كتاب أحكام المرتدين، فصل فيما يتعلق بالقرآن: ۴۹۰/۵، إدارة القرآن)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۲۰۵/۵، رشيدية)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، مطلب: موجبات

الكفر أنواع، ومنها ما يتعلق بالقرآن: ۲۶۶/۲، رشيدية)

”ويكفر..... برده حديثاً مروياً إن كان متواتراً، أو قال على وجه الإستخفاف: سمعناه

كثيراً“. (البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۲۰۳/۵، رشيدية)

۲..... یہ بھی بہت خطرناک ہے اور دین و اسلام کی دشمنی کی علامت ہے (۱) لہذا فوراً اس حرکت سے رکنا و صدق دل سے توبہ کرنی چاہئے۔

۳..... اگر حالت حمل میں کسی کا شوہر مر گیا ہو، یا اس کو شوہر نے حالت حمل میں طلاق دیدی تو چونکہ اس کی عدت وضع حمل ہے۔ اس لئے وضع حمل سے پہلے عورت کو نکاح کرنا جائز نہیں: ﴿و أولات الأحمال أجلهن أن يضعن حملهن﴾ (۲) ہدایہ: ۲/۴۰۳ (۳)۔

ولقوله تعالى: ﴿ولا تعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب أجله﴾ (۴) عینی ہامش ہدایہ: ۲/۴۰۸ (۵) البتہ اگر عورت حامل بالزنا ہے تو اس کو نکاح کرنا درست ہے لیکن وضع حمل سے قبل صحبت جائز نہیں: ”وإن تزوج حبلى من زنا، جاز النكاح، ولا يطأها حتى تضع حملها“۔ ہدایہ: ۲/۲۹۲ (۶)۔ بعض امور مندرجہ سوال ایسے ہیں جن کی وجہ سے فقہاء نے تکفیر کی ہے (۷)، لہذا اس شخص کو تجدید

(۱) ”دین کی اشاعت اور تبلیغ قرآن کریم کے نصوص سے ثابت ہے اور اس کا حکم دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ولسكن منكم أمة يدعون إلى الخير، ويأمرون بالمعروف، وينهون عن المنكر، وأولئك هم المفلحون﴾. (آل عمران: ۱۰۴)

”إن العلماء اتفقوا على أن الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر من فروض الكفايات“ (روح المعانی: ۲/۲۱، دار إحياء التراث العربی) پس دین کی تبلیغ کا انکار ضلالت اور زلیخ ہی ہے۔ (۲) (الطلاق: ۳)

(۳) والعبارة بأسرها: ”وإن كانت حاملاً، فعدتها أن تضع حملها، لإطلاق قوله تعالى: ﴿و أولات الأحمال﴾ الخ“۔ (الهداية، كتاب الطلاق، باب العدة: ۲/۴۲۳، مكتبة شركت علميه ملتان) (۴) (البقرة: ۲۳۵)

(۵) مستدلاً بها على قول الهداية: ”ولا ينبغي أن تخطب المعتدة، ولا بأس بالتعريض في الخطبة، لقوله تعالى: ﴿ولا جناح عليكم فيما عرضتم﴾ الخ“۔ (العيني على هامش الهداية، كتاب الطلاق، باب العدة: ۲/۴۲۸، مكتبة شركت علميه ملتان)

(۶) (الهداية، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۲/۳۱۲، مكتبة شركت علميه)

(۷) (راجع، ص: ۳۵۷، رقم الحاشية: ۳)

ایمان و نکاح کر لینا چاہئے، (۱) اور آئندہ ناجائز عقیدوں سے باز رہنا چاہئے، اگر وہ ان حرکتوں سے باز نہ آئے تو اس سے عام مسلمانوں کو تعلقات و معاملات ترک کر دینا چاہئے (۲)، اسی طرح جو شخص بلا ضرورت شرعیہ اس سے میل جول رکھے اس کا بھی بائیکاٹ کر دینا چاہئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/۷/۵۲ھ۔

صحیح: عبد اللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/رجب/۵۲ھ۔

حلالہ کے منکر کا حکم

سوال [۵۷۱]: اگر کوئی حلالہ کے حکم کو تسلیم نہ کرے اور یہ کہے کہ یہ حکم شریعت اسلام کا نہیں ہو سکتا ہے، میں اس کو تسلیم نہیں کرتا ہوں تو ایسے شخص کے بارے میں شرع کا کیا حکم ہے؟
الجواب حامداً و مصلياً:

وہ جاہل ہے، ناواقف ہے، ضال ہے، کما صرح به الکمال ابن الہمام فی فتح القدير (۳)

(۱) ”ماکان فی کونہ کفراً اختلاف، فإن قائلہ يؤمر بتجدید النکاح و بالتوبۃ، و الرجوع عن ذلك بطریق الإحتیاط“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب السیر، قبیل الباب العاشر: ۲/۲۸۳، رشیدیہ)

(۲) قال العلامة الآلوسی تحت قوله تعالیٰ: ﴿إنما ولیکم اللہ و رسوله﴾ الآية (المائدة: ۵۵)، فی شان المرتدین المذكورین فی قوله تعالیٰ من سورة المائدة، (رقم: ۵۴) ﴿یا ایہا الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینہ﴾ الآية: ”فکان قیل: لا تتخذوا أولئک أولیاء؛ لأن بعضهم أولیاء بعض، لیسوا بأولیائکم، إنما أولیاء کم اللہ تعالیٰ و رسوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و المؤمنون، فاخصوهم بالموالاة، و لا تتخطوهم إلى الغیر“۔ (روح المعانی: ۶/۱۶۶، دار احیاء التراث العربی)۔

(۳) ”و إن کان الطلاق ثلاثاً فی الحرۃ أو اثنتین فی الأمة، لم تحل له حتی تنکح زوجاً غیرہ الخ، لا فرق فی ذلك بین کون المطلقة مدخولاً بها أو غیر مدخول بها لصریح إطلاق النص، و قد وقع فی بعض الکتب أن فی غیر المدخول بہا تحل بلا زوج، و هو زلة عظیمة مصادفة للنص و الإجماع، لا یحل لمسلم رآه أن ینقله فضلاً عن أن یعتبره؛ لأن فی نقله إشاعته، و عند ذلك ینفتح باب للشیطان فی تخفیف الأمر، نعوذ باللہ من الزیغ و الضلال“۔ (فتح القدير، کتاب الطلاق، فصل فیما تحل به المطلقة: ۳/۱۷۷، ۱۷۸، مصطفی البابی الحلبي مصر)

اس کو فوراً توبہ لازم ہے ورنہ اس کا ایمان سخت خطرہ میں ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

غیبت کے غیبت ہونے سے انکار

سوال [۵۷۲]: ایک نائی غیبت کر رہا تھا، اس کو منع کیا گیا، اس نے کہا ”یہ غیبت نہیں ہے، یہ باتیں اس میں موجود ہیں“۔ اس کو سمجھایا گیا کہ موجود ہے تو غیبت ہے نہ ہوتی تو تہمت ہے، آیا یہ شخص توبہ کرے اور پھر سے اپنی بیوی سے نکاح پڑھوائے یا ضرورت نہیں ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

رد المحتار (۲) میں علامہ شامی نے ایسے شخص پر بہت سخت حکم لکھا ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو تجدید ایمان اور تجدید نکاح کا امر کیا جائے، بہتر یہ ہے کہ اس نائی کو بزرگ عالم کی طرف متوجہ کیا جائے کہ وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا کرے، ان کی صحبت و نصیحت سے امید ہے کہ اصلاح ہوگی، محض فتویٰ سے اصلاح کی توقع اس وقت ہے جب کہ قلب میں تقویٰ اور خشیت ہو اور تقویٰ بزرگوں کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے، جب احکام شرع کا احترام دل میں پیدا ہو جائے تو فتویٰ کا بھی اثر ہوتا ہے۔ غیبت کا مرض تو بہت عام ہے، نائی کی کیا خصوصیت ہے، اس میں تو پڑھے لکھے اونچے لوگ بھی بکثرت مبتلا ہیں، اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ آمین۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۸/۱/۹۳ھ۔

(۱) ”لأن الحلالة ثابتة بعموم نص الكتاب والسنة. وإنكار أحد منهما مستلزم لإيقاع الإيمان في

معرض الخطر، كما تقدمت فيه التصريحات من البزازية والفتاوى العالمكيرية والتاتارخانية والبحر.

(۲) ”إعلم أن الغيبة حرام بنص الكتاب العزيز، وشبه المغتاب بأكل لحم أخيه؛ إذ هو أقرب من

الأجنبي، فكما يحرم لحمه يحرم عرضه، قال صلى الله تعالى عليه وسلم: ”كل المسلم على المسلم

حرام: دمه و ماله وعرضه“. رواه مسلم وغيره وفي تنبيه الغافلين للفقهاء أبي الليث: الغيبة

على أربعة أوجه: في وجه هي كفر بأن قيل له: لا تغتب، فيقول: ليس هذا غيبة؛ لأنني صادق فيه،

فقد استحلت ما حرم بالأدلة القطعية، وهو كفر“. (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في

جان بچانے کے لئے کفر کا اقرار

سوال [۵۷۳]: زید کہتا ہے کہ ایسے موقع پر جب کہ کوئی مسلمان بیچ کفار و مشرکین کے پھنس جائے اور جان چھڑانے کا کوئی ذریعہ نہ ہو بجز اس کے کہ وہ جھوٹ کہہ دے کہ میں مسلمان نہیں ہوں، جب امان کی جگہ پہنچ جائے تو اس جھوٹ سے وہ توبہ کر لے، ایسا وقتی طور پر صرف زبان سے کہہ دینے سے وہ شخص گنہگار نہیں ہوگا، البتہ ایسا کہنا جان کے خوف کے وقت ہی بہتر ہے۔ بکر کا کہنا ہے کہ ہر حالت میں خواہ جان ہی کیوں نہ چلی جاتی ہو، ایسا کہنا بالکل گناہ بلکہ کفر ہے اس میں زید کا قول صحیح ہے یا بکر کا؟

الجواب حامداً و مصلياً :

زید کا قول صحیح ہے، حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ اس کا ماخذ ہے، جس پر آیت ﴿إِلا من أكره وقلبه مطمئن بالإيمان﴾ (۱) نازل ہوئی تھی۔ رد المحتار وغیرہ کتب فقہ میں بھی صراحت مذکور ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

(۱) (النحل : ۱۰۶)

”قال ابن كثير رحمه الله تعالى تحت هذه الآية: ”فهو استثناء“ ممن كفر بلسانه و وافق المشركين بلفظه مكرهاً لما ناله من ضرب و أذى، وقلبه يأبى ما يقول، و هو مطمئن بالإيمان بالله و رسوله، و قد روى العوفي عن ابن عباس رضی اللہ عنہما أن هذه نزلت في عمار بن ياسر رضی اللہ عنہ حين عذبه المشركون حتى يكفر بمحمد صلى الله تعالى عليه وسلم، فوافقهم على ذلك مكرهاً، و جاء متعذراً إلى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فأنزل الله تعالى هذه الآية“. (تفسير ابن كثير : ۷/۲، ۷۷۶، مكتبة دار السلام رياض)

(و كذا في روح المعاني : ۱۴ / ۲۳۷، ۲۳۸، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۲) ”وإن أكره على الكفر بالله تعالى أو سب النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بقطع أو قتل، رخص له أن يظهر ما أمر به على لسانه، و يورى، وقلبه مطمئن بالإيمان“ (الدر المحتار). و في رد المحتار : ”قال في الكفاية: ”وإن لم يخطر بباله شيء، و صلى للصليب، أو سب محمداً صلى الله تعالى عليه وسلم، وقلبه مطمئن بالإيمان، لم تبين منكوحته، لا قضاءً و لا ديانة؛ لأنه فعل مكرهاً الخ“. (كتاب الإكراه : ۶ / ۱۳۳، سعيد =

کسی غرض کے لئے ظاہراً کفر اختیار کرنا

سوال [۵۷۷]: ایک شخص نے کسی دنیاوی لالچ اور یہ سوچ کر کہ میں شامی کرنے کے بعد مسلمان ہو جاؤں گا بظاہر اسلام چھوڑ دیا اور پھر مہینہ دو مہینہ کے بعد مع عورت کے مسلمان ہو گیا، یا ارادہ رکھتا ہے کہ اسلام چھوڑ دوں اور مہینہ دو مہینہ کے بعد مسلمان ہو جاؤں گا۔ اس کے لئے کیا حکم ہے؟ یہ ارادہ پختہ ہے کہ پھر میں اپنے دین میں مل جاؤں گا، دلی (طور پر) اسلام نہیں چھوڑتا، ظاہر کفر قبول کرتا ہے۔ اس کا جواب مع حوالہ کتب تحریر فرمائیں۔

محمد ادریس سہارنپوری۔

الجواب حامداً ومصلياً:

ایسا کرنا جرم عظیم اور کفر ہے، کیا خبر ہے کہ دوبارہ اسلام قبول کرنے سے پہلے موت آجائے اور پھر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہنا پڑے، اور توبہ کی توفیق ہی نہ ہو، اور جو شخص ایک یوم یا ایک ساعت کے لئے کفر کا قصد کرے وہ تمام عمر کے لئے کافر ہو جاتا ہے اور تمام عبادات باطل ہو جاتی ہیں۔

”و من قصد كفراً ساعة أو يوماً، فهو كافر في جميع العمر.“ بحر: ۱/۱۲۳ (۱)۔
جو شخص دوسرے کو کلمہ کفریہ کی تلقین کرے وہ بھی کافر ہو جاتا ہے:

”و يكفر بتلقين كلمة الكفر يتكلم بها ولو على وجه اللعب و بأمره امرأة بالإرتداد لتبين من زوجها بالافتاء بذلك وإن لم تكفر المرأة.“ بحر: ۵/۱۲۴ (۲) ”و كذا لو أمر رجلاً أن يكفر

= (و كذا في البحر الرائق، كتاب الإكراه: ۸/۱۳۳، رشیدیہ)

(و الفتاویٰ العالمگیریہ، كتاب الإكراه، الباب الثاني فيما يحل للمكره أن يفعل و ما لا يحل: ۵/۳۸، رشیدیہ)
(و فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الفتاویٰ العالمگیریہ، كتاب الإكراه، فصل فيما يحل للمكره أن يفعل و لا يحل: ۳/۴۹۰، رشیدیہ)

(۱) (البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۵/۲۰۸، رشیدیہ)

و فی شرح الفقہ الأكبر: ”و فی المحيط: من رضی بکفر نفسه، فقد کفر: ای إجماعاً“ (فصل

فی الکفر صریحاً و کنایۃ، ص: ۱۷۹، قدیمی)

(۲) (البحر الرائق المصدر السابق)

(و كذا في شرح الفقہ الأكبر لملا علی القاری، فصل فی الکفر صریحاً و کنایۃ، ص: ۱۸۲، ۱۸۳، قدیمی)

باللہ أو عزم علی أن یأمره بکفر“۔ شرح فقہ اکبر: ۱۸۸ (۱)۔

زبان سے قصداً کلمہ کفر کا نکالنا بھی کفر ہے اگرچہ دل میں اسلام ہو (۲) چہ جائے کہ مہینہ دو مہینہ تک

کفر میں داخل رہنا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/شعبان/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبداللطیف، ۱۵/شعبان/۵۷ھ۔

تارک صلوة کا حکم

سوال [۵۷۵]: جو مسلمان نماز نہ پڑھتا ہو وہ حدیث ”من ترک الصلوة متعمداً، فقد

کفر“ (۳) کے ماتحت مسلمان کہلانے کا مستحق ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کے ساتھ کھانا پینا، دوستی رکھنا یا میل

جول پیدا کرنا اور اس کے جھوٹے پانی سے وضو کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

جو شخص نماز کی فرضیت کا منکر ہے، یا نماز کو استخفاف و اہانت کی نیت سے ترک کرتا ہے، یا بلا عذر نماز

ترک کرتا ہے اور قضا کی نیت نہیں رکھتا اور خدا کے عذاب سے نہیں ڈرتا، وہ شخص شرعاً کافر ہے۔ اور جو شخص خدا

کے عذاب سے ڈرتا ہے، قضا کی نیت رکھتا ہے، فرضیت کا منکر نہیں بلکہ معتقد ہے، نماز کی تحقیر و اہانت نہیں کرتا،

(۱) (شرح الفقہ اکبر لملا علی القاری، استحلال المعصیة و لو صغيرة کفر، ص: ۱۵۳، قدیمی)

(۲) ”فی حاوی الفتاوی: من کفر باللسان، و قلبه مطمئن بالایمان، فهو کافر، و لیس بمؤمن عند اللہ،

انتھی“۔ (شرح الفقہ اکبر، مطلب فی ایراد الألفاظ المکفرة، ص: ۱۶۵، قدیمی)

(۳) ”تارک صلوة عمداً کی تکفیر امام احمد بن حنبل کا مذہب ہے، جمہور کا مذہب یہ نہیں، بلکہ وہ اس کا کل یہ بتلاتے ہیں کہ یا تو مراد

انکار و جوب ہے، یا استخفافاً و استہزاء ترک ہے اگرچہ معترف و جوب ہو،” و تمسک بظاہر الحدیث أيضاً الحنابلة و

من قال بقولهم من أن تارک الصلوة یکفر..... و أما الجمہور فتأولوا الحدیث..... فقیل:

المراد من ترکها جاحداً لوجوبها، أو معترفاً لکن مستخفاً مستهزئاً بمن أقامها“۔ (فتح الباری، کتاب

مواقیت الصلوة، باب من ترک العصر: ۲/۴، قدیمی)

البتہ سستی یا غضب کی وجہ سے کبھی وقت سے ٹلا دیتا ہے تو ایسا شخص شرعاً کافر نہیں اگرچہ وقت پر ادا نہ کرنے کی وجہ سے گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے (۱)۔

”ہی فرض عین علی کل مکلف، و یکفر جاحداً لثبوتها بدلیل قطعی، و تارکھا عمداً مجاناً: ای تکاسلاً فاسق“۔ اہ در مختار: ۱/۳۶۳ (۲) ”و(یکفر) بترك الصلوة متعمداً غیرنا و لل قضاء و غیر خائف من العقاب“۔ اہ بحر: ۵/۱۲۲ (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۵/۵۸ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبداللطیف، ۱۳/جمادی الأولى/۵۸ھ۔

تارک صلوة کا حکم

سوال [۵۷۶]: تارک صلوة کس کو کہتے ہیں اور ایسے لوگوں کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

جو شخص وقت پر نماز نہ پڑھے، اس کو کوئی عذر بھی نہ ہو، قضاء پڑھنے کا بھی ارادہ نہ رکھتا ہو، اور اس پر عتاب کا بھی ڈرنہ ہو تو وہ تارک صلوة ہے، فقہاء نے اس کی تکفیر کی ہے: ”من ترك الصلوة“ الحدیث (۴) کا
(۱) اور یہی حدیث مذکور سوال کا محمل ہے کما تقدم۔

(۲) (الدر المختار، کتاب الصلوة: ۱/۳۵۱، ۳۵۲، سعید کراچی)

وفی فتح القدير: ”من أنکر شرعيتها (أی الصلوة)، کفر بلا خلاف“۔ (کتاب الصلوة:

۲۱۷/۱، مصطفى البابی الحلبي)

(۳) (کتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۵/۲۰۶، رشیدیہ)

(۴) ”لم أجده بهذا اللفظ إلا فی الجامع الصغير للسيوطی“ بلفظ: ”من ترك الصلوة متعمداً، فقد كفر

جهاراً“ و رمز له بالصحة“۔ (راجع فیض القدير: ۱/۵۷۳۸، رقم: ۸۵۸۷، مکتبہ نزار مصطفى الباز)

وفی رواية مسلم: ”بين العبد وبين الكفر ترك الصلوة“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب

الصلوة، قبیل الفصل الثانی، ص: ۵۸، قدیمی)

”ثم من التأویلات أن يكون مستحلاً لتركها، أو تركها يؤدي إلى الكفر، فإن المعصية بريد الكفر، أو يخشى على

فاعلها أن يموت كافراً، أو فعله شابه الكفر“۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلوة، قبیل الفصل الثانی: ۲/۲۷۲، حقانیہ)

مصدق اسی کو قرار دیا ہے۔ ” (أی کفر) بترك الصلوة متعمداً غیر ناوٍ للقضاء و غیر خائف للعقاب۔“
مجمع الأنهر: ۱/۷۰۲ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

تارک صلوٰۃ کا حکم

سوال [۵۷۷]: تارک الصلوٰۃ عمداً یا استخفافاً کی غورت مطلقہ ہو جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً :

تارک الصلوٰۃ عمداً فاسق و فاجر ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کافر نہیں اور تارک الصلوٰۃ استخفافاً کافر ہے (۲)، نماز تو فرض عین اور ام العبادات ہے، اگر کسی فعل مسنون کی بھی من حیث السنۃ اہانت کرے تو کافر ہو جاتا ہے اور اس کا نکاح فسخ ہو جاتا ہے اور تجدید نکاح اور تجدید ایمان نہ کرے تو آئندہ کو اولاد حرامی ہوگی (۳)۔

”لو قال لآخر : أقلم الأظفار، فإنه سنة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فقال الرجل : لا

أفعل ذلك وإن كان سنة، يكفر، (إلى أن قال) : لأنه استخف بالسنة“ - خلاصة: ۴/۳۸۶ (۴) -

”وارتداد أحدهما (الزوجين) فسخ عاجل“۔ در مختار هامش: ۲/۶۴۳ (۵) واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ عنہ۔

بندہ عبد الرحمن، عبداللطيف، ۱۸/۱/۵۲ھ۔

(۱) (كتاب السير والجهاد، ثم إن ألفاظ الكفر أنواع : الثالث في القرآن والأذكار والصلوة : ۲/۵۰۸، غفاريه)

(و كذا في البحر، كتاب السير، باب احكام المرتدين : ۵/۲۰۶، رشيديه)

(۲) (تقدم تخريجه تحت عنوان: ”تارک صلوٰۃ کا حکم“)

(۳) ”ما يكون كفراً اتفاقاً، يبطل العمل والنكاح و أولاده أولاد الزنا“۔ (الدر المختار، كتاب الجهاد،

باب المرتد : ۳/۲۳۶، ۲۳۷، سعيد كراچي)

(و كذا في الفتاوى العالمكيريّة، كتاب السير، قبيل باب العاشر في البغاة : ۲/۲۸۳، رشيديه)

(۴) (كتاب ألفاظ الكفر، الجنس الثالث فيما يقال في الأنبياء عليهم السلام : ۳/۳۸۶، رشيديه)

(و كذا في الفتاوى العالمكيريّة، كتاب السير، موجبات الكفر أنواع، منها ما يتعلق بالأنبياء : ۲/۲۶۵، رشيديه)

(۵) (كتاب النكاح، باب نكاح الكافر : ۳/۱۹۳، سعيد) =

نماز کے عبادت ہونے سے انکار کا حکم

سوال [۵۷۸]: مولانا بی اے منشی فاضل صاحب فرماتے ہیں ”نماز عبادت نہیں“، اگر نماز عبادت نہیں تو آپ صاحبان تحریر فرمادیں تو کیا عبادت ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

نماز بہت بڑی عبادت بلکہ ام العبادات ہے، اسلام کی بنیاد جن پانچ ارکان پر ہے ان میں سے نماز بہت بڑا رکن ہے۔

”عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”بنی الاسلام علی خمس: شهادة أن لا إله إلا اللہ وأن محمداً عبده ورسوله، وإقام الصلاة، وإيتاء الزکوة، والحج، وصوم رمضان“ متفق علیہ“ (۱) (مشکوٰۃ المصابیح ص: ۱۲) (۲)۔

وفی حدیث طویل: ”عن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ثم قال: ”ألا أدلك برأس الأمر، وعموده، وذروة سنامه؟“ قلت: بلی یا رسول اللہ! قال: ”رأس الأمر الإسلام، وعموده الصلاة، وذروة سنامه الجهاد الخ“ (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۱۴) (۳)۔

نماز کی فرضیت نص قطعی سے ثابت ہے (۴)، اس کا منکر کافر ہے (۵)، اس کے ساتھ استہزاء کفر ہے (۶)، اس کا تارک فاسق ہے (۷)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبداللطیف، ۱۶/محرم الحرام/۵۶ھ۔

= (و کذا فی الخلاصۃ، کتاب ألقاظ الکفر، الفصل الثانی فی ألقاظ الکفر، ما یكون کفراً الخ: ۳/۳۸۳، رشیدیہ)

(۱) (صحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: بنی الإسلام علی خمس: ۶/۱، قدیمی)

(و الصحیح لمسلم، کتاب الإیمان، باب أركان الإسلام و دعائمہ العظام: ۳۲/۱، قدیمی)

(۲) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الإیمان، الفصل الأول، ص: ۱۲، قدیمی)

(۳) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الإیمان، الفصل الثانی، ص: ۱۴، قدیمی) =

کیا نماز دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا ہے؟

سوال [۵۷۹]: خلاصہ سوال یہ ہے کہ ہمارے گاؤں میں ایک مرشد صاحب رہتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ”نماز کیا، جو آدمی رات دن محنت و مزدوری کرتا ہے اور دل ہی دل میں اللہ کو یاد کرتا ہے، کیا یہ نماز نہیں ہے؟“ ایک مرتبہ انہوں نے مجھ سے قبر پر سجدہ کرایا، میں قسم کھاتا ہوں کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور اندر ہی اندر اللہ سے ڈرتا رہا، اپنی غلطی سے بے حد نادم ہوں، یہ شخص کوئی عالم و فاضل نہیں ہیں بلکہ پہلے زندگی ایک فلمی ہیرو کی طرح گزری اور اب پیر بن گئے ہیں۔ حضرت والا! مجھے سچی توبہ کا راستہ بتلا دیجئے، تاکہ گمراہی سے بچوں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جن مرشد کے آپ نے حالات لکھے ہیں وہ ہدایت کے مرشد نہیں بلکہ ضلالت کے مرشد ہیں، یعنی

(۴) قال الله تعالى: ﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ، وَارْكعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ﴾ (البقرة: ۴۳)

وقال تعالى: ﴿مُنِيبِينَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ (الروم: ۳۱)

(۵) ”من قال: لا أصلي جحوداً، أو استخفافاً، أو على أنه لم يؤمر، أو ليس بواجب، انتهى، فلا شك أنه

كافر“۔ (شرح الفقه الأكبر للقاری، فصل فی القراءة والصلوة، ص: ۱۷۰، قدیمی)

(و كذا فی الفتاوی العالمگیریة، كتاب السير، موجبات الكفر أنواع، منها ما يتعلق بالقرآن الخ:

۲/۲۶۸، رشیدیہ)

(و كذا وفي التاتارخانية: كتاب أحكام المرتدين، فصل فيما يتعلق بالصلوة والزكاة الخ: ۵/۴۹۴،

إدارة القرآن)

وفي الدر المختار: ”هي (الصلاة) فرض عين على كل مكلف و يكفر جاحداً لثبوتها بدليل

قطعي“۔ (كتاب الصلوة: ۱/۳۵۲، سعید)

(۶) ”قال: يصلي الناس لأجلنا، كفر، لأجل إعتقاد أن الصلوة المكتوبة فرض كفاية، أو أراد به استهزاء

أوسخرية“۔ (شرح الفقه الأكبر للقاری، فصل فی القراءة والصلوة، ص: ۱۷۱، قدیمی)

(و كذا فی التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل فيما يتعلق بالصلوة والزكاة الخ: ۵/۴۹۶،

ادارة القرآن)

(۷) ”و تاركها عمداً مجاناً: أي تكاسلاً فاسق“۔ (الدر المختار، كتاب الصلوة: ۱/۳۵۲، سعید)

ہدایت کے راستے سے ہٹا کر گمراہ کرنے والے ہیں، ان کا کام جنت کے راستے پر چلانا نہیں، بلکہ دوزخ کے راستے پر چلانا ہے۔ آپ کے استاذ نے قبر پر سجدہ و طواف وغیرہ کیا تو وہ بھی غلط طریقہ اختیار کیا، تعلیمات اسلام کے خلاف کیا، ان کی نیت کا حال ہم نہیں جانتے، صراحتاً یہ ضرور شرک ہے، دوسرے دیکھنے والے بھی اس سے گمراہ ہوں گے۔ آپ نے بھی سخت غلطی کی، معصیت میں کسی کی اطاعت جائز نہیں: ”لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق“۔ (۱) آپ اپنی نیت کی وجہ سے شرک حقیقی سے اگر چہ بچ گئے لیکن قبر کو سجدہ کرنا بھی صورت شرک ہوا (۲)، دیکھنے والوں نے بھی یہی سمجھا کہ آپ نے قبر کو سجدہ کیا ہے، مٹی پر مصلیٰ بچھا کر خدا کو سجدہ نہیں کیا، نہ اس مقصد کے لئے ان گمراہ مرشد نے آپ کو سجدہ کرنے کے لئے کہا تھا۔ بہر حال سخت معصیت کا صدور ہوا، سچے دل سے توبہ کیجئے، استغفار پڑھئے اور صاف صاف کہہ دیجئے کہ میں نے قبر کو سجدہ نہیں کیا، نہ قبر کو سجدہ کرنا جائز سمجھتا ہوں، بلکہ قبر کو سجدہ کرنا معصیت اور شرک سمجھتا ہوں، گمراہ مرشد کے کہنے سے جو صورت پیش آئی اس سے توبہ کرتا ہوں (۳) توبہ کی تکمیل کے لئے کچھ صدقہ بھی دے دیجئے، کچھ روزے بھی رکھ لیجئے تاکہ آئندہ ایسی حرکت کی جرأت نہ ہو، سچی توبہ سے اللہ تعالیٰ بڑے سے بڑے گناہ معاف فرمادیتے ہیں؛ لقوله تعالیٰ: ﴿إني لغفار لمن تاب﴾ الایۃ (۴) امید ہے کہ اس کو بھی معاف فرمائیں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۶/۹۰ھ۔

(۱) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الإمارة والقضاء، الفصل الثانی، ص: ۳۲۱، قدیمی)

(۲) ”و ما یفعله من السجود بین یدی السلطان، فحرام، والفاعل والراضی به آثمان؛ لأنه أشبه بعبدة الأوثان، و ذکر الصدر الشہید أنه لا یکفر بهذا السجود؛ لأنه یرید به التحية، وقال شمس الأئمة السرخسی: السجود لغير الله علی وجه التعظیم کفر“۔ (البحر الرائق، کتاب الکراهية، قبیل فصل فی البیع: ۳۶۳/۸، رشیدیہ)

(۳) قال الله تعالیٰ: ﴿إلا الذین تابوا وأصلحوا و بینوا، فأولئک أتوب علیهم، و أنا التواب الرحیم﴾ (البقرة: ۱۶۰)

”قال العلامة الألوسی تحتها: ”أی أظهروا ما بینہ الله تعالیٰ للناس معاینةً، و بهذین الأمرین تتم التوبة،

وقیل: أظهروا ما أحدثوه من التوبة لیمحوا سمة الکفر عن أنفسهم و یقتدی بهم أضرابهم، فإن إظهار التوبة ممن یقتدی به شرط فیها علی ما یشیر بعض الآثار“۔ (روح المعانی: ۲/۲۸، دار إحياء التراث العربی)

(۴) (طه: ۸۲)

جو شخص نماز کے لئے اٹھنے سے انکار کرے اس کا حکم

سوال: زید کو نماز کے لئے اٹھایا گیا کہ ”وقت ہو گیا، نماز کو نہیں جاؤ گے“؟ تو اس کو ناگوار معلوم ہوا، چونکہ وہ سو رہا تھا، اس حالت میں اس نے کہہ دیا ”کہ نہیں جاؤں گا“۔ تو اس صورت میں تجدیدِ ایمان کی ضرورت ہے یا نہیں؟ یا تجدیدِ نکاح کی بھی ضرورت پڑے گی؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ایسی صورت میں تجدیدِ ایمان و نکاح کی ضرورت نہیں (۱) توبہ و استغفار کرتا رہے، کیونکہ اس کا مقصد فرضیتِ نماز سے انکار نہیں بلکہ اس وقت اٹھنے سے انکار ہے یعنی کچھ دیر میں نیند پوری ہونے پر پڑھوں گا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۶/۸۹ھ۔

(۱) ”ثم إن كانت نية القائل الوجه الذى يمنع التكفير، فهو مسلم“ (التاتارخانية: كتاب أحكام المرتدين، فصل فى إجراء كلمة الكفر: ۴۵۸/۵، إدارة القرآن)

(و كذا فى الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، قبيل الباب العاشر فى البغاة: ۲۸۳/۲، رشيدية)

(۲) ”وفى واقعات الناطقى: قال محمد: قول الرجل: ”لا أصلى“ يحتمل أربعة أوجه: أحدها: لا أصلى؛ لأنى صليت، والثانى: لا أصلى بأمرى، فقد أمرنى بها من هو خير منك، والثالث: لا أصلى فسقاً و مجانةً، فهذه الثلاث ليس بكفر، والرابع: لا أصلى؛ إذ ليست تجب على الصلوة، أو لم أومر بها، جحوداً بها، وفى هذا الوجه يكفر، وقال الناطقى: إذا أطلق فقال: لا أصلى، لا يكفر لاحتمال هذه الوجوه“ (التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل فيما يتعلق بالصلوة والزكاة الخ: ۴۹۴/۵، إدارة القرآن)

(و كذا فى الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، موجبات الكفر أنواع، منها ما يتعلق بالقرآن الخ: ۲۶۸/۲، رشيدية)

(و كذا فى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً، الفصل الثانى، النوع التاسع فيما يقال فى القرآن والأذكار والصلوة: ۳۴۰/۶، رشيدية)

سید ہونے کی وجہ سے حرام کو حلال سمجھنا

سوال [۵۸۱]: ہمارے یہاں ایک سید ہے اس نے ایک دن کہا کہ ”میں سید ہوں، ہم شراب پیتے ہیں، زنا کرتے ہیں، حرام بھی ہمارے لئے جائز ہے اور ہمارے نانا یعنی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہماری شفاعت کر دیں گے، لہذا آپ کو میرے حق میں کوئی بات کہنے کی گنجائش نہیں“۔ تو کیا اس قسم کے الفاظ بولنے سے یہ آدمی کافر ہو گیا یا نہیں؟ اور اس کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً :

زنا اور شراب کی حرمت ضروریات دین سے ہے، اس کا انکار کرنے سے ایمان سلامت نہیں رہتا، کذا فی إكفار الملحدين (۱)، اس لئے ان سید صاحب کو ایسا کہنا اپنے ایمان کو تباہ کرنا ہے۔ سید ہونے کی

(۱) قال الله تعالى: ﴿و لا تقربوا الزنا إنه كان فاحشة و ساء سيلاً﴾ (الاسراء: ۳۲)

• وقال تعالى: ﴿إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان، فاجتنبوه

لعلكم تفلحون﴾. (المائدة: ۹۰)

قال ابن نجيم في البحر الرائق: ”و لا بقوله لحرام: هذا حلال والأصل: أن من اعتقد الحرام حلالاً، فإن كان حراماً لغيره كمال الغير، لا يكفر، وإن كان لعينه، فإن كان دليلاً قطعياً، كفر، وإلا فلا. وقيل: التفصيل في العالم، أما الجاهل، فلا يفرق بين الحلال والحرام لعينه و لغيره، وإنما الفرق في حقه أن ما كان قطعياً، كفر به، وإلا فلا يكفر إذا قال: الخمر ليس بحرام و بتمنيه أن لم يحرم الظلم والزنا والقتل بغير حق وكل حرام لا يكون حلالاً في وقت بخلاف الخمر و مناكحة المحارم“. (البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۲۰۸/۵، ۲۰۶، رشيدية

وفي التاتارخانية: إذا قال: الخمر ليست بحرام، فهو كافر. والمسألة منصوصة عن أبي يوسف

رحمه الله تعالى“. (كتاب أحكام المرتدين، فصل فيما يتعلق بالحلال والحرام: ۵/۵۰۵، إدارة القرآن)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، مطلب: موجبات

الكفر أنواع، ومنها ما يتعلق بالحلال والحرام: ۲/۲۷۲، رشيدية)

(والبزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً، الفصل السابع في كلام

الفسقة: ۶/۳۳۳، رشيدية)

حیثیت سے تو ان کو زیادہ طاعت لازم ہے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خطاب فرمایا ہے کہ: ”مجھ سے کچھ روپیہ لینا ہو تو لے لو مگر اس گھمنڈ میں نہ رہنا کہ نبی کی بیٹی ہوں، آخرت میں اپنا عمل ہی کام آئے گا“ (۱)، پھر کسی اور کی کیا مجال ہے کہ سید ہونے پر گھمنڈ کر کے بے مہار ہو جائے اور حرام چیزوں کو حلال سمجھنے لگے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

حرام کو حلال سمجھنا

سوال [۵۸۲]: سائل کی منکوحہ کو زید نے اپنی خواہشات و حرام کاری کے لئے اغوا کر لیا اور سائل

کے حق نکاح کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنا نکاح باطل کر کے اپنے آپ کو مسلمان خیال کرتا ہے اور میری عورت کو جو اس پر حرام ہے حلال سمجھتا ہے، کیا ایسے شخص کی امامت، ذبح، شہادت وغیرہ درست ہے یا نہیں؟ اور یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوا کہ نہیں؟ مسلمان ایسے شخص سے ترک موالات کریں کہ نہیں؟ اور جو شخص ایسے شخص سے ترک تعلق نہ کرے اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً :

جانتے بوجھتے منکوحۃ الغیر سے نکاح کرنا قطعاً حرام ہے (۲) اور اس سے مباشرت کرنا زنا ہے، اگر

سزائے زنا کی شرائط موجود ہوں تو اس پر حد زنا جاری کی جائے، فوراً دونوں میں جدائی لازم ہے، جب تک جدائی کر کے سچی توبہ نہ کرے ایسے شخص کو امام ہرگز نہ بنایا جائے، ایسے شخص کی شہادت بھی قبول نہیں۔ مگر اس پر کفر کا حکم

(۱) ”أن أبا هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قام رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم حين أنزل الله: ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ قال: ”و يا فاطمة بنت محمد! سليني ما شئت من مالي، لا أغني عنك من الله شيئاً“ (صحيح البخاري، كتاب التفسير، سورة الشعراء: ۷۰۲/۲، قديمي)

(۲) ”لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره الخ“ (الفتاوى العالمكيريّة، كتاب النكاح، الباب الثالث

في بيان المحرمات، القسم السادس، المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱، رشيدية)

(و كذا في الدر المختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۲۸/۳، سعيد)

لگانے میں جلدی نہ کی جائے۔ ارتکاب حرام سے مطلقاً آدمی کافر نہیں ہوتا بلکہ حرام لعینہ کو حلال اعتقاد کرنے سے کافر ہوتا ہے جب کہ حرمت نص قطعی سے ثابت ہو، کذا فی شرح العقائد (۱) و شرح الفقہ الأکبر (۲) والطحطاوی شرح مراقی الفلاح (۳)۔ اگر بغیر قطع تعلق کے اصلاح نہ ہو سکے تو قطع تعلق کر دیا جائے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۵/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۵/۸۸ھ۔

حرام کو حلال سمجھنا

سوال [۵۸۳]: ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی فعل حرام کو حرام سمجھ کر کرے تو کافر نہیں ہوتا، اس گناہ کبیرہ کی وجہ سے فاسق ضرور ہو جاتا ہے، مگر کسی فعل حرام کو حلال سمجھ کر مرتکب ہو تو وہ مرتکب کافر ہے۔ کیا ہمارا یہ عقیدہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

فعل حرام کو حرام سمجھ کر غلبہ شہوت یا سستی وغیرہ کی وجہ سے اگر کوئی مسلمان کرے تو وہ اہل سنت

(۱) "والكبيرة..... فروى عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما أنها تسعة: الشرك بالله الخ..... لا تخرج العبد المؤمن من الإيمان، لبقاء التصديق الذى هو حقيقة الإيمان..... ولا تدخله فى الكفر..... والله تعالى لا يغفر أن يشرك به..... ويغفر ما دون ذلك من الصغائر والكبائر مع التوبة أو بدونها،..... ويجوز العقاب على الصغيرة..... والعفو عن الكبيرة..... إذا لم تكن عن استحلال، والإستحلال كفر؛ لما فيه من التكذيب المنافى للتصديق". (شرح العقائد النسفية، ص: ۸۲-۸۷، المطبع اليوسفى لکنو)

(۲) (تقدم تخريجه من شرح الفقه الأكبر لملا على القارى تحت عنوان "تجدید ایمان اور تجدید نکاح کی ضرورت کب ہوتی ہے؟") فلیراجع.

(۳) "واعلم أن المستحل لا يكفر إلا إذا كان المحرم حراماً لعينه، وثبتت حرمة بدليل قطعى وإلا فلا". (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، خطبة الكتاب، ص: ۶، قديمی)

(وكذا فى البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۲۰۶/۵، رشيدیه)

والجماعة کے نزدیک ایمان سے خارج نہیں ہوتا جب تک حکم شریعت کا استخفاف نہ پایا جائے۔

”والكبيـرة لا تخرج العبد المؤمن من الإيمان ولا تدخله في الكفر“۔ شرح عقائد،

ص: ۸۲ (۱)۔

اگر حرام لعینہ کو جس کی حرمت قطعی ہو حلال سمجھے گا تو کافر ہو جائے گا:

”والأصل أن من اعتقد الحرام حلالاً، فإن كان حراماً لغيره كمال الغير، لا يكفر، وإن

كان لعينه فإن كان دليـله قطعياً، كفر، وإلا فلا“۔ بحر: ۵/۱۲۲ (۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ محمود حسن گنگوہی عفا اللہ عنہ معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/ جمادی الثانیہ/ ۱۳۵۲ھ۔

صحیح: عبدالرحمن غفرلہ، صحیح: سعید احمد مدرس مظاہر علوم، ۱۶/۲/۱۳۵۲ھ۔

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۲/۱۳۵۲ھ۔

حلال کو حرام سمجھنا

سوال [۵۸۲]: ایک امام صاحب حلال کو حرام کہتے ہیں اور حرام کو بھی حلال کہتے ہیں تو اس کی

اقتداء ٹھیک ہے یا نہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

جو شی حرام لعینہ ہو اور اس کی حرمت قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت نصوص سے ثابت ہو، اس کو حلال

اعتقاد کرنا کفر ہے، اسی طرح اس کے عکس کا حکم ہے، اگر اس شی کی حرمت لعینہ نہیں یا قطعی الثبوت نہیں یا قطعی

الدلالت نہیں، تو اس کو حلال سمجھنا کفر نہیں بلکہ فسق ہے، بہر دو صورت جس امام کی یہ حالت ہو وہ امامت کے لائق

نہیں اس کو امامت سے علیحدہ کر کے کسی دوسرے پابند شرع اور اہل حق کو امام مقرر کرنا چاہئے۔

”من اعتقد الحلال حراماً أو علی القلب، يكفر إذا كان حراماً لعينه وثبتت حرمته

(۱) (شرح العقائد النسفية، ص: ۸۲، ۸۳، المطبع اليوسفي لکنو)

(شرح الفقه الأكبر لملا علی القاری، ص: ۷۱، قدیمی)

(و کذا فی کتاب شرح الفقه الأكبر لأبی المنتهی أحمد بن محمد، ص: ۱۳۹، ۱۴۰، دولة قطر)

(۲) (البحر الرائق، کتاب السیر، باب أحكام المرتدین: ۲۰۶/۵، رشیدیہ)

بدلیل قطعی، أما إذا كان حراماً لغيره بدليل قطعی، أو حراماً لعينه بخبر الأحاد، لا يكفر إذا اعتقده حلالاً“۔ اھ طحطاوی، ص: ۸۴ (۱)۔

”من اعتقد الحرام حلالاً أو على القلب، يكفر، أما لو قال لحرام: هذا حلال لترويج السلعة أو بحكم الجهل لا يكون كفراً، وفي الاعتقاد هذا إذا كان حراماً لعينه، وهو يعتقده حلالاً حتى يكون كفراً، أما إذا كان حراماً لغيره فلا فيما إذا كان حراماً لعينه، إنما يكفر إذا كانت الحرمة ثابتة بدليل مقطوع به، أما إذا كانت بأخبار الأحاد فلا يكفر، كذا في الخلاصة اھ“۔ (فتاویٰ عالمگیری، ص: ۲۸۲) (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۶۱/۲/۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۱/۲/۸ھ۔

محرمات میں آپس میں فرق

سوال [۵۸۵]: حرام حرام سب برابر ہیں یا ان میں کمی بیشی ہے مثلاً ایک شخص شراب پیتا ہے یا خنزیر کا گوشت کھاتا ہے۔ دوسرا شخص اس کے ساتھ معازف و مزامیر کے ساتھ قوالی بھی سنتا ہے تو دونوں کے گناہوں میں فرق ہے یا دونوں برابر ہیں؟ ایک شخص معازف و مزامیر کے ساتھ گانا گاتا ہے یا اس میں اعانت کرتا ہے یا

(۱) (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الطہارۃ، باب الحيض والنفاس والاستحاضة، ص: ۱۳۸، قدیمی)

(۲) (کتاب السیر، موجبات الکفر أنواع، و منها ما يتعلق بالحلال والحرام الخ: ۲/۲۷۲، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب السیر، باب أحكام المرتدين: ۵/۲۰۶، رشیدیہ)

(و البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو کفراً الخ: الفصل الثانی فیما يكون کفراً من المؤمن و ما لا يكون، النوع الأول فی المقدمة: ۶/۳۲۱، رشیدیہ)

(و خلاصة الفتاویٰ، کتاب ألفاظ الکفر، الفصل الثانی الخ، الجنس الأول فی المقدمة: ۳/۳۸۳، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

اس پر لوگوں کو آمادہ کرتا ہے اور اس سے خوش ہوتا ہے یا اس کو جائز بتاتا ہے۔ یا جو شخص قوالی سے منع کرے، اس کو غلط بتاتا ہے۔ اسی طرح ایک شخص شراب اور خنزیر کو خود استعمال کرتا ہے یا دوسروں کو کھلاتا پلاتا ہے یا اس میں مدد کرتا ہے یا لوگوں کو اس پر آمادہ کرتا ہے یا اس سے خوش ہوتا ہے یا اس کو جائز بتاتا ہے، لوگوں کو رغبت دلاتا ہے اور منع کرنے والے کو غلط بتاتا ہے، کیا یہ دونوں برابر ہیں؟ مثلاً: رمضان میں بعض یہ کہہ دیتے ہیں کہ روزہ وہ رکھیں جس کے گھر میں کھانے کو نہ ہو یا ہم ایسی مشقت کیوں جھیلیں یا کوئی شخص جھوٹ بول رہا ہے، اگر کسی نے زنا کر لیا یا شراب پی لیا تو یہ جھوٹ بولنے والا ہی ملامت کرتا ہے۔ کسی نے شراب پی ہوگی یا زنا کیا ہوگا تو ایک دفعہ دو دفعہ کیا ہوگا مگر یہ جھوٹ بولنے والا تو دن بھر جھوٹ بولتا ہے لیکن وہ اپنے گناہ کو گناہ خیال ہی نہیں کرتا ہے۔

الجواب حامداً و مصلياً:

جس چیز کو قرآن کریم میں حرام قرار دیا گیا اور اس کی حرمت لعینہ ہے وہ اپنی حرمت کے لحاظ سے شدید ہے حتیٰ کہ اس کو حلال اعتقاد کرنے پر تکفیر کی گئی ہے جیسا کہ شرح عقائد (۱) طحاوی (۲) اور بحر (۳) وغیرہ میں مذکور ہے، ایسا بھی ہے کہ ایک چیز کی حرمت نص قطعی میں مذکور نہیں مگر اس سے پیدا ہونے والے مفسد بہت ہیں، اس اعتبار سے اس کی حرمت بھی خوفناک ہو جاتی ہے، بعض اوقات خود ایک حرام کا ارتکاب بہت سے محرمات کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے، اس لحاظ سے وہ مجموعہ محرمات ہوتا ہے اگرچہ اس کی حرمت صاف صاف منصوص نہیں، بعض دفعہ ایک حرام کے ارتکاب کا اثر یہ ہوتا ہے کہ دوسرے لوگ حرام میں مبتلا ہو جاتے ہیں، یہ

(۱) ”و استحلل المعصية صغيرة كانت أو كبيرة كفر، إذا ثبت كونها معصية بدليل قطعي وعلى هذه الأصول يتفرع ما ذكر في الفتاوى من أنه إذا اعتقد الحرام حلالاً، فإن كانت حرمة لعينه و قد ثبت بدليل قطعي، يكفر، و إلا فلا بأن يكون حرمة لغيره، أو ثبت بدليل ظني.“ (شرح العقائد، ص: ۱۲۰، المطبع اليوسفي لکنو)

(۲) ”من اعتقد الحلال حراماً أو على القلب، يكفر إذا كان حراماً لعينه، و ثبت حرمة بدليل قطعي، أما إذا كان حراماً لغيره بدليل قطعي أو حراماً لعينه بخبر الأحاد، لا يكفر إذا اعتقده حلالاً.“ (حاشية الطحاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الطهارة، باب الحيض والنفاس والاستحاضة، ص: ۱۳۸، قدیمی)

(۳) (البحر الرائق، کتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۲۰۶/۵، رشیدیہ)

بہت ہی باعث انسداد ہے، جس جگہ جس قسم کی حرمت ہوگی اس پر اس کی حیثیت سے نکیر کی جائے گی، نکیر کرنے والے کی حیثیت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، اس لئے سب کا ایک حکم نہیں اس لئے بعض محرمات پر حد ہے، بعض پر جس ہے، بعض پر تعزیر ہے، وہ بھی مختلف ہے حتیٰ کہ تعزیراً بعض صورتوں میں قتل تک نوبت پہنچ جاتی ہے (۱)۔

رمضان المبارک کے متعلق جو جملہ سوال میں مذکور ہے اس پر تکفیر کی گئی ہے، بعض محرمات پر صرف توبہ واستغفار کا حکم ہے۔ ابواب فقہیہ کے مطالعہ سے سب تفصیلات سامنے آتی ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۲/۹۳ھ۔

حرام مال سے دعوت اور اس پر بسم اللہ

سوال [۵۸۶]: زید کو بینک کے ملازم کی دعوت پر جب یہ کہا گیا کہ بعض اہل علم ہمارے کھانے کو حرام قرار دیتے ہیں تو زید جو کہ صوفی مشہور ہے اس نے فوراً ”باسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شیء فی الأرض ولا فی السماء وهو السميع العليم“ پڑھ کر کھانا شروع کر دیا اور ان اہل علم پر جو کہ ایسی دعوت کو ناجائز قرار دیتے ہیں غلطی کا حکم جاری کر دیا۔ تو زید کا یہ قول شرعاً کیسا ہے؟ اور کیا اس کی تکفیر کی جاسکتی ہے یا نہیں؟
الجواب حامداً و مصلياً:

جو چیز حرام محض ہو اس کی حرمت پر اجماع ہو اور اس کی حرمت ضروریات دین سے ہو، اس کو حلال

(۱) ”یحد مسلم شرب الخمر و لو قطرة الخ“ (الدر المختار، کتاب الحدود: ۳/۷۷، سعید)
”و لا یحد بوطء دبر، و قال: إن فعل فی الأجنب حد، و فی الفتح: یعزرو
یسجن حتی یموت أو یتوب، و لو اعتاد اللواط، قتله الإمام سیاسة“۔ (الدر المختار، کتاب الحدود
: ۲۶/۳، ۲۷، سعید)

”فإنه: أى التعزیر شرعاً لا یختص بالضرب، بل قد یكون به و قد یكون بالصفع و بفرك
الأذن و یكون التعزیر بالقتل“۔ (مجمع الأنهر، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر: ۱/۶۰۹، دار
احیاء التراث العربی)

”قال ابن القيم: إن المعاصی ثلاثة أنواع: نوع فیہ الحد و لا كفارة، كالسرقة والشرب والزنا
والقذف و العقوبات التعزیریة كالتوبیخ و الحبس و الضرب و القتل سیاسة لمعتادی
الأجرام“۔ (الفقه الإسلامی، الحدود: ۷/۵۳۰، رشیدیہ)

اعتقاد کرنا کفر ہے (۱) اور اس چیز پر بسم اللہ پڑھنے سے بھی فقہاء نے تکفیر کی ہے:

”من قال عند ابتداء شرب الخمر أو الزنا أو أكل الحرام: بسم الله، كفر- وفيه (أى التهمة) أنه ينبغي أن يكون محمولاً على الحرام المحض المتفق عليه وأن يكون عالمياً بنسبة التحريم إليه بأن يكون حرمة مما علم من الدين بالضرورة الخ“۔ (شرح الفقه الأكبر، ص: ۲۰۸) (۲)۔

صورتِ مسئلہ میں ممکن ہے کہ داعی نے زید کے سامنے حلال پیش کیا ہو، مثلاً قرض لے کر یا اس کو وراثت میں ملا ہو، عموماً مقتدا کی دعوت میں اس کا لحاظ رکھا جاتا ہے کہ حلال مال سے ان کی دعوت کی جاتی ہے اگرچہ داعی کے پاس حرام مال موجود ہو، یہ بھی ممکن ہے کہ داعی کے پاس حلال و حرام دونوں قسم کا مخلوط مال ہو اور جب زید سے کہا گیا تو اس نے اس نیت سے کہ اگر اس میں کچھ حرام بھی ہو تو اللہ پاک اس کے مضر اثرات سے محفوظ رکھے ”بسم اللہ الذی لا یضر الخ“ پڑھ کر کھانا شروع کر دیا ہو، اس لئے اس پر کوئی قطعی دلیل نہیں ہے کہ یہ مال حرام لہفہ تھا اور اس کی ایسی حرکت کا زید کو علم تھا اور اس نے اس پر ایسی ہی ”بسم اللہ“ پڑھی، جیسے کوئی زنا کے وقت بسم اللہ پڑھے۔ نعوذ باللہ منہا۔ جس سے استخفاف بالذین ہو اس لئے تکفیر مسلم سے مہما ممکن کف اللسان والقلم ضروری ہے۔

”الکفر شیء عظیم، فلا أجعل المؤمن كافراً متی وجدت رواية أنه لا یکفر. وفي الخلاصة وغيرها: إذا كان في المسئلة وجوه توجب التكفير ووجه واحد يمنع التكفير، فعلى المفتی أن یمیل إلى الوجه الذی یمنع التكفير تحسیناً للظن بالمسلم. وفي التاتارخانية: لا

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان ”حلال کو حرام سمجھنا“)

و فی: ”مالا بد منه“ ”اگر حرام قطعی را حلال گوید، یا حلال قطعی را حرام، یا فرض را فرض نداند، کافر شود“۔ (باب

کلمات الکفر، ص: ۱۲۳، مکتبہ شرکت علمیه)

(۲) (الشرح لملا علی القاری علی الفقه الأكبر للإمام الأعظم رحمہ اللہ تعالیٰ، مطلب فی ایراد الألفاظ

المکفرة التي جمعها العلامة البدر الرشید ص: ۱۶۹، قدیمی)

و فی: ”مالا بد منه“ اگر کسے بسم اللہ گفتہ شراب خورد، یا زنا کرد، کافر شود، و بچنیں اگر بسم اللہ گفتہ حرام خورد“۔

(باب کلمات الکفر، ص: ۱۳۴، مکتبہ شرکت علمیه)

یکفر بالمحتمل؛ لأن الکفر نهاية فی العقوبة فيستدعى نهايةً فی الجنایة، ومع الاحتمال لا نهاية

الخ۔ بحر: ۵/۱۲۴ (۱)۔

مدعو کو بھی لازم ہے کہ ایسے قول و فعل سے اجتناب کرے جس سے استخفاف بالدين کا شبہ پیدا ہو کر

موجب تشویش ہو۔ فقط واللہ اعلم۔

حرره العبد محمود غفر له دارالعلوم دیوبند، ۴/۳/۸۹ھ۔

حلال حرام مخلوط مال پر بسم اللہ

سوال [۵۸۷]: اگر کھانے میں کم مال حرام ہو اور زیادہ حلال ہو تو بسم اللہ پڑھنا کیسا ہے یا اس کا برعکس ہو؟

الجواب حامداً و مصلياً :

مخلوط پر بسم اللہ پڑھنے میں مضائقہ نہیں، حرام قطعی پر بسم اللہ پڑھنے کو فقہاء نے کفر لکھا ہے (۲) فقط

واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفر له۔

(۱) (البحر الرائق، کتاب السير، باب أحكام المرتدين : ۵/۲۱۰، رشیدیہ)

(و کذا فی خلاصة الفتاوى، کتاب ألفاظ الکفر، الفصل الثانی الخ، الجنس الأول فی المقدمة :

۳/۳۸۲، رشیدیہ)

(و التاتارخانية، کتاب أحكام المرتدين، فصل فی إجراء کلمة الکفر : ۵/۴۵۸، إدارة القرآن)

(۲) ”وفی التتمة : من قال عند ابتداء شرب الخمر أو الزنا أو أكل الحرام : بسم الله، کفر، و فيه : أنه

ينبغي أن يكون محمولاً على الحرام المحض المتفق عليه، و أن يكون عالمياً بنسبة التحريم إليه و بأن

تكون حرمة مما علم من الدين بالضرورة كشرب الخمر“۔ (شرح الفقه الأكبر لملا علی القاری، فصل

فی القراءة و الصلوة، ص: ۱۶۹، قديمی)

(و کذا فی التاتارخانية، کتاب أحكام المرتدين، فصل فيما يتعلق بالأذکار: : ۵/۴۹۹، إدارة القرآن)

(و کذا فی الفتاوى العالمکیرية، کتاب السير، الباب التاسع، موجبات الکفر أنواع، و منها ما يتعلق

بالحلال و الحرام: ۲/۲۷۳، رشیدیہ)

خدائی کا دعویٰ

سوال [۵۸۸]: ایک حافظ خدائی کا دعویٰ کرتا ہے کہ ”یہاں کے لڑکے ہرگز پڑھ نہیں سکتے، اگر پڑھ لیں تو مجھے زندہ گاڑ دینا“ جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ شخص غیب کی باتیں جانتا ہے جب کہ سوائے خدا کے کسی کو غیب کا علم نہیں ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً :

جب لڑکے بدشوق ہوں اور والدین کو پڑھانے کا شوق نہ ہو تو استاذ کی سب محنت بیکار جاتی ہے، اس سے پریشان ہو کر استاذ کہہ دیں کہ یہاں کے لڑکے ہرگز نہیں پڑھ سکتے تو یہ خدائی کا دعویٰ نہیں، نہ یہ علم غیب کا دعویٰ ہے بلکہ حالت کا اندازہ عموماً کر کے رائے قائم کی جایا کرتی ہے (۱)۔ اس لئے اس بات کی وجہ سے حافظ کو برانہ کہا جائے، نہ کوئی اور غلط معاملہ کیا جائے بلکہ ان کا ادب و احترام کیا جائے (۲) اور بچوں کی تعلیم کی طرف زیادہ توجہ کی ضرورت ہے، حافظ صاحب کو چاہئے کہ ایسی باتیں کہہ کر ان کو مایوس اور بددل نہ کریں، خود محنت کریں اور خدا سے دعا مانگیں کہ وہ ان کی محنت کو کامیاب فرمائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۵/۹۰ھ۔

(۱) ”و ذکر فی جامع الفصولین مسئلۃ بالفارسیۃ ، حاصلہا فیما لو تزوجہا بلا شہود ، و قال إن اللہ و رسولہ یشہد ان ، أنه یکفر ؛ لأنه اعتقد أن الرسول یعلم الغیب ، ثم استشكل ذلك بما أخبر به صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من المغیبات و کذا ما أخبر به عمر و غیرہ من السلف ، ثم اجاب بأنه یمکن التوفیق بأن المنفی هو العلم بالاستقلال لا العلم بالإعلام أو المنفی هو المجزوم لا المظنون ، و یؤیدہ قوله تعالیٰ : ﴿أتجعل فیہا من یفسد فیہا﴾ الآیة ؛ لأنه غیب أخبر به الملائکة ظناً منهم إذ لا منافاة بینہ و بین الآیة لما مر من التوفیق“ . (سل الحسام الہندی فی ضمن رسائل ابن عابدین :

۳۱۱/۲ ، سہیل اکیڈمی لاہور)

(و کذا فی شرح الفقہ الأكبر ، ص : ۱۵۱ ، قدیمی)

(۲) ”فصل فی کیفیۃ النظر إلی المسلمین بعین العظیم والاحترام فإنه إذا نظر من هو أعلم فیحترمه و یعظمه و یری فضلہ علیہ و سبقہ“ . (المدخل لابن الحاج : ۳/۳۲۳ ، مصطفیٰ البابی ، مصر)

پیر صاحب کا دعوائے الوہیت

سوال [۵۸۹]: کوئی پیر کہے کہ مرید اگر مجھے خدا سمجھ کر مان رہا ہے تو میں اس کے نزدیک خدا ہوں تو ایسا شخص جو پیر کو خدا کہے گناہگار ہوگا یا نہیں؟ اور اس پر راضی ہونے والا کس گناہ کا مرتکب ہوگا؟

۲..... محفل میلاد شریف میں شریک ہو کر یا ”غوث“ کہہ کر چیخا کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

۱..... یہ شرک ہے (۱) نہ مرید کا پیر کو خدا سمجھنا درست ہے، نہ پیر کا مرید کو اس کی تعلیم دینا یا اس سے راضی ہونا درست ہے، ایسی حالت میں دونوں مشرک ہوں گے، ایسے پیر سے بے تعلق ہونا لازم ہوگا۔

۲..... یہ ناجائز ہے، ایک قسم کا شرک ہے (۲)، ایسی محفل میں شرکت نہ کی جائے (۳)۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۵/۲/۸۹ھ۔

(۱) ”رجل قال: مرابراً أسمان خدا است، و بر زمین تو، یكون کفراً“۔ (فتاویٰ قاضی خان، کتاب السیر، باب ما یكون کفراً من المسلم و ما لا یكون، مطلب: و من ألفاظ الکفر بالفارسیة: ۵۷۸/۳، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریة، کتاب السیر، الباب التاسع، موجبات الکفر أنواع، و منها ما یتعلق بذات اللہ تعالیٰ: ۲۵۹/۲، رشیدیہ)

(والبزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمگیریة، کتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو کفراً الخ: الفصل الثانی النوع الثانی فیما یتعلق باللہ تعالیٰ: ۳۲۱/۶، رشیدیہ)

(۲) ایسے الفاظ ”یا غوث“ وغیرہ اکثر اس عقیدے سے کہے جاتے ہیں کہ یہ حضرات ان مجالس میں حاضر ہوتے ہیں اور علم غیب جانتے ہیں اور یہ شرک و کفر ہے۔

قال فی البحر الرائق: ”قال علمائنا: من قال: أرواح المشایخ حاضرة تعلم یکفر“۔ (کتاب السیر، باب أحكام المرتدین: ۲۰۹/۵، رشیدیہ)

(والبزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمگیریة، کتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو کفراً الخ: الفصل الثانی النوع الثانی فیما یتعلق باللہ تعالیٰ: ۳۲۶/۶، رشیدیہ)

(۳) ”منوعہ غیر مشروعہ اور بدعات ضلالہ والی مجالس میں شرکت جائز نہیں“۔ (تالیفات رشیدیہ، کتاب البدعات، ص:

کیا حضرت تھانوی نے اپنا کلمہ پڑھوایا تھا؟

سوال [۵۹۰]: حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنا کلمہ پڑھوایا یعنی آپ کے ایک مرید خاص نے خط لکھا کہ میں سویا ہوا ہوں خواب میں کلمہ پڑھ رہا ہوں جس میں بجائے ”محمد رسول اللہ“ کے حضور کا نام یعنی ”اشرف علی رسول اللہ“ ادا کر رہا ہوں۔ بعدہ پھر مرید خاص نے تحریر فرمایا کہ اب بیدار ہوں اور کلمہ کی صحت کی کوشش کر رہا ہوں مگر پھر حضور کا نام آتا ہے، اور پھر درود شریف کی طرف رخ کیا تو ”اللہم صلی علی سیدنا مولانا اشرف علی“ ہی پڑھ رہا ہوں۔

یہ رسالہ ”الامداد“ کے مضمون کا نچوڑ ہے جو کہ تھانہ بھون سے جاری ہوتا تھا، ماہ صفر ۱۳۳۶ھ، ص: ۳۵ میں چھپا حضرت تھانوی نے جواب دیا کہ مطلب یہ ہے کہ جس کے تم پیرو ہو وہ متبع سنت ہے۔
نوٹ: میرا خیال فاسد ہو کر یہ کہہ رہا ہے کہ حضرت مولانا تھانوی نے اس پردہ میں دعویٰ نبوت کر دیا ورنہ کفر کا حکم لگا کر توبہ کرنے کو فرماتے، بریلویوں کی تقریر سننے کے بعد یہ ساری کتابیں تلاش کرنی پڑیں اور آپ کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ امید ہے کہ ہماری بے چینی کو دور فرما کر مشکور فرمائیں گے، جوابات مدلل ہوں۔
الجواب حامداً ومصلياً:

حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تو یہ فرمایا اور آپ نے خود بھی نقل کیا ہے کہ ”مطلب یہ ہے کہ تم جس کے پیرو ہو وہ متبع سنت ہے“ آپ اس جواب پر غور کر لیں کہ جو شخص متبع سنت ہو کیا وہ دعویٰ نبوت کر سکتا ہے؟ اصل یہ ہے بغض و عناد انسان کی باطنی آنکھیں بند کر دیتا ہے جس کی وجہ سے دماغ خراب ہو کر سیدھے اور صاف کلام کا مطلب بھی الٹا سمجھتا ہے، مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ تو متبع سنت ہونے کا دعویٰ اور ذکر کریں اور بریلوی فضلاء اس کا مطلب یہ لیں کہ نبوت کا دعویٰ کیا ہے، یا اللعجب! صدق اللہ تعالیٰ:

﴿لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ، وَلَكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبَ الَّتِي فِي الصُّدُورِ﴾. (الآية) (۱)۔

اپنے نام کے ساتھ آپ نے قاسمی لکھا ہے، ہمارے عرف میں ”قاسمی“ وہ لکھتا ہے جس نے مدرسہ دارالعلوم دیوبند میں درسِ نظامی کی تکمیل کی ہو، اگر آپ نے بھی تکمیل کی ہے تو تعجب ہے کہ یہاں رہ کر بھی اپنے اکابر دارالعلوم اور ان کے مسلک کو نہیں پہچانا۔ بہتر یہ ہے کہ آپ کچھ وقت فارغ کر کے تشریف لائیں اور جن

مسائل میں الجھن ہے ان کو بالتفصیل سمجھ لیں۔ اگر قاسمی کا کچھ اور مطلب ہے تو واضح کیجئے اور اپنی علمی استعداد بتا دیجئے تاکہ اس کے مطابق مکاتبت کی جائے مثلاً: اگر آپ درسِ نظامی کے فارغ نہیں اور علمی استعداد کمزور ہے جیسا کہ تحریر سے ظاہر ہوتا ہے تو پھر آیات و احادیث کا بغیر ترجمہ کے لکھنا یا علمی اصطلاحات کا لکھنا آپ کے حق میں مفید نہ ہوگا، آئندہ خط بھیجیں تو اس خط کو ہمراہ بھیجیں، تاکہ پوری بات سامنے رہے اور جواب تفصیل سے دیا جائے۔ فتویٰ پر مفتی حضرات کے دستخط ہوتے ہیں، سب علماء کے دستخط نہیں ہوتے، ہاں اگر کسی خاص مصلحت کے پیش نظر اگر طبع کرنا ہو تو دوسرے حضرات کے بھی دستخط کرا دیئے جاتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ایک خواب جس میں ”لا إله إلا الله فلاں رسول الله“ پڑھا

سوال [۵۹۱]: اگر کوئی شخص بجائے کلمہ ”لا إله إلا الله محمد رسول الله“ کے ”لا إله إلا الله اشرف علی رسول الله“ پڑھے، کیا وہ مسلمان رہے گا یا کافر ہو جائے گا؟ نیز مسلمانوں کو ورغلانے کے لئے اس کلمہ کو پڑھنے والا کس قسم کا گنہگار ہوگا اور بہتان لگانے کا کیا کفارہ ہے اور کیا یہ کلمہ جناب مولانا اشرف علی صاحب نے کسی سے پڑھوایا ہے یا پڑھنے کی اجازت دی ہے؟ اور ”امداد الفتاویٰ“ کے بارے میں تفصیل سے اگر تحریر فرمائیں گے تو عین نوازش ہوگی کہ حقیقت حال کیا ہے، بار بار غلط کلمہ پڑھنے والا مسلمان رہے گا یا نہیں، چاہے ورغلانے کے لئے پڑھا جائے؟ فقط۔

الجواب حامداً و مصلياً :

حضور اقدس رسول مقبول محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم الرسل ہیں (۱)، جو شخص آپ کے بعد کسی کو بھی

(۱) قال الله تعالى: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ، وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾. (الأحزاب : ۴۰)

قال الحافظ ابن كثير رحمه الله تعالى تحتها: ”فهذه الآية نص في أنه لا نبي بعده، وإذا كان لا نبي بعد فلا رسول بعد بالطريق الأولى والأخرى؛ لأن مقام الرسالة أخص من مقام النبوة..... اهـ“. ثم قال بعد نقل أحاديث كثيرة في ختم النبوة ”والأحاديث في هذا كثيرة،..... وقد أخبر الله تعالى في كتابه و =

رسول جانے وہ کافر ہے، یہ تمام اہل السنۃ والجماعۃ کا بلکہ تمام اہل اسلام کا متفقہ عقیدہ ہے (۱)۔ پس جو شخص حالت بیداری و اختیاری میں قصداً یہ کلمہ پڑھے وہ کافر ہے، اسلام سے خارج ہے (۲)۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ اور تمام اکابر کا بھی فتویٰ ہے، حضرت مولانا نے کبھی کسی سے یہ کلمہ نہیں پڑھوایا اور وہ کیسے پڑھواتے جب کہ وہ خود ہی اس کو کلمہ کفر قرار دے کر ایسے شخص کو کافر کہتے ہیں۔

جو شخص حضرت مولانا اشرف علی صاحب نور اللہ مرقدہ کی طرف اس کلمہ کو منسوب کر کے ان کو کافر کہتا ہے وہ بہت بڑا بہتان باندھتا ہے اور اس کی وجہ سے وہ خود ہی اس کی زد میں آجاتا ہے۔ جو شخص کافر نہ ہو اس کو کافر کہنے سے وہ کفر بنجگم خداوندی اس کہنے والے کی طرف لوٹتا ہے (۳)، نیز جب کفر کی بات کسی کی طرف سے نقل کی جائے حالانکہ اس نے وہ بات نہیں کہی تھی تو وہ درحقیقت اس کا اپنے سینہ کا کفر کہلائے گا جس کو وہ دوسروں کی طرف سے نقل کر رہا ہے۔ ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ: ”لا إله إلا الله محمد رسول

= رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی السنۃ المتواترۃ عنہ: أنه لا نبی بعدہ، لیعلموا أن کل من ادعی هذا المقام بعدہ، فهو کذاب و أفاک، دجال، ضال، مضل و كذلك کل مدع لذلك إلى یوم القیامة حتی یختموا بالمسیح الدجال“. (تفسیر ابن کثیر: ۳/۶۵۰، ۶۵۲، مکتبہ دار السلام ریاض) (و کذا فی شرح العقیدۃ الطحاویۃ، مطلب: کل من ادعی النبوة بعدہ کاذب، ص: ۹۴)

(۱) ”و کونہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین مما نطق بہ الكتاب، و صدعت بہ السنۃ، و أجمعت علیہ الأمة، فیکفر مدعی خلافہ و یقتل إن أصر“. (روح المعانی: ۲۲/۴۱، دار إحياء التراث العربی)

(۲) ”و من کفر بلسانہ طائعاً و قلبہ مطمئن بالإیمان، فهو کافر، و لا ینفعہ ما فی قلبہ“. (التاتاریخانیۃ،

کتاب أحكام المرتدین، فصل فی إجراء کلمة الکفر: ۵/۴۵۹، إدارة القرآن)

و فی شرح الفقہ الأكبر لملا علی القاری: ”قال القونوی: و لو تلفظ بکلمة الکفر طائعاً غیر معتقد لہ، یکفر؛ لأنه راضٍ بمباشرتہ و إن لم یرض بحکمہ الخ“. (أواخر بحث التوبۃ، ص: ۱۶۳، قدیمی)

(۳) ”عن أبی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ أنه سمع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول: لا یرمی رجل رجلاً بالفسوق و لا یرمیہ بالکفر، إلا ردّت علیہ إن لم یکن صاحبه كذلك“. (صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب ما ینہی عن السباب واللعن: ۲/۸۹۳، قدیمی)

اللہ، پڑھنا چاہتا ہے مگر اس کی زبان سے بجائے اس کے وہ کلمہ نکلا جو آپ نے نقل کیا ہے، پھر خواب ہی میں وہ اس کی وجہ سے پریشان ہوا کہ یہ تو غلط ہے اور اسلام کے خلاف ہے، گھبرا کر بیدار ہو گیا قلب پر خوف طاری تھا، چاہا کہ کلمہ صحیح طور پر پڑھ لے مگر زبان قابو میں نہیں تھی۔ بے اختیار پھر وہی زبان سے نکلا جس کو خواب میں دیکھا تھا، پھر افسوس ہوا اور دل پر انتہائی ہیبت طاری ہوئی۔ غرض اس خواب میں دیکھی ہوئی بات کی اصلاح کرنا چاہتا ہے اور پھر بے اختیار زبان سے غلط ہی بات نکلتی ہے جس سے وہ سخت پریشان ہوا اور یہ سب واقعہ اس نے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کو لکھا، حضرت مولانا اشرف علی صاحبؒ نے اس کو جواب لکھا کہ تم جس کی طرف رجوع ہونا چاہتے ہو وہ متبع سنت ہے۔ اور حضرت مولانا اشرف علی صاحبؒ نے دیگر علماء سے بھی استفتاء کیا، حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ نے تجدید ایمان و تجدید نکاح کا حکم دیا اور دیگر اکابر نے اس کو بے اختیار اور مضطر قرار دیکر سخت فتویٰ سے اجتناب کیا ہے (۱)۔ یہ ہے اصل حقیقت جو کہ ”امداد الفتاویٰ“ اور دوسری متعدد کتابوں میں تفصیل کے ساتھ مدت دراز سے شائع شدہ ہے۔ مدت العمر میں کسی سے بھی ثابت نہیں کہ اس کلمہ کو جو آپ نے نقل کیا ہے حضرت مولانا اشرف علی صاحبؒ نے کسی سے پڑھوایا ہو، یا کوئی پڑھتا اور اس کو صحیح سمجھتا ہو، جو لوگ اتنا زبردست بہتان باندھتے ہیں اور کفر کا فتویٰ دیتے ہیں تو ان کا کفر لوٹ کر خود ان پر ہی آتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۶/۸۷ھ۔

عورتوں کے تعزیر میں شرکت سے کیا نکاح فسخ ہو جاتا ہے؟

سوال [۵۹۲]: جو عورتیں محرم کے زمانے میں تعزیر پر ہونے والے خرافات (گانا بجانا، ماتم کرنا) میں شامل ہوتی ہیں تو کیا خارج از نکاح ہو گئیں اور بغیر نکاح ثانی حلال نہیں؟ شرک فی الذات، شرک فی الصفات، شرک فی العمل تینوں میں کس کا مرتکب مشرک ہوگا، یا اول الذکر کا؟ اور کون سی صورت میں عورت یا مرد

(۱) ”وإن لم یکن قاصداً فی ذلک بأن أراد یتلفظ بلفظ آخر، فجرى علی لسانه لفظ الکفر من غیر قصد، وذلک نحو أن یقول: ”لا اله الا الله“ فجرى علی لسانه: ﴿أمع الله آلهة أخرى﴾ أو أراد أن یقول: ”بحق اینک تو خدائی و ما بندگان تو“ فجرى علی لسانه العکس، لا یکفر“۔ ((التاتارخانیة، کتاب احکام المرتدین، فصل فی اجراء کلمة الکفر: ۴۵۹/۵، إدارة القرآن)

میں خارج از نکاح کا حکم لگایا جاسکتا ہے؟ اس میں اکثر طبقہ مسلمانوں کا مبتلا ہے، کیا صورت ہوگی؟ بعض تعزیہ پر چراغ اور مہندی چڑھاتی ہیں، ان کے نکاح کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ امور معصیت ہیں، ناجائز ہیں مگر ان کی وجہ سے مرتد قرار دیکر ان کے نکاح کو فسخ قرار نہیں دیا جائے گا۔ جن امور کی وجہ سے کوئی مرتد ہو جائے، اسلام سے خارج ہو جائے وہ موجب فسخ نکاح ہیں، تفصیل کتب فقہ: بحر (۱) عالم گیری (۲) شامی (۳) وغیرہ میں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حرره العبد محمود غفر له دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۲/۱۴۰۱ھ۔

کیا تعزیہ نہ بنانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار لازم آتا ہے؟
سوال [۵۹۳]: بستی کے لوگ کہتے ہیں کہ جو تعزیہ نہیں بناتا اور اسے نہیں مانتا وہ رسول اللہ کو نہیں مانتا، کیا تعزیہ کے نہ بنانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار لازم آتا ہے۔
۲..... ایسے حالات میں ہمیں کیا صورت اختیار کرنی چاہیے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

..... یہ لوگ غلط کہتے ہیں، یہ ان کو شیطان نے سکھایا ہے۔
۲..... پرواہ نہ کیجئے، حق پر قائم رہیے (۴)، البتہ ان لوگوں کی اصلاح کی فکر ضرور کرتے رہیے، علمائے

(۱) "إذا صرّح بإرادة موجب الكفر، فلا ينفعه التأويل حينئذ". (البحر الرائق، باب أحكام المرتدين من السير: ۲۱۰/۵، رشیدیہ)

(۲) "ما كان في كونه كفراً اختلافاً، فإن قائله يؤمر بتجديد النكاح و بالتوبة والرجوع عن ذلك بطريق الاحتياط ثم إن كان نية القائل الوجه الذي يوجب التكفير، لا تنفعه فتوى المفتى، و يؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلك و بتجديد النكاح بينه و بين امرأته، كذا في المحيط". (الفتاویٰ

العالمكبرية، كتاب السير، قبيل الباب العاشر في البغاة: ۲۸۳/۲، رشیدیہ)

(۳) (الدر المختار، كتاب الجهاد، باب المرتد: ۲۳۶/۳، ۲۳۷، سعید)

(۴) قال الله تعالى: ﴿وَمَنْ خَلَقْنَا أُمَّةً يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ﴾ (الأعراف ۱۸۱)

وقال الله تعالى: ﴿فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ، فَأَنَّى تُصْرَفُونَ﴾ (يونس: ۳۲)

حق کا وعظ کرایئے، انفرادی طور پر ان کو سمجھائیے، دوسری جگہ اہل حق کے پاس وعظ میں لیجائیے، امید ہے اللہ تعالیٰ اصلاح فرمائیں گے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

ارتداد کے بعد دوبارہ اسلام قبول کرنے سے روکنا

سوال [۵۹۴]: ایک مسلم عورت نے ایک ہندو مرد سے تعلقات ناجائز قائم کئے اور اسی کے پاس چند سال زندگی گزاری، مسلمانوں نے اس کو اس بُرے فعل سے روکا مگر اس نے ایک بات نہ سنی اور صاف صاف انکار کر دیا اور اسی ہندو کے پاس رہنے لگی اب چند روز سے سخت بیمار ہے اور اس وقت توبہ کر کے مسلمان ہونا چاہتی ہے۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ اب اسلام لانے کی گنجائش ہے یا نہیں؟ چند احباب اس پر اعتراض کرتے ہیں کیونکہ اگر یہ غلط طریقہ کی رسم پڑے کہ پہلے اسلام سے نکل کر غیر مذہب اختیار کرے اور پھر مسلمان ہو جاوے اس کا دوسروں پر بُرا اثر پڑے گا، اس لئے اس عورت مرتدہ کو اسلام لانے سے روک سکتے ہیں یا نہیں؟ اور روکنے والے پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر وہ دوبارہ اسلام قبول کرنا چاہتی ہے تو ہرگز اس میں رکاوٹ نہ ڈالی جائے، کسی کو حق نہیں کہ اسلام لانے سے روکے، جو لوگ اس کو اسلام لانے سے منع کرتے ہیں وہ نہایت خطرہ میں ہیں، ان کے اسلام کی خیر نہیں، کسی کے کفر اور ارتداد سے راضی رہنا خود کفر اور ارتداد ہے (۲) (العیاذ باللہ)۔ معترضین کو اپنے اس خیال

(۱) ﴿إِنْ أَرِيدَ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ، وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ، عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ﴾ (ہود: ۸۸)

وقال تعالى: ﴿إِنَّا لَأَنْضِيعُ أَجْرَ الْمُصْلِحِينَ﴾ (الأعراف: ۱۷۰)

(۲) ”والرضى بالكفر كفر، سواء كان بكفر نفسه أو بكفر غيره“۔ (شرح الفقه الأكبر للقاری، مطلب: استحلال المعصية، ص: ۱۵۴، قدیمی)

وفى التاتارخانية: ”وذكر شيخ الإسلام فى شرح السير: أن الرضا بكفر الغير يكون كفراً إذا كان يستجيز الكفر ويستحسنه، فأما إذا كان لا يستجيزه ولا يستحسنه ولكن أحب الموت أو القتل على الكفر لمن كان شريراً موزياً بطبعه حتى ينتقم الله منه، فهذا لا يكون كفراً“۔ (كتاب أحكام المرتدين، فصل فى إجراء كلمة الكفر: ۴۶۰/۵، إدارة القرآن كراچی)

اور اعتراض سے فوراً توبہ لازم ہے، اس عورت کو عزت کے ساتھ لیا جائے اور حق تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے کہ اس نے دوبارہ اسلام کی توفیق دیکر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عذاب جہنم سے اس کو بچا لیا ہے، دوسرے مسلمانوں پر اس کا اثر انشاء اللہ اچھا پڑے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۲/۹۰ھ۔

تین طلاقوں کے بعد شوہر کے نہ چھوڑنے کی وجہ سے کفریہ کلمات زبان سے ادا کرنا

سوال [۵۹۵]: ایک عورت کا نکاح ایک ناخواندہ بے نمازی شخص سے ہوا مگر عورت کے والد نے اپنے داماد سے قبل از نکاح اداء نماز کا پختہ طور پر حلفی وعدہ کر لیا تھا، لیکن بعد نکاح ثابت ہوا کہ وہ شخص کبھی کبھی نماز پڑھ لیتا ہے اور مدت دراز سے وہ اغلام بازی کا عادی اور سود خوری کا عادی ہے اور اس کی زوجہ نماز کی نہایت پابند اور روزانہ تلاوت قرآن مجید کی بڑی صحت الفاظی سے کرنیوالی، فیشن انگریزی سے بہت متنفر، امور خانگی میں خوب ہوشیار بائیس سالہ عمر کی ہے اور اس عورت نے اردو کی لکھائی پڑھائی اپنی والدہ سے اپنے گھر پر حاصل کی ہے۔ اس کے شوہر نے اپنی عورت سے سامان جہیز سے گوٹہ اور تمام طلائی اور نقرئی زیور جبراً لے کر کچھ تو فروخت کر دیا اور کچھ گروی رکھ دیا۔ جب اس کی زوجہ نے اس سے یہ کہا کہ میرے باپ کا دیا ہوا سامان جہیز ہے، میں اس کو ضائع کرانا نہیں چاہتی، اس کی مالک میں ہوں، تو اتنا کہنے پر شوہر نے اپنی زوجہ کو خوب مارا اور یہ کہا ”جب میں تیرے جہیز کا مالک نہیں تو پھر میں تیرا بھی مالک نہیں بنتا، اب میرے گھر سے تو نکل، میں نے تجھ کو طلاق دی طلاق دی“، یہ کلمہ طلاق دی سات آٹھ مرتبہ یکدم کہہ دیا۔ عورت نے اس واقعہ کی تحریری اطلاع اپنے باپ کو دی تو عورت کے والدین واقعہ طلاق کو اپنے داماد سے دریافت کیا تو داماد نے یہ بیان کیا کہ بیشک میں نے سات آٹھ مرتبہ کہہ دیا کہ ”میں نے تجھ کو طلاق دی طلاق دی، لیکن میں نے تو یہ مذاق سے کہا تھا، کیونکہ میں نے اپنی زوجہ کو کوئی زیادہ نہیں مارا تھا تب بھی اس نے آدھے دن تک رونا بند نہیں کیا۔“

مگر اس طلاق دہندہ کے عزیز و احباب نے اس کو یہ سبق پڑھا دیا کہ طلاق کا اقرار کرنے سے تو تیری زوجہ آزاد ہو جائے گی، بہادری تو یہ ہے کہ اپنی زوجہ کو ہرگز آزاد نہ ہونے دے بلکہ اس کو زندگی بھر خوب تنگی اور سختی کے ساتھ باندی سے بدتر بنا کر رکھ۔ اب اس عورت کا شوہر طلاق سے منکر ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ عورت کو زندگی بھر مقید رکھنے کی ضرورت سے طلاق نہ دوں گا۔ اب عورت نے اس خیال سے کہ فسادِ زوجین بڑھ چکا ہے اور اب

اس شوہر کے پاس اپنے سے ارتکاب زنا کا ہوا کرے گا اور پھر مصائب بے اندازہ سابق سے زیادہ شوہر کی جانب سے ہوتے رہیں گے اور وہ برداشت نہ ہو سکیں گے تو خودکشی کرنی پڑے گی اور اس وجہ سے اس عورت نے شوہر کے مظالم سے رہائی حاصل کرنے کی نیت سے یہ کلمات کفر ادا کر دیئے کہ ”میں قرآن کو کلام الہی ہرگز نہیں مانتی اور مذہب اسلام سے بیزار ہو کر دین اسلام کو اس وجہ سے ترک کرتی ہوں تاکہ ظالم شوہر کے نکاح میں مقید رکھے جانے کے اس بدتر مشورہ کی ضد سے بچ سکوں جو میرے سرالیوں نے باہم مشورہ طے کر لیا ہے“۔ اب اس عورت کے والد نے نہایت نرمی سے اسلام کی حقانیت کے دلائل اور اس کی خوبی اور اسلام ترک کرنے کی خرابی سنا کر اپنی دختر کو مسلمان بنا لیا ہے مگر وہ عورت یہ کہتی ہے کہ ”اگر مجھ کو اس ظالم شوہر کی حوالگی میں رکھے جانے کی سعی ظالمانہ کی جاوے گی، میں تحریری اطلاع کے ذریعہ عیسائی یا آریہ گروہ سے امداد طلب کر کے ان کے ساتھ شامل ہو جاؤں گی ورنہ بہتر یہ ہے کہ کسی متقی خدا ترس مسلمان سے میرا نکاح کر دیا جائے“۔

لہذا دریافت طلب اولاً یہ امر ہے کہ یہ عورت کلمات کفریہ بالا سے مطلقہ ہوگئی یا نہیں، ثانیاً عورت کا بشرط بالا اسلام قبول کرنا صحیح ہے یا بلا شرط اسلام قبول کرنا صحیح ہے اور ضروری ہے، ثالثاً یہ کہ عدت اس عورت کی غیر حاملہ ہونے کی حالت میں کتنی ہوگی۔

محمد حکمت اللہ از شاہجہاںپور۔

الجواب حامداً ومصلياً:

..... صورت مسئلہ میں عورت کے سامنے طلاق دی گئی ہے لہذا عورت کو ہرگز ہرگز جائز نہیں کہ کسی طرح اس طلاق دینے والے کو اپنے اوپر قابو دے (۱)، اگر اس طلاق دینے کے یا اقرار کرنے کے کم از کم دو معتبر دیندار گواہ موجود ہیں تو باقاعدہ عدالت کے ذریعہ سے یا پنچائیت کے ذریعہ سے عورت اپنا فیصلہ کر کے علیحدہ ہو سکتی ہے۔ کلمات کفریہ زبان سے ادا کرنا بالکل حرام ہے، فسخ کرانے کے لئے مفتی بہ قول کی بناء پر کلمات کفریہ کو

(۱) ”والمراة كالقاضي، لا يحل لها أن تمكنه إذا سمعت منه ذلك، أو شهد به شاهد عدل عندها“.

(الفتاویٰ العالمکیریہ: ۳۵۴/۱، الفصل الأولى فی الطلاق الصریح، رشیدیہ)

(وکذا فی رد المحتار، باب الصریح، مطلب فی قول البحر: ۲۵۱/۳، الخ، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الطلاق،: ۴۲۸/۳، رشیدیہ)

زبان سے ادا کرنا کافی نہیں (۱) بلکہ طلاق کا ثبوت پیش کر کے عدالت یا پنچایت کے ذریعہ سے فیصلہ کیا جائے۔
 ۲..... اسلام قبول کرنے کے لئے شرط پیش کرنا سخت جہالت اور حماقت ہے، بلا شرط تجدید اسلام فرض ہے۔
 ۳..... عدت طلاق ایسی حالت میں تین حیض ہے (۲) اگر کم از کم دو معتبر گواہ طلاق کے موجود ہیں تو تین حیض گزار کر عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا درست ہے (۳)، خواہ ان گواہوں کے سامنے طلاق دی ہو یا طلاق کا اقرار کیا ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/ جمادی الاولیٰ/ ۱۴۰۹ھ۔
 عبداللطیف مدرسہ ہذا۔

(۱) ”إذا إرتد أحد الزوجین، وقعت الفرقة بغير طلاق قال ابن ہمام رحمہ اللہ: هذا جواب ظاهر المذهب، وبعض مشایخ بلخ و سمرقند أفتوا فی ردتها بعدم الفرقة حسماً لاحتمالها علی الخلاص بأکبر الکبائر“۔ (فتح القدير، باب نکاح أهل الشرك: ۳/ ۲۹۴، مصطفى البابی الحلبي)
 ”منکوحه إرتدت - والعیاذ باللہ - حکى عن أبی نصر وأبى القاسم الصفار أنهما قالا: لا تقع الفرقة بينهما حتى لا تصل إلى مقصودها إن كان مقصودها الفرقة“۔ (فتاویٰ قاضی خان: ۱/ ۴۵۶، فصل فی الفرقة بین الزوجین الخ)

(و کذا فی الدر المختار: ۳/ ۱۹۴، کتاب النکاح، باب النکاح الکافر)

حضرت تھانوی فرماتے ہیں: ”اس مجموعہ سے اس فتویٰ کا یہ حاصل ہوا کہ عورت بدستور اسی خاوند کے قبضے میں رہے گی، کسی دوسرے شخص سے نکاح ہرگز جائز نہیں لیکن جب تک تجدید اسلام کر کے تجدید نکاح نہ کرے اس وقت اس کے ساتھ جماع اور دواعی جماع جائز نہ کہا جاوے گا“۔ (الحیلة الناجزة، ص: ۱۱۵، کلمہ ارتداد زوجہ دارالاشاعت)
 (۲) ”وإذا طلق الرجل امرأته طلاقاً بائناً أوجعياً أو ثلاثاً، أوقعت الفرقة بينهما بغير طلاق وهي حرة ممن تحيض، فعدتها ثلاثة أقراء“۔ (الفتاویٰ العالمکیرية: ۱/ ۵۲۶، الباب الثالث عشر فی العدة، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۳/ ۵۱۱، باب العدة)

(۳) ”ومنها الشهادة بغير الحدود والقصاص وما يطلع عليه الرجال، وشرط فيها شهادة رجلين أو رجل وامرأتين سواء كان الحق مالا أو غير مال كالنكاح والطلاق والعتاق“۔ (الفتاویٰ العالمکیرية:

۳/ ۵۵۱، کتاب الشهادات، الباب الأول فی تعریفها)

(و کذا فی الدر المختار: ۵/ ۴۶۵، کتاب الشهادات)

جدائی کے لئے عورت کو مرتد ہونے کا مشورہ دینا

سوال [۵۹۶]: مسماۃ ہندہ منکوحہ خالد کی ہے، ہندہ اور اس کے والدین کی خالد سے ناچاقی ہو گئی ہے، ہندہ اور اس کے والد نے خالد سے طلاق طلب کی، خالد نے طلاق نہ دی، ہندہ کے والد نے کسی تجویز سے خالد کو کسی مقام پر تنہا پا کر خالد سے طلاق نامہ تحریر شدہ پر مجبور کر کے انگوٹھا لگوا لیا اس لئے کہ خالد تنہا تھا اور ہندہ کے والد کے ساتھ چار اشخاص اور موجود تھے، مگر اس چھینا جھپٹی سے خالد کا انگوٹھا سالم نہیں لگا اور خالد چھوڑ کر بھاگ گیا۔ ہندہ کے والد نے مقدمہ فوجداری کے خوف سے وہ کاغذ جلادیا، بعد ازاں ہندہ کے والد نے خالد سے طلاق کے حصول کی بہت سی کوشش کی مگر ناکام رہا، پھر ہندہ اور اس کے والد نے ایک شخص مسمی عمر جو ہندہ کا چچا زاد بھائی ہے نیز وہاں کی مسجد کا امام اور خطیب جامع مسجد اور واعظ اور خواندہ و ہشیار شخص سے مشورہ لیا کہ اب کیا کیا جاوے، عمر امام مسجد نے کسی قانونی آدمی سے دریافت کر کے ہندہ سے ایک درخواست بدیں مضمون عدالت میں دلوادی کہ ”میں ہندہ مذہب اسلام چھوڑ رہی ہوں، مجھے عقائد اسلامیہ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے اصولوں سے اور قرآن سے انکار ہے، میں مرتد ہو رہی ہوں، میرا نکاح فسخ قرار دیا جائے، میں دہریہ ہوں۔“

سوال یہ ہے کہ بعد فیصلہ عدالت کیا یہ نکاح شریعت اسلامیہ کی رو سے بھی باطل ہو گیا اور کیا اب ہندہ دوسری جگہ پھر مسلمان از سر نو ہو کر نکاح دوسری جگہ کر سکتی ہے؟

نیز دریافت طلب یہ امر ہے کہ مسمی عمر جو امام مسجد ہے (جس نے ہندہ کو مرتد ہونے کا مشورہ دیا اور جس نے اسلامی عقائد، اللہ و رسول سے اور فرض سے انکار ہندہ کا کرا کے عدالت کے ذریعہ نکاح فسخ کرانے کی تجویز و صلاح ہندہ کو دی) وہ شخص مسمی عمر عند الشرع کیسا ہے، کیا اس کی امامت جائز ہے؟ کیا اس عمر کے پیچھے نماز جنازہ کی اقتداء درست ہے؟ کیا اس عمر امام مسجد کے ساتھ باقی مسلمانوں کا میل ملاپ اکل و شرب جائز ہے؟ کیا کوئی تعزیر شرعاً اس کے لئے ہے؟ ایک شخص خواندہ اس عمر کو برا کہتا ہے اور دوسرا اہل علم اس عمر امام مسجد کو بسبب اس کے گناہ کی اعانت بھی جرم ہے ”اعانة المعصية معصية“ (بالاتفاق) اور بسبب اس کے کہ عمر خواندہ اور واعظ اور مسائل شرعیہ سے واقف اور ہوشیار آدمی اور امام مسجد ہے وہ خطیب مسجد جامع ہے تو شرعاً اس عمر کے لئے کیا حکم ہے اور ان دونوں میں سے جو عمر کو برا کہتا ہے اور دوسرا مجرم گردانتا ہے کون حق پر ہے؟

مستفتی: شیخ محمد میاں۔

الجواب حامداً و مصلياً:

صورت مسئلہ میں مفتی بہ قول یہ ہے کہ نکاح فسخ نہیں ہوا ہے اور حاکم کا فیصلہ خلاف مذہب ہونے کی وجہ سے معتبر نہیں بلکہ عورت پر جبر کیا جائے گا کہ وہ اسلام لاوے اور پہلے شوہر کے ساتھ رہے دوسرے شخص سے اس عورت کا نکاح درست نہیں ہے، اسلام لانے کے بعد احتیاطاً تجدید نکاح بھی ضروری ہے (۱) اور تجدید نکاح سے پہلے ہم بستری وغیرہ بھی منع ہے اگر شوہر خود اس کو رکھنا نہ چاہے بلکہ آزاد کرے تب البتہ اس کا نکاح دوسری جگہ درست ہے۔ جو شخص کسی عورت کو شوہر سے جدائی کے لئے کفر اور ارتداد کا مشورہ و فتویٰ دے وہ شخص کافر ہو جاتا ہے، اس کو امام بنا کر حرام ہے، اس کے ساتھ میل ملاپ، اکل و شرب منع ہے، جب تک وہ تجدید اسلام اور اپنے اس فعل شنیع سے صدق دل سے توبہ نہ کرے، اس سے تعلقات بالکل منقطع کر دیئے جائیں۔

”وفى المضمرة: لو أفتى لامرأة بالكفر حتى تبين من زوجها، فقد كفر قبلها، وتجبر المرأة على الإسلام، وتضرب خمسة و سبعين سوطاً، وليس لها أن تتزوج إلا بزوجها الأول، هكذا قال أبو بكر رضى الله تعالى عنه. وكان أبو جعفر يفتى به، و يأخذ بها، انتهى“۔ شرح فقہ اکبر، ص: ۲۲۱ (۲)۔ ”ولا يخفى أن محله (أى تجديد النكاح) ما إذا طلب الأول ذلك، أما

(۱) ”ما كان فى كونه كفراً إختلاف، فإن قائله يؤمر بتجديد النكاح و بالتوبة و الرجوع عن ذلك بطريق الاحتياط“۔ (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، قبيل الباب العاشر فى البغاة: ۲/۲۸۳، رشيدية) (و كذا فى التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل فى إجراء كلمة الكفر: ۵/۳۶۱، إدارة القرآن كراچي)

(و كذا فى الدر المختار، كتاب الجهاد، باب المرتد: ۳/۲۳۷، سعيد)

(و كذا فى مجمع الأنهر، كتاب السير و الجهاد، باب المرتد: ۲/۵۰۱، غفاريه كوئته)

(۲) (شرح الفقہ الكبر للقارى، فصل فى الكفر صريحاً و كنايةً، ص: ۱۷۹، قديمي)

(و كذا فى الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، الباب التاسع فى أحكام المرتدين، مطلب: موجبات الكفر أنواع و منها ما يتعلق بتلقين الكفر: ۲/۲۷۶، رشيدية)

(و كذا فى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً، الباب الثانى،

النوع الخامس فى الإقرار بالكفر: ۶/۳۳۰، رشيدية)

إذ رضی بزوجها من غیره، فهو صحیح؛ لأن الحق له“۔ بحر: ۳/۳۱۵ (۱)۔

اور جبراً انگوٹھا لگوانے سے طلاق واقع نہیں ہوئی۔ کذا فی الفتاویٰ العالمگیریة: ۲/۳۹۷ (۲)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ، جمادی الثانی/۵۳ھ۔

نوٹ: رسالہ ”الحيلة الناجزة للحليلة العاجزة“ میں اس کو وسط سے لکھا ہے جس پر علمائے

دیوبند و تھانہ بھون و سہارنپور کی متفقہ تصدیق ہے۔ فقط۔

قانون شرع کو چھوڑ کر رسم و رواج کا پابند ہونا

سوال [۵۹۷]: قانونی عدالت میں جو لوگ بیان دیتے ہیں کہ وہ شریعت محمدی کے پابند نہیں بلکہ

رواج عام زمین دارہ کے پابند ہیں، ان کے اس انکار شریعت کے لئے حکم شرعی کیا ہے؟ حالانکہ عدالت پنجاب

میں شریعت محمدی کے مطابق بھی جائیداد کے مقدمات کے فیصلے کرتی ہے، جواب کے لئے لفافہ ارسال ہے۔

متصل روضہ توکل شاہ صاحب انبالہ۔

الجواب حامداً و مصلياً :

اگر ایسا کہنے سے حکم شریعت کی تردید اور اہانت مقصود ہے تو یہ کفر ہے (۳) اگر اظہار حال مقصود ہے کہ

(۱) (البحر الرائق، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر: ۳/۳۷۴، رشیدیہ)

(و کذا فی خلاصة الفتاویٰ، کتاب ألفاظ الکفر، الفصل الثانی، الجنس الأول فی المقدمة: ۳/۳۸۳، رشیدیہ)

(۲) ”رجل أکره بالضرب والحبس علی أن یکتب طلاق امرأته فلانة بنت فلان بن فلان، فکتب امرأته

فلانة بنت فلان بن فلان طالق، لا تطلق امرأته، کذا فی فتاویٰ قاضی خان“۔ (الفتاویٰ العالمگیریة، کتاب

الطلاق، الباب الثانی، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابة: ۱/۳۷۹، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمگیریة، کتاب الطلاق، فصل فی الطلاق بالکتابة،

قبیل باب التعلیق: ۱/۳۷۲، رشیدیہ)

(۳) ”وإذا قال لخصمه: من باتو بحکم خدا کار میکنم، فقال خصمه: من حکم ندانم، أو قال: این جا حکم زود، أو قال: این جا حکم

نیست..... فهذا کله کفر، ورواية عن بعض مشايخنا في قوله ”این جا حکم نیست، أنه إن قال علی وجه =

آج کل کوتاہی عمل کی یہ حالت ہوگئی ہے کہ ہم سب نے حکم شریعت کی پابندی ترک کر دی ہے اور اس کی جگہ قانون کی پابندی اختیار کر لی ہے تو یہ کفر نہیں، نیز ایسا کہنا بہت سے معاملات اور مقدمات کے اعتبار سے مطابق واقعہ ہے کیوں کہ اکثر مقدمات خلاف شرع فیصلہ ہوتے ہیں اگرچہ شاذ و نادر کوئی مقدمہ شرع کے موافق بھی فیصلہ ہوتا ہے، تاہم ایسا کہنا بھی صورتاً انکار شرع ہے اس سے اجتناب ضروری اور لازم ہے۔

”سئل الحاکم عبد الرحمن عن من قال: ”برسم کارکنم، بحکم نے“ هل هو کفر؟
قال: إن كان مراده فساد الحق و ترك الشرع و اتباع الرسم لا رد الحکم، لا یکفر، کذا فی المحيط“۔ عالم گیری : ۱۵۹/۳ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حرره العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۲/۵۷ھ۔
صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۲/۵۷ھ۔

حکم عدالت کو حکم شرع پر ترجیح دینا

سوال [۵۹۸]: ہندہ نے ثالث مقرر کر کے زید کے پاس بھیجا اور زید کو بہت کچھ سمجھایا لیکن زید پر کچھ اثر نہ ہوا، ثالث نے شرع کے مطابق زید سے فیصلہ کرنے کو کہا اور نان و نفقہ طلب کیا، زید نے جواب دیا شرعی فیصلہ اس حالت میں ہوتا ہے جب کہ شرع پر عمل کیا جائے، اس حالت میں نان و نفقہ و مہر دیا جاسکتا ہے، اب نئی تہذیب میں نفقہ و مہر کہاں؟

ثالث نے زید سے کہا کیا تم اللہ اور رسول اور قرآن پر ایمان رکھتے ہو؟ کہا کہ ”ضرور، لیکن جب مجھ کو آرام نہیں ملا، لہذا میں نفقہ و مہر نہیں دوں گا اس لئے کہ مجھ پر واجب نہیں ہوتا“، بکر نے جو کہ زید کے قریبی رشتہ دار

= رد الحکم فهو کفر، وإن قال علی وجه الحزن بأن تغیر الزمان، لا یکفر“۔ (التاترخانیہ، کتاب

أحكام المرتدین، فصل فی المتفرقات : ۴۶۷/۵، إدارة القرآن)

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریہ، کتاب السیر، الباب التاسع، موجبات الکفر أنواع، منها ما يتعلق بذات اللہ تعالیٰ وصفاته : ۲۵۸/۲، رشیدیہ)

(و کذا فی التاترخانیہ، کتاب أحكام المرتدین، فصل فی المتفرقات، ما یضاف إلى اللہ تعالیٰ : ۴۶۷/۵،

إدارة القرآن کراچی)

ہوتے ہیں، کہا ”یہاں کیسا شرعی حکم، سرکاری عدالت کا دروازہ کھلا ہوا ہے، جائیں چاہے جو کچھ کریں ہم کو کچھ نہیں دیں گے، اب وہ وقت نہیں ہے کہ شرع پر عمل کیا جائے اور شرعی گرفت ہم پر نافذ ہو، آپ مہر معاف کر دیں، شرعی حکم پر عمل ہو جائے گا، ورنہ ہم کسی طرح سے نان نفقہ و مہر دینے پر تیار نہ ہوں گے، جاؤ عدالت کھلی ہوئی ہے، جتنا زور لگایا جاوے لگاؤ اور ہم سے جو کچھ ہوگا ہم کریں گے۔“ جب کہ ہندہ مہر میں کچھ کمی نہیں کرتی ہے، کیا کوئی ایسی صورت بھی ہے کہ باوجود ہندہ کے خلع پر راضی نہ ہونے مہر میں کمی ہو سکتی ہے یا زید جس طرح فیصلہ کرے وہ شرعی حکم کے مطابق ہوگا؟ ایسی صورت میں جو لوگ زید کے طرف دار ہوں گے ان پر کیا حکم عائد ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جو کلمات زید نے کہے ہیں نہایت سخت ہیں اور جو کلمات بکر نے کہے ہیں اور بھی خطرناک ہیں، ایسا کہنے سے ایمان جاتا رہتا ہے، لہذا زید اور بکر ہر دو کو تجدید ایمان اور تجدید نکاح احتیاطاً لازم ہے (۱)۔

”إذا قال الرجل لغيره: حكم الشرع في هذه الحادثة كذا، فقال ذلك الغير: ”من برسم

کار میکنم، نہ بشرع“ یکفر عند بعض المشايخ الخ“۔ (عالم گیری: ۲/۲۷۲) (۲)۔

شرعاً بغیر زوجہ کی رضامندی کے مہر ساقط نہیں ہو سکتا اور نہ کمی ہو سکتی ہے، اگر وہ معاف کر دے گی تو معاف ہو جائے گا، تمام معاف کر دے یا بعض (۳)، بہر حال شوہر کو جبر کا حق نہیں۔ صورت مسئولہ میں اگر بناہ دشوار ہو گیا اور زوجین ایک دوسرے سے رضامند نہیں تو بہتر یہ ہے کہ خلع کر لیں (۴) یعنی شوہر اپنے حقوق

(۱) ”ما كان في كونه كفراً اختلافاً، فإن قائله يؤمر بتجديد النكاح، و بالتوبة، والرجوع عن ذلك

بطريق الاحتياط“۔ (الفتاوى العالمكيريّة، كتاب السير، قبيل الباب العاشر في البغاة: ۲/۲۸۳، رشيدية)

(۲) (الفتاوى العالمكيريّة، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، مطلب موجبات الكفر

أنواع، ومنها ما يتعلق بالعلم والعلماء: ۲/۲۷۲، رشيدية)

(۳) ”المهر وجب بنفس العقد و إنما يتأكد لزوم تمامه بالوطء و نحوه و إذا تأكد بما

ذكر لا يسقط بعد ذلك لأن البدل بعد تأكده لا يحتمل السقوط إلا بالإبراء كالثمن إذا تأكد

بقبض المبيع“۔ (رد المحتار، كتاب النكاح، باب المهر: ۱۰۲/۳، سعيد)

(۴) ”و لا بأس به (الخلع) عند الحاجة للشقاق بعدم الوفاق بما يصلح للمهر، و في القهستاني عن

شرح الطحاوي: السنة إذا وقع بين الزوجين اختلاف أن يجتمع أهلها ليصلحوا بينهما، فإن لم =

زوجیت کو ساقط کر دے اور بیوی اپنے حقوق کو ساقط کر کے مہر معاف کر دے۔ عدالت میں جانے اور مقدمہ بازی سے فریقین کا رویہ ضائع ہوتا ہے اور پھر بھی اکثر خاطر خواہ فیصلہ نہیں ہوتا، بسا اوقات فیصلہ خلاف ہوتا ہے جس پر عمل کرنا بھی ناجائز ہوتا ہے اور بھی بہت سے مفاسد ہیں جو اہل تجربہ پر مخفی نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

مجبوراً خنزیر کا گوشت کھانے سے ایمان نہیں جاتا

سوال [۵۹۹]: کوئی مسلمان ایسی جگہ پھنس جائے کہ کافر سے شراب یا سور کا گوشت زبردستی

کھلا دیں اور وہ جان بچانے کے لئے کھائے تو وہ ایمان سے خارج ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ایسی مجبوری کی وجہ سے وہ اسلام سے خارج نہیں ہوا (۱)، انتہائی ندامت کے ساتھ خدا سے دعا کرے

کہ وہ آئندہ محفوظ رکھے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۷/۹۳ھ۔

غیر مذہب کی کتابیں دیکھنا اور اپنے کفر کا اقرار کرنا

سوال [۶۰۰]: زید کسی غیر مذہب کی کتاب بوجہ استدلال یا باعتبار اعتراض کے دیکھتا ہے مگر زید کی

قوم زید کو اس کتاب کو دیکھتے ہوئے دیکھتی ہے تو قوم زید سے دریافت کرتی ہے کہ تم کتاب کیوں دیکھتے ہو؟ زید

نے وہی جواب دیا جو اوپر مذکور ہوا، مگر قوم نہیں مانتی بلکہ زید کو لعن طعن کرنا اور برا کہنا شروع کر دیتی ہے اور کہتی ہے

= يصطلحاً جاز الطلاق والخلع اهـ. (الدر المختار مع رد المحتار، باب الخلع: ۳/۴۴۱، سعید)

(۱) ”در محیط و ذخیرہ گفتہ کہ مسلمان کافر نشود گرد و قتیکہ قصداً کفر کند.“ (مالا بد منہ: باب

ألفاظ الکفر، ص: ۱۳۱، مکتبہ شرکت علمیہ)

”وإن أكره بالقتل أو إتلاف عضو أو بضرب مؤلم، و قلبه مطمئن بالإيمان، لا يكون كفوياً

استحساناً.“ (التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل: الإكراه على التلفظ الخ: ۵/۵۲۸، إدارة

القرآن کراچی)

(و کذا فی قاضی خان، کتاب السیر، باب ما یكون کفوياً من المسلم و ما لا یكون: ۳/۵۷۷، رشیدیہ)

کہ ہمیں معلوم ہے کہ تو کافر ہو جائے گا، خدا نخواستہ، اس وجہ سے زید کو غصہ آ جاتا ہے اور یہ الفاظ زبان سے نکالتا ہے غصہ کی حالت میں کہ ”میں تو کافر ہوں گا، جو تم سے ہو، کرو“ مگر قوم باوجود ان کلمات کے سننے کے چپ نہیں ہوئی بلکہ بار بار کہتی ہے، اس پر زید کو غصہ بڑھ جاتا ہے اور اپنے کو ان کے سامنے کہتا ہے کہ ”میں کافر ہوں“ تو اس صورت میں زید پر کیا حکم ہے اور قوم کا ان کلمات کے سننے کے باوجود تنگ کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ لیکن زید یہ کتاب نعوذ باللہ کفر کی نیت سے ہرگز نہیں دیکھتا۔ صحیح صحیح جواب درج فرمادیں۔ فقط۔ احقر محمد ہاشم متعلم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلياً:

عالم، فہم شخص کو مناظرہ کے لئے غیر مذہب کی کتب کا مطالعہ جائز ہے اگر اپنے عقائد خراب ہونے کا اندیشہ نہ ہو (۱) اور ایسے شخص کو قوم کا بار بار ایسے سخت الفاظ کہنا بہت بُرا اور ناجائز ہے، نیز زید کا ایسا جواب دینا جو سوال میں مذکور ہے سخت خطرناک اور گناہ ہے حتیٰ کہ بعض فقہاء نے ایسے الفاظ بولنے والے کی تکفیر کی ہے، لہذا صورت مسئلہ میں زید کو احتیاطاً تجدید ایمان اور تجدید نکاح کرنا مناسب ہے، اور آئندہ ان الفاظ کے بولنے سے پختہ توبہ کرنا ضروری اور فرض ہے۔

”إذا أطلق الرجل كلمة الكفر عمداً، لكنه لم يعتقد الكفر، قال بعض أصحابنا: لا يكفر؛ لأن الكفر يتعلق بالضمير، ولم يعتقد الضمير على الكفر، وقال بعضهم: يكفر وهو الصحيح عندی؛ لأنه استخف بدينه“۔ بحر: ۱۲۵/۵ (۲)، عالم گیری: ۸۹۴/۲ (۳)۔ ”ما كان

(۱) ”وقد صنف الأشعري كتباً كثيرةً لتصحيح مذهب المعتزلة، ثم إن الله عز وجل لما تفضل عليه بالهدى، صنف كتاباً ناقضاً لما صنف لتصحيح مذهب المعتزلة، إلا أن أصحابنا رحمهم الله تعالى من أهل السنة والجماعة خطئوه في بعض المسائل التي أخطأ فيها أبو الحسن، فمن وقف على المسائل و عرف خطأه، فلا بأس بالنظر في كتبه وإمساکها ومن العلوم المذمومة علوم الفلاسفة، فإنه لا يجوز قرائتها لمن لم يكن متبحراً في العلم و سائر الحجج عليهم و حل شبها تهم و الخروج عن إشكالاتهم“۔

(الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثلاثون في المتفرقات : ۳۷۷/۵، ۳۷۸، رشیدیہ)

(۲) (البحر الرائق، باب أحكام المرتدين من السير : ۲۱۰/۵، رشیدیہ)

(۳) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، مطلب: موجبات الكفر

أنواع، و منها ما يتعلق بتلقين الكفر والأمر بالارتداد: ۲۷۶/۲، رشیدیہ)

فی كونه كفراً إختلاف، فإن قائله يؤمر بتجديد النكاح و بالتوبة، والرجوع عن ذلك بطريق الاحتياط“. عالم گیری : ۲/۸۹۹ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

محمود حسن گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۲۶/۶/۵۲ھ۔

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/رجب/۱۳۵۲ھ۔

عیسائی کتابیں فروخت کرنا کیا کفر ہے؟

سوال [۶۰۱]: زید ایک معزز سید خاندان کا فرد ہے، بہت دنوں سے کانگریسی لیڈر اور واعظ بھی ہے، زید کا لڑکا عمر مختلف مدارس میں قدرے عربی تعلیم حاصل کر کے عیسائی مشینری سے مشینری کی چھوٹی چھوٹی کتابیں لے کر عوام میں تقسیم کرتا رہا، کچھ دنوں بعد باضابطہ عیسائی مذہب قبول کر لیا، اس کا اعلان مستند اخباروں میں شائع ہوا۔ بستی کے لوگوں نے زید سے باز پرس کی تو اس نے انکار کیا اور کچھ دنوں بعد خود جا کر عمر کو اپنے ساتھ مکان لے آیا، عمر ایک ہفتہ کے قریب گھر پر رہا اور دو ایک دن کی نماز بھی مسجد میں پڑھ لی، مشینری میں داخل ہونے کی یہ تاویل کی کہ وہاں ملازمت کرتا ہے۔ اس کے بعد پھر واپس چلا گیا، عمر کو مشینری سے کافی ماہوار مشاہرہ ملتا ہے اور زید کو بھی اس روپیہ سے مدد ملتی ہے، باپ بیٹے میں خط و کتابت اور ترسیل نقد بھی جاری ہے۔ زید کا ذریعہ معاش وعظ بیان کر کے نذرانہ پانا، عمر کی کمائی پادری بن کر مشینری مشاہرہ پانا۔ حالت مذکورہ میں عام مسلمان، زید کے خاندان والے زید کو مسلمان حنفی المذہب مانیں یا نہیں؟ اور اس کے ساتھ کیسا سلوک دروہہ کریں؟ دونوں باپ بیٹے کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

کسی کو مسلمان یا غیر مسلم قرار دینے کا مدار اصلۃ عقائد پر ہے جس میں اسلام کے بنیادی اصول موجود ہوں اس پر غیر مسلم ہونے کا حکم لگانا آسان نہیں (۲)۔ وعظ کہہ کر نذرانہ لینا کفر نہیں، نہ اس کی وجہ سے اسلام

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریۃ، کتاب السیر، قبیل الباب العاشر فی البغاة : ۲/۲۸۳، رشیدیہ)

(۲) ”و فی الفتاویٰ الصغری : الکفر شیء عظیم فلا أجعل المؤمن کافراً متی وجدت روایة أنه لا یکفر

..... و فی البزازیة : إلا إذا صرح بإرادة موجب الکفر، فلا ینفعه التاویل حیثئذ“ (البحر الرائق، باب

أحكام المرتدین من السیر : ۵/۲۱۰، رشیدیہ)

سے خارج ہوتا ہے۔ عیسائیوں کے مذہب کی کتابیں فروخت کرنا جن میں اسلام کی تردید ہو نہایت قبیح اور شرعاً مذموم ہے، لیکن کفر کا فتویٰ اس پر نہیں ہو سکتا جب تک کہ یہ ثابت نہ ہو جائے کہ اس شخص نے اسلام کو ترک کر دیا ہے، اس کو غلط اور باطل سمجھ کر عیسائیت کو صحیح دین سمجھ کر قبول کر لیا ہے۔ کسی کام کے جائز ناجائز ہونے کا حکم اور ہے اور اس کے کفر ہونے کا حکم جداگانہ ہے۔ آپ نے یہاں اس کے اسلام ہی کو دریافت کیا ہے، لہذا آپ زیدو عمر سے ان کے عقائد دریافت کر کے لکھئے۔ البتہ عیسائی مشینری کی کتابیں فروخت کرنا اس کو ذریعہ معاش بنانا شرعاً درست نہیں، اس کو بند کر کے جائز ذریعہ معاش اختیار کرنا ضروری ہے (۱)۔ وعظ کے لئے مستقل ملازمت کر لی جائے مثلاً ہر ہفتہ ایک یا دو مرتبہ اتنی دیر وعظ کہنا ہوگا اور اتنی تنخواہ ملے گی تو شرعاً درست ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۱/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۱/۹۰ھ۔

(۱) قال الله تعالى: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ (الاية: ۶)

”وقال الضحاك في قوله تعالى: ﴿وَمِنَ النَّاسِ الْخ﴾ قال: يعني الشرك واختار ابن

جرير أنه كل كلام يصد عن آيات الله واتباع سبيله“. (تفسير ابن كثير: ۳/۵۸۲، دار السلام)

وقال الله تعالى: ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ، وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالتَّعَدْوَانِ﴾ يأمر تعالى

عباده المؤمنين بالمعونة على فعل الخيرات وهو البر، وترك المنكرات وهو التقوى، وينهاهم عن

التناصر على الباطل والتعاون على المآثم والمحارم قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم:

”المدال على الخير كفاعله“ في الصحيح: ”من دعا إلى هدى كان له من الأجر مثل أجور من

اتبعه إلى يوم القيامة ومن دعا إلى ضلالة كان عليه من الإثم مثل آثام من اتبعه إلى يوم القيامة“.

(تفسير ابن كثير: ۲/۱۰، دار السلام)

(۲) ”قال في الهداية: وبعض مشايخنا رحمهم الله تعالى: استحسنا الاستنجار على تعليم القرآن

اليوم لظهور التواني في الأمور الدينية وزاد بعضهم، الأذان والإقامة والوعظ“. (رد المحتار،

باب الإجارة الفاسدة: ۶/۵۵، سعيد)

تناخ کے قائل کا حکم

سوال [۶۰۲]: میرا ایک دوست جو اپنا کاروبار نہایت خوش اسلوبی سے چلا رہا ہے جس کی وجہ سے اس کی دماغی حالت غیر اطمینان بخش بھی نہیں کہی جاسکتی، وہ اس خبط میں مبتلا ہے کہ وہ اس سے پہلے بھی پیدا ہو چکا ہے اور اس دور کے کچھ حالات بھی من گھڑت طور پر بتلاتا ہے، غرض یہ کہ وہ کافی حد تک تناخ کا قائل تھا اور ہے اور کہتا ہے کہ میری آئندہ پیدائش کتے کی شکل میں ہوگی (۱)۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ شخص دائرۃ اسلام سے خارج ہو چکا یا نہیں؟ نیز اس کے ساتھ نشست و برخاست، خلط ملط مناسب ہے یا نہیں؟ وہ نماز بھی پڑھتا ہے اور مسلمان ہونے کا دعویٰ بھی ہے۔

الجواب حامداً و مصلياً :

غلط صحبت اور غلط کتابوں کے مطالعہ سے ایسا اثر پیدا ہو جاتا ہے (۲)، بہتر صورت یہ ہے کہ اس سے نرمی و محبت کا معاملہ کیا جائے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کا مطالعہ نیز بزرگان دین کے حالات و ملفوظات کا مطالعہ مفید ہوگا، کسی صاحب نسبت بزرگ کی خدمت میں چند روز رہنے کا موقع مل جائے تو زیادہ نفع کی توقع ہے، مثلاً حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب مدظلہ (جلال آباد ضلع مظفرنگر میں ان) سے اجازت لے کر وہاں کچھ وقت ان کی ہدایت کے موافق گزاریں، انشاء اللہ تعالیٰ یہ پریشانی کی کیفیت دور ہو کر سکون نصیب ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۳/۴/۹۵ھ۔

(۱) تناخ کے قائل کی تکفیر سے متعلق بحث فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ملاحظہ کریں: (کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام

المرتدین: ۲/۲۶۳، رشیدیہ)

(۲) "قال الشيخ الامام صدر الإسلام أبو اليسر: نظرت في الكتب التي صنفها المتقدمون في علم التوحيد، فوجدت بعضها للفلاسفة مثل: إسحاق الكندي و الإستقراري و أمثالهما، و ذلك كله خارج عن الدين المستقيم، زائغ عن الطريق القويم، فلا يجوز النظر في تلك الكتب، و لا يجوز إمساكها، فإنها مشحونة من الشرك و الضلال. قال: و وجدت أيضاً تصانيف كثيرة في هذا الفن للمعتزلة مثل: عبد الجبار الرازي و الجبائي و الكعبي و النظام و غيرهم، فلا يجوز إمساك تلك الكتب و النظر فيها، كي لا تحدث الشكوك و لا يتمكن الوهن في العقائد الخ". (الفتاوى العالمكيريّة، كتاب الكراهية، الباب الثلاثون في المتفرقات: ۵/۳۷۷، رشیدیہ)

چیچک میں ہندوؤں کی مائی کو چندہ دینا

سوال [۶۰۳]: چیچک کی بیماری میں نو مسلم لوگ ہندوؤں کی مائی کو پوجا پاٹ کے لئے چندہ دیتے ہیں، دارالعلوم کے صدر صاحب نے چیچک کی بیماری پر ہندوؤں کو چندہ دینے پر لوگوں کے نکاح ٹوٹ جانے کا فتویٰ دیا ہے، کیا یہ درست ہے؟
الجواب حامداً و مصلياً:

شُرک و کفر کے لئے چندہ دینا نہایت خطرناک ہے (۱)، احتیاطاً اگر ان لوگوں کا نکاح دوبارہ پڑھا دیا گیا تو مضائقہ نہیں (۲)، آئندہ وہ لوگ پورا پرہیز کریں۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱/۹۲ھ۔

دوکان کے افتتاح پر ”ست نارائن“ کی پوجا

سوال [۶۰۴]: ایک مسلمان نے اپنی دوکان کا افتتاح کیا، اس نے ایک پنڈت سے دوکان کے اندر ”ست نارائن“ کی پوجا کرائی، پوجا کا پرشاد بھی بانٹا گیا، اس طریقہ سے اس نے ہزاروں روپیہ خرچ کیا، چند مسلمانوں نے دیکھا تو اعتراض کیا تو مالک دوکان نے کہا کہ ہمارے یہاں جو ملازم غیر مسلم ہیں ان کی خواہش تھی کہ اس رسم افتتاح کے موقع پر ہم بھی پوجا کریں گے۔ اب اس فعل کے کرانے یا کرنے میں گناہ کبیرہ ہو یا شرک ہوا؟

نوٹ: پوجا کے ختم پر رنڈیوں کا ناچ و گانا بھی ہوا۔

(۱) قال الله تبارك و تعالى: ﴿و لا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾. (المائدة: ۲)

”نہی عن معاونة غیرنا على معاصی الله تعالى“. (أحكام القرآن للجصاص: ۲/۲۲۹، قدیمی)

”فیعم النهی کل ما هو من مقولة الظلم والمعاصی، و یندرج فیہ النهی عن التعاون علی

الاعتداء والانتقام“. (روح المعانی: ۶/۵۷، دار إحياء التراث العربی)

(۲) ”ما كان فی كونه كفرًا اختلافًا، فإن قائله يؤمر بتجديد النكاح و بالتوبة و الرجوع عن ذلك

بطریق الاحتیاط“. (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب السیر، قبیل الباب العاشر فی البغاة: ۲/۲۸۳، مکتبہ

رشیدیہ، کوئٹہ)

الجواب حامداً ومصلياً :

رسوم شرکيہ کی اعانت بھی سخت گناہ ہے (۱) جو کہ شرک کے قریب ہے، رنڈیوں کا ناچ گانا بھی حرام ہے (۲) ایسی چیزیں حق تعالیٰ کے غضب اور لعنت کو کھینچنے والی ہیں۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، ۹/۵/۹۶ھ۔

”ایمانداری کوئی چیز نہیں“ کا مفہوم اور حکم

سوال [۶۰۵]: زید نے مریم سے اس کی غلط فہمی دور کرنے کے لئے کہا کہ آخر ایمانداری تو کوئی چیز ہے، مریم نے بیساختہ غصہ کی حالت میں کہ ”ایمانداری کوئی چیز نہیں“ اس بات سے ایمان میں کوئی خلل واقع ہوتا ہے کہ نہیں؟ اور نکاح دوہرانے کی ضرورت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ایمانداری کا مفہوم عامۃً سچ بولنا اور سیاسی غرض کو مد نظر نہ رکھنا ہوتا ہے، خدا پر ایمان رکھنا مراد نہیں ہوتا،

(۱) قال الله تبارك و تعالیٰ: ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ (المائدة: ۲)

قال العلامة الآلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ تحتہا: ”فیعم النهی کل ما هو من مقولة الظلم والمعاصی و عن ابن عباس رحمہ اللہ تعالیٰ، و أبی العالیۃ رحمہ اللہ تعالیٰ: أنهما فسّر الإثم بترك ما أمرهم به، و ارتكاب ما نهاهم عنه“. (روح المعانی: ۵۷/۶، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۲) قال ابن نجيم رحمہ اللہ تعالیٰ: ”و دلت المسئلة على أن الملاهی کلها حرام حتى التغنی بضرب القصب. قال عليه السلام: ”ليكونن من أمتی أقوام يستحلون الحر والحریر والخمر والمعازف“. أخرجه البخاری، و فی لفظ آخر: ”ليشربن أناس من أمتی الخمر، يسمونها بغير اسمها، يعزف على رؤوسهم بالمعازف والمغنيات، يخسف الله بهم الأرض و يجعل منهم القرد والخنازير“. (البحر الرائق، كتاب الكراهية، قبيل فصل في اللبس: ۳۳۶/۸، رشيدية)

(و كذا في حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، كتاب الصلوة، قبيل باب ما يفسد الصلوة، ص: ۳۱۹، قديمی)

(و كذا في الفتاوى العالمكبرية، كتاب الكراهية، الباب السابع عشر في الغناء واللهاو: ۳۵۱/۵، رشيدية)

مریم نے جب کہا کہ ایمان داری کوئی چیز نہیں تو اسی مفہوم کی نفی کرنا مقصود ہے، نہ کہ خدا پر ایمان کی نفی، لہذا اس پر کفر کا فتویٰ نہیں ہوگا (۱)، البتہ ایسے الفاظ بولنے سے منع کیا جائے گا جن سے کفر کا شبہ بھی ہوتا ہو (۲) لہذا توبہ و استغفار کرے (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۳/۹۵ھ۔

(۱) ”وقد قيل: لو كان تسعة وتسعون دليلاً على كفر أحد، و دليل واحد على إسلامه، ينبغي للمفتي أن يعمل بذلك الدليل الواحد؛ لأن خطاه في خلاصه خير من خطاء في حده و قصاصه“. (تنبيه الولاية والحكام في ضمن رسائل ابن عابدين: ۱/۳۶۷، سهيل اكيڈمي لاہور)
(و كذا في البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۵/۲۱۰، رشيدية)
(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، و منها ما يتعلق بتلقين الكفر الخ، قيل الباب العاشر: ۲/۲۸۳، رشيدية)

(و كذا في رد المحتار، باب المرتد: ۳/۲۳۰، سعيد)

(۲) ”عن بلال بن الحارث رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”وإن الرجل ليتكلم بالكلمة من الشر ما يعلم مبلغها، يكتب الله بها عليه سخطه إلى يوم يلقاه“. (مشكوة المصابيح، باب حفظ اللسان، الفصل الثاني: ۲/۴۱۲، قديمي)

و في حديث آخر ”وإن الرجل ليتكلم بالكلمة من سخط الله فيكتب الله بها سخط إلى يوم القيامة“. و في الإحياء: و كان علقمة يقول: و كم من كلام منَعينيه حديث بلال بن الحارث. اللسان جرمه صغير و جرمه كبير و كثير و احفظ لسانك عما ليس فيه خير اه“. (مراقبة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب الآداب: ۵۷۹/۸، ۵۸۲، باب حفظ اللسان، رشيدية)

(۳) قال العلامة الآلوسی: ”ولم يختلف أهل السنة وغيرهم في وجوب التوبة على أرباب الكبائر، و عبارة المازرى: اتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة“. (روح المعاني: ۲۸/۱۵۹، دار إحياء التراث العربی)

”و ما فيه خلاف يؤمر بالاستغفار والتوبة اه. و ظاهره أنه أمر احتياط اه“. (رد المحتار، باب

المرتد: ۳/۲۳۰، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، أحكام المرتدين: ۲۸۳۸۲، رشيدية)

یہ کہنا کہ ”رزق ہم دینگے“

سوال [۲۰۶]: قاری فخرالدین صاحب نے ایک آدمی کو کہا کہ ”روزی ہم دیں گے“، کیا ایسا

کہنا شریعت کے نزدیک جائز اور درست ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

قاری فخرالدین صاحب حیات ہوں تو خود ان سے ہی اس کا مطلب دریافت کیا جائے، ممکن ہے

کہ ان کی تشریح سے اشکال ختم ہو جائے، حقیقتاً رزق دینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ اہل عرب مجازاً بولتے ہیں

”رزق الأمير الجند“ امیر نے لشکر کو رزق دیا یعنی تقسیم کیا (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

قانون شریعت کونہ ماننے والے کا حکم

سوال [۲۰۷]: جو شخص قانون خدا اور رسول کونہ مانے بلکہ ضد و انکار کرے اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

ایسا شخص گنہگار ہے، اس کو اپنی ضد چھوڑ کر حکم شرعی پر عمل لازم ہے (۲)۔

واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنوی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔

(۱) ”الرازق والرّزاق: فی صفة اللہ تعالیٰ؛ لأنہ یرزق الخلق أجمعین قال اللہ تعالیٰ:

﴿وما من دابة فی الأرض إلا علی اللہ رزقها﴾ قال اللہ تعالیٰ: ﴿ما أريد منهم من رزق،

وما أريد أن يطعمون﴾ یقول: بل أنا رازقهم ما خلقتهم إلا ليعبدون، وقال تعالیٰ: ﴿إن اللہ هو

الرّزاق ذو القوة المتین﴾ ورزق الأمير جنده، فارتزقوا ارتزاقاً. (لسان العرب، للعلامة

أبی الفضل جمال الدین: ۱۰/۱۱۵، دارصادر، بیروت)

(۲) وقال اللہ تعالیٰ: ﴿وما آتاکم الرسول فخذوه، وما نهاکم عنه فانتهوا﴾: أي مهما أمرکم به =

رسم و رواج کی وجہ سے حکم شریعت کونہ ماننا

سوال [۶۰۸]: جو شخص دنیا کی رسم و رواج کو اللہ اور رسول کے قانون پر ترجیح دے اور دین کی

بات کونہ مانے، اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اللہ ورسول کے حکم کے مقابلہ میں دنیا کے رسم و رواج کو ترجیح دینا دین اسلام سے حد درجہ بُعد اور

طریقہ جاہلیت ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔

= فافعلوه، ومهما نهاكم عنه فاجتنبوه؛ فإنه إنما يأمر بخير، وإنما ينهى عن شر. ﴿واتقوا الله إن الله شديد العقاب﴾ "اتقوه في امتثال أو امره وترك زواجره، فإنه شديد العقاب لمن عصاه وخالف أمره وأباه وارتكب ما عنده زجره ونهاه". (تفسير ابن كثير: ۴/۳۳۱، دار السلام)

(۱) قال الله تعالى: ﴿ومن أضل ممن اتبع هواه بغير هدى من الله﴾ الآية: ۵۰ (القصص: ۲۰)

وقال الله تعالى: ﴿ولا تتبع الهوى فيضلك عن سبيل الله، إن الذين يضلون عن سبيل الله

لهم عذاب شديد﴾ (سورة ص: ۲۶) وقال الله تعالى: ﴿وإذا قيل لهم اتبعوا ما أنزل الله، قالوا بل نتبع ما ألفينا عليه آباءنا﴾ (الآية: ۱۷۰ البقرة)

"وعن عبد الله بن عمرو رضي الله عنهما، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لا

يؤمن أحدكم حتى يكون هواه تبعاً لما جئت به"..... قال بعض العارفين: أي حتى يكون

المطاع..... تبعاً لما جئت به من السنة الزهراء والملة النقية البيضاء..... فلا يميل إلا

بحكم الدين ولا يهوى إلا بأمر الشرع، فهو المؤمن الفريد الكامل الوحيد الذي يقبل منه التوحيد،

ومن أعرض عنه متبعاً لما هواه، مبتغياً لمرضاه، فهو الكافر الخاسر في دنياه وعقباه، ومن اتبع

أصول الشريعة دون فروعها فهو الفاسق، ومن عكس فهو المنافق". (مراقبة المفاتيح شرح مشكاة

المصابيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب السنة: ۱/۴۱۲، ۴۱۳، رشيدية)

"سئل الحاكم عبد الرحمن عن قال: "برسم كارنم بكم ن"، هل هو كفر؟ قال: "إن كان مراده فساد

الخلق وترك الشرع واتباع الرسم، لارذ الحكم، لا يكفر، كذا في المحيط". (الفتاوى العالمكيرية،

كتاب السير، الباب التاسع، مطلب: الموجبات، ما يتعلق بذات الله تعالى: ۲/۲۵۸، رشيدية)

مايتعلق بالفاظ الكفر

(الفاظ کفر کا بیان)

دعوة الحق کو دعوة الكفر کہنا

سوال [۶۰۹]: ”مجلس دعوة الحق“ جو مولانا حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہے اور اس وقت ہردوئی میں مولانا سید ابرار الحق صاحب دعوة الحق کے کاموں کو کر رہے ہیں اور اشاعت تعلیم وغیرہ اور جو مقاصد دعوة الحق کے ہیں انہیں انجام دے رہے ہیں، مولانا موصوف کے کاموں سے اہل علم ناواقف نہیں ہیں اور مجلس دعوة الحق کا اہل علم کو علم ہے۔

اب یہ بات دریافت طلب ہے کہ ایک عالم دعوة الحق کو سمجھتا ہے کہ یہ دعوة الحق نہیں بلکہ دعوة الكفر ہے۔ کیا ایسے عالم کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے؟ اور کیا ایسے عالم سے اعتقاد رکھنا درست ہے؟ اور اس کا وعظ سننا اور اس کی صحبت میں بیٹھنا درست ہے؟ یا ایسے عالم کا عوام و خواص مسلمین کو بائیکاٹ کرنا چاہیے؟ نیز کیا ایسے عالم کی تکفیر کی جائیگی؟ اور شرعاً کیا اسے حکم دیا جائے گا کہ تجدید ایمان اور تجدید نکاح بھی کرے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ان عالم صاحب سے اس کی شرعی وجہ دریافت کی جائے، یہ معمولی چیز نہیں جو فرعی مسئلہ کی حیثیت سے ہو بلکہ بنیادی چیز ہے (۱)۔ جب تک وہ اس کو مدلل طور پر بیان نہ کریں ان کی یہ بات قابل اتباع نہیں اور خود ان پر حکم کفر عائد کرنے میں بھی جلدی نہ کی جائے، البتہ ان کا اس قسم کا وعظ نہ سنا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

(۱) ”وفی المحيط: من ذکر عندہ الشرع، فتجشأ: أى عمداً أو تکلفاً، أو صوتاً صوتاً کریها: أى تقذراً أو تکرها، أو قال: هذا الشرع، کفر: أى حیث شبہ الشرع بالأمر المکروه فی الطبع“۔ (شرح الفقہ الأكبر، قبیل فصل فی الکفر صریحاً وکناية، ص: ۱۷۵، قدیمی)

”مجرم کو اللہ تعالیٰ نہیں چھڑا سکتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم چھڑا سکتے ہیں“ کہنا

سوال [۶۱۰]: بریلوی حضرات یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ”قیامت کے دن معصیت کے بارے میں جس شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سزا دینے کے لئے پکڑ لیں گے، کوئی چھڑا نہیں سکتا اور خدا جس شخص کو سزا دینے کے لئے پکڑیں گے، اس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم چھڑا سکتے ہیں“۔ آیا یہ صحیح ہے یا غلط؟
الجواب حامداً ومصلياً:

جن صاحبان کا یہ عقیدہ ہے ان سے ہی اس کی دلیل قرآن و حدیث سے دریافت کی جائے، میں نے کسی آیت اور کسی حدیث میں ایسا نہیں پڑھا، نہ علم عقائد کی کتابوں میں۔

بریلوی مکتبہ فکر کے بہت سے عقائد ایسے نرالے ہیں کہ قرآن، حدیث شریف، آثار صحابہ، ائمہ، مجتہدین، فقہ میں ان کا نام و نشان بھی نہیں۔ شاعرانہ مضمون کو عقیدہ قرار دینا بھی مشکل ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

خدا کو بے انصاف اور خود کو کافر کہنا

سوال [۶۱۱]: زید کی بیماری کی حالت میں اس کی بیوی نے کہا کہ آپ کلمہ استغفار پڑھیں، اور بیماری بھی ایسی شدید نہیں تھی اور گاہ بگاہ تندرستی کی حالت میں بھی کلمہ استغفار پڑھنے کے لئے کہا، اس نے دونوں حالتوں میں انکار کر دیا۔ زید کی زینہ اولاد مر جانے کے بعد زید کہتا رہا کہ ”اس نے میری تو پیڑمیٹ دی اور اس کی پیڑمیٹ دی جو اس سے اوپر ہوگا“۔

کچھ عرصہ تک جب زید یہ کلمہ کہتا رہا آخر اس کی بیوی نے کہا کہ تو ایسے کلمات خدائے عزوجل کی شان میں نہ بول، کافر ہو جائے گا۔ نیز زید نے یہ بھی کہا کہ ”خدا کے ہاں انصاف نہیں، خدا بے انصاف ہے اور میں تو کافر ہوں، تم کبھی مجھے کلمہ استغفار کونہ کہنا“۔ عورت بولی میں تو اپنی زبان سے کافر نہیں کہتی۔ زید نے کہا کہ ”میں کہتا ہوں کہ میں کافر ہوں، مجھے جنت میں جانے کی کوئی ضرورت نہیں، تم ہی چلی جاؤ، میں تو دوزخ میں

چلا جاؤں گا، دوزخ بھی تو اس کو مجھ جیسوں سے بھرنا ہے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ اس کا کیا حکم ہے اور اس کی بیوی اس کے نکاح میں رہے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

”من نسب الله تعالى إلى الجور فقد كفر“ (۱)۔ ”الرجل إذا ابتلى بمصيبات متنوعة فقال: أخذت مالي، وأخذت ولدي، وأخذت كذا وكذا، فماذا تفعل بما بقي؟ وما أشبه هذا من الألفاظ، فقد كفر، كذا في المحيط“ (۲)۔ ”مسلم قال: أناملحد يكفر، ولو قال: ما علمت أنه كفر، لا يُعذر بهذا“۔ ہندیہ (۳)۔

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ الفاظ مذکورہ کا کہنا کفر ہے، لہذا زید کو تجدید ایمان اور تجدید نکاح فرض ہے (۴)، جب تک وہ ایمان اور نکاح کی تجدید نہ کرے اس وقت تک اس کی عورت کو اس سے علیحدہ

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریہ، کتاب السیر، موجبات الکفر أنواع: ومنها ما يتعلق بذات الله تعالى وصفاته: ۲/۲۵۹، رشیدیہ)

(و کذا في المحيط البرهاني، کتاب السیر، فصل في مسائل المرتدين، نوع آخر فيما يضاف إلى الله تعالى: ۵/۵۵۳، غفاریہ)

(والتاتارخانية، کتاب أحكام المرتدين، فصل فيما يضاف إلى فعل الله تعالى: ۵/۴۶۶، ادارة القرآن).
(۲) (الفتاویٰ العالمکیریہ، کتاب السیر، موجبات الکفر أنواع: ومنها ما يتعلق بيوم القيامة وما فيها: ۲/۲۷۵، رشیدیہ)

(و کذا في المحيط البرهاني، کتاب السیر، فصل في مسائل المرتدين، نوع آخر فيما قال عند التعزية والمرض: ۵/۵۷۱، المكتبة الغفاریہ، کوئٹہ)

(۳) (الفتاویٰ العالمکیریہ، کتاب السیر، موجبات الکفر أنواع: ومنها ما يتعلق بتلقين الكفر والأمر بالإرتداد: ۲/۲۷۹، رشیدیہ)

(کذا في المحيط البرهاني، کتاب السیر، فصل في مسائل المرتدين، نوع آخر في الرجل يقول لغيره يا كافر الخ: ۵/۵۷۳، المكتبة الغفاریہ، کوئٹہ)

(۴) ”ما كان في كونه كفراً اختلافاً، فإن قائله يؤمر بتجديد النكاح والتوبة، والرجوع عن ذلك بطريق الاحتياط“۔ (الفتاویٰ العالمکیریہ، کتاب السیر، قبيل الباب العاشر في البغاة: ۲/۲۸۳، رشیدیہ)

(و کذا في البحر الرائق، کتاب السیر، باب أحكام المرتدين: ۵/۲۱۰، رشیدیہ)

رہنا ضروری ہے، اپنے اوپر جماع وغیرہ کے لئے قابو دینا جائز نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۹/۴/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۲/ربیع الثانی/۵۷ھ۔

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم، ۱۹/ربیع الثانی/۵۷ھ۔

”اللہ تعالیٰ بے انصاف ہے“ کہنا

سوال [۶۱۲]: عورتوں میں آپس میں اولاد کی بابت گفتگو تھی، ایک عورت نے کہا کہ ”اللہ تعالیٰ

بہت بے انصاف ہے، کسی کو اولاد دیتا ہے کسی کو اولاد نہیں دیتا“ کیا یہ کلمہ کفر ہے؟ کیا اس سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟ توبہ کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ کلمہ کہ ”اللہ تعالیٰ بہت بے انصاف ہے، کسی کو اولاد دیتا ہے کسی کو اولاد نہیں دیتا“ کلمہ کفر ہے (۱)۔

”نعوذ باللہ منہ، أستغفر اللہ“۔ اس کے ذمہ ضروری ہے کہ توبہ واستغفار کرے اور تجدید ایمان کرے اور نکاح بھی دوبارہ پڑھوائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۵/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۵/۹۲ھ۔

(۱) ”یکفر إذا وصف الله تعالى بما لا يليق به“ (البحر الرائق، باب أحكام المرتدين من السير: ۲۰۲/۵، رشیدیہ)

(و کذا فی البزازیہ علی هامش الہندیہ، کتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو کفراً، الفصل الأول، النوع الثانی فیما يتعلق باللہ تعالیٰ: ۳۲۳/۶، رشیدیہ)

(و الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب السير، موجبات الکفر أنواع: ومنها ما يتعلق بذات اللہ تعالیٰ وصفاته: ۲۵۸/۲، رشیدیہ)

(۲) ”ما كان في كونه كفراً اختلافاً، يؤمر قائله بتجديد النكاح والتوبة احتياطاً..... هذا إذا تكلم الزوج، فإن تكلمت به، قال مشايخ بلخ ومشايخ سمرقند والحاكم الشهيد وإسماعيل الزاهد: على أنه لا يؤثر في إفساد النكاح، ولا يؤمر بتجديد النكاح، سداً لهذا الباب عليهن، ويحبسها الحاكم قدر ما ترجع. ومشايخ بخارى على فساد النكاح، ولكن تجبر على نكاح الأول ولو بد ينار، وهذه فرقة بلاطلاق إجماعاً، ولا نفقة في هذه العدة، وبهذا كله يفتى“ (البزازیہ علی هامش الہندیہ، کتاب ألفاظ تكون =

خدائے پاک کو بے انصاف کہنا

سوال [۶۱۳]: زید کے ایک لڑکا پیدا ہوا لیکن زید کی شکل لڑکے پر نہ پڑی بلکہ ماموں پر پڑی، زید نے مذاق میں کہہ دیا ”دیکھو اللہ تعالیٰ نے بے انصافی کی، ہم کو نہیں پڑا، اپنے ماموں کو پڑ گیا“۔ زید کے لئے اب شرعاً کیا حکم ہے، کیا تجدید ایمان و تجدید نکاح کرایا جائے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

محل ایمان قلب ہے، قلب سے اس کا نکل جانا کفر ہے، مگر جس طرح ظہور ایمان کے لئے زبان ترجمان قلب ہے، اسی طرح بعض کلمات کے صدور کو امارت کفر قرار دیا گیا ہے۔ بے انصافی، ظلم کی نسبت خدائے پاک کی جانب اعتقاداً بھی کفر ہے اور قولاً بھی، اگرچہ دل میں کفر نہ ہو، اگر کلمات کفر استہزاء کہے جائیں تب بھی حکم کفر عائد ہوتا ہے، اس لئے صورت مسئولہ میں تجدید ایمان، تجدید نکاح، توبہ کرا دی جائے۔

”ولو قال: إن قضی اللہ تعالیٰ یوم القیامة بالحق والعدل أخذتک بحقی، فهذا کفر، کذافی المحيط“ (۱)۔ ”رجل قال: یا خدا! روزی بر من فراخ کن، یا بازار گانی من روند ہ کن، یا بر من جور ممکن، قال أبو نصر الدبوسی: یصیر کافراً باللہ۔ کذافی فتاویٰ قاضی خان“ (۲)۔

”ماکان فی کونہ کفراً اختلاف، فإن قائلہ یؤمر بتجدید النکاح والتوبة والرجوع عن ذلك بطریق الاحتیاط“ (۳)۔

= إسلاماً أو کفراً، الفصل الثانی، النوع الأول: ۳۲۲/۲، رشیدیہ

(و کذافی الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب السیر، قبیل الباب العاشر فی البغاة: ۲۸۳/۲، رشیدیہ)

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب السیر، موجبات الکفر أنواع: ومنها ما يتعلق بذات اللہ تعالیٰ وصفاته:

۲۵۹/۲، رشیدیہ)

(و کذافی المحيط البرهانی، کتاب السیر، فصل فی مسائل المرتدین، نوع آخر فیما یضاف إلى اللہ

تعالیٰ: ۵۵۳/۵، المكتبة الغفاریة، کوئٹہ)

(۲) (الفتاویٰ العالمکیریة، المصدر السابق: ۲۶۰/۲)

(و کذافی فتاویٰ قاضی خان، کتاب السیر، باب ما یكون کفراً من المسلم وما لا یكون: ۵۷۴/۳، رشیدیہ)

(۳) (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب السیر، قبیل الباب العاشر فی البغاة: ۲۸۳/۲، رشیدیہ) =

”قال أبو حفص: من نسب الله تعالى إلى الجور، فقد كفر، كذافي الفصول العمادية“.

فتاویٰ عالمگیری، باب کتاب السیر: ۹/۲ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۷/۸۸ھ۔

کیا خدا ظالم ہے؟ (نعوذ باللہ)

سوال [۶۱۳]: ایک صاحب یہ فرماتے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ کا ظالم ہونا ممکن بلکہ وقوع ہے“، دلیل یہ

دیتے ہیں کہ ”مثلاً: زید نے عمر کو قتل کیا یا کوئی بھی کبیرہ گناہ کیا اور وہ آج سے سو سال پہلے انتقال کر گیا تو یقینی بات

ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو جہنم رسید کرے گا، اس کے بعد بکر کا انتقال ہوتا ہے اور بکر کا انتقال زید سے ایک سو سال بعد

ہوتا ہے اور کوئی کبیرہ گناہ کیا اور توبہ دونوں میں سے کسی نے نہیں کی تو یہ بھی جہنم میں جائے گا۔ اب غور طلب بات

یہ ہے کہ جب گناہ میں دونوں برابر ہیں تو پھر زید کو سو سال تک عذاب کیوں دیا گیا اور اس کو سو سال عذاب کم

دیا گیا؟ لہذا نعوذ باللہ خدا ظالم ہے“۔ استغفر اللہ استغفر اللہ۔ یہ بات تحریر کریں کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز

درست ہے یا نہیں جبکہ وہ اس قول پر مصر ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ظلم کے معنی ”ملک غیر میں ناحق تصرف کرنا“، تمام مخلوق اللہ کی ملک ہے، لہذا خالق مالک اپنی مخلوق

مملوک میں جو بھی تصرف کرے گا وہ ظلم نہیں ہوگا، اس کو ظلم کہنا ناواقفیت کی بنا پر ہے، ایسا شخص نہ الفاظ کے مفہوم

کو سمجھتا ہے نہ آداب خداوندی سے واقف ہے، اس کو لازم ہے کہ توبہ استغفار کر کے زبان ایسے ناشائستہ کلمات

= (و كذافي البزايه على هامش الفتاوى العالمكيريّة، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً، الفصل الثاني،

النوع الأول في المقدمة: ۶/۳۲۲، رشيدية)

(۱) (الفتاوى العالمكيريّة، كتاب السير، موجبات الكفر أنواع: ومنها ما يتعلق بذات الله تعالى وصفاته:

۲/۲۵۹، رشيدية)

(كذافي المحيط البرهاني، كتاب السير، فصل في مسائل المرتدين، نوع آخر فيما يضاف إلى الله

تعالى: ۵/۵۵۳، المكتبة الغفارية، كوئٹہ)

سے بند رکھے ورنہ ایمان سلامت نہیں رہے گا (۱)۔

سیدھی بات ہے کہ جس نے سو سال پہلے جرم کیا اس کی سزا سو سال زائد ہے اس سے جس نے سو سال بعد جرم کیا۔ یہ تجویز کہ کسی گناہ کی بنا پر یقینی طور سے وہ جہنم میں ضرور جائیگا، نہ صدقہ جاریہ سے اس کا بچاؤ ہو سکے گا، نہ علم نافع سے، نہ ولد صالح سے جو کہ دعاء کرتا ہو، نہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے، یہ تجویز خود ہی بڑی جرأت ہے، گناہوں سے بچنا بھی ضروری ہے اور رحمت سے مایوس ہونے کی بھی اجازت نہیں (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱۰/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۰/۸۹ھ۔

اللہ میاں کا اپنی تعریف کرنا

سوال [۶۱۵]: ایک عالم صاحب ﴿آلم﴾ ذلک الكتاب لاریب فیہ ﴿﴾ پڑھ کر فرماتے ہیں کہ

”اللہ میاں اپنے منہ میاں مٹھو بن رہا ہے“۔ از روئے شرع یہ الفاظ کیسے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ظاہر ہے کہ الفاظ تو اللہ میاں کی عظمت کے خلاف اور نہایت استہزاء و استخفاف پر دلالت کرتے ہیں جن

(۱) ”من نسب الله تعالى إلى الجور، فقد كفر“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب السیر، موجبات الکفر

أنواع: ومنها ما يتعلق بذات الله تعالى وصفاته: ۲/۲۵۹، رشیدیہ)

(و کذا فی المحيط البرہانی، کتاب السیر، فصل فی مسائل المرتدین، نوع آخر فیما یضاف إلى الله

تعالی: ۵/۵۵۳، المكتبة الغفاریہ، کوئٹہ)

(والتاتارخانیہ، کتاب أحكام المرتدین، فصل فیما یضاف إلى الله تعالى: ۵/۴۶۶، إدارة القرآن .)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وَلَا تَبْسُوا مِنْ رُوحِ اللَّهِ، إِنَّهُ لَا يُبَاسُ مِنْ رُوحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمَ الْكَافِرُونَ﴾ (یوسف: ۸۷)

قال العلامة الآلوسی: ”وذكر الإمام أن اليأس لا يحصل إلا إذا اعتقد الإنسان أن الإله غير قادر على

الكمال، أو غير عالم بجميع المعلومات، أو ليس بكریم، واعتقاد كل من هذه الثلاث يوجب الكفر.....

واستدل بعض أصحابنا بالآية على أن اليأس من رحمة الله تعالى كفر“۔ (روح المعانی: ۱۳/۴۵، دار احیاء العربی)

سے ایمان سلب ہو کر ارتداد کا حکم ہوتا ہے (۱) وہ عالم صاحب ہی اپنے الفاظ کی تشریح کر سکتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

”میں اللہ اور رسول کو نہیں جانتا“ کہنے کا حکم

سوال [۶۱۶]: زید اور بکر کے درمیان کسی امر پر بحث چل رہی تھی، تو زید نے کہا کہ بھائی جو بات یا گفتگو کرو وہ اللہ و رسول کے ساتھ ہونی چاہیے اور اللہ و رسول کو درمیان میں ڈال کر کہو۔ بکر نے اس پر یہ کہا کہ ”میں اللہ اور رسول کو نہیں مانتا“۔ ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اور پھر جب بکر سے کہا گیا: تو ابھی یہاں سے اٹھ جا، تو ہمارے درمیان بیٹھنے کے قابل نہیں ہے جب تک توبہ نہ کرے یا حکم شرع کے مطابق عمل نہ کرے، اس پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا اور زید کے مخالف ہو گئے اور بکر کی طرف داری کرنے لگے۔ اب امر ضروری یہ ہے کہ بکر کے ساتھ جو اس کی ہمدردی یا حکم شرع میں پابندی نہ کرنے والے اور زید پر ناراض ہونے والوں کا کیا حکم ہے؟

(الجواب: مدرسہ خلیل العلوم)

بکر کے اوپر توبہ واجب ہے اور نکاح دوبارہ ہونا چاہئے اور وہ اشخاص جو بکر کے ساتھ ہیں اور اس کے اس کہنے کو کہ ”میں اللہ اور رسول کو نہیں مانتا“ برا نہیں سمجھ رہے ہیں اور اس کی تائید کر رہے ہیں، ان پر بھی توبہ واجب اور نکاح دوبارہ لازم ہے۔ حکم شرع میں برادری کا لحاظ لازم نہیں، جن اشخاص نے اور زید نے بکر کو اٹھ جانے کو کہا اس پر ان کو اجر و ثواب ملے گا اور جنت کے مستحق ہوں گے۔

خلیل احمد مدرسہ اہل سنت خلیل العلوم سنبھل۔ ۱۰/۱۰ اپریل ۱۹۷۴ء ضمیر احمد۔

الجواب حامداً ومصلياً: دارالعلوم دیوبند

مسلمان کے کلام کے لئے جہاں تک ہو سکے ایسا محمل نکالا جائے کہ وہ مسلمان اسلام سے خارج نہ ہو، پھر خاص کر جبکہ وہ معذرت بھی کرتا ہو کہ ”یہ الفاظ میرے منہ سے نکل گئے“۔ اس کے الفاظ کا یہ مطلب بھی

(۱) ”یکفر إذا وصف الله تعالى بما لا يليق به، أو سخر باسم من أسمائه، أو بأمر من أوامره“۔ (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب السیر، موجبات الکفر أنواع: ومنها ما يتعلق بذات الله تعالى وصفاته:

ہوسکتا ہے کہ ”میں اللہ اور اس کے رسول کے احکام کو نہیں جانتا، ناواقف ہوں، بے علم ہوں“۔ اس کو کفر سے بچانے کے لئے یہ محمل بھی کافی ہے، البتہ اس کو تنبیہ کی جائے کہ ان الفاظ کا ظاہری مطلب خطرناک ہے جس کی وجہ سے سخت حکم بھی لگ سکتا ہے، لہذا آئندہ کے لئے پوری احتیاط رکھے اور جو الفاظ زبان سے نکل گئے ان پر نادم ہو کر توبہ کر لے، اپنی غلطی کا اعتراف کر لے۔

”والذی تحررأنه لا یفتی بتکفیر مسلم أمکن حمل کلامه علی محمل حسن، أو کان فی کفره اختلاف ولورواية ضعيفة، فعلى هذا فأكثر ألفاظ التکفیر المذكورة لا یفتی بالتکفیر بها، ولقد أزرمت نفسي أن لأفتی بشئ منها. اه.“ البحر الرائق: ۵/۱۲۵ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حرره العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۱/۹۳ھ۔

نماز قضاء ہونے پر یہ کہنا کہ ”نماز تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بھی قضاء ہوئی ہے“
سوال [۶۱۷]: ایک مولوی صاحب کی فجر کی نماز قضاء ہوگئی، جب لوگوں نے ان سے کہا کہ جب آپ نے نماز قضاء کر دی تو ہم جیسے لوگوں کا کیا حال ہوگا تو برجستہ انہوں نے فرمایا کہ ”نماز تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بھی قضاء ہوئی ہے“، جس سے لوگوں پر غلط اثر پڑا۔ ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

”اگر نبی اس زمانے میں ہوتا وہ بھی ٹیری کاٹ پہنتا“ کہنا
سوال: ۲..... انہیں مولوی صاحب سے ایک روز ایک شخص نے کہا کہ ٹیری کاٹ تم کیوں پہنتے ہو؟
تو فوراً جواب دیا کہ ”اگر نبی اس زمانے میں ہوتا تو وہ بھی ٹیری کاٹ پہنتا“۔ اس بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱..... ایک جہاد سے واپس تشریف لاتے ہوئے ایک مقام پر پورے انتظام کے باوجود فجر کی نماز قضاء

(۱) (کتاب السیر، باب احکام المرتدین: ۵/۲۱۰، رشیدیہ)

”وفی الفتاویٰ العالمکیریه، ”إذا کان فی المسئلة وجوه توجب الکفر ووجه واحد یمنع، فعلى

المفتی أن یمیل إلى ذالک الوجه.“ (کتاب السیر، قبیل الباب العاشر فی البغاة: ۲/۲۸۳، رشیدیہ)

(وکذا فی خلاصة الفتاویٰ، کتاب ألفاظ الکفر، الفصل الثانی، الجنس الأول فی المقدمة: ۳/

ہوگئی تھی (۱)، نیز ایک جہاد کی مشغولی میں نماز کی مہلت ہی نہیں ملی اس وقت نماز قضاء ہوئی، جس کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بے حد افسوس اور قلق ہوا حتیٰ کہ آپ نے بددعاء بھی فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ان دشمنوں کی قبروں کو آگ سے بھر دے، انہوں نے ہم کو نماز بھی نہیں پڑھنے دی (۲)۔

لیکن آج اگر کسی کی نماز قضاء ہو جائے تو اس کو چاہئے کہ اپنی اس نماز کی قضاء ہونے پر افسوس کرے، پشیمان ہو کر خدا سے معافی مانگے، نہ یہ کہ جسارت سے کہہ دے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بھی تو نماز قضاء ہوئی تھی، ایسا کہنے سے پورا اجتناب لازم ہے، ورنہ مطلب یہ ہوگا کہ جس قصور میں یہ شخص مبتلا ہے نعوذ باللہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی اس میں مبتلا ہوئے، یا یہ مطلب ہوگا کہ نماز کا قضاء کر دینا بھی سنت ہے۔ استغفر اللہ العظیم۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز قضاء ہو جانے میں بھی شرعی حکم اور تعلیمات ہیں (۳)۔

۲..... یہ جواب بھی اہل علم حضرات کے لائق نہیں، پست جواب ہے، بہت سے بہت یہ کہہ سکتے ہیں کہ شرعاً اس کی ممانعت نہیں (اگر واقعاً ممانعت نہ ہو)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۸/۹۴ھ۔

(۱) "عن عبد الله بن أبي قتادة عن أبيه رضى الله تعالى عنه قال: سِرنا مع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ليلة، فقال بعض القوم: لو عرست بنا يارسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم! قال: "أخاف أن تناموا عن الصلوة"، قال بلال: أنا وقظكم، فاضطجعوا، وأسند بلال ظهره إلى راحلته فغلبته عيناه، فنام، فاستيقظ النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وقد طلع حاجب الشمس، فقال: "يا بلال! أين ما قلت؟"..... فلما ارتفعت الشمس وابتضت، قام فصلى". (صحيح البخارى، كتاب مواقيت الصلوة، باب الأذان بعد ذهاب الوقت: ۸۳/۱، قديمي)

وقال ابن حجر: "كان ذلك في رجوعه من خيبر". (فتح البارى: ۸۵/۲، قيمى كتب خانہ)

(۲) "عن على رضى الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أنه قال يوم الخندق: "ملاء الله عليهم بيوتهم وقبورهم ناراً كما شغلونا عن الصلوة الوسطى حتى غابت الشمس". (صحيح البخارى، كتاب المغازى، باب غزوة الخندق: ۵۹۰/۲، قديمي.)

(۳) ذكر تلك الحکم الحافظ ابن حجر مفصلاً في فتح البارى شرح صحيح البخارى. (كتاب مواقيت الصلوة، باب الأذان بعد ذهاب الوقت: ۸۶/۲، قديمي)

مصلحتہ کذب کی نسبت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کرنا

سوال [۶۱۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمی عبد الواحد نے یہ کہا اپنے داماد سے کہ ”میں کانپور ضلع میں لڑکی کی شادی نہیں کروں گا“ پھر کچھ روز کے بعد مذکورہ ضلع میں مذکورہ لڑکی کی شادی کردی، لوگوں نے اس پر اعتراض کیا کہ آپ نے مسجد میں بیٹھ کر قسم کھائی تھی کہ مذکورہ ضلع میں لڑکی کی شادی نہیں کروں گا، پھر آپ نے کیوں کردی۔ تو اس پر مسمی عبد الواحد نے یہ جواب دیا کہ ”مصلحت کے وقت مسجد کو سر پر رکھ لینا اور جھوٹ بولنا جائز ہے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی مصلحت کے وقت جھوٹ بولتے تھے“۔ (نعوذ باللہ) لہذا شریعت کی رو سے جواب باصواب عنایت فرمایا جاوے کہ اس شخص کے لئے شریعت کا کیا حکم نافذ ہوتا ہے؟ عین نوازش ہوگی۔ (معرفت: حافظ قاری محمد ولی اللہ صاحب)

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صادق، امین تھے یعنی سچے اور امانت دار تھے، نزول وحی سے پہلے بھی کبھی آپ نے کوئی غلط بات زبان مبارک سے نہیں نکالی، اس کا اعتراف آپ کے سخت مخالف اور دشمن بھی کرتے تھے (۱)۔ اور نزول وحی کے بعد بھی کبھی آپ نے غلط بیانی سے کام نہیں لیا (۲) کسی مصلحت کی خاطر جھوٹ نہیں

(۱) ”عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: لمانزلت: ﴿وَأَنْذَرُ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ صعد النبي صلى الله تعالى عليه وسلم على الصفاء، فجعل ينادى: ”يابني فھر! يابني عدی! بَطُون قريش، حتى اجتمعوا، فجعل الرجل إذا لم يستطع أن يخرج، أرسل رسولاً لينظر ما هو، فجاء أبو لهب وقريش، فقال: ”أرايتكم لو أخبرتكم أن خيلاً بالوادي تريد أن تغير عليكم، أكنتم مصدقني“؟ قالوا: نعم، ماجر بنا عليك إلا صدقاً، قال: ”فإني نذير لكم بين يدي عذاب شديد“۔ (صحيح البخاري، تفسير سورة الشعراء، باب قوله تعالى: ﴿وَأَنْذَرُ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾: ۲/۷۰۲، قديمي)

(۲) روى الإمام البخاري رحمه الله تعالى، في حديث هرقل الطويل الذي وقع لأبي سفيان في حالة كفره بعد رسالته صلى الله تعالى عليه وسلم: ”قال: فهل كنتم تتهمونه بالكذب قبل أن يقول ما قال؟ قلت: لا..... وسألتك هل كنتم تتهمونه بالكذب قبل أن يقول ما قال؟ فذكرت أن لا، فقد أعرف أنه لم يكن ليذر الكذب على الناس ويكذب على الله“۔ (باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ۱/۴، قديمي)

بولاً، کبھی وعدہ خلافی نہیں کی، ان چیزوں سے آپ کی ذاتِ اقدس بالکل پاک تھی، شخصِ مذکور کو اپنے اس قول سے رجوع اور توبہ لازم ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

رام کرشن کو برا کہنا

سوال [۶۰۲]: رام کرشن کو برا کہنا یا برا سمجھنا چاہئے یا نہیں؟ اور ان کو برا سمجھنے والے اور برانہ سمجھنے

والے کا عند الشرع کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

قیامت کے دن ان کے متعلق سوال نہیں ہوگا، بلاوجہ کسی کو بھی برا کہنا برا ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۵/۹۶ھ۔

جو شخص قرآن و حدیث کو غلط بتلائے اس کا حکم

سوال [۶۲۱]: ہم لوگ تین آدمی مسجد بنانے کے لئے چندے کی اسکیم کر رہے تھے کہ ایک آدمی

شراب پی کر ہمارے پاس کھڑا ہو گیا، تھوڑی دیر تک بات ہوتی رہی، مگر نشے میں اس نے یہ بھی کہہ دیا کہ ”مسلمانوں کا یہ قرآن و حدیث سب غلط ہے، یہ ہندو مذہب کی توہین کرتے ہیں، اس پر ہمارے ہاں ہندو مسلم جھگڑے کی نوبت بہت آگے تک پہنچ چکی“۔ اب بتائیں کہ ہم لوگ اس کے ساتھ کیا سلوک کریں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

بات معمولی تھی، حسنِ تدبیر سے ختم کی جاسکتی تھی مگر بڑھ گئی، اب بہت نرمی و شفقت سے اس کے ساتھ

معاملہ کیا جائے، کسی عالم بزرگ کے پاس کسی تدبیر سے اس کو لے جا کر اس کو فہمائش کرائی جائے کہ تمہاری زبان

(۱) ”وفی غور المعانی : سئل عن من قال لزوجته : خلاف گو، فقالت المرأة : پیغمبران خلاف گفتند، قال : کلمہ

کفر است، توبہ کند و نکاح تازه کند“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب السیر، موجبات الکفر انواع : ومنہا ما يتعلق

بالانبياء : ۲/۲۶۶، رشیدیہ)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ (الأنعام: ۱۰۸)

سے بہت سخت لفظ نکل گئے ہیں (۱) ابھی توبہ کا وقت ہے توبہ کر لو، ورنہ انجام بہت سخت ہے، اس کے ساتھ سختی کا معاملہ کرنے کا نتیجہ بھی بظاہر بہت خراب ہے، اس لئے کہ دوسرے لوگ اس کے ساتھ فتنہ کرنے والے موجود ہیں، خدا جانے اس کا اثر کہاں تک پہنچے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۸/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

جو شخص قرآن و حدیث کو ناقابل عمل بتائے اس کا حکم

سوال [۶۲۲]: ایک مسلمان کے سامنے جب خدا اور رسول، قرآن و حدیث کا حوالہ دیا جاتا ہے تو وہ

کہتا ہے کہ ”آپ تو ان سب پرانی باتوں کو لاتے ہیں، یہ دور دوسرا ہے، اس دور کے لئے اس دور کے لحاظ سے باتیں لائیں“۔ ایسا مسلمان قانون خداوند اور احادیث کی روشنی میں کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر اس کا مقصد خدا نخواستہ یہ ہے کہ قرآن و حدیث اس دور میں کارآمد نہیں، ان کے اصول و احکام

قابل عمل نہیں رہے، ان سے زندگی کی اصلاح نہیں ہو سکتی تو ایسا شخص مسلمان نہیں۔ معاذ اللہ۔ کذافی

العالمگیری (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

(۱) ”إذا أنكر آية من القرآن أو تسخر بآية من القرآن، وفي الخزانة: أوعاب، كفر.“ (الفتاوى

العالمگیری، كتاب السير، موجبات الكفر أنواع: ومنها ما يتعلق بالقرآن: ۲/۲۶۶، رشیدیہ)

”والحاصل أنه إذا استخف بسنة أو حديث من أحاديثه صلى الله تعالى عليه وسلم، كفر.“ (البرزازیه علی هامش

الهنديہ، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً، الفصل الثاني، النوع الثالث في الأنبياء: ۶/۳۲۸، رشیدیہ)

(کذافی التاتارخانیہ، كتاب أحكام المرتدين، فصل في ما يتعلق بالقرآن: ۵/۳۹۰، إدارة القرآن)

وفی التاتارخانیہ متعلقاً بالحدیث المبارک: ”وإذا كان الفقيه يذکر شيئاً من العلم، أوبروی

حديثاً صحيحاً، فقال له الآ خر: این صحیح نیست، وردہ فهذا كفر.“ (كتاب أحكام المرتدين، فصل

في العلم والعلماء: ۵/۵۰۷)

(۲) ”ولو قال: قرأت القرآن كثيراً، فمافعت الجنایة عناء، يكفر.“ (الفتاوى العالمگیری، كتاب السير، =

حفظ قرآن کو مکروہ کہنا

سوال [۶۲۳]: انگریز کی بادشاہی میں اگر کوئی کہہ دے کہ ”قرآن کا حفظ یاد کرنا مکروہ ہے“ شریعت کا اس کے لئے کیا حکم ہے؟

المستفتی: مولوی اطہر جان، ضلع کوہاٹ۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جو مقدار نماز میں فرض ہے اس کا یاد کرنا فرض عین ہے اور تمام کا یاد کرنا فرض کفایہ اور سنت عین ہے، لہذا جو شخص مکروہ کہتا ہے وہ جہالت اور حماقت بلکہ ضلالت میں مبتلا ہے (۱)۔ اس کو مسئلہ صحیح طور سے سمجھا دیا جائے۔

”وفرض القرآنة آية على المذهب، وحفظها فرض عين، وحفظ جميع القرآن فرض كفاية وسنة عين اه“۔ درمختار: ۱/۵۶ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/۳/۶۰ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/ربیع الثانی/۶۰ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۲۷/ربیع الثانی/۶۰ھ۔

= موجبات الكفر أنواع : ومنها ما يتعلق بالقرآن : ۲/۲۶۷، رشیدیہ

(و كذا في خلاصة الفتاوى، كتاب ألفاظ الكفر، الفصل الثاني، الجنس التاسع في القرآن :

۳/۳۸۹، رشیدیہ)

(۱) اس قسم کے الفاظ پر فقہاء نے تکفیر کی ہے:

وفي التاتر خانيه: ”وإذا كان الفقيه يد كرشياً من العلم أويروي حديثاً صحيحاً، فقال له الآخر:

..... این سخن بچه کار آید، درم باند که امروز حشمت درم راست، علم کرا بکار آید، فهذا كفر“۔ (کتاب احکام المرتدین،

فصل في العلم والعلماء، : ۵/۵۰۷، إدارة القرآن)

(كذا في المحيط البرهاني: كتاب السير، فصل في أحكام المرتدین، نوع في العلم والعلماء : ۵/۵۶۹،

المكتبة الغفارية، كوئٹہ)۔

(۲) (الدر المختار، باب صفة الصلوة، فصل في القراءة، : ۱/۵۳۸، سعید)

”آنتیں ﴿قل هو الله﴾ پڑھتی ہیں“ کہنا

سوال [۶۲۴]: اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگ بھوک کی حالت میں کہہ دیتے ہیں کہ ”آنتیں قل

هو الله“ پڑھ رہی ہیں، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

﴿کلاسوف تعلمون﴾ کا مطلب

سوال [۶۲۵]: ۲..... داڑھی منڈانے والے داڑھی منڈانے کی تائید میں: ﴿کلاسوف

تعلمون﴾ پیش کرتے ہیں، کیا یہ کفر ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

..... خالی پیٹ آنتوں کی آواز ”قل قل“ ہوتی ہے، اس کو تعبیر کرتے ہیں کہ ”آنتیں قل هو الله“ پڑھ

رہی ہیں (۱)۔

۲..... داڑھی منڈانے والے کی تائید میں اس کو پڑھنا اور مطلب یہ لینا کہ کلا صاف کرو، یہ تحریف

اور کفر ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۴/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۴/۸۷ھ۔

مسجد کے متعلق سخت جملہ کہنا

سوال [۶۲۶]: زید نے بکر سے کہا کہ آپ مسجد بنانے کا چندہ نہیں جمع کرتے، صرف بک بک

کرتے ہیں، اس پر بکر نے غصہ میں آ کر کہا کہ ”مسجد کو جہنم میں جانے دو، ہم چندہ نہیں جمع کریں گے اور نہ اس

(۱) عام محاورات میں ایسے الفاظ کسی کام کی شدت اور زیادتی کو بیان کرنے کے لئے کہے جاتے ہیں، ان الفاظ سے کسی شرعی حکم

یا شعار دین کی تحقیر، توہین یا استہزاء و استخفاف مقصود نہیں ہوا کرتی کہ موجب کفر ہو۔

(۲) ”قال: ومن ادعى إلى جماعة، فقال: أصلى موحداً: أى منفرداً، فإن الله تعالى قال: إن الصلوة تنهى، كفر، یعنی

استدل بقوله تعالى: ”تنهى“ أنه بمعنى ”تنبأ“ بلغة العجم، وقد قال عليه الصلوة والسلام: ”من فسر القرآن برأيه فقد

كفر“ مع أنه بدل وحرف وغير“. (شرح الفقه الأكبر للقاری، فصل فی القراءة والصلوة، ص: ۱۶۸، قدیمی)

(و كذا فی التاتارخانیة، كتاب أحكام المرتدین، فصل فیما يتعلق بالقرآن الكریم: ۴۹۲/۵، إدارة القرآن)

میں مدد کریں گے۔“ بکر پر شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

بکر نے بہت سخت جملہ کہا (۱)، اس کو توبہ واستغفار وندامت ضروری ہے، تجدید ایمان بھی کرے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

”اگر فلاں کام کروں تو امت سے خارج“ کہنا

سوال [۶۲۷]: زید اور بکر چچا زاد بھائی ہیں اور دونوں کو حقیقی بہنیں منسوب ہیں اور زید عمر میں بکر سے بڑا ہے، زید نے گا ہے بگا ہے کچھ معاملات میں بکر کی بے عزتی بھی کی ہے، لیکن اس کے باوجود بکر نے کوشش کی کہ دونوں میں میل ملاپ باقی رہنا چاہئے، تو زید کی عورت نے کہا کہ تم دونوں میں میل ملاپ کس طرح رہ سکتا ہے اس کی کوئی صورت ہے؟ تو زید نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا، اس پر بکر نے جواب دیا کہ میل ملاپ کی یہ صورت ہے کہ اگر ہم تمہاری طرف سے کوئی اپنے خلاف بات سنیں تو ہم تم سے تصدیق کریں گے کہ کیا تم نے ایسی بات کہی ہے؟ اور اگر تم ہماری طرف سے کوئی اپنے خلاف بات سنو تو اس کی تصدیق کر لو۔ اگر ہماری طرف سے بات سچ ثابت ہو جائے تو تم ہمارے پچاس جوتے مار سکتے ہو، ”اگر ہم اس پر ذرا بھی اُف کریں اور تم سے خلاف ہو جائیں تو ہم قسم کھاتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت میں نہیں ہیں۔“

ان مشروط باتوں کا اس وقت زید نے کوئی جواب نہیں دیا، یہ باتیں دو پہر کو ہوئیں اور رات کو نوبہ کے

(۱) اس قسم کے جملے سے کم درجے کے کلمات کہنے والے کے لئے بھی فقہاء کرام نے تعزیر دینے کی سزا تجویز کی ہے، لہذا اس طرح کے سخت جملے کی سزا اور نتیجہ اور بھی سخت ہو سکتا ہے: قال فی التاتارخانیة: ”وسئل عن رجل قیل له: مرايک درم ده، بعمارت مسجد حاضر شوی بہ نماز، فقال الرجل: من نہ مسجد آیم دنہ درہم دہم، مرا با مسجد چہ کار؟ وهو مصر علی ذلک، فقال: لایکفر، ولكن يعزر.“ (کتاب احکام المرتدین، فصل فی المتفرقات: ۵/۵۲۹، ادارة القرآن) (وکذا فی المحيط البرہانی، کتاب السیر، فصل فی مسائل المرتدین، فصل فی المتفرقات: ۵/۵۸۱، الفغاریہ) (۲) ”ماکان فی کونہ کفراً اختلاف، فإن قائلہ يؤمر بتجدید النکاح والتوبة، والرجوع عن ذالک بطریق الاحتیاط.“ (الفتاویٰ العالمکیریة: کتاب السیر، قبیل الباب العاشر فی البغاة: ۲/۲۸۳، رشیدیہ).

قریب زید نے یہ جواب دیا کہ ہم کو مذکورہ مشروط باتیں تسلیم ہیں۔ اس کے کچھ دن بعد ایک صاحب کے یہاں شادی تھی اس کا زید سے کچھ تنازع چل رہا تھا اور بکر سے میل ملاپ تھا، اس نے بکر کو شرکتِ شادی کی دعوت دی تو اس میں شرکت کے لئے بکر نے زید سے پوچھا کہ اب ہم کو کیا کرنا چاہئے، جس کا تم سے تنازع تھا اس نے ہم کو شرکتِ شادی کی دعوت دی ہے، تو زید نے کہا کہ فلاں بھی چلا گیا ہے اور اس کے لئے میں کیا بتاؤں، تمہارا جی چاہے جاؤ تمہارا جی چاہے نہ جاؤ، میں کچھ نہیں جانتا، اس کے بعد بکر نے شادی میں شرکت کی۔

اب زید کہتا ہے کہ بکر نے قسم مذکورہ کھائی تھی کہ ہم زید کے خلاف نہیں جائیں گے اور اس نے شادی میں شرکت کر کے خلاف ورزی کی، لہذا وہ قسم کا حانث ہوگا، اس لئے وہ کافر ہو گیا اور اس کا نکاح ختم ہو گیا، اب بکر کو لازم ہے کہ بعد تجدیدِ ایمان اپنا نکاح دوبارہ کر لے۔ کیا مذکورہ باتوں پر بکر دائرہ کفر میں داخل ہو گیا یا زید محض بے عزتی کر رہا ہے؟ اگر ایسی بے عزتی کر رہا ہے تو زید کے لئے از روئے شرع کیا سزا ہے؟

المستفتی حافظ شکیل احمد محلہ بڑا پورہ قصبہ زید پور۔ بارہ بنکی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

بکر نے شادی میں شرکت زید کے خلاف ہو کر نہیں کی، لہذا زید اور بکر کی منقولہ گفتگو کے ماتحت بکر پر کفارہ قسم لازم نہیں ہو اور نہ وہ دائرہ ایمان سے خارج ہوا، نہ تجدیدِ ایمان لازم ہے نہ تجدیدِ نکاح ضروری ہے (۱)۔ آئندہ امت سے خارج ہونے اور اس قسم کے دیگر کلمات سے پرہیز کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۵/۸۸ھ۔

(۱) "وإذا قال: هو يهودي أو نصراني أو مجوسي أو بریء من الإسلام وما أشبه ذلك، إن فعل كذا، على أمرٍ في المستقبل، فهو يمين عندنا، والمسئلة معروفة، فإن أتى بالشرط وعنده أنه يكفر، كفر. وإن كان عنده أنه لا يكفر متى أتى بالشرط، لا يكفر متى أتى به". (شرح الفقه الأكبر للقاری، فصل في الكفر صريحاً وكنياً، ص: ۱۹۱، قدیمی)

(و كذا في فتاوى قاضى خان على هامش الفتاوى العالمكبرى، كتاب السير، باب ما يكون كفراً من المسلم وما لا يكون: ۵۷۳/۳، رشيدية)

(والتاتارخانية: كتاب أحكام المرتدين، فصل في المتفرقات من فصل فيما يقال في ذات الله تعالى وصفاته: ۴۷۵/۵، إدارة القرآن)

”اگر میں نے فلاں کام کیا تو مرتے وقت کلمہ نصیب نہ ہو“ کہنا

سوال [۶۲۸]: زید ایک مسجد میں امامت کرتا ہے وہ حافظ قرآن بھی ہے، لیکن اس کی عادت یہ ہے کہ جب وہ کوئی غلط کام کر لے اور لوگ اس سے اس کی وجہ پوچھتے ہیں تو فوراً کہتا ہے کہ ”حاشا وکلا“، مجھے مرتے وقت کلمہ نصیب نہ ہوا اگر میں نے ایسا کیا ہو۔ کیا ان الفاظ کے استعمال کرنے سے ایمان باقی رہتا ہے یا نہیں؟ ان الفاظ کے بارے میں ایک صاحب نے کہا کہ یہ شرک ہے، نیز ہم لوگ ان کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہیں؟
الجواب حامداً ومصلياً:

ایسا کہنا تو شرک نہیں ہے، نہ ایسا کہنے سے آدمی مشرک ہوتا ہے، لیکن بات بات پر ایسا کہنا نہایت مذموم و قبیح فعل ہے، لوگ بھی ایسے آدمی کو جھوٹا سمجھتے ہیں، اگر خدا نخواستہ وہ بات غلط ہو تو یہ مرتے وقت اپنے حق میں کلمہ نصیب نہ ہونے کی بددعا ہے، اگر قبول ہو جائے تو خاتمہ کتنا خطرناک ہے۔ امام صاحب کی خدمت میں درخواست کی جائے کہ ایسا نہ کیا کریں، بغیر اس کے بھی ان کی بات کا یقین کر لیا جائے گا، لیکن اگر ثابت ہو گیا کہ ان کی بات غلط ہے تو لوگوں کی نظر میں ان کی کیا عزت رہے گی، پھر کس طرح لوگ ان کو امام بنانے کے لئے راضی ہوں گے؟ اور واقعاً بھی مسئلہ کی رو سے جھوٹ بولنے والا اور اپنی جھوٹی بات پر ایسی قسمیں کھانے والا امامت کا اہل نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۶/۸۹ھ۔

یہ دعویٰ کہ ”میں جب چاہوں بارش کرادوں“

سوال [۶۲۹]: ایک شخص نہایت زیادہ عبادت کرنے والا ہے اور وہ بارش کے بارے میں خدائی دعویٰ کرتا ہے یعنی وہ کہتا ہے کہ ”میں جب چاہوں بارش کرادوں اور جب چاہوں بند کرادوں“ اس شخص کے بارے میں علماء کیا خیال کرتے ہیں اور نماز اس شخص کے پیچھے کیسی ہے، جائز ہے یا ناجائز؟ فقط محمد عاشق۔

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ تو خدائی کا دعویٰ نہیں اگر وہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ ”میں جب چاہوں بارش کرادوں اور جب چاہوں بند کرادوں، اس میں فقط میرا حکم چلتا ہے، خدا کا حکم نہیں چلتا“ تو البتہ خدا کی خدائی کا اس خاص معاملے میں

انکار ہوتا اور اپنی طرف خدا کے اس فعل کی نسبت ہوتی (۱)۔

صورتِ مسئلہ میں تو وہ یہ کہتا ہے کہ ”میں جب چاہوں بارش کرادوں اور جب چاہوں بند کرادوں“ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے میرا تعلق ہے کہ وہ میری دعاء قبول فرما لیتے ہیں، لہذا ایسے شخص کی تکفیر نہیں کی جاسکتی ہے (۲)، اگرچہ اس کو ایسا دعویٰ کرنا بھی ہرگز زیبا نہیں: لقولہ علیہ الصلاة والسلام: ”ومن يتألى على الله، يكذب“ (۳)، اس کو مناسب طریقہ سے سمجھا دینا چاہیے۔ یہ تو الفاظ مذکورہ کہنے کا حکم ہے، اگر اس کے علاوہ کچھ اور لفظ کہتا ہو تو اس کو علیحدہ دریافت کر لیا جائے اور یہ کلمہ لوگوں کو نفرت دلانے والا ضرور ہے جس میں تقلیلِ جماعت کا اندیشہ ہے، لہذا اگر اس سے بہتر امامت کا اہل مل جائے تو اس کو امام بنا لیا جائے، ورنہ پھر یہی سہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/۲/۵۳ھ۔

صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ۔

(۱) اللہ تعالیٰ کی صفاتِ خاصہ کی نسبت غیر اللہ کی طرف کرنا اور ان کو حقیقتاً غیر اللہ کے لئے ثابت کرنا شرک فی الصفات ہے، فقہاء نے اس قسم کے مرتکب کی تکفیر کی ہے:

قال فی الفتاوی العالمگیریة: ”رجل قال لمن ینازعه: أفعل کل یوم عشرة أمثالک من الطین، أولم یقل من الطین، فإن عنی به من حیث الخلق، یکفر، وإن عنی به ضعفه، لایکفر. وقعت فی زماننا من هذا الجنس واقعة: أن رستاقياً قال: قد خلقت هذه الشجرة، فاتفق أجوبة المفتیین أنه لایکفر؛ لأنه یراد بالخلق فی هذا المقام عادة الغرس، حتی لو عنی حقيقة الخلق، یکفر“۔ (کتاب السیر، موجبات الکفر أنواع، ومنها ما يتعلق بتلقین الکفر والأمر بالارتداد: ۲/۲۸۰، مکتبہ رشیدیہ)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب السیر، باب أحكام المرتدین: ۵/۲۰۹، رشیدیہ)

(وکذا فی المحيط البرهانی، کتاب السیر، فصل فی أحكام المرتدین، نوع آخر فی المنقرقات: ۵/۵۸۰، غفاریہ)

(۲) ”الکفر شیء عظیم، فلا جعل المؤمن کافراً، متى وجدت رواية أنه لایکفر..... وفي الخلاصة وغيرها:

إذا کان فی المسئلة وجوه توجب التكفير، ووجه واحد یمنع التكفير، فعلى المفتی أن یمیل إلى الوجه الذى

یمنع التكفير تحسیناً للظن بالمسلم“۔ (البحر الرائق، کتاب السیر، باب أحكام المرتدین: ۵/۲۱۰، رشیدیہ)

(۳) (دلائل النبوة للبيهقي، باب ذکر التاريخ غزوة تبوک، باب ما روى فی خطبته صلى الله تعالى عليه

وسلم بتبوك: ۵/۲۴۲، دارالکتب العلمیة بیروت)

”شریعت کا برادری کے معاملات سے کوئی تعلق نہیں“ کہنے والوں کا حکم

سوال [۶۳۰]: یہ کہ جو لوگ علانیہ یہ کہتے ہیں کہ ”شریعت کا برادری کے معاملات سے کوئی تعلق نہیں ہے“ یا کچھ لوگوں کا یہ کہنا کہ ”ہم اس معاملے میں دین کو نہیں مانتے“ ایسے لوگوں کے لئے کیا حکم ہے؟ برائے کرم بحوالہ کتب جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

ایسا کہنا نہایت خطرناک ہے، اس سے ایمان اور نکاح کا سلامت رہنا دشوار ہے، فوراً اس سے توبہ کریں اور احتیاطاً تجدید ایمان اور تجدید نکاح بھی کر لیں، آئندہ کبھی ایسا لفظ نہ کہیں۔

”إذا قال الرجل لغيره: حكم الشرع في هذه الحادثة كذا، فقال ذلك الغير: من برسم

كارمي كنم نه بشرع، يكفر عند بعض المشايخ“. عالمگیری: ۸۹۱/۲ (۱)۔

”ما كان في كونه كفراً اختلافاً، فإن قائله يؤمر بتجديد النكاح والتوبة، والرجوع عن

ذلك بطريق الاحتياط الخ“. عالمگیری: ۸۹۹/۲ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفر له، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۵/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۵/۹۱ھ۔

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب السیر، موجبات الکفر أنواع: ومنها ما يتعلق بالعلم والعلماء: ۲/۲۷۳، رشیدیہ)

(و کذا فی البزازیہ علی هامش الہندیہ، کتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو کفراً، النوع الثامن فی الاستخفاف

بالعلم: ۳۳۸/۶، رشیدیہ)

(کذا فی المحيط البرہانی، کتاب السیر، فصل فی مسائل المرتدین، نوع فی العلم والعلماء: ۵/۵۷۰،

المکتبۃ الغفاریہ، کوئٹہ)

(۲) (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب السیر، قبیل الباب العاشر فی البغاة: ۲/۲۸۳، رشیدیہ)

(و کذا فی البزازیہ، کتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو کفراً، النوع الأول فی المقدمة: ۶/۳۲۲، رشیدیہ)

(کذا فی التاتاریخانیہ، کتاب أحكام المرتدین، فصل فی إجراء الکفر: ۵/۴۶۱، إدارة القرآن والعلوم

الإسلامیہ، کراچی)

استنحی کے لئے کلوخ لینا اور اس کو سینما فلم کہنا

سوال [۶۳۱]: اس طرح ایک شخص نے کہا کہ مثال کے طور پر کلوخ لینا حدیث کا حکم ہے، لیکن آدھا من، ایک من کا ڈھیلا مت لو، اس کو مقدار سے زیادہ مت لیجئے۔ عالم صاحب نے اس طرح بولا تھا، عرض یہ ہے کہ قرآن و حدیث کی طرف مائل کرنے کے لئے بولا، سامعین میں سے ایک سامع بولا کہ ”سینما ہے کہ فلم ہے“۔ علماء کرام کو سینما فلم کہہ کر بولا۔ ایسے شخص کے لئے کیا فتویٰ ہے؟ فقط

الجواب حامداً ومصلياً:

کلوخ کا مسئلہ اس طرح بیان کرنا درست ہے اور سینما فلم کہنا غلط ہے، اس سے پرہیز کرنا چاہئے، کہنے والے نے قرآن و حدیث کو سینما فلم نہیں کہا بلکہ کلوخ کے مسئلہ کا جو عنوان اختیار کیا گیا ہے اس کو کہا ہے، اس لئے اس کہنے والے پر کوئی ایسا سخت حکم نہیں ہوگا جو قرآن و حدیث کی توہین کرنے والے پر ہوتا ہے (۱)، البتہ اس کو ایسا کہنے سے بھی منع کیا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۹/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۹/۹۰ھ۔

یہ کہنا کہ ”ہم نہیں جانتے مسئلہ کیا ہے“؟

سوال [۶۳۲]: زید کے لڑکے کی بارات گئی عمر کے یہاں، جیسا کہ رواج ہے زیورات کپڑے لڑکی کے دکھانے کا، جب دکھانے کا وقت آیا تو ایک حافظ صاحب نے منع کیا کہ یہ شریعت کے خلاف ہے، اس کے بعد ایک شخص نے یوں کہا کہ ”ارے! ہم نہیں جانتے کہ مسئلہ کیا ہے، ہمیں تو کپڑا دکھاؤ“ اس پر کچھ لوگوں کو شبہ ہوا کہ مسئلہ کا انکار کرنے سے خارج از اسلام ہو جاتا ہے، لہذا اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ایسا جملہ کہنا بہت سخت بات ہے، اگر خدا نخواستہ یہ مطلب ہوا کہ ہم شرعی احکام پر ایمان و یقین نہیں

(۱) قرآن کریم و حدیث مبارکہ کی توہین کرنے والے پر فقہاء کرام نے کفر کا حکم عائد کیا ہے:

”ویکفر إذا أنکر آية من القرآن أو سخر بآية منه“۔ (البحر الرائق، کتاب السیر، باب احکام

رکھتے تو ایمان کا سلامت رہنا دشوار ہے (۱)، اگر یہ مطلب نہ ہو تب بھی بڑی جہالت ہے، بہر حال ایسی بات کہنے والے کو توبہ استغفار لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۲/۹۴ھ۔

بت خانہ کی قسم کھانا

سوال [۶۳۳]: زید اور عمر میں کسی بات پر جھگڑا ہو گیا، جس کے فیصلے کے لئے دو چار ہندو بھائی اور کچھ مسلمان بھائی کسی مزار سے کچھ فاصلے پر بیٹھے، جب زید سے زبان بندی لی گئی تو زید کو جو کچھ کہنا تھا کہا اور عمر سے زبان بندی لی گئی تو اس نے اس بت خانے پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ ”میں جو کچھ کہتا ہوں بالکل ٹھیک ہے اس بت خانہ کی قسم“۔ التجا یہ ہے کہ عمر نے ایک مسلمان ہوتے ہوئے ایسی جو قسم کھائی ہے اس سے اس کے اسلام ایمان میں کوئی نقصان تو نہیں ہوا؟ یا ہوا تو کیا کرنا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ضرورت پیش آنے پر اگر قسم کھائی جائے تو اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کی قسم کھائی جائے، کسی غیر اللہ کی قسم کھانا اور وہ بھی بت خانہ کی قسم کھانا ہرگز جائز نہیں، سخت گناہ ہے، مذکورہ صورت میں زیادہ خطرہ ہے (۲) اس

(۱) ”إذا قال لخصمه: من باتوب بحكم خدا اكار ميكنم، فقال خصمه: من حكم خدا ندانم، أو قال:

اینجا حکم نرود..... فهذا كله كفر“۔ (الفتاویٰ العالمگیریة، کتاب السیر، موجبات الکفر انواع:

ومنہا ما يتعلق بذات الله تعالى وصفاته: ۲/۲۵۸، رشیدیہ)

(و کذا فی البزازیہ علی هامش الہندیہ، کتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو کفراً، النوع الحادی عشر فیما یكون

خطاً: ۶/۳۳۵، رشیدیہ)

(والتاتارخانیة، کتاب أحكام المرتدین، فصل فی المتفرقات من فصل فیما يتعلق بذات الله تعالى:

۵/۴۶۷، ادارة القرآن)

(۲) ”وعن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنہما قال: سمعت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم یقول: ”من حلف

بغير الله، فقد أشرك“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب العقیق، باب الأیمان والنذور، الفصل الثانی، ص: ۲۹۶، قدیمی)

قال الملا علی القاری تحت هذا الحدیث: ”وأما الحلف بحياة شريف، ومثله بحياة رأسك، وحياة

رأس السلطان، فذلك إن اعتقد أن البرّ واجب، یکفر، وفي تمة الفتاوی: قال علی الرازی: أخاف علی من قال: =

لئے تجدید ایمان و تجدید نکاح کرادیا جائے (۱)، ندامت کے ساتھ توبہ کر کے آئندہ پوری احتیاط و اجتناب کا وعدہ کرنا چاہئے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱۲/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱۲/۹۲ھ۔

نو مسلم کو طعنہ دینا

سوال [۶۳۴]: ایک شخص اپنا مذہب چھوڑ کر جو اسلام کے اندر داخل ہو اس کا کیا درجہ ہے؟ اور وہ نو مسلم حافظ عبد اللہ مرحوم کے وقت سہارنپور سے تعلیم اسلام حاصل کی ہے، جو شخص اس شخص پر طعنہ زنی کرتا ہے اور وہی اعتراض اس پر کرتا ہے اور یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ ”تیرے پیچھے نماز نہیں ہوتی“ اور یہ بھی لفظ کہا جاتا ہے کہ ”تُو چمار ہے اور کہیں چمار کے پیچھے بھی نماز ہوتی ہے“۔ یہ بھی زبان سے کہہ گزرے ہیں کہ ”اگر سور کو پاک کرنا چاہیں تو وہ پاک نہیں ہو سکتا، اس لئے تُو بھی پاک نہیں ہوا ہے“۔ اور اس کے علاوہ اور بھی چند جھوٹے الزام دیئے جاتے ہیں اور یہ شخص مع جو تینوں کے مسجد پر چڑھ جاتا ہے کہ مجھ کو میانجی منع کرے گا اور ہم اس کو مار پیٹ کر کے نکال دیں گے۔

اب عرض خدمت یہ ہے کہ بمطابق قرآن اور حدیث کے اس کا فیصلہ کیا جاوے۔

فقط والسلام محمد اسماعیل نمبر دار بیگوان پور ضلع انبالہ۔

= و حیاتی و حیاتک أنه یکفر“۔ (مرقاۃ المفاتیح، باب الأیمان والنذور من کتاب العتق، الفصل الثانی:

۵۹۳/۶، مکتبہ حقانیہ پشاور)

(و کذافی البزازیہ علی هامش الہندیۃ، کتاب ألفاظ تکون إسلاماً أو کفراً، الفصل الثانی، النوع الثانی

فیما يتعلق باللہ تعالیٰ: ۳۲۷/۶، رشیدیہ)

(و کذافی التاتاریخانیۃ، کتاب أحكام المرتدین: ۴۷۷/۵، إدارة القرآن)

(۱) ”ماکان فی کونہ کفراً اختلافاً، فإن قائلہ یؤمر بتجدید النکاح و بالتوبۃ، والرجوع عن ذلک

بطریق الاحتیاط..... وإن کانت نیتہ الوجه الذی یوجب التکفیر، لاتنفعہ فتویٰ المفتی، ویؤمر بالتوبۃ

والرجوع عن ذلک، و بتجدید النکاح بینہ و بین امراتہ.“ (الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب السیر، قبیل

الباب العاشر فی البغاة: ۲۸۳/۲، رشیدیہ)

الجواب حامداً ومصلحاً:

جو شخص نو مسلم کو طعن دیتا ہے وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے، اس کو اس نو مسلم سے معافی مانگنی چاہئے اور توبہ کرنا واجب ہے، اگر توبہ نہیں کرے گا اور معافی نہیں چاہے گا تو قیامت کو سخت عذاب میں گرفتار ہوگا۔

پہلے گناہ شرک وغیرہ سب چیزیں معاف ہو جاتی ہیں (۱)، مسلم کو سور سے تشبیہ دینا حرام ہے۔ جب اس نے نماز سیکھی اور قرآن شریف سیکھ لیا تو اس کے پیچھے نماز جائز ہوگئی، مسجد کے اوپر جوتے لیکر چڑھنا منع ہے، ایسے شخص کو نرمی سے اولاً سمجھایا جائے اگر مان جائے اور اپنی حرکتوں سے باز آ جائے تو خیر ورنہ اس سے تعلق قطع کر دیا جائے تاکہ وہ تنگ آ کر توبہ کر لے اور نو مسلم کو ستانا چھوڑ دے بلکہ برادری کے ذریعہ سے اس پر زور ڈالا جاوے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۸/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۵/شعبان/۵۷ھ۔

حضرت پیران پیر کے ایک مصرعہ کا مطلب

سوال [۶۳۵]: قصیدہ غوثیہ شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا کلام مشہور ہے، اس میں ایک شعر کے معنی تقریباً یہ ہیں: ”کہ جو دنیا کے اوپر مہینے اور دن آتے ہیں وہ اول میرے پاس آتے ہیں اور اپنی برائی بھلائی سے مطلع کرتے ہیں“ اس کا کیا مطلب ہے، کیا قصیدہ واقعی حضرت کا کلام ہے؟ فقط۔ غوث محمد ادریس ازکا لکھا۔

(۱) ”وعن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: أتیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقلت: ابسط یمینک فلا یتبعک، فبسط یمینہ فقبضت یدی، فقال: ”مالک یا عمرو“؟ قلت: أردت أن أشرط، قال: ”تشرط ماذا“؟ قلت: أن یغفر لی، قال: ”أما علمت یا عمرو أن الإسلام یهدم ما کان قبلہ، وأن الحجرۃ تہدم ما کان قبلہا“۔ الحدیث. رواہ مسلم]]. (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الإیمان، الفصل الأول، ص: ۱۳، قدیمی)

قال الملا علی القاری تحتہ: ”وقال بعض علمائنا: یمحو الإسلام ما کان قبلہ من کفر وعصیان، وما یترتب علیہما من العقوبات التي هی حقوق اللہ تعالیٰ“۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الإیمان، الفصل الأول: ۱/۱۹۰، مکتبہ رشیدیہ)

الجواب حامداً ومصلياً:

قصیدہ غوثیہ میں یہ شعر ضرور موجود ہے، اگر اس قصیدہ کا انتساب شیخ کی طرف صحیح ہو تو بظاہر اس کا مطلب یہ ہے کہ اس میں شیخ اپنے کشف کو بیان فرما رہے ہیں کہ جس زمانہ میں خیر اور برکت ہے اللہ تعالیٰ اس کا علم مجھے کرا دیتے ہیں اور جس زمانے میں شر اور فساد ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ بتا دیتے ہیں، یعنی جب لوگ اعمالِ صالحہ کرتے ہیں تو اس کا علم بھی ہوتا ہے کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور جب لوگ معصیت زیادہ کرتے ہیں تو اس کا بھی علم ہو جاتا ہے، کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کا غصہ ہوتا ہے اور یہ دونوں چیزیں بسا اوقات بزرگوں کو منکشف ہو جاتی ہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۷/۱۰/۵۷ھ۔
الجوب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

مرثیہ شیخ الہند کے ایک شعر کا مفہوم

سوال [۶۳۶]: بانی اسلام رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، مولانا اشرف علی تھانوی کے استاذ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ کی وفات پر ایک مرثیہ لکھا تھا جو ”مرثیہ رشید احمد گنگوہی“ کے نام سے مشہور ہے، اس کے ایک شعر میں موصوف نے اعتراف کیا ہے کہ بانی اسلام رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، وہ شعر یہ ہے۔

(۱) ”وکرامات الأولياء حق وکرامته ظهور أمر خارق للعادة من قبله غير مقارن لدعوى والدليل على حقيقة الكرامة ما تواتر من كثير من الصحابة ومن بعدهم بحيث لا يمكن إنكاره، فتظهر الكرامة على طريق نقض العادة للولي من قطع المسافة البعيدة في المدة القليلة كإتيان صاحب سليمان عليه السلام بعرش بلقيس ومثل رؤية عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وهو على المنبر في المدينة جيشه حتى قال لأمير جيشه: ”ياسارية! الجبل الجبل“، تحذيراً له من وراء الجبل لمكر العدو هناك. وسماع سارية كلامه مع بُعد المسافة الخ“. (شرح العقائد، ص: ۱۰۵، ۱۰۶، المطبع اليوسفي لکنوء (و کذا فی شرح الفقه الأكبر للقاری، ص: ۷۹، قدیمی)

زباں پر اہل ہوا کی ہے کیوں اعل ہبل

شائد اٹھا عالم سے کوئی بانی اسلام کا ثانی

شعر کا مفہوم یہ ہے کہ ”رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات پر مشرکین عرب اپنے سب سے بڑے بت ہبل کو مخاطب کر کے ”اعل ہبل“ کا نعرہ لگاتے تھے، یعنی اے ہبل! اب تو سر بلند ہو جا۔ ٹھیک کوئی اسی طرح کا نعرہ مولانا گنگوہی کی وفات پر اہل باطل نے بھی لگایا تھا، اس سے پتہ چلتا ہے کہ بانی اسلام کا ثانی دنیا سے اٹھ گیا ہے۔“ اس شعر میں بانی اسلام سے خدا کی ذات مراد نہیں لی جاسکتی، کیونکہ خدا کی ذات حق و قیوم ہے، اس کے متعلق وفات پانے کا کوئی تصور نہیں کیا جاسکتا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اشعار میں بسا اوقات استعارات ہوتے ہیں، مجاز کا بھی استعمال بکثرت ہوتا ہے۔ جو شخص ہر شعر کو حقیقی معنی پر ہی حمل کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ فن شعر سے نا آشنا ہے۔ ایک بادشاہ نے ایک قلعہ بنانے کا حکم دیا اپنے مخصوص معتمد کو اس کی تعمیر کا ذمہ دار بنایا، جس نے بادشاہ کی پوری ہدایت کے مطابق قلعہ تعمیر کرادیا، جو کچھ مصارف ہوئے وہ خزانہ شاہی سے اس کو ملے، تکمیل پر بہت کچھ اعزاز بھی عطا ہوا، اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ فلاں قلعہ فلاں بادشاہ نے تعمیر کیا تو یہ بھی صحیح ہے اس لئے کہ بادشاہ ہی کے حکم سے اور اس کی ہی ہدایت کے مطابق اس کے ہی مصارف سے تعمیر ہوا ہے، اصالتاً وہی بانی ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ بادشاہ کے فلاں معتمد نے یہ قلعہ تعمیر ہی کیا ہے تو ایک معنی کے اعتبار سے اس کی بھی گنجائش ہے، کیونکہ اس کے انتظام اور جدوجہد سے اس کی تعمیر ہوئی ہے، اس حیثیت سے وہ بھی بانی ہے۔ اگر کوئی شخص یہ مراد لے کہ اسلام کی بنیاد محض اپنے ذہن سے بغیر وحی الہی اور بغیر حکم خداوندی کے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود رکھی ہے تو یہ غلط ہے، اس معنی کے اعتبار سے بانی اسلام کہنا درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاء العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۳/۱۳۹۹ھ۔

مثنوی کے چند اشعار

سوال [۶۳۷]: براہ لطف و کرم جواب باصواب سے مطلع فرمایا جائے یہ کہ مثنوی معنوی میں جو یہ

اشعار لکھے ہیں، اس کا صحیح مطلب کیا ہے؟

چونکہ بے رنگے اسیر رنگ شد موسیٰ با فرعون اسیر جنگ شد
چوں بہ بے رنگی رسی توداشتن موسیٰ و فرعون کر نداشتن
تابہ بحر نور خود راجع شدیم از رہائی اصل مترصع شدیم

قرآن عظیم میں ﴿وَنفَخَ فِيهِ مِنْ رُوْحِهِ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ﴾ (۱) کا لفظ موجود ہے، حدیث پاک میں صراحتاً یہ عبارت موجود ہے کہ ”جب بندہ زنا کا مرتکب ہوتا ہے تو روح اس کے جسم سے نکل کر اس کے سر پر سایہ کرتی ہے“ (۲) یعنی اس کے کبیرہ جرم سے بیزار ہو کر اس آلائش سے بری ہو جاتی ہے اور ہمیشہ معمولی جرم ہو یا کبیرہ، فاعل کو اس کے جرم سے متنہ کرتی رہتی ہے۔ ”گوشائین“ مصنفہ راما نین نے اشراسن جو انبیاسی سے روح کی تاویل کی ہے۔ مولانا نے

خاک شد صورت ولے معنی نہ شد ہر کہ گوید شہ تو گولیش نے نہ شد

مطلب یہ کہ ان باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ روح مرنے کے بعد عالم ارواح میں جہاں سے واپس آتی ہے وہیں واپس چلی جاتی ہے۔ ﴿وَنفَخَ فِيهِ مِنْ رُوْحِهِ﴾ کا ترجمہ مترجم نے یہ کیا ہے ”ڈال دیا اس میں جان اپنی جان سے“ یعنی اللہ برتر نے اس میں جان اپنی جان سے ڈال دی۔ سوال یہ ہے کہ جب روح خدا کا امر ہے اور اس پر نہ عقاب ہے نہ عتاب اور وہ اپنے اصلی مقام پر واپس جاتی ہے، عالم ارواح میں پہنچنے کے ساتھ ہی ساتھ موسیٰ و فرعون ایک ہو جاتے ہیں، خدا اپنی جان سے اس میں جان ڈالتا ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ روح خدا کا انس ہے، اگر صحیح ہے تو وہ کون روح ہے جس پر جسم کے ساتھ عذاب ہوتا ہے؟ کیا یہی روح ہے؟ وہ روح کون ہے جو جسم سے بوقت زنا نکل جاتی ہے اور آدمی کا معمولی جرم ہو، یا کبیرہ ہو ہر دم ملامت کرتی رہتی ہے؟ یا کوئی مادی روح ہے جس پر عذاب ہوتا ہے؟ براہ کرم اس کی صاف تشریح سے مطلع فرمائیں۔ قبر میں نکیرین میت کو مخاطب کر کے کہتے ہیں ”وما تقول فی هذا الرجل؟“ یہ کون روح

(۱) (السجدة: ۹)

(۲) ”عن أبی ہریرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”لا یزنی الزانی حین یزنی وهو مؤمن“..... قال عكرمة: قلت لابن عباس: كيف ينزع الإيمان عنه؟ قال: ”هكذا“، وشبك بين أصابعه ثم أخرجها“. الحدیث. (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الإیمان، باب الكبائر، الفصل الأول، ص: ۷۱، قدیمی)

ہے، صحیح جواب نہ ہونے پر سخت سزا دی جاتی ہے اور قبر جہنم کا حصہ ہو جاتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

مثنوی مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ کو کسی روشن ضمیر عارف سے حل کیا جائے، وہ بھی بذریعہ تحریر نہیں بلکہ خود حاضر ہو کر، اس عاجز کو اتنی طاقت نہیں کہ ان اشعار کو حل کر سکے۔ میں نے وہ حدیث نہیں دیکھی جس میں یہ مذکور ہو کہ ارتکاب زنا کے وقت روح جسم سے نکل کر سر پر سایہ کرتی ہو، آپ اس کے الفاظ مع حوالہ لکھئے۔ ایمان کے نکلنے کا ذکر تو احادیث میں موجود ہے۔ اس سوال کے بقیہ اجزاء اس حدیث کی تحقیق پر موقوف ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ۔

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک شعر

سوال [۶۳۸]: ایک شعر پر اعتراض ہوا ہے، ایک میلاد میں یہ شعر پڑھا گیا

جو چھو بھی دیوے سگ کو چہ تیرا اس کی نعش تو پھر تو خلد میں ابلیس کا بنائیں مزار

اس پر اعتراض یہ کیا جا رہا ہے کہ ابلیس کا کفر پر مرنا یقینی ہے، اور کفر پر مرنے والے کو کسی چیز کی شفاعت یا برکت جہنم سے نجات نہیں دے سکتی جیسے وہ منافق جسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا پیرا ہن مبارک دیا، یہ چونکہ کفر پر مرنا تھا اس لئے کچھ نفع نہ ہوا، پھر ابلیس کی نعش کو جبکہ اس کا کفر پر مرنا یقینی ہے سگ مدینہ کا چھونا مفید نہ ہوگا۔ نیز جنت میں موت نہیں پھر اس کی قبر اور مزار جنت کیسے ہو سکتی ہے؟ اس کا کوئی جواب شعر پڑھنے والا نہ دے سکا۔

ایک نے کہا کہ یہاں بھی ”جو“ حرف شرط ہے۔ لیکن اس کا رد کر دیا گیا کہ شرط اور جزا میں تعلق شرط درست نہیں ہے، اور جگہ ہوتا ہے کہ شرط کے پائے جانے کے بعد جزا کا پایا جانا لازم ہوتا ہے، یہاں ایسا نہیں، کافر ہو کر مرنے والے کو سگ مدینہ کچھ نفع نہیں دے سکتا۔ یہ شعر کیسا ہے؟ اس کا کہنے والا اس کو صحیح سمجھنے والا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ شعر بہت بڑے قصیدہ کا شعر ہے، جس شاعر نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت کہی ہے وہ سارا قصیدہ عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ڈوبا ہوا ہے اور اس عشق کا نتیجہ ہے کہ آپ کے دارالہجرت مدینہ منورہ سے بھی بڑی محبت ہے اور مدینہ طیبہ کے جانوروں سے بھی محبت ہے، حتیٰ کہ وہاں کے کتوں کے مناقب میں بیان کیا ہے کہ اگر ابلیس کو وہ چھوڑے یعنی ابلیس اس کی صحبت سے متاثر ہو جائے (ایمان لے آئے) مخلوق کے لئے زیارت گاہ بن جائے (کہ یہ ابلیس جس نے ہزاروں برس تک نافرمانی کی اور جنت سے ملعون ہو کر نکلا، سگ مدینہ کی صحبت سے متاثر ہو کر کفر چھوڑ کر ایمان اختیار کر کے جنت میں پہنچ جائے)۔

ابلیس کا جہنمی ہونا اس کے کفر کی وجہ سے ہے لیکن اس کو ایمان کی توفیق دیدینا قدرت خداوندی سے خارج اور محال نہیں بلکہ تحت قدرت داخل ہے (۱)، اس کے بعد دخول جنت میں کوئی اشکال نہیں، مگر چونکہ اس کا جہنمی ہونا اور کفر پر مرنے اور ایمان قبول نہ کرنے کی تصریح آچکی ہے (۲) اس لئے اللہ پاک اس کے خلاف کرے گا نہیں (۳)، ایمان قبول کر کے جنت میں جانا یقینی ہے، لہذا شرط اور جزا میں علاقہ تو موجود ہے جو کہ قرآن پاک میں منصوص ہے (۴)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۸/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غنی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۷/۸۷ھ۔

(۱) قال الله تعالى: ﴿إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ (البقرة: ۲۰)

وقال تعالى: ﴿تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمَلِكُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾. (الملك: ۱)

(۲) قال الله تعالى: ﴿فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ إِلَّا إِبْلِيسَ، اسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ، قَالَ يَا إِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتَ بِيَدِي، اسْتَكْبَرْتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِينَ؟ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ. قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ. وَإِنْ عَلَيْكَ لَعْنَتِي إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ..... قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقُّ أَقُولُ. لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّن تَبَعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ﴾ (ص: ۷۳، ۷۵)

(۳) قال تعالى: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْلِفُ الْمِيعَادَ﴾ (آل عمران: ۹)

(۴) قال تعالى: ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ، أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ. جَزَاءُ هُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ، خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ، ذَٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ﴾ (البينة: ۸، ۷) =

اقبال کے اشعار پر اعتراض اور اس کا جواب

سوال [۶۳۹]: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اشعار ذیل کے بارے میں اور شرعاً ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے جو درج ذیل ہے اور سوال نمبر: ۲ کا جواب صحیح ہے یا نہیں؟ بیٹو! تو جروا۔
شعر:

زمن برصوفی و ملا سلاے کہ پیغامِ خدا گفتند مارا
ولے تاویلِ شاں درحیرت انداخت خدا و جبرئیل و مصطفیٰ را

(اقبال)

اشعار مذکورہ پر ایک شخص نے اعتراض کیا ہے کہ شاعر نے خدا پر جہل ثابت کیا ہے اور علمائے امت و صوفیائے عظام حتیٰ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طنز کیا ہے، تفصیل اس کی مندرجہ ذیل ہے:

اول تحقیق لفظی معلوم کیا جائے، قولہ ”صوفی“ معنی اہل اللہ، ولی اللہ، ”ملا“ عالم جید و تبحر کو کہتے ہیں ”حیرت“ معنی تعجب خیز، اور حیرت اس چیز پر ہوتی ہے جس کا علم قبل از وجود اس چیز کے نہ ہو، مثلاً ”مار کونی“ نے ریڈیو ایجاد کر کے لوگوں کو حیرت میں ڈال دیا تھا، چونکہ قبل از وجود ایجاد اس کے لوگ بے خبر تھے اور اب ریڈیو کا علم لوگوں کو ہو گیا ہے، لہذا اب کسی کو بھی اس کا نام سن کر یا، اسے دیکھ کر حیرت نہیں ہوتی۔

قولہ: ”درحیرت انداخت مارا“ ارنح۔ اور اللہ جل شانہ کی صفت علام الغیوب ہے، قرآن و حدیث شاہد بین ہیں، اس کا کل علم ازلی وابدی ہے، نہ کہ کسی، جملہ اشیاء اگرچہ خردترین ہو اس کے علم محیط میں ہے، کما قال اللہ تعالیٰ: ﴿إِن تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ﴾ (۱)، پس خدا کو حیرت میں ڈالنا چہ معنی دارد!

حاصل کلام: شاعر نے خدا پر جہل ثابت کیا ہے اور خدا کے علم ازلی وابدی کو کسی ثابت کیا ہے، ورنہ ”درحیرت انداخت“ کوئی معنی نہیں رکھتا، جو اہل علم پر اظہر من الشمس ہے، جہل باری تعالیٰ ممتنع بالذات ہے،

= ”يجب أن يعلم أنه إذا كان في المسئلة وجوه توجب التكفير، ووجه واحد يمنع التكفير، فعلى

المفتي أن يميل إلى الوجه الذي يمنع التكفير تحسناً للظن بالمسلم.“ (التاتارخانية، كتاب أحكام

المرتدين، فصل في إجراء كلمة الكفر: ۴۵۸/۵، إدارة القرآن)

(۱) (اللقمان: ۱۶)

جہل عیب ہے اور خداوند قدوس جملہ عیوب سے منزہ و مبرا ہے، اس کی ذات بے چوں و چرا ہے اور عیبی خدا نہیں بن سکتا اور نہ اس کے لائق ہو سکتا ہے، پس وہ خدا خدا نہ رہا جس میں عیب ہو، وہ مشابہ مخلوق ہو گیا جو حادث اور ممکن ہے ”وصفاته سبحانه الله من كل عيوب“ اور خدا پر جہل کا تھونپنا اسی کا نام دہریت ہے اور ایسا ہی دہریت کی بناء پر حضرت شیخ المشائخ مولانا عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے سرسید احمد خان کے اقوال و عقائد و تحریرات کے خلاف ایک ضخیم کتاب لکھی ہے اور اس میں محققین علمائے ہند کی تصدیق شدہ فتویٰ بھی درج کر دیا ہے۔ ”ان شئت فارجع إليه، وجدت كما كتبنا“۔ اگر کوئی کہے کہ شاعر نے اس زمانے کے صوفی و ملا کو کہا ہے سو یہ غلط ہے۔

قولہ ”گفتند مارا“ اپنے مشائخ جن کے ذریعے پیغام خدا سنا تھا، ان پر طنز کیا ہے۔ کیا ان مشائخ نے پیغام خدا یعنی قرآن مجید میں کوئی ترمیم و تاویل کی ہے؟ کیا ان لوگوں نے نماز، روزہ حج، زکوٰۃ وغیرہ میں کوئی رد و بدل کیا ہے؟ حاشا وکلا، ہرگز نہیں کیا، اگر اسے بالفرض و الحال تسلیم کر لیا جائے تو قرآن کلام اللہ، کلام اللہ نہ رہا، بقول روافض کے ”بیاض عثمانی“ ہے اور خدا کا دعویٰ غلط ہو گیا، قولہ تعالیٰ: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ حَافِظُونَ﴾ (۱) ”ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم اس کے محافظ ہیں“ بیان القرآن۔

نہ رہے بانس نہ بچے بانسری، صوفی ملا ان کو مورد الزام کیونکر گردانا جائے، ان حضرات نے تو بسلسلہ علمائے ثقہ و دیندار از صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اخذ کیا ہے بلا ترمیم و تنسیخ، اور اس کے مطابق خود عمل کرتے اور کراتے ہیں، مثلاً طلاق ثلاثہ بیک مجلس دینے سے وہ طلاق مغلظہ ہو جاتی ہے حالانکہ در زمانہ خیر القرون صلی اللہ علیہ وسلم تابد و سال اول خلافت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک طلاق سمجھی جاتی تھی، بعد ازیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کے اصرار پر اس تین طلاق بیک وقت کو طلاق مغلظہ قرار دیا (مسلم شریف) (۲)

(۱) (الحجر: ۹)

(۲) ”عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: كان الطلاق على عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وأبي بكر، وستين من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة، فقال عمر بن الخطاب: إن الناس قد استعجلوا في أمر كانت لهم فيه إناة، فلو أمضيها عليهم، فأمضاه عليهم“ (الصحيح لمسلم، كتاب

اور اسی قول عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تائیں دم علمائے عظام و مفتیان کرام عمل کر رہے ہیں، سو یہ الزام تاویل حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ہوا یا تبعین و مقلدین مؤخرین پر ہوا؟

۲..... حدیث: ”ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چند صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کسی مقام پر بھیجا تھا، چونکہ زمانہ پر خطر تھا، آپ نے فرمایا تھا کہ: ”فلاں مقام پر جب پہنچو تو وہاں عصر کی نماز نہ پڑھنا تاکہ دن کے اندر مقام مقصود پر پہنچ جاؤ“، جب صحابہ اس مقام پر پہنچے، دن کافی باقی تھا، بعض صحابہ نے مقصد کلام سمجھ کر وہاں پر عصر کی نماز ادا کی اور بعضوں نے ظاہری الفاظ پر عمل کرتے ہوئے وہاں پر عصر کی نماز ادا نہیں کی۔ جب یہ حضرات واپس ہوئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں واقعہ مذکورہ پیش کیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا“ (۱)۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سکوت بھی دلیل اثبات ہے۔

۳..... اذانِ ثانی بروز جمعہ قبل در زمانہ خیر القرون تا عہد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں تھی، یہ اذانِ ثانی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رائج کیا ہے (۲) وغیرہ وغیرہ کتب حدیث میں مرقوم ہے۔
حاصل کلام: مورد الزام حضرات صحابہ کرام ہوئے نہ کہ ناقلین و عاملین، فافہم۔ اب صحابہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مناقب بیان کئے جاتے ہیں:

(باب مناقب الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم، الفصل الثالث، مشکوٰۃ شریف)

۱..... ”عن عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”اللہ اللہ فی أصحابی، اللہ اللہ فی أصحابی، لا تتخذوہم غرضاً من بعدی (چلیج)، فمن أحبهم فبحبی أحبهم، ومن أبغضهم فببغضی أبغضهم، ومن آذاهم فقد آذانی، ومن آذانی فقد آذى اللہ، ومن آذى اللہ فيوشك أن يأخذه“۔ (رواه الترمذی) (۳)۔

۲..... ”عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

(۱) (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرجع النبی ﷺ من الأحزاب: ۲/۵۹۱، قدیمی)

(۲) (صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب التأذین عند الخطبة: ۱/۱۲۵، قدیمی)

(۳) (مشکوٰۃ المصابیح، باب مناقب الصحابة، الفصل الثانی، ص: ۵۵۴، قدیمی)

عليه وسلم يقول: "إذ أُرِيتُم الذين يسبون أصحابي، فقولوا: لعنة الله على شرکم". (سنن ترمذی) (۱)۔

۳..... "عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم يقول: "سألت ربی عن اختلاف أصحابی من بعدی، فأوحى اللہ إلیّ یامحمد! (صلى الله تعالى عليه وسلم): إن أصحابك عندی بمنزلة النجوم فی السماء بعضها أقوى من بعض، ولكل نور، من أخذ بشئ مما هم عليه من اختلافهم، فهو عندی علی هدی"۔ وقال: قال رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "أصحابی كالنجوم فبأیهم اقتديتم اهتديتم". (رواه رزین) (۲)۔

دوسرا جواب: یا شاعر کا طنز ائمہ اربعہ پر ہے، ان کے مسلک میں اختلاف کثیرہ پائے جاتے ہیں، ان حضرات نے بھی بسند صحیح از صحابہ نقل کیا ہے، سوان پر اعتراض کرنا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر اعتراض کرنا ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ الذی لا یخفی علی أهل العلم۔ بینوا فجزاکم اللہ أجرأ جزیلاً۔

الجواب بعون الملك الوهاب مبسلاً ومحماً ومصلياً ومسلماً:

شعراء عام طور پر حد و دشرع کی رعایت نہیں کرتے بلکہ تجاوز کرتے ہیں، بسا اوقات ان کا کلام جھوٹ کا پلندہ ہوتا ہے، اس کے باوجود مستحق داد قرار دیئے جاتے ہیں۔ شعر:

در	شعر	میچ	و درین	او
چوں	اکذب	اوست	احسن	او

مبالغہ ان کے کلام میں حد غلو و اغراق تک پہنچ جاتا ہے، استعارات بعیدہ استعمال کرتے ہیں، حقیقت کم ہوتی ہے، مجاز زیادہ ہوتا ہے، تخیلات و توہمات پر کلام کی بنا رکھتے ہیں، کسی کی تعریف کرتے ہیں تو آسمان سے اوپر تک پہنچا دیتے ہیں، ہجو کرتے ہیں تو تحت الثری لے جا کر ڈالتے ہیں، طعن و طنز تو ان کا شب و روز کا مشغلہ بلکہ سخن تکیہ ہوتا ہے، اس میں کسی بڑی سے بڑی ہستی پر پھبتیاں کہنے میں بھی باک نہیں ہوتا، مخلوق سے گزر کر خالق

(۱) (مشکوٰۃ المصابیح، الفصل الثالث، ص: ۵۵۴، قدیمی)

(۲) (مشکوٰۃ المصابیح، المصدر المتقدم)

جل مجرہ کو بھی نشانہ ملامت بنا لیتے ہیں۔

الغرض ﴿فی کل وادٍ یھیمون﴾ (۱)، الا ماشاء اللہ کہ بعض کلام حقیقت، حکمت، معرفت ہوتا ہے۔
تغییر منکر (اگرچہ کلام میں ہو) لازم ہے (اگرچہ کلام سے ہو)، وقت ضرورت نکیر کے ساتھ تغیر بھی
لازم ہو جاتی ہے (۲)، لیکن تکفیر مسلم سے مہمما ممکن کف لسان و قلم ضروری ہے، ایک کلام میں
اگر سو احتمالات ہوں جن میں ننانوے احتمالات کی بنا پر کفر ثابت ہوتا ہو اور ایک احتمال کی بنا پر اسلام ثابت
ہو تو مفتی مامور ہے کہ اسلام باقی رکھنے والے احتمال کو اختیار کرے، کفر کا فتویٰ نہ دے (۳)، ہاں اگر قائل
کا مقصود ہی کفر ہے تو پھر تاویل مفتی نافع نہ ہوگی (۴) اور جو شخص ضلالت و غوایت کا داعی ہو اس پر فتویٰ بھی سخت
ہے اور اس کی تعزیر بھی شدید ہے، یہ امر بھی ملحوظ رہنا ضروری ہے کہ ایک چیز تو لزوم کفر ہے اور دوسری چیز التزام
کفر ہے، فتویٰ تکفیر دوسری چیز پر ہوگا، پہلی چیز پر نہیں۔

اللہ رب العزت نے اس دین اسلام کو کامل فرمانے کا اظہار و اعلان قرآن مبین میں فرمایا: ﴿الْیَوْمَ

(۱) (الشعراء : ۲۲۵)

(۲) ”عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال : ”من
رأى منكم منکراً، فلیغیره بیدہ، فإن لم یستطع فبلسانہ، فإن لم یستطع فبقلبہ، وذلك أضعف الإیمان“.

(الصحيح لمسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون النهی عن المنکر من الإیمان : ۱ / ۵۰، ۵۱، قدیمی)

قال القاری : ”و خلاصة الكلام : من أبصر ما أنکره الشرع، فلیغیره بیدہ“ . (مراقبة المفاتيح،

کتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول : ۸ / ۸۶۱، مکتبہ حقانیہ پشاور)

(۳) ”وقد ذکرُوا أن المسئلة المتعلقة بالكفر إذا کان لها تسع وتسعون احتمالاً للكفر، واحتمال واحد

فی نفيه، فالأولى للمفتی والقاضی أن یعمل بالاحتمال النافی؛ لأن الخطأ فی إبقاء ألف کافر أھون ومن
الخطأ فی إفاء مسلم واحد“ . (شرح الفقه الأكبر للقاری، بحث التوبة، ص : ۱۶۲، قدیمی).

(۴) ”فی الجزایہ : إلا إذا صرح بإرادة توجب الکفر، فلا ینفعه التأویل حیثئذ“ . (البحر الرائق، کتاب

السير، باب أحكام المرتدین : ۵ / ۲۱۰، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب السیر، قبیل باب العاشر فی البغاة : ۲ / ۲۸۳، رشیدیہ کوئٹہ)

أكملت لكم دينكم ﴿۱﴾ الآية (۱)۔ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر اعتماد فرما کر دین ان کے حوالہ فرمادیا، ایک ایک چیز کی تبلیغ کر دی، تفہیم کر دی، پھر اس کو دوسروں تک پہنچانے کا ان کو ذمہ دار بنا دیا: ”ألا فليبلغ الشاهد منكم الغائب“۔ (الحدیث (۲)۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بے اعتمادی کرنا، ان کی نقل دین اور فہم دین پر تخریبی تنقید کر کے ان سے بے نیاز ہو کر خود دین کی تشریح کرنا بڑے درجہ کی گمراہی ہے اور بد دینی ہے بلکہ حضرت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقابلہ ہے کہ جن کے مقدس نفوس پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعتماد فرما کر ان کو دین کا امین قرار دیا ہے ان سے بے اعتمادی اور ان کی تخریب ہے، جس کا انجام دین سے محرومی ہے اور ایسے لوگ خدا اور رسول کے باغی ہیں۔ کسی مسلم سے سوء ظن قائم کرنے کے لئے دلیل قوی درکار ہے، حسن ظن قائم کرنے کے لئے سوء ظن کی دلیل نہ ہونا بھی کافی ہے، کسی مصنف کے مجمل کلام کے لئے بہترین تشریح وہ ہے جو اسی کے کلام سے کی جائے، ہو سکتا ہے کہ کسی دوسرے کلام میں خود اس کی طرف سے تشریح کی گئی ہو، اس کے مجمل کلام کو اس تشریح کے خلاف مجمل پر حمل کرنا درست نہیں، مصنف کی زندگی کا عمل اس کے کلام کی شرح کے لئے عمدہ مشعل ہے جب کہ خود اس کے کلام سے شرح نہ کی جاسکے۔

یہ چند امور بطور تمہید کے ذہن نشین کرنے کے بعد اصل سوال کا جواب ملاحظہ کریں: قرآن کریم میں ایسے الفاظ بھی موجود ہیں جن کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے حالانکہ وہ بظاہر صفات انسانیہ میں سے ہیں جیسے نسیان وغیرہ: ﴿فاليوم ننساهم كما نسوا﴾ (۳) ﴿فذوقوا بما نسيتم لقاء يومكم هذا، إن أنسيتم﴾ (۴)۔ ﴿إنهم يكيدون كيداً، وأكيد كيداً﴾ (۵)۔ ﴿ومكروا ومكر الله، والله

(۱) (المائدة: ۳)

(۲) (مسند الإمام أحمد: ۵/۶۲۴، رقم: ۱۹۵۳۳)

(والصحيح لمسلم، كتاب القسامة، باب تغليظ تحريم الدماء الخ: ۲/۶۰، ۶۱، قديمي)

(وصحيح البخاري، كتاب العلم، باب لينبغ العلم الشاهد الغائب ۱/۲۱، قديمي)

(۳) (الأعراف: ۵۱)

(۴) (السجدة: ۱۴)

(۵) (الطارق: ۱۶)

خیر الما کرین ﴿۱﴾۔ ﴿انمانحن مستهزون، اللہ يستهزیء بهم﴾ ﴿۲﴾۔ یہ بلاغتِ کلام کا ایک مقام ہے اور فنِ بدیع کی ایک صنعت ہے جس کو صنعتِ مشاکلت کہتے ہیں۔ ایسے مقام پر ان الفاظ کے ظاہری و عمومی متبادر و متعارف معانی مراد نہیں ہوتے جیسا کہ آیات مذکورہ کی تفسیر سے ظاہر ہے۔ ولا یخفی علی أمثالکم۔

معرض صاحب نے ”حیرت“ کو تعجب کے معنی میں لیکر اعتراض و اشکال کیا ہے کہ یہ خدائے پاک اور ملائکہ کرام اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان کے خلاف ہے حالانکہ عجب (ع، ج، ب) کی اسناد حدیث پاک میں اللہ جل شانہ کی طرف کی گئی ہے: ”(عجب) ربك يساقون إلى الجنة في السلاسل: أي عظم عنده وكبر لديه، أعلم الله تعالى أنه إنما يتعجب الآدمي مما عظم عنده وخفي سببه عليه، فأخبرهم بما يعرفون ليعلموا موقعها عنده، وقيل: معناه رضی وأثاب مجازاً۔ ومنه ح: (عجب) ربك من شابٍ ليست له صبوة“۔ وح: ”(عجب) ربكم من إلكم وقنوطكم“۔ مجمع بحار الأنوار، ۳/۵۲۰ (۳)۔ اور بھی متعدد مواقع پر لفظ عجب کا تذکرہ آیا ہے جس کی تشریح شراح حدیث نے کی ہے، صاحب مجمع بحار الأنوار نے بھی ایسے الفاظ ذکر کئے ہیں لہذا اس لفظ کی وجہ سے مسلمان کو ایمان سے خارج کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ فقط واللہ الموفق لما یحب ویرضی۔
حررہ العبد محمود غفرلہ۔

غالب کا ایک شعر

سوال [۶۴۰]: زید نے ایک شادی کی تقریب میں اپنے دوست کو تاثرات پیش کئے جو نثر میں اس

نے لکھے تھے اور ان تاثرات میں تمثیلی طور پر غالب کا یہ شعر

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن

بڑے بے آبرو ہو کر تیرے کوچہ سے ہم نکلے

لکھ دیا ہے، بکر کو یہ اعتراض ہوا کہ اس شعر کو پڑھ کر نعوذ باللہ زید نے حضرت آدم علیہ السلام کی توہین کی ہے، یہ

(۱) (آل عمران: ۵۴)

(۲) (البقرة: ۱۵۰، ۱۴)

(۳) (مجمع بحار الأنوار: ۳/۵۳۰، دائرة المعارف العثمانیہ، حیدرآباد دکن)

بات بکرنے بھری محفل میں کہی، نتیجہ یہ ہوا کہ محفل کے بہت سے افراد زید کی طرف مشکوک ہو گئے، وہ بھی یہ سمجھنے لگے کہ زید نے نعوذ باللہ توہین کی ہے، جبکہ زید برابراں سے کہہ رہا ہے کہ میرے خیال و گمان میں بھی ان کی توہین کرنا مقصود نہ تھی، یہ برسوں کا پٹا ہوا شعر ہے، صرف تمثیل کے طور پر لکھ دیا ہے۔ آپ مہربانی فرما کر شرعی پوزیشن سے آگاہ کریں کہ کیا اس شعر کے پڑھنے سے نعوذ باللہ آدم علیہ السلام کی توہین ہوتی ہے یا نہیں؟

کیا اس شعر غالب۔

نکلنا خلد سے آدم کاسنتے آئے تھے لیکن

بڑے بے آبرو ہو کر تیرے کوچہ سے ہم نکلے

نعوذ باللہ ان کی توہین کے برابر ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیفہ اور ابوالبشر (تمام انسانوں کے باپ) بنایا اور جنت کی نعمتوں میں رکھا، پھر ایک واقعہ پیش آیا جس کی وجہ سے زمین پر ان کو بھیج دیا، بظاہر یہ واقعہ بہت ہی عبرت کا ہے۔ شاعر کا مقصد یہ ہے کہ ہم محبوب کے نزدیک خاص عزت کے مستحق تھے، جس طرح اللہ کے نزدیک حضرت آدم علیہ السلام خاص عزت کے مستحق تھے، مگر وہ عزت سے بے گانہ ہو کر (نعوذ باللہ) جنت سے نکلے، ہم اس سے زیادہ بے آبرو ہو کر تیرے کوچہ سے نکلے۔

یہ انتہائی گستاخی اور حضرت آدم علیہ السلام کی بے ادبی ہے (۱)۔ بسا اوقات شعراء اس قسم کی گستاخی کر جاتے ہیں، خدائے پاک ان کو ہدایت دے۔ ایسے شعر کو پڑھنا بھی بہت برا ہے، ہرگز نہیں پڑھنا چاہئے اگرچہ اپنا عقیدہ صاف ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

(۱) ”وقتل نبی والاستخفاف به.....قلت: ويظهر من هذا أن ما كان دليل الاستخفاف، يكفر به وإن لم

يقصد الاستخفاف لأن قصد الاستخفاف مناف للتصديق.“ (ردالمحتار، كتاب الجهاد، باب

شیخ سعدی کے ایک شعر میں لفظ ”بنیاد“ اور ”نا اہل“ کا مطلب

سوال [۶۴۱]: حضرت مولانا سعدی نے فرمایا ہے۔

پرتو نیکاں نگیرد ہر کہ بنیادش بد ست
تر بیت نا اہل را چو گردگاں برگنبد ست

بنیاد سے کیا مراد ہے؟ اور نا اہل کون ہے؟ ﴿وَأَمَّا الَّذِينَ شَقُوا، ففِي النَّارِ﴾ (۱) اور حدیث میں

”شقی“ سے جو مراد ہے، کیا وہی نا اہل ہے یا اور کچھ مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

حدیث شریف میں ہے کہ: ”واضع العلم في غير أهله كمقلد الخنازير الجواهر واللؤلؤ لوء

والذهب“ (۲)، نا اہل کو علم سکھانا ایسا ہے جیسا کہ خنزیر (سور) کو جو اہر موتی سونے کا ہار پہنانا، اس کی شرح میں

ملا علی قاری نے لکھا کہ ”نا اہل وہ ہے جو بات صحیح نہ سمجھے، یا دینی علم کو دنیا کمانے کے لئے حاصل کرے، یا کسی بھی

ایسی غرض کے لئے پڑھے جو خوش نودی خداوندی کے خلاف ہو“ (۳)۔ ”شقی“ کا مصداق بے ایمان اور دوزخی

ہے (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الم کے شعر میں ”حریف“ کی تحقیق

سوال [۶۴۲]: مندرجہ ذیل شعر خلاف شریعت ہے یا نہیں؟ جب کہ اس کے ظاہری ترجمہ سے

قرآن و حدیث کی صریحاً مخالفت ثابت ہوتی ہے اور شعر کہنے والے کو شرعی اصطلاح میں کیا کہا جائے گا؟ چونکہ

(۱) (ہود: ۱۰۶)

(۲) (أخرجه ابن ماجه في مقدمة سننه، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم، ص: ۲۰، قدیمی)

(۳) ”(وواضع العلم عند غير أهله) بأن يحدثه من لا يفهمه، أو من يريد منه غرضاً دنيوياً، أو من

لا يتعلمه الله.“ (المراقبة شرح المشكاة، كتاب العلم، الفصل الثانی: ۱ / ۴۷۷، رشیدیہ)

(۴) قال الله تعالى: ﴿فَأَمَّا الَّذِينَ شَقُوا ففِي النَّارِ، لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ، خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ

وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ، إِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ﴾ (ہود: ۱۰۶، ۱۰۷)

مندرجہ ذیل شعر میں آلم مظفر نگری نے خود کو روح الامین کا حریف ظاہر کیا، وہ بھی نفحات میں، کیا روح الامین بھی ایسے ہی نغمے پڑھتے ہیں جیسے کہ آلم مظفر نگری فرماتے ہیں؟

تری شہرت آلم پہنچی ہوئی ہے بامِ سدرہ تک ترے نغمے حریفِ نغمہ روح الامین نکلے

الجواب حامداً ومصلياً:

ایک استاد کے دو شاگرد، ایک ساقی کے دو مے نوش، ایک افسر کے دو ماتحت یعنی شریک کار بھی حریف

کہلاتے ہیں۔ جیسے۔

چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی بیاد آر حریفان بادہ پیمارا

اور جیسے۔

حریفان بادہ با خوردند و رفتند تہی خم خانہا کردند و رفتند

اور جیسے۔

صد شکر ہے کہ ان سے ملاقات تو ہوئی ہے یہ اور بات ہے کہ حریفانہ ہوگئی

معنی اول کے اعتبار سے روح الامین کے سب حریف ہو سکتے ہیں جس کا حاصل یہ کہ روح الامین بھی اللہ جل جلالہ و عم نوالہ کے نغمہ تسبیح میں رطب اللسان ہے اور الم بھی نغمہ تسبیح میں مصروف و مشغول ہے، ہر دو کی تسبیح کافر خدا کے علم میں ہے (۱)۔ بامِ سدرہ تک تسبیح کا پہنچنا کچھ مشکل نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿إليه يصعد الكلم الطيب﴾ الآیہ (۲)۔

باقی شعراء کو ایسے کلام سے احتیاط کی ضرورت ہے جس سے دوسرے لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہوں (۳)

(۱) ”وفی الیتیمۃ: الأصل أن لا یکفر أحد بلفظ محتمل؛ لأن الکفر نہایۃ فی العقوبۃ، فیستدعی نہایۃ فی الجنایۃ، ومع الاحتمال لانہایۃ“۔ (التاتارخانیہ، کتاب أحكام المرتدین، فصل فی إجراء کلمۃ الکفر: ۴۵۹/۵، إدارة القرآن)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب السیر، باب أحكام المرتدین: ۲۱۰/۵، رشیدیہ کوئٹہ)۔

(۲) (الفاطر: ۱۰)

(۳) ”اعلم أن من أراد أن یکون مسلماً عند جمیع طوائف الإسلام، فعليه أن یتوب من جمیع الآثام:

صغیرها و کبیرها، سواء ما يتعلق بالأعمال الظاهرة أو الأخلاق الباطنة، ثم يجب علیه أن یحفظ نفسه فی =

اور دوسرے لوگوں کو بھی کسی کے کلام پر سخت حکم لگانے میں جلدی نہیں کرنی چاہئے (۱)۔ فقط واللہ بمافی
بطن الشاعر أعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

فاضل بریلوی سے متعلق چند اشعار

سوال [۶۴۳]: بریلی کے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب کے کسی مرید نے یہ لکھا

یہ دعا ہے یہ دعا ہے یہ دعا تیرا اور سب کا خدا احمد رضا
تیری نسل پاک سے پیدا کرے کوئی ہم رتبہ تیرا احمد رضا
جو مدد فرمائیں دین پاک کی جیسی تونے کی ہے اے احمد رضا
اس پر کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ شاعر مولانا کو خدا مان کر مشرک ہو گیا۔

بریلوی لوگ اس کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ ان اشعار میں ”تیرا“ کا مخاطب احمد رضا خان ہے
اور پہلے شعر میں ”اے“ ہے، شعر کا وزن درست رکھنے کے لئے محذوف ہے جیسے روزمرہ کی بولی میں محذوف
ہوتا ہے جیسے غالب نے کہا ہے۔

دل ناداں تجھے ہوا کیا ہے آخر اس درد کی دوا کیا ہے

اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خان ہماری یہ دعا ہے کہ تیرا اور سب کا خدا تیری نسل پاک
سے بچہ پیدا کرے جو تیرے ہی دین پاک کی مدد کرے۔ ان دونوں میں کس کی بات صحیح ہے؟ کیا یہ شاعر اس
شعر کی وجہ سے مشرک اور کافر ہے، یا بریلوی کا بیان کیا ہوا مطلب درست ہے؟

منکر و نکیر کے سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت کا حوالہ

[۶۴۴] ۲..... اسی طرح ایک اور شعر پر جھگڑا ہو رہا ہے۔

= الأقوال والأفعال والأحوال من الوقوع في الارتداد الخ“ (شرح الفقه الأكبر للقاری، ص: ۱۶۱، قدیمی)

(۱) ”ینبغی للعالم إذا رفع إليه هذا أن لا یبادر بتکفیر أهل الإسلام“ (البحر الرائق، کتاب السیر، باب

أحكام المتردين: ۲۱۰/۵، رشیدیہ)

(و کذا فی التاتارخانیہ، کتاب أحكام المتردين، فصل فی إجراء کلمة الکفر: ۴۵۹/۵، إدارة القرآن)

نکیرین آ کے مرقد میں جو پوچھیں گے تو کس کا ہے
ادب سے سر جھکا کر لوں گا نام احمد رضا خان کا

اس پر اعتراض ہے کہ قبر میں تین سوال ہوں گے: ۱- تیرا پروردگار کون ہے؟ ۲- تیرا دین کیا ہے؟

۳- اس مرد (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کیا کہتا ہے؟

یہ جواب کہ ”احمد رضا خان کا ہوں“، بیچ والے سوال کا جواب ہو نہیں سکتا، لامحالہ پہلے یا تیسرے سوال کا جواب ہوگا، تو ضروری ہے کہ شاعر نے مولانا احمد رضا خان کو خدا یا رسول مانا اور یہ دونوں کفر ہیں۔ بریلوی لوگ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ پہلے مصرع میں ”جو“ حرف شرط ہے، مطلب یہ ہوا کہ قبر میں نکیرین یہ پوچھیں گے کہ تو کس کا مرید ہے، تو میں کہدوں گا احمد رضا خان کا۔ ”کس کا ہے“ اس کے معنی بندہ یا امتی کے نہیں بلکہ یہ ہے کہ تو کس کا مرید ہے، تو میں کہدوں گا مولانا احمد رضا خان کا۔ ”کس کا ہے“ یہ جملہ شرطیہ ہے جس کے صحیح ہونے کے لئے جزا اور شرط کا واقع میں پایا جانا ضروری نہیں جیسے کہ قرآن کریم میں ہے: ﴿قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمَنِ وَلَدٌ، فَأَنَا أَوَّلُ الْعَابِدِينَ﴾ (۱) اور ﴿وَلَسْنَا اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ، إِنَّكَ إِذَا لَمِنَ الظَّالِمِينَ﴾ (۲) جیسے حضرت عمر کے متعلق ہے کہ ”لو كان بعدى نبى لكان عمر“ (۳)۔

یہ سب ارشادات حق ہیں حالانکہ ان تینوں میں شرط یا جزاء دونوں میں کسی کا وجود نہیں اور نہ ہو سکتا ہے، نہ قیامت تک ہوگا، اسی طرح قبر میں نہ یہ سوال ہوگا کہ تو کس کا مرید ہے اور نہ یہ جواب ہوگا کہ میں فلاں کا مرید ہوں، مگر برسبیل فرض اگر سوال ہوا کہ تو کس کا مرید ہے تو جواب میں احمد رضا خان کا نام لوں گا جیسے دونوں آیتوں اور حدیث میں برسبیل فرض ہے، اسی طرح اس شعر میں، ان دونوں میں کس کی بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱..... میرے پاس وہ اصل کتاب نہیں ہے جس میں یہ تینوں اشعار درج ہیں، نہ ہی یہ معلوم ہے کہ یہ

(۱) (الزخرف: ۸۱)

(۲) (البقرة: ۱۲۵)

(۳) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الفتن، أبواب المناقب، باب مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

ص: ۵۵۸، قدیمی)

کس کے اشعار ہیں۔ کلام کا مطلب متکلم کے حالات کے خلاف مراد لینا اور اس پر حکم شرعی لگانا خاص کر شرک و کفر کا فتویٰ دیدینا منصب افتا کے لائق نہیں ہے، اس لئے بہت حزم و احتیاط کی ضرورت ہے (۱)، بعض لوگ بے احتیاطی سے کام لیتے ہیں۔

اگر ان اشعار ثلاثہ میں خدا سے دعاء کی ہے، اس نے مولانا احمد رضا خان صاحب کو خدا نہیں کہا تو محض اس دعاء سے وہ مشرک نہیں ہوا، اگر شاعر کے حالات ایسے ہوں کہ وہ واقعہً مولانا احمد رضا خان صاحب کے ساتھ شرک کا معاملہ کرتا ہو، ان کو ”تصرف فی الکون“ تسلیم کرتا ہو، ان کی قبر کو سجدہ کرتا ہو، ان کی نذر مانتا ہو، ان سے رزق و اولاد وغیرہ مانگتا ہو جیسا کہ بعض جاہل لوگ کرتے ہیں تو پھر معاملہ خطرناک ہے، کیونکہ جو آدمی اپنے عقائد و اعمال کی وجہ سے مشرک ہو جائے، اس کو مفتی کا فتویٰ بچا نہیں سکتا (۲)۔ الحاصل ان اشعار کی وجہ سے اس شاعر پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا۔

۲..... اس شعر کے قائل کا حال بھی مجھے کچھ معلوم نہیں، اگر کسی نے اس کو اس شعر کی وجہ سے کافر قرار دیا ہے تو بریلوی لوگوں نے شعر کا مطلب بیان کر کے اس کو کفر سے بچالیا ہے، یہ بہت اچھا کیا، واقعی جب تک مسلمان کے کلام کا مطلب صحیح بن سکے اس کو کفر سے بچانا چاہئے (۳)۔ البتہ شاعر کو بھی ضروری ہے کہ ایسے کلام سے پورا پرہیز کرے جس کی وجہ سے اس کے اوپر شرک و کفر کی بحث چھڑ جائے اور فتنہ پیدا ہو۔ لیکن

(۱) ”وینبغی للعالم إذا رفع إليه هذا أن لا يبادر بتكفير أهل الإسلام..... وفي الفتاوى الصغرى: الكفر شئ عظيم، فلا جعل المومن كافرا متي وجدت رواية أنه لا يكفر“ (البحر الرائق كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۲۱۰/۵، رشیدیہ).

(و كذا في التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل في إجراء كلمة الكفر: ۵/۳۵۹، إدارة القرآن) (۲) ”في البزازية: إلا إذا صرح صرح بإرادة توجب الكفر، فلا ينفعه التأويل حينئذ“ (البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۲۱۰/۵، رشیدیہ)

(و كذا في الفتاوى العالمكبرية، كتاب السير، قبيل الباب العاشر في البغاة: ۲/۲۸۳، رشیدیہ)

(۳) وفي الخلاصة: ”إذا كان في المسئلة وجوه توجب التكفير، ووجه واحد يمنع التكفير، فعلى المفتي أن يميل إلى الوجه الذي يمنع التكفير تحسیناً للظن بالمسلم“ (البحر الرائق المصدر السابق) (و كذا في الفتاوى العالمكبرية المصدر السابق)

اگر شاعر نے اس کو قبر میں پوچھے جانے والے دوسرے سوال کا جواب قرار دیا ہے تب بھی یہ جواب منطبق ہو سکتا ہے، وہ اس طرح کہ مولانا احمد رضا خان صاحب نے ”وصایا شریف“ میں اپنے صاحبزادوں کو حتی المقدور شریعت پر عمل کرنے کی تاکید کی ہے اور اپنے دین، مذہب پر عمل کرنے کو ہر فرض سے زیادہ ضروری قرار دیا ہے اور اپنے دین، مذہب کے متعلق یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ میرا دین و مذہب میری کتاب سے ظاہر ہے۔

اب شعر کا حاصل یہ نکلے گا کہ قبر میں جب سوال ہوگا کہ ”تو کس کا ہے“ یعنی تیرا دین کس کا دین ہے تو میں سر جھکا کر کہوں گا کہ میرا دین احمد رضا خان صاحب کا دین ہے۔ اس صورت میں سوال و جواب کو فرض قرار دینے کی بھی ضرورت نہیں بلکہ سوال بھی واقعی ہے اور جواب بھی واقعی۔ یہ بات ضروری ہے کہ جواب یہ دینا چاہئے تھا کہ میرا دین اسلام ہے، اس جگہ یہ جواب دینا تجویز کر رکھا ہے کہ میرا دین احمد رضا خان صاحب کا دین ہے اور یہ اس بنا پر کہ مولانا احمد رضا خان صاحب کے متعلق یہ عقیدہ جمارکھا ہے کہ ان کا دین، مذہب بالکل اسلام ہے، اب اگر مولانا احمد رضا خان صاحب کے مذہب میں کوئی بات اسلام کے خلاف ہو تو یہ شاعر زد میں آجائے گا، اگر مولانا موصوف یہ وضاحت فرمائیں کہ دین اسلام پر پورا پورا عمل کریں یا یہ فرمائیں کہ میرا دین و مذہب قرآن و حدیث سے ظاہر ہے تو زیادہ الجھاؤ پیدا نہ ہوتا، مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ شریعت پر عمل کرنے کی ”حتی المقدور“ کی قید لگائی اور اپنے دین و مذہب پر عمل کرنے کو ہر فرض سے زیادہ فرض قرار دیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا دین و مذہب شریعت سے الگ کوئی مستقل چیز ہے جو ان کی کتب سے ظاہر ہے۔

چنانچہ ”رضا خانی مذہب“ میں ایسی چیزیں درج ہیں جو شریعت کے موافق نہیں اور دین اسلام کے خلاف ہیں۔ اگر شاعر زندہ ہو تو اس کو اپنے اس شعر سے رجوع کر لینا چاہئے (۱)، اور جواب کی ایسی تصحیح جس کے بعد نجات مل جائے اور جنت کی طرف دروازہ کھول دیا جائے اور وہ جواب وہی ہے جو کہ حدیث پاک میں

(۱) گویا کہ اس شخص نے غیر شرعی اور غیر ثابت امور کو دین کے اندر داخل مانا ہے اور اس قسم کا فعل تحریف فی الدین ہے جو سلب

ہے وہ یہ کہ ”میرا دین اسلام ہے“ (۱)، اور آئندہ ایسے کلام سے پوری احتیاط کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۸/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

شاعر امام کے بعض اشعار

سوال [۶۳۵]: ایسے شاعر امام کے بارے میں شرع و قرآن و حدیث کی طرف سے کیا فتویٰ عائد

ہوتا ہے؟ شاعر امام کی پوری نظم درج ذیل ہیں۔

کون آئے گا ثانی میرا میرے بعد	پھول کی طرح جس ایک شاخ پہ بیٹھا برسوں
پھول کی طرح جس ایک شاخ پہ بیٹھا برسوں	ہر طرف ذکر میرا، یاد میری، بات میری
ہر طرف ذکر میرا، یاد میری، بات میری	ہائے وہ زینتِ محراب و مصلیٰ نہ رہا
ہائے وہ زینتِ محراب و مصلیٰ نہ رہا	آپ کے بعد تو ایک بزمِ سجائی میں نے
آپ کے بعد تو ایک بزمِ سجائی میں نے	اہلِ دل اپنا مقام آپ بنا لیتے ہیں
اہلِ دل اپنا مقام آپ بنا لیتے ہیں	میرا اندازِ خطابت تمہیں یاد ہے کہ نہیں
میرا اندازِ خطابت تمہیں یاد ہے کہ نہیں	کوئی رہن نہ کرے راہبری کا دعویٰ
کوئی رہن نہ کرے راہبری کا دعویٰ	میری موجودگی سے وہ جو سدا جلتے ہیں
میری موجودگی سے وہ جو سدا جلتے ہیں	چہرہ دوست ہے اترا ہوا ایک بات بھی ہے
چہرہ دوست ہے اترا ہوا ایک بات بھی ہے	ان کی محفل سے بہت دور چلا آیا ہوں
ان کی محفل سے بہت دور چلا آیا ہوں	میں تھا موجود تو چپ سادھ لیا تم نے
میں تھا موجود تو چپ سادھ لیا تم نے	کون پہنچائے گا پیغام وفا میرے بعد
کون پہنچائے گا پیغام وفا میرے بعد	کیوں نہ تر سے گی گلستاں کی فضا میرے بعد
کیوں نہ تر سے گی گلستاں کی فضا میرے بعد	آج پھر زندہ ہوا نام وفا میرے بعد
آج پھر زندہ ہوا نام وفا میرے بعد	بند منبر سے ہوئی حق کی صدا میرے بعد
بند منبر سے ہوئی حق کی صدا میرے بعد	آپ کی بزم میں پھر کیسے لگا میرے بعد
آپ کی بزم میں پھر کیسے لگا میرے بعد	اہلِ دل ہے تو مقام اپنا بنا میرے بعد
اہلِ دل ہے تو مقام اپنا بنا میرے بعد	سچ کہو لطف تمہیں کچھ تو ملا میرے بعد
سچ کہو لطف تمہیں کچھ تو ملا میرے بعد	قافلے والے ہوں ہوشیار ذرا میرے بعد
قافلے والے ہوں ہوشیار ذرا میرے بعد	حال اب ان کا کچھ تو بتا میرے بعد
حال اب ان کا کچھ تو بتا میرے بعد	کیوں پشیمان ہوئے اہل جفا میرے بعد
کیوں پشیمان ہوئے اہل جفا میرے بعد	پھر بھی ہوگا سنا میرا گلہ میرے بعد
پھر بھی ہوگا سنا میرا گلہ میرے بعد	واہ واہ بن گئے اب شعلہ نوا میرے بعد
واہ واہ بن گئے اب شعلہ نوا میرے بعد	

(۱) ”وعن البراء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”یأتیہ

ملکان فی جلسانہ فیقولان لہ: من ربک؟ فیقول: ربی اللہ. فیقولان لہ: مادینک؟ فیقول دینی

الإسلام“. الحدیث. رواہ احمد وأبو داؤد.“(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الإیمان، باب إثبات عذاب

القبر، الفصل الثانی، ص: ۲۵، قدیمی)

یاد آ جاؤں اگر میں تو دعایہ دینا ساتھ آپ کے اب جاؤ خدا میرے بعد
کوئی شیخی نہیں بسی یہ ہے مقامِ شاعر
نہ ملے گا تمہیں پھر مثل مرا میرے بعد

الجواب حامداً ومصلياً:

شاعری کا تقاضا یہی ہے کہ اپنی تعریف کی جائے، اس لئے صلحاء نے شاعری کو اختیار نہیں فرمایا، تاہم منقولہ اشعار میں کہیں نبوت کا دعویٰ نہیں، صرف زورِ شاعری ہے جو کہ مناسب نہیں لیکن اس پر کوئی سخت حکم (کفر وغیرہ کا) نہیں لگ سکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۳/۹۶ھ۔

ریا کاری کی نماز کو گالی دینا

سوال [۶۲۶]: دس سال کا عرصہ ہوا کہ مسماۃ ہندہ زوجہ زید اپنے خاوند کے ساتھ سخت بدگذران رہتی ہے، سخت بے فرمان ہو کر تمام اثاثا البیت، زیورات، پارچہ جات سمیٹ کر میکے میں روٹھ بیٹھی۔ مسماۃ ہندہ کے ورثاء نے زید کو کہا کہ تم ہندہ کو طلاق کر دو، زید نے جواب دیا کہ میرا مال و اسباب زیورات وغیرہ مجھے واپس دو، ہندہ کے ورثاء نے کہا کہ تمہارا مال زیورات وغیرہ ہندہ کے نان نفقہ میں مجری ہو گیا ہے کہ سات سال کا عرصہ ہوا وہ کیا کھائے یا پئے، زید نے کہا اگر عورت ناشزہ ہو تو نان نفقہ شریعت میں مرد کو دینا ضروری اور لازمی ہو تو مجری کرو، ورنہ مجھے واپس دو، فریقین میں کشمکش ہوتی رہی۔ اس کے بعد ہندہ کے متعلقین نے زید پر خیار البلوغ کا جھوٹا دعویٰ کر دیا جو شرعاً ثابت نہ ہو سکا، اس کے بعد ہندہ اور اس کے متعلقین تین سال چپ رہے اس کے بعد فسخ نکاح کی بابت یہ دعویٰ کیا کہ زید نے نماز کو سب و شتم کی ہے جو کہ زید نے اپنی گفتگو میں کہا تھا کہ ”بعض لوگ دکھلاوے کی نماز پڑھتے ہیں اس میں موت (۱) کیا جاوے، آگ لگائی جائے، اف! میں نے ریا کی نماز کو، جو کہ نامقبول و نامنظور چیز ہے، برا کہہ دیا، الہی! میری توبہ، استغفر اللہ، نعوذ باللہ من ذلک“ اسی جگہ کھڑے کھڑے کہہ دیا۔ ہندہ کے متعلقین علاقہ کے ایک مشہور مولوی کے پاس گئے اور سارا قصہ زید کی

(۱) ”پیشاب“ (فیروز اللغات، ص: ۱۳۱۰)

گفتگو کا سنایا جس پر مولوی صاحب نے حکم دیا کہ نماز کو سب و شتم کرنے والا کافر ہے، اس کی عورت اس سے طلاق ہو جاتی ہے، نکاح فسخ ہو جاتا ہے، اس کے لئے تجدید نکاح لازمی ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ہندہ کے متعلقین زید کی آگاہی کے لئے اسی مولوی صاحب کو زید کے پاس لئے گئے در آنحالیکہ زید اپنی بستی کی مسجد میں نماز پڑھا رہا تھا، مولوی صاحب نے زید کے پیچھے نماز پڑھی اور نماز کے بعد لوگوں سے الگ کر کے حال پوچھا کہ تم نے نماز کو کس طرح سب و شتم کی ہے تو زید نے جواب دیا کہ ”میں نے یہ الفاظ کہے تھے کہ ”بعض لوگ دکھلاوے کی نماز پڑھتے ہیں اس میں موت کیا جاوے، آگ لگائی جاوے“ کہہ کر اسی جگہ کھڑے ہوئے نادم ہو کر استغفار پڑھا، نعوذ باللہ پڑھا اور خداوند تعالیٰ سے معافی کا طلبگار ہوا۔“

مولوی صاحب نے کہا تو نے نماز کو سب و شتم کیا، ریاکار کی نماز بھی تو نماز ہوا کرتی ہے، ان الفاظ کو نکلنے سے تمہاری بیوی کو طلاق بائن ہوگئی ہے، اب ہندہ کو تم سے طلاق ہو چکی ہے، طلاق بائن میں عورت کی مرضی پر منحصر ہوا کرتا ہے کہ وہ پہلے خاوند سے نکاح کرے یا دوسری جگہ نکاح کرے، حق مہر تم پر لازم نہیں کیونکہ جس عورت کا نکاح شرعاً فسخ ہو جائے وہ حق مہر کی مستحق نہیں رہتی مگر نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔

کیا ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ اس صورت مرقومہ میں فسخ ہو جاتا ہے اور وہ اپنا نکاح دوسری جگہ کر سکتی ہے؟ بینو بالکتاب و تو جرو ایوم الحساب۔
راقم: محمد دین قریشی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

تنقیح: زید نے جو یہ الفاظ کہے ہیں یا نقل کئے پہلے آپ اس سے اس کی تحقیق دریافت کر لیجئے، تکفیر کا مسئلہ نہایت نازک ہے، باہمی مناقشات اور دنیوی اغراض کی بنا پر کسی کو کافر بنانے کی کوشش کرنا نہایت بُری بات ہے، اگر طلاق لینے کی ضرورت ہو تو اس سے طلاق حاصل کر لی جائے۔ فقط سعید احمد غفرلہ دارالافتاء مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۵/محرم/۶۱ھ۔

سائل لکھتا ہے کہ استفتاء ہذا مدرسہ امینیہ دہلی بھیجا گیا جس کا جواب حسب ذیل آیا:

مولوی صاحب کا یہ جواب صحیح نہیں، زید اس کلام سے فاسق بھی نہیں ہوا، کافر ہو جانے کے حکم کی تو کوئی وجہ نہیں، ریاء کی نماز درحقیقت نماز ہی نہیں، اس کا کلام سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے حکم میں ہے۔

کلید دردوزخ است آں نماز
کہ در چشم مردم گزاری دراز

لہذا اس کلام کی وجہ سے فسح کا حکم لگانا درست نہیں۔ محمد کفایت اللہ کا اللہ۔
اس کے بعد سائل نے مظاہر علوم کے اس ہی معاملہ کے متعلق ایک جواب و سوال نقل کیا ہے لیکن اس
میں سوال کے الفاظ میں اختلاف ہے، اس لئے جواب بھی مختلف ہے۔ اس کے بعد سائل مفتی سعید احمد صاحب
کی تنقیحات کا جواب لکھتا ہے:

جواب تنقیح:

زید نے نہ فرض نماز کے متعلق کہا ہے نہ نفل نماز کے، بلکہ اس نے ریائیہ نماز کے متعلق کہا ہے۔
خط کشیدہ الفاظ نمبر: ۱ مندرجہ استفتاء جس کا جواب سہارن پور دارالافتاء سے آیا ہے اور اسی مولوی علاقہ
نے عمل کر کے ہندہ کا نکاح ثانی دوسرے شخص سے کر دیا ہے، زید اور مولوی کے درمیان کوئی شخص گواہ نہیں کیونکہ
مولوی صاحب نے زید سے تنہائی میں سب و شتم کی بابت پوچھا تھا، زید نے کہا ہے کہ مولوی صاحب کے سامنے
میں نے ریائیہ نماز بیان کی ہے، مگر مولوی صاحب نے کہا کہ کوئی شخص کسی کی بابت نہیں کہہ سکتا کہ یہ ریائیہ نماز
ہے یا خدائی نماز، کیونکہ انسان دیکھنے والا فرق نہیں معلوم کر سکتا کہ کون سی نماز ہے، لہذا سب نمازیں ایک ہیں
اور تمہارا سب و شتم نماز کو ہے تمہارا نکاح ہندہ سے فسح ہے۔

۲..... غلط آپ کو لکھا گیا کہ زید نے اپنی عورت سے تجدید نکاح کیا ہے کیونکہ اس نے دوسرے علماء سے
پوچھ کر اپنی تسلی کر لی ہے کہ ریائیہ نماز کو سب و شتم کرنے سے تجدید نکاح لازم نہیں آیا۔
۳..... بموجب استفتاء، خاوند اس کو قائل اور تسلیم نہیں کرتا۔

۴..... (نوٹ) زید نے مفتی مولوی علاقہ کے سامنے ریائیہ نماز تسلیم کی مگر مفتی صاحب نے سب
کو ایک نماز بنا کر زید سے تسلیم کرایا اور اس نے کہا کہ واقعی عرصہ تین سال کا گزر چکا ہے کہ میں نے یہ فلاں کی
بابت کہا تھا کہ خراب آدمی نماز کو آڑ بنایا ہوا ہے اور برے لوگوں سے بھی زیادہ گناہ کرتا ہے اور دکھلاوے کو کہ لوگ
مجھے اچھا سمجھیں، ریائیہ نمازیں پڑھتا ہے۔

(نوٹ) واقعات مندرجہ بالا آپ کے سامنے رکھ دیئے ہیں آپ فتویٰ تحریر فرمائیں کہ ہندہ کا عقد ثانی
دوسرے شخص سے جائز ہے اور زید کا نکاح فسح ہے؟ بینوا تو جروا۔
محمد دین۔

الجواب حامداً ومصلياً:

نماز وروزہ اسلام کے رکن ہیں (۱) ان کو گالی دینا، سب و شتم کرنا، استخفاف کرنا موجب کفر ہے (۲)، اس میں کوئی تاثر نہیں۔ استفتاء نمبر: ۳۰۱ میں سائل نے جس قسم کا سوال درج کیا تھا اس کے مطابق جواب میں حکم تحریر کر دیا تھا، دہلی جو سوال بھیجا گیا اس میں خصوصیت سے ریائی نماز کو دریافت کیا گیا ہے، اس کا جواب درست ہے، کیونکہ ریائی نماز درحقیقت نماز ہی نہیں (۳) اس لئے وہ قابل مدح نہیں بلکہ قابل مذمت ہے:

قال الله تبارك تعالى: ﴿فويل للمصلين الذين هم عن صلاتهم ساهون، الذين هم

(۱) ”عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”بنى الإسلام على خمس: شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله، وإقام الصلاة، وإيتاء الزكاة، والحج، وصوم رمضان“ (صحيح البخارى، كتاب الإيمان، باب قول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ”بنى الإسلام على خمس“: ۶/۱، قديمي)

(۲) ”الإستهزاء بحكم من أحكام الشرع كفر“ (شرح الفقه الأكبر، قبيل فصل فى الكفر صريحاً وكنائياً، ص: ۱۷۶، قديمي)

(۳) قال الإمام الأعظم رحمه الله تعالى فى الفقه الأكبر: ”والرياء إذا وقع فى عمل من الأعمال، فإنه يبطل أجره“ وقال الملا على القارى رحمه الله تعالى تحته: ”(فإنه يبطل أجره): أى أجر ذلك العمل، بل يثبت وزره بحيث ظلم نفسه بوضع الشيء فى غير موضعه، قال الله تعالى: ﴿فمن كان يرجو لقاء ربه، فليعمل عملاً صالحاً ولا يشرك بعبادة ربه أحداً﴾: أى لا شركاً جلياً ولا خفياً. وفيه إيماء إلى أنه إذا قصد الرياء والسُّمعة وقصد الطاعة والعبادة معاً، يُوصف بالشركة مطلقاً لغلبة أحدهما على الآخر، أو التسوية بينهما، فإنه يبطل أجره ويثبت وزره لعموم حديث ”لا يقبل الله عملاً فيه مقدار ذرة من الرياء“ (شرح الفقه الأكبر، ص: ۷۸، قديمي)

(وكذا فى الفتاوى العالمكبرى، كتاب السير، موجبات الكفر أنواع، ومنها ما يتعلق بالصلاة والصوم والزكاة: ۲/۲۶۸، رشيديه)

وفى المراقبة شرح المشكوة: ”هو لفاعله: أى تركت ذلك العمل وفاعله لأقبله، ولا أجازى فاعله بذلك العمل؛ لأنه لم يعمل له، انتهى إن العمل على الإشراك حرام إجماعاً“ (كتاب الرقاق، باب الرياء والسُّمعة، الفصل الأول: ۹/۱۷۶، رشيديه)

یرآؤن ﴿الآیة (۱)﴾۔ ”عن أبی هريرة رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال الله تعالى: أنا أغنى الشركاء عن الشرك، من عمل عملاً أشرك فيه معى غيرى، تركته وشركه“، وفى رواية: ”فأنا منه برىء، هو للذى عمله“ (۲)۔

”عن شداد بن أوس رضى الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله يقول: ”من صلى یرائی فقد أشرك، ومن صام یرائی فقد أشرك، ومن تصدق یرائی فقد أشرك“۔ رواه أحمد (۳)۔

مشکوٰۃ شریف (۴)۔

جس شی کی شریعت نے مذمت کی ہو اس کی مذمت موجب کفر نہیں، نہ اس سے نکاح فسخ ہوتا ہے، نہ عورت بائنہ ہوتی ہے (۵)، ایسی صورت میں عورت کو دوسری جگہ نکاح بھی درست نہیں ہوتا۔ سوال کی تصحیح سائل کے ذمہ ہے، اگر غلط سوال قائم کر کے جواب حاصل کر لیا تو اس سے اخروی مواخذہ سے نجات حاصل نہ ہوگی اور جو شی دراصل حرام ہے وہ حلال نہیں ہوگی اور جو حلال ہے وہ حرام نہیں ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۵/۳/۶۱ھ۔

ایسے الفاظ کہنا برا ہے مگر چونکہ ان الفاظ میں احتمال ہے اسلئے ان سے تکفیر کرنا جائز نہیں (۶) محمد نصر۔

صحیح: عبداللطیف، ۱۰/ربیع الثانی/۶۳ھ۔

(۱) (الماعون: ۴، ۵، ۶)

(۲) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الرقاق، باب الریاء والسمعة، الفصل الأول، ص: ۴۵۳، قدیمی)

(۳) (مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۵/۱۰۸، رقم: ۱۶۶۹۰)

(۴) (المشکوٰۃ المصدر السابق، الفصل الثالث: ۴۵۵)

(۵) ”ثم إن كانت نية القائل الوجه الذى يمنع التكفير، فهو مسلم“۔ (الفتاوى العالمکیریة، کتاب

السير، قبیل الباب العاشر فی البغاة: ۲/۲۸۳، رشیدیہ)

(و کذا فی التاتارخانیة، کتاب أحكام المرتدین، فصل فی إجراء کلمة الکفر: ۵/۴۵۸، ادارة القرآن)

(والمحیط البرهانی، کتاب السير، فصل فی مسائل المرتدین، النوع الأول فی إجراء کلمة الکفر:

۵/۵۵۰، غفاریہ کوئٹہ)

(۶) ”الأصل أن لا یکفر أحد بلفظ محتمل؛ لأن الکفر نهاية فی العقوبة، فیستدعی نهاية فی الجنایة، ومع =

دینی کتب کے مترجمین کو برا کہنا

سوال [۶۴]: بعض لوگ ان علماء کو دشنام اور برا کہتے ہیں جنہوں نے کتب فقہ، حدیث، تفسیر کا اردو ترجمہ اور شرح کی ہے اور کہتے ہیں کہ ہم ان اردو کتابوں کو نہیں مانتے، عربی زبان میں ہوتی تو ضرور مان لیتے۔ ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

حقانی علماء کو محض اس وجہ سے برا کہنا اور دشنام دینا کہ انہوں نے دین کی خدمت کی اور اردو میں عربی کتابوں کے تراجم کئے ہیں، کبیرہ گناہ اور سخت خطرناک ہے (۱)۔ جو مسائل حق ہیں خواہ وہ اردو میں ہوں یا عربی وغیرہ میں ان کو ماننا لازم ہے، ایسے شخص کو توبہ لازم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/۴/۵۵ھ۔
صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

= الإحتمال لانهاية“. (التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل في إجراء كلمة الكفر: ۴۵۹/۵، إدارة القرآن)

(و كذا في شرح الفقه الأكبر للقاری، ص: ۱۶۲، قديمی)

(و البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۲۱۰/۵، رشیدیہ)

(۱) اس جیسے الفاظ میں اکثر کفر کا قوی اندیشہ ہوتا ہے۔ قال الملا علی القاری: ”من قال لفقيه يذكر شيئاً من العلم: هذا ليس بشيء، أو قال: لأى أمر يصلح هذا الكلام؟..... كفر“. (شرح الفقه الأكبر، فصل فى العلم والعلماء، ص: ۱۷۵، قديمی)

(و كذا فى الفتاوى العالمكيريّة كتاب السير، موجبات الكفر أنواع ومنها ما يتعلق بالعلم والعلماء: ۲۷۱/۲، رشیدیہ)

اور عالم کو بغیر کسی سبب کے سب و شتم کرنے میں بھی اندیشہ کفر ہے: فى الفتاوى العالمكيريّة: ”ويخاف

عليه الكفر إذا شتم عالماً أو فقيهاً من غير سبب“. (الفتاوى العالمكيريّة، المصدر السابق: ۲۷۰/۲)

(و كذا فى البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۲۰۷/۵، رشیدیہ)

ڈاکٹر فضل الرحمن پاکستان کے اقتباسات ضلالت آمیز

سوال [۶۲۸]: ایک شخص اپنی تحریر میں اس قسم کے جملہ استعمال کرتا ہے:

۱..... ”معراج کا واقعہ ایک افسانہ ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھائے جانے کے مقابلہ

میں گھڑا گیا ہے“ (۱)۔ (اسلام، ص: ۱۴، مصنفہ ڈاکٹر فضل الرحمن، صدر ادارہ تحقیقات اسلامیہ اسلام آباد،

پاکستان)

۲..... ”قرآن مجید میں انبیاء سابقین کے واقعات ماضیہ سے متعلق جتنے قصے اللہ تعالیٰ نے بیان کئے

ہیں وہ بے بنیاد واقعات ہیں جو یہود و نصاریٰ کے مقابلہ میں گھڑے گئے ہیں“۔ (ایضاً، ص: ۱۶)۔

۳..... ”حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف انسان کے اخلاق کی اصلاح کرنے والے تھے“۔ (ایضاً،

ص: ۱۷)۔

۴..... ”حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عرب قوموں کی تنظیم میں مصروف رہنے کی وجہ سے انہیں

حکومت بنانے کے قوانین مرتب کرنے کی فرصت نہیں ملی“۔ (ایضاً، ص: ۲۸)۔

۵..... ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام جاہلیت کی رسوم کے مطابق متعدد شادیاں کی تھیں، یہ کوئی شان

نبوت نہیں ہے“۔ (ایضاً، ص: ۲۹)۔

۶..... ”نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس وحی آئی تھی، یہ بات یہود اور نصرا نیوں کو قائل کرنے

کے لئے ان کے عقائد کے مطابق بنائی گئی ہے“۔ (ایضاً، ص: ۳۱)۔

۷..... ”حضرت جبرئیل امین کی کسی جسمانی صورت کا کوئی ثبوت نہیں ہے“۔ (ایضاً، ص: ۳۱)۔

۸..... ”قرآن شریف اللہ تعالیٰ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دونوں کے الفاظ سے عبارت ہے، اس

میں صرف اللہ ہی کے الفاظ نہیں“۔ (ایضاً، ص: ۳۱)۔

۹..... ”وحی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دل کی آواز ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں“۔ (ایضاً،

ص: ۳۳)۔

۱۰..... ”قرآن کریم میں صرف تین وقت کی نماز کا ذکر ہے، باقی دو وقت کی نمازیں بعد میں شامل کی

گئی ہیں“۔ (ایضاً، ص: ۳۲)۔

۱۱..... ”قرآن شریف کوئی قطعی دلیل نہیں“۔ (ایضاً، ص: ۳۷)۔

۱۲..... ”زکوٰۃ عوام کے بہبود کے لئے ایک قسم کا ٹیکس ہے یہ کوئی عبادت نہیں اور حکومت وقت ضرورت کے مطابق اس میں کمی بیشی کر سکتی ہے“۔ (ایضاً، ص: ۳۷)۔

۱۳..... ”قرآن شریف میں اجتہاد کی گنجائش ہے“۔ (ایضاً، ص: ۳۹)۔

۱۴..... ”ناکمل اسلام کی تکمیل صرف مغربیت کی رہنمائی سے ہو سکتی ہے“۔ (ایضاً، ص: ۱۱۶)۔

(نقل مطابق اصل، از روزنامہ نوائے وقت، ۲۶/ اگست ۶۸ء، ص: ۶)۔

۱۵..... ”جانور ذبح کرنے والے کا مسلمان ہونا اور تکبیر پڑھنا ضروری نہیں“۔ (ادارہ تحقیقات

اسلامیہ کافتوی)۔

مذکورہ بالا تحریریں آپ نے پڑھ لیں، اب آپ فرمائیں کہ جس شخص کی ایسی تحریریں ہوں وہ اس لائق ہے کہ اسے مسلمان سمجھا جائے اور کیا ایسا شخص تحقیقات اسلامی جیسے ادارہ کا ڈائریکٹر ہو سکتا ہے؟ اور جو حکومت ایسے شخص کو اس عہدے پر مقرر کرے، کیا وہ حکومت بھی مجرم ہے یا نہیں؟ اور کیا ڈاکٹر فضل الرحمن جیسے شخص کی اسلام کے بارے میں نظر بالغ ہے یا نہیں؟ قرآن و سنت کے عین مطابق جواب دیکر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

ڈاکٹر فضل الرحمن کی مذکورہ کتاب اور نوائے وقت ہمارے پاس نہیں، کہیں سے حاصل کر کے بھی مطالعہ کا موقع نہیں ملا۔ جو اقتباسات آپ نے نقل کئے ہیں اگر ان کا یہی مطلب ہے، سیاق و سباق سے دوسرا مطلب نہیں ہو جاتا اور مصنف کی مراد بھی وہی ہے جو الفاظ سے ظاہر ہے، تو یہ نہایت گمراہ کن عبارات ہیں، اسلام کے مسلمہ و متفقہ اصول کے خلاف ہیں، ان کا پڑھنا اور ان پر یقین رکھنا تصدیق اسلام کے منافی ہے۔ بعض عبارت پر یقین رکھنے سے بالکل ہی ایمان جاتا رہے گا اور بعض سے ایمان خراب ہو جائے گا۔ ایسی باتوں کا معتقد ہرگز اس لائق نہیں کہ اس کو اسلام کے بارے میں نظر بالغ نظر کہا جائے، اس کو تو دائرہ اسلام میں رکھنا بھی دشوار ہے، وہ تو ایسے باطل عقائد کی بنا پر اسلام سے خارج ہو گیا، تاویلات سے بھی روکنا آسان نہیں (۱)، اس کو کسی دینی ادارہ

(۱) نبحت ہناتحقیقاً علی نمط التخریج عن بعض نکات السؤال التي هي مشتملة على ألفاظ ضريحة غير محتمله، وأما غير المصرحة المحتملة، فقد تركناها ضيقاً للمقام. وذلك البعض: أي الألفاظ =

= المشتملة على الكفر يلزم منه الكفر قطعاً إنكاراً للنصوص القطعية من الكتاب والسنة:

فأما قوله الأول: ”معراج كا واقعہ الخ، فمخالف لنص القرآن القطعي، والأحاديث الصحيحة، أما الكتاب فقد قال الله تعالى: ﴿سبحان الذي أسرى بعبده ليلاً من المسجد الحرام إلى المسجد الأقصى الذي باركنا حوله، لنريه من آياتنا، إنه هو السميع البصير﴾ (الإسراء: ۱)

وأما الحديث فقد روى: ”عن أنس بن مالك رضى الله تعالى عنه قال: كان أبو ذر رضى الله تعالى عنه يحدث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ”فرج عن سقف بيتي وأنا بمكة، فنزل جبرئيل عليه السلام، ففرج صدرى، ثم غسله بماء زمزم، ثم جاء بطست من ذهب ممتلىء حكمةً وإيماناً فأفرغه في صدرى، ثم أطبقه، ثم أخذ بيدي، فخرج بي إلى السماء، فلما جئت إلى السماء الدنيا، قال جبرئيل عليه السلام لخازن السماء: افتح، قال: من هذا؟ قال: هذا جبرئيل، قال: هل معك أحد؟ قال: نعم معي محمد، فقال: أ أرسل إليه؟ قال: نعم، فلما فتح، علونا السماء الدنيا“. الحديث. (صحيح البخارى، كتاب الصلوة، باب كيف فرضت الصلوة فى الإسراء: ۱/ ۵۰، قديمى)

وأما قوله الثانى: ”قرآن میں بیان شدہ قصے بے بنیاد ہیں“ فهذا كذب صريح على الله تعالى، لقوله تعالى ليوسف عليه السلام: ﴿نحن نقص عليك أحسن القصص بما أوحينا إليك هذا القرآن، وإن كنت من قبله لمن الغافلين﴾ (يوسف: ۳)

فلو كانت القصص المذكورة فى القرآن لأصل لها، فكيف قال تعالى لها: ”أحسن القصص“ وهذه القصة من جملة القصص، وأيضاً ذكرت تلك القصص لحكم كثيرة، منها ما قاله العلامة الآلوسى: ”وأقوى ما يجاب به أن قصص الأنبياء إنما كررت؛ لأن المقصود بها إفادة إهلاك من كذبوا وارسلهم، والحاجة داعية إلى ذلك كتكرير تكذيب الكفار للرسول صلى الله تعالى عليه وسلم، فلما كذبوا، أنزلت قصة منذرة بحلول العذاب كما حل بالمكذبين“. (روح المعانى: ۱۲/ ۱۷۶، دار إحياء التراث العربى)

وأما قوله السادس: ”حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس وحی آتی تھی“ الخ، فمفهومه أن الوحي كان مخترعاً من جهة النبى صلى الله تعالى عليه وسلم، وأنه لم يكن منزلاً من الله تعالى على زعم هذا القائل، وهو كذب واختراع وافتراء كما افترت اليهود والنصارى على الله تعالى ورسله، فصاروا مردودين من جناب الحق تعالى، مخذولين بكيد الشياطين، وسماهم الله الكافرين الملحدين. =

کارہنما، رہبر بنانا، اس ادارہ کو تباہ کرنا ہے۔ فقط واللہ یهدی من یشاء إلى صراط مستقیم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۶/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

= قال الله تعالى: ﴿إنا أوحي إليك كما أوحي إلى نوح والنبيين من بعده﴾ الآية. وقال تعالى: ﴿لكن الله يشهد بما أنزل إليك أنزله بعلمه والملائكة يشهدون، وكفى بالله شهيداً﴾. (النساء: ۱۶۳، ۱۶۶)

وقال تعالى: ﴿وقال الملأ من قومه الذين كفروا وكذبوا بلقاء الآخرة وأترفناهم في الحياة الدنيا ما هذا إلا بشر مثلكم (إلى قوله) إن هو إلا رجل افترى على الله كذباً ومانحن له بمؤمنين﴾. (المؤمنون: ۳۳، ۳۸)

فمن كذب هذه النصوص فهو كافر، ومن أصحاب النار، كما قال تعالى: ﴿والذين كفروا وكذبوا بآياتنا، أولئك أصحاب الجحيم﴾ (المائدة: ۱۰)

وأما قوله الثامن: ”دونوں کے الفاظ سے عبارت ہے“ فمعارض لنص الكتاب الصريح: قال الله تعالى: ﴿وما ينطق عن الهوى، إن هو إلا وحي يوحى﴾ (النجم: ۴) وقال تعالى: ﴿قل الله شهيد بيني وبينكم، وأوحى إلي هذا القرآن لأنذركم به ومن بلغ﴾ الآية (الأنعام: ۱۹)

وأما قوله الحادي عشر: ”قرآن شریف کوئی قطعی دلیل نہیں“ فهذا إعراض عما قاله تعالى في شأن كتابه العزيز: ﴿إن هو إلا وحي يوحى، علمه شديد القوى، ذومرة فاستوى، وهو بالأفق الأعلى﴾ (النجم: ۴، ۵، ۶، ۷)

وقال تعالى: ﴿إنه لقول رسول كريم، ذي قوة عند ذي العرش مكين، مطاع ثم أمين، وما صاحبكم بمجنون، ولقد رآه بالأفق المبين، وما هو على الغيب بضنين، وما هو بقول شيطان رجيم﴾ (التكوير: ۱۹، ۲۵)

وأما قوله الرابع عشر: ”ناكمل اسلام“ ففيه إنكار لقوله تعالى: ﴿اليوم أكملت لكم دينكم وأتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الإسلام ديناً﴾ الآية (المائدة: ۳).

لمثبت أن هذه النكاة المذكورة معارضة لنص الكتاب والسنة، وإنكاراً وتمسخر بهما، فنقول: إن الفقهاء رحمهم الله تعالى قطعوا حكم الكفر على هذا مثل الزعيم، فقال في التاتارخانية: ”إذا أنكر آية من القرآن أو سخر بآية من القرآن، وفي الخزانة: أو عاب، فقد كفر“. (كتاب أحكام المرتدين، فصل فيما يتعلق بالقران: ۴۹۰/۵، إدارة القرآن)

وفى شرح الفقه الأكبر للقارى: ”وكذا (أى يجب إكفار) من جحد وعداً أو وعيداً بما ذكره الله تعالى في القرآن، أو كذب شيئاً منه: أى من أخباره، وهذا ظاهر لا مبرية فى أمره، ولا مخالفة لحكمه أو أنكر آية من القرآن، أو عاب شيئاً من القرآن كفر“. (فصل فى القراءة والصلاة، ص: ۱۶۷، قديمى)

”مجھ کو جہنم کا سب سے نچلا طبقہ منظور ہے، اللہ تعالیٰ کی ایسی تیسی“ کہنا (نعوذ باللہ)

سوال [۶۴۹]: زید اور عمر دونوں حقیقی بھائی ہیں، زید بڑا ہے عمر چھوٹا ہے، دونوں میں ایک رات جھگڑا ہو رہا تھا تو بڑے بھائی کی بدعنوانیوں کی بنا پر چھوٹے بھائی نے کہا کہ تمہارے یہ اعمال، اللہ کے یہاں تمہارا کیا حشر ہوگا، تو بڑے بھائی نے کہا کہ ”مجھ کو جہنم کا سب سے نچلا طبقہ منظور ہے“، پھر دوسری رات میں بھی جھگڑا ہوا اور زیادہ خطرناک صورت ہوگئی، تو بیچ بچاؤ کرنے والوں نے بڑے بھائی زید سے کہا کہ خدا کے لئے چپ رہو، تو زید نے برملا کہا کہ ”اللہ تعالیٰ کی ایسی تیسی“ (نعوذ باللہ)۔ کیا زید کے یہ دونوں جملے کلمہ کفر ہیں؟ اگر ہیں تو ایسی صورت میں زید کے لئے کیا حکم ہے؟ اور کیا اس سے نکاح پر بھی اثر پڑے گا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ کلمات نہایت سخت ہیں ان سے ایمان کا باقی رہنا دشوار ہے (۱)، مگر ایسے شخص کے واسطے فتویٰ

= (و كذافي الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، موجبات الكفر أنواع، ومنها ما يتعلق بالقرآن : ۲۶۶/۲، رشیدیہ)

”من رد حديثاً، قال بعض مشايخنا: يكفر، وقال المتأخرون : إن كان متواتراً، كفر. أقول : هذا هو الصحيح، إلا إذا كان رد حديث الآحاد من الأخبار على وجه الإستخفاف والإستحغار والإنكار.“ (شرح الفقه الأكبر للقراري رحمه الله تعالى، قبيل فصل في القراءة والصلوة، ص: ۱۶۶، قديمی)

(۱) ”وفى العتابة : ثم الأصل أن جحود أمر الله تعالى وأمر رسوله كفر، چنانچہ گوید : اگرچہ حدای مرابہشت فرستند نروم“. (التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل في رد الأوامر الشرعية: ۴۸۶/۵، إدارة القرآن)

وفيهما: ”قيل له : لاتعص الله، فإن الله يدخلك النار، فقال: من ازدوزخ ناندیشتم“۔ کفر فی هذا کله“۔ (التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل في رد الأوامر الشرعية: ۴۸۶/۵، إدارة القرآن)

”يكفر إذا وصف الله تعالى بما لا يليق به“. (الفتاوى العالمكيرية كتاب السير، الباب التاسع، موجبات الكفر، أنواع، منها ما يتعلق بذات الله تعالى: ۲۵۸/۲، رشیدیہ)

(و كذافي التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل فيما يقال في ذات الله تعالى: ۴۶۱/۵، إدارة القرآن)

کیا کارآمد ہوگا، کسی عالم صالح بزرگ کے پاس اس کو لے جائیں، وہ نرمی اور شفقت سے اس کو سمجھادیں اور تجدید ایمان اور تجدید نکاح کرادیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱۱/۹۹ھ۔

نیند کو نماز سے بہتر کہنے پر کیا حکم ہے؟

سوال [۶۵۰]: بعد نماز عشاء ایک آدمی نے اپنی لیٹی ہوئی بیوی سے کہا نماز پڑھ لو، بیوی نے کہا مجھے نیند آرہی ہے، اس کے جواب میں مرد نے کہا کہ نیند یعنی سونا بہتر ہے یا نماز بہتر ہے؟ تو بیوی نے جواب دیا کہ نیند بہتر ہے، اس صورت میں عورت پر کفر لازم آتا ہے یا نہیں؟ نیند کو نماز سے اچھا بتانے والا آدمی کیسا ہے؟ اسلام میں داخل رہے گا یا خارج از اسلام ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

نیند کا نماز سے بہتر ہونا جو کہ بیوی نے جواب میں کہا ہے، وہ باعتبار تقاضہ طبیعت کے ہے یعنی اس وقت سونے کو طبیعت چاہتی ہے، نیند کا غلبہ ہے، نیند ہی اچھی لگتی ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ خدائے پاک کے نزدیک نیند کا مقام نماز عشاء سے بلند ہے کہ اگر کوئی عشاء کی نماز نہ پڑھے بلکہ سو جائے تو وہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک پیارا ہے اس سے جو نماز پڑھے، اس لئے بیوی پر کوئی سخت حکم نہیں لگایا جائے گا (۲)۔ البتہ اس قسم کے

(۱) ”ما كان في كونه كفراً اختلافاً، فإن قائله يؤمر بتجديد النكاح والتوبة، والرجوع عن ذلك بطريق الإحتياط..... ثم إن كانت نية القائل..... الوجه الذي يوجب التكفير، لا تنفعه فتوى المفتي ويؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلك، وبتجديد النكاح بينه وبين امرأته“۔ (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، قبيل الباب العاشر في البغاة: ۲/۲۸۳، رشیدیہ)

(و كذا في التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل في إجراء كلمة الكفر: ۵/۳۵۸، إدارة القرآن)

(و كذا في المحيط البرهاني، كتاب السير، فصل في مسائل المرتدين، النوع الأول في إجراء كلمة الكفر: ۵/۵۵۰، غفاريه كوئثه)

(۲) ”إذا كان اللفظ محتملاً، فلا يحكم بكونه كفراً، إلا إذا صرح بأنه نوى المعنى الأول فتأمل..... لاسيماً، وقد ذكروا أن المسئلة المتعلقة بالكفر إذا كان لها تسع وتسعون احتمالاً للكفر، واحتمال واحد =

لفظ بولنے سے اس کو منع کیا جائے گا وہ توبہ کرے، آئندہ ایسا نہ کہے، نکاح بدستور قائم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۶/۹۶ھ۔

مناظرہ سکھانے کے لئے کفریات بولنا کیسا ہے؟

سوال [۶۵۱]: ہمارے یہاں ایک دینی مدرسہ میں تعلیم طلبہ کو مناظرہ کی تحریر کرائی جاتی ہے، ایک طالب علم اپنے آپ کو کبھی کافر، کبھی بدعتی، کبھی مرزائی، کبھی مودودی ظاہر کرتا ہے، جب اپنے کو کافر ظاہر کرتا ہے تو خدا کا انکار اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کرتا ہے، دوسرا طالب علم اس کو کافر وغیرہ الفاظ سے مخاطب کر کے اس کا جواب دیتا ہے اور جب بدعتی ظاہر کرتا ہے تو علماء دیوبند کو گالیاں دیتا ہے اور ان کو کافر بتلاتا ہے، دوسرا طالب علم اس کو جواب دیتے ہوئے گمراہ خان وغیرہ کہتا ہے، یہی صورت تب بھی ہوتی ہے جب مرزائی یا مودودی اپنے کو ظاہر کرتا ہے۔

غرض جب کسی فرقہ کی وکالت کرتا ہے، تو فرقہ باطلہ کے عقائد تو نہیں رکھتا، لیکن ان کے وہ کلمات جو شرعاً ناجائز ہیں استعمال کرتا ہے۔ مذکورہ صورت کبھی کبھی مدرسہ کے جلسہ میں ہوتی ہے، اس میں بعض مرتبہ جلسہ کو دلچسپ بنانا بھی مقصد ہوتا ہے، اور ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ یہاں مدرسہ کے اساتذہ میں اختلاف ہے، کوئی درست کہتا ہے کوئی غلط۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر فرقہ باطلہ ہا لکہ سے مناظرہ سکھایا جائے تو کسی طالب علم کا اپنے آپ کو ان فرقوں میں شمار کرنا اور اہل حق کی تفسیل و تکفیر کرنا ہرگز جائز نہیں، سخت معصیت ہے بلکہ اپنے ایمان کا خطرہ ہے۔ اقرار کفر اور اجراء کلمہ کفر اگرچہ اعتقاداً نہ ہو، استہزاء ہو تو اس کو بھی فقہاء نے موجب کفر لکھا ہے، جیسا کہ

= في نفيه، فالأولى للمفتي والقاضي أن يعمل بالإحتمال النافي؛ لأن الخطأ في إبقاء ألف كافر أهنون من لخطأ في إفساء مسلم واحد". (شرح الفقه الأكبر للقاري رحمه الله تعالى، بحث التوبة، ص: ۱۶۲،

دیومی)

او کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب السیر، قبیل الباب العاشر فی البغاة: ۲/۲۸۳، رشیدیہ)

او کذا فی التاتارخانیہ، کتاب أحكام المرتدین، فصل فی إجرآء کلمة الكفر: ۵/۴۵۸، إدارة القرآن)

مجمع الأنهر (۱) عالمگیری (۲) شامی (۳) شرح فقہ اکبر (۴) وغیرہ میں مذکور ہے۔ اس لئے مناظرہ کا طریق اختیار کرنے کی صورت یہ ہے کہ ان باطل فرقوں کی طرف سے ایک کہے کہ مثلاً اگر قادیانی یہ کہے تو آپ کے پاس کیا جواب ہے، اگر رضا خانی یہ کہے تو آپ کے پاس کیا جواب ہے، فلاں جماعت نے آپ کے اکابر پر اعتراض کیا ہے اس کا کیا جواب ہے؟

کفریات کو کبھی بھی اپنا مقولہ بنا کر پیش نہ کرے اگرچہ جعلی وکیل کی نیت سے ہو، ویسے بھی کلمہ کفر کو زبان پر لانا موجب ظلمت ہے جب تک اس کی تردید نہ کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
املاء العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۷/۱۱/۱۴۰۰ھ۔

”آستین براو کشیدہ ہچوم کار آمدی“ کا پڑھنا

سوال [۶۵۲]: شعر۔

آستین براو کشیدہ ہچوم کار آمدی
باخوری خود و تماشا سوائے بازار آمدی

اس طرح کے اشعار کا پڑھنا اور سننا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جو شخص اس کا صحیح مطلب سمجھتا ہو اس کو پڑھنا اور سننا درست ہے، ظاہری مطلب لے کر خدائے پاک کو خطاب کر کے پڑھنے کی اجازت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

(۱) ”وفى البحر: والحاصل: أن من تكلم بكلمة الكفر هازلاً أو لاعتباً، كفر عند الكل، ولا إعتبار باعتقاده ومن تكلم بها عالماً عامداً، كفر عند الكل لكن فى الدرر: وإن لم يعتقد أولم يعلم أنها لفظة الكفر، ولكن أتى بها عن إختيار، فقد كفر عند عامة العلماء، ولا يعذر بالجهل.“ (مجمع الأنهر، كتاب السيرة والجهاد، آخر باب المرتد، قبيل ألفاظ الكفر: ۲/۵۰۲، غفاريه كوئٹہ)

(۲) (الفتاوى العالمكيريّة، كتاب السير، موجبات الكفر أنواع، الباب التاسع فى أحكام المرتدين، موجبات الكفر ومنها ما يتعلق بتلقين الكفر اه: ۲/۲۷۶، رشيدية)

(۳) (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الجهاد، باب المرتد: ۳/۲۲۲، سعيد)

(۴) (شرح الفقه الأكبر للقارى رحمه الله تعالى، بحث التوبة، ص: ۱۶۲، قديمي)

عورت کا شوہر کو یہ جواب کہ ”توبہ نہیں کروں گی“ کیا تجدیدِ ایمان ضروری ہے؟

سوال [۶۵۳]: ایک شخص نے اپنی اہلیہ سے کسی گناہ پر تنبیہ کرتے ہوئے کہا کہ دیکھو جی توبہ کر لو،

ویسے اس کی اہلیہ نیک ہے، مگر اس وقت مذاق سے کہہ دیا کہ ”میں توبہ نہیں کروں گی“، پھر کہتے ہی اسی وقت

ندامت ہو گئی اور توبہ کر لی۔ اس واقعہ کی وجہ سے اس کے ایمان میں کچھ خرابی آ کر نکاح میں کوئی فرق آ سکتا ہے

یا نہیں؟ یا صرف گنہ گار ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر شوہر نے کسی خاص گناہ سے متعلق کہا کہ اس گناہ سے توبہ کر لو اور وہ گناہ بیوی نے نہیں کیا تھا، بیوی

نے کہا کہ میں توبہ نہیں کروں گی، تو اس کی وجہ سے اس کے ایمان میں خلل نہیں ہوگا اور اگر کسی خاص گناہ سے

متعلق نہیں کہا بلکہ ویسے ہی کہا، جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو توبہ کرتے ہی رہنا چاہئے، اس پر یہ جواب دیا کہ

توبہ نہیں کروں گی تو یہ بہت خطرناک ہے کیونکہ قرآن کریم میں بھی اہل ایمان کو توبہ کرنے کا حکم ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا﴾ (۱) اب اس صورت میں کلمہ پڑھ کر اپنی اس بات سے توبہ

کرنا چاہئے اور دو آدمیوں کے سامنے تجدیدِ نکاح بھی کر لیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاء العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱۰/۱۳۹۹ھ۔

(۱) (سورة التحريم: ۸)

قال العلامة الآلوسی: ”اتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور،

ولا يجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة“۔ (روح المعاني: ۱۵۹/۲۸، دار إحياء التراث

العربی بیروت)

(و كذا في شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب الإيمان، قبيل باب خصال المنافق: ۵۶/۲، قديمي)

(۲) ”وما كان في كونه كفراً اختلافاً يؤمر قائله بتجديد النكاح والتوبة والرجوع عن ذلك احتياطاً“۔

(مجمع الأنهر، باب المرتد: ۶۸۸/۱، دار إحياء التراث العربی)

(و كذا الفتاوى العالمكيريّة، كتاب السير، موجبات الكفر أنواع، الباب التاسع في أحكام المرتدين،

موجبات الكفر أنواع، ومنها ما يتعلق بتلقين الكفراه: ۲۷۶/۲، رشيدية)

ما يتعلق بتكفير المسلم (تكفير مسلم کا بیان)

علمائے دیوبند کو کافر کہنے والے کا حکم؟

سوال [۶۵۴]: جلال آباد میں جو کہ ایک پرانی بستی ہے، قدیم زمانے سے بستی کی جو سب سے بڑی جامع مسجد ہے اس میں ہمیشہ جمعہ ہوتا چلا آیا اور برابر ہو رہا ہے، کچھ عرصہ سے جامع مسجد کے قریب ہی ایک چھوٹی سی محلہ کی مسجد ہے اس میں دو چار آدمیوں نے جو بدعتی عقیدے کے ہیں اور اپنے اکابر کو کافر کہتے ہیں اور یہاں تک کہتے ہیں کہ علمائے دیوبند کو کافر نہ کہنے والا کافر یقینی ہے۔

ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ صرف ہم یہ عقیدہ رکھنے والے ہی مسلمان ہیں اور مسلمان کی نماز کافر کے پیچھے درست نہیں ہے، جس کی وجہ سے ان بدعتی عقیدے کے دو چار آدمیوں نے جمعہ کی نماز علیحدہ سے شروع کر دی چونکہ جامع مسجد میں جمعہ ڈیڑھ بجے ہوتا ہے اور یہ لوگ چھوٹی مسجد میں ڈھائی بجے جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں، اس لئے کثرت سے لوگ ان بدعتی حضرات کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں، یہاں تک کہ ہمارے پیش امام جو کہ دیندار صحیح العقیدہ متمول ہیں ان سے اگر کسی وجہ سے (جامع مسجد میں) جمعہ چھوٹ جاتا ہے تو وہ بھی چھوٹی مسجد میں ان کے پیچھے نماز جمعہ ادا کر دیتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ نیک صحیح العقیدہ شخص جس کا اتباع پوری بستی ہی نہیں مضافاتی بھی کرتے ہیں ان کو جمعہ کی نماز بدعتی کے پیچھے پڑھنا بہتر ہے یا ظہر کی نماز؟

رحمت اللہ قاسم العلوم جلال آباد بجنور۔

الجواب حامداً ومصلياً :

جو شخص علمائے دیوبند کو کافر کہتا ہو اور اپنے سوا کسی کو مسلمان نہیں سمجھتا تو وہ شخص خود ہی خطرناک حالت میں ہے اس لئے کہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ: ”اگر ایک آدمی کسی کو کافر کہے اور واقعہً وہ شخص کافر نہ ہو تو وہ کفر

خود اس پر لوٹ کر آتا ہے“ (۱)، پس ایسے شخص کو امام بنانا جائز نہیں، نہ اس کو کافر کہا جائے، نہ اس کا اقتدا کیا جائے، پھر وہ لوگ کسی دیوبندی عقیدے والے کے مسجد میں آجانے سے مسجد کو دھلوا کر پاک کراتے ہیں، دیوبندی کے سلام کا جواب دینے ہی سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے، دیوبندی کو سلام کرنا اتنا بڑا جرم ہے کہ ان کے نزدیک مرتد ہو جاتا ہے۔ العیاذ باللہ۔

جامع مسجد میں نماز کا اہتمام لازم ہے (۲) خاص کر امام صاحب کو، دوسرے لوگ بھی جامع مسجد میں سویرے جایا کریں تاکہ اس کی نوبت نہ آئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۵/۹۲ھ۔

دیوبندی علماء کو کافر کہنا

سوال [۶۵۵]: بریلوی عقائد کے لوگوں کا کہنا ہے کہ دیوبندی عقائد کے لوگوں کے ساتھ ملنا جلنا، اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، سلام کرنا، کسی قسم کا رابطہ و تعلقات رکھنا ناجائز ہے، اور اگر دیوبندی (وہابی)

(۱) ”عن أبي ذر رضي الله عنه أنه سمع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: ”لا يرمى رجل رجلاً بالفسوق، ولا يرميه بالكفر، إلا ارتدت عليه إن لم يكن صاحبه كذلك“. (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب ما ينهى عن السباب واللعن : ۸۹۳/۲، قديمی)
(و كذا في الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان، باب بيان حال إيمان من قال لأخيه المسلم با كافر : ۵۷/۱، قديمی)

قال الإمام النووي رحمه الله تعالى: ”في تأويل الحديث أوجه : أحدها أنه محمول على المستحل لذلك، وهذا يكفر“. (شرح النووي على مسلم : ۵۷/۱، قديمی)
(و كذا في المرقاة شرح المشكوة، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان الخ : ۵۲۲/۸، مكتبه حقانيه پشاور)
(و كذا في التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين : ۵۱۳/۵، إدارة القرآن)

(۲) ”أفضل المساجد مسجد مكة، ثم المدينة، ثم القدس، ثم قباء، ثم الأقدم، ثم الأعظم“. (الدر المختار)، و في رد المحتار: ”والحاصل : أن بعد القدس الجوامع : أي المساجد الكبيرة الجامعة للجماعة الكثيرة“. (كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة و ما يكره فيها، مطلب في أفضل المساجد:

سلام کرے تو اس کا جواب دینا بھی ناجائز ہے اور دیوبندیوں کو کافر بھی کہتے ہیں، ایسی صورت میں ایک طبقہ ایسا ہے جس کے لئے یہ حالات پریشان کن ہیں۔ اس لئے اس مسئلہ میں شرعی حکم کیا ہے؟
الجواب حامداً ومصلياً:

علمائے دیوبند کا مسلک صحیح ہے، قرآن کریم، حدیث شریف، صحابہ کرام، فقہاء، مجتہدین کے بالکل مطابق ہے، جو شخص اس کو غلط کہتا ہے وہ ان سب کی مخالفت کرتا ہے اور جو شخص ایسے دیوبندی علماء کو یا ان کے متعلقین کو کافر کہتا ہے وہ اہل ایمان کو اہل کفر سمجھتا ہے، اس کو ضروری ہے کہ اپنے ایمان کی خبر لے اور اصلاح کرائے، ورنہ وہ ہمیشہ ایمان سے نا آشنا رہے گا اور مقبولانِ بارگاہِ الہی و اولیائے کاملین کو کافر کہنے کی وجہ سے خدائے تعالیٰ کی لعنت اور غضب کا مستحق رہے گا (۱)۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غزلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۷/۹۵ھ۔

مسلمان کو کافر کہنے والے کا حکم

سوال [۲۵۶]: کسی نے فتویٰ دیا کہ یہ مسلمان کافر ہے تو حقیقت میں وہ کافر نہ ہو تو کہنے والے کا شرع کی رو سے کیا حکم ہے عند الحنفیہ؟

(۱) ”عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”ایما امری قال لأخیه: کافر، فقد باء بها أحدهما، إن کان کما قال، وإلا رجعت علیہ“ معناه أن ذلک یؤل به إلی الکفر، وذلک أن المعاصی کما قالوا ”برید الکفر“ وینخاف علی المکثر منها أن یکون عاقبة شؤمها المصیر إلی الکفر، ویؤید هذا الوجه ماجاء فی روایة ”فإن کان کما قال، وإلا فقد باء بالکفر“.
(الصحيح لمسلم مع شرحه للنووی، کتاب الإیمان، باب بیان حال إیمان من قال لأخیه المسلم: یا کافر: ۵۷/۱، قدیمی)

”وفی الخلاصة: من أبغض عالماً من غیر سب ظاهر خیف علیہ الکفر“ (شرح الفقه الأكبر،

فصل فی العلم والعلماء: ۱۷۳، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلياً :

كسى مسلم كوبلاوجه كافر جاننا كفره ہے: ”عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”أيما رجل قال لأخيه: كافر! فقد باء بها أحدهما“. متفق عليه“ (۱) -

”و عن أبى ذر رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”لا يرمى رجل رجلاً بالفسوق، ولا يرميه بالكفر، إلا ارتدت عليه إن لم يكن صاحبه كذلك“. رواه البخارى“ (۲) -

”وعنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من دعا رجلاً بالكفر، أو قال: عدو الله! وليس كذلك إلا حار عليه“. متفق عليه“ (۳) - (مشكوة المصابيح: ص: ۴۱۱) (۴) - فقط والله تعالى اعلم -

حرره العبد محمود گنگوہی عفا الله عنه، ۶۱/۲/۷ھ -

الجواب صحیح: سعید احمد غفر له، صحیح: عبداللطيف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۱/۲/۸ھ -

(۱) (صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب من أكفر أخاه بغير تأويل فهو كما قال: ۹۰۱/۲، قديمی)

(الصحيح لمسلم، کتاب الإيمان، باب بيان حال إيمان من قال لأخيه المسلم يا كافر: ۵۷/۱، قديمی)

(۲) (صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب ما ينهى عن السباب واللعن: ۸۹۳/۲، قديمی)

(۳) (الصحيح لمسلم، المصدر السابق)

(۴) (روى الأحاديث الثلاثة فى مشكوة المصابيح، کتاب الأدب، باب حفظ اللسان الخ، ص: ۴۱۱، قديمی)

”والمختار للفتوى فى جنس هذه المسائل أن القائل بمثل هذه المقالات (أى: قوله: يا كافر، ويا يهودى وغيرهما) إن كان أراد الشتم، ولا يعتقد كافرأ، لا يكفر، وإن كان يعتقد كافرأ، فخاطبه بهذا بناءً على اعتقاده أنه كافر، يكفر“. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، موجبات الكفر أنواع، و منها ما يتعلق بتلقين الكفر والأمر بالارتداد: ۲۷۸/۲، رشيدية) =

مسلم کو مشرک کہنا

سوال [۶۵۷]: اگر کوئی آدمی کسی مسلمان کو مشرک کہے اور کہنے والا بھی مسلمان ہو تو کہنے والے پر کفر لازم ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً :

کسی مسلم کو بلا وجہ شرعی مشرک کہنا سخت گناہ ہے بلکہ کفر ہے (۱)، اس سے اجتناب واجب ہے، اگر کوئی شرعی وجہ ہو تو اس کو دریافت کر لیا جائے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم، ۲۱/جمادی الثانیہ/۵۶ھ۔

کلمہ گو کو کافر کہنا

سوال [۶۵۸]: کسی کلمہ گو کو کافر کہنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً:

اسلام کے لئے صرف کلمہ گو ہونا کافی نہیں بلکہ دل سے تصدیق اور عقائد حقہ کا اختیار کرنا ضروری ہے (۲)، کیونکہ کلمہ بہت سے غیر مسلم بھی پڑھ لیتے ہیں اور وہ غیر مسلم ہونے کے مقرر بھی ہیں، لیکن تصدیق قلبی اور

= (و كذا في الفتاوى البزازية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفرة، الفصل الثاني، النوع الخامس في الإقرار بالكفر : ۶/۳۳۱، رشیدیہ)

(و كذا في التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل في الرجل يقول لغيره : يا كافر : ۵/۵۱۳، إدارة القرآن)

(۱) (قد تقدم تخريجه تحت عنوان "مسلمان کو کافر کہنے والے کا حکم")

(۲) "قال العلامة الآلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ تحت قوله تعالیٰ: ﴿الذين يؤمنون بالغيب﴾ الآية (البقرة: ۳) "الإيمان) أما في الشرع، فهو التصديق بما علم مجيء النبي صلى الله تعالى عليه وسلم به ضرورة، تفصيلاً فيما علم تفصيلاً وإجمالاً فيما علم إجمالاً"..... وقال: "لا شك أن المُقرّر باللسان وحده يُسمى مؤمناً لغةً، لقيام دليل الإيمان الذي هو التصديق القلبي فيه..... ويجرى عليه أحكام الإيمان =

عقائد حقہ پر دوسروں کو مطلع ہونا آسان نہیں، اسلئے اتنا ضروری ہے کہ تصدیق قلبی اور عقائد حقہ کے منافی کوئی چیز صادر نہ ہو (۱) مثلاً ایک شخص کلمہ گو بھی ہے اور بت کے سامنے سجدہ کرتا ہے (۲) یا ختم نبوت کا منکر ہے (۳) یا قرآن کریم کو خدا کی کتاب نہیں مانتا (۴) وغیرہ وغیرہ تو محض کلمہ پڑھنے کی وجہ سے اس کو مسلم و مومن نہیں کہا

= ظاهراً، ولا نزاع فی ذلك، وإنما النزاع فی كونه مؤمناً عند الله تعالى والنبی صلی الله تعالى علیه وسلم، و من بعده، كما كانوا يحكمون بإيمان من تكلم بالشهادتين كانوا يحكمون بكفر المنافق، فدل على أنه لا يكفي فی الإيمان فعل اللسان“. (روح المعانی : ۱/۱۳۱، دار إحياء التراث العربی)
(و كذا فی الدر المختار، كتاب الجهاد، باب المرتد : ۲۲۱/۳، سعید)

(۱) ”و فی جامع الفصولین : روی الطحاوی عن أصحابنا : لا یرج الرجل من الإيمان إلا جحد ما أدخله فیہ“. (البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدین : ۲۰۹/۵، رشیدیہ)
(۲) ”ثم لا نزاع فی أن المعاصی ما جعله الشارع أمانة التکذیب، وعلم كونه كذلك بالأدلة الشرعية كالسجود للصنم ونحو ذلك مما ثبت بالأدلة أنه كفر“. (شرح الفقه الأكبر، ص: ۷۷، قدیمی)

(و كذا فی رد المحتار، كتاب الجهاد، باب المرتد : ۲۲۲/۳، سعید)
”وقال شمس الأئمة السرخسی رحمه الله تعالى : السجود لغير الله تعالى علی وجه التعظیم كفر“. (البحر الرائق، كتاب الكراهية، قبیل فصل فی البيع : ۳۶۳/۸، رشیدیہ)
(۳) قال العلامة الآلوسی رحمه الله تعالى تحت قوله تعالى : ﴿ولكن رسول الله و خاتم النبیین﴾ : ”و كونه صلی الله تعالى علیه وسلم خاتم النبیین مما نطق به الكتاب و صدعت به السنة، و أجمعت علیه الأمة، فيكفر مدعی خلافه، و يقتل إن أصر“. (روح المعانی : ۲۲۲/۴، دار إحياء التراث العربی)
و فی شرح الفقه الأكبر : ”ودعوى النبوة بعد نبينا صلی الله تعالى علیه وسلم كفر بالإجماع“.
(ص : ۱۶۳، قدیمی)

(و كذا فی شرح العقيدة الطحاوية، مطلب فی كل من ادعی النبوة بعده صلی الله تعالى علیه وسلم كاذب، ص : ۹۳)

(۴) ”ومن جحد القرآن : أى كَلِّه أو سورةً منه أو آيةً، قلت : وكذا كلمةً أو قرآناً متواتراً“
..... كفر“. (شرح الفقه الأكبر، فصل فی القراءة والصلوة، ص : ۱۶۷، قدیمی)

جائے گا اور کسی مسلم کو بغیر دلیل کے کافر کہنا بھی نہایت خطرناک ہے (۱) اس کو بھی کھیل نہ بنا لیا جائے، اس سے اپنا ایمان بھی مجروح ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۸/۳/۹۳ھ۔

اپنے سوا سب کو کافر کہنا

سوال [۶۵۹]: مولوی حشمت علی صاحب نے بے شمار ایسی عورتوں کا نکاح پڑھوایا ہے جن کے چار چار چھ لڑکے پیدا ہو چکے ہیں، یہ فتویٰ صادر کر دیا کہ ان عورتوں کا نکاح نہیں ہوا تھا، یہ لڑکے جو پیدا ہوئے ہیں حرامی ہیں، اگر نکاح ہوا تھا تو وہ ناجائز ہے وہ اب تک حرام کاری تھی، اب نکاح ہوا پہلے کا غلط تھا۔

سابقین اکابرین علماء کو گالیاں دیتے ہیں، میں نے چشم خود دیکھا ہے تحریراً کہ ائمہ اربعہ تک ان کے حملہ سے محفوظ نہیں ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ مولانا حشمت علی صاحب کو کس طرح سے یاد کیا جائے؟ اور ان کے متبعین جو ان کے پیروکار ہیں ان کے متعلق کیا حکم ہے؟ مولوی حشمت علی صاحب کے نزدیک دنیا میں کوئی مسلمان نہیں ہے، نہ ناجی ہے۔

الجواب حامداً و مصلياً :

اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے، جو شخص اپنے سوا کسی کو بھی مؤمن نہ سمجھے، اکابر اہل اللہ پر کفر کا فتویٰ لگا دے اس کا ٹھکانہ معلوم، حشر معلوم (۲)۔ أعاذنا الله منه۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۳/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

(۱) قد تقدم تخريجه تحت عنوان "مسلمان کو کافر کہنے والے کا حکم"

(۲) یعنی اس کا ٹھکانہ اور حشر کفر ہی کا ہے، کیونکہ کسی مسلمان کو کافر کہنے سے کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔

"عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "أیما رجل قال لأخيه: كافر، فقد بآء بها أحدهما". (صحيح البخاری، كتاب الأدب، باب من أكفر أخاه بغير تأويل فهو كما قال: ۹۰۱/۲، قدیمی)

(و تقدم أيضاً تخريجه تحت عنوان "علماء دیوبند کو کافر کہنے والے کا حکم")

کسی تابع سنت عالم پر کفر کا فتویٰ لگانا

سوال [۶۶۰]: زید متقی و پرہیزگار عابد و زاہد ہے، صوم و صلوٰۃ کا سختی سے پابند ہے، حنفی اور قادری ہے، علماء دین کا احترام کرتا ہے، اسے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے گہری عقیدت ہے، وہ ان کے اسم گرامی کو حکیم الامت کے لقب سے شروع کرتا ہے اور بعد میں رحمۃ اللہ علیہ کہتا ہے۔ ایک مقامی مولوی صاحب جو اپنے نام کے ساتھ خود کو مفتی اعظم مدھیہ پردیش لکھتے ہیں وہ فرماتے ہیں:

”اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی رضوان اللہ تعالیٰ عنہ نے اشرف علی پر کفر کا فتویٰ صادر فرمایا ہے لہذا وہ کافر ہے اور اس کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ کہنے والا بھی کافر ہے، اس لئے کہ اشرف علی نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم مبارک کو پاگلوں اور جانوروں کے مثل کہا ہے۔“ اتنی بلفظ۔

براہ کرم جواب سے مفصل تحریر فرمائیں۔

سائل: عظیم الدین سابق پرنسپل ہنومان، تال مسجد انور خاں، جبل پور (ایم پی) معرفت دارالافتاء جمعیتہ العلماء دفتر الجمعیتہ، گلی قاسم جان، دہلی نمبر: ۶۔

الجواب حامداً و مصلياً :

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ العزیز بہت بڑے عالم، تابع سنت، شیخ طریقت بزرگ تھے، انہوں نے ہرگز ہرگز حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم مبارک کو پاگلوں اور جانوروں کے مثل نہیں فرمایا ہے، چنانچہ اس کتاب میں جس پر بریلوی حضرات نے کفر کا فتویٰ دیا ہے یہ عبارت موجود ہے: ”نبوت کے لئے جو علوم لازم اور ضروری ہیں وہ آپ کو بتمامہ حاصل ہو گئے“۔ غور کا مقام ہے کہ حضرت مولانا قدس سرہ نے سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے تمام علوم نبوت کو حاصل مانا اور صراحتہً تحریر فرمادیا، مگر یہ بریلوی حضرات ایسا بہتان تراش رہے ہیں، اس مسئلہ اور عبارت پر متعدد کتابیں تفصیل کے ساتھ لکھی گئیں ”بسط البنان“، ”توضیح البیان“، ”تکمیل العرفان“ وغیرہ۔

چونکہ بریلوی حضرات نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عالم الغیب تسلیم کیا اور لکھا ہے، ان کے مذہب پر دو شقیں پیدا ہوتی ہیں: ایک شق پر حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم اللہ تعالیٰ شانہ کے

علم کے برابر قرار پاتا تھا جو کہ شرک ہے (۱)، دوسری شق پر حضرت فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم مبارک کی تنقیص و توہین ہوتی تھی (۲)۔ اس لئے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ”عالم الغیب کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے سوا کسی پر جائز نہیں کیونکہ نہ شرک کی گنجائش ہے، نہ حضرت رسول مقبول سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم مبارک کی توہین و تنقیص کی گنجائش ہے، یہ دونوں چیزیں اسلام کے خلاف ہیں، لہذا حضرت امام المرسلین سید الاولین والآخرین شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا درست نہیں ہے“۔ بریلوی حضرات علم اور دلائل کی روشنی میں اس کا رد نہیں کر سکے اور بات کو بگاڑ کر عوام کو مشتعل کرنے کے لئے یہ عنوان اختیار کیا اور کفر کا فتویٰ دیا ہے (۳)۔ ہداهم اللہ تعالیٰ الی صراط مستقیم۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفر له دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱/۹۱ھ۔

(۱) ”و بالجمله فالعلم بالغیب امر تفرد به سبحانه، ولا سبیل للعباد إلیه إلا بإعلام منه، وإلهام بطریق المعجزة أو الكرامة أو الإرشاد إلی الاستدلال بالأمارات فیما یمكن فیہ ذلك ثم اعلم أن الأنبياء علیهم السلام لم یعلموا المغیبات من الأشياء إلا ما علمهم الله تعالیٰ أحياناً، و ذكر الحنفیة تصریحاً بالتكفير بإعتقاده أن النبی علیہ الصلوٰة والسلام یعلم الغیب لمعارضه قوله تعالیٰ: ﴿قل لا یعلم من فی السموات والأرض الغیب إلا الله﴾ كذا فی المسایرة“۔ (شرح الفقه الأكبر للقاری رحمہ اللہ تعالیٰ، ص: ۱۵۱، قدیمی)

(و كذا فی روح المعانی تحت قوله تعالیٰ: ﴿قل لا یعلم من فی السموات والأرض الغیب إلا الله﴾ (النمل: ۶۵: ۲۰/۱۱، دار إحياء التراث العربی)

(۲) (سیاتی توجیہہ تحت عنوان: ”حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ پر اعتراض کا جواب“)

(۳) کسی عالم یا غیر عالم مسلمان کو دلیل شرعی کے بغیر کافر سمجھنا شرعاً بر بنائے احادیث مبارکہ اور تصریحات فقہاء کفر ہے۔

”عن أبی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ أنه سمع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول: ”لا یرمی رجل رجلاً بالفسوق، و لا یرمیہ بالكفر، إلا ارتدت علیہ إن لم یکن صاحبه كذلك“۔ (صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب ما ینهی عن السباب واللعن: ۲/۸۹۳، قدیمی) =

کسی مسلمان کو کافر کہنا

سوال [۶۶۱]: زید اور عمر دو بھائی ہیں، آپس میں دونوں میں شدید اختلاف تھا، پنچایت ہوئی اور دونوں میں میل ملاپ کر دیا گیا، اس میں عمر نمازی ہے، مسجد میں امامت بھی کرتا ہے، ملاپ کے باوجود زید نے مسجد میں نماز پڑھنی چھوڑ دی اور عیدین دوسری جگہ پڑھی، اس پر عمر نے ایک فتویٰ نکالا کہ ”زید وعدہ خلاف ہے اور میرے پیچھے نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے کافر ہو گیا“، یہ یوم جمعہ میں سنایا گیا، پھر معاملہ ایسے ہی چلتا رہا، زید سے کہا گیا کہ چلو نماز پڑھو، اس پر زید نے کہا کہ ”جب مجھے کافر کہا گیا تو میں کافر ہوں“، ویسے زید کا دل صاف

= ”وعنه قال : قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم : ” من دعا رجلاً بالكفر، أو قال : عدو الله، و ليس كذلك إلا حار عليه“. (الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان، باب بيان حال إيمان من قال لأخيه المسلم : يا كافر : ۵۷/۱، قديمي)

”قال الطيبي: لأنه إذا قال القائل لصاحبه : يا كافر مثلاً، فإن صدق، رجع إليه كلمة الكفر الصادر منه بمقتضاها، وإن كذب واعتقد بطلان دين الإسلام، رجعت إليه هذه الكلمة وقال النووي : في تأويل الحديث أوجه : أحدها : أنه محمول على المستحل لذلك، فعلى هذا معنى بآء بها : أي بكلمة الكفر : أي رجع عليه الكفر“. (المراقبة شرح المشكوة، كتاب الأداب، باب حفظ اللسان الخ : ۵۶۲/۸، رشيدية)

”والمختار للفتوى في جنس هذه المسائل أن القائل بمثل هذه المقالات (أي قوله: يا كافر وغيره) إن كان أراد الشتم ولا يعتقد كافرًا، لا يكفر، وإن كان يعتقد كافرًا، فخاطبه بهذا بناءً على اعتقاده أنه كافر، يكفر“. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، موجبات الكفر أنواع : ومنها ما يتعلق بتلقين الكفر الخ : ۲۷۸/۲، رشيدية)

(وكذا في البرازية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفرًا، الفصل الثاني، النوع الخامس في الإقرار الخ : ۳۳۱/۶، رشيدية)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل في الرجل يقول لغيره : يا كافر : ۵۱۳/۵، إدارة القرآن)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب السير، فصل في مسائل المرتدين، نوع في الرجل يقول لغيره : ”يا كافر“ : ۵۷۲/۵، غفاريه)

ہے۔ تو اب زید کا اس جملہ کے کہنے سے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً :

عداوت اور وہ بھی دو بھائیوں میں شرعاً اخلاقاً عرفاً سخت مذموم اور منحوس چیز ہے، اس سے دین بھی تباہ ہوتا ہے اور دنیا بھی تباہ ہوتی ہے (۱)، زید نے غلطی کی جو جماعت ترک کی اور گھر پر تنہا نماز پڑھنے لگا اور بہت بڑی نعمت سے محروم ہو گیا (۲)، اس کو لازم ہے کہ مسجد میں جا کر جماعت کی نماز پڑھا کرے اور اپنی غلطی سے توبہ کرے۔

عمر نے اس سے بڑھ کر غلطی کی زید پر کفر کا حکم لگایا، مسلمان پر کفر کا حکم لگانا نہایت ہی خطرناک ہے، اس سے دین و ایمان سلامت نہیں رہتا (۳)، عمر کے اس کہنے سے اور اعلان کرنے سے زید کافر نہیں ہوا، عمر کے

(۱) ”عن أنس بن مالك رضى الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”لا تبغضوا ولا تحاسدوا ولا تدابروا، وكونوا عباد الله إخواناً، ولا يحل لمسلم أن يهجر أخاه فوق ثلاث“.
(الصحيح لمسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم التحاسد والتباغض الخ: ۲/ ۳۱۵، قديمي)

”عن عائشة رضى الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”الرحم معلق بالعرش، تقول: من وصلني وصله الله، ومن قطعني قطعه الله“.
(الصحيح لمسلم، كتاب البر والصلة، باب صلة الرحم وتحريم قطيعتها: ۲/ ۳۱۵، قديمي)

(۲) ”عن عبد الله بن مسعود رضى الله تعالى عنه قال: لقد رأيتنا وما يتخلف عن الصلوة إلا منافق قد علم نفاقه..... وفي رواية: قال: ”من سره أن يلقي الله غداً مسلماً، فليحافظ على هذه الصلوات الخمس حيث ينادى بهن..... ولو أنكم صليتم في بيوتكم كما يصلى هذا المتخلف في بيته، لتركتم سنة نبيكم، ولو تركتم سنة نبيكم لضللتم“.
(الحديث. (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب الجماعة وفضلها، ص: ۹۶، ۹۷، قديمي)

(۳) ”ويكفر..... بقوله لمسلم: يا كافر عند البعض..... والمختار للفتوى أن يكفر إن اعتقده كافراً، لا إن أراد شتماً“.
(البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۵/ ۲۰۷، رشيدية)
(وكذا في المرقاة شرح المشكوة، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان الخ، الفصل الأول: ۸/ ۵۶۲، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى البزازية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً، الفصل الثاني، النوع الخامس في =

ذمہ لازم ہے کہ اپنی غلطی کا علی الاعلان اقرار کرے اور زید سے سب کے سامنے معافی مانگے کہ اس نے یوم جمعہ میں اعلان کر کے زید کو ذلیل کرنے کی انتہائی مذموم کوشش کی یہ معمولی بات نہیں ہے، منصب امامت کے بھی خلاف ہے، اس کے اعلان کی وجہ سے زید کا اپنے آپ کو کافر کہنا ہی غلط ہے (۱)، دونوں اپنی اپنی غلطی کا احساس کر کے مکافات کریں، انشاء اللہ فتنہ ختم ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱/۹۱ھ۔

مسلمان کو کافر کہنا

سوال [۶۶۲]: بکرنے بلا سبب ایک شخص مسلمان کو اہانتہ و خسارۃ مرتد کہہ کر گالی دی کہ ”تو مرتد ہے، کافر ہے، بلا تجدید نکاح اپنی بیوی کو ساتھ نہیں رکھ سکتا“۔ اگر وہ شخص مرتد نہ ہو اور اس کی بیوی کو طلاق نہ ہو تو بکر مرتد ہوا یا نہیں؟ اور اس کی عورت کو طلاق ہوئی یا نہیں؟

۲..... ایک عالم غیر مجتہد نے اپنے قیاس سے زید کو بھول کر ایک فتویٰ دیا جس پر عمل کرنے سے زید کو نقصان پہونچا، بعدہ زید نے ایک محقق عالم سے اس کی تحقیق آزمائش کی، معلوم ہوا کہ وہ غلط ہے، زید نے اس عالم غیر مجتہد کو گالی کے طور پر کہا ”بیہودہ کھانا کھا کر سورتے ہیں، کتاب کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھتے ہیں، پھر مسئلہ جھوٹ بولتے ہیں، بیلوں کے مانند، ایسے بیلوں کو کیا کرنا چاہئے؟“

اس عالم نے زید سے کہا کہ تم نے عالم کو نبیل کہہ کر گالی دی جس سے تمہاری بیوی کو طلاق بائنہ واقع ہوگئی: ”من أبغض عالماً من غیر سبب خیف علیہ الکفر“ یہ عبارت عالمگیری سے مخزن الفتاویٰ،

= الإقرار بالکفر الخ : ۳۳۱/۶، رشیدیہ)

(۱) ”إذا قالت المرأة لزوجها: یا کافر، یا یهودی، یا مجوسی!، فقال الزوج: یحییٰ من بیرون آی..... فقد کفر“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب السیر، موجبات الکفر أنواع: و منها ما يتعلق بتلقین

الکفر والأمر بالارتداد: ۲/۲۷۷، رشیدیہ)

(وکذا فی التاتارخانیة، کتاب أحكام المرتدین، فصل فی الرجل یقول لغيره: یا کافر: ۵/۵۱۲، ۵۱۳، إدارة القرآن)

(وکذا فی المحيط البرهانی، کتاب السیر، فصل فی مسائل المرتدین، نوع فی الرجل یقول لغيره:

یا کافر: ۵/۵۷۲، غفاریہ)

ص: ۱۰۴ میں ہے (۱)۔ اس صورت میں کیا حکم ہے؟ زید کی بیوی کو طلاق ہوگئی اور زید مرتد یا فاسق ہو یا نہیں؟
الجواب حامداً ومصلياً :

۱..... بلا وجہ شرعی کسی مسلم کو کافر و مرتد کہنا کفر ہے (۲) اس لئے بکر سے وجہ دریافت کی جائے کہ اس نے کس وجہ سے ایسا کہا ہے؟ جب تک اس کی تحقیق نہ ہو جائے کسی پر کفر کا حکم لگانا درست نہیں:

”لا يفتى بكفر مسلم مهما أمكن حمل كلامه على محمل حسن أو كان في كفره خلاف ولورواية ضعيفة اهـ“ تنوير: ۳۹۹/۳ (۳)۔

۲..... وہ فتویٰ سامنے ہو تو اس کو دیکھ کر رائے قائم کی جاسکتی ہے کہ وہ صحیح ہے یا غلط، نیز وہ فتویٰ بھی ساتھ ہونا چاہئے جس کے ذریعہ سے آزمائش کی گئی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/محرم/۶۷ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/محرم/۶۷ھ۔

شاگرد کو کافر کہنے والے کا حکم

سوال [۶۶۳]: اگر استاذ اپنے شاگرد کو کہے کہ یہ شاگرد استاد پر عاق ہے، استاد لوگوں سے کہتا ہے کہ یہ شاگرد کافر ہو گیا نماز اسکے پیچھے جائز نہیں، شاگرد توبہ نکالتا ہے کئی دفعہ توبہ نکالا ہے لیکن شاگرد پر کسی قسم کا ثبوت بے ادبی کا نہیں اور استاد لوگوں سے یہ کہتا ہے کہ یہ بالکل کافر ہے، شریعت ایسے استاذ پر کیا حکم کرتی ہے۔
المستفتی: مولوی اطہر جان ضلع کوہاٹ۔

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریۃ، کتاب السیر، موجبات الکفر أنواع، و منها ما يتعلق بالعلم والعلماء : ۲۷۰/۲، رشیدیہ)

(۲) ”عن ابي ذر رضي الله تعالى عنه انه سمع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: ”لا يرمى رجل رجلاً بالفسوق، ولا يرميه بالكفر إلا ارتدت عليه إن لم يكن صاحبه كذلك“ (صحيح البخارى، كتاب الأدب، باب ما ينهى عن السباب واللعن : ۸۹۳/۲، قديمی)

(۳) (الدر المختار، كتاب الجهاد، باب المرتد : ۲۲۹/۴، ۲۳۰، سعید)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب السیر، باب أحكام المرتدين : ۲۱۰/۵، رشیدیہ)

الجواب حامداً ومصلياً:

اولاً شاگرد کے کافر ہونے کی وجہ استاد سے دریافت کی جائے جو کچھ وجہ وہ بتائے اس پر شرعی حیثیت سے غور کیا جائے گا، بلا وجہ کسی مسلم کو کافر کہنا خود کفر کے درجہ کا گناہ ہے (۱) اور جب آدمی شریعت کے مطابق سچی توبہ کرتا ہے تو وہ مقبول ہوتی ہے: ”ثم إذا تاب توبةً صحيحةً، صارت مقبولةً غير مردودة قطعاً من غير شك و شبهة بحكم الوعد بالنص اه“۔ (شرح فقہ اکبر، ص: ۱۹۶) (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/۴/۶۰ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/ربیع الثانی/۶۰ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۲۷/ربیع الثانی/۶۰ھ۔

کسی مسلمان کو سردار جی کہنا

سوال [۶۶۳]: ایک شخص کبھی کبھی نماز کی پابندی کرتا ہے، وحدانیت اور رسالت کا اقرار بھی کرتا ہے، البتہ کبار اور صغائر گناہ کے بارے میں اس کا رویہ تشفی بخش نہیں ہے، ایسی حالت میں اس کو ”سردار جی“ کے لقب سے یاد کرنا کیسا ہے جبکہ قرآن پاک میں صراحتاً: ﴿و لا تنابروا بالالقباب﴾ (۳) وارد ہے، سردار جی کہنے والے کو کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مسلمان سخت گنہگار ہونے کے باوجود مسلمان ہے، صغائر و کبار سے توبہ کرنا بھی لازم ہے، ہمارے عرف میں ”سردار جی“ سکھ کو بولتے ہیں، اگر وہاں بھی یہی عرف ہے اور عمر کی مراد بھی یہی ہے تو مسلمان کو

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان ”مسلمان کو کافر کہنے والے کا حکم“)

(۲) (شرح الفقہ الأكبر مطلب فی التوبة و شرائطها، ص: ۱۶۰، قدیمی)

(و کذا فی روح المعانی تحت قوله تعالیٰ: ﴿توبوا إلى الله توبةً نصوحاً﴾ (التحریم: ۸): ۱۵۹/۲۸،

دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۳) (الحجرات: ۱۱)

”سردار جی“ کہنا جائز نہیں (۱)۔ عمر کو لازم ہے کہ ایسا کہنے سے توبہ کرے اور زید سے معافی مانگے ورنہ اس کے ذمہ گناہ باقی رہے گا، زید کو بھی چاہئے کہ اپنی وضع قطع روش سب اسلام کے مطابق رکھے۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۳/۱۲/۸۹ھ۔

کسی کو یہ کہنا کہ ”اس کے دل میں کفر بھرا ہوا ہے“

سوال [۶۶۵]: کوئی شخص ذاتی غضب کی بنا پر اگر کسی کو کہے کہ ”اس کے دل میں کفر بھرا ہوا ہے“ تو ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟
الجواب حامداً و مصلياً:

کسی کے متعلق یہ کہنا کہ ”اس کے دل میں کفر بھرا ہوا ہے“ بہت سخت اور خطرناک بات ہے (۲)، ہرگز ایسا نہ کہا جائے، دل کا حال اللہ کے سوا کسی کو نہیں معلوم، حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وحی آتی تھی، بعض کے متعلق بتایا جاتا تھا، اس لئے کبھی آپ اس کو ظاہر بھی فرمادیتے (۳)، اب کسی کو یہ حق نہیں، جو اعمال

(۱) ”اگر ”سردار جی“ کا سکہ کے لئے بولنے کا عرف ہو اور کہنے والا اس لفظ کے مخاطب کو سیکھ اعتقاد کرے، تو یہ ”یا کافر، یا یہودی“ اور ”یا نصرانی“ وغیرہ کے حکم میں ہے۔ ”و لو قال: لمسلم اجنبی: یا کافر، أو لأجنبیة: یا کافرة! و لم یقل المخاطب شيئاً، کان الفقیه أبو بکر الأعمش یقول: یکفر هذا القائل، و قال غیره من مشایخ بلخ: لا یکفر..... و المختار للفتویٰ فی جنس هذه المسائل أن القائل بمثل هذه المقالات إن کان أراد الشتم ولا یعتقدہ کافراً، لا یکفر، و إن کان یعتقدہ کافراً، فمخاطبه بهذا بناءً علی اعتقاده أنه کافر یکفر“۔ (التاتارخانیة، کتاب احکام المرتدین، فصل فی الرجل یقول لغيره: یا کافر: ۵/۵۱۳، ۵۱۴، إدارة القرآن)
اور اگر عرف بھی اسی طرح نہ ہو یا عرف ہو لیکن مقصد اس کا تکفیر کرنا نہ ہو بلکہ محض سب و شتم مقصود ہو تو اس قائل کی تکفیر نہیں کی جائے گی، جیسے عبارت بالا سے ظاہر ہے۔

(۲) (تقدم تخريجہ تحت عنوان ”مسلمان کو کافر کہنے والے کا حکم“)

(۳) ”حدیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ أخبر عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”فی أصحابی اثنا عشر منافقاً، فیهم ثمانية لا یدخلون الجنة حتی یلج الجمل فی سم الخیاط“ ثمانية منهم تکفیرهم الدبیلة، و أربعة لم أحفظ ما قال شعبة فیهم“۔ (الصحيح لمسلم، کتاب صفات المنافقین و احکامهم: ۲/۳۶۹، قدیمی)

سرزد ہوتے ہیں ان کے متعلق جائز و ناجائز کا حکم بتایا جاسکتا ہے، اسلامی اور غیر اسلامی اخلاق کی تعیین کی جاسکتی ہے مگر یہ کہنا درست نہیں کہ ”فلاں شخص کے دل میں کفر ہے“ جب کہ وہ شخص مسلمان ہو، غیر اسلامی اخلاق و اعمال سے بچنا سب کو ضروری اور لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۳/۸۹ھ۔

کسی بات کا یقین نہ کرنے والے کو کافر کہنا

سوال [۶۶۶]: چند آدمی جمع تھے ان میں سے ایک شخص حاجی نذیر احمد عرف چھوٹک زید کی شکایت و

غیبت کر رہے تھے، جن باتوں کا دین سے کوئی تعلق بھی نہیں، اس پر میں نے کہا کہ جب آپ کے اور زید کے درمیان کشمکش اور نزاع کے بعد مسلم صفائی ہوگئی تو اس کے خلاف غیبت اور پروپیگنڈہ کیا کرتے ہیں، یہ اچھی بات نہیں ہے، اس پر حاجی نذیر احمد صاحب نے کہا کیا میں جھوٹ بول رہا ہوں، میں نے کہا کہ میں جھوٹ سچ نہیں جانتا، یہاں جو سن رہا ہوں اس کی بنا پر کہہ رہا ہوں، اس پر حاجی نذیر احمد صاحب نے کہا کہ ”اگر تم میری بات پر یقین نہیں کرتے تو تم کافر ہو“۔ واضح رہے کہ ان کے اس جملے کو وہاں موجود پانچ لوگوں نے سنا، میں اس سخت جملے پر صبر کر کے خاموش ہو گیا اور علمائے دین سے معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کیا کسی شخص کا یہ درجہ ہے کہ جو شخص اس کی بات کا یقین نہ کرے تو وہ کافر ہو جائے؟ از روئے شرع ایسا کہنے والے کا کیا درجہ ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

اس مجلس کی یہ گفتگو نہایت خطرناک ہے، فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی کا تذکرہ برائی کے ساتھ بطور غیبت کیا اس پر کسی نے منع کیا کہ غیبت نہیں کرنا چاہیے، اس کے جواب میں اس برائی کرنے والے نے کہا کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں، وہ تو سچی بات ہے جھوٹ نہیں ہے، یعنی گویا کہ اس برائی کرنے کو وہ شخص جائز قرار دے رہا ہے کیونکہ سچی بات ہے جھوٹ نہیں ہے حالانکہ برائی کی جو سچی بات کہی جائے، اسی کا نام غیبت ہے، قرآن کریم میں اس کو منع فرمایا گیا ہے: ﴿وَلَا يَغْتَب بَعْضُكُم بَعْضًا﴾ (۱) تو قرآن کریم میں جس چیز کو منع اور ناجائز قرار دیا گیا ہے اس کلام میں اس کا انکار ہے، یعنی کہنے والا اس کو جائز سمجھ کر کہہ رہا ہے (۲) اور

(۱) (الحجرات: ۱۲)

(۲) ”و منها : أن استحلال المعصية صغيرة كانت أو كبيرة كفر إذا ثبت كونها معصية بدلالة قطعية، =

پھر یہ کہنا کہ ”اگر تم میری بات پر یقین نہیں کرتے تم کافر ہو“ یہ بھی نہایت سخت کلمہ ہے، مسلمان کے حق میں ایسی بات کہنے سے پورا پرہیز لازم ہے، حدیث پاک میں ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو کافر کہے اور وہ واقعہً ایسا نہ ہو تو یہ کلمہ اسی کافر کہنے والے کی طرف لوٹتا ہے (۱)۔ آپ نے صبر کیا اور خاموش رہے بہت اچھا کیا، اب آئندہ بھی خاموش رہیں اور صبر کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاء العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۷/۱۳۹۹ھ۔



= وكذا الإستهانة بها كفر بأن يعدها هينة سهلة، ويرتكبها من غير مبالاة بها، ويجريها مجرى المباحات في ارتكابها“ (شرح الفقه الأكبر للقاری رحمہ اللہ تعالیٰ مطلب: فی استحلال المعصية، ص: ۱۵۲، قدیمی)

(۱) ”عن أبی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ أنه سمع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول: ”لا یرمی رجل رجلاً بالفسوق، ولا یرمیہ بالكفر، إلا ارتدت علیہ إن لم یکن صاحبه كذلك“ (صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب ما ینہی عن السباب واللعن: ۸۹۳/۲، قدیمی)

ما يتعلق بالاستخفاف بالله تعالى و شعائره

(اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی اور شعائر کی توہین)

اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی

سوال [۶۶۷]: ایک شخص کہتا ہے کہ ”اللہ میاں بہت محتاج ہیں، نعوذ باللہ، بڑے غریب ہیں، ان کے پاس کیا ہے، کچھ بھی نہیں“۔ جب اس کا مطلب پوچھا جاتا ہے تو کہتا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ ان کے پاس نہ ہاتھ ہے، نہ پیر، نہ آنکھ ہے، نہ منہ ہے۔ تو ایسے شخص کے متعلق کیا حکم ہے؟ شرعاً اس قسم کے کلمات کہنے کیسے ہیں؟
المستفتی: محمد مصطفیٰ، معلم مدرسہ عربیہ ہدایت المسلمین، کرہی ڈاکخانہ دوہارا، ضلع بستی۔

الجواب حامداً و مصلياً :

ایسا کہنا بھی سخت گستاخی ہے (۱) ﴿يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ﴾ (۲) وغیرہ نصوص کے مخالف ہے، لہذا اس کو بھی تو بہ نیز تجدید ایمان اور تجدید نکاح کا حکم دیا جائے (۳)۔

(۱) ”يَكْفُرُ إِذَا وَصَفَ اللَّهُ تَعَالَى بِمَا لَا يَلِيْقُ بِهِ أَوْ سَخَّرَ بِاسْمِ مَنْ أَسْمَاءَهُ..... أَوْ نَسَبَهُ إِلَى الْجَهْلِ أَوْ

العجز أو النقص“۔ (البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين : ۲۰۲/۵، رشیدیہ)

(و كذا في التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل فيما يقال في ذات الله تعالى: ۴۶۳/۵، ادارة القرآن)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، موجبات الكفر أنواع، منها ما يتعلق بذات الله تعالى و

صفاته : ۲۵۸/۲، رشیدیہ)

(۲) (الفتح : ۱۰)

(۳) ”ثم إن كانت نية القائل..... الوجه الذي يوجب التكفير، لا تنفعه فتوى المفتى، و يؤمر بالتوبة

والرجوع عن ذلك، و بتجديد النكاح بينه و بين امرأته“۔ (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير،

موجبات الكفر أنواع، قبيل الباب العاشر في البغاة: ۲۸۳/۲، رشیدیہ)

(و كذا في التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل في إجراء كلمة الكفر: ۴۵۸/۵، ادارة القرآن) =

﴿لقد كفر الذين قالوا إن الله فقير ونحن أغنياء﴾ الآية (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۵/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۹/جمادی الاولیٰ/۵۶ھ۔

شان خداوندی میں گستاخی کرنے والے کے ساتھ سلوک

سوال [۶۶۸]: غیر مسلم اللہ کی شان میں گستاخیاں کرتا ہے، ظاہر ہے اگر اس کو اللہ تعالیٰ کی عظمت کا

علم ہو جاتا تو ایسا نہ کرتا، علم رکھنے والے کے لئے ایسے موقع پر خاموشی اختیار کرنا کیسا ہے؟ سمجھانے پر نہ ماننے پر جسمانی تکلیف پہنچانے کا حق ہے یا نہیں جب کہ قدرت ہو؟

الجواب حامداً ومصلياً:

کیا جسمانی تکلیف پہنچانے سے اس کی اصلاح ہو جائے گی جب کہ وہ بے علم ہے؟ اصلاح کی

صورت تو یہ ہے کہ اخلاق و شفقت سے اس کو اللہ تعالیٰ کی عظمت کا علم کرایا جائے (۲) اور عقیدہ درست کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۲/۹۱ھ۔

اللہ تعالیٰ کو گالی دینا اور رمضان کے روزے کی توہین کرنا

سوال [۶۶۹]: موضع پنجوچک پٹھان کوٹ میں بروز جمعہ شریف مسلمان روزہ داروں کی ایک مجلس

= (و كذا فى المحيط البرهاني، كتاب السير، فصل فى مسائل المرتدين، النوع الأول فى إجراء كلمة الكفر: ۵/۵۵۰، غفاريه)

(۱) مذکورہ آیت ان الفاظ کے ساتھ شاید قرآن کریم میں نہیں، سہو کا تب ہو سکتا ہے اور شاید حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ جس آیت کو ذکر کرنا چاہتے تھے وہ سورہ آل عمران کی یہ آیت ہے، قال الله عز وجل: ﴿لقد سمع الله قول الذين قالوا: إن الله فقير ونحن أغنياء، سنكتب ما قالوا وقتلهم الأنبياء بغير حق، ونقول: ذوقوا عذاب الحريق﴾. (الآية: ۱۸۱)

(۲) قال الله تعالى: ﴿أدع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتي هي أحسن﴾.

(الآية: النحل: ۱۲۵)

ہو رہی تھی، یعنی جمعہ کی نماز وغیرہ نیک کاموں کے لئے جانا تھا، دن کے پورے دو بجے کا ٹائم تھا کہ ایک صاحب داماد حسین بخش پورہ گوجر، بیڑی تمباکو پیتا ہوا دھواں نکالتا ہے، حاضرین مجلس نے بلکہ خود فقیر نے کہا کہ دیکھو تم کو اول بروئے شرع مطہرہ روزہ رکھنا چاہئے تھا، کیونکہ تم وطنی ہو یعنی اپنے گھر میں مقیم ہو، اس بنا پر تم پر روزہ رمضان شریف رکھنا واجب العین ہے، تو داماد حسین بخش مسلمانوں کے سامنے وہ الفاظ بکتا ہے جو حسب ذیل تحریر ہیں:

۱- ”اللہ کیا کر سکتا ہے، اللہ کے ہاتھ میں کیا ہے“ اور اللہ کو گالیاں دیں۔ نعوذ باللہ

۲- رمضان شریف اور روزہ کے نام پر ماں کا نام لے کر گالیاں دی، جب گالیاں دے کر رمضان شریف اور روزوں کے نام سرد ہوا تو کہنے لگا کہ ”ہم کو رمضان کا روزہ رکھ کر کیا ملے گا؟ یوں تو اپنا کام کاج کر کے اپنا گھر اور اہلیہ اور بچوں کا پیٹ پالوں گا، رمضان اور روزوں میں کیا رکھا ہے؟ یہ بے وقوفوں نے غلط ڈھانچہ بنا رکھا ہے۔“

اس لئے التجا ہے کہ ایسے شخص کے لئے شریعت مطہرہ میں کیا حکم ہے؟ دوم جو عورت اس شخص کے نکاح میں ہے وہ نکاح سے خارج ہے یا تجدید نکاح کرنا پڑے گا اور دوسرے مسلمانوں کو ایسے شخص مفسد اعتقاد والے کے ساتھ کیا سلوک برتنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلياً :

شخص مذکور نے الفاظ بہت سخت کہے ہیں، ایسا کہنے سے ایمان سلامت نہیں رہتا، اس کو ضروری ہے کہ فوراً توبہ واستغفار کرے، تجدید ایمان کرے اور نکاح بھی دوبارہ کرے (۱)۔ اگر وہ اس کے لئے آمادہ نہ ہو تو

(۱) أما قوله: ”اللہ تعالیٰ کیا کر سکتا ہے الخ“ ”فقد تقدم تخريجه تحت عنوان: ”اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی“

وأما قوله الثاني: ”رمضان شریف الخ“ فقال الملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ فی شرح الفقه الأكبر: ”وفی التتمة: من أهان الشريعة أو المسائل التي لا بد منها كفر“. (فصل فی العلم والعلماء، ص: ۱۷۴، قدیمی)

وأما قوله: ”رمضان کا روزہ رکھ کر کیا ملے گا“ فقال فی الفتاویٰ العالمگیریة: ”لوقال: قرأت القرآن كثيراً فما رفعت الجنایة عنا، یکفر“. (کتاب السیر، موجبات الکفر أنواع، و منها ما يتعلق بالقرآن: ۲/۲۶۷، رشیدیہ)

(وکذا فی خلاصة الفتاویٰ، الفصل الثاني، الجنس التاسع فی القرآن: ۳/۳۸۹، رشیدیہ)

مسلمانوں کو چاہئے کہ اس سے تعلق قطع کر دیں تاکہ اس کے خراب عقائد سے متاثر نہ ہوں اور وہ تنگ آ کر اپنی اصلاح پر آمادہ ہو جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۸/۱۰/۹۰ھ۔

اللہ پاک کو گالی دینا

سوال [۶۷۰]: ناوانستگی میں زید نے اللہ میاں کو چند ناشائستہ کلمات کہہ دیئے، اللہ پاک کو ماں بہن کی گالی دی، دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ عبادت وغیرہ سے کچھ نہیں ہوتا ہے، جتنی نماز پڑھو اور دعائیں گواتنا ہی الٹا ہوتا ہے۔ سفر میں بالوریت کا راستہ تھا، سائیکل بگڑ گئی تھی، پریشان تھے، اس وقت مندرجہ بالا الفاظ منہ سے نکلے تو اس کے بعد ایمان رہا یا کفر لازم ہو گیا؟

۲..... اگر زید شادی شدہ ہے تو اس کا نکاح قائم رہا یا تجدید نکاح کی ضرورت ہے، یا حلالہ کے بعد طلاق دینے پر عدت گزارنے سے نکاح ضروری ہوگا، جب کہ اس کے بعد بھی زید دو تین سال بیوی کے ساتھ اسی طرح رہا اس کے بعد طلاق مغلظہ دیدی؟

الجواب حامداً و مصلياً :

زید کو لازم ہے کہ تجدید ایمان کرے اس کا نکاح بھی ختم ہو گیا (۱)، اب دو تین سال بعد جب بیوی کو

(۱) قال علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ فی شرح الفقہ الأكبر: ”ثم اعلم أنه إذا تكلم بكلمة الكفر عالماً بمعناها، ولا يعتقد معناها، لكن صدرت عنه من غير إكراه، بل مع طواعية في تأديته، فإنه يحكم عليه بالكفر“۔ (ص: ۱۶۳، قدیمی)

و فی البحر الرائق: ”یکفر إذا وصف الله تعالیٰ بما لا يليق به“۔ (کتاب السیر، باب أحكام المرتدین: ۲۰۲/۵، رشیدیہ)

”ولو قال: قرأت القرآن كثيراً، فما رفعت الجناية عنا، یکفر“۔ (الفتاویٰ العالمکیریہ، کتاب السیر، موجبات الکفر أنواع، و منها ما يتعلق بالقرآن: ۲۶۷/۲، رشیدیہ)

(و کذا فی خلاصة الفتاویٰ، کتاب ألفاظ الکفر، الفصل الثانی، الجنس التاسع فی القرآن: ۳۸۹/۴، رشیدیہ)

طلاق مغلظہ دیدی تو وہ بغیر حلالہ کے جائز نہیں رہی، قطعاً حرام ہوگئی تو اس سے تجدید نکاح کرنے کے لئے بغیر حلالہ کے اس مسئلہ کے دریافت کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی اور کلمات کفریہ کہنے کے بعد بغیر تجدید ایمان اور تجدید نکاح کے اس کے ساتھ رہا، اس کو دریافت کیوں نہیں کیا۔ کیا اس کو حرام کاری نہیں سمجھا، اگر اس نے کلمات کفریہ کہنے کے بعد بھی نکاح قائم رکھا اور اس کے ساتھ سب کچھ حلال کیا ہے، تو طلاق مغلظہ کے بعد بغیر حلالہ کے تجدید نکاح کا سوال بھی بے محل ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حرره العبد محمود غفر له دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱/۸۹ھ۔

= ”ثم إن كانت نية القائل..... الوجه الذي يوجب التكفير، لا تنفعه فتوى المفتي، ويؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلك، وبتجديد النكاح بينه وبين امرأته.“ (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، موجبات الكفر أنواع، قبيل الباب العاشر في البغاة: ۲/۲۸۳، رشيدية)

(و كذا في التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل في إجراء كلمة الكفر: ۵/۴۵۸، إدارة القرآن)

(و كذا في المحيط البرهاني، كتاب السير، فصل في مسائل المرتدين، النوع الأول في إجراء كلمة الكفر: ۵/۵۵۰، غفاريه كوئته)

(۱) شاید حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی مراد یہ ہے کہ کلمہ کفر کے بعد تجدید ایمان اور تجدید نکاح کی ہو، اس کے بعد طلاق مغلظہ دی ہو کیونکہ مرتد کی طلاق عدت کے دوران واقع ہوتی ہے، اور اگر عدت گزرنے کے بعد طلاق دے تو وہ واقع نہیں ہوگی۔

”واعلم أن تصرفات المرتد على أربعة أقسام، فينفذ منه اتفاقاً ما لا يعتمد تمام ولاية، وهي خمس: الاستيلاء والطلاق الخ.“ و في رد المحتار: ”(قوله: و الطلاق): أي ما دامت في العدة؛ لأن الحرمة بالردة غير متأبدة لإرتفاعها بالإسلام، فيقع طلاقه عليها في العدة..... و أورد أنه كيف يتصور طلاقه و قد بانت برده؟ و أجيب بأنه لا يلزم من وقوع البيئونة امتناع الطلاق، و قد سلف أن المبانة يلحقها الصريح في العدة: أي ولو كان الواقع بذلك الصريح بائناً كالطلاق الثلاث.“ (كتاب الجهاد، باب المرتد: ۳/۲۳۹، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق: كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۵/۲۲۳، رشيدية)

(و كذا في فتح القدير، كتاب السير، باب المرتد: ۵/۸۲، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(و كذا في التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل في تصرفات المرتد والمرتدة: ۵/۵۵۷،

اللہ تعالیٰ کی شان میں بے ادبی

سوال [۶۷۱]: دو چار آدمی مسجد میں وضو کر رہے تھے، زید غصہ میں کہنے لگا ”اللہ واللہ کچھ نہیں ہے“ ایسے جملہ سے زید کو روکا گیا تو زید کہنے لگا کہ میرے دل میں تو اللہ ہے۔ یہ جملہ کفریہ ہوا کہ نہیں اور نکاح باقی رہا یا ٹوٹ گیا؟
الجواب حامداً ومصلياً :

غصہ میں کہے ہوئے لفظ سے توبہ و استغفار کرنے (۱) بہتر یہ ہے کہ کلمہ پڑھ کر نکاح بھی دوبارہ پڑھو (۲) اور آئندہ زبان کو قابو میں رکھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۴/۹۲ھ۔
الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۴/۹۲ھ۔

خدا اور رسول کے متعلق ایک امام کی گمراہ کن باتیں

سوال [۶۷۲]: ایک آدمی کہتا ہے جو کہ امامت بھی کرتا ہے وہ یہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب بانی دارالعلوم دیوبند کو چشم خود تقرر کرتے ہوئے دیکھا ہے اور حاضرین سے یوں کہتا ہے کہ ”تم نے اللہ کو دیکھا ہے“؟ میں نے کہا کہ حضرت! ہم نے تو نہیں دیکھا ہے تو حضرت رومال اپنی جیب سے نکال کر اور بغیر بادل کے کڑک اور گرج شروع ہوئے کافی دیر کے بعد لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: ”دیکھو رومال میں خداوند قدوس کابت اور پتلہ مع اعضائے بشریت موجود ہے“۔ نعوذ باللہ منہما۔ اور یوں کہتا ہے کہ ”میں نے بھی دیکھا ہے“ جب کہ اس شخص کی عمر ۵۵ سال کی ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔

ایسے بزرگ کی شان میں اس قسم کے الفاظ کہنا، دوسرے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب معراج ہوئی تو اس کے بارے میں نعوذ باللہ یہ کہتا ہے کہ ”حضرت جبرئیل علیہ السلام سدرۃ المننتہی سے اوپر گئے ہیں اور

(۱) (تقدم تخریجہ تحت عنوان ”اللہ پاک کو گالی دینا“)

(۲) ”ما كان في كونه كفراً إختلاف، فإن قائله يؤمر بتجديد النكاح و بالتوبة، والرجوع عن ذلك بطريق الإحتياط..... ثم إن كانت نية القائل..... الوجه الذي يوجب التكفير، لا تنفعه فتوى المفتى، ويؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلك، و بتجديد النكاح بينه وبين امرأته.“ (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، موجبات الكفر أنواع، قبيل الباب العاشر في البغاة: ۲/۲۸۳، رشيدية)

اللہ کے قریب جا کر کہا کہ یا اللہ! تمہارے حبیب حاضر ہو گئے ہیں، اللہ نے کہا بہت اچھا، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جوتے اتارنے کا قصد کیا ہے، فوراً جواب صدی آیا کہ آؤ اور میرے سینہ پر چڑھ جاؤ۔ نعوذ باللہ۔ خدا کے سینہ پر حضور مع جوتے کے چڑھ گئے۔ اور یوں کہے کہ ”حدیث میں ہے“۔ یہ شخص حافظ ہے اور ایک مسجد کا امام ہے، کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے اور اس کا نکاح قائم رہایا کہ نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب حامداً ومصلياً :

جو شخص اللہ تعالیٰ کا پتلہ مع اعضاء بشری رومال سے نکال کر حاضرین کو دکھلائے (نعوذ باللہ) وہ ہرگز اس قابل نہیں کہ اس کو امام بنایا جاوے، ایسے شخص کی صحبت سے دور رہیں، نہ جانے کیا کیا شعبدے دکھلا کر گمراہ کریگا جس سے ایمان بھی سلامت نہیں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ایسی چیز نہیں جس کو رومال میں بند کیا جاوے یا اس کے لئے پتلہ بنایا جاسکے یا اس کے اعضاء بشری موجود ہوں، خداوند تعالیٰ ایسی باتوں سے منزہ اور پاک ہے (۱) اس کے لئے جسم اور اعضاء بشری رومال میں بند کرنا کفر ہے (۲)۔ ایسے آدمی کو واجب ہے کہ اس قسم کی خرافات اور کفریات سے توبہ کر کے تجدید ایمان اور تجدید نکاح کرے (۳)۔

(۱) ”و هو (أى الله تعالى) شىء لا كالأشياء، و معنى الشىء إثباته بلا جسم و لا جوهر و لا عرض..... و له يد و وجه و نفس، فما ذكره الله تعالى فى القرآن من ذكر الوجه و اليد و النفس، فهو له صفات بلا كيف“۔ (الفقه الأكبر للإمام الأعظم رحمه الله تعالى، ص: ۳۶، قدیمی)

(و كذا فى شرح العقيدة الطحاوية، مطلب فى كلام أبى حنيفة فى إثبات النفس و الوجه و اليد له تعالى بلا كيف، ص: ۱۵۳)

(۲) ”و فى مجموع النوازل: إذا قال: ”پائے خدا بید گرفتن درین حادث، بنظر: إن اعتقد أن الله تعالى و تنزه رجلاً و هى الجارحة، يكفر“۔ (التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل فيما يقال فى ذات الله تعالى: ۴۶۳/۵، إدارة القرآن و العلوم الإسلامية كراچی)

(و كذا فى البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۲۰۲/۵، رشیدیہ)

(و كذا فى الفتاوى البزازية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفرة، الفصل الثانى، النوع الثانى فى ما يتعلق بالله تعالى: ۳۲۳/۶، رشیدیہ)

(۳) (تقدم تخريجه تحت عنوان: ”الله تعالى كى شان میں گستاخی كرنا“)

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ بانی دارالعلوم دیوبند کے انتقال کو ۹۳/ برس گزر چکے ہیں، ۵۵/ سال کا آدمی ان کو خواب میں تو دیکھ سکتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی کو کشف ہو جاوے یا تمثیل ہو جاوے مگر واقعاتی دنیا میں ان کو اس وقت تقریر کرتے ہوئے دیکھنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔

معراج کے متعلق جو تے پہنے ہوئے جا کر اللہ تعالیٰ کے سینہ پر چڑھنا قرآن کریم میں ہے، نہ حدیث میں، بلکہ نہایت لغو اور کفریہ شیطانی خیال ہے (۱)، حضرت مولانا قاسم صاحب یا کوئی بھی بزرگ ایسی بات نہیں فرما سکتے، ان کی طرف نسبت کرنا بے اصل ہے اور غلط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۳/ ۵/ ۹۰

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کے الفاظ کہنا

سوال [۶۷۳]: جب کہ شریعت کا مسئلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جس طرح چاہیں ارشاد فرمائیں لیکن امت کو یہ اجازت نہیں ہے کہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ایسے الفاظ کہیں جس سے گستاخی ٹپکتی ہو، مثلاً: یہ لفظ استعمال کرے کہ ”اللہ تعالیٰ نے - معاذ اللہ - رسول اکرم

(۱) ”عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”من کذب علی متعمداً، فلیتبوأ مقعده من النار“۔ (الصحيح لمسلم، المقدمة، باب تغليظ الكفر علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ۷/ ۱، قدیمی)

”قال الإمام النووی رحمہ اللہ تعالیٰ: ”واعلم أن هذا الحدیث یشتمل علی فوائد و جمل من القواعد..... الثانیة: تعظیم تحریم الکذب علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، وأنه فاحشة عظيمة و موبقة كبيرة، ولكن لا یکفر بهذا الکذب إلا أن یشتمله..... والثالثة: أنه لا فرق فی تحریم الکذب علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بین ما کان فی الأحکام و ما لا حکم فیہ..... فکله حرام، من أكبر الكبائر و أقبح القبائح بإجماع المسلمین الذین یعتد بهم فی الإجماع“۔ (شرح النووی علی مسلم: ۸/ ۱، قدیمی)

”یکفر إذا وصف اللہ تعالیٰ بما لا یلیق به“۔ (البحر الرائق، کتاب السیر، باب أحكام

المرتدین: ۲۰۲/ ۵، رشیدیہ)

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ڈانٹا، یا یہ لفظ استعمال کرے کہ ”قیامت کے دن امت میں سے بعض لوگ نبیوں کو چھڑائیں گے یعنی اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے یا نبیوں کے درمیان - معاذ اللہ - منصف یا جج ہوں گے“، ایسے لوگوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً :

یہ بات بالکل مسلم ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں کسی بھی قسم کی گستاخی کرنے سے ایمان سلامت نہیں رہتا (۱)، البتہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی مصنف نے کوئی بات لکھی انتہائی احترام کو ملحوظ رکھ کر، گستاخی اس کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں مگر اس کی تحریر پڑھنے والا کچھ تصورات اپنے ذہن میں لئے ہوئے ہے جس کی وجہ سے کبھی دانستہ کبھی نادانستہ ایسا مطلب تجویز کرتا ہے جس سے گستاخی ٹپکتی یا ٹپکائی جاسکتی ہے، پھر ایسی گستاخی کو مصنف کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور اس پر حکم لگایا جاتا ہے کہ اس کی یہی مراد ہے، یہ طریقہ غلط ہے۔ جو فقرے آپ نے سوال میں نقل کئے ہیں اگر ان کا قائل یا مصنف زندہ ہو تو خود اس سے دریافت کیا جائے، بغیر دریافت کئے کوئی سخت حکم نہ لگایا جائے، اگر وہ زندہ نہیں اس کی کتاب میں یہ موجود ہے تو وہ کتاب روانہ کر دی جائے، اس کو دیکھ کر بتایا جاسکتا ہے کہ کیا حکم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفر له دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۶/۹۴ھ۔

ذات وصفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تنقید

سوال [۶۷۴]: آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وصفات، علم اور شان میں ادنیٰ ترین

(۱) ”علامہ علم الہدی در بحر محیط گفتہ کہ: ہر ملعون کہ در جناب پاک سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دشنام دہد، یا اہانت کند، یا در امرے از امور دین او، یا صورت مبارک او، یا در وصفے از اوصاف شریفہ او عیب کند، خواہ مسلمان بود یا ذمی یا حربی اگر چہ از راہ ہزل کردہ باشد، آں کافر است واجب القتل، توبہ او مقبول نیست، واجماع امت بر آن است کہ بے ادبی واستخفاف ہر کس از انبیاء کفر است، خواہ فاعل او حلال دانستہ مرتکب شود یا حرام دانستہ“۔ (مالا بد منه، باب کلمات الکفر: ۱۳۶، مکتبہ شرکت علمیه)

(و کذا فی خلاصۃ الفتاوی، کتاب ألقاظ الکفر، الفصل الثانی، الجنس الثالث فیما یقال فی الأنبیاء

علیہم الصلوٰۃ والسلام: ۳۸۶/۴، رشیدیہ)

نقص کے معتقد اور تنقیص کرنے اور کہنے والے کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

آقائے دو عالم سید الاولین والآخرین امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات مقدسہ، صفات مبارکہ علم اعلیٰ کے اعتبار سے خدائے پاک کے نزدیک ہر مخلوق سے بلند، محبوب، مقرب ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ سب آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

دست مبارک میں ”لواء الحمد“ ہوگا (۱)۔ لیلۃ المعراج میں مقام ”رنبی وقاب قوسین“ آپ کے ساتھ مخصوص ہے (۲)، شفاعت کبریٰ آپ کا حق ہے (۳) وغیرہ وغیرہ۔ فداہ اسی و اُمی (صلی اللہ

(۱) ”والمعتقد المعتمد أن أفضل الخلق نبينا حبيب الحق، وقد ادعى بعضهم الإجماع على ذلك، فقد قال ابن عباس رضي الله عنهما: ”إن الله فضل محمداً على أهل السماء وعلى الأنبياء“. وفي حديث مسلم والترمذی عن أنس رضي الله عنه: ”أنا سيد ولد آدم يوم القيامة، ولا فخر“ زاد أحمد والترمذی وابن ماجه عن أبي سعيد رضي الله عنه: ”ووبى لواء الحمد ولا فخر، وما من نبى يؤمئذ آدم فمن سواه إلا تحت لوائى، وأنا أول من تنشق عنه الأرض ولا فخر، وأنا أول شافع وأول مشفع ولا فخر“. وروى الترمذی عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه ولفظه: ”أنا أول من تنشق عنه الأرض، فأكسى حلة من حلال الجنة، ثم أقوم عن يمين العرش، وليس أحد من الخلائق يقوم ذلك المقام غيرى“. (شرح الفقه الأكبر، تفضيل بعض الأنبياء على بعضهم، ص: ۱۱۳، قديمی)

(و كذا فى شرح العقيدة الطحاوية، مسألة المفاضلة بين الأنبياء، ص: ۸۹، مكتبة الغرباء)

وقال النووى تحت حديث أبي هريرة رضي الله عنه: ”وهذا الحديث دليل لتفصيله صلى الله عليه وسلم على الخلق كلهم؛ لأن مذهب أهل السنة أن الآدميين أفضل من الملائكة، وهو صلى الله عليه وسلم أفضل الآدميين بهذا الحديث“. (شرح النووى على الصحيح لمسلم، كتاب الفضائل، باب تفضيل نبينا صلى الله عليه وسلم: ۲/۲۲۵، قديمی)

(۲) قال الله تعالى: ﴿ثم دنا فتدلى﴾ فكان قاب قوسين أو أدنى) هذه الآيات على رؤيته جبرئيل أصح كما ثبت ذلك فى الصحيحين عن عائشة أم المؤمنين، وعن ابن مسعود، وكذلك هو فى صحيح مسلم عن أبي هريرة ولا يعرف لهم مخالف من الصحابة فى تفسير هذه الآية بهذا“. (تفسير ابن كثير: ۳/۷، دار السلام)

(۳) ”الشفاعة وهى العظمى، الخاصة بنبينا صلى الله عليه وسلم من بين سائر إخوانه من =

علیہ وسلم صلوةً دائمةً أبداً)۔

ذات، صفات، علم، شان میں تنقیص کو ایمان برداشت نہیں کر سکتا (۱)۔ مسئلہ چونکہ ایمانیات سے متعلق ہے اس لئے کسی خاص شخص پر خاص بات کی وجہ سے حکم لگانا بھی آسان نہیں جب تک شرعی دلائل سے تنقیح تام نہ ہو جائے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۰/۹۲ھ۔

شان اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں گستاخی

سوال [۶۷۵]: ایک مسلمان جس کے ہوش و حواس صحیح ہیں، وہ یہ کہہ رہا ہے کہ ”حضرت یوسف علیہ السلام نبی نہیں تھے اور ”داستان یوسف“ کتاب جھوٹی کتاب ہے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں کہتا ہے کہ نعوذ باللہ حضور لگائی باز تھے (۲)، شہوت پرست تھے، ان کی گیارہ بیویاں تھیں“۔ تو یہ شخص مسلمان کہلائے گا یا کافر؟ اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟ یہ شخص اگر انتقال کر جائے تو اس کے

= الأنبياء والمرسلين، صلوات الله عليهم أجمعين، عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: ”اذهبوا إلى محمد صلى الله عليه وسلم فيأتوني، فيقولون: يا محمد! أنت رسول الله، وخاتم الأنبياء، غفر الله لك ماتقدم من ذنبيك وماتأخر، فاشفع لنا إلى ربك فيقال: يا محمد! ارفع رأسك، سل تعطه، اشفع تشفع“۔ إلى آخر الحديث. (شرح العقيدة الطحاوية، الشفاعة حق: ۱۶۱، ۱۶۳، مكتبة الغرباء)

(والصحيح لمسلم مع شرحه للنووي، كتاب الفضائل، باب معجزات النبي صلى الله عليه وسلم: ۲/۲۳۵، قديمي)

(۱) ”وقال أبو يوسف رحمه الله تعالى: وأيما رجل مسلم سب رسول الله صلى الله عليه وسلم، أو كذبه، أو عابه، أو تنقصه، فقد كفر بالله تعالى، وبانت منه امرأته، فإن تاب وإلا قتل، وفي النيباع: ”لوعاب النبي صلى الله عليه وسلم بشئ من العيوب يكفر“۔ (تنبيه الولاة والحكام في ضمن رسائل ابن عابدين: ۱/۳۲۳، ۳۲۶، سهيل اكيڈمی لاہور)

(وكذا ايضاً في تنبيه الولاة والحكام: ۱/۳۵۷، سهيل اكيڈمی لاہور)

(۲) قوله: ”لگائی باز“ عورت پسند۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۱۶۱، فیروز سنز لاہور)

جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً :

جس کے دل میں ایمان ہے وہ ایسی بات نہیں کہہ سکتا، اس لئے کہ اس سے ایمان جاتا رہتا ہے (۱)، نکاح ختم ہو جاتا ہے (۲)، اس کی تجہیز و تکفین بھی اسلامی طریقے پر نہیں کی جاتی، اس کی نماز جنازہ بھی نہیں پڑھی جاتی (۳)۔ جب تک پوری طرح یقین کے ساتھ کسی کا ایسا کہنا ثابت نہ ہو جائے کوئی سخت حکم لگانے میں پوری

(۱) أما قوله: "حضرت يوسف عليه السلام نبى نہیں تھے، و قوله: لگائی باز تھے، شہوت پرست تھے" فقال فى التاتارخانية: "من لم يقر ببعض الأنبياء عليهم السلام أو عاب نبياً بشيء، أو لم يرض بسنة من سنن المرسلين عليهم السلام، فقد كفر". (كتاب أحكام المرتدين، فصل فيما يعود إلى الأنبياء عليهم السلام: ۴۷۷/۵، إدارة القرآن)

(و كذا فى البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۲۰۳/۵، رشيدية)

(و كذا فى الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، موجبات الكفر أنواع، و منها ما يتعلق بالأنبياء عليهم السلام: ۲۶۳/۲، رشيدية)

(و كذا فى فتاوى قاضى خان، كتاب السير، باب ما يكون كفراً من المسلم و ما لا يكون: ۵۷۲/۳، رشيدية)

(و كذا فى المحيط البرهانى، كتاب السير، فصل فى مسائل المرتدين، نوع فيما يعود إلى الأنبياء: ۵۵۸/۵، غفاريه كوئته)

(۲) "و منها أن ردة أحد الزوجين يوجب البيئونة بينهما فى الحال بدون قضاء القاضى". (خلاصة الفتاوى، كتاب ألفاظ الكفر، الفصل الثانى، الجنس الأول فى المقدمة: ۳۸۳/۳، رشيدية)

(و كذا فى الدر المختار، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر: ۱۹۳/۳، ۱۹۴، سعيد)

(و كذا فى البحر الرائق، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر: ۳۷۳/۳، رشيدية)

(۳) "ويغسل المسلم ويكفن ويدفن..... أما المرتد، فيلقى فى حفرة كالكلب". (الدر المختار)

وفى رد المحتار: "قوله: فيلقى فى حفرة): أى و لا يغسل و لا يكفن و لا يدفع إلى من انتقل إلى

دينهم". (كتاب الصلوة، باب صلوة الجنائز: ۲۳۰/۲، سعيد)

(و كذا فى البحر الرائق، كتاب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته: ۳۳۲/۲، رشيدية)

احتیاط لازم ہے (۱) مبادیہ حکم کہیں حکم لگانے والے پر نہ لوٹ جائے (۲)۔
اگر خدا نخواستہ کسی مسلمان سے غلبہ جہالت و ضلالت کی بناء پر ایسی بات نکلے تو فوراً اس کو تجدید ایمان
اور تجدید نکاح اور توبہ کرا دی جائے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود وغفر لہ دارالعلوم دیوبند، ۸/۲/۸۹ھ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دینے والے کا حکم

سوال [۶۷۶]: اگر کوئی مسلمان العیاذ باللہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت ناجائز

(۱) ”و فی الفتاوی الصغری: الکفر شیء عظیم، فلا جعل المؤمن کافراً متی وجدت رواية أنه لا یکفر
..... و فی الخلاصة و غیرها: إذا كان فی المسئلة وجوه توجب التکفیر، و وجه واحد يمنع
التکفیر، فعلى المفتی أن یمیل إلى الوجه الذى يمنع التکفیر تحسیناً للظن بالمسلم“. (البحر الرائق،
کتاب السیر، باب أحكام المرتدین: ۵/۲۱۰، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاوی العالمگیریة، کتاب السیر، قبیل الباب العاشر فی البغاة: ۲/۲۸۳، رشیدیہ)
(و کذا التاتارخانیة، کتاب أحكام المرتدین، فصل فی إجراء کلمة الکفر: ۵/۳۵۸، ادارة القرآن)
(و کذا فی الفتاوی البزازیة، کتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو کفراً، الفصل الثانی، النوع الأول فی المقدمة:
۶/۳۲۲، رشیدیہ)

(و کذا فی خلاصة الفتاوی، کتاب ألفاظ الکفر، الفصل الثانی، النوع الأول فی المقدمة:
۳/۳۸۲، رشیدیہ)

(۲) ”عن أبی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ أنه سمع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول: ”لا یرمی رجل رجلاً
بالفسوق، ولا یرمیہ بالکفر، إلا ارتدت علیہ إن لم یکن صاحبه كذلك“. (صحیح البخاری، کتاب
الأدب، باب ما ینهی عن السباب واللعن: ۲/۸۹۳، قدیمی)

(۳) ”ما كان فی كونه کفراً اختلاف، فإن قائله یؤمر بتجدید النکاح، و بالتوبة والرجوع عن ذلك
بطریق الإحتیاط، ثم إن كانت نية القائل..... الوجه الذى یوجب التکفیر، لا تنفعه فتوى المفتی و
یؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلك، و بتجدید النکاح بینہ و بین امرأته“. (الفتاوی العالمگیریة، کتاب
السیر، موجبات الکفر أنواع، قبیل الباب العاشر فی البغاة: ۲/۲۸۳، رشیدیہ)

دشنام (گالی) دیدے گا، بصورت شرع محمدی صلی اللہ تعالیٰ علی صاحبہا وسلم کے اس شخص کا اب کیا حکم ہے؟ لائق توبہ واستغفار ہے یا کہ لائق قتل ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جو شخص شان اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں (نعوذ باللہ) گالی بکے وہ مرتد اور خارج از اسلام ہے، اس کو توبہ اور تجدید ایمان و تجدید نکاح لازم ہے، اگر وہ توبہ نہ کرے تو واجب القتل ہے۔ درمختار: ۳/۴۰۱، میں اس پر مفصل بحث مذکور ہے (۱) علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک رسالہ مستقل لکھا ہے، دیگر اکابر علماء کے بھی رسائل ہیں، الصارم المسلول فی شاتم الرسول، وغیرہ، لیکن اس حکم پر عمل کے لئے شرائط ہیں ان کا بھی لحاظ چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفر له دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۳/۹۰ھ۔

(۱) راجح قول کے مطابق سب النبی ﷺ کے مرتکب کی توبہ مقبول ہے لیکن اگر قبل از توبہ قتل کیا گیا تو گناہ نہیں۔

قال العلامة الحصكفي: "و كل مسلم ارتد فتوبته مقبولة إلا الكافر بسب نبي من الأنبياء، فإنه يقتل حداً ولا تقبل توبته مطلقاً..... و من شك في عذابه و كفره، كفر..... و من نقص مقام الرسالة بقوله بأن سبه صلى الله تعالى عليه وسلم، أو بفعله بأن بغضه بقلبه، قتل حداً كما مر من التصريح به، لكن صرح في آخر الشفاء بأن حكمه كالمرتد، و مفاده قبول التوبة كما لا يخفى". (الدر المختار)

و فی رد المحتار: "وحاصله أنه نقل الإجماع على كفر الساب، ثم نقل عن مالك..... أنه لا تقبل توبته، فعلم أن المراد من نقل الإجماع على قتله قبل التوبة، ثم قال: و بمثله قال أبو حنيفة وأصحابه الخ: أي قال: إنه يقتل يعني قبل التوبة لا مطلقاً"..... إلى آخر ما بحث عنه. (كتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب في حكم ساب الأنبياء: ۳/۲۳۱، ۲۳۲، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۵/۲۱۱، ۲۱۲، رشيدية)

(و كذا في الفتاوى البزازية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً، الفصل الثاني، النوع الأول في

المقدمة: ۶/۳۲۱، رشيدية)

”اُمّی“ کا معنی جاہل، اُن پڑھ اور جاہلِ مطلق سے کرنے کا حکم

سوال [۶۷۷]: زید نے اپنی تقریر سیرت رسول مقدّس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دوران ”اُمّی“ کے معنی بیان کئے اور ”اُن پڑھ“، ”جاہل“ اور ”جاہلِ مطلق“ کہا، اور کہا کہ میں یہ دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ ”اُمّی“ کے معنی جاہلِ مطلق کے ہیں۔ کیا ان معنوں سے توہین رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہیں ہے؟ اور اگر ہے تو زید کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

”اُمّی“ اُس شخص کو کہتے ہیں جس نے کسی سے لکھنا، پڑھنا نہ سیکھا ہو، نہ کسی مدرسہ میں داخل ہو، نہ کسی اتالیق کے پاس پڑھا ہو، حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا میں کسی سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا، یہاں کوئی آپ ﷺ کا استاذ نہیں (۱)، لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ نے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) قال الله تعالى: ﴿الذين يتبعون الرسول النبي الأمي الذي يجدونه مكتوباً عندهم في التوراة﴾ الآية (الأعراف: ۱۵۷)

”اُمّی“: هو لاء الذين تنالهم الرحمة هم الذين يتبعون محمداً صلى الله عليه وسلم والنبي العربي الأمي: أي الذي لا يقرأ ولا يكتب“. (صفوة التفاسير للصابوني: ۱/۴۷۵، دار القرآن الكريم، بيروت)

”اُمّی الذي لا يكتب ولا يقرأ“..... عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”إنا أمة أمية، لا نكتب ولا نحسب“..... فهو بالسنة إليه -بأبي وأمى - عليه الصلاة والسلام صفة مدح“. (روح المعاني: ۷/۷۹، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

”وعن عبد الله بن عمرو رضي الله عنهما، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم مرّ بمجلسين في مسجده..... ”وإنما بعثت معلماً“: أي بتعليم الله لا بالتعلم من الخلق“۔ (مرقاة المفاتيح، شرح مشكاة المصابيح، كتاب العلم: ۱/۵۱۶، رشيدية)

وقال الله تعالى: ﴿وما كنت تتلو من قبله﴾: أي وما كنت من قبل إنزالنا إليك الكتاب تقدر على أن تتلو (من كتاب ولا تخطه) ولا تقدر على أن تخطه (بيمينك إذا لا رتاب المبطلون): أي لو كنت ممن يقدر على التلاوة والخط أو ممن يعتادهما لارتاب مشركومكة، =

وسلم کو اتنا علم عطا فرمایا کہ اولین و آخرین میں سے کسی کو اتنا نہیں ملا، نہ کوئی فرشتہ آپ کے برابر ہو سکتا ہے، نہ کوئی پیغمبر، شانِ نبوت کے لائق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم مبارک سارے عالم کے علم سے بڑھا ہوا ہے (۱)۔

”امی“ کی جو تشریح زید کی تقریر سے نقل کی گئی ہے اگر واقعہ زید نے یہی تشریح کی ہے تو اس کو فوراً توبہ لازم ہے، اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے انتہائی ندامت کے ساتھ توبہ کرے، ظاہر یہ ہے کہ اس نے ناشائستہ الفاظ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں استعمال نہیں کئے ہوں گے کیونکہ اس کی جرأت کوئی مسلمان نہیں کر سکتا، اس لئے صرف لفظ ”امی“ کی یہ تشریح کی ہے جو کہ بے شمار مخلوق پر صادق

= وقالوا: لعله التقطه من كتب الأوائل، وحيث لم تكن كذلك، لم يكن لا تياهم وجه، وكان احتمال التعلم مما لم يلتفت إليه لظهور أن مثله من الكتاب المفصل الطويل لا يتلقى ويتعلم إلا في زمان طويل بمدارسة لا يخفى مثلها“۔ (روح المعاني: ۴/۲۱، دار إحياء التراث العربی)

”وہكذا كان رسول الله صلى الله عليه وسلم دائماً إلى يوم الدين لا يحسن الكتابة ويحفظ سطرأ ولا حرفاً ببده، بل كان له كتاب يكتبون بين يديه الوحي والرسائل إلى الأقاليم“۔ (تفسير ابن كثير: ۵۵۳/۳، دار السلام)

(۱) وفي الخصائص الكبرى: ”باب اختصاصه صلى الله عليه وسلم بالنصر بالرعب مسيرة شهر أمامه وشهر خلفه، وإيتائه جوامع الكلم ومفاتيح خزائن الأرض وعلم كل شئ إلا الخمس، قيل: والخمس أيضاً،“ عن أبي هريرة رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ”فضلت على الأنبياء بست: أعطيت جوامع الكلم، ونصرت بالرعب، وأجّلت لي الغنائم، وجعلت لي الأرض مسجداً وطهوراً، وأرسلت إلى الخلق كافة، وختم بي النبيون“ ”عن أبي موسى رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”أعطيت فواتح الكلم وجوامعه وخواتمه“ ”عن ابن عمر رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ”أوتيت مفاتيح كل شئ إلا الخمس: إن الله عنده علم الساعة الآية“۔ ”ذهب بعضهم إلى أنه صلى الله عليه وسلم أوتي علم الخمس أيضاً، وعلم وقت الساعة والروح، وأنه أمر بكنتم ذلك“۔ (الخصائص الكبرى، باب اختصاصه صلى الله عليه وسلم بالنصر بالرعب الخ: ۱۹۳/۲ - ۱۹۵، دار الكتب العلمية)

بھی آتی ہے اور شانِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کا وہم بھی نہیں ہو سکتا، اگر کوئی شخص سید الکونین امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایسے الفاظ استعمال کرے تو وہ ایمان سے خارج ہو جائے گا (۱)، اس پر تجدیدِ ایمان و تجدیدِ نکاح لازم ہوگی (۲)، مگر ایسا حکم کرنے میں خود زید سے استفسار کی ضرورت ہوگی، اس لئے اس میں جلدی نہ کی جائے۔

جب تک زید سے دریافت نہ کر لیا جائے کہ اس نے جو تشریح لفظ ”اُمّی“ کی کی ہے، کیا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ ایسا ہی سمجھتا ہے، اگر وہ کہے نہیں، میں نے لفظ ”اُمّی“ کے اصل معنی بتائے ہیں، یہ نہیں کہا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسے ہی تھے تو پھر تکفیر نہ کی جائے (۳)، ہاں سیرتِ پاک کے

(۱) ”وقال أبو يوسف رحمه الله: ”وأيمان رجل مسلم سب رسول الله صلى الله عليه وسلم، أو كذبه أو عابه، أو تنقصه، فقد كفر بالله تعالى، وبانت امرأته، فإن تاب وإلا قتل“، وفي الينابيع: ”لوعاب النبي صلى الله عليه وسلم بشئ من العيوب يكفر“.(تنبيه الولاة والحكام في ضمن رسائل ابن عابدين: ۳۲۳/۱ - ۳۲۶، سهيل اكيذمي لاهور)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۲۰۳/۵، رشيدية)

(و كذا في التاتار خانية، كتاب أحكام المرتدين، فيما يعود إلى الأنبياء عليهم السلام: ۴۷۷/۵،

إدارة القرآن)

(۲) ”ما كان في كونه كفراً اختلافاً، فإن قائله يؤمر بتجديد النكاح والتوبة، والرجوع عن ذلك بطريق الاحتياط“.(الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين قبيل الباب العاشر: ۲۸۳/۲، رشيدية)

(۳) ”يجب أن يعلم أنه إذا كان في المسئلة وجوه توجب التكفير ووجه واحد يمنع التكفير فعلى المفتى أن يميل إلى الوجه الذي يمنع التكفير تحسناً للظن بالمسلم، ثم إن كانت نية القائل الوجه الذي يمنع التكفير فهو مسلم، وإن كانت نيته الوجه الذي يوجب التكفير، لا تنفعه فتوى المفتى، ويؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلك وتجديد النكاح بينه وبين امرأته“.(التاتار خانية، كتاب أحكام المرتدين،

فصل في إجراء كلمة الكفر الخ: ۴۵۸/۵، إدارة القرآن)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، قبيل الباب العاشر في البغاة: ۲۸۳/۲، رشيدية)

بیان میں صرف اس تشریح پر کفایت کرنے سے شبہات پیدا ہوتے ہیں، اس لئے توبہ کی ضرورت ہے (۱)۔
فقط واللہ سبحانہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۸/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۵/۸/۹۲ھ۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا سمجھنے والے کا حکم

سوال [۶۷۸]: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا سمجھنے والے کیسے ہیں، اہل سنت

والجماعت کے علماء میں سے ہو یا عوام میں سے ہو؟

الجواب حامداً ومصلياً:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں ان کا احترام واجب ہے (۲) ان کو برا کہنا ہرگز جائز

نہیں، ان کو برا کہنے والا اور برا سمجھنے والا گنہگار ہے (۳)، اس کو توبہ لازم ہے (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/۱۱/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/ذی قعدہ/۵۶ھ۔

(۱) ”وما كان خطأ من الألفاظ لا يوجب الكفر، فقاتله مؤمن على حاله، ولا يؤمر بتجديد النكاح، ولكن يؤمر بالاستغفار، والرجوع عن ذلك“ (مجمع الأنهر، كتاب السير، باب المرتد: ۵۰۱/۲، مكتبة غفاريه كوئٹہ)

(و كذا في التاتار خانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل في إجراء كلمة الكفر الخ: ۴۵۸/۵، إدارة القرآن)

(۲) ”وعن خالد بن معدان: كان (أى معاوية) طويلاً، أبيض، أجلى، وصحب النبي صلى الله عليه وسلم وكتب له، الخ“ (الإصابة في تمييز الصحابة: ۱۲۰/۶، دارالكتب العلمية)

”وقال السعد التفتازانى: يجب تعظيم الصحابة والكف عن مطاعنهم الخ. وقال العلامة المرعشى فى ”نشر الطوابع“: يجب تعظيم جميع أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم والكف عن مطاعنهم وحسن الظن بهم وترك التعصب والبغض..... وقد أحبهم النبي صلى الله عليه وسلم، =

= وأثنى عليهم ، وأوصى أمته بعدم سيئهم وبعضهم وأذاهم ، الخ . (الإصابة في تمييز الصحابة ، مقدمة التحقيق: ۲۵/۱ ، ۲۶ ، دارالكتب العلمية)

(۳) ”عن أبي سعيد عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ” لا تسبوا أصحابي ، فوالذي نفسي بيده! لو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهباً ما أدرك مد أحدهم ولا نصيفه “ وقال عليه الصلاة والسلام: ” الله في أصحابي ، لا تتخذوهم غرضاً من بعدى ومن آذاهم ، فقد آذاني! “ الحديث . (الإصابة في تمييز الصحابة: ۱۹/۱ ، ۲۰ ، دارالكتب العلمية)

”قال أبو زرعة الرازي : إذا رأيت الرجل ينتقص أحداً من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ، فاعلم أنه زنديق ، وذلك أن الرسول حق ، والقرآن حق ، وما جاء به حق ، وإنما أدى ذلك كله إلينا الصحابة ، الخ . (الإصابة في تمييز الصحابة: ۲۲/۱ ، دارالكتب العلمية)

”قال القاضي عياض في آخر فصل من ”الشفاء“: سب آل بيته وأزواجه وأصحابه عليه الصلاة والسلام حرام ، وقال أيضاً: من شتم أحداً من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم أبا بكر أو عمر أو عثمان أو معاوية فإن قال: كانوا في ضلال ، قتل ، وإن شتمهم بغير هذا من شاتمة الناس ، نكل نكالا شديداً . (تنبيه الولاة والحكام في ضمن رسائل ابن عابدين: ۳۵۷/۱ ، ۳۵۸ ، سهيل اكيذمي)

”وأما من سب أحداً من الصحابة ، فهو فاسق ومبتدع بالإجماع“ . (تنبيه الولاة والحكام، المصدر السابق: ۳۶۷/۱)

”عن عبدالرحمن بن أبي عميرة رضى الله تعالى عنه ، عن النبي صلى الله عليه وسلم ، أنه قال لمعاوية: ”اللهم اجعله هادياً مهدياً واهديه“ وهو أحد الذين كتبوا لرسول الله صلى الله عليه وسلم تولى الشام بعد أخيه يزيد في زمن عمر ، ولم يزل بها متولياً وحاكماً إلى أن مات ، الخ . (مراقبة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح ، كتاب المناقب ، جامع المناقب ، الفصل الثاني: ۲۱۲/۱۰ ، رشيديه)

(وكذا في الإصابة في تمييز الصحابة: ۱۲۱/۶ ، دارالكتب العلمية)

”ولا يجوز اللعن على معاوية؛ لأنه خال المؤمنين وكاتب الوحي ، وذو السابقة والفتوح الكثيرة ، وعامل الفاروق ، وذو النورين ، لكنه أخطأ في اجتهاده ، فيتجاوز الله عنه ببركة صحبة سيدنا عليه الصلوة والسلام ، ويكف اللسان عنه تعظيماً لمتبوعه وصاحبه عليه السلام“ . (الفتاوى البزازية ، كتاب السير ، الحادى عشر فيما يكون خطأ: ۳۳۳/۶ ، رشيديه)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سخت کلمہ کہنا

سوال [۶۷۹]: ایک جاہل شخص اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مثلاً: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر لعن کرتا ہے اور اس امر کو حلال اور ثواب سمجھتا ہے، کیا ایسا اعتقاد والا مسلمان دائرۃ اسلام سے خارج ہو گیا ہے؟ مدلل بحوالہ کتب بمعہ صفحہ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جو شخص صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر لعن کو حلال اعتقاد کرے وہ دائرۃ اسلام سے خارج ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعریف قرآن کریم میں متعدد جگہ وارد ہے (۱) اور ان پر لعن کو حلال ثواب اعتقاد

= (و كذا رد المحتار، باب المرتد : ۲۳۷/۴، سعید)

(۴) سب صحابہ کا ارتکاب معیصت ہے اور معاصی سے توبہ واجب ہے۔

قال الله تعالى: ﴿يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا توبوا إلى الله توبة نصوحاً﴾ وفي شرح المقاصد قالوا: إن كانت المعصية في خالص حق الله تعالى..... وإن تعلق بحقوق العباد لزم مع الندم والعزم إيصال حق العبد أو بدله إليه إن كان الذنب ظلماً..... والاعتذار إليه إن كان إيذاءً كما في الغيبة..... ولم يختلف أهل السنة وغيرهم في وجوب التوبة على أرباب الكبائر..... وعبارة المازري: اتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور، ولا يجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة: (تفسير روح المعاني للآلوسي: ۱۵۷/۲۸ - ۱۵۹، دار إحياء التراث العربي)

”وقد علم أن المرتد تقبل توبته كما نقله هنا عن الننف وغيره، فإذا كان هذا في سب الرسول صلى الله عليه وسلم، ففي سب الشخين أو أحدهما بالأولى..... نعم لاشك في تكفير من قذف السيدة عائشة رضي الله تعالى عنها..... ولكن لو تاب تقبل توبته..... الخ“ (رد المحتار، باب المرتد: ۲۳۲/۴ - ۲۳۷، سعید)

وتفصيله في: (تنبيه الولاة والحكام في ضمن رسائل ابن عابدين: ۳۶۵/۱، سهيل اكيذمي لاهور)

(۱) قال الله تعالى: ﴿محمد رسول الله والذين معه أشدء على الكفار رحماء بينهم تراهم ركعاً سجداً يبتغون فضلاً من الله ورضواناً سيماهم في وجوههم من أثر السجود﴾. (الآية، الفتح: ۲۹)

وقال الله تعالى: ﴿لقد رضي الله عن المؤمنين إذ يبايعونك تحت الشجرة فعلم ما في قلوبهم

فأنزل السكينة عليهم وأثابهم فتحاً قريباً﴾. (الفتح: ۱۸)

کرنا آیات قرآنیہ کا انکار کرنا ہے (۱)۔ ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر، ص: ۸۶ میں لکھا ہے: ”نعم لو استحل السب أو اللعن، فهو كافر لا محالة اھ“۔ (۲)۔ اور بغیر حلال سمجھے جو شخص گالی دے اس پر لعنت وارد ہوئی ہے:

”من سب أصحابی، فعليه لعنة الله و الملائكة والناس أجمعين“۔ رواه الطبرانی - (۳)
 ”لعن الله من سب أصحابی“ رواه الطبرانی اھ“۔ (۴) نبراس، ص: ۵۴۸ (۵)۔

صاحب نبراس نے ایک مستقل رسالہ تحریر کیا ہے جس کا نام ہے: ”الناہیة عن ذم معاویة“۔

”وكان السلف يغضبون من سبه و طعنه، وقيل لابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما: إن معاویة رضی اللہ تعالیٰ عنہ صلی الوتر ركعةً واحدةً، قال: دعه فإنه فقیةٌ صحب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“۔ كما فی صحیح البخاری (۶)۔

”و سبه رجل عند خليفة الراشد عمر بن عبد العزيز، فجلده۔ وقيل للإمام الجليل عبد اللہ بن المبارک: أمعاویة أفضل أم عمر بن عبد العزيز؟ قال: غبار فرس معاویة إذا غرامع

(۱) ”ويكفر إذا أنكر آية من القرآن“۔ (البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۲۱۰/۵، رشیدیہ)

(و كذا فی شرح الفقہ الأكبر للقاری رحمہ اللہ تعالیٰ، فصل فی القراءۃ والصلوة، ص: ۱۶۷، قدیمی)
 (و كذا فی الفتاوی العالمگیریة، كتاب السير، موجبات الكفر أنواع، ومنها ما يتعلق بالقرآن: ۲۶۶/۲، رشیدیہ)

(و كذا فی الفتاوی البزازیة، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً، الفصل الثانی، النوع التاسع فی ما يقال فی القرآن: ۳۲۲/۶، رشیدیہ)

(۲) (شرح الفقہ الأكبر، تحت قوله: ”لا تكفر مسلماً بذنب من الذنوب، ص: ۷۲، قدیمی)

(۳) (أخرجه الطبرانی فی الكبير: ۱۲/۱۲۷۰۹)

(۴) (أخرجه الطبرانی فی الكبير: ۱۲/۱۳۵۸۸)

(۵) (النبراس، عند ذكر المناقب، ص: ۳۲۹، مكتبة امدادیہ ملتان)

(۶) (صحیح البخاری، كتاب المناقب، ذكر معاویة رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ۱/۵۳۱، قدیمی)

رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أفضل من عمر-

قال القاضي عياض المالكي في الشفاء: قال مالك: من شتم أحداً من أصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: أبا بكر أو عمر أو عثمان أو معاوية أو عمرو بن العاص، فإن قال: كانوا على كفر وضلال، قُتل، وإن شتمهم بغير هذا من مشاتمة الناس، نُكِلَ نكالاً شديداً اهـ". نبراس، ص: ۵۵۰ (۱)-

قوله: "بغير هذا" ولكن قصد به إيذاء النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقد كفر، فقتل وإلا نكل نكالاً شديداً. قال في الصواعق: والضابطة: أن كل شتم قصد به أذى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كما وقع من عبد الله بن أبي طالب كفر، وما لا فلا كما وقع من مسطح في قصة الإفك اهـ". نبراس، ص: ۵۵۱ (۲)- فقط والله سبحانه تعالى اعلم-

حرره العبد محمود گنگوہی عفا الله عنه معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۸/۶۲ھ-

عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/شعبان/۶۲ھ، صحیح: سعید احمد غفرلہ-

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توہین کے بعد توبہ

سوال [۶۸۰]: جو شخص اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لعن کرنے والا ہو مثلاً: امیر

معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہانت ان لفظوں کے ساتھ کرے کہ "معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی ایرٹی کے برابر بھی نہیں سمجھتا"۔ تو کیا اہل سنت والجماعت اس کے ساتھ برتاؤ رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

۲..... مندرجہ بالا عقیدہ والے کی کوئی صورت توبہ کی ہے یا نہیں؟ اگر کسی عالم کے سامنے اس عقیدہ سے

(۱) (النبراس، عند ذکر المناقب، ص: ۳۳۰، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(۲) "هذه العبارة ليست في النبراس، بل هي على حواشيه من النسخة القديمة التي هي من مطبوعات: ملك محمد عارف پرنٹر پبلشر لاہور، و تلك الحواشي للمولوي محمد الملتاني المعروف بمولوي برخوردار ملتاني، ص: ۵۵۱، رقم الحواشي: ۱)

(و كذا في المرقاة شرح المشكوة، كتاب المناقب والفضائل، باب مناقب الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم، الفصل الأول: ۳۵۶/۱۰، حقانيہ)

توبہ کرے تو اس کے ساتھ برتاؤ رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ مدلل بحوالہ کتب تحریر فرمائیں۔ بیوا تو جروا۔

الجواب حامداً ومصلياً :

۱..... مسلمان پر لعن کرنا علی الاطلاق بڑا گناہ ہے: ”سباب المسلم فسوق“ رواہ مسلم (۱) اور

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو گالی دینا خود موجب لعنت ہے:

”عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ”إذا رأيتم الذين يسبون أصحابي، فقولوا: لعنة الله

على شركم“. ترمذی (۲) جمع الفوائد: ۲/۱۰۱-۲۰۱-

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گالی دینا اور ان کی توہین کرنا روافض کا شعار ہے، ایسا شخص دائرہ اہل

سنت والجماعت سے خارج ہے (۳)۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل میں علامہ ابن حجر مکی رحمہ

اللہ تعالیٰ نے مستقل ایک کتاب تصنیف کی ہے۔

۲..... کافر کا کفر بھی توبہ کے بعد معاف ہو جاتا ہے (۴)، لہذا اگر شخص مذکور سچی توبہ کرے اور اپنے

(۱) (الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان، باب بيان قول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ”سباب

المسلم فسوق اه“: ۱/۵۸، قديمی)

(وصحيح البخارى، كتاب الإيمان، باب خوف المؤمن أن يحبط عمله: ۱/۱۲، وكتاب الأدب، باب

ما ينهاى عن السباب واللعن: ۲/۸۹۳، قديمی)

(۲) (جامع الترمذی، أبواب المناقب، باب فى من سب أصحاب النبي صلى الله تعالى عليه وسلم:

۲/۲۲۵، سعيد)

(۳) ”نعم لو استحل السب أو القتل، فهو كافر لا محالة“۔ (شرح الفقه الأكبر للقارى رحمه الله تعالى

ص: ۷۲، قديمی)

(۴) ”التوبة عن الكفر..... يقبل قطعاً، عرفناه بإجماع الصحابة والسلف رضی اللہ تعالیٰ عنہم،

فإنهم يرغبون إلى الله تعالى فى قبول توبتهم عن الذنوب والمعاصى كما فى قبول صلاتهم و سائر

أعمالهم، ويقطعون بقبول توبة الكافر، كذا ذكره القونوى“۔ (شرح الفقه الأكبر للقارى رحمه الله

تعالى، بحث التوبة، ص: ۱۵۵، قديمی)

عقیدہ فاسدہ سے ہمیشہ کے لئے باز آجائے اور اس سے نادم ہو تو حسب وعدہ: ﴿إِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ﴾ الآية (۱) معافی ہو جائے گی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/۸/۶۳ھ۔

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/شعبان/۶۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/شعبان/۶۳ھ۔

یزید بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن

سوال [۶۸۱]: دوسرے یہ کہ یزید بن معاویہ کو کافر یا ملعون کہنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

یزید کے متعلق امام اعظم ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ سکوت اور توقف کرنا چاہئے، نہ اس کو کافر کہا جائے نہ اس پر لعنت کی جائے، بلکہ اس کے امر کو خداوند تعالیٰ کے حوالہ کر دینا چاہئے۔ جن علماء کو تحقیق سے ثابت ہے کہ یزید بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں کفریہ افعال موجود ہیں وہ لعن یزید اور تکفیر کو جائز قرار دیتے ہیں، پس حنفی کو اس بارے میں توقف کرنا چاہئے اور تکفیر منع ہے۔

تاہم اگر لعنت اور تکفیر کریگا تب بھی دائرہ اسلام سے خارج نہ ہوگا کیونکہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ اور علامہ کیا ہر اسی شافعی سے تکفیر منقول ہے، لیکن امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ اور دوسرے علماء شافعیہ اور اکثر احناف نے تصریح کی ہے کہ اس کی تکفیر اور اس پر لعنت کرنا منع ہے (۳) پس سکوت چاہئے، واجب کسی نے نہیں کہا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/رجب/۵۷ھ۔

(۱) (طہ: ۸۲)

(۲) ”ثم إذا تاب توبةً صحيحةً، صارت مقبولةً غير مردودة قطعاً من غير شك و شبهة بحكم الوعد بالنص: أي قوله تعالى: ﴿و هو الذي يقبل التوبة عن عباده﴾ الآية. (شرح الفقه الأكبر، بحث التوبة، ص: ۱۶۰، قديمی)

(۳) ”وإنما اختلفوا في يزید بن معاوية حتى ذكر في الخلاصة وغيره أنه لا ينبغي اللعن عليه: أي ولا =

اخوان حضرت یوسف علیہ السلام پر طعن

سوال [۲۸۲]: حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کے اخوان پر طعن زنی کیسی ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً :

ان کی توبہ نص قطعی سے ثابت ہے (۱) اور توبہ کے بعد خطائے سابق کی وجہ سے عا رد لانا یا طعن کرنا جائز نہیں ہے (۲)، خاص کر جب کہ ایک جماعت ان کی نبوت کی بھی قائل ہے۔ والبسط فی مفاتیح

= علی الحجاج ؛ لأن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہی عن لعن المصلین و من کان من أهل القبلة و علی الجملة ففی لعن الأشخاص خطر، فلیجتنب، و لا خطر فی السکوت عن لعن ابلیس فضلاً عن غیره انتہی“۔ (شرح الفقہ الأكبر، لملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ، ص: ۷۲، قدیمی)

(و کذا فی شرح العقائد، عند ذکر وجوب الکف عن الطعن فی الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم، ص:

۱۱۶، ۱۱۷، المطبع الیوسفی لکنؤ)

وفی النبراس تحته: ”(وبعضہم أطلق اللعن علیہ) منهم: ابن الجوزی المحدث، و صنف کتاباً سماه ”الرد علی المتعصب العنید المانع عن ذم یزید“، و منهم: الإمام أحمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ و منهم القاضی أبو یعلی وأنکر ذلك بعض العلماء، و منهم الإمام الغزالی“۔

(ص: ۳۳۱، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(و کذا فی الفتاویٰ البزازیة، کتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو کفراً، الفصل الثانی، النوع الحادی عشر فیما

یکون خطأ: ۳۲۳/۶، رشیدیہ)

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿قالوا تالله لقد آثرک اللہ علینا و إن کنا لخاطئین، قال لا تشریب علیکم الیوم یغفر

اللہ لکم وهو أرحم الراحمین﴾. (یوسف: ۹۱، ۹۲)

و قال تعالیٰ: ﴿قالوا یا أبانا استغفر لنا ذنوبنا إنا کنا خاطئین، قال سوف استغفر لکم ربی، إنه

هو الغفور الرحیم﴾ (سورۃ یوسف: ۹۷، ۹۸)

(۲) ”عن عبد اللہ (ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قال: قال رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”سباب

المسلم فسوق“۔ الحدیث (صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب ما ینہی عن السباب واللعن:

۸۹۳/۲، قدیمی)

الغيب (للقرطبي رحمه الله تعالى) (۱) - فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۱/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/محرم الحرام/۵۹ھ۔

قرآن پاک کی شان میں گستاخی کرنے والے کا حکم

سوال [۶۸۳]: ایک شخص محمد خان نے امام صاحب کو ایک قرآن شریف کشمیری ترجمہ والا پڑھنے کے لئے دیا تھا، ایک سال گزرنے کے بعد مذکورہ محمد خان کو کسی خاص بات کے لئے قرآن شریف کی ضرورت پڑی، اس نے عبدالستار گنائی کو کہا کہ امام صاحب کے پاس میرا قرآن شریف ہے وہ مجھے لا کر دیدو، عبدالستار کو امام صاحب راستہ میں ملے اس نے امام صاحب سے قرآن شریف مانگا، امام صاحب نے پیر محمد یاسین سے کہا کہ ”محمد خان نے مجھے قرآن شریف بخش دیا ہے اگر وہ مانگتا ہے تو وہ قرآن شریف کو -نعوذ باللہ- اپنے میں بھر لے، چند دن کے بعد جب امام صاحب سے اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے انکار کیا، اس کے چند مہینہ بعد امام صاحب نے اس بات کا اقرار کیا اور کہا کہ ہاں میں نے یہ بات کہی ہے۔ حضرت والا! اس بارے میں مدلل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلياً :

قرآن کریم کی توہین کرنے سے ایمان سلامت نہیں رہتا، آدمی کافر ہو جاتا ہے، لیکن مسلمان پر کفر کا فتویٰ لگانے میں جلدی نہ کی جائے جب تک اس کا مقصد متعین نہ ہو جائے (۲)۔ یہاں امام صاحب کا مقصود قرآن پاک کی توہین کرنا نہیں بلکہ اس شخص کی توہین کرنا مقصود ہے، اگر زیور، سونا چاندی وغیرہ کوئی چیز ہوتی تو

(۱) ”قال العلامة القرطبي تحت قوله تعالى: ﴿قال قائل منهم: لا تقتلوا يوسف﴾ الآية (سورة يوسف: ۱۰): ”فيه ثلاث عشرة مسألة: الثالثة: وفي هذا ما يدل أن إخوة يوسف ما كانوا أنبياء لا أولاً ولا آخرأ بل كانوا مسلمين، فارتكبوا معصية، ثم تابوا. وقيل: كانوا أنبياء، ولا يستحيل في العقل زلة نبي، فكانت هذه زلة منهم وقيل: ما كانوا في ذلك الوقت أنبياء، ثم نبأهم الله تعالى، وهذا أشبه. والله تعالى اعلم.“ (تفسير القرطبي): ۸۹/۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) ”وفي الفتاوى الصغرى: الكفر شيء عظيم، فلا أجعل المؤمن كافراً متى وجدت رواية أنه لا يكفر“ (البحر الرائق، باب أحكام المرتدين من السير: ۲۱۰/۵، رشيدية)

اس کے متعلق بھی یہی کہتا۔ ایسے موقع پر یہی مقصود ہوتا ہے کہ تم کو فلاں چیز کی حفاظت کے لئے کوئی جگہ نہیں تو اس کو فلاں جگہ محفوظ کر لو خواہ وہ چیز قابل تعظیم ہو یا نہ ہو، اس کی طرف التفات نہیں ہوتا (۱) مگر اس کے کلام میں تو بین ضرور موجود ہے، اس لئے امام صاحب کو اپنی غلطی کا اعتراف کر کے توبہ کرنا ضروری ہے اور احتیاطاً تجدید ایمان اور تجدید نکاح بھی کرائے (۲)، ورنہ ایسا شخص امامت کے قابل نہیں۔ شرح فقہ اکبر (۳)، البحر الرائق (۴)، عالمگیری (۵) وغیرہ میں مسئلہ توہین کی تفصیل مذکور ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۶/۹۶ھ۔

قرآن کی شان میں گستاخی

سوال [۶۸۴]: ایک شخص قرآن مجید کی تلاوت کرتے وقت ایک شخص سے جھگڑنے لگا اور گالیاں دینے لگا، ایک دوسرے شخص نے اس سے کہا کہ دیکھو قرآن شریف کو سامنے رکھ کر فحش باتیں زبان سے نہ نکالو،

(۱) بعض زبانوں میں بعض اس قسم کے محاورات روزمرہ کی زندگی میں استعمال کئے جاتے ہیں، لیکن کسی کو ان کے ظاہری معانی سے آگاہ کیا جائے تو کہے گا کہ کلاو حاشا میرا مقصود کبھی بھی یہ نہیں اور اس سے برآء کا اظہار کر لیتا ہے، اسی لئے اسی طرح کے محاورات کو اپنے ظاہری معانی پر حمل نہیں کیا جاسکتا۔ (ابن القاضی)

(۲) ”و ما كان في كونه كفراً اختلاف، فإن قائله يؤمر بتجديد النكاح، و بالتوبة والرجوع عن ذلك بطريق الإحتياط“۔ (التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل في إجرآء كلمة الكفر: ۴۶۱/۵، إدارة القرآن)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، موجبات الكفر أنواع، قبيل الباب العاشر في البغاة: ۲۸۳/۲، رشیدیہ)

(۳) ”و من استخف بالقرآن أو بالمسجد أو بنحوه مما يعظم في الشرع، كفر، انتهى“۔ (شرح الفقہ الأكبر للقاری، فصل في القرآءة والصلوة، ص: ۱۶۷، قدیمی)

(۴) (البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين من السير: ۲۰۵/۵، رشیدیہ)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، موجبات الكفر أنواع، ومنها ما يتعلق بالقرآن: ۲۶۶/۲، ۲۶۷، رشیدیہ)

(۵) (التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل فيما يتعلق بالقرآن: ۴۹۱/۵، إدارة القرآن)

اس کے اندر قرآن کی بے حرمتی ہے، اس نے غصہ میں آ کر یہ کہہ دیا کہ ”اس کے اندر تمہارا کیا بگڑتا ہے، ہم اس کی بے حرمتی کریں گے، جو چاہو کر لو“، لیکن کہنے والا یہ بالکل نہیں جانتا کہ یہ کلمہ گستاخی کا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ایسے شخص کے متعلق شریعت کیا حکم دیتی ہے اور یہ کلمہ کیسا ہے؟

المستفتی محمد مصطفیٰ، متعلم مدرسہ عربیہ ہدایت المسلمین، کرہی ڈاکخانہ دوہارا، ضلع بستی۔

الجواب حامداً ومصلياً :

قرآن شریف کے بے حرمتی کرنا کفر ہے (۱) اور ایسا کلمہ کہنا بھی گستاخی ہے (۲)، لہذا شخص مذکور کو توبہ لازم ہے اور احتیاطاً تجدید نکاح اور تجدید ایمان بھی کر لے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۵/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبداللطیف، ۹/جمادی الأولى/۵۶ھ۔

باہمی لڑائی میں قرآن پاک کو پیروں سے روندنا

سوال [۶۸۵]: ہمارے پڑوس میں ایک موضع مونڈھیرہ ہے جہاں پر ایک مکتب چل رہا ہے جو مسلم

اکثریت سے بنا پڑوس کے ایک موضع دھورہرہ کے کچھ لوگوں میں مار پیٹ ہوئی جس میں دھورہرہ والوں نے

(۱) (تقدم تخریجہ تحت عنوان: ”قرآن پاک کی شان میں گستاخی کرنے کا حکم“)

(۲) ”و من تکلم بها اختیاراً جاہلاً بأنها کفر، وفيه اختلاف، والذي تحرر لی أنه لا یفتی بتکفیر مسلم

أمكن حمل كلامه علی محمل حسن، أو كان فی كفره إختلاف و لورواية ضعيفة“۔ (البحر الرائق،

كتاب السير، باب أحكام المرتدين : ۵/۲۱۰، رشیدیہ)

(و كذا فی الفتاویٰ البزازیة، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً، الفصل الأول، النوع الثاني فی ما يكون

كفراً من المسلم و ما لا يكون : ۶/۳۲۱، رشیدیہ)

(و كذا فی خلاصة الفتاویٰ، كتاب ألفاظ الكفر، الفصل الثاني، الجنس الأول فی المقدمة :

۳/۳۸۲، رشیدیہ)

(۳) ”و ما كان فی كونه كفراً إختلاف، فإن قائله يؤمر بتجدید النكاح، و بالتوبة و الرجوع عن ذلك

بطریق الإحتیاط“۔ (الفتاویٰ العالمکیریة، كتاب السير، موجبات الكفر أنواع، قبیل الباب العاشر فی

البغاة: ۲/۲۸۳، رشیدیہ)

منڈھیرہ والوں کو مارا اور مار کر چلے گئے۔ گاؤں کے کچھ لوگ اکٹھا ہو کر مدرسہ میں گھس گئے اور مارنا پیننا شروع کر دیا، ایک کلاس میں درس قرآن پاک چل رہا تھا، وہ ہجوم اس کلاس میں گھس گیا اور مدرس محمد یوسف کو مارنا شروع کر دیا، بچے بھاگ گئے، کلام پاک کو پیروں سے روند کر پھاڑ ڈالا گیا اور خون سے بھرے ہوئے نسخوں کو کنویں میں ڈالا گیا۔ تحریر فرمائیں کہ کلام پاک کی توہین کرنے والوں کو مسلمان سمجھا جائے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً:

اولاً تو آپس کی لڑائی ہی نہایت مذموم ہے (۱)، پھر مکتب میں داخل ہو کر قرآن کریم کو پیروں سے روندنا اور پھاڑنا بالکل ہی وحشیانہ اور کافرانہ حرکت ہے (۲)، ایسے لوگوں کو توبہ اور تجدید ایمان، تجدید نکاح کرنا چاہئے (۳) ورنہ وہ لوگ تعلق رکھنے کے قابل نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۹۴ھ۔

(۱) ”و عنہ (أبي هريرة رضي الله تعالى عنه) قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”يفتح أبواب الجنة يوم الإثنين و يوم الخميس، فيغفر لكل عبد لا يشرك بالله شيئاً إلا رجل كانت بينه و بين أخيه شحنة، فيقال: أنظروا هذين حتى يصطلحا“. رواه مسلم.“

”و عن أبي الدرداء رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”ألا أخبركم بأفضل من درجة الصيام و الصدقة و الصلوة“؟ قال: قلنا: بلى!، قال: ”إصلاح ذات البين، و فساد ذات البين هي الحالقة“. رواه أبو داؤد و الترمذی“. (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الأدب، باب ما ينهى من التهاجر الخ، ص: ۲۲۷، ۲۲۸، قديمی)

(۲) ”يكفر بوضع الرجل على المصحف مستخفاً، و إلا فلا اھ. و يظهر لى أن نفس الوضع بلا ضرورة يكون استخفاً“. (رد المحتار، كتاب الأيمان : ۷۱۹/۳، سعيد)

قال العلامة الرافعي رحمه الله تعالى تحت قوله المذكور: ”قوله: و يظهر لى أن نفس الوضع بلا ضرورة الخ) خلاف الظاهر من كلامهم، والظاهر أنه لا بد في تحقق الإهانة و الإستخفاف من قصدھا“. (تقريرات الرافعي، كتاب الأيمان : ۱۴/۳، سعيد)

(و كذا في شرح الفقه الأكبر للقارى، فصل القراء ة و الصلوة، ص: ۱۶۷، قديمی)

(و كذا في التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل فيما يتعلق بالقرآن: ۴۹۱/۵، إدارة القرآن)

(۳) (تقدم تخريجه في تحت عنوان ”قرآن کی شان میں گستاخی“)

کیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے پیر قرآن کریم پر رکھا تھا؟

سوال [۶۸۶]: ہمارے یہاں ایک مولوی صاحب تشریف لائے، دوران تقریر انہوں نے فرمایا کہ ”ایک مرتبہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھیتے ہوئے قرآن پاک پر پاؤں رکھ دیا، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ناگوار گزرا تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس میں کیا حرج ہے کہ ایک قرآن دوسرے قرآن پر رکھا گیا“۔ یعنی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں کو قرآن فرمایا۔ اس واقعہ کے کچھ روز بعد ایک اور مولوی صاحب تشریف لائے انہوں نے پہلے مولوی صاحب کی بات کی تردید کی اور بتلایا کہ یہ صریح کفر ہے اور یہ بھی فرمایا کہ مقرر کا نکاح ٹوٹ گیا اور اسی طرح ان تمام حضرات کا بھی نکاح ٹوٹ گیا جنہوں نے اس بات کو یقین کے ساتھ سنا اور یقین کر لیا، ایسے تمام حضرات کو از سر نو نکاح کرنا ضروری ہے، ورنہ ازدواجی تعلقات فعلی حرام ہوں گے۔ لہذا مولانا ثانی کے متبعین میں سے جنہوں نے سنا تھا دوبارہ اپنا نکاح کیا۔

اب دریافت طلب بات یہ ہے کہ پہلے مولانا کی بات کہ ایک قرآن دوسرے قرآن پر رکھا گیا ہے صحیح ہے یا نہیں؟ یہ واقعہ یا اس سے مشابہ کوئی دوسرا واقعہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی میں پیش آیا ہے یا نہیں؟ اور نکاح کا مسئلہ کہ جن لوگوں نے سنا اور یقین کے ساتھ سنا کیا واقعی ان کا نکاح ٹوٹ گیا اور ان کو تجدید نکاح ضروری ہے ورنہ فعل حرام شمار ہوگا؟ مفصل تحریر فرمائیں۔ یہاں لوگوں میں ہمہ وقت یہی چرچا رہتا ہے۔

عتیق الرحمن قاسمی، گنج ڈونڈوارہ، ضلع ایٹہ۔

الجواب حامداً و مصلياً :

یہ روایت کہ: ”حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن کریم پر پیر رکھ دیا جو کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو ناگوار گزرا، اس پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ اس میں حرج کی کیا بات ہے، ایسا ہوا کہ ایک قرآن دوسرے قرآن پر رکھا گیا“ کسی حدیث کی کتاب میں نہیں دیکھا، درایۃ بھی صحیح نہیں، قرآن کریم لکھا ہوا یکجائی طور پر اس وقت کہیں موجود نہیں تھا، کوئی حصہ کسی کے پاس تھا، کوئی حصہ کسی کے پاس تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں سب کو جگہ جگہ تلاش کرا کے یکجا جمع فرمایا جیسا کہ صحیح

بخاری شریف وغیرہ میں موجود ہے (۱)۔

بلا تحقیق کسی بات کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا درست نہیں (۲)۔ تاہم جن مولانا صاحب نے یہ روایت بیان کی ان پر کفر کا حکم لگانا اور جن ناواقفوں نے سن کر یقین کر لیا ان کے نکاح ٹوٹنے کا حکم لگا دینا بھی صحیح نہیں، یہ بھی حد سے تجاوز ہے، کسی چیز کا غلط اور گناہ ہونا اور بات ہے اور ہر ایسی بات کی وجہ سے کفر یا فسخ نکاح کا حکم لگا دینا اور بات ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود مغفر لہ دارالعلوم دیوبند، ۲/۳/۹۵ھ۔

(۱) ”عن عبید بن السباق أن زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: فی حدیث طویل: قال أبو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ إنک رجل شاب عاقل لا نتهمک، وقد کنت تکتب الوحی لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فتتبع القرآن فاجمعه، فواللہ لو کلفونی نقل جبل من الجبال، ما کان أثقل علیّ مما أمرنی به من جمع القرآن، قلت: کیف تفعلون شیئاً لم یفعله رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم؟ قال: هو واللہ خیر، فلم یزل أبو بکر یراجعنی حتی شرح اللہ صدری للذی شرح له صدر أبي بکر وعمر رضی اللہ عنہما، فتتبع القرآن أجمعه من العسب واللخاف وصدور الرجال، حتی وجدت آخر سورة التوبة مع أبي خزيمة الأنصاری لم أجدها مع أحد غیره: ﴿لقد جاءکم رسول من أنفسکم عزیز علیہ ما عنتم﴾ حتی خاتمة برآءة، فكانت الصحف عند أبي بکر حتی توفاه اللہ، ثم عند عمر حیاته، ثم عند حفصة بنت عمر“۔ (صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن: ۲/۷۴۵، ۷۴۶، قدیمی)

(۲) ”عن عبد العزیز، قال أنس: إنه لیمعنی أن أحدثکم حدیثاً كثيراً، إن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”من تعمّد علیّ کذباً، فلیتبوأ مقعده من النار“۔ (صحیح البخاری، کتاب العلم، باب إثم من کذب علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ۲۱/۱، قدیمی)

(۳) یعنی مرتکب معصیت اگر صرف مبتلی ہی ہو تو اس پر اس معصیت کا صرف گناہ ہوتا ہے، کفر کا حکم نہیں، کفر کا حکم اس وقت ہو سکتا ہے جب کہ کسی دلیل قطعی سے ثابت شدہ معصیت کو حلال سمجھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قال الملا علی القاری فی شرح الفقه الأكبر: ”إن إستحلال المعصية صغيرة كانت أو كبيرة كفر، إذا ثبت كونها معصية بدلالة قطعية“۔ (مطلب: إستحلال المعصية ولو صغيرة كفر، ص: ۱۵۲، قدیمی)

قرآن کریم میں مخلوق کا ذکر ہونے کے باوجود اس کا احترام

سوال [۶۸۷]: زید ایک مسجد کا امام ہے وہ کہتا ہے کہ ”کلام اللہ میں مخلوق کی باتیں ہیں اس لئے وہ قابل احترام نہیں، جس طرح اللہ پاک قابل احترام ہیں اس کا احترام اللہ پاک کا احترام نہیں ہو سکتا“۔ بکرنے جواب دیا کہ قرآن کریم قابل تسلیم اور بزرگ شئی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس کا احترام اللہ پاک کا احترام ہے۔ دونوں میں کس کی بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

کلام اللہ شریف میں مخلوق کا تذکرہ بھی ہے بلکہ مخلوق میں بہت زیادہ ذلیل اور نجس العین چیزوں کا بھی ذکر ہے (۱)، اس کے باوجود وہ کلام اللہ ہے (۲)، اس کی تعظیم فرض ہے، اس کی اہانت کرنے سے ایمان سلامت نہیں رہے گا (۳)۔ امام کو ایسی باتوں سے توبہ لازم ہے ورنہ امامت کے قابل نہ ہوگا۔ فقط واللہ اعلم۔
حرره العبد محمود غفر له دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۵/۸۹ھ۔

مسجد کا مذاق اڑانا

سوال [۶۸۸]: ایک مسلمان مسجد کو بڑے الفاظ کہتا ہے اور ہندوؤں میں بیٹھ کر مذاق اڑاتا ہے، پارٹی باز آدمی ہے اور اپنے گھر کے کنبے وغیرہ کو اپنے ساتھ رکھتا ہے اور مسجد میں نماز پڑھنے نہیں آتا اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

(۱) قد ذکر لفظ: ”الخنزیر“ فی مواضع عدیدة من القرآن الکریم، وهو أنجس الخلائق. منها ما قال اللہ تعالیٰ: ﴿إنما حرم علیکم الميتة والدم ولحم الخنزیر وما أهل به لغير اللہ﴾. الآية (البقرة: ۱۷۳)
(۲) قال الإمام الأعظم فی الفقه الأكبر: ”والقرآن کلام اللہ تعالیٰ فی المصاحف مکتوب اه“.
(ص: ۲۵، ۲۶، قدیمی)

(و کذا فی شرح العقائد النسفیة، ص: ۴۶، سعید)

(و کذا فی شرح العقيدة الطحاویة، ص: ۱۰۸)

(۳) ”و فی تنمة الفتاوی: من استخف بالقرآن أو بالمسجد أو بنحوه مما یعظم فی الشرع کفر“.

(شرح الفقه الأكبر، فصل فی القراءة والصلوة، ص: ۱۶۷، قدیمی)

(و کذا فی رد المحتار، کتاب الجهاد، باب المرتد: ۲۲۲/۳، سعید)

الجواب حامداً ومصلياً:

مسجد کی توہین کرنا، اس کو گالی دینا، اس کا مذاق اڑانا بہت خطرناک ہے اس سے ایمان سلامت نہیں رہتا (۱)، ایسے شخص کو توبہ لازم ہے (۲)، آئندہ ہرگز اس قسم کا کوئی لفظ نہ کہے جس سے مسجد کی توہین ہوتی ہو۔ وہ شخص بے علم ہے اس کو نرمی سے سمجھایا جائے، سختی کا معاملہ کرنے سے ایسا نہ ہو کہ زیادہ بگڑ جائے، سزا دینے کی قوت نہیں اس لئے نرمی سے ہی سمجھایا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۶/۹۱ھ۔

اذان پر ہنسنا

سوال [۶۹۰]: زید اذان کہہ رہا ہے اور ہنس رہا ہے اور عمر سن رہا ہے اور اس کا بھی یہی حال ہے تو کیا شرع میں اس کی جزا ہے یا نہیں؟ مشہور ہے کہ ایسے فعل سے طلاق واقع ہو جاتی ہے، کیا یہ امر فی الواقع صحیح ہے یا نہیں؟
عبدالرزاق جالندھری مقیم حجرہ نالہ۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اذان کہتے وقت اور سنتے وقت ہنسنا اذان کے آداب و احترام کے خلاف ہے، اذان کہتے وقت سلام کا جواب دینا اور بلا ضرورت تنحیح بھی جائز نہیں (۳)، اگر ہنسی سے اذان کا استہزاء مقصود ہو تو فقہاء تکفیر کرتے ہیں

(۱) "من استخف بالقرآن أو المسجد أو بنحوه مما يعظم في الشرع، كفر". (شرح الفقه الأكبر، فصل في القراءة والصلوة ص: ۱۶۷، قدیمی)

(و کذا فی مجمع الأنهر، کتاب السیر، باب المرتد، ثم إن ألفاظ الكفر أنواع: النوع الثالث في القرآن: ۱/۶۹۲، ۶۹۳، دار احیاء التراث العربی)

(۲) "ماکان فی کونہ کفراً إختلاف، فإن قائله یؤمر بتجدید النکاح و بالتوبة و الرجوع عن ذلك بطریق الإحتیاط..... ثم إن كانت نية القائل..... الوجه الذي یوجب التکفیر، لا تنفعه فتوی المفتی، و یؤمر بالتوبة و الرجوع عن ذلك، و بتجدید النکاح بینہ و بین امراته". (الفتاوی العالمگیریہ، کتاب السیر، موجبات الکفر أنواع، قبیل الباب العاشر فی البغاة: ۲/۲۸۳، رشیدیہ)

(۳) "و لا یتکلم فیہما (أی الأذان و الاقامة) أصلاً و لورد سلام، فإن تکلم استأنفه". (الدر

المختار، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۹، سعید)

”ویکفر بالاستهزاء بالأذان، لا بالمؤذن“ بحر: ۵/۱۲۲ (۱) اور اسی حالت میں تجدید ایمان کے ساتھ تجدید نکاح بھی ضروری ہے۔ اور اگر اذان کا استهزاء مقصود نہیں بلکہ کسی اور وجہ سے ہنستا ہے تو اس سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔ فقط واللہ اعلم۔

نماز وغیرہ کا استهزاء

سوال [۶۹۱]: ایک مسلمان شخص جو علم شریعت سے بالکل ناواقف و بے بہرہ ہے، بھنگی، چرسی، اینٹی بھی ہے، وہ اپنی ضد اور جہالت کی وجہ سے اپنے آپ کو بزرگ گردانتا ہو، قرآن شریف و حدیث شریف کو مذاق اور مسخرہ کرنے کا عادی ہو، یہاں تک کہہ دیتا ہے کہ لوگ نماز ادا کرتے ہیں خواہ مخواہ سر نیچا کرتے ہیں، قرآن میں نماز ادا کرنے کا کوئی حکم نہیں۔ کیا ایسے شخص سے جو اسلام سے اس قدر مذاقہ پیش آوے تعاون کرنا یا اور کسی قسم کا برتاؤ کرنا جائز ہے یا نہیں اور اسی کا ایک دوست جس کا مکان مسجد سے بالکل پیوستہ ہے اپنی اذان و نماز علیحدہ اپنے گھر میں ادا کرتا ہے اور جماعت اپنی منکوحہ بیوی کے ساتھ کر لیتا ہے۔ اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

نماز فرض عین ہے، نص قطعی سے ثابت ہے، اس کا منکر کافر ہے۔ نماز، قرآن شریف، حدیث شریف کا مذاق اڑانا، استهزاء کرنا کفر ہے، اگر قدرت ہو تو ایسے شخص کو مناسب تنبیہ کی جاوے ورنہ اس سے ترک تعلق کر دیا جاوے اور جماعت سنت مؤکدہ واجب کے قریب ہے۔ جو شخص بلا عذر شرعی دواماً ترک کرے وہ گنہگار ہے، اگر

=وفى الفتاوى العالمكيريّة: ”ويكره التنحج فى الأذان بغير عذر..... ويكره رد السلام فى الأذان والإقامة، ولا يجب الرد بعده على الأصح“ (كتاب الصلوة، الباب الثانى فى الأذان، قبيل الفصل الثانى: ۵۵/۱، رشيدية)

(۱) (البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۲۰۶/۵، رشيدية)

(و كذا فى الفتاوى التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل فيما يتعلق بالأذكار: ۵۰۰/۵، إدارة القرآن)

وفى شرح الفقه الأكبر للقارى رحمه الله تعالى: ”والاستهزاء بحكم من أحكام الشرع كفر“.

(قبيل فصل فى الكفر صريحاً و كنايةً، ص: ۱۷۶، قديمى)

اسلامی حکومت ہو تو ایسے شخص کو سخت سزا دی جاوے اور شرعاً اس کی شہادت مردود ہے، اگر کبھی اتفاق سے ترک ہو جائے تو معذوری ہے:

”ہی فرض عین علی کل مکلف، و یکفر جا حدھا لثبوتھا بدلیل قطعی، و تارکھا عمداً مجاناً: ای تکاسلاً فاسق، یحبس حتی یصلی؛ لأنه یحبس لحق العبد، فحق الحق أحق، وقیل: یضرب حتی یسبل منه الدم اھ۔“ در مختار: ۱/۳۶۳ (۱)۔

”والجماعة سنة مؤكدة للرجال، وقیل: واجبة، وعلیه العامة: ای عامة مشایخنا، وبه جزم فی التحفة وغیرھا، قال فی البحر: وهو الراجح عند أهل المذهب اھ۔“ در مختار (۲)۔

”وقال فی شرح المنیة: والأحكام تدل علی الوجوب من أن تارکھا بلا عذر یعزر، وترد شہادته، و یأثم الجیران بالسکوت عنه اھ۔“ شامی: ۱/۵۷۶ (۳)۔

”إذا أنکر آية من القرآن أو استخف بالقرآن أو بالمسجد أو نحوه مما يعظم فی

(۱) (الدر المختار، کتاب الصلوة: ۱/۳۵۱، ۳۵۲، سعید)

(و کذا فی العنایة فی شرح الهدایة علی هامش فتح القدير، کتاب الصلوة: ۱/۲۱۷، مصطفى البابی الحلبي بمصر)

(و کذا فی مجمع الأنهر، کتاب الصلوة: ۱/۶۸، دار إحياء التراث العربی)

(۲) (الدر المختار، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۲، ۵۵۳، سعید)

(۳) (رد المحتار: المصدر السابق آنفاً من الدر المختار)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۰۲، ۶۰۳، رشیدیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب الصلوة، فصل فیمن تجب علیہ الجماعة: ۱/۶۶۲، دار الکتب

العلمیة بیروت)

(و کذا فی فتح القدير، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۳۳۴، ۳۳۵، مصطفى البابی الحلبي بمصر)

(و کذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، باب الإمامة، ص: ۲۸۶، قدیمی)

الشرع، أو عاب شيئاً من القرآن أو خطى أو سخر بآية منه اهـ۔ مجمع الأنهر: ۱/ ۷۰۰ (۱)۔
فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۶/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ۔

الجواب صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم، ۲۲/۶/۵۹ھ۔

نماز کیلئے تحقیر کا لفظ بولنا

سوال [۶۹۲]: بکرنے خالد سے پوچھا کہ مسجد میں کیوں نہیں جاتے اور نماز نہیں پڑھتے؟ تو خالد جواب

دیتا ہے کہ مجھ کو نماز چھک آتی ہے۔ یہ لفظ حقارت ہے۔ حفظ الرحمن مدرسہ ہدایت الاسلام نوادہ پھولپورا عظیم گڑھ۔

الجواب حامداً و مصلياً:

نماز کی تحقیر نہایت خطرناک ہے (۲)، اس سے پورا پرہیز کیا جائے۔ جو لفظ سوال میں لکھا ہے ”نماز

چھک آتی ہے“ اس کا مطلب صاف لکھئے کہ کیا مقصد ہے؟ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۶/۹۳ھ۔

نمازی کو گالی دینا

سوال [۶۹۳]: کوئی شخص یہ کہے کہ ”زیادہ نماز پڑھنے والے ان کی ماؤں کو ایسا کروں، سب سالے

بے ایمان ہوتے ہیں“ یہ کلمہ کیسا ہے اور ایمان میں کوئی خرابی آتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً:

اس کا مقصود بظاہر یہ ہے کہ بے ایمانی سے ہر مسلمان کو بچنا چاہئے اور جو لوگ نماز پڑھتے ہیں ان کو

(۱) (مجمع الأنهر، کتاب السیر، باب المرتد، ثم إن ألفاظ الكفر أنواع: النوع الثالث في القرآن الخ:

۶۹۲/۱، ۶۹۳، دار إحياء التراث العربی)

(و کذا فی شرح الفقہ الأكبر، فصل فی القراءۃ والصلوۃ، ص: ۱۶۷، قدیمی)

(۲) ”من قال: لا أصلی جحدواً أو استخفافاً، أو علی أنہلم یومرأو لیس بواجب انتہی، فلا شک أنه

کفر فی الكل“ (شرح الفقہ الأكبر، فصل فی القراءۃ والصلوۃ: ۱۷۰، قدیمی)

خدا سے اور اس کے دین سے زیادہ تعلق ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ لوگ زیادہ پرہیز کریں، مگر افسوس کہ ایسا واقعہ نہیں بلکہ نماز پڑھنے والے بھی بے ایمانی کرتے ہیں۔ اس میں نماز کی عظمت کو بتانا چاہتا ہے کہ اس کی تاثیر یہ ہے کہ وہ بے حیائی کے کاموں سے اور گناہوں سے روک دیتی ہے (۱)، لیکن یہاں ان سنگدلوں پر اس کا بھی کوئی اثر نہیں ہوتا۔ بے علمی یا کم علمی کی وجہ سے وہ اس مقصود کو صاف طور پر ادا نہیں کر سکا اور غلبہٴ جہالت کی وجہ سے گالی بھی دیدی، اس کو اپنی اصلاح کی فکر بھی لازم ہے۔ اگر خدا نخواستہ اس کا مقصود نماز کی توبہ نہ کرنا ہے تو یہ نہایت خطرناک ہے، اس سے ایمان محفوظ نہیں رہتا (۲) ایسی حالت میں تجدیدِ ایمان، توبہ، تجدیدِ نکاح لازم ہے (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، کیم/شعبان/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، ۲/۸/۹۰ھ۔

(۱) قال الله تعالى: ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ الآية. (العنكبوت : ۴۵)

(۲) ”قال أبو حفص : إذا قيل لمريض : صل ، فقال : والله لا أصلي أبداً ، فلم يصل حتى مات لو جاء ونى به ، لقلت : أرموه و لا تصلوا عليه ؛ لأنه مات كافراً . قال صاحب الجامع الأصغر : وجه ذلك أنه قال ذلك على وجه التهاون والاستخفاف ، و من فعل ذلك ، يصير كافراً“ . (التاتارخانية ، كتاب أحكام المرتدين ، فصل فيما يتعلق بالصلوة والزكاة الخ : ۴۹۳/۵ ، إدارة القرآن)

وفي البرازية على هامش الفتاوى العالمية الكيرية: ”دلت المسئلة أن تهاون الصلوة والترك مستخفاً كفرةً، وإن مجانةً و فسقاً، لا“ . (كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفرةً ، الفصل الثاني ، النوع التاسع فيما يقال في القرآن والصلوة الخ : ۳۴۱/۶ ، رشيدية)

(وكذا في شرح الفقه الأكبر ، فصل في القراءة والصلوة : ۱۷۰ ، قديمي)

(۳) ”ما كان في كونه كفرةً إختلاف ، فإن قائله يؤمر بتجديد النكاح و بالتوبة والرجوع عن ذلك بطريق الإحتياط“ . (التاتارخانية ، كتاب أحكام المرتدين ، فصل في إجراء كلمة الكفرة : ۴۶۱/۵ ، إدارة القرآن)

”ثم إن كانت نية القائل الوجه الذي يوجب التكفير ، لا تنفعه فتوى المفتى ، و يؤمر بالتوبة

والرجوع عن ذلك ، و بتجديد النكاح بينه و بين امرأته“ . (التاتارخانية ، كتاب أحكام المرتدين ، فصل

في إجراء كلمة الكفرة : ۴۵۸/۵ ، إدارة القرآن)

ماں کو گالی دینا اور اس کی قبر پر پیشاب

سوال [۶۹۲]: مسمی ایوب نے اپنی ماں اور بہن کو گالیاں دیں اور کہا کہ ”میں نہیں مانتا، وہ تو میرا جوتا ہے“ اور قرآن پاک اٹھا کر پھینک دیا۔ برائے مہربانی شرعاً اس کا کوئی جرمانہ ہو تو مطلع فرمائیں۔

۲..... مسمی ایوب نے اپنی والدہ کی قبر پر جا کر پیشاب کیا، گالیاں دیں اور کہا کہ ”تُو یہاں سے بھی بہت دور چلی جا“۔ ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً :

۱..... یہ واقعہ اگر اسی طرح ہے تو نہایت افسوس کی بات ہے اس سے ایمان سلامت نہیں رہا (۱)؛ شخص مذکور کو تجدید ایمان اور علی الاعلان توبہ و استغفار کے ساتھ تجدید نکاح بھی لازم ہے (۲) ورنہ اس کے ساتھ سب لوگ سلام و کلام، بیاہ شادی کا تعلق ختم کر کے اس کی اصلاح کر دیں۔

۲..... یہ نہایت ہی کمینہ حرکت ہے، والدہ کی شان میں کوئی شریف النسب آدمی ایسا نہیں کہہ سکتا، والدہ کے انتقال کے بعد قبر پر جا کر اس طرح کہنے سے تو معلوم ہوتا ہے کہ دماغی توازن بھی صحیح نہیں اور غصہ سے

= (و كذا في الفتاوى العالمكيريّة، كتاب السير، موجبات الكفر أنواع، قبيل الباب العاشر في البغاة: ۲۸۳/۲، رشیدیہ)

(و كذا في المحيط البرهاني، كتاب السير، فصل في مسائل المرتدين، النوع الأول في إجراء كلمة الكفر: ۵/۵۵۰، غفاريہ كوئٹہ)

(۱) ”و في تنمة الفتاوى: من استخف بالقرآن أو بالمسجد أو بنحوه مما يعظم في الشرع، كفر“.

(شرح الفقه الأكبر، فصل في القراءة والصلوة، ص: ۱۶۷، قديمی)

(و كذا في مجمع الأنهر، كتاب السير، باب المرتد، ثم إن الفاظ الكفر أنواع: النوع الثالث في القرآن:

۱/۶۹۲، ۶۹۳، دار إحياء التراث العربي)

(و كذا في رد المحتار، كتاب الجهاد، باب المرتد: ۳/۲۲۲، سعيد)

(۲) (تقدم تخريجه في مواضع عديدة منها تحت عنوان ”نمازی کو گالی دینا“)

عقل مغلوب ہو چکی ہے تاہم اس کے غصہ کے فرو ہونے پر سمجھایا جائے کہ یہ کبیرہ گناہ ہے (۱)، ایمان والا ایسا نہیں کرتا ہے، اس سے عاقبت برباد ہوتی ہے، دنیا میں بھی تباہی آتی ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱۱/۸۹ھ۔

علم دین کا مقام، علمائے دین کی توہین

سوال [۶۹۵]: میرے پاس فتویٰ بوسیدہ حالت میں ہے، ابتدائی حصہ نہیں ہے۔ اس میں تحریر ہے

کہ جو شخص کسی عالم کی ادنیٰ توہین یا تحقیر کرے وہ کافر ہے اور حوالہ میں فقہ اکبر کی یہ عبارت نقل کی ہے:

”ومن قال للعالم: عويلم: أي بصيغة التصغير للتحقير كما قيده بقوله: قاصداً به

الإستخفاف، كفر“ (۲)۔

اس کو دیکھ کر تعجب میں ہوں اور اس پر مختلف علماء کے دستخط ہیں۔

الجواب حامداً و مصلياً:

اگر کسی عالم دین کی کوئی شخص اہانت کرتا ہے بلا کسی سبب ظاہری اور عداوتِ دنیوی سے تو یہ درحقیقت علم دین کی اہانت ہے، جس کو کفر قرار دیا گیا ہے، اگر اس لئے اہانت کرتا ہے کہ اس کا عمل خلاف شرع ہے یا وہ علم کا

(۱) ”حدثنا عبد الرحمن بن أبي بكرة عن أبيه رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: كنا عند رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال: ”ألا أنبئکم بأکبر الكبائر؟“ ثلاثاً، ”الإشراک باللہ، و عقوق الوالدین، و شهادة الزور“ أو ”قول الزور“، و كان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متکئاً فجلس، فما زال یکررها حتی قلنا: لیتہ سکت“.

”عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”من الكبائر شتم الرجل والديه“. قالوا: یا رسول اللہ! و هل یشتتم الرجل والديه؟ قال: ”نعم، یسب أبا الرجل فیسب أباه، و یسب أمه فیسب أمه“. (الصحيح لمسلم رحمه الله تعالى، كتاب الإيمان، باب الكبائر وأكبرها: ۶۳/۱، قديمی)

”إنها (أى الكبائر) تسعة..... و عقوق الوالدین المسلمین“. (شرح العقائد، ص: ۸۲ سعید)

(۲) (شرح الفقه الأكبر للقاری، فصل فی العلم والعلماء، ص: ۱۷۴، قديمی)

(و کذا فی التاتاریخانیة، کتاب أحكام المرتدین، فصل فی العلم والعلماء الخ: ۵/۵۰۸، ادارة القرآن)

مطلب غلط بتا کر گمراہ کرتا ہے یا اس پر کوئی حق واجب الاداء ہے، جس کو وہ ادا نہیں کرتا بلکہ ظلم کرتا ہے وہ علم دین کی اہانت نہیں اس لئے کفر نہیں:

”وفى البزازية الإستخفاف بالعلماء لكونهم علماء إستخفاف بالعلم، و العلم صفة الله تعالى منحه فضلاً على خيار عباده ليدلوا خلقه على شريعته نيابةً عن رسله، فإستخفافه بهذا يعلم أنه إلى من يعود. و من أبغض عالماً من غير سبب ظاهر خيف عليه الكفر اهـ“۔ مجمع الأنهر: ۱/۷۰۳ (۱) بزازیہ علی العالمگیریہ: ۶/۳۳۶ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود وغفر له دارالعلوم دیوبند، ۸/۶/۸۷ھ۔
الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

اھانت علماء

سوال [۶۹۶]: کوئی شخص علماء کی شان میں گستاخی کرے اور علماء سے بد عقیدہ ہو تو عند الشرع ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟
فقط عبدالرحمن، پیش امام، محلہ بیوپاریان، قصبہ ایل ضلع مٹھرا۔
الجواب حامداً و مصلياً:

علم دین کی وجہ سے اگر علماء کی توہین و تذلیل کرتا ہے تو یہ کفر ہے، تجدید ایمان و تجدید نکاح لازم ہے ورنہ فسق ہے، توبہ ضروری ہے۔ فی الشامی: ”إهانة أهل العلم كفر على المختار“ فتاویٰ بدیعیہ“ (۳)۔

(۱) (مجمع الأنهر، کتاب السیر، باب المرتد، ثم إن الفاظ الكفر أنواع، النوع الرابع فى الاستخفاف بالعلم: ۱/۶۹۵، دار إحياء التراث العربی)

(۲) (البزازیہ، کتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً، الفصل الثانی، النوع الثامن فى الإستخفاف بالعلم: ۶/۳۳۶، رشیدیہ)

(و كذا فى شرح الفقه الأكبر للقارى رحمه الله تعالى، فصل فى العلم والعلماء، ص: ۱۷۳، قديمی)

وفى رد المحتار: ”إهانة أهل العلم كفر على المختار“ (كتاب الحدود، باب التعزير: ۴/۷۲، سعيد)

(۳) (رد المحتار، كتاب الحدود، باب التعزير: ۴/۷۲، سعيد)

(و كذا فى البزازية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً، الفصل الثانی، النوع الثامن فى الإستخفاف بالعلم: ۶/۳۳۶، رشیدیہ)

”سباب المسلم فسوق“. الحدیث (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود حسن گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/صفر/۵۳ھ۔

الجواب صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/صفر/۵۳ھ۔

کیا استاذ کی توہین کفر ہے؟

سوال [۶۹۷]: اگر کسی نے امام یا والدین یا استاذ کی توہین کی تو کیا اس پر تجرید نکاح کا حکم عالم

یا قاضی کو لگانا چاہئے جیسا کہ ”فصول عمادی“ میں ہے یا کہ نہیں؟
المستفتی: سراج الدین۔

الجواب حامداً ومصلياً:

والدین یا استاذ کی بلا وجہ شرعی توہین کرنا گناہ ہے مگر کفر نہیں، نہ اس سے ایمان جاتا ہے نہ نکاح تو ٹٹا ہے، لہذا تجرید نکاح بھی واجب نہیں، البتہ اگر کوئی شخص حرام لعینہ کو جس کی حرمت قطعی ہو حلال اعتقاد کرے تو یہ کفر ہے، اس سے ایمان سلب ہو جاتا ہے اور نکاح بھی ٹوٹ جاتا ہے:

”ولا نکفر مسلماً بذنبٍ من الذنوب وإن كانت كبيرة إذا لم يستحلها، ولا نزيل عنه إسم الإيمان ونسبہ مؤمناً حقيقة، ويجوز أن يكون مؤمناً فاسقاً غير كافر، أما من استحل معصية وقد ثبتت بدليل قطعي، فهو كافر بالله تعالى؛ لأن استحلها تكذيب بالله ورسوله اه“۔ شرح فقہ اکبر (۲)۔

”يخاف عليه الكفر إذا قال لفقیه: أي دانشمندک، أو قال لعلوی: أي علویک، لا

= (و کذا فی شرح الفقہ اکبر للقاری رحمہ اللہ تعالیٰ، فصل فی العلم والعلماء، ص: ۱۷۳، قدیمی)
(و کذا فی مجمع الأنهر، کتاب السیر، باب المرتد، ثم إن الفاظ الکفر أنواع: النوع الرابع فی الاستخفاف بالعلم: ۱/ ۶۹۵، دار إحياء التراث العربی)

(۱) (صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب ما ينهى عن السباب واللعن: ۲/ ۸۹۳، قدیمی)
(والصحیح لمسلم، کتاب الإيمان، باب بیان قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”سباب المسلم فسوق الخ“۔ ۱/ ۵۸، قدیمی)

(۲) (الفقہ اکبر للإمام الأعظم أبي حنيفة رحمه الله تعالى، ص: ۷۱، ۷۳، ۷۴، قدیمی)

يكفر ما لم يكن قصد الاستخفاف بالدين اهـ. عالم گیری: ۲/۲۷۱ (۱)۔

لهذا ابلا تفصيل حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/ربیع الاول/۶۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/ربیع الاول/۶۳ھ۔

استاذ کی گستاخی اور توہین

سوال [۶۹۸]: اپنے استاذ کو ایک شخص نے کہا کہ استاذ کافر ہے مسلمان نہیں، ان کی قرآن خوانی اور نماز کی ادائیگی کا کوئی اعتبار نہیں، دشنام طرازی کے علاوہ مار پیٹ بھی کی۔ یہ شخص اس کے خاندان کا سات پستون سے استاذ رہا ہے، خود یہ شخص تارک صلوٰۃ ہے، ایسے شخص کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟ اور ایسے شخص کے لئے شرعاً کیا تعزیر ہے؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلياً:

استاذ کا بہت بڑا حق ہے، اس کا احترام لازم ہے، اس کے ساتھ گستاخی کرنا منع ہے، بلا وجہ شرعی کسی

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریۃ، کتاب السیر، موجبات الکفر أنواع، منها ما يتعلق بالعلم والعلماء:

۲/۲۷۱، رشیدیہ)

(و کذا فی البزازیۃ، کتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو کفراً، الفصل الثانی، النوع الثامن فی الاستخفاف

بالعلم: ۶/۳۶، رشیدیہ)

(و کذا فی خلاصۃ الفتاویٰ، کتاب ألفاظ الکفر الفصل الثانی، الجنس الثامن فی استخفاف العلم:

۳/۳۸۸، رشیدیہ)

(و کذا فی شرح الفقہ الأكبر للقاری رحمہ اللہ تعالیٰ، فصل فی العلم والعلماء، ص: ۱۷۴، قدیمی)

(و کذا فی التاتارخانیۃ، کتاب أحكام المرتدین، فصل فی العلم والعلماء الخ: ۵/۵۰۸، إدارة القرآن)

(و کذا فی المحيط البرہانی، کتاب السیر، فصل فی مسائل المرتدین، نوع فی العلم والعلماء:

۵/۵۶۹، غفاریہ کوئٹہ)

مسلمان کو کافر کہنے سے اس کہنے والے کا ایمان سلامت نہیں رہتا (۱)۔ بغیر عذر کے جان کر فرض نماز کو ترک کرنا جب کہ قضا پڑھنے کی بھی نیت نہ ہو اور اس پر خوفِ عقاب بھی نہ ہو نہایت خطرناک ہے، حدیث و فقہ میں اس کو کفر سے تعبیر کیا گیا ہے (۲)۔ ایسے شخص کو توبہ کرنا لازم اور استاذ سے معافی مانگنا ضروری ہے، احتیاطاً تجدید ایمان و تجدید نکاح بھی کر لی جائے (۳)۔ جہاں اسلامی طریقہ پر حدود و قصاص کی تنفیذ نہ ہو سکتی ہو وہاں شرعی سزا نہیں

(۱) ”عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”إذا قال الرجل لأخیه: یا کافر!، فقد باء به أحدهما“۔ (صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب من أکفر أخاه بغیر تأویل فهو کما قال: ۹۰۱/۲، قدیمی)

قال الملا علی القاری: ”وقال الطیبی: لأنه إذا قال القائل لصاحبه: یا کافر مثلاً، فإن صدق رجع إليه کلمة الکفر الصادر منه مقتضاها، وإن کذب واعتقد بطلان دین الإسلام، رجعت إليه هذه الکلمة. و قال النووی: فی تأویل الحدیث أوجه: أحدها أنه محمول علی المستحل لذلك، فعلى هذا معنی: ”باء بها“: أى بکلمة الکفر: أى رجع علیه الکفر“۔ (مرقاة المفاتیح، کتاب الآداب، باب حفظ اللسان، الفصل الأول: ۵۶۲/۸، رقم الحدیث: ۴۸۱۵، رشیدیہ)

(۲) ”عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول: سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول: ”بین الرجل و بین الشوک و الکفر ترک الصلوة“۔ (الصحیح لمسلم، کتاب الإیمان، باب إطلاق اسم الکفر اه: ۶۱/۱، قدیمی)

”و فی شرح السنة: اختلف فی تکفیر تارک الصلوة الفرض عمداً..... قلت: و نعم الرأی رأی أبی حنیفة، إذ الأقوال باقیها ضعيفة، ثم من التأویلات أن یكون مستحلاً لتركها، أو ترکها یؤدی إلى الکفر اه“۔ (المرقاة، کتاب الصلوة، قبیل الفصل الثانی: ۲۷۲/۲، رقم الحدیث: ۵۶۹، رشیدیہ)

”و یکفر..... بترك الصلوة متعمداً، غیر ناوٍ للقضاء و غیر خائفٍ من العقاب“۔

(البحر الرائق، کتاب السیر، باب أحكام المرتدین: ۲۰۶/۵، رشیدیہ)

(۳) ”ما كان فی كونه کفراً اختلافاً، فإن قائله یؤمر بتجدید النکاح، و بالتوبة و الرجوع عن ذلك بطریق الاحتیاط“۔ (الفتاویٰ العالمکیریه، کتاب السیر، موجبات الکفر أنواع، قبیل الباب العاشر فی البغاة: ۲۸۳/۲، رشیدیہ)

(و کذا فی التاتارخانیة، کتاب أحكام المرتدین، فصل فی إجراء کلمة الکفر: ۴۵۸/۵، إدارة القرآن)

دی جاسکتی، شرعی سزا کے لئے مسلم بادشاہ اور قوتِ قاہرہ شرط ہے (۱)، البتہ اولاً ایسے آدمی کو نرمی سے سمجھایا جائے، اس سے کام نہ چلے اور ترک تعلق مفید ہو تو ترک تعلق کر دیا جائے (۲)۔

تنبیہ: بغیر ثبوت شرعی کسی کی طرف کسی جرم کی نسبت کرنا سخت معصیت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۶/۳/۸۸ھ۔

امام اور استاذ کو خنزیر و منافق کہنا

سوال [۶۹۹]: ایک شخص نے ایک عالم فاضل کو امام مسجد رکھا اور اس کے پیچھے چند سال تک نماز پڑھی ہے، نماز کے علاوہ کچھ اور وظائف کی تعلیم بھی اس سے حاصل کرتا ہے، اس شخص نے اپنے استاذ کو ایک معمولی بات پر خنزیر و منافق وغیرہ کہہ ڈالا اور امامت سے برطرف کر دیا، پس ایسے شخص کے بارے میں جو اپنے استاذ کو ذلیل کرتا ہے شرعاً کیا حکم ہے، اور باقی مسلمانوں کو اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مسلمان کو گالی دینا فسق ہے (۳) اور منافق وغیرہ کہنا ہرگز جائز نہیں، خاص کر اپنے امام اور استاذ کو

(۱) "فيشترظ الإمام لإستيفاء الحدود". (رد المحتار، كتاب الجنایات، مبحث شريف اه: ۵۳۹/۶، سعيد) (و كذا في فتح القدير، كتاب الحدود، فصل في كيفية الحد وإقامته: ۲۳۵/۵، ۲۳۶، مصطفى البابی الحلبي)

(و كذا في بدائع الصنائع، كتاب الحدود، فصل في شرائط جواز إقامتها: ۲۵۰/۹، دار الكتب العلمية) (و كذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحدود، الباب الأول في تفسيره شرعاً وركنه اه: ۱۳۳/۲، رشيديه)

(و كذا في النهر الفائق، كتاب الحدود: ۱۳۳/۳، مكتبة امداديه ملتان)

(۲) "قال الخطابي: رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته، ولا يجوز فُوقها، إلا إذا كان الهجران في حق من حقوق الله تعالى، فيجوز فوق ذلك". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر و التقاطع اه، الفصل الأول: ۷۵۸/۸، رشيديه)

(۳) "عن عبد الله رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "سباب المسلم فسوق". الحديث. (صحيح البخارى، كتاب الأدب، باب ما ينهى عن السباب واللعن: ۸۹۳/۲، قديمي)

ایسے الفاظ کہنا حد درجہ بے غیرتی اور محرومی کی دلیل ہے، اس لئے واجب ہے کہ امام سے ان الفاظ کی معافی طلب کرے اور آئندہ توبہ کرے اور عہد کرے کہ کبھی ایسے الفاظ نہیں کہے گا، خاص کر اپنے استاذ کی شان میں اور سب کو چاہئے کہ اسے سمجھادیں کہ تم اپنے استاد سے معافی مانگ لو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ جامع العلوم کانپور۔

استخفاف علماء

سوال [۷۰۰]: علمائے دین سے استہزاء کرنے اور تحقیر کرنے سے کیا حکم شرعی لازم آتا ہے اور

مستہزی حد تکلیفیر تک پہنچ جائے گا یا فاسق ہوگا؟

الجواب حامداً و مصلياً :

علمائے دین سے استہزاء و تحقیر اگر ان کے علم دین کی وجہ سے ہے تو کفر ہے اور اگر کسی اور وجہ سے بغیر حق شرعی ہے تو سخت گناہ اور فسق ہے اور ایسی صورت میں تعزیر شرعی لازم ہوتی ہے:

”ولو قال للفقير: دانشمندک، إن لم یکن قصدہ الإستخفاف بالدين لا یکفر، وإن کان،

یکفر“۔ خلاصۃ الفتاویٰ: ۴/۳۸۸ (۱)۔ ”سباب المسلم فسوق“ رواہ مسلم: ۱/۵۸ (۲)۔

”وکل من ارتکب منکراً أو أذى مسلماً بغير حق بقول أو فعل أو إشارة یلزمه التعزیر“

کذا فی الشامی: ۳/۲۵۵ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

(۱) (خلاصۃ الفتاویٰ، کتاب ألفاظ الکفر، الفصل الثانی، الجنس الثامن فی استخفاف العلم والعلماء:

۳/۳۸۸، رشیدیہ)

(تقدم تخريجه تحت عنوان: ”کیا استاذ کی توہین کفر ہے“)

(۲) (الصحيح لمسلم، کتاب الايمان، باب بيان قول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ”سباب

المسلم فسوق الخ“: ۱/۵۸، قدیمی)

(وصحيح البخارى، کتاب الأدب، باب ما ينهى عن السباب واللعن: ۲/۸۹۳، قدیمی)

(۳) (کتاب الحدود، باب التعزیر: ۲/۶۶، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر: ۵/۷۱، رشیدیہ)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیرية، کتاب السير، فصل فی التعزیر: ۲/۱۶۸، رشیدیہ)

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

سعید احمد غفرلہ مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ صحیح: بندہ عبد الرحمن غفرلہ۔

صحیح: عبد اللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ جمادی الثانیہ/ ۱۳۵۲ھ۔

علمائے دین کو گالی دینا

سوال [۷۰۱]: اگر کوئی مسلمان کسی عالم شریعت کو گالی دے یا دشمنی کے طور پر تمام علمائے دین کو گالی دے جیسے کہ کہے ”علماء دین کے اندر بہت شر ہے“ یا یہ کہے کہ ”علماء بہت بد معاش ہیں“۔ تو ایسے آدمی کو شریعت کیا حکم دیتی ہے، آیا کافر یا فاسق یا منافق؟ کوئی آدمی اگر کسی امام کو ناجائز طور پر گالی دے تو اس کا کیا حکم ہے؟
الجواب حامداً و مصلياً :

گالی دینا معمولی مسلم کو بھی درست نہیں بلکہ فسق ہے: ”سباب المسلم فسوق“ الحدیث (۱)۔
علمائے حق کو اگر کسی ذاتی مخالفت وغیرہ کی وجہ سے گالی نہیں دیتا، بلکہ علمائے حق ہونے کی وجہ سے گالی دیتا ہے تو ایمان کا سلامت رہنا دشوار ہے (۲)۔ سوء خاتمہ کا قوی خطرہ ہے اس کو توبہ لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۰/ ۱۰/ ۱۳۹۲ھ۔

عالم سے بغض رکھنا

سوال [۷۰۲]: اگر کسی شخص نے بسبب عداوت دینی یا دنیاوی کسی عالم متدین کو اہانتہ و حقارت گالی دی اور خوب نالائق کہا تو گالی دینے والے پر کفر لازم آئے گا یا نہیں؟ اور اس کی زوجہ مطلقہ بائنا ہوگی یا نہیں؟ چونکہ فتویٰ نور الہدیٰ، ص: ۱۳۵ میں لکھا ہے:

”من شنع لعلماء الحنفية أو لأهل العلم أو لطلبته أو أطلق فيه كلمة كناية من شنع و الإحتقار صار كافراً۔ و أيضاً فيه: من رفع صوته على صوت العالم أو طالب العلم بوجه

(۱) (صحيح البخارى، كتاب الإيمان، باب خوف المؤمن أن يحبط عمله: ۱/۲، قديمي)

(والصحيح لمسلم، كتاب الإيمان، باب بيان قول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ”سباب المسلم

فسوق الخ“: ۱/۵۸، قديمي)

(۲) (تقدم تخريجه تحت عنوان: ”کیا استاذ کی توہین کفر ہے؟“)

الإحتقار والإستخفاف طلقت إمرأته بائناً“۔ تو اس کا کیا حکم ہے؟ فیینوا بالتفصیل عند علماء الحنفیة۔

الجواب حامداً ومصلياً :

کسی عالم کو اگر گالی دی ہے تو وہ یا تو کسی ذاتی مخالفت کی بنا پر دی ہے یا علم دین سے عداوت کی بنا پر۔ اول صورت میں گالی دینا فسق ہے، حدیث شریف میں آتا ہے:

”عن عبد الله بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم : ”سباب المسلم فسوق وقتاله كفر“۔ متفق عليه“ (۱) مشکوة شریف، ص: ۴۱۱ (۲)۔

یعنی مسلمان کو گالی دینا فسق ہے، جب عام مسلمانوں کو گالی دینا فسق ہے تو علماء کو گالی دینا کچھ اس سے زیادہ ہی ہوگا۔ ایک دوسری حدیث میں گالی دینا نفاق کی علامت بتلایا ہے:

”عن عبد الله بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم : ”أربع من كن فيه كان منافقاً خالصاً، ومن كانت فيه خصلة منهن كانت فيه خصلة من النفاق حتى يدعها : إذا اؤتمن خان، وإذا حدث كذب، وإذا عاهد غدر، وإذا خاصم فجر“ متفق عليه“ (۳) مشکوة شریف، ص: ۱۷ (۴)۔

اگر علم دین سے عداوت کی بنا پر گالی دی ہے تو یہ نہایت خطرناک ہے اس سے ایمان جاتا رہتا ہے، اس

(۱) (صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب ما ینبی عن السباب واللعن : ۸۹۳/۲، قدیمی)

(والصحیح لمسلم، کتاب الإیمان، باب بیان قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : ”سباب المسلم فسوق الخ“ : ۵۸/۱، قدیمی)

(۲) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب حفظ اللسان والغیبة اھـ، الفصل الأول، ص: ۴۱۱، قدیمی)

(۳) (صحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب علامة المنافق : ۱۰/۱، قدیمی)

(والصحیح لمسلم، کتاب الإیمان، باب خصال المنافق : ۵۶/۱، قدیمی)

(۴) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الإیمان، باب الكبائر وعلامات النفاق، ص: ۱۷، قدیمی)

لئے کہ علم اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم الشان صفت ہے، جب علم سے عداوت ہوئی تو خدا تعالیٰ کی اس صفت سے عداوت ہوئی۔

”وفى البزازية: ۲/۲۷۰ (۱): ”فالاستخفاف بالعلماء لكونهم علماء استخفاف بالعلم، والعلم صفة الله تعالى منحه فضلاً على خيار عباده، ليدلوا خلقه على شريعته نيابة عن رسله، فاستخفافه بهذا يعلم أنه إلى من يعود“. مجمع الأنهر: ۱/۷۰۳ (۲)۔

اگر بلا وجہ گالی دیتا ہے اور عالم سے بغض رکھتا ہے تو اس میں خوف کفر ہے:

”من أبغض عالماً من غير سبب ظاهر خيف عليه الكفر، ويخاف عليه الكفر إذا شتم عالماً أو فقيهاً من غير سبب اه“. عالم گیری: ۲/۲۷۰ (۳)۔

اگر عالم سے بلا وجہ اذیت پہنچی ہے تو اس عالم کے ذمہ معافی چاہنا واجب ہے اور اگر اس عالم میں کچھ اوصاف قبیحہ ہیں ان کی وجہ سے بغض ہے تو ایسی حالت میں ان اوصاف سے بغض رکھنا چاہئے اور جو شخص ان اوصاف کے ساتھ متصف ہے اس کو خیر خواہی سے نصیحت کی جائے اور دعاء کی جائے کہ اللہ پاک اس کی اصلاح کرے اور کوئی مسلمان خواہ کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو اس کو حقارت کی نظر سے دیکھنا اور ذلیل سمجھنا جائز نہیں، البتہ معاصی سے بغض رکھنا اور پرہیز کرنا واجب ہے۔ جب کوئی شخص کسی وجہ سے کافر ہو جائے تو اس کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور اس کی عورت بائٹہ ہو جاتی ہے، (قال الزيلعي رحمه الله تعالى): ”وارتداد أحدهما (أى الزوجين) فسخ في

(۱) (وكذا في البزازية كتاب ألقاظ تكون إسلاماً أو كفراً، الفصل الثاني، النوع الثامن في الاستخفاف بالعلم اه: ۳۳۶/۶، رشیدیہ)

(۲) مجمع الأنهر، كتاب السير، باب المرتد، ثم إن ألقاظ الكفر أنواع: النوع الرابع في الاستخفاف بالعلم: ۱/۶۹۵، دار إحياء التراث العربی)

(و فی رد المحتار: ”إهانة أهل العلم كفر على المختار“. (كتاب الحدود، باب التعزير: ۷۲/۳، سعید)

(وكذا في شرح الفقه الأكبر للقاری رحمه الله تعالى، فصل في العلم والعلماء، ص: ۱۷۳، قديمی)

(۳) (الفتاویٰ العالمکیریة، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، ومنها ما يتعلق بالعلم والعلماء: ۲/۲۷۰، رشیدیہ)

الحال اھ۔“ زیلعی: ۱۷۸/۲ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

علماء کو برا کہنا

سوال [۷۰۳]: علماء کرام کو برا بھلا کہنا، ان کی شان میں گستاخیاں کرنا، ان کی تضحیک و تذلیل کرنا از

روئے شرع کیسا ہے؟ شریعت اللہ، بہار شریف۔

الجواب حامداً و مصلياً:

عالم دین ہونے کی وجہ سے ان کو برا کہنا، گستاخی کرنا نہایت خطرناک ہے، سخت قسم کا جرم ہے (۲)۔ اگر کوئی بد معاملگی ہوئی یا ذاتی نفسانی دشمنی سے یا کسی عالم دین کو گمراہی اور فسق و فجور میں مبتلا دیکھا اس کی وجہ سے اس کو برا کہتا ہے تو اس کا یہ حکم نہیں اگرچہ برا کہنا کسی کو بھی نہیں چاہئے، سخت سے سخت گنہگار کو بھی برا کہنے سے کیا فائدہ؟ اس کی اصلاح نصیحت، خیر خواہی سے کی جائے تو فائدہ بھی ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

مقرر عالم کی توہین

سوال [۷۰۴]: ایک مولانا صاحب ایک جلسہ میں تقریر فرما رہے تھے کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نور ہیں، اس جملہ کو زید نے سن کر بر جستہ کہا کہ ”نور، نور، نور کہتے ہو، نور نہیں موعے زیناف ہیں“۔ معلوم ہوا کہ زید کا یہ جملہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب نہیں بلکہ طنزاً مقرر کی جانب ہے جب کہ زید عالم دین بھی ہے۔

الجواب حامداً و مصلياً:

اگر حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں ایسا نہیں کہا بلکہ تقریر کرنے والے

(۱) (تبيين الحقائق للزيلعي، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر: ۲/۲۲۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(و كذا في الدر المختار، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر: ۳/۱۹۳، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر: ۳/۳۷۳، رشيدية)

(۲) (تقدم تخريجه تحت عنوان: ”كيا استاذكي توہين كفرہے“)

مولانا صاحب کو بطور تشبیہ ایسا کہا ہے تب بھی یہ سخت بات ہے (۱)، کسی بھی اشرف المخلوقات کی ایسی چیز سے تشبیہ دینا درست نہیں ہے جو کہ عوام کے نزدیک نہایت حقیر چیز ہو اور خاص کر مجمع عام میں کثرت عوام کی ہوتی ہے اور پھر مولانا صاحب جو کہ مزید واجب الاحترام ہیں اور تشبیہ دینا بھی ایسے موقع پر جب کہ وہ تقریر کر رہے ہیں اور تقریر میں بھی ذات مقدسہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہے جس سے سننے والوں کو شبہ ہوتا ہے کہ شاید تشبیہ کا رخ دوسری طرف ہو اور اس کا ایہام ہر ایک کو ہوتا ہے، اس لئے زید کو معذرت کرنا چاہئے اور اپنی مراد واضح کر کے ایہام و شبہ دور کر دینا چاہئے اور آئندہ پورے طور سے محتاط رہنا چاہئے۔

جب کہ زید کی تشبیہ کا رخ وہ بھی نہیں ہے جس کا ایہام ہوتا ہے تو دوسرے لوگوں کو بھی اس پر اصرار نہیں کرنا چاہئے، زید معذرت کر دے دوسرے لوگ خاموشی اختیار کریں، بات کو زیادہ نہ بڑھایا جائے کہ اس میں فتنہ شدید ہے، خدا جانے کہاں تک نوبت پہنچے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۲/۹۱ھ۔

امام کو برا کہہ کر نکال دینا

سوال [۷۰۵]: یہاں پر ایک چھوٹی سی بستی ہے کل ۲۴ گھر ہیں جس میں سے سات گھر بہت خلاف ہیں، یہاں پر ایک چھوٹی بستی کے حساب سے ایک پرانے وقتوں کی مسجد ہے جس کے پندرہ گھر تو خوب دل و جان سے اس کی حفاظت کرتے ہیں اور جو بھی پیش امام لا کر رکھتے ہیں دوسرے لوگ اس کو برا بھلا کہہ کر نکال دیتے ہیں۔ یہ سات گھر نہ تو امام رہنے دیتے ہیں نہ اس کی تنخواہ دیتے ہیں، اب اس وقت امام کی تنخواہ تین ماہ کی چڑھ رہی ہے اور ملا ان سے کہتا ہے کہ جمعہ کی نماز تو کم از کم پڑھ لیا کرو تو کہتے ہیں کہ کوئی پابندی ہم پر نہیں ایسا لکھا نہیں کہ نماز پڑھو ہماری مرضی ہے پڑھیں یا نہ پڑھیں اور شرک و کفر نوان کے لئے بہت اچھا لگتا ہے، بھجن گانا، دیوی ماتا کو پوجنا، ہولی پڑھنا، بجانا، میلہ میں جانا، ایسی باتوں کو ملارو کتا ہے تو ملا کی تنخواہ میں رکاوٹ کر کے، آپس میں پھوٹ ڈال کر، آدمیوں کو بہکا کر کے ملا کو پیسے نہیں ملیں گے تو بھاگ جائیگا، اس طرح یہاں سے چار پانچ ملا چلے گئے۔

ہم پندرہ گھر ہی ان کو پیسے دیکر رکھا کرتے ہیں تاکہ رمضان شریف میں تراویح اور عید کی نماز ہو جائے،

(۱) (تقدم تخریجہ تحت عنوان ”کیا استاد کی توہین کفر ہے؟“)

ہم نے دو چار لوگوں سے ان کے بارے میں بات چیت کی، ایسے لوگوں کا حکم کیا ہے، انہوں نے ہم سے کہا کہ ان لوگوں کا حوالہ اور نام لکھوا کر دیوبند بھیجو ان کے نام فتویٰ بھیج دیں گے شریعت کے مطابق، ہم ان کو سنا دیں گے تو شاید ان لوگوں کی آنکھیں کھل جائیں اور خدا کو پہچانیں اور ایمان لے آویں تو اچھا ہے ورنہ ان لوگوں کا حقہ پانی بند کر دیں گے۔

نہ ان کے یہاں درود و فاتحہ ہوتی ہے سب کام ہندوؤں کے کرتے ہیں۔ دو آدمی سب سے زیادہ خراب ہیں، ایک فہد، ایک سفیرا، یہ دو آدمی ایسے ہیں کہ انہوں نے ۹ ملا بھگا دیئے، یہ دو آدمی پانچ گھرتلی کے ہیں، ان کو بہکا کر اپنی طرف مائل کر کے ملا کی تنخواہ رکوا کر پھوٹ کرتے ہیں، مسجد کو ویران کر دیتے ہیں۔ ہم ۱۰ آدمیوں کے بس کی بات تو ہے نہیں جو ملا کو رکھ سکیں، چھوٹی سی بستی ہے، ہمارے لئے ایسے آدمیوں کے لئے موافق شرع فتویٰ دیدیں آپ کی بڑی مہربانی ہوگی، ہماری مسجد میں چراغ بتی وعید و تراویح رمضان ہو جاوے گی، یہ اسلام کی بات ہے، آپ کی تعریف سن کر آپ کا سہارا لیا ہے۔

ہم جاہلوں کو راستہ بتانا آدھا کام عمل کرنا ہمارا کام ہے۔ یہ سات گھر کے آدمی ہیں فہد، سفیرا، جھوٹیا، مداری، سبحان، بنور پیا، کڑوے آدمی ہیں، ۵ گھرتلیوں کے ہیں، ایک لوہار کا، ایک شیخ کا، ہم ان پانچوں آدمیوں کے لئے آپ سے فتویٰ چاہتے ہیں، ان کی آنکھیں کھول دیں، آپ کے لئے ہم اللہ سے دعا مانگتے رہیں گے۔ ہماری مسجد آباد رہے گی تو خدا ہم کو بھی آباد رکھے گا، یہاں پر عید کی نماز ہو جاوے گی، یہ سات گھر بہت جاہل ہیں، ایک کتاب دیدیں تو مہربانی ہوگی۔ فقط

الجواب حامداً ومصلياً :

جو لوگ امام کو برا بھلا کہتے ہیں تاکہ وہ تنگ آ کر چلا جائے اور مسجد ویران ہو جائے وہ بڑے ظالم گناہ گار ہیں (۱)، ان کو توبہ کرنا امام سے معافی مانگنا ضروری ہے اور دیوی ماما کے پوجنے سے تو ایمان ہی جاتا

(۱) قال الله تعالى: ﴿و من أظلم ممن منع مساجد الله أن يذكر فيها اسمه، و سعی في خرابها، أولئك ما كان لهم أن يدخلوها إلا خائفين، لهم في الدنيا خزي و لهم في الآخرة عذاب عظيم﴾ (البقرة: ۱۱۴)۔
قال العلامة الآلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ تحتها: ” و ظاهر الآية العموم في كل مانع و في كل مسجد، و خصوص السبب (سبب النزول) لا يمنعه (وسعی في خرابها) بتكديرها بالتعصبات =

رہتا ہے (۱)، ان کو کلمہ پڑھ کر نئے سرے سے مسلمان کیا جائے اور ان کے نکاح بھی دوبارہ پڑھائے جائیں (۲)، ورنہ یہاں بھی وبال ہے اور ان کے لئے آخرت میں بھی جہنم ہے، بہتر یہ ہے کہ کسی عالم دین کے ذریعہ سے ان کو سمجھایا جائے، اگر نہ مانیں اور اپنی ضد پر قائم رہیں تو ان سے ترک تعلق کر دیا جائے، بول چال بند کر دی جائے تاکہ وہ اپنی اصلاح کر لیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۹/۹۰ھ۔

طالب علم کو گالی دینا

سوال [۷۰۶]: اگر کوئی شخص کسی طالب علم کو گالی دے اور بے عزت کرے اس کے لئے از روئے شرع کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً :

اگر کوئی علم دین حاصل کرنے والے طالب علم کو گالی دے اور اہانت کرے بغیر کسی قصور کے محض علم دین

= و غلبة الهوى، و منع أهلها بتهيج الفتن اللازمة لتجاذب قوى النفس، و دواعى الشيطان والوهم (لهم فى الدنيا خزي) و افتضاح و ذلة بظهور بطلان ما هم عليه (ولهم فى الآخرة عذاب عظيم)

و احتجاجهم عن الحق سبحانه. (روح المعانى : ۱/۳۶۳، ۳۶۵، دار إحياء التراث العربى)

(۱) ”و عن أبى هريرة رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”لو كنت أمر أحداً أن يسجد لأحد، لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها“. رواه الترمذى. (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب عشرة النساء الخ، ص: ۲۸۱، قديمى)

قال العلامة الآلوسى رحمه الله تعالى تحت آية البقرة رقمها : ۳۴: ”إن السجود الشرعى عبادة، و عبادة غيره سبحانه وتعالى شرك محرّم فى جميع الأديان والأزمان، و لا أراها حلت فى عصر من الأعصار“. (روح المعانى : ۱/۲۲۸، دار إحياء التراث العربى)

وفى شرح الفقه الأكبر للقارى رحمه الله تعالى: ”وفى الخلاصة: و من سجد لهم إن أراد به التعظيم كتعظيم الله سبحانه وتعالى، كفر“. (أواخر فصل فى الكفر صريحاً و كنايةً، ص: ۱۹۳، قديمى)

(و كذا فى البحر الرائق، كتاب الكراهية، قبيل فصل فى البيع : ۸/۳۶۴، رشيدية)

(۲) (تقدم تخريجه فى مواضع عديدة منها عنوان ”تجدید ایمان اور تجدید نکاح کی کب ضرورت ہوتی ہے“)

کا طالب علم ہونے کی بنا پر تو نہایت خطرناک ہے اس سے ایمان سلامت رہنا دشوار ہے، کیونکہ یہ علم دین کی تحقیر و تذلیل ہے۔

اگر اس طالب علم میں کچھ اخلاق و اعمال خلاف شرع ہیں اور ان کو ناگواری کی بنا پر گالی دے تو اس کا یہ حکم نہیں (۱) اس سے ایمان برباد نہیں ہوگا لیکن گالی دینا اس وقت بھی درست نہیں، ہاں اصلاح ضروری ہے اور اس کا طریقہ گالی دینا نہیں، بلکہ نرمی و شفقت سے نصیحت کرنا ہے یا اس کے اکابر تک اس کی بد اخلاقی اور بد اعمالی کو پہنچا دینا ہے تاکہ وہ مناسب طریق پر اصلاح کرے اور طالب علم کو علم دین کے احترام کی خاطر ہر قسم کی بد اخلاقی اور بد اعمالی سے بچانا نسبتاً زیادہ ضروری ہے کہ اس سے نہ علم دین آتا ہے اور نہ دنیا و آخرت میں عزت حاصل ہوتی ہے، بلکہ طبقہ علماء پر بدنامی آتی ہے اور لوگ علم دین سے بدظن ہوتے ہیں اور اپنی اولاد کو علم دین سے محروم رکھتے ہیں جس کا سبب طالب علم کی بد اخلاقی اور بد اعمالی بنتی ہے، حق تعالیٰ اخلاق فاضلہ و اعمال صالحہ سے مزین فرمائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفر لہ دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱۱/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

تعویذ کی توہین

سوال [۷۰۷]: زید نے اپنے بچے کے واسطے ایک چاندی کا تعویذ بنوایا ہے جس پر تسمیہ اور چند دعائیہ

(۱) ”و من أبغض، وفي الذخيرة: و من شتم عالماً، أو فقيهاً من غير سبب، خيف عليه الكفر“.

(التاتارخانية، كتاب ألفاظ الكفر، فصل في العلم والعلماء: ۵/۵۰۸، إدارة القرآن)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، مطلب: موجبات

الكفر، ومنها ما يتعلق بالعلم والعلماء: ۲/۲۷۰، رشيدية)

”قال حدثني عبد الله رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”سباب

المسلم فسوق“۔ الحديث (صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب خوف المؤمن اهـ:

۱۲/۱، قديمي)

قال الملا علي القاري رحمه الله تعالى: ”فسوق“ لأن شتمه بغير حق حرام“۔ (مراقبة المفاتيح،

كتاب الآداب، باب حفظ اللسان، الفصل الأول: ۸/۵۶۱، رقم الحديث: ۲۸۱۲، رشيدية)

کلمات تھے، بکرنے زید سے تعویذ کے بارے میں کہا کہ یہ سب فضول ہے، اس پر زید نے برجستہ کہا کہ ”میں تو اس کو موئے زیناف کے برابر بھی نہیں سمجھتا ہوں“۔ ان کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلياً :

سوال واضح نہیں ہے، زید خود ہی تعویذ بنواتا ہے خود ہی اس کو ایسی چیز سے تشبیہ دیتا ہے، اگر واقعی وہ ایسا ہی سمجھتا ہے تو پھر کس لئے بنواتا ہے، اس تضاد کی تشریح زید سے طلب کی جائے تو کچھ مطلب نکلے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفر له دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۲/۹۱ھ۔

مسئلہ شرعیہ کی توہین

سوال [۷۰۸]: بعض لوگوں نے کہا ہے کہ تقریباً بارہ برس ہوئے کہ زید ولد بکر امام مسجد نے کہا کہ میرے باپ میرے اوپر اس وجہ سے ناراض ہو گئے کہ میں نے اپنی بیوی کو پردہ شرعی دیا تھا اور یہ کہا کہ ”تیرے شرع پر بول کرتا ہوں“ مگر بکر کہتا ہے کہ یہ محض بہتان ہے، میں نے ہرگز ایسا کلمہ بیہودہ نہیں بکا اور ایسے ہی اس کا لڑکا زید بھی کہتا ہے میں نے ہرگز کسی سے یہ بیان نہیں کیا اور نہ ہی میرے باپ نے یہ کہا ہے، محض بہتان ہے اور ہمارا اب بھی پردہ ہے اور پھر لوگوں کے شور برپا ہونے کی وجہ سے وہ بیچارہ بکر امام مسجد کہتا ہے کہ بھائی میں نے ہر چند یہ بکو اس کہا تو نہیں مگر اگر بفرض محال میں نے یہ کہا ہو تو میری توبہ ہے۔

اب عرض ہے کہ ایک مفتی صاحب کہتے ہیں کہ اس کی توبہ قبول نہیں اور اس کے پیچھے ہرگز نماز درست نہیں، جس نے اس کے پیچھے نماز پڑھی وہ بھی کافر ہے، نکاح اس کا ٹوٹ گیا اور بکر کے خاندان میں سے کسی کی توبہ قبول نہیں، سب مجرم ہیں۔ آیا ایسی شہادت معتبر ہے اور بکر واقعی کافر ہو گیا اور اس کی توبہ واقعی قبول نہیں ہو سکتی اور ایسے ہی اس کے خاندان کی بھی اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے والے واقعی کافر ہو گئے یا نہیں؟ اور ایسے مفتی صاحب کا کیا حکم ہے؟ ہمارے گاؤں میں بڑا شور ہے، جلدی جواب دیجئے۔ بیواؤ تو جروا۔

الجواب حامداً و مصلياً :

اگر امام مسجد نے یہ کلمہ نہیں کہا اور نہ اس کے بیٹے نے نقل کیا تو ہر دو پر بہتان ہے جو کہ سخت گناہ ہے،

بہتان لگانے والوں کے ذمہ لازم ہے کہ اس سے توبہ کریں اور امام اور اس کے بیٹے سے معافی چاہیں۔ اگر واقعہً یہ کلمہ کہا ہے تو خود امام کے ذمہ توبہ لازم ہے (۱) اور توبہ کے ساتھ تجدید ایمان اور تجدید نکاح بھی کریں، جو شخص یہ کہتا ہے کہ اس کی توبہ قبول نہیں وہ غلط کہتا ہے۔ قرآن کریم میں موجود ہے:

﴿وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَحِيمًا﴾ (۲)۔

﴿وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ﴾ (۳)۔

اور یہ کہنا کہ اس کے خاندان میں سے کسی کی توبہ قبول نہیں، سخت ترین جہالت اور حماقت ہے، ایسے کلمات سے توبہ ضروری ہے اور آئندہ ایسے مفتی کو مسئلہ نہیں بتانا چاہئے تا وقتیکہ اہل حق علماء سے اس کی پوری تحقیق نہ کر لی ہو۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/۲/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم، صحیح: عبداللطیف۔

فتویٰ کی توہین

سوال [۷۰۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں، اگر کوئی کہے کہ میں

فتویٰ پر پیشاب کرتا ہوں اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً :

کہنے والا نا سمجھ بچہ ہے یا مجنون ہے یا بیہوش و مفقود العقل ہے تو ان الفاظ کے کہنے سے وہ ایمان سے

(۱) چونکہ مسائل شرعیہ ضروریہ کی توہین پر فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے کفر کا حکم تجویز کیا ہے اس لئے اس کے مرتکب پر تجدید ایمان اور تجدید نکاح لازم ہے۔

”و فی التتمة: من أهان الشريعة أو المسائل التي لا بد منها، كفر“۔ (شرح الفقه الأكبر، فصل

فی العلم والعلماء، ص: ۱۷۴، قدیمی)

(و کذا فی رد المحتار، کتاب الجهاد، باب المرتد: ۲۲۲/۳، ۲۲۳، سعید)

(۲) (سورة النساء: ۱۱۰)

(۳) (سورة الشوری: ۲۵)

خارج نہیں ہوا۔ فتاویٰ عالمگیری: ۳/۸۷۶ میں ہے:

”و شرائط صحتها (أى الردة) العقل فلا يصح ردة المجنون، ولا الصبي الذى لا يعقل، وكذا لا يصح ردة السكران الذاهب العقل“ (۱)۔

ایسے ہی اگر فتویٰ میں خلاف شرع حکم ہے مثلاً: تحریم حلال ہے یا تحلیل حرام ہے تب بھی اس لفظ کے کہنے سے کوئی ایمان سے خارج نہیں ہوا، اگر کہنے والا سمجھدار ہے اور فتویٰ موافق شرع ہے تو اس لفظ کے کہنے والے کو تجدید ایمان و تجدید نکاح کی ضرورت ہے، کیونکہ اس لفظ کا کہنے والا شرعاً کافر ہو جاتا ہے:

”رجل رجع من مجلس العلم، فقال له رجل آخر: ”از كنشت آمدة“ يكفر، وكذا لو قال: مرا با مجلس علم چه كار“ أو قال: من يقدر على أداء ما يقولون، أو ألقى الفتوى على الأرض و قال: ”چه شرع است اين“ أو ”چه بار نامه فتوى آوردى“ يكفر“۔ خلاصۃ الفتاویٰ (۲)۔

(۱) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، الباب التاسع فى أحكام المرتدين: ۲/۲۵۳، رشیدیہ)

(و كذا البحر الرائق، كتاب السير، قبيل باب البغاة: ۵/۲۳۳، ۲۳۴ رشیدیہ)

(و كذا فى التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل ارتداد الصبي والسكران الخ: ۵/۵۵۵، ۵۵۶، إدارة القرآن)

(و كذا فى تبیین الحقائق، كتاب السير، باب المرتدين: ۳/۱۹۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(و كذا فى رد المحتار، كتاب الجهاد، باب المرتد: ۳/۲۲۳، سعيد كراچی)

(و كذا فى المحيط البرهانی، كتاب السير، فصل فى مسائل المرتدين، نوع آخر قبل نوع فى تصرفات المرتد والمرتدة: ۵/۵۹۰، غفاریہ كوئٹہ)

(۲) (خلاصۃ الفتاویٰ، كتاب ألفاظ الكفر، الفصل الثانى، الجنس الثامن فى استخفاف العلم والعلماء: ۳/۳۸۸، رشیدیہ)

(و كذا فى البرازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً، الفصل الثانى، النوع الثامن فى الاستخفاف بالعلم: ۶/۳۳۷، رشیدیہ)

(والتاتارخانية، كتاب ألفاظ الكفر، فصل فى العلم والعلماء: ۵/۵۰۷، ۵۰۹، إدارة القرآن)

(و كذا فى الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، الباب التاسع فى أحكام المرتدين، مطلب: موجبات الكفر، و منها ما يتعلق بالعلم والعلماء: ۲/۲۷۰، ۲۷۲ رشیدیہ) =

”وارتداد أحدهما: أي الزوجين فسخ عاجل“۔ در مختار هامش شامی (۱)۔ واللہ سبحانہ

تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ۔

صحیح: بندہ عبدالرحمن عفی عنہ، عبداللطیف، ۱۷/محرم الحرام/۱۵۱ھ۔

داڑھی کی توہین

سوال [۷۱۰]: داڑھی منڈانا اور داڑھی والوں کی توہین کرنا مثلاً: ”گالوں پر کوڑا ہے، جنگل ہے“،

ایسے الفاظ کہنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً :

داڑھی کا منڈوانا ناجائز اور اس کا مذاق اڑانا سخت خطرناک امر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

سنت کا مذاق ہے، اگر اس نیت سے مذاق اڑایا جاتا ہے تو کفر ہے:

”رجل قال لآخر: إحلق رأسك و قلم أظفارك، فإن هذه سنة، فقال: لا أفعل و إن كان

سنة، فهذا كفر؛ لأنه قال على سبيل الإنكار و الرد، و كذا في سائر السنن خصوصاً في سنة هي

معروفة و ثبوتها بالتواتر اهـ“۔ مجمع الأنهر: ۱/۷۰۰ (۲)۔

= (و كذا في المحيط البرهاني، كتاب السير، فصل في مسائل المرتدين، نوع في العلم والعلماء:

۵/۵۶۹، ۵۷۰، غفاريه كوئته)

(۱) (الدر المختار، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر: ۳/۱۹۳، سعيد)

(و كذا في تبیین الحقائق للزيلعي، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر: ۲/۶۶۲، دار الكتب

العلمية، بيروت)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر: ۳/۳۷۳، رشيديه)

(و كذا في الفتاوى العالمكيريّة، كتاب النكاح، الباب العاشر في نكاح الكفار: ۱/۳۳۹، رشيديه)

(۲) (مجمع الأنهر، كتاب السير، باب المرتد، ثم ان الفاظ الكفر أنواع، الثاني في الأنبياء عليهم

السلام: ۱/۶۹۲، دار احياء التراث العربي)

(و كذا في البزازیة علی هامش الفتاوى العالمكيريّة، كتاب ألفاظ تكون اسلاماً أو كفراً، الفصل الثاني، =

”یحرم علی الرجل قطع لحیته اھ“ در مختار (۱)۔

”وقص اللحية من صنيع الأعاجم وهو اليوم شعار كثير من أهل الشرك و عبدة الأوثان
كالأفرنج والهنود و من لا خلاق لهم في الدين من الفرقة المسومة بالقلندرية في زمننا اھ“۔
مرقاة المفاتيح (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۲/۵۹ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۹/۲/۵۹ھ۔

”داڑھی کے بال اکھاڑ کر پیشاب کروں گی“ کہنے والی عورت کا حکم اور سزا

سوال [۷۱۱]: عبد الغفار کی چچی اہلیہ نظر محمد نے عبد الغفار سے کہا کہ ”تمہاری داڑھی کے بال اکھاڑ
کر میں پیشاب کروں گی“۔ ایک مرتبہ اہلیہ عبد الغفار کو کہا کہ خواجہ غریب نواز سے ایسا ویسا کروا کر آغوش بھروانے
گئی تھی، ایسی عورت کس جرم کی مرتکب ہے اور کیا سزا ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً :

جو الفاظ درج سوال ہیں وہ شرعاً نہایت سخت ہیں (۳)، ان پر سزا دینے کی قوت نہیں، شوہر خود ایسی

= النوع الثالث في الأنبياء عليهم السلام: ۳۲۸/۶، رشیدیہ

(و كذا في التاتارخانية، كتاب ألفاظ الكفر، فصل فيما يعود إلى الأنبياء عليهم السلام: ۴۸۲/۵،
إدارة القرآن)

(و كذا في المحيط البرهاني، كتاب السير، فصل في مسائل المرتدين، نوع فيما يعود إلى الأنبياء
عليهم السلام: ۱۶۱/۵ غفاريہ كوئٹہ)

و في ما لا بد منه: ”اگر کسے گفت: ناخن تراشیدن سنت است، و دیگرے گفت: اگر سنت باشد، نمی کنم، کافر شود، و
اگر گوید: سنت چه کار آید، کافر شود“۔ (باب کلمات الکفر، ص: ۱۲۶، مکتبہ شرکتہ علمیہ ملتان)

(۱) الدر المختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۴۰۷/۶، سعید کراچی

(۲) (مرقاة المفاتيح في شرح المشكوة، كتاب الطهارة، باب السواك، الفصل الأول: ۹۱/۲،
مکتبہ رشیدیہ)

(۳) ”و في التتمة: من أهان الشريعة أو المسائل التي لا بد منها، كفر“۔ (شرح الفقه الأكبر، فصل في =

عورت سے تعلق کم کر دے، اس کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا نہ کھائے، اس کے ساتھ سلام کلام بند کر دے، ساتھ رہنا سہنا ترک کر دے یہاں تک کہ جس کو یہ کہا ہے اس سے معافی مانگے، توبہ کرے (۱)۔ پس اتنی ہی سزا اصلاح کے لئے کافی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود وغفر له دارالعلوم دیوبند، ۶/۲۴/۹۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

پگڑی کی اہانت

سوال [۷۱۲]: ایک مولوی صاحب سر پر پگڑی باندھنے سے ایک بڑے سوری طرح لگتے ہیں، اس کے جواب میں، میں بول اٹھا ”پگڑی کی اہانت کرنا بہت بری بات ہے، اس لئے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک پسندیدہ پیز ہے، آپ اسے استعمال کرتے تھے، ہر مسلمان کو استعمال کرنا چاہئے، تم اسے استعمال کرنے سے نہیں روک سکتے ہو، لیکن اہانت نہ کرو، اس مولوی صاحب کے ساتھ اگر تمہیں شخصی عداوت ہے تو

= العلم والعلماء، ص: ۱۷۴، قدیمی)

وفيه في فصل في القراءة والصلوة: ”من استخف بالقرآن أو بالمسجد أو بنحوه مما يعظم في

الشرع، كفر“۔ (ص: ۱۶۷)

وفي مجمع الأنهر: ”من استخف بسنة أو حديث من أحاديثه عليه السلام كفر“.

(كتاب السير، باب المرتد، ثم إن ألفاظ الكفر أنواع، الثاني في الأنبياء عليهم السلام: ۶۹۲/۱، دار

إحياء التراث العربي)

(وكذا في البزازیة علی هامش الفتاوی العالمگیریة، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً، الفصل الثاني،

النوع الرابع في الايمان دارالاسلام: ۳۲۸/۶، رشیدیہ)

(۱) قال الله تعالى: ﴿والتى تخافون نشوزهن فعظوهن واهجروهن في المضاجع واضربوهن، فإن

أطعنكم فلا تبغوا عليهن سبيلاً، إن الله كان علياً كبيراً﴾. (النساء: ۳۴)

قال العلامة الآلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ: ”وقيل: المراد: اهجروهن في الفراش بأن تولوهن

ظهور کم فیہ، ولا تلتفتوا إليهن، وروی ذلك عن أبي جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ولعله كناية أيضاً عن

ترك الجماع“۔ (روح المعانی: ۲۵/۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

اسے گالی دے سکتے ہو، مار سکتے ہو، پگڑی کی طرف دیکھ کر اہانت مت کرو، گالی مت دو۔ اس کے جواب میں اور ایک شخص بول اٹھا ”پگڑی استعمال نہ کرنے سے ویسا کچھ نفع ضروری نہیں، یہاں تک کہ تم کیا جانتے ہو، مولانا ابو بکر صاحب کی طرح پیر بزرگ شخص چاہنے سے“۔ اس کہنے کے بعد میں نے لا حول و لا قوۃ کہا اور پھر کہا کہ تمہارا کلمہ یعنی نکاح دوہرانا ہوگا۔

واضح رہے کہ یہ شخص بے زوجہ ہیں، عمر ۳۲ سال سے کم نہیں، انجام کار گفتگو طول کھینچ رہی ہے، دیکھ کر میں نے کہا آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ بغیر عمامہ امامت کرنا بھی مکروہ ہے۔ مسجد کے وہ مولوی صاحب اس وقت تک ایک قسم چپ رہے، میرے اس جملہ بولنے کے بعد از حد غصہ ہو گئے، اسلئے کہ وہ مسجد کے امام صاحب ہیں اور مجھ سے فتویٰ طلب کیا، بار بار تاکید کر کے مجھ سے بولا کہ آپ کو اس کا فتویٰ دینا ہوگا، میں نے کہا دو ٹوک اور کہا طلب کیا ہے۔ اب گزارش خدمت میں یہ ہے کہ از روئے بندہ نوازی کہ مخاطبت مذکورہ کے ہر مہتمم بالشان یعنی اجزاء مخططہ کا بحیثیت شرع شریف کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً :

اگر سور کے ساتھ تشبیہ دینے سے مقصود عمامہ مسنونہ کا استخفاف ہے تو یہ موجب کفر ہے:

”قد كفر الحنفية من التقيح بسنيته كمن استقبح من إنسان آخر جعل بعض العمامة تحت حلقه أو استقبح منه إحفاء شاربه اهـ“۔ شامی : ۱/۱۴۶ (۱)۔

اور اگر ان مولوی صاحب کی تذلیل مولوی اور عالم دین ہونے کی وجہ سے ہے تو یہ بھی کفر کی بات ہے:

”والاستخفاف بالعلماء لكونهم علماء استخفاف بالعلم ، والعلم صفة الله تعالى منحه فضلاً على خيار عباده ليدلوا خلقه على شريعته نيابة عن رسله ، فاستخفافه بهذا يعلم أنه إلى من يعود اهـ“۔ فتاویٰ بزازیہ : ۳/۳۳۶ (۲)۔

(۱) (رد المحتار ، کتاب الجهاد ، باب المرتد : ۲۲۲/۴ ، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق ، کتاب السیر ، باب أحكام المرتدین : ۲۰۲/۵ ، رشیدیہ)

(۲) (البزازیہ علی هامش الفتاویٰ العالمگیریہ ، کتاب ألفاظ الکفر ، الفصل الثانی ، النوع الثامن فی

استخفاف العلم والعلماء : ۳۳۶/۶ ، رشیدیہ)

وإذا قال لرجل ملصح: "ویدا روے نزد من چنانست کہ دیدار خوک" (۱) یخاف علیہ

الکفر اہ، کذا فی الخلاصۃ اہ۔ عالم گیری: ۴۷۰/۲ (۲)۔

اگر نہ سنت کی تذلیل مقصود، نہ ان مولوی صاحب کی مولوی ہونے کی وجہ سے تذلیل مقصود ہے، بلکہ کسی

ذاتی عداوت اور دشمنی کی وجہ سے ایسا کہا تو یہ موجب کفر نہیں: "و شتم العالم أو العلوی لأمر غیر صالح فی

ذاتہ و عداوتہ لخلافہ الشرع، لایکون کفراً و خطأً اہ۔" بزازیة: ۳۳۷/۳ (۳)۔

یہ تفصیل تو پہلے خط کشیدہ عبارت کے متعلق ہے، تیسری عبارت یعنی بغیر عمامہ کراہت امامت میں کوئی شے

کفر کی نہیں، عمامہ باندھ کر نماز پڑھنا اور پڑھانا افضل و مستحب ہے، اور بلا عمامہ بھی مکروہ نہیں بلا کراہت درست ہے،

البتہ جس جگہ عمامہ کا رواج اس قدر ہو کہ بغیر عمامہ کسی معزز مجلس میں نہ جاتے ہوں تو وہاں بلا عمامہ نماز پڑھنا بھی مکروہ

ہے اور اس میں امام اور مقتدی سب کا ایک حکم ہے۔ کذا فی نفع المفتی والسائل (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، کیم/ذیقعدہ/۵۹ھ۔

(۱) "خوک" بمعنی خنزیر، کما فی هامش الفتاویٰ العالمگیریة: ۲۷۰/۲، رشیدیہ

(۲) الفتاویٰ العالمگیریة، کتاب السیر، موجبات الکفر: و منها ما يتعلق بالعلم: ۲۷۰/۲، رشیدیہ

(و کذا فی الخلاصۃ، کتاب ألفاظ الکفر، الفصل الثانی، الجنس الثامن فی استخفاف العلم: ۳۸۸/۳، رشیدیہ)

(و کذا فی التاتاریخانیة، کتاب ألفاظ الکفر، فصل فی العلم والعلماء: ۵۱۰/۵، إدارة القرآن)

(و کذا فی المحيط البرہانی، کتاب السیر، فصل فی مسائل المرتدین، نوع فی العلم: ۵۷۰/۵، غفاریہ)

(۳) الفتاویٰ البرازیة، کتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو کفراً، الفصل الثانی، النوع الثامن: ۳۳۷/۲، رشیدیہ)

(۴) "وقد سنلت غیر مرة عن الصلاة بغیر عمامة، هل تکره کما هو المشهور بین العوام؟ فتجسسته فی

کتب الفقہ، فلم أجد سوى قولهم: "المستحب أن یصلی فی ثلاثة أثواب: إزار، وقميص، وعمامة، وهو

لا یدل علی کراهة الصحة بدونها، کما حرره بعض علماء عصرنا، ظاناً أن ترک المستحب مکروه؛

وذلك لأنه قد صرح فی البحر الرائق وغیره: أن ترک المستحب لاتلزم منه الكراهة ما لم یقسم دلیل

خارجی علیہ". (فتاویٰ اللکنوی المسماة بنفع المفتی والسائل، کتاب الصلاة المکروهات المتفرقة،

ما يتعلق بأحكام المرتدين

(مرتد کے احکام کا بیان)

مرتد کے احکام

سوال [۷۱۳]: ایک مسلمان اپنے کو کھلم کھلا کافر، مرتد کہتا ہے، اب اس کے ساتھ اسلامی معاملہ کرنا حلال ہے یا حرام؟ کھانا، نکاح کرنا یا اسلام کرنا حرام ہے یا حلال؟
الجواب حامداً ومصلياً:

اگر وہ دین اسلام کو ترک کر کے کفر کے اختیار کرنے کا مقرر ہے یا اس پر شرعی ثبوت موجود ہے تو وہ منافق نہیں بلکہ مرتد ہے، اس کا نکاح کسی سے بھی جائز نہیں، اس کا ذبیحہ بھی حرام اور مردار ہے:
”و منها ما هو باطل بالاتفاق نحو النكاح، فلا يجوز له أن يتزوج امرأة مسلمة ولا مرتدة ولا ذمية ولا حرة ولا مملوكة، وتحرم ذبيحته و صيده بالكلب البازي والرمي“ - كذا في الفتاوى الهندية: ۲/۲۳۳ (۱) - فقط واللہ اعلم۔

حرره العبد محمود عثی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۸/۶/۸۸ھ۔

مرتد کس طرح تجدید ایمان کرے؟

سوال [۷۱۴]: اگر کوئی مسلمان ایسے الفاظ استعمال کرے جس سے کفر عائد ہو جائے تو اسے دوبارہ مسلمان کرنے کے لئے کس طرح کیا جاوے؟

(۱) (الفتاوى العالمكيريّة، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين: ۲/۲۵۳، رشيدية)

(و كذا في البحر الرائق، باب أحكام المرتدين من كتاب السير: ۵/۲۲۴، رشيدية)

الجواب حامداً ومصلياً:

دوبارہ از سر نو کلمہ پڑھے اور جملہ عقائد پر ایمان لاوے (۱)، تجدید نکاح کرے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۳/۸۸ھ۔

مرتد سے موالات

سوال [۷۱۵]: جو لوگ شرعاً شریعت کے مجرم ہوں، تبدیلیی مذہب پر، ان پر حد نافذ ہوگئی ہو بروئے فتویٰ شرعی، اور ان سے ترک موالات کا حکم ہو اور جو لوگ ان سے ترک موالات کرتے ہوں اور دوسرے لوگ ان کے ساتھ موالات کرتے ہوں اور ان کے اس فعل کو اچھا سمجھتے ہوں اور اپنی ہوشیاری سے ان کے اس فعل کو غلط یا جائز بتاتے ہوں ایسے لوگوں کے لئے شرعاً کیا (حکم) ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جو شخص مذہب اسلام چھوڑ کر کوئی دوسرا مذہب اختیار کر لے وہ مرتد ہے (۳) اس سے موالات

(۱) ”و إسلامه أن يتبرأ عن الأديان كلها أو عما انتقل إليه : أي إسلام المرتد بذلك ، و مراده أن يتبرأ عن الأديان كلها سوى دين الإسلام و صرح في العناية بأن التبرأ بعد الإتيان بالشهادتين . و في شرح الطحاوي : سئل أبو يوسف كيف يسلم ؟ فقال : أن يقول : أشهد أن لا إله إلا الله ، و أن محمداً رسول الله ، و يقر بما جاء من عند الله ، و يتبرأ من الذي انتحلته ، و قال : لم أدخل في هذا الدين قط ، و أنا بريء منه“ . (البحر الرائق ، كتاب السير ، أحكام المرتدين : ۲۱۶/۵ ، رشيدية)

(۲) ”إن كانت نية القائل الوجه الذي يوجب التكفير ، لا تنفعه فتوى المفتي ، و يؤمر بالتوبة و الرجوع عن ذلك ، و تجديد النكاح بينه و بين امرأته“ . (التاتارخانية ، كتاب أحكام المرتدين ، فصل في إجراء كلمة الكفر اه : ۴۵۸/۵ ، ادارة القرآن)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية ، كتاب السير ، قبيل الباب العاشر في البغاة : ۲۸۳/۲ ، رشيدية)

(۳) ”(المرتد) هو لغةً الراجع مطلقاً ، و شرعاً الراجع عن دين الإسلام“ . (الدر المختار ، كتاب الجهاد ،

باب المرتد : ۲۲۱/۳ ، سعيد)

حرام ہے (۱) جو اس سے موالات کرے وہ گنہگار ہے اس کو اپنے اس فعل سے توبہ لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۱۰/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ ہذا

مرتد سے سمجھوتہ

سوال [۷۱۶]: اگر کوئی مسلمان کسی مرزائی یا دوسرے مرتد کی پرورش یا حمایت کرے یا کسی قسم کا سمجھوتہ کرے یا پھر وہ مسلمان شخص مرتد کو کافر نہ کہتا ہو، جب کہ وہ شخص یہ بھی جانتا ہے کہ مرتد کو کافر نہ کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے اور پھر سمجھانے کے باوجود باز نہ آئے اور مرتد کو کافر نہ کہتا ہو اور وہ کسی قسم کا سمجھوتہ کرے خواہ وہ کسی سطح کا ہو یا حمایت کرے اس کو آپ کیا سمجھتے ہیں؟ کیا اس شخص کو دوبارہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہونا پڑے گا اور کیا اس کا سوشل بائیکاٹ بھی کرنا پڑے گا؟ واضح رہے کہ اسلام میں کسی مرتد کو کافر نہ کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے اور نہ اسلام کسی مرتد سے دوستی کی اجازت دیتا ہے۔ اور سمجھوتہ اسی وقت ہوتا ہے جب دوستی پیدا ہو اور دوستی بھی اسی وقت ہوتی ہے جب مرتد کو کافر نہ کہا جائے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

آپ سوال بھی کر رہے ہیں اور خود جواب بھی بتا رہے ہیں۔ جب آپ کو جواب معلوم ہے تو دریافت کرنے کی ضرورت ہے؟

تنبیہ: ہر سمجھوتہ کے لئے دوستی کہاں ضروری ہے، صلح حدیبیہ میں اہل مکہ سے سمجھوتہ کیا گیا تھا حالانکہ وہ اس وقت بھی دشمن تھے، رسول کے بھی دشمن تھے، اسلام کے بھی دشمن تھے، مسلمانوں کے بھی دشمن تھے، اسی سمجھوتہ کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے اور اس کو فتح فرمایا گیا (۲)۔ آپ کے یہاں کس طرح اور کن شرائط پر سمجھوتہ

(۱) "إن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة على مرّ الأوقات ما لم يظهر منه التوبة و الرجوع إلى الحق، فإنه صلى الله تعالى عليه وسلم لما خاف على كعب بن مالك و أصحابه النفاق حين تخلفوا عن غزوة تبوك، أمر بهجرانهم خمسين يوماً". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب ما ينهى من التهاجر والتقاطع اه، الفصل الأول: ۷۹/۸، رشیدیہ)

(۲) (أنظر سورة الفتح رقم الآية: ۱، ۲، ۱۰، ۱۸)

کیا ہے، مجھے اس کا علم نہیں، بہتر یہ ہے کہ اس کے متعلق وہیں کے باخبر حضرات سے استصواب رائے کریں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۹/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۹/۹۰ھ

کلمات کفریہ سے نکاح ختم

سوال [۷۱۷]: کفریہ کلمہ بولنے سے نکاح بھی ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جس بات یا کام کی وجہ سے ایک آدمی کا ایمان ختم ہو جاتا ہے اس کی وجہ سے اس کا نکاح بھی ختم

ہو جاتا ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۹۴ھ۔

کلمات کفریہ سے نکاح کا حکم

سوال [۷۱۸]: مسماة ہندہ عرصہ دراز سے بوجہ ناراضگی خاوندش کے اپنے میکہ میں رہتی تھی، مسماة

مذکورہ جوش میں آکر کسی کو گالی گلوچ دینے لگی۔ تفصیل یہ ہے کہ بکرنے کہا کہ ”نماز، روزہ پر میں پیشاب کرتا ہوں“

(نعوذ باللہ) اور اس کے کہنے کے بعد پشیمان ہو کر خود راہرا سمجھتے ہوئے استفتاء کی، و خاوندش مذکورہ مسماة ہندہ

سے اور دوسری عورت کے ساتھ نکاح کیا تھا جو کہ آباد ہے۔ خاوندش مذکور نے از سر نو تجدید نکاح کی، مسماة ہندہ جو

کہ میکہ کے گھر میں رہتی تھی کیا اس کے ساتھ تجدید نکاح نہیں ہوگا؟ مسماة ہندہ تیخ نکاح کی ڈگری بھی عدالت

(۱) ”وإن كانت نيته الوجه الذي يوجب التكفير، لا تنفعه فتوى المفتى، ويؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلك،

ويتجدد النكاح بينه وبين امرأته.“ (التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل في إجراء كلمة الكفر:

۴۵۸/۵، إدارة القرآن)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، قبيل الباب العاشر في البغاة: ۲/۲۸۳، مكتبة رشيدية كوئٹہ)

(و كذا في المحيط البرهاني، كتاب السير، فصل في مسائل المرتدين، النوع الأول في إجراء كلمة

الكفر: ۵/۵۵۰، المكتبة الغفارية، كوئٹہ)

میں ہندو مجسٹریٹ سے لے چکی ہے، خاوندش سے جو الفاظ مندرجہ بالا نکلے ہیں جس سے اہانت شرعی ہو چکی ہے، کیا اب اس سے اس عورت ہندہ مذکورہ کا فسخ نکاح ہو چکا ہے یا کیونکر؟ بینوا تو جروا۔

نوٹ: اس بات کو (یعنی جس سے اہانت شرعی مسلمہ طور پر ثابت ہے اور خاوندش مذکورہ قاضی مفتی علاقہ کے آگے تسلیم کر چکا ہے کہ میں نے یہ کلمات کفریہ کہے تھے) عرصہ تین سال کا گذر چکا ہے۔
الجواب حامداً ومصلياً:

ان الفاظ کے موجب کفر ہونے میں شبہ نہیں، الفاظ کفریہ کہنے سے نکاح فسخ ہو کر عورت بائنتہ ہو جاتی ہے لیکن کسی غیر مسلم سے فسخ نکاح کی ڈگری حاصل کرنا شرعاً معتبر نہیں، نہ اس کی ضرورت (۱)۔
لہذا جب خاوند تجدید نکاح اور توبہ کر چکا تو ہندہ کو بھی اگر رکھنا چاہے تو تجدید نکاح کر کے رکھ سکتا ہے، بغیر تجدید نکاح کے نہیں رکھ سکتا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

کلمہ کفر کی وجہ سے تجدید نکاح

سوال [۱۹۷]: جس کی زبان سے کلمہ کفر ادا ہوا ہو، کیا اس کا نکاح ٹوٹ گیا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اس کو تجدید ایمان کر کے نکاح بھی دوبارہ پڑھوانا چاہئے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۶/۹۳ھ۔

(۱) ”(وارتداد أحدهما) : أي الزوجين (فسخ) فلا ينقص عدداً (عاجل) بلا قضاء“۔ قال الشامي: ”أي بلا توقف على قضاء القاضي، وكذا بلا توقف على مضي عدة في المدخول بها“۔ (رد المحتار على الدر المختار: ۱۹۳/۳، ۱۹۴، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر، سعيد)

(و كذا في الهدايه على صدر فتح القدير: ۳/۲۲۸، باب نكاح أهل الشرك)

(و كذا في الفتاوى العالمكبرية: ۱/۳۳۹، الباب العاشر في نكاح الكفار، رشيدية)

(۲) (تقدم تخریجه تحت عنوان: ”کلمات کفریہ سے نکاح ختم“)

کفریہ کلمات کی ادائیگی کے بعد تجدید ایمان و نکاح کا حکم

سوال [۷۲۰]: زید نے بکر سے ایک چیز مانگی اور قرآن کی قسم کھا کر یقین دلایا کہ وہ چیز تم کو لوٹا دوں گا، بکر نے وہ چیز دیدی، کچھ عرصہ بعد مانگنے پر زید نے انکار کر دیا، بکر نے حلف یاد دلایا، اس پر زید نے کہا: ”میں قرآن سے منکر ہوں“، اس کے بعد دوسرے کلمات کہے: ”مجھے خدا سے انصاف کی امید نہیں، جو کچھ سزا ملے گی اس دنیا میں ملے گی، آخرت میں کوئی چیز نہیں، میں تو بددین کافر ہوں“ وغیرہ وغیرہ۔ لیکن جب دیکھا کہ غصہ ختم ہو گیا تو بکر نے زید سے توبہ کرائی، کلمہ شہادت کلمہ طیبہ پڑھوایا، پھر پوچھا مندرجہ بالا کلمات کی ادائیگی کے وقت آپ کا ارادہ اور نیت کیا تھی، کیا واقعی ایمان سے ہاتھ دھونے کا ارادہ تھا؟ زید نے جواب دیا کہ میری نیت اس وقت اللہ تعالیٰ سے بغاوت اور اسلام سے پھر جانے کی نہیں تھی، بلکہ دل دل میں اللہ تعالیٰ سے توبہ کر رہا تھا۔ مندرجہ بالا صورت حال کے متعلق درج ذیل سوالات کے جوابات سے مدلل طور پر نوازیں۔

۱..... مذکورہ بالا صورت میں زید کا نکاح فسخ ہو گیا یا نہیں؟

۲..... اگر فسخ ہو گیا تو زید کے نکاح کی کیا صورت ہے؟ تجدید نکاح میں گواہ اور اعلان عام، نئے مہر کا

تعیین، خطبہ نکاح، زوجین کی اجازت، جو لوازمات نکاح میں سے ہے، یہ سب کئے جائیں گے یا نہیں؟

۳..... اگر نکاح فسخ ہو گیا تو بیوی پر عدت لازم ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کتنی مدت کی؟ نیز نکاح عدت

کے بعد ہو گا یا عدت کی ضرورت نہیں ہے؟

۴..... زید کی بیوی اگر زید سے نکاح نہ کرنا چاہے بلکہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی

ہے یا نہیں؟ اس کے لئے کیا شرائط ہیں یعنی عدت واجب ہوگی یا نہیں؟ یا زید کا طلاق دینا ضروری ہے؟ مذکورہ بالا

کفریہ کلمات کہنے سے تجدید ایمان و تجدید نکاح لازم ہے یا نہیں؟ اور جب تک تجدید ایمان و نکاح نہ کرے

دوسرے مسلمان اس سے کیسا تعلق رکھیں؟ نیز زید کا یہ کہنا کہ یہ الفاظ زبان سے کہہ رہا تھا دل سے ان کا انکار کر رہا

تھا یا غصہ میں نکل گئے، اس کے لئے تجدید ایمان و نکاح کی ضرورت ختم کر دے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً :

۳،۲،۱..... زید کے ذمہ تجدید ایمان توبہ واستغفار کے ساتھ (۱) تجدید نکاح کا بھی حکم ہے (۲)۔

(۱) قد كفر هذا القائل بكل واحد من أقواله المذكورة: إما قوله: "میں قرآن کا منکر ہوں" فلأنه قال القاري: "ومن جحد القرآن: أي كله أو سورة منه أو آية، قلت: وكذا كلمة أو قراءة متواترة، أوزعم أنها ليست من كلام الله تعالى، كفر يعني إذا كان كونه من القرآن مجمعاً عليه، مثل البسمة في سورة النمل". (شرح الفقه الأكبر، فصل في القراءة والصلوة، ص: ۱۶۷، قديمي)

(و بمعناه في التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل فيما يتعلق بالقرآن: ۴۹۰/۵، إدارة القرآن-کراچی)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، مطلب: موجبات الكفر أنواع، ومنها ما يتعلق بالقرآن اه: ۲۶۶/۲، رشيدیه)

وأما قوله: "مجھے خدا سے انصاف کی امید..... الخ" فقد قال في التاتارخانية: "رجل قال: ازهر امیدے کہ بخدادارم، نومیدم، یکفر". (كتاب أحكام المرتدين، قبيل فصل فيما يعود إلى الغيب: ۴۷۶/۵، إدارة القرآن)

"و أما قوله: "آخرت میں کوئی چیز نہیں ہے" فلما في التاتارخانية، وهو: "من أنكر القيامة أو الجنة أو النار أو الميزان أو الحساب أو الصراط أو الصحائف المكتوبة فيها أعمال العباد، يكفر. وفي مصباح الدين: أو جحد أحد و عدداً أو وعيداً ذكره الله تعالى في القرآن عند الفزع في القبر، وفي القيامة، يكفر". (كتاب أحكام المرتدين، فصل فيما يتعلق بأمور الآخرة: ۵۰۰/۵، إدارة القرآن)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، مطلب: موجبات الكفر أنواع، ومنها ما يتعلق بيوم القيامة اه: ۲۷۴/۲، رشيدیه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۲۰۶/۵، رشيدیه)

وأما قوله: "میں توبہ دین کافر ہوں" فهو أيضاً كفر لما قاله الفقهاء الكرام، قال في شرح الفقه الأكبر: "من قال: أنا ملحد، كفر: أي لأن الملحد أقبح أنواع الكفرة، وفي المحيط والحاوي: لأن الملحد كافر". (فصل في الكفر صريحاً وكتاية، ص: ۱۸۳، قديمي)

(۲) "ثم إن كانت نية القائل الوجه الذي يوجب التكفير، لا تنفعه فتوى المفتي، ويؤمر بالتوبة =

دو گواہوں کے سامنے مہر جدید سے دوبارہ ایجاب و قبول کر لیا جائے (۱)، خطبہ نکاح اور اعلان فرض نہیں، سنت ہے (۲)، تجدید نکاح کے لئے عدت لازم نہیں۔

۴..... زید چونکہ کہتا ہے کہ میرے دل میں ایمان موجود ہے، میں نے اسے ترک کا بالکل ارادہ نہیں کیا، بلکہ جو الفاظ زبان سے کہہ رہا تھا دل میں توبہ بھی کر رہا تھا، اس لئے زید کی بیوی کو دوسری جگہ نکاح کا اختیار نہیں بلکہ زید ہی کے ساتھ تجدید نکاح کے بعد رہے، البتہ اگر زید طلاق دیدے تو وہ واقع ہو جائے گی اور بعد عدت نکاح ثانی کا اس کو اختیار ہوگا، بغیر تجدید نکاح زید کو اپنے اوپر قابو نہ دے، تجدید ایمان اور تجدید نکاح بہر حال ضروری ہے، بغیر اس کے بیوی اس کو اپنے پاس نہ آنے دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱/۶/۹۵ھ۔

کفریہ افعال سے کیا نکاح ختم ہو جاتا ہے؟

سوال [۷۲۱]: زید کا نکاح ایک سال قبل ہندہ سے ہوا مگر زید آٹھ نومبر سے غیر مسلم عورتوں کے ہمراہ رہ رہا ہے اور ان سے زنا بھی کرتا ہے انہیں کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھاتا ہے، شراب بھی پیتا ہے، جھٹکے (۳) کا گوشت کھاتا ہے، پوشاک بھی غیر مسلموں جیسی پہنتا ہے، ارکان اسلام بھی ادا نہیں کرتا، ہندہ اپنے میکہ میں رہ رہی ہے، زید ہندہ کو نان و نفقہ نہیں دے رہا ہے، زید کے کنبہ والوں نے کوشش کی کہ اس فعل شنیع سے توبہ کر لے، مگر زید نے ایک نہ سنی بلکہ اپنے والد کو مارنے پٹینے پر آمادہ ہوا۔ ایک مرتبہ تو زید کو دس پندرہ آدمیوں نے مل کر ایک مکان میں بند کر دیا اور کہا اس فعل سے توبہ کر اور کلمہ پڑھ، زید نے کہا کہ توبہ و کلمہ ہر دو کام نہ کروں گا۔ ہندہ بالغہ ہے، دوسرا نکاح کرنا چاہتی ہے، کیا زید کو مرتد سمجھتے ہوئے ہندہ دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے؟

= والرجوع عن ذلك، وبتجديد النكاح بينه وبين امرأته“۔ (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب السیر، قبیل الباب العاشر فی البغاة: ۲/۲۸۳، رشیدیہ)

(و کذا فی التاتارخانیة، کتاب أحكام المرتدين، فصل فی إجراء کلمة الکفر: ۴۵۸/۵، ادارة القرآن)

(۱) (سیاتی تخریجہ تحت عنوان: ”غیر مسلم کے ساتھ چلے جانے پر نکاح کا حکم“)

(۲) ”ویندب إعلانہ (أی النکاح) و تقدیم خطبته اھ“۔ (الدر المختار، کتاب النکاح: ۸/۳، سعید)

(۳) ”تکوار مار کر جانور کی گردن کا ثنا جو مسلمانوں کے نزدیک حرام ہے“۔ (فیروز اللغات، ص: ۴۹۲، فیروز سنز لاہور)

الجواب حامداً ومصلياً:

زید کا یہ طریقہ غیر اسلامی ہے اس کے باوجود ابھی اس کو مرتد قرار نہیں دیا جائے گا، ارتداد کے قریب ضرور پہنچ چکا ہے (۱)۔ اللہ پاک اس کو سیدھے راستے کی توفیق دے۔ بہتر یہ ہے کہ مہر کے عوض بیوی اس سے طلاق حاصل کر لے (۲)، اس کے بعد عدت تین حیض گزار کر دوسری جگہ نکاح کی اجازت ہوگی (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱۱/۸۷ھ۔

تجدید ایمان و تجدید نکاح کی ضرورت کب ہوتی ہے؟

سوال [۷۲۲]: اس بارے میں حکم شرع سے مطلع فرمائیں، جس کا حوالہ نمبر: ۹۲۱، مورخہ

۸۸/۹/۱۷ھ ہے، اس میں مزید یہ پوچھنا ہے کہ جن صاحب اور جماعت نے عہد ایہ نکاح کیا اور کرایا ان کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ وہ صرف توبہ و استغفار کے مستحق ہیں یا تجدید نکاح بھی کرنا ہے؟ علانیہ توبہ و استغفار کے علاوہ تجدید نکاح کا بھی حکم دیا جائے، اس کے بارے میں تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

(۱) ممکن ہے، زید کا قصد ان افعال میں تشبہ بالکفار نہ ہو، اور اس صورت میں کسی کی تکفیر نہیں کی جاسکتی۔

”من تغلس بقلنسوة المجوس : أى لبسها و تشبه بهم فيها، کفر و إلا، فلا

یکفر“۔ (شرح الفقہ الأكبر، فصل فی الکفر صریحاً و کنایة، ص: ۱۸۵، قدیمی)

(۲) ”إذا تشاق الزوجان و خافا أن لا یقیما حدود الله فلا، بأس بأن تفتدی نفسها منه بما لا یخلعها به،

فإذا فعلا ذلك، وقعت تطليقة بائنة و لزمها المال“۔ (الفتاویٰ العالمکیرية، کتاب الطلاق، الباب الثامن

فی الخلع، الفصل الأول: ۴۸۸/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی الهدایة، کتاب الطلاق، باب الخلع: ۴۰۴/۲، مکتبہ شرکتہ علمیہ ملتان))

(۳) قال الله تعالى: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (البقرة: ۲۲۸)

وقال تعالى: ﴿ولا تعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب أجله﴾. (البقرة: ۲۳۵)

”و تحل للأزواج بمجرد انقطاع العدة؛ لأن انقضاءها بانقضاء الحيضة الثالثة، وقد

انقضت بيقين“۔ (البدائع، کتاب الطلاق، فصل فی شرائط جواز الرجعة: ۳۹۶/۳، دار الکتب

العلمیہ بیروت)

الجواب حامداً ومصلحاً:

کسی کی عدت میں نکاح ثانی جائز نہیں ہے: ”لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة، كذا في السراج الوهاج“۔ (فتاویٰ عالمگیری) (۱) لہذا جو نکاح اس طرح کر دیا گیا وہ شرعاً معتبر نہیں ہوا بلکہ گناہ ہوا، مرد و عورت میں علیحدگی کرادی جائے، عدت ختم ہونے پر دوبارہ نکاح کیا جائے۔ جن لوگوں نے یہ نکاح کرایا ہے وہ گنہگار ہوئے ان کو توبہ و استغفار لازم ہے اور اس بات کو پورے طور پر ظاہر کر دیا جائے کہ یہ نکاح غلط ہوا، اس کے باوجود ان لوگوں پر اپنے نکاح کی تجدید لازم نہیں۔ گناہ اگرچہ کبیرہ ہو اس سے تجدید نکاح لازم نہیں ہوتی، البتہ اگر خدا نخواستہ کفر کا صدور ہو جاوے تو ایمان کے ساتھ نکاح بھی ختم ہو جاتا ہے پھر تجدید ایمان و تجدید نکاح لازم ہوتی ہے (۲)۔

جس مسئلہ میں اختلاف ہو کہ اس سے کفر ہوا یا نہیں ہوا، وہاں احتیاطاً تجدید ایمان و تجدید نکاح کا امر کیا جاتا ہے: ”ما كان في كونه كفراً اختلاف، يؤمر بتجديد الإيمان و تجديد النكاح الخ“ (۳)۔

کبیرہ گناہ کی وجہ سے اہل سنت والجماعت کے نزدیک نہ کفر ہوتا ہے، نہ ایمان سے خارج ہوتا ہے،

کذا في شرح الفقه الأكبر (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۸/۱۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۹/۱۱/۸۸ھ۔

(۱) کتاب النکاح من الفتاویٰ العالمگیریہ، الباب الثالث فی بیان المحرمات، القسم السادس:

المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/۲۸۰، (رشیدیہ)

(۲) ”وإن كانت نيته (أى نية القائل بكلمة الكفر) الوجه الذي يوجب التكفير، لا تنفعه فتوى المفتي، و يؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلك، و بتجديد النكاح بينه و بين امرأته، كذا في المحيط“۔ (الفتاویٰ

العالمگیریہ، کتاب السیر، قبیل الباب العاشر فی البغاة: ۲/۲۸۳، رشیدیہ)

(۳) (الفتاویٰ العالمگیریہ، المصدر السابق آنفاً)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب السیر، باب أحكام المرتدين: ۵/۲۱۰، رشیدیہ)

(۴) ”و لا نکفر مسلماً بذنب من الذنوب: أى بارتكاب معصية وإن كانت كبيرة: أى كما يكفر

الخوارج مرتكب الكبيرة، إذا لم يستحلها: أى لكن إذا لم يعتقد حلها؛ لأن من استحل معصية قد ثبتت =

ارتداد شوہر سے فسخ نکاح

سوال [۷۲۳]: مسماة نگینہ کا بچہ دس سال مسی ادریس سے بچہ چودہ سال نکاح ہوا جس کو تین سال ہو چکے ہیں، بعد نکاح رخصتی کر دی گئی اور ایک رات شوہر کے گھر رہی، دو چار دن بعد لڑکا فرار ہو گیا اور جا کر مذہب بدل دیا، ہندو ہو گیا، لڑکی والوں کو جب علم ہوا تو وہ اس کے پاس گئے اور کہا کہ عورت گھر پر ہے اور تم نے مذہب بدل دیا، تم گھر چلو مگر چلنے سے انکار کر دیا، متعدد مرتبہ سمجھایا، لیکن سمجھ میں نہیں آیا، مجبوراً واپس ہو گئے۔ اب چند ماہ سے اس کا پتہ نہیں، اس کی والدہ سے کہا گیا کہ ایسی صورت میں لڑکی کو دوسری جگہ بٹھلا دیں، جواب دیا کہ جو سمجھ میں آئے کرو، والدہ لڑکی کا ہے اور نہ لڑکے کا ہے۔ ان حالات میں بغیر طلاق کے نکاح ہو سکتا ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً :

اگر عقیدہ بدل کر ہندو ہو جانا ثابت ہے تو اس کے ہندو ہونے کی وجہ سے اس کا نکاح بلا طلاق خود ہی فسخ ہو گیا، اس لئے عدت گزارنے کے بعد اس کا نکاح دوسری جگہ جائز ہے، جس وقت سے لڑکا ہندو ہوا ہے اس وقت سے عدت کا شمار ہوگا، مدت تین ماہواری ہے اور بصورت امید وضع حمل ہے:

”وإرتداد واحد منهما فسخ عاجل بلا قضاء.“ (در مختار). ”و أما وجوب العدة سواء

ارتد أو ارتدت بالحیض أو بالأشهر لو صغيرة أو آئسة أو بوضع الحمل كما في البحر.“ شامی:
۴/۵۳۹ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود عفی عنہ۔

ارتداد کے بعد تجدید نکاح

سوال [۷۲۳]: ایک مولوی صاحب نے فتویٰ دیا ہے کہ: ”جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ اولیاء کرام کے

= حرمتها بدلیل قطعی فهو کافر، ولا نزیل عنه اسم الإیمان الخ.“ (شرح الفقہ الأكبر لملا علی

القاری، ص: ۷۱، قدیمی)

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر: ۱۹۳/۳، ۱۹۴، سعید)

(و کذا فی التاتارخانیة، کتاب أحكام المرتدین، فصل إذا ارتد أحد الزوجین: ۵/۵۳۶، إدارة القرآن)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر: ۳/۳۷۳، رشیدیہ)

وسیلہ سے مدد مانگنا جائز ہے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم ما کان و ما یكون الی یوم القیامۃ کا دیا گیا ہے اور یا رسول اللہ پکارنا جائز ہے اور قبور اولیاء اللہ پر بوسہ دینا جائز ہے اور نذر، نیاز اولیاء کرام کا ماننا جائز ہے، اس کا نکاح درست نہیں اور نہ وہ شخص مسلمان ہے بلکہ مشرک ہے، لہذا اگر وہ اپنی بیوی کو تین طلاق دیدے تو اس پر طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ بموجب مندرجہ بالا عقیدہ وہ مسلمان نہیں تھا، اور مندرجہ بالا عقیدہ سے توبہ کرا کر بلا حلالہ وغیرہ صرف تجدید نکاح کر دیتا ہے، بلکہ کوئی مطلقہ تین طلاق ہو جائے تو وہ مولوی یہ کہہ کر کہ اس کا اول نکاح درست نہ تھا کہ عقیدہ بالا کے ساتھ منعقد کردہ ہے اور ایسے شخصوں کے نکاح پڑھانے سے نکاح بھی ناجائز ہے، یہ صرف تجدید کرا دیتا ہے۔

اسی طرح اس مولوی نے دوکانداری بنالی ہے، اسی طرح روپیہ فیس لیکر اوروں سے یہی الفاظ لکھا کر تجدید نکاح کرا دیتا ہے، لوگ فاسق و فاجر عورتوں کو اغواء کر کے تبدیل مذہب عیسائی کراتے ہیں اور اس طرح نکاح فسخ کراتے ہیں۔ اس مولوی نے یہ آرڈر عجیبہ لوگوں کے ہاتھ دی ہے اور ادھر ادھر جو عورتیں سابقہ خاوند سے ناراض ہوتی ہیں اس مولوی کے پاس آ کر یہی آرڈر لیکر سابقہ نکاح فسخ کرا کر حسب منشاء جس سے چاہیں نکاح کر لیتی ہیں، کئی مغلطہ تین طلاق والی وغیرہ اس آرڈر میں آ کر تجدید نکاح کرا رہی ہیں۔ جو حکم صحیح شرعی ہو تحریر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب حامداً و مصلياً :

یہ شخص ضال اور مضل ہے، اس سے فتویٰ دریافت کرنا ناجائز ہے، اگر کوئی مرتد ہو جائے تو اس کا نکاح فسخ ہو کر بیوی بائنا ہو جاتی ہے: ”إرتداد أحدهما فسخ عاجل“ (زیلعی) (۱) اور کسی کو مشرک نہ عقیدہ کی تلقین کرنا کفر ہے (۲)۔

(۱) (تبيين الحقائق للزيلعي، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر : ۶۲۲/۲، دار الكتب العلمية)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر : ۳۷۳/۳، رشيدية)

(و كذا في التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل إذا ارتد أحد الزوجين اه: ۵/۵۳۶، إدارة القرآن)

(۲) ”و يكفر بتلقين كلمة الكفر ليتكلم بها ولو على وجه اللعب“ (البحر الرائق، كتاب السير، باب

أحكام المرتدين : ۲۰۸/۵، رشيدية)

(و كذا في شرح الفقه الأكبر للقاري، فصل في الكفر صريحاً و كنايةً، ص: ۱۸۲، ۱۸۳، قديمي) =

اگر بلاوجہ شرعی نکاح فسخ کرایا ہے تو وہ معتبر نہیں اور جو شخص ناجائز نکاح پڑھائے اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے (۱)۔

جو مسلمان عورت کلمہ کفر کہہ کر یا مشرکانہ عقیدہ بنا کر مرتد ہو جائے، مفتی بہ قول پر اس کا نکاح فسخ نہیں ہوگا، عورتوں کا یہ طریقہ اختیار کرنا مطلقاً غلط ہے اور ان کو دوسری جگہ نکاح کرنا جائز نہیں، اگر شوہر نے تین طلاق دی ہوں تو بغیر حلالہ کے تجدید نکاح کافی نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

جو شخص قادیانی ہو جائے اس کا نکاح برقرار نہیں رہتا

سوال [۷۲۵]: زید خنی، سنی، صحیح العقیدہ آدمی تھا، خدا جانے کن اثرات کے ماتحت وہ قادیانی بن گیا اور اپنا قدیم مسلک ترک کر دیا، سوال یہ ہے کہ اس حالت میں اس کی بیوی اس کے نکاح میں باقی رہی؟ اور اس کے ذمہ شوہری حقوق کو ادا کرنا لازم رہا یا نکاح ختم ہو کر تعلق زوجیت ختم ہو گیا، اور بیوی اپنے شوہر پر حرام ہو گئی؟
الجواب حامداً و مصلياً :

قادیانی نے ختم نبوت (۳) اور بہت سی بنیادی عقائد اسلام کے خلاف کار تکاب کیا اور بار بار متنبہ

= (و كذا في الفتاوى العالمكيريّة، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، مطلب: موجبات الكفر أنواع، ومنها ما يتعلق بتلقين الكفر اه: ۲/۷۵، رشيدية)

(۱) یہ شخص اپنے اس فعل کی وجہ سے فاسق ہے اور فاسق کی امامت کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے: ”ویکفره تنزیهاً امامة عبد وفاسق و أعمى“. (الدر المختار). و قال فی رد المحتار تحتہ: ”و أما الفاسق، فقد عللوا کراهة تقديمه بأنه لا یهتم لأمر دینہ، و بأن فی تقديمه للإمامة تعظیمه، و قد وجب علیهم إهانته شرعاً، و لا یخفی أنه إذا کان أعلم من غیره لا تزول العلة بل مشی فی شرح المنیة علی أن کراهة تقديمه کراهة تحريم لما ذکرنا، قال: و لذا لم تجز الصلوة خلفه أصلاً عند مالک و رواية عن أحمد“. (كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۵۶۰/۱، سعید)

(۲) ”لا ینکح مطلقاً من نکاح صحیح نافذ بها: ای بالثلاث لو حرّة، و ثنتين لو أمة و لو قبل الدخول حتی یطأها غیره و لو الغير مراهقاً یجامع مثله“. (الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الرجعة: ۳/۴۰۹، ۴۱۰، سعید)

(۳) ”و دعوی النبوة بعد نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کفر بالإجماع“. (شرح الفقه الأكبر للقاری) =

کرنے پر اپنی بات سے رجوع نہیں کیا، اس لئے علمائے اسلام کے فتویٰ کی رو سے وہ اسلام سے خارج اور مرتد ہے، جو شخص اس کے مسلک کو قبول کرتا ہے اور اس کے عقائد کو اختیار کرتا ہے اس کا حکم بھی وہی ہے (۱) کہ شوہر کے مرتد ہو جانے کی وجہ سے مسلمان بیوی نکاح سے خارج ہوگئی (۲) اب اس کے ساتھ رہنا سہنا اور شوہر بیوی جیسا معاملہ کرنا ہرگز جائز نہیں رہا بلکہ پورا پردہ لازم ہے (۳)۔ قادیانی سے متعلق بہت تفصیل سے کتابیں موجود ہیں (۴)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۳/۹۰ھ

شوہر کے قادیانی ہونے سے فسخ نکاح

سوال [۷۲۶]: زید کہتا ہے کہ میری لڑکی کی عمر پانچ سال کی تھی اور جب اس کی شادی کی تو لڑکے کی عمر بھی پانچ سال کی تھی، چونکہ اب دونوں بالغ ہو گئے ہیں، جن کی عمر تقریباً اٹھارہ سال ہے، میں نے ہر چند

= أو اخر بحث التوبة، ص: ۱۶۴، قديمی)

(۱) "لكن صرح في كتابه المسایرة بالاتفاق على تكفير المخالف فيما كان من أصول الدين و ضروریاته." (رد المحتار، باب المرتد، مطلب لا عبرة بغير الفقهاء، یعنی المجتهدین: ۲۶۳/۳، سعید)

(۲) "ارتد أحد الزوجین عن الإسلام وقعت الفرقة بغير طلاق في الحال." (الفتاویٰ العالمگیریة، الباب العاشر في نکاح الکفار: ۳۳۹/۱، رشیدیہ)

"و ارتداد أحد الزوجین: أي تبدل اعتقاد الإسلام بالکفر حقيقةً على أحدهما كما إذا تمجس أو تنصر، أو حکماً، كما إذا قال بالاختیار ما هو کفر بالاتفاق فسخ: أي رفع لعقد النکاح في الحال." (مجمع الأنهر، باب نکاح الکافر: ۳۷۲/۱، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(هكذا في البحر الرائق، باب نکاح الکافر،: ۳۷۳/۳، رشیدیہ)

(۳) مرتد ہونے کی وجہ سے نکاح ختم ہو گیا اور شوہر اجنبی بننے کی وجہ سے بیوی کو اس سے پردہ ضروری ہے: قال اللہ تعالیٰ: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَأزواجك و بناتك و نساء المؤمنین یدنین علیہم من جلابیبهن﴾ (سورة الأحزاب: ۲۲، آیت: ۵۹)

(۴) جیسے (شمس الهدایة، سیف چشتیانی پیرمہر علی شاہ، إكفار الملحدين في ضروریات الدين مولانا انور شاہ کشمیری)

لڑکے والے کو کہا کہ لڑکی بالغ ہے، لہذا اپنے گھر لے جاؤ مگر وہ ٹال مٹول سے کام لیتے رہے۔ چونکہ میں بالغ لڑکی کو گھر رکھنا نہیں چاہتا، لہذا ہم نے چند لوگوں میں بھی پینچایت کر کے ان کو کہا کہ لڑکی لے جاؤ، مگر وہ انکار کر گئے، لڑکے والوں کا خاندان مع لڑکے کے مرزائی ہو گئے ہیں۔ چونکہ لڑکی بالغ ہے، لڑکی کہتی ہے کہ میں مرزائی خاوند کے گھر نہیں جاؤنگی، نہ لڑکی نے لڑکا دیکھا اور نہ لڑکے نے لڑکی دیکھی۔ اب لڑکی کہتی ہے کہ شریعت کے حکم کے مطابق میرا کوئی نہ کوئی فیصلہ کیا جائے، دوسری جگہ لڑکی کا رشتہ ہونے پر مرزائی خاوند سے طلاق لینے کی ضرورت ہے یا نہیں، لڑکی کا نکاح دوسری جگہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً :

مرزا غلام احمد قادیانی نصوص قطعیه کے انکار اور خلاف شرع عقائد کی وجہ سے کافر اور مرتد ہے (۱) اور جو شخص اس کے عقائد کو اختیار کرے وہ بھی کافر اور مرتد ہے۔ شوہر کے مرتد ہونے سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے، طلاق کی ضرورت نہیں رہتی (۲) اور بغیر خلوت صحیحہ کے جب شوہر کا ارتداد وغیرہ کی وجہ سے نکاح فسخ ہو جائے تو عدت واجب نہیں ہوتی اور صورت مسئلہ میں چونکہ مرتد ہوا ہے، لہذا نصف مہر ہی واجب ہوگا:

”ثم إن كان الزوج هو المرتد، فلها كل المهر إن دخل بها، و نصفها إن لم يدخل

بهاھ۔“ فتاویٰ عالمگیری : ۱/۳۳۹ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۶/۶۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۶/۶۲ھ۔

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۶/۶۲ھ۔

(۱) ”لا خلاف بين المسلمين أن الرجل لو أظهر إنكار الواجبات الظاهرة المتواترة، والمحرمات

الظاهرة المتواترة، فإنه يستتاب، فإن تاب فبها، وإلا قتل كافراً مرتداً“۔ (شرح الفقه الأكبر للقاری

بحث التوبة، ص: ۱۶۳، قدیمی)

(۲) (تقدم تخريجه تحت عنوان ”شوہر مرتد ہو گیا“)

(۳) (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، الباب العاشر فی نکاح الکفار: ۱/۳۳۹، رشیدیہ)

جو مسلمان عیسائی ہو جائے اس کا نکاح

سوال [۷۲۷]: جو لوگ مسلمان کہلاتے ہیں اور مرتدین عیسائیوں سے رشتہ مناکحت قائم کرتے ہیں ان کا کیا حکم ہے؟ کیا یہ مرتد لوگ بھی اہل کتاب ہیں اور ان مرتدین سے تعلقات رکھنا مسلمانوں کو جائز ہے یا نہیں؟ جو امام مسجد ایسے لوگوں کے ساتھ موالات رکھے، ان کا کھانا کھائے، اس کا کیا حکم ہے؟ جو شخص مسلمان تھا پھر مرتد ہو گیا (العیاذ باللہ) تو کیا ان کی لڑکیوں کا رشتہ لینا جائز ہے؟ آیات قرآنیہ سے اس کو واضح فرمایا جائے۔

الجواب حامداً ومصلياً :

جو شخص پہلے مسلمان تھا پھر مذہب عیسائی اختیار کر لیا (العیاذ باللہ) تو یہ شخص مرتد ہے، ایسے شخص کا نکاح کسی مسلم، کافر، مرتدہ سے جائز نہیں اور جو عورت ارتداد اختیار کرے اس کا بھی نکاح کسی سے درست نہیں۔ مرتد عیسائی کی لڑکی بھی اگر مرتدہ ہو تو اس سے بھی نکاح ناجائز ہے: ”و لا يجوز للمرتد أن يتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا كافرة أصلية، وكذلك لا يجوز نكاح المرتدة مع أحد، كذا في المبسوط اهـ“۔ عالمگیری: ۱/۲۸۲ (۱) مرتد سے موالات حرام ہے (۲) إلا لایہ کہ نرمی سے اس کے اسلام کی توقع ہو تو حسن تدبیر سے اس کو تبلیغ کی جائے اور محاسن اسلام پر متوجہ کیا جائے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۶/۶۳ھ۔

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ، فصل: القسم السابع المحرمات بالشرك : ۱/۲۸۲، رشیدیہ)

(و كذا في رد المحتار مع الدر المختار، باب نكاح الكافر : ۳/۲۰۰، سعید)

(و كذا في البحر الرائق، باب نكاح الكافر : ۳/۳۶۲، رشیدیہ)

(و كذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في شرط أن يكون للزوجين ملة يقران عليها : ۳/۴۵۸،

دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (تقدم تخريجه تحت عنوان : ”مرتد سے موالات“)

(۳) ”يعرض الإسلام على المرتد و تكشف شبهته، بيان لفائدة العرض : أى فإن كان له شبهة

أبداها، كشفت عنه؛ لأنه عساه اعترضت له شبهة، فتزاح عنه“۔ (البحر الرائق، كتاب السير، باب

أحكام المرتدين : ۵/۲۱۰، رشیدیہ)

نکاح اور بچہ پیدا ہونے کے بعد شوہر نے کہا ”میں تو عیسائی ہوں“

سوال [۷۲۸]: ایک شخص نے جو اندرونی عیسائی تھا، لیکن ظاہر میں اپنے آپ کو مسلمان بنا کر ایک مسلمان لڑکی سے نکاح کر لیا، عرصہ تقریباً گیارہ بارہ مہینے کے بعد جب کہ اس کا ایک لڑکا بھی پیدا ہو چکا تھا، اب وہ شخص ناکح مندرجہ بالا اپنے آپ کو عیسائی بتاتا ہے اور مذہب اسلام کو جھوٹا کہتا ہے۔

۱..... کیا عند الشرع وہ نکاح فاسد ہو گیا یا نہیں؟

۲..... اب وہ لڑکا کس کو ملنا چاہئے والد کو یا والدہ کو؟

۳..... حق مہر وہ لڑکی لے سکتی ہے یا نہیں؟ جواب ہر سہ نمبرات کا باسند رہے۔

غلام ربانی قریشی

الجواب حامداً و مصلياً:

۱..... صورت مسئلہ میں نکاح فسخ ہو گیا، عدت گزار کر عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا درست ہے:

”وارتداد أحدهما (أى الزوجين فسخ، فلا ينقص عدداً (عاجل) بلا قضاء: أى بلا

توقف على قضاء القاضي“. در مختار وشامی: ۶۰۶/۲ (۱)۔

۲..... وہ بچہ مسلمان ہے اور والدہ کی پرورش میں رہے گا، والد اس کو والدہ سے جدا کر کے اپنے پاس

نہیں رکھ سکتا: ”أحق الناس بحضانة الصغير حال قيام النكاح و بعد الفرقة الأم“. عالم گیری:

۵۵۶/۲ (۲)۔

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر: ۱۹۳/۳، ۱۹۴، سعید)

(و كذا فى الفتاوى العالمكيريّة، كتاب النكاح، الباب العاشر فى نكاح الكافر: ۳۳۹/۱، رشيدية)

(و كذا فى التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل إذا ارتد أحد الزوجين: ۵۴۶/۵، إدارة القرآن)

(و كذا فى مجمع الأنهر، باب نكاح الكافر: ۳۷۲/۱، دار إحياء التراث العربى بيروت)

(و كذا فى البحر الرائق، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر: ۳۷۳/۳، رشيدية)

(۲) (الفتاوى العالمكيريّة، كتاب الطلاق، الباب السادس عشر فى الحضانة: ۵۴۱/۱، رشيدية)

(و كذا فى رد المحتار على الدر المختار، كتاب الطلاق، باب الحضانة: ۵۵۵/۳، ۵۵۶، سعید)

۳..... پورا مہر واجب ہے اور لڑکی کو اس کے لینے کا حق حاصل ہے: ”المہر یتأكد بأحد معان

ثلاثة: الدخول، والخلوۃ الصحیحۃ، وموت أحد الزوجین سواء كان مسمى أو مہر المثل“۔

ہندیہ: ۲/۳۱۴ (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۱۷/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم، ۱۷/ذی الحجہ/۵۷ھ۔

شوہر شیعہ ہو جائے تو اس کے نکاح کا حکم

سوال [۷۲۹]: ایک سنی عورت کا نکاح ایک سنی مرد سے ہو اور عرصہ تقریباً آٹھ نو سال آباد رہی، مگر

شامتِ اعمال سے وہ مرد سنی مذہب کو ترک کر کے مذہب شیعہ تہرائی میں داخل ہو گیا اور حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے حق میں بیباکانہ ظالم، غاصب الفاظ تک العیاذ باللہ استعمال کرنے لگا۔ چونکہ عورت اپنے مذہب اہل سنت والجماعت پر قائم تھی اس لئے اس سے متنفر ہو گئی اور دونوں میں باہمی مذہبی اختلاف اور ناچاقی شروع ہو گئی، آخر نوبت بایں جا رسید کہ شیعہ مرد نے تنگ آ کر عورت کو طلاق مغلظہ دیدی اور عورت میسکے چلی گئی، لیکن گواہانِ طلاق اہل تشیع ہیں جو مذہبی پاسداری کے سبب سے قاضی کے روبرو گواہی دینے سے انحراف کرتے ہیں اور یہی کہتے ہیں کہ ہمارے شیعہ مذہب میں طلاق مغلظہ واقع نہیں ہوتی۔

بعد ازاں مرد شیعہ نے ایک عورت شیعہ سے نکاح کر لیا اور عرصہ تک وہ بھی اس کے ساتھ آباد رہی،

آخر اس کو بھی بوجہ کسی نا اتفاقی کے اس مرد نے گھر سے نکال دیا، اب پھر وہ شیعہ مرد اس پہلی عورت سنی کو اپنے گھر آباد کرنے کے لئے لیجانا چاہتا ہے۔ کیا ایسا شخص جس کا مذکورہ بالا حال ہے وہ اس سنی عورت کو آبادی کے واسطے اپنے گھر شرعاً لے جاسکتا ہے اور ایسے تہرائی کا نکاح سنیہ عورت حنفیہ سے رہ سکتا ہے یا باطل ہو جاتا ہے

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریۃ، کتاب النکاح، الباب السابع، الفصل الثانی فیما یتأكد به المہر والتمتعہ:

۳۰۳/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی بیان ما یتأكد به المہر: ۵۲۰/۳، دار الکتب

العلمیۃ بیروت)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب النکاح، باب المہر: ۱۰۲/۳، سعید)

اور اس میں قضاء قاضی کی بھی شرط ہے یا نہیں؟ مہربانی فرما کر مفصل جواب بحوالہ کتب تحریر فرما کر عند اللہ
وعند الرسول مأجور ہوں۔

خاکسار محمد حسین، خطیب جامع مسجد ضلع کٹک، ۲۴/شعبان/۱۳۳۵ھ۔

الجواب حامداً ومصلياً:

مسلمان کو کافر کہنا کفر ہے (۱) اور خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے اسلام و ایمان پر اجماع ہے، ان کو کافر
کہنا بالیقین کفر ہوگا اور ان حضرات کی خلافت بھی اجماعی ہے، لہذا ان حضرات کے حق میں ظالم اور غاصب وغیرہ
الفاظ کا استعمال بھی خلاف اجماع ہے، لہذا کفر ہے:

”وفى الفتح عن الخلاصة: إن أنكر خلافة الصديق رضى الله تعالى عنه أو عمر رضى
الله تعالى عنه، فهو كافر اھ۔ ولعل المراد إنكار استحقا قهما الخلافة، فهو مخالف لإجماع
الصحابة، لا (المراد) إنكار وجودها لهما، بحر“۔ رد المحتار، ص: ۵۷۶ (۲)۔

اور شوہر کے مرتد ہونے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے، قضاء قاضی کی شرط نہیں، مدخولہ پر عدت واجب ہوتی
ہے اور پورا مہر اس کو دلایا جاتا ہے اور غیر مدخولہ پر عدت واجب نہیں ہوتی اور نصف مہر اس کو دلایا جاتا ہے:

”وارتداد احدهما: أى الزوجين فسخ، فلا ينقص عدداً عاجلاً بلا قضاء، فللموطئة
ولو حكماً كل مهرها لتأكده به، ولغيرها نصفه“۔ (در مختار)۔ قال الشامى فى قوله: (بلا
قضاء): أى بلا توقف على قضاء القاضى، وكذا بلا توقف على معنى عدة فى المدخول بها،
كما فى البحر“۔ شامى: ۶۰۶/۲ (۳)۔

(۱) ”عن أبى ذر رضى الله عنه أنه سمع النبى صلى الله عليه وسلم يقول: ”لا یرمی رجل رجلاً بالفسوق،
ولا یرمیہ بالكفر، إلا ارتدت علیه إن لم یکن صاحبه كذلك“۔ (صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب
ما ینہی عن السباب واللعن: ۸۹۳/۲، قدیمی)

(۲) (رد المحتار: ۵۶۱/۱، باب الإمامة، مطلب البدعة خمسة أقسام، سعید)

(و کذا فى البحر الرائق: ۲۰۳/۵، کتاب السیر، باب أحكام المرتدين، رشیدیہ)

(و کذا فى الفتاوى التاتار خانية: ۳۸۵/۵، کتاب أحكام المرتدين، إدارة القرآن)

(۳) (رد المحتار على الدر المختار: ۱۹۳/۳، باب نکاح الکافر، سعید) =

لہذا عدت گزر چکی ہے تو اس عورت کو دوسرے سے نکاح کرنا درست ہے، اس شیعہ کے یہاں کسی طرح جانا جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم/رمضان/۱۳۵۴ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲/رمضان۔

ایضاً

سوال [۷۳۰]: ایک شخص اہل سنت کا نکاح عرصہ ۱۴/ماہ و سال کا ہوا ہوگا، آج تک لڑکی کے والدین نے شوہر کے پاس نہیں بھیجا، اکثر اوقات یہ کہتا ہے کہ مجھ کو بدلا دو، کچھ رقم دو۔ اب عرصہ دو سال سے یہ ظاہر کیا کہ لڑکا شیعہ ہو گیا ہے جس کی بابت دیوبند کے علماء صاحبان سے دریافت کیا تو یہ بتلایا گیا ہے کہ لڑکا شیعہ ہو گیا ہے تو اس کا نکاح جائز نہیں رہا، حرام ہو گیا۔ یہ تحریر برادری میں پیش کی، جو گواہان کے دستخط ہیں وہ بتلاتے ہیں کہ لڑکے کو ہم نے شیعہ ہوتے نہیں دیکھا، بلکہ ان ہی لوگوں کی زبانی سنا ہے۔ اگر واقعی نکاح حرام ہو گیا تو کس صورت سے اس کے متعلق جو فتویٰ ہو تحریر ہو جائے؟

محمد حنیف رنگ ساز، قصبہ گنگوہ، ضلع سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر لڑکے نے شیعہ کے وہ عقائد اختیار کر لئے ہیں جن سے کفر لازم آتا ہے تو نکاح فسخ ہو گیا (۱)، اگر عقائد کفریہ اختیار نہیں کئے تو نکاح فسخ نہیں ہوا، تاہم بہتر یہ ہے کہ اس شخص کے عقائد سمجھا کر درست کر دیئے

= (و كذا في الفتاوى العالمكيريّة: ۱۹۳/۳، باب نكاح الكافر، رشيدية)

(و كذا في الهداية: ۳۴۸/۲، باب نكاح أهل الشرك، شركت علميه)

(۱) ”(وارتداد احدهما): أي الزوجين (فسخ) فلا ينقص عدداً (عاجل) بلا قضاء“. قال الشامي: ”أي

بلا توقف على قضاء القاضي، وكذا بلا توقف على مضي عدة في المدخول بها“. (ردالمحتار على الدر

المختار: ۱۹۳/۳، ۱۹۴، باب نكاح الكافر، سعيد)

(و كذا في الهداية على صدر فتح القدير: ۴۲۸/۳، باب نكاح أهل الشرك)

جائیں کیونکہ رفتہ رفتہ زیادہ خراب ہونے کا اندیشہ ہے، جس کا اثر عورت پر بھی پڑے گا۔

شیعہ کے عقائد کفریہ ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اللہ تعالیٰ کے حلول کا عقیدہ رکھنا، یا ان کو نبی آخر الزماں ماننا اور حضرت جبریل علیہ السلام کے متعلق عقیدہ رکھنا کہ انہوں نے وحی پہنچانے میں غلطی کی، قرآن شریف کو محرف ماننا وغیرہ وغیرہ (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۱۱/۵۳ھ۔

صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/ذی قعدہ/۵۳ھ۔

جس عورت کا شوہر شیعہ ہو جائے اس کا حکم

سوال [۷۳۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی منکوحہ کے نان و نفقہ سے عرصہ آٹھ سال سے دست بردار ہے، کیا اس کی منکوحہ کو دوسری جگہ نکاح کرنے کی بروئے شریعت اجازت ہے اور زید مذہباً شیعہ ہو گیا ہے، اور مفقود الخبر بھی نہیں ہے۔

بینوا بالبرهان و توجروا من الرب الرحمان.

الجواب حامداً و مصلياً:

روافض کے فرقے مختلف ہیں جن میں سے اکثر کافر ہیں اور بعض مومن، مگر فاسق ہیں۔ جو فرقے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں، یا حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مصاحب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہونے کا انکار کرتے ہیں، یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے افضل مانتے ہیں، یا اس بات کے قائل ہیں کہ آئندہ کوئی نبی پیدا ہو کر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین کو منسوخ کرے گا وغیرہ وغیرہ من الکفر الصریح یہ سب فرقے کافر ہیں اور شرعاً مرتد کے حکم میں ہیں:

”نعم لا شك في تكفير من قذف السيدة عائشة رضي الله تعالى عنها، أو أنكر صحبة

(۱) ”وبهذا ظهر أن الرافضی إن كان مما يعتقد الألوهية في علي أو أن جبريل غلط في الوحي، أو كان

ينكر صحبة الصديق، أو يقذف السيدة الصديقة، فهو كافر لمخالفته القواطع المعلومة من الدين

بالضرورة“۔ (رد المحتار: ۳/۴۶، کتاب النکاح، فصل في المحرمات، سعيد)

(و کذا في الفتاوى العالمکیرية: ۲/۲۶۳، الباب التاسع في أحكام المرتدين، رشیدیہ)

الصدیق، أو اعتقد الألوهية في عليّ، أو أن جبريل غلط في الوحي، أو نحو ذلك من الكفر الصريح المخالف للقرآن“. رد المحتار: ۴۵۳/۳ (۱)۔

عالم گیری: ۸۸۵/۲ میں ہے ”أحكامهم أحكام المرتدين، كذا في الظهيرية“ (۲)۔
لہذا اگر کوئی شخص بدکاران فرقوں میں سے کسی فرقے میں شامل ہو جاوے تو مرتد ہے اور ارتداد کی وجہ سے نکاح فسخ ہو جاوے گا۔ تنویر: ۲۲۰/۱ میں ہے: ”وارتداد أحدهما فسخ عاجل“ (۳)۔

اور جو فرقے شیعہ کے ضروریات دین کا انکار نہیں کرتے البتہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو شیخین پر فضیلت دیتے ہیں وہ کافر نہیں، بلکہ مومن ہیں لیکن فاسق ہیں، اگر زید ان میں داخل ہوا ہے تو اس سے ان کا نکاح فسخ نہیں ہوا اور نفقہ نہ دینے کی وجہ سے اندریں صورت اس کی عورت کے لئے جائز نہیں کہ دوسری جگہ اپنا نکاح کرے: ”ولا يفرق بينهما بعجزه عنها“۔ شامی: ۶۵۶/۲ (۴) کیونکہ وہ زید کے نکاح سے خارج نہیں

(۱) (رد المحتار، کتاب الجہاد، باب المرتد، مطلب مہم فی حکم سب الشیخین: ۲۳۷/۳، سعید)
(و کذا فی شرح الفقہ الأكبر للقاری، ص: ۷۰، ۷۲، و ایضاً فی بحث التوبۃ منہ، ص: ۱۶۲، قدیمی)
(و کذا فی التاتارخانیۃ، کتاب أحكام المرتدين، أو آخر فصل فيما يعود إلى الأنبياء عليهم السلام: ۴۸۵/۵، إدارة القرآن)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب السیر، الباب التاسع فی أحكام المرتدين، مطلب: موجبات الکفر أنواع، و منها ما يتعلق بالأنبياء عليهم السلام: ۲۶۳/۲، رشیدیہ)
(۲) (الفتاویٰ العالمگیریۃ، المصدر السابق)

(۳) (الدر المختار، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر: ۱۹۳/۳، سعید)
(و کذا فی خلاصۃ الفتاویٰ، کتاب ألفاظ الکفر، الفصل الثاني، الجنس الأول فی المقدمة: ۳۸۳/۴، رشیدیہ)

(و کذا فی التاتارخانیۃ، کتاب أحكام المرتدين، فصل إذا ارتد أحد الزوجين: ۵۳۶/۵، إدارة القرآن)
(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۳۳۹/۱، و مجمع الأنهر: ۳۷۲/۱، والبحر الرائق: ۳۷۳/۳، و تبیین الحقائق: ۶۲۲/۲، کلہم فی کتاب النکاح، باب نکاح الکافر)

(۴) (رد المحتار، کتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب فی الأمر بالاستدانة على الزوج:

ہوئی، البتہ عورت کو حق ہے کہ شوہر پر نفقہ کے مطالبہ کا دعویٰ کرے، اگر شوہر کے پاس نفقہ دینے کی گنجائش نہیں بلکہ وہ تنگدست ہے تو حاکم عورت کو اجازت دیدے گا کہ وہ قرض لے کر اپنا نفقہ پورا کرے اور اس قرض کی ادائیگی شوہر پر ہوگی: ”و من أعسر بنفقة المرأة، لم يفرق بينهما، ويقال لها: استدینی علیہ“۔
ہدایہ: ۲/۴۱۹ (۱)۔

اور اگر زوج کے پاس نفقہ دینے کی گنجائش ہے تو حاکم اس کے اوپر جبر کرے گا اور اس کے مال سے نفقہ دے گا: ”ولو امتنع عن الإنفاق علیها مع اليسر، لم يفرق، و یبیع الحاکم علیہ مالہ و یصرفہ فی نفقتها، فإن لم يجد مالہ یحبسه حتی ینفق علیها و لا یفسخ“۔ فتح القدير: ۳/۳۲۹ (۲)۔
حررہ العبد محمود عفی عنہ۔

صحیح: بندہ عبدالرحمن، صحیح: عبداللطیف، ۶/محرم الحرام/۵۲ھ۔

کیا بت کی پوجا سے نکاح ختم ہو جاتا ہے؟

سوال [۷۳۲]: میری شادی ایک دیہات میں ہوئی ہے، میرا شوہر ماتا کو دھوک دیتا ہے اور اس کی پوجا کرتا ہے حالانکہ مسلمان ہے، سوال یہ ہے کہ پوجا کرنے سے مسلمان رہا یا نہیں اور میرا نکاح باقی رہا یا نہیں؟ یہ مجھ کو بھی مجبور کرتا ہے کہ میں بھی اس کے ساتھ پوجا کروں، اب میرے لئے کیا حکم ہے؟
الجواب حامداً و مصلياً :

اگر شوہر نے بت کی پوجا کی جس طرح کہ ہندو کرتے ہیں تو اس سے نکاح بھی ٹوٹ گیا اور اس کا ایمان بھی جاتا رہا (۳)، جب تک کہ وہ تجدید ایمان اور تجدید نکاح نہ کرے اس سے علیحدہ رہیں اور اس بات میں اس کا

(۱) (الهدایة، کتاب الطلاق، باب النفقة، ۲/۴۳۹، مکتبہ شرکة علمیہ)

(۲) (فتح القدير، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۳/۳۹۰، مصطفى البابی بمصر)

(۳) ”و کما لو سجد لصنم أو وضع مصحفاً فی قاذورة، فإنه یکفر و إن کان مصدقاً“۔ (رد المحتار،

کتاب الجهاد باب المرتد: ۴/۲۲۲، سعید)

”وارتداد أحد الزوجین: أي تبدل اعتقاد الإسلام بالکفر حقيقةً علی أحدهما کما إذا تمجس

أو تنصر، أو حکماً، کما إذا قال بالإختیار ما هو کفر بالإتفاق فسخ: أي رفع لعقد النکاح فی الحال“۔ =

حکم ہرگز نہ مانیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ مدرسہ دارالعلوم دیوبند، ۶/۱۱/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

مرتد کا نکاح فسخ ہو گیا

سوال [۷۳۳]: ایک مسلمان لڑکا فرقہ قادیانی میں جا کر مل گیا ہے، اس لڑکے کی پہلی شادی مسلمان

لڑکی سے ہوئی تھی اور اب اس نے دوسری شادی قادیانی لڑکی سے کر لی اور لڑکا اکثر گھر سے باہر رہتا ہے، جب

کبھی گھر آتا ہے تو گھر والوں سے کہتا ہے کہ میں قادیانی ہو گیا ہوں، اب آپ لوگ میرے ہاتھ کا کھانا نہیں

کھا سکتے اور آپ لوگ میرا جنازہ تک نہیں پڑھ سکتے۔ اب اس صورت میں اس کا پہلا نکاح فسخ ہو گیا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مرزا غلام احمد قادیانی حکم شرعی کے اعتبار سے کافر ہے اور جو شخص اس کے مذہب کو اختیار کرے وہ بھی

مرتد ہے (۲)۔ جس کی وجہ سے اس کا نکاح فسخ ہو گیا (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفر لہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۱۱/۱۴۰۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۱۱/۱۴۰۰ھ۔

= (مجمع الأنهر، باب نکاح الکافر: ۳۷۲/۱، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریة، الباب العاشر فی نکاح الکافر: ۳۳۹/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر: ۳۷۳/۳، رشیدیہ)

(۱) قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: "لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق". (فیض القدير، رقم

الحديث: ۹۹۰۳: ۶۳۸۶/۱۲، نزار مصطفى الباز مكة المكرمة)

(ومسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث، ۲۰۱۳۰، ۵۹/۶، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(و کذا فی مشکوة المصابیح، کتاب الامارة والقضاء، الفصل الثانی: ۳۲۱/۲، قديمی)

(۲) "لا خلاف فی کفر المخالف فی ضروریات الإسلام وإن کان من أهل القبلة، المواظب طول عمره

على الطاعات". (مجموعه رسائل کشمیری، إکثار المحلدين: ۱۷/۳)

(۳) "وارتداد أحد الزوجین: أى تبدل اعتقاد الإسلام بالکفر حقيقةً على أحدهما، كما إذا تمجس

أوتنصر، أو حکماً، كما إذا قال بالاختیار ما هو کفر بالإتفاق فسخ: أى رفع لعقد النکاح فی الحال".

(مجمع الأنهر، باب نکاح الکافر: ۳۷۲/۱، دار إحياء التراث العربی بیروت) =

نکاح مرتدہ

سوال [۷۳۲]: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں، مسماة غفوراً مرتدہ ہو کر عیسائی ہو گئی اور عرصہ تک عیسائی مشن میں رہی، بدقت تمام اس کو وہاں سے نکالا گیا اور پھر مسلمان کر کے مسمیٰ عبد اللہ مسماة کے سوتیلے باپ کے برادرزادہ سے اس کا نکاح کیا گیا۔ عورت مذکور کے متعلق مندرجہ ذیل سوالات ہیں:

۱..... بحالت ارتداد مسماة غفوراً کا نکاح شوہر سابق سے باقی رہا یا نہیں؟

۲..... اگر نکاح سابق مرتد ہونے سے فسخ ہو گیا تو عقد ثانی جو عبد اللہ سے ہوا تو صحیح ہوگا، لہذا بصحت

عقد ثانی شوہر سابق کا شوہر ثانی عبد اللہ سے مسماة کے مہر کا معاوضہ کا مطالبہ کرنا درست ہے یا نہیں؟

۳..... اگر سابق نکاح بدستور قائم رہا تو عقد ثانی جو مسمیٰ عبد اللہ سے ہوا اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً :

۱..... صورت مسئلہ میں مسماة مذکور کے لئے جائز نہیں کہ علاوہ شوہر سابق کے کسی اور سے نکاح کریں،

بلکہ اگر شوہر اول اپنے نکاح میں رکھنا چاہتا ہے تو شرعاً عورت پر جبر کیا جاوے گا، شوہر اول سے نکاح اول کی تجدید کر لے۔

”وليس للمرتدة التزوج بغير زوجها، و به يفتى“۔ در مختار (۱)۔ وقال الطحطاوى:

”وقوله: تجبر على تجديد النكاح مع الزوج، فلكل قاض أن يجدد النكاح بمهر يسير ولو

بدينار، رضيت أم لا، و تمنع من التزوج بغيره بعد إسلامها، قال في البحر: ولا يخفى أنه محله

إذا طلب الأول ذلك، أما إذا رضى بتزوجها من غيره فهو صحيح؛ لأن الحق له، و كذلك لو لم

يطلب تجديد النكاح، واستمر ساكتاً لا يجدده القاضي حيث أخرجها من بيته“ (۲)۔

= (و كذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب العاشر في نكاح الكافر : ۳۳۹/۱، رشيدية)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر : ۳۷۳/۳، رشيدية)

(۱) (الدر المختار، كتاب الجهاد، باب المرتد : ۲۵۳/۳، سعيد)

(۲) (حاشية الطحطاوى على الدر المختار، باب نكاح الكافر : ۸۴/۲، ۸۵، دار المعرفة بيروت)

= (و كذا في رد المحتار، باب نكاح الكافر : ۱۹۳/۳، سعيد)

۲..... شوہر سابق کو شرعاً حق حاصل ہے کہ مسماۃ مذکورہ کا عبد اللہ سے مطالبہ کرے، اگر اس کے نکاح سے راضی نہیں ہے، اگر اس کے نکاح سے راضی ہے اور خود تعلق زوجیت کو ختم کر چکا تو مطالبہ کافی نہیں۔

۳..... شوہر سابق اگر راضی نہیں عورت کے اس نکاح ثانی سے تو یہ صحیح نہیں ہوا، لیکن اگر شوہر سابق عورت کے اس نکاح ثانی سے راضی ہے، تو یہ صحیح ہے (۱)۔ واللہ اعلم۔

العبد محمود عنفی عنہ۔

عبد اللطیف، ۳۰/ ذی الحجہ/ ۱۳۵۱ھ۔

ارتدادِ زوجہ سے فسخِ نکاح

سوال [۷۳۵]: ایک عورت عیسائی مذہب اختیار کر لیتی ہے پھر مسلمان ہو جاتی ہے آیا اس کا نکاح باقی ہے سابق خاوند سے یا نہیں؟ بالتفصیل تحریر فرمائیں کہ عیسائی مذہب اختیار کرنے کے بعد خواہ کتنی ہی مدت کے بعد مسلمان ہو اور مسلمان ہونے کے بعد اگر سابق خاوند کے علاوہ سے نکاح کرے تو کیا حکم ہے آیا فسخ ہو جائے گا یا نکاح درست ہو جائے گا؟

الجواب حامداً و مصلياً:

صورتِ مسئلہ میں احناف کی کئی روایتیں ہیں، اس زمانہ میں جو مفتی بہ ہے وہ یہ ہے کہ عورت کا نکاح اس حرکت سے فسخ نہیں ہوا بلکہ وہ بدستور شوہر سابق کے نکاح میں باقی ہے، چاہے کتنا ہی زمانہ گزر جائے اس کا دوسری جگہ نکاح کرنا جائز نہیں۔

البتہ شوہر کو اس سے استمتاع ہی منع ہے، جب وہ تجدیدِ اسلام کر لے تو احتیاطاً تجدیدِ نکاح بھی کر لے، اس کے بعد استمتاع جائز ہو جائے گا، اگر سابق شوہر اس کو نہ رکھنا چاہے، بلکہ آزاد کر دے تو اس کو دوسری جگہ نکاح کرنا درست ہوگا اور جب تک سابق شوہر آزاد نہ کر دے تو اگر دوسری جگہ نکاح بھی کر دیا تو درست نہیں،

= (و کذا فی البحر الرائق، باب نکاح الکافر: ۳/۳۷۴، رشیدیہ)

(و کذا فی مجمع الأنهر، باب نکاح الکافر: ۱/۳۷۲، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۱) شامی میں بحوالہ البحر الرائق اور النهر الفائق لکھا ہے کہ اگر شوہر اول نے نکاح ثانی کی اجازت دی تو نکاح ثانی صحیح رہے گا کیونکہ شوہر اپنے حق کو خود ساقط کر رہا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں، ص: ۵۶۶، حاشیہ نمبر: ۲۔

بلکہ غیر معتبر اور کالعدم ہے (۱)، حیلہ ناجزہ میں اس کی تفصیل موجود ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم

صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، ۱۶/محرم/۱۳۶۰ھ۔

عورت کے مرتد ہونے سے نکاح فسخ نہیں ہوتا

سوال [۷۳۶]: ایک عورت اپنے شوہر کے یہاں رہنے کے لئے تیار نہیں، بلکہ اپنے خاص دوست

کے یہاں جانا چاہتی ہے، جو شادی سے پہلے کے دوست بنے ہوئے ہیں، اور شوہر طلاق بھی نہیں دیتا تو ایک

آدمی نے خلاصی کا یہ طریقہ بتلادیا کہ ارتداد کا اعلان کر دے تو نکاح خود بخود ٹوٹ جائے گا، پھر دوست سے نکاح

کر سکتی ہے، چنانچہ اس عورت نے ارتداد کا اعلان کر دیا، لہذا اس طرح دوست سے نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً:

اس صورت میں دوست سے نکاح کی ہرگز اجازت نہیں دی جائے گی، سابق نکاح بدستور باقی ہے،

(مختار قول پر) ارتداد سے فرقت نہیں ہوئی، اول خاوند کے پاس ہی رہنا ہوگا اور جس شخص نے ارتداد کرا کے

خلاصی کا طریقہ بتایا ہے، وہ خود اس سے مرتد ہو گیا (۳)، جلد سے جلد تائب ہو کر تجدید ایمان کرنا چاہئے ورنہ

”خسر الدنيا والآخرة“ کا مصداق ہوگا، کما فی الدر المختار علی هامش رد المحتار۔

”ولا تتزوج بغيره وبه يفتى . الملتقط“: ۲۶۳/۳ (۴)۔ ”وأفتى مشايخ بلخ بعدم

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان: ”نكاح مرتدة“ رقم الحاشية ۱، ۲)

(۲) (الحيلة الناجرة، حكم ارتداد زوجة، ص: ۱۸۱-۱۸۵، دار الاشاعت)

(۳) ”من أمر امرأة حتى ترتد عن الإسلام لتبين من زوجها، فهو كافر“۔ (الفتاوى التاتارخانية، كتاب

أحكام المرتدين، فصل في تعليم الكفر و تلقينه اه: ۵/۲۶، إدارة القرآن كراچی)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۵/۲۰۸، رشيدية)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، مطلب: موجبات

الكفر أنواع، و منها ما يتعلق بتلقين الكفر اه: ۲/۲۷۶، رشيدية)

(۴) (الدر المختار، كتاب الجهاد، باب المرتد: ۳/۲۵۲، سعيد)

الفرقة بردتها زجراً وتيسيراً لا سيما التي وقع في المكفر ثم تنكر“. و هكذا في فتاویٰ عالمگیری: ۲/۲۴۶ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ دارالعلوم دیوبند۔

غیر مسلم کے ساتھ چلے جانے پر نکاح کا حکم

سوال [۷۳۷]: ایک مسلمان عورت ایک خاکروب کے گھر میں تیرہ روز رہی اور اس نے اس

خاکروب کے گھر سے کھانا بھی کھایا اور زنا بھی کیا اور اس خاکروب کے گھر میں خنزیر بھی ہیں، یہ بھی سنا جاتا ہے کہ اس عورت کے تعلقات ناشائستہ خاکروب سے پہلے بھی تھے جس کی چشم دید شہادت کوئی نہیں، بعد تیرہ روز معرفت پولیس وہ عورت گرفتار کرائی گئی، اس وقت وہ عورت خاکروب کے رخ پر تھی، بعد میں تھانہ دار کے جبر کرنے پر اس عورت نے اپنے خاوند کا رخ کیا اور پھر اس عورت نے یہ بھی کہا کہ میں تو چوہڑی (۲) ہو گئی۔ اب وہ عورت خاوند کے گھر میں ہے کھانا پینا علیحدہ ہے اور اب وہ عورت اسلام ہی میں رہنا چاہتی ہے شرعی حکم کیا ہے؟ چھپرولی ڈاک خانہ ریاست کلہ، ضلع انبالہ، عبدالوہاب عرائض نویس۔

ان الفاظ سے عورت کا یہ منشاء نہ تھا کہ میں نے مذہب اسلام چھوڑ دیا اور چوہڑوں کا مذہب اختیار کر لیا

ہے بلکہ یہ منشاء ہے کہ میں خاکروب کے ساتھ مخلوط ہوئی ہوں اس لئے چوہڑی ہو گئی ہوں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر عورت نے مذہب اسلام چھوڑ کر اس ہندو خاکروب کا مذہب اختیار کر لیا تھا تو اس کا نکاح ٹوٹ گیا

(۱) (لم أطلع على العبارة المذكورة في الفتاوى العالمكيرية، ولكن وجدتها باللفظ المذكور في الدر المختار، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر: ۳/۱۹۴، سعيد)

إلا أن مضمونها موجود في الفتاوى العالمكيرية: ”ولكل قاض أن يجدد النكاح بأدنى شيء و

لو بدینار سخطت أو رضيت، و ليس لها أن تتزوج إلا بزوجها، قال الهندواني: آخذ بهذا، قال أبو الليث: و به نأخذ، وكذا في التمر تاشي“. (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۳۹، كتاب النكاح، الباب العاشر

في نكاح الكافر، رشيدية)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب النكاح باب نكاح الكافر: ۳/۳۷۳، رشيدية)

(۲) ”چوہڑی (چوہ۔ڑی) خاکروب، بھنگن، بھنگی کی بیوی“۔ (فیروزہ اللغات، ص: ۵۳۶، فیروز سنز لاہور)

تھا اور وہ مرتد ہوگئی تھی، اب تجدید ایمان اور تجدید نکاح شرعاً ضروری ہے، اگر خاوند اس کو رکھنا چاہتا ہے تو عورت کو کسی دوسرے سے نکاح کرنا جائز نہیں بلکہ اسی خاوند سے تھوڑے سے مہر پر نکاح جبراً دوبارہ کر دیا جائے، عورت اس پر راضی ہو یا نہ ہو، اگر خاوند اس کو رکھنا نہیں چاہتا تو پھر دوسرے کسی مسلمان سے نکاح کرنا بھی جائز ہے (۱)۔ لیکن اس ہندو خا کر وہ سے یا کسی اور ہندو غیر مسلم سے اس کا نکاح ہرگز جائز نہیں۔

اور اگر اس عورت نے مذہب اسلام نہیں چھوڑا تھا بلکہ خواہش نفسانی کی وجہ سے اس خا کر وہ کے گھر بھاگ گئی تو اس کا نکاح نہیں ٹوٹا، بدستور خاوند کے ساتھ قائم ہے (۲)، البتہ اپنی ناشائستہ حرکت سے سچے دل سے توبہ کرنا نہایت ضروری ہے۔ سوال کے بعض الفاظ مبہم ہیں، اس لئے تجدید ایمان و نکاح احتیاطاً کر ہی لینا بہتر اور مناسب ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/۱۰/۵۲ھ۔

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/شوال/۵۲ھ۔

غیر مسلم کے ساتھ بھاگ جانے سے نکاح پر اثر

سوال [۷۳۸]: ہندہ شادی کے بعد چھ ماہ وہ اپنے شوہر کے پاس رہی، پھر ایک روز رات کو بھاگ

(۱) ”وارتداد أحدهما فسخ في الحال و بعض مشايخ بلخ و مشايخ سمرقند أفتوا بعدم الفرقة بردتها حسماً لباب المعصية والحيلة للخلاص منه . و عامة مشايخ بخارى أفتوا بالفرقة، لكنها تجبر على الإسلام والنكاح مع زوجها الأول ؛ لأن الحسم يحصل بهذا الجبر قالوا: ولكل قاض أن يجدد النكاح بمهر يسير و لو بدینار رضیت أو لا وصحح في المحيط والخزانة ظاهر الرواية من وقوع الفرقة والجبر على تجديد النكاح من الأول و عدم تزوجها بغيره بعد إسلامها . وقال الولوالجي : وعليه الفتوى . ولا يخفى أن محله ما إذا طلب الأول ذلك، أما إذا رضی بتزوجها من غيره، فهو صحيح ؛ لأن الحق له“ . (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر : ۳/۷۳، ۳/۷۴، رشیدیہ)

(۲) ”وما كان خطأ من الألفاظ ولا يوجب الكفر، فقائله مؤمن على حاله، ولا يؤمر بتجديد النكاح والرجوع عن ذلك، كذا في المحيط“ . (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، قبيل الباب العاشر في البغاة: ۲/۲۸۳، رشیدیہ)

گئی، بہت تلاش کیا مگر ایک ہندو لڑکے کے یہاں سے ملی، پھر اس کو لے کر آگئے اور اس کے باپ کے حوالے کر دی تو اس کا اسلام قائم رہا یا نہیں وہ لڑکی رکھنے کے قابل ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر اس نے شرک و کفر نہیں کیا تو وہ اس کمینہ حرکت کے باوجود اسلام سے خارج نہیں ہوئی (۱) شوہر رکھنا چاہے تو رکھ سکتا ہے (۲)۔ آئندہ ایسی حرکت سے پختہ توبہ کر لے۔ فقط واللہ اعلم

حرره العبد محمود غفر له دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

کیا تعزیہ بنانے سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے؟

سوال [۷۳۹]: شریعتِ مطہرہ کا حکم منع سن کر اگر مسلمان نہ مانیں، پھر اسی مسجد میں تعزیہ بناویں یا

رکھیں یا مسجد کے پاس نماز و جماعت کے وقت شور و غل مچاویں تو ان کا نکاح باطل ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

صرف عمل نہ کر لینے سے نکاح باطل نہ ہوگا اگرچہ گناہ ہوگا، کسی حکم شرعی کا استخفاف و استہزاء کفر ہے (۳)

(۱) "ثم إن كانت نية القائل الوجه الذي يمنع التكفير فهو مسلم". (التاتارخانية، كتاب أحكام

المرتدين، الفصل الأول: ۴۵۸/۵، إدارة القرآن كراچی)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، باب احكام المرتدين، منها ما يتعلق بتلقين الكفر: ۲۸۳/۲، رشيدية)

(۲) "له امرأة فاسقة لا تنزجر بالزجر، لا يجب تطليقها، كذا في القنية". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب

الكرامية، الباب الثلاثون في المتفرقات: ۳۷۲/۵، رشيدية)

(و كذا في حاشية الطحطاوى على الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة فصل في البيع: ۲۱۱/۳، دار المعرفة)

(۳) "من قال: لا أصلى جحوداً أو استخفافاً، أو على أنه لم يؤمر أو ليس بواجب انتهى، فلا شك أنه

كفر في الكل". (شرح الفقه الأكبر، فصل في القراءة والصلوة: ۱۷۰، قديمي)

"إذا أنكر آية من القرآن أو استخف بالقرآن أو بالمسجد أو نحوه مما يعظم في الشرع، أو

عاب شيئاً من القرآن أو خطئ أو سخر بآية منه اهـ". (مجمع الأنهر، كتاب الصلوة: ۲۸/۱، دار إحياء

التراث العربي)

اور اس سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۱۹/۲/۵۲ھ۔

لا پتہ شوہر کی بیوی مرتد ہو گئی

بخدمت شریف جناب مولانا مفتی صاحب مظاہر العلوم اسلامیہ اسکول سہارن پور۔

جناب عالی!

[۷۴۰] نہایت ادب سے گزارش کرتا ہوں کہ ایک معاملہ آنجناب کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، امید کرتا

ہوں کہ آنجناب بہت جلدی جوابات سے مشکور فرمائیں گے۔

معاملہ:

مسماة جنت بی بی دختر سکنہ ریاست بیٹالہ کی ہے، اس وقت اسی کے بارے میں فتویٰ مطلوب ہے، اس کا واقعہ اس طرح ہے کہ اس کی شادی مسمی فضل الدین سے تھی، وہ کچھ واقعہ کر کے اس کو چھوڑ کر کسی جگہ چلا گیا اور لا پتہ ہو گیا، کچھ مدت گزرتی رہی بعد میں عورت نے ۱۰/۲/۸۴ کو مقام فیروز پور شدھی یعنی اہل ہنود مذہب اختیار کر لیا اور سٹیفکیٹ بھی موجود ہے، بعد میں ۲۶/۲/۸۴ کو مذہب اسلام پھر قبول کر لیا بمقام فیروز پور مولوی عبدالعزیز صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر، ان ایام میں آوارہ گردی رہی ہے، مذہب اسلام کے بعد عورت کا دین محمد سے ۴/۹/۸۴، کو نکاح پڑھ لیا گیا۔ ان ایام میں جب کہ مسماة مذکورہ اہل ہنود ہی اور بعد میں پھر اسلام قبول کر لیا کسی قسم کا اعتراض پیدا نہیں ہوا، اب نکاح پڑھنے پر یہ اعتراض کیا کہ آپ کا خاوند زندہ ہے اور طلاق نامہ نہیں ہوا اور نکاح جائز نہیں ہوا ہے، خواہ مخواہ اعتراض پیدا کر کے حیران کرتے ہیں، ان کا نکاح ہو چکا ہے اور کوئی وارث یا والدین کا کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اس کے بارے میں فتویٰ طلب کرتا ہوں، آیا یہ مسماة کا

(۱) ”وارتداد أحد الزوجین: ای تبدل اعتقاد الإسلام بالكفر حقيقة علی أحدهما، كما إذا تمجس أو تنصر، أو حکماً، كما إذا قال بالإختیار ما هو كفر بالإتفاق فسُخ: ای رفع لعقد النکاح فی الحال“.

(مجمع الأنهر، باب نکاح الکافر: ۳/۱، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة، الباب العاشر فی نکاح الکافر: ۳۳۹/۱، رشیدیہ)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر: ۳/۳، رشیدیہ)

معاملہ جائز ہے یا ناجائز؟

خادم احقر محمد لقمان، از کوٹ چھوڑہ خاص ۱۴/۹/۸۴۔

الجواب حامداً و مصلياً :

شدھی ہونے پر یا اور کوئی مذہب تبدیل کرنے پر مفتی بہ قول کی بناء پر مسلمہ عورت کا نکاح فسخ نہیں ہوتا، خواہ اس عورت نے نکاح فسخ کرنے اور اپنے شوہر سے علیحدہ ہونے کے لئے ہی کیوں نہ مذہب اختیار کیا ہو، تب بھی نکاح فسخ نہیں ہوتا۔ پس صورتِ مسئلہ میں عورت کے شدھی ہونے سے نکاح نہیں ٹوٹا بلکہ مسمیٰ فضل الدین کے نکاح میں بدستور باقی ہے اور دوسرے شخص سے نکاح جائز نہیں ہوا (۱)، عورت کو لازم ہے کہ دوسرے شخص سے بالکل علیحدہ رہے، اس کو صحبت وغیرہ کا ہرگز ہرگز موقع نہ دے، کیونکہ یہ زنا ہے جو کہ حرام ہے۔ ماں باپ یا دوسرے رشتہ داروں کے خاموش رہنے پر بلکہ اگر وہ خوش ہو کر نکاح ثانی کر دیں تو اس سے بھی کچھ نہیں ہوتا۔

اگر مسمیٰ فضل الدین کہیں مارا گیا اور اس کا کوئی پتہ معلوم نہیں، نہ اس کی موت و حیات کی خبر ہے اور عورت صبر و ضبط نہیں کر سکتی تو اس کو چاہئے کہ حاکم مسلم کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے اور بیان دے کہ مسمیٰ فضل الدین سے میرا نکاح ہوا ہے، اس پر گواہ باقاعدہ پیش کرے کہ نہ تو نان و نفقہ دے کر گیا ہے اور نہ کسی کو کفیل بنا کر گیا ہے، اور نہ وہاں سے بھیجتا ہے، مجھے نکاح ثانی کی سخت ضرورت ہے، نیز میں عصمت پر قادر نہیں، زنا میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہے اور سب بیان حلفیہ دے۔ حاکم مسلم باقاعدہ واقعات کی تحقیق کرے اور مسمیٰ فضل الدین کو تلاش کرے، جب اس کے ملنے سے مایوس ہو جائے تو عورت کو چار سال تک کے انتظار کا حکم دے، اگر وہ اس مدت میں آ گیا تب تو خیر، ورنہ عورت کے مطالبہ پر مسمیٰ فضل الدین پر موت کا حکم لگا دے۔ اس کے بعد عورت عدتِ وفات گزار کر دوسرا نکاح کر سکتی ہے، اگر حاکم مسلم چاہے تو چار سال سے کم بھی مدت متعین کر سکتا ہے۔

اگر کسی جگہ حاکم مسلم نہ ہو یا وہ شریعت کے موافق فیصلہ نہ کرے تو چند مسلمان دینداروں کی ایک جماعت بھی یہ سب کام کر سکتی ہے، اس جماعت میں کم از کم ایک معتبر عالم معاملہ شناس ہونا بھی ضروری ہے

(۱) (قد تقدم تخریجه تحت عنوان "نکاح مرتدہ")

اور جب تک اس طریقہ سے فسخ کرا کے عدت نہ گزاری جائے تو نکاح ثانی جائز نہ ہوگا، رسالہ ”حیلۃ ناجزہ“ کا دیکھنا بھی ضروری ہے اس میں اس مسئلہ کو خوب تفصیل سے لکھا ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/ رجب/ ۱۳۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبداللطیف، ۲۲/ رجب/ ۱۳۵۷ھ۔

مرتد کی تجدید نکاح میں مہر جدید وغیرہ ضروری ہے

سوال [۷۴۱]: زید نے بکر سے ایک چیز مانگی اور قرآن کی قسم کھا کر یقین دلایا کہ وہ چیز تم کو لوٹا دوں گا، بکر نے وہ چیز دیدی، کچھ عرصہ بعد مانگنے پر زید نے انکار کر دیا، بکر نے حلف یاد دلایا، اس پر زید نے کہا میں قرآن سے منکر ہوں، اس کے بعد دوسرے کلمات کہے، مجھے خدا سے انصاف کی امید نہیں، جو کچھ سزا ملے گی اس دنیا میں ملے گی، آخرت میں کوئی چیز نہیں، میں تو بددین کافر ہوں وغیرہ وغیرہ، لیکن جب زید کا غصہ ختم ہو گیا تو بکر نے زید سے توبہ کرائی، کلمہ شہادت کلمہ ظلیبہ پڑھوایا، پھر پوچھا مندرجہ بالا کلمات کی ادائیگی کے وقت آپ کا ارادہ اور نیت کیا تھی؟ کیا واقعی ایمان سے ہاتھ دھونے کا ارادہ تھا؟ زید نے جواب دیا کہ میری نیت اس وقت اللہ تعالیٰ سے بغاوت اور اسلام سے پھر جانے کی نہیں تھی، بلکہ دل دل میں اللہ تعالیٰ سے توبہ کر رہا تھا۔ مندرجہ بالا صورت حال کے متعلق درج ذیل سوالات کے جوابات مدلل طور پر نوازیں۔

۱..... مذکورہ بالا صورت میں زید کا نکاح فسخ ہو گیا یا نہیں؟

۲..... اگر فسخ ہو گیا تو زید کے نکاح کی کیا صورت ہے؟ تجدید نکاح میں گواہ اور اعلان عام، نئے مہر کا

تعیین، خطبہ نکاح، زوجین کی اجازت، جو لوازمات نکاح میں سے ہے، یہ سب کئے جائیں گے یا نہیں؟

۳..... اگر نکاح فسخ ہو گیا تو بیوی پر عدت لازم ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کتنی مدت کی؟ نیز نکاح عدت

کے بعد ہوگا یا عدت کی ضرورت نہیں ہے؟

۴..... زید کی بیوی اگر زید سے نکاح نہ کرنا چاہے بلکہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کرنا چاہے تو کرسکتی

ہے یا نہیں؟ اس کے لئے کیا شرائط ہیں یعنی عدت واجب ہوگی یا نہیں؟ یا زید کا طلاق دینا ضروری ہے؟ مذکورہ بالا

کفریہ کلمات کہنے سے تجدید ایمان و تجدید نکاح لازم ہے یا نہیں؟ اور جب تک تجدید ایمان و نکاح نہ کرے

دوسرے مسلمان اس سے کیسا تعلق رکھیں؟ نیز زید کا یہ کہنا کہ یہ الفاظ زبان سے کہہ رہا تھا دل سے ان کا انکار کر رہا تھا یا غصہ میں نکل گئے، اس کے لئے تجدید ایمان و نکاح کی ضرورت ختم کر دے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً:

۳، ۲، ۱..... زید کے ذمہ تجدید ایمان توبہ و استغفار کے ساتھ (۱) تجدید نکاح کا بھی حکم ہے (۲)۔

(۱) قد كفر هذا القائل بكل واحد من أقواله المذكورة: إما لقوله: "میں قرآن کا منکر ہوں" لأنه قال القارى: "و من جحد القرآن: أى كله أو سورة منه أو آية، قلت: وكذا كلمة أو قرأة متواترة، أوزعم أنها ليست من كلام الله تعالى، كفر يعنى إذا كان كونه من القرآن مجمعاً عليه، مثل البسملة في سورة النمل". (شرح الفقه الاكبر، فصل في القراءة والصلوة: ص: ۱۶۷، قديمي)

(و بمعناه في التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل فيما يتعلق بالقرآن: ۴۹۰/۵، إدارة القرآن)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، مطلب موجبات الكفر أنواع، و منها ما يتعلق بالقرآن اه: ۲۶۲/۲، رشيديه)

وأما لقوله: "مجھے خدا ہے انصاف کی امید" فقد قال في التاتارخانية: "رجل قال: ازہر امیدے کہ بخدا

دارم، نومیدم، يكفر". (كتاب أحكام المرتدين، قبيل فصل فيما يعود إلى الغيب: ۳۷۶/۵، إدارة القرآن)

"و أما لقوله: "آخرت میں کوئی چیز نہیں ہے" فليما في التاتارخانية، وهو: من أنكر القيامة أو الجنة

أو النار أو الميزان أو الحساب أو الصراط أو الصحائف المكتوبة في أعمال العباد، يكفر، و في مصباح

الدين: أو جحد أحد و عدأ أو ويدا ذكر الله تعالى في القرآن عند الفزع في القبر، و في القيامة، يكفر".

(كتاب أحكام المرتدين، فصل فيما يتعلق بأمور الآخرة: ۵۰۰/۵، إدارة القرآن)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، مطلب موجبات

الكفر أنواع، و منها ما يتعلق بيوم القيامة اه: ۲۷۳/۲، رشيديه)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۲۰۶/۵، رشيديه)

وأما لقوله: "میں توبہ دین کافر ہوں" فهو أيضا كفر لما قاله الفقهاء الكرام، قال في شرح الفقه

الأكبر: "من قال: أنا ملحد، كفر: أى لأن الملحد أقبح أنواع الكفرة، و في المحيط والحاوي: لأن

الملحد كافر". (فصل في الكفر صريحاً و كناية، ص: ۱۸۳، قديمي)

(۲) "ثم إن كانت نية القائل..... الوجه الذي يوجب التكفير، لا تنفعه فتوى المفتي "و يؤمر بالتوبة =

دو گواہوں کے سامنے مہر جدید سے دوبارہ ایجاب و قبول کر لیا جائے (۱) خطبہ نکاح اور اعلان فرض نہیں سنت ہے (۲) تجدید نکاح کے لئے عدت لازم نہیں۔

۴..... زید چونکہ کہتا ہے کہ میرے دل میں ایمان موجود ہے میں نے اسے ترک کا بالکل ارادہ نہیں کیا، بلکہ جو الفاظ زبان سے کہہ رہا تھا دل میں توبہ بھی کر رہا تھا، اس لئے زید کی بیوی کو دوسری جگہ نکاح کا اختیار نہیں بلکہ زید ہی کے ساتھ تجدید نکاح کے بعد رہے، البتہ اگر زید طلاق دیدے تو وہ واقع ہو جائے گی، اور بعد عدت نکاح ثانی کا اس کو اختیار ہوگا۔ بغیر تجدید نکاح زید کو اپنے اوپر قابو نہ دے، تجدید ایمان اور تجدید نکاح بہر حال ضروری ہے بغیر اس کے بیوی اس کو اپنے پاس نہ آنے دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱/۶/۹۵ھ۔

عورت کے مرتد ہونے سے مہر ساقط نہیں ہوتا

سوال [۷۴۲]: ایک عورت شادی کے بہت دن بعد مرتد ہو گئی، اب شوہر سے مہر کا مطالبہ کرتی ہے، کیا اس عورت کو مہر ملے گا یا نہیں؟
الجواب حامداً و مصلياً:

ردت اختیار کرنے سے فرقت واقع نہیں ہوئی، سابق نکاح بدستور باقی ہے (مخار قول پر)۔ دوسرے شخص سے نکاح کی ہرگز اجازت نہیں اور عورت کو پورا مہر ملے گا، کیونکہ شادی کے بعد شوہر کے وطی کرنے کی وجہ سے مہر مؤکد ہو چکا، کما فی الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۲/۵۴۰: "وأفتی مشايخ بلخ بعدم الفرقة بردتها زجراً و تيسيراً و لا تتزوج لغيره، به يفتى، ملنقط": ۲۶۳/۳ (۳) "فللمطوءة

= والرجوع عن ذلك، و بتجدید النکاح بینہ و بین امرأته". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب السیر، قبیل الباب العاشر فی البغاة: ۲/۲۸۳، رشیدیہ)

(و کذا فی التاتارخانیة، کتاب احکام المرتدین، فصل فی إجراء کلمة الکفر: ۴۵۸/۵، ادارة القرآن)

(۱) (قد تقدم تخريجه تحت عنوان: "غير مسلم کے ساتھ چلے جانے پر نکاح کا حکم" حاشیہ رقم: ۱)

(۲) "و یندب إعلانہ (أی النکاح) و تقديم خطبته اه". (الدر المختار، کتاب النکاح: ۸/۳، سعید)

(۳) (الدر المختار، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر: ۱۹۴/۳، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، باب نکاح الکافر: ۳۷۳/۳، رشیدیہ)

ولو حکماً کل مہرہا لتأکدہ بہ“۔ قال الشامی : (قوله : کل مہرہا) أطلقہ فشمّل ارتدادہ و ارتدادہا، بحر : ۵۳۹۲ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۳/۸۸ھ۔

کیا ارتداد سے اعمال حبط ہو جاتے ہیں؟

سوال [۷۴۳]: ایت نمبر ۱: ﴿ومن یرتد منکم عن دینہ، فیمت وهو کافر،

فأولئک حبطت أعمالہم فی الدنیا والآخرہ﴾ الخ (۲)۔

ترجمہ: جو تم میں سے پھر جائے گا اور کفر کی حالت میں ہو جائے گا تو ایسے لوگوں کے عمل

ضائع ہو جائیں گے۔

ایت نمبر ۲: ﴿ومن یکفر بالإیمان، فقد حبط عملہ﴾ (۳)۔

ترجمہ: جو کوئی ایمان سے پھر گیا تو اس کے عمل ضائع ہو گئے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا استدلال: آیت نمبر: ۱، سے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے استدلال کیا ہے کہ جو

شخص مرتد ہو جائے اور جب تک وہ کفر کی حالت پر نہ مرے اس کے عمل ضائع نہیں ہوتے، کیونکہ مثلاً جیسے ظہر کی نماز پڑھی اور پھر مرتد ہو گیا اور ابھی نماز کا وقت باقی تھا کہ وہ پھر مسلمان ہو گیا تو اب اس کو ظہر کی نماز مکرر پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے، نماز اس کی ضائع نہیں ہوئی۔ اسی طرح کوئی شخص حج کر کے مرتد ہو جائے اور وہ پھر مسلمان ہو جائے تو اس پر دوبارہ حج کرنا واجب نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا استدلال: آیت نمبر: ۲، سے امام صاحب نے استدلال کیا ہے کہ جو کوئی

ایمان سے پھر جائے اس کے عمل ضائع ہو گئے۔ اس آیت کو دلیل بنا کر وہ فرماتے ہیں کہ جو بھی ایمان سے پھر جائے اس کے عمل ضائع ہو جائیں گے، مثلاً: اگر وہ مسلمان ہو جائے اور نماز کا وقت باقی ہے تو اس کو دوبارہ نماز پڑھنی ہوگی کیونکہ بوجہ ارتداد کے اس کی پہلی نماز ضائع ہو گئی، اسی طرح اگر اس نے حج کیا ہے تو اس کا وہ حج

(۱) (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر: ۱۹۴/۳، سعید)

(۲) (البقرة: ۲۱۷)

(۳) (المائدہ: ۵)

ضائع ہو گیا اس کو دوبارہ حج کرنا پڑے گا۔

گزارش ہے کہ اگر امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے آیت نمبر: ۱، کو عمل نہ ضائع ہونے کی دلیل بنایا ہے تو آیت نمبر: ۲ کا مطلب ان کے پاس کیا ہے۔ اور اگر امام صاحب نے آیت نمبر: ۲، سے عمل ضائع ہونے کا مطلب لیا ہے تو آیت نمبر: ۱، کا ان کے پاس کیا مطلب ہے؟ وضاحت کے ساتھ ایماء فرمائیں تو باعثِ شکر یہ ہے اور یہ بھی ایماء فرمائیں کہ کافر اگر مسلمان ہو جائے تو بزمانہ کفر جو اس نے نیکیاں کی ہیں جس کو اسلام بھی نیکیاں مانتا ہے بحال رہیں گی یا نہیں، کیونکہ روایت میں آتا ہے کہ اگر بیوی اور خاوند دونوں ایک وقت میں مسلمان ہو جائیں تو زمانہ کفر کا نکاح بحال رہے گا، ان کو جدید نکاح کی ضرورت نہ رہے گی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ اختلاف ایک اصولی اختلاف پر مبنی ہے وہ یہ ہے کہ مفہوم صفت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حجت ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حجت نہیں جیسے کہ: ﴿ومن لم يستطع منكم طولاً أن ينكح المحصنات المؤمنات، فمما ملكت أيما نكح من فتياتكم المؤمنات﴾ (۱)۔ اصولیین نے اس کو مثال میں پیش کیا ہے، كما في إرشاد الفحول وحصول المأمول، والتحرير وغيرها (۲)۔

(۱) (النساء: ۲۵)

(۲) "قال الشافعي: إن الحكم متى علق بشرط أو أضعف إلى مسمى بوصف خاص أو جب نفى الحكم عند عدم الشرط أو الوصف، ولهذا لم يجز نكاح الأمة عند فوات الشرط أو الوصف المذكورين في قوله تعالى: (ومن لم يستطع منكم طولاً أن ينكح المحصنات المؤمنات، فمن ما ملكت أيما نكح من فتياتكم المؤمنات) الخ"۔ (الحسامي: ۱/۵۴، ۵۵، كتب خانہ مجیدیہ، ملتان)

(و كذا في أصول الشاشي، الأصل الرابع، ص: ۹۵، قديمي)

(و كذا في المختصر في أصول الفقه على مذهب الإمام أحمد بن حنبل: ۱۳۳، دار إحياء التراث العربي)

"مفهوم الصفة: هو دلالة اللفظ المقيد لصفة على نفى الحكم عن الموصوف عند انتفاء تلك الصفة كقوله تعالى: ﴿ومن لم يستطع منكم طولاً﴾ الآية..... وأثبت الجمهور من الشافعية والحنابلة حجية مفهوم الصفة..... ونفاه أبو حنيفة ومالك، الخ"۔ (أصول الفقه الإسلامي، للزحيلي: ۱/۳۶۲، رشيدية) =

تفسیر مظہری میں ہے:

” (ومن یرتد منکم عن دینہ، فیمت وهو کافر، فأولئك حبطت أعمالهم) استدلال الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ بهذه الآية علی أن المرتد لا یحبط عملہ ما لم یمت علی الکفر، فإن صلی الظهر مثلاً، ثم ارتد - نعوذ باللہ منها - ثم آمن والوقت باق، لا ینبغ علیہ إعادة الصلوٰۃ، وكذا من حج ثم ارتد ثم أسلم، لا ینبغ علیہ الحج، وهو احتجاج مفهوم الصفة، وهو غیر معتبر عند أبی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ. قال أبو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ: ینبغ علیہ إعادة الصلوٰۃ إن أسلم والوقت باق، وكذا ینبغ علیہ الحج، لنا قوله تعالیٰ: ﴿ومن یکفر بالإیمان، فقد حبط عمله﴾ وهذا مطلق والمطلق لا یحمل علی المقید عندنا“. واللہ تعالیٰ اعلم (۱).

جن نیکیوں کے لئے ایمان شرط نہیں وہ ایسے نو مسلم کی باقی رہیں گی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۰/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۰/۸۸ھ۔

= (وكذا في كشف الأسرار مع نور الأنوار على المنار: ۱/ ۳۰۶، قديمي)

(وكذا في إرشاد الفحول، الباب الثامن في المنطوق والمفهوم، النوع الأول، مفهوم الصفة: ۳۰۶، مصطفى أحمد الباز)

”المفهوم ينقسم، وإلى مفهوم مخالفة وهو أقسام مفهوم الصفة

والحنفية ينفونه“. الخ. (التقرير والتحبير شرح التحرير للإمام الكمال بن الهمام، مفهوم المخالفة:

۱/ ۱۱۵، ۱۱۷، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۱) (التفسير المظہری: ۱/ ۲۶۳، ۲۶۴، حافظ كتب خانہ کوئٹہ)

(وكذا في روح المعاني للآلوسي: ۲/ ۱۶۷، دارالكفر)

(وكذا في التفسير المنير: ۲/ ۲۶۶، دارالكفر)

(۲) ”عن ابن شہاب قال: أخبرني عروة بن الزبير أن حكيم بن حزام أخبره أنه قال لرسول الله صلى الله عليه

وسلم: رأيت أموراً كنت أتحدث بها في الجاهلية، هل لي فيها من شئ؟ فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم: =

مرتد ہونے سے کفارہ ساقط نہیں ہوتا

سوال [۷۴۴]: زید نے کہا کہ میں رات میں قرآن شریف کے ایک صفحہ کو حفظ کروں گا ورنہ جتنی دفعہ جتنا کھانا کھاؤں گا سب میرے لئے حرام ہے، اب زید نے حفظ قرآن شریف پڑھنا چھوڑ دیا اور چند دن کے بعد اس نے یہ خیال کر کے کہ میں نے جو قسم کھائی ہے اس کا شاید کفارہ نہیں ہو سکتا ہے، یہ گمان کر کے العیاذ باللہ مرتد ہو گیا، پھر ایک گھنٹہ کے بعد اسلام لایا۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید اسلام لانے کے بعد وہ قسم کے کفارہ سے سبکدوش ہو گیا یا نہیں، اگر نہیں ہو تو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلياً :

حالتِ اسلام میں جو کفارہ لازم ہے، ارتداد سے اس کے سقوط میں اختلاف ہے، محققین کے نزدیک ساقط نہیں ہوتا، پس تجدید اسلام کے بعد کفارہ کی ادائیگی لازم ہے۔

”ويقتضى ما ترك من عبادة في الإسلام؛ لأن ترك الصلوة والصيام معصية، والمعصية تبقى بعد الردة“ (۱)۔ ”قال أبو السعود نقلاً عن القهستاني: وفيه إشارة إلى أنه لا يسقط بالردة ما هو من حقوق العباد، وكذا حقوقه التي يطالب بها الكفار كالحدود سوى الشرب، كما في شرح الطحاوي. وكذا مالا يطالبون به مثل الصلوة والصوم والزكاة والنذر والكفارة، فيقتضى إذ أسلم على ما قاله شمس الأئمة؛ لأن تركها معصية، والمعصية بالردة لا ترتفع، كما في قاضي

= ”أسلمت على ما أسلفت من خير“ والتحنث (التعبد) وذهب ابن بطال وغيره من المحققين إلى أن الحديث على ظاهره، وأنه إذا أسلم الكافر ومات على الإسلام، يثاب على ما فعله من الخير في حال الكفر، واستدلوا بحديث أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”إذ أسلم الكافر فحسن إسلامه، كتب الله تعالى له كل حسنة كان زلفها، ومحى عنه كل سيئة كان زلفها، وكان عمله بعد الحسنه بعشر أمثالها إلى سبع مائة ضعف، والسيئة بمثلها إلا أن يتجاوزه الله تعالى“. (الصحيح لمسلم مع شرحه للنووي، كتاب الإيمان، باب بيان حكم عمل الكافر إذا أسلم بعده: ۷۶/۱، ۷۷، قديمي)

(۱) (الدر المختار على هامش الطحاوي، كتاب الجهاد، باب المرتد: ۳۸۸/۲، دار المعرفه)

خان وغیرہ اہ۔“ طحطاوی: ۲/ ۴۸۸ (۱)۔ علامہ شامی نے بھی ردالمحتار میں اسی کو اختیار کیا ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۲۶/۱۲/۵۶ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۰/محرم/۵۷ھ۔

جنازہ مرتد پر نماز اور مسلم قبرستان میں دفن

سوال [۷۴۵]: جنازہ مرتد کی نماز جنازہ پڑھنا پڑھانا اور مسلم قبرستان میں دفن کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً :

مرتد کے جنازہ کی نماز درست نہیں، اس کو مسلمانوں کی طرح غسل و کفن دے کر مسلم قبرستان میں دفن نہ کیا جائے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۷/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۷/۹۲ھ۔

کیا ارتداد سے یمین ساقط ہو جاتی ہے؟

سوال [۷۴۶]: اگر زید نے اسلام کی حالت میں قسم کھالی کما کے ساتھ یعنی ”جب بھی میرا نکاح

(۱) حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الجہاد، باب المرتد: ۲/ ۳۸۸، دار المعرفۃ

(بیروت)

(۲) رد المحتار، کتاب الجہاد، باب المرتد، مطلب: المعصیۃ تبقى بعد الردة: ۲/ ۲۵۱، سعید

(۳) ”أما المرتد، فيلقى في حفرة كالكلب“.(الدر المختار) وفي رد المحتار: (قوله: فيلقى في

حفرة): أي ولا يغسل، ولا يكفن، ولا يدفع إلى من انتقل إلى دينهم، بحر عن الفتح“.(كتاب الصلوة

، باب صلوة الجنازة، قبيل مطلب في حمل الميت: ۲/ ۲۳۰، کراچی)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلوته: ۲/ ۳۳۳، رشیدیہ)

(و کذا فی فتح القدير، باب الجنائز، قبيل فصل في حمل الجنازة: ۲/ ۱۳۲، مصطفى البابی

الحلبی مصر)

ہو تو طلاق ہو۔ اور پھر اس کے بعد میں زید نعوذ باللہ من ذالک مرتد ہو جائے اور پھر اسلام لے آئے تو اس قسم کا اعادہ نہیں ہوگا؟ برائے کرم مکمل ومدلل مع احادیث وفقہ تحریر فرمائیں۔ فقط۔

والسلام محمد نفیس خان لکھنوی، معلم دارالعلوم دیوبند، ۲/ذیقعدہ/۱۴۰۰ھ۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اس نیت سے مرتد ہونا کہ تعلق باطل ہو جائے نہایت خطرناک ہے، نہیں معلوم کہ ارتداد کے بعد اسلام قبول کرنے کی مہلت ملتی ہے یا نہیں، اس سے پہلے ہی وقت موعود آجاتا ہے۔ نیز پھر اسلام سے محبت رہے یا نفرت پیدا ہو جائے۔ فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ جو شخص یہ نیت کرے کہ کل کو مرتد ہو جائے گا تو وہ ابھی سے کافر ہو جاتا ہے (۱)۔

تصرفات مرتد کے ذیل میں شامی، بحر وغیرہ میں تعلق کے ذیل بطلان وبقاء یقین کے متعلق امام اعظم و صاحبین رحمہم اللہ کا اختلاف نقل کیا ہے۔ کوئی شخص مرتد ہو کر دارالہرب میں چلا جائے اور قاضی اسلام اس کے لحاق کا حکم کر دے پھر وہ مسلمان ہو کر دارالاسلام میں لوٹ آئے تو اس کی تعلق بھی عود کر آئے گی جیسے کہ اس کی املاک باقیہ عود کر آئے گی، یہ مسلک صاحبین رحمہم اللہ کا۔ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حکم لحاق بمنزلہ موت کے ہے جس کی بناء پر تعلق ساقط ہو چکی ہے، اب اس کے عود الی الاسلام سے تعلق عود نہیں کرے گی: ”و کذا یبطل بلحاظ مرتداً ابدار الحرب خلافاً لهما اھ“۔ درمختار۔ (قولہ:

و کذا یبطل): ای التعلیق (قولہ: خلافاً لهما): ای للصاحبین، فعند ہما لا یبطل التعلیق؛ لأن زوال المملک لا یبطله، وله أن بقاء تعلیقه باعتبار قیام أهلیته وبالارتداد ارتفعت العصمة فلم یبق تعلیقه لفوات الأهلية، فإذا عاد إلى الإسلام لم یعيد ذلك التعلیق الذی حکم

(۱) ”ولو قال: ما أمرنی فلان ای من المشائخ أو العلماء والأمرء أ فعل ولو کفر، أو قال: ولو کان کلمة کفر، کفر: ای لأنه نوى الکفر فی الاستقبال فیکفر فی الحال“۔ (شرح الفقه الأكبر، ص: ۱۸۳، فصل فی الکفر صریحاً وکتابہ، قدیمی)

(و کذا فی مجمع الأنهر: ۵۰۲/۲، کتاب السیر والجهاد باب المرتد، مکتبه غفاریہ کوئٹہ)

(و کذا فی البزازیہ علی هامش الفتاویٰ العالمگیریة: ۳۲۱/۶، کتاب السیر، الباب الرابع فی المرتد

الثانی فیما ینبغی کفر من المسلم وما لا یبغی، رشیدیہ)

بسقوطه“۔ بحر عن شرح المجمع للمصنف“۔ شامی: ۲/۴۹۷ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حرره العبد محمود غفر له دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱۱/۱۴۰۰ھ۔

ردت کے بعد کلمہ کی قسم کا حال

سوال [۷۴۷]: کسی شخص نے کلمہ کے لفظ سے قسم کھالی اور یہ گمان و خیال کیا کہ دنیا میں اس کا کفارہ کسی چیز و صورت میں نہیں ہو سکتا، لہذا وہ شخص مرتد ہو گیا، (العیاذ باللہ تعالیٰ عنہ) پھر وہ شخص آدھ گھنٹہ کے بعد اسلام لایا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس ارتداد سے اس کے اعمال باطل ہوں گے یا نہیں اور کفارہ ساقط ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ غلط ہے کہ کلمہ کی قسم کھالینے کے بعد کوئی صورت جواز کی ممکن نہیں۔ مرتد ہونے سے تمام اعمال برباد ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ اگر حج کر چکا تھا اس کا اعادہ لازم ہوتا ہے، موت کا وقت معلوم نہیں کیا خبر ہے کہ آدھ گھنٹہ گزرنے سے پہلے ہی موت آجائے اور پھر نہ ختم ہونے والی زندگی دردناک عذاب کی حالت میں جہنم میں گذرے۔

مرتد ہو جانے سے صاحبین کے نزدیک تعلیق باطل نہیں ہوتی، پس اگر اسلام لانے کے بعد شرط پائی جاوے گی تو اس پر جزا کا ترتب لازم ہوگا، ہاں امام اعظم کے نزدیک البتہ مرتد ہونے کی وجہ سے بشرطیکہ دارالحراب میں جا کر لاحق ہو جائے تعلیق باطل ہو جاتی ہے اور اس صورت میں جبکہ دارالحراب میں جا کر کوئی لاحق ہو جائے تو اس پر مرتد کے جمیع احکام جاری ہوں گے۔

”ثم اعلم أن مما يطل التعليق ارتداد الزوج ولحاقه بدار الحرب عند خلافهما، ۱ھ۔ بحر: ۲/۲۰۔ وقد بقي لها أحكام كثيرة: منها حبط العمل عند نابفس الردة: أي إبطال العبادات. وفي الخلاصة: من ارتداد ثم أسلم وهو قد حج مرة، فعليه أن يحج ثانياً، وليس

(۱) ”رد المحتار على الدر المختار: ۳/۳۴۹، باب التعليق، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق: ۳/۳۵، كتاب الطلاق، باب التعليق، مكتبة رشيدية)

(و كذا في فتح القدير: ۳/۱۲۵، كتاب الطلاق، باب الإيمان في الطلاق، مصطفى البابی الحلبي)

عليه إعادة الصلوة والزكوة والصيامات؛ لأن بالردة كأنه لم يزل كافراً، فإذا أسلم وهو غني فعليه الحج، وليس عليه قضاء لسائر العبادات اهـ. من ارتد ومات، فإنه يواخذ بعقوبة الكفر الأول والثاني، الخ“. بحر: ۵/ ۱۲۷ (۱)۔

کلمہ کی قسم کھا کر جواز (حادث ہونے سے بچنے) کی صورت یہ ہے: فلو قال: کلمات زوجت امرأة فہی طالق، تطلق بكل تزوج ولو بعد زوج آخر؛ لأن صحة هذا اليمين باعتبار ما يحدث من الملك وهو غير متناه، وعن أبي يوسف[ؒ] أنه لو دخل على المنكر فهو بمنزلة كل. وتام في المطولات۔ والحيلة منه عقد الفضولي أو فسخ القاضي الشافعي، وكيفية عقد الفضولي: أن يزوجه فضولي، فأجاز بالفعل بأن ساق المهر ونحوه لا بالقول، فلا تطلق، بخلاف ما إذا وكل به لانتقال العبارة إليه. وكيفية الفسخ أن يزوجه الحالف امرأة فيرفعان الأمر إلى القاضي فيدعى أنه زوجها قد تمردت عليه وزعمت أنها بالحلف صارت مطلقة، فيلتمس من القاضي فسخ اليمين، فيقول: فسخت هذه اليمين وأبطلتها وجوزت النكاح، فإن أمضاه قاضي حنفي بعد ذلك كان أجود، وعقد الفضولي أولى في زماننا من الفسخ، لكن في الجواهر أن الفسخ أولى لكونه متفقاً عليه إلا في رواية عن أبي يوسف رحمه الله تعالى، ثم إن كان الحالف شاباً فإقدامه عليه أفضل من العزوبة، وإن كان شيخاً، فلعزوبة أولى، كما في القهستاني والفتح وغيره. ۱ھ۔“ مجمع الأنهر: ۱/ ۴۱۹ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفر له معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہانپور، ۱/ ۲/ ۵۹ھ۔
صحیح: عبداللطیف، الجواب صحیح: سعید احمد غفر له۔

(۱) (البحر الرائق: ۵/ ۲۱۳، باب أحكام المرتدين، رشيديه)

”وما أدى منها فيه يبطل ولا يقضى من العبادات إلا الحج“. (الدر المختار: ۳/ ۲۵۱، سعید)

(مجمع الأنهر، ۲/ ۵۰۱، باب المرتد، مكتبة غفاريه)

”وكذا يبطل بلحقه مرتد أبادار الحرب خلافاً لهما“. وفي رد المحتار: فعندهما لا يبطل

التعليق؛ لأن زوال الملك لا يبطله“. (رد المحتار: ۳/ ۳۲۹، سعید)

(۲) (مجمع الأنهر: ۲/ ۶۰، باب التعليق، مكتبة غفاريه) =

مرتد کی تجہیز و تکفین

سوال [۷۴۸]: عنایت خان نے دھوری بانی نو مسلم سے اسلام قبول کرا کے نکاح کیا جن کے نطفے سے لڑکا غلام محمد نامی ہے، دو بہن ہیں۔ دھوری بانی نے اب ظاہر کیا ہے کہ میں اب ہندو مذہب میں واپس رہوں گی، اسلام سے تعلق نہیں ہے، قاسم خان جو دوسرا شوہر تھا اس کو بھی دھوری بانی نے جلوادیا۔ اب دھوری بانی سے تعلق رکھیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً :

دھوری بانی نے اسلام چھوڑ کر جو ہندو مذہب اختیار کیا ہے اس سے اس کے زمانہ اسلام کے سب اعمال برباد ہو گئے، اگر وہ توبہ کر کے دوبارہ اسلام قبول نہ کرے تو ہمیشہ کینلئے جہنم کی مستحق ہے، اس سے کسی قسم کا تعلق و محبت جائز نہیں (۱) اگر وہ مرجائے تو اس کی نعش کو سنت کے موافق تجہیز و تکفین نہ کی جائے اور اس میں شرکت نہ کی جائے (۲)۔ ہندو لوگ جو چاہیں کریں، غلام محمد بالکل الگ رہے، قاسم خان کو انتقال کے بعد جلوادیا

= (و كذا في الاشباه والنظائر ، الفن الخامس : ۳ / ۳۰۱ ، الفصل السادس في النكاح)

(و كذا في الدر المختار ، ۳ / ۸۲۶ ، سعيد)

(۱) قال الله تعالى: ﴿و من يرتدد منكم عن دينه، فيمت وهو كافر، فأولئك حبطت أعمالهم في الدنيا والآخرة، وأولئك أصحاب النار هم فيها خالدون﴾. (سورة البقرة : ۲۱۷)

وقوله: ”(فيمت و هو كافر)..... فيمت قبل أن يتوب من كفره فهم الذين حبطت أعمالهم

..... بطلت و ذهبت و بُطُوئُهَا ذهاب ثوابها و بطول الأجر عليها أو الجزاء في دار الدنيا والآخرة.

وقوله: (وأولئك أصحاب النار هم فيها خالدون)..... وإنما جعلهم أهلها؛ لأنهم لا يخرجون منها،

فهم سكانها المقيمون فيها الخ“. (جامع البيان في تفسير القرآن لابن جرير: ۲ / ۲۰۷، دار المعرفة)

قال الله تعالى: ﴿و من يكفر بالإيمان، فقد حبط عمله، و هو في الآخرة من الخاسرين﴾.

(سورة المائدة: ۵)

(۲) وفي الدر المختار: ”(ويغسل المسلم ويكفن ويدفن قريبه) كخاله (الكافر الأصلي)، أما المرتد

فيلقى في حفرة كالكلب (عند الاحتياج)..... من غير مراعاة السنة“. (كتاب الصلاة، باب صلاة

الجنائز : ۲ / ۲۳۰، سعيد) =

دینا جائز نہیں تھا، یہ سخت گناہ ہوا تو بہ لازم ہے (۱) مسلمانوں کو چاہیے کہ کفن دفن کرتے اور نماز جنازہ ادا کرتے، اب اس کے لئے استغفار کریں، قرآن پاک پڑھ کر نوافل پڑھ کر صدقہ دے کر اس کو ثواب پہنچائیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

جواب درست ہے: سید مہدی حسن غفرلہ۔

منکر نماز کا جنازہ

سوال [۷۴۹]: ایک شخص نے اپنی تمام زندگی سرنگوں نہیں کیا یعنی لڑکپن سے لے کر حالت پیری تک نماز نہیں پڑھی، اس کی موت آنے کے ایک سال قبل کسی شخص نے اس کو برائے نماز تلقین کی، اس کے جواب میں شخص مذکور نے یہ کہا تھا کہ ”ہمیں نماز کے لئے ہدایت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، کیونکہ ہم نہیں پڑھتے اور نماز

= وفى البحر الرائق: ”ويغسل ولي مسلم الكافر ويكفنه ويدفنه وإنما يغسل غسل الثوب النجس من غير وضوء ولا بداءة بالميا من ولا يكون الغسل طهارة له ويحفر له حفرة من غير مراعاة سنة اللحد“. (كتاب الجنائز، فصل السلطان أحق بصلاته: ۳۳۴/۲، رشیدیہ)

(و كذا فى الحلبى الكبير، كتاب الصلاة، فصل فى الجنائز، الثامن فى المتفرقات، ص: ۶۰۳، سهيل اكيڤمى)

(۱) قال الله تعالى: ﴿يا أيها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبةً نصوحاً﴾. (سورة التحريم: پ ۲۸)

”عن أبى هريرة -رضى الله تعالى عنه- : قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”أشد

فرحاً بتوبة أحدكم من أحدكم بضالته إذا وجدها اه“.

”واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصى واجبة، وأنها واجبة على الفور لا يجوز تأخيرها،

سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة“. (الصحيح لمسلم مع شرحه للنووى، كتاب التوبة:

۳۵۴/۲، قديمى)

(۲) وفى رد المحتار: ”صرح علماء نافي باب الحج عن الغير بأن للإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره

صلاة أو صوماً أو صدقة أو غيرها الخ“. (كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مطلب فى القراءة للميت الخ:

۱۲۳۲، سعيد)

(و كذا فى البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۱۰۵/۳، رشیدیہ)

(عمیادُ اللہ) کوئی چیز نہیں ہے۔ تو آیا یہ کفر حکمی ہے یا حقیقی؟ اگر اس کی کفریت کی بنا پر کسی نے نماز جنازہ نہیں پڑھائی تو آیا اس کے اوپر شریعت کیا کہتی ہے؟ اگر یہ کفر حکمی ہے تو ”من ترك الصلوة متعمداً، فجزاءه جہنم“۔ ”ومن ترك الصلوة متعمداً، فقد كفر“ (۱) ان دونوں حدیثوں کی کیا مراد ہے؟ اور تیسری حدیث ”الصلوة عماد الدين الخ“ (۲) اس کی کیا مراد ہے؟

وہی شخص ایک سال پورا ہونے پر انتقال کر گیا مگر نہ اس نے توبہ کی اور نہ نماز پڑھی تو اس قسم کے آدمی کو مسلمان کہلوانا کیسا ہے اور اگر کسی نے ضد اس کی نماز جنازہ پڑھادی تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ مرض وغیرہ کوئی نہیں، صحیح سالم بالکل تندرست تھا، عمر تقریباً سو سال کی ہوئی تھی اور کوئی وجہ نہیں۔

محمد حسین چانگامی، امام جامع مسجد موضع بہارا پور، بھونری ڈاکخانہ پیران کلیئر، تحصیل روڑکی، ضلع سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلياً:

نماز فرض عین ہے، جو شخص اس کی فرضیت کا انکار کرے وہ کافر ہے اور تارک فاسق ہے۔ اگر کوئی مقتدا شخص مذکور کی نماز جنازہ نہ پڑھے تاکہ دوسروں کو عبرت ہو تو شرعاً وہ قابل ملامت نہیں، لیکن تکفیر مسلم میں جلدی نہیں کرنا چاہئے جب تک اس کے کلام کے لئے صحیح محمل نکل سکے، جانب کفر کو اختیار نہیں کرنا چاہئے:

”ہی فرض عین علی کل مکلف، ویکفر جاحداً لثبوتها بدلیل قطعی، و تارکھا عمداً مجاناً: ای تکاسلاً فاسقاً اھ۔“ در مختار (۳)۔ ”لو قال لمریض: صل فقال: واللہ لا اصلی أبداً، ولم یصل حتی مات یکفر۔ وقول الرجل: لا اصلی یحتمل أربعة أوجه: أحدها لا اصلی؛ لأنی صلیت. والثانی: لا اصلی بأمرک، فقد أمرنی بها من هو خیر منك۔ والثالث: لا اصلی فسقاً مجاناً،

(۱) (فیض القدیر: ۱۱/۵۷۳۸، رقم الحدیث: ۸۵۸۷، نزار مصطفیٰ الباز)

(وتلخیص الحبیر: ۲/۷۱۹، باب ترک الصلوة، نزار مصطفیٰ الباز)

(۲) (فیض القدیر: ۷/۳۸۲۵، رقم الحدیث: ۵۱۸۵، نزار مصطفیٰ الباز)

(والموضوعات الكبرى للقراری رحمہ اللہ تعالیٰ، ص: ۱۵۰، رقم الحدیث: ۵۷۷، قدیمی)

(ومرقاة المفاتیح: ۸/۵۶۱، رشیدیہ)

(ومجموعة رسائل اللکنوی: ۲/۳۵۲، رسالہ: رد الإخوان عن محدثات آخر جمعة رمضان، إدارة القرآن)

(۳) (الدر المختار، کتاب الصلوة: ۱/۳۵۱، ۳۵۲، سعید)

فهذه الثلاثة ليست بكفر. والرابع: لا أصلى؛ إذ ليس يجب على الصلوة، ولم أومر بها، يكفر. ولو أطلق وقال: لا أصلى لا يكفر، لإحتمال هذه الوجوه اهـ.“ عانمگيرى (١)۔

”إذا كان في المسئلة وجوه توجب الكفر ووجه واحد يمنع، فعلى المفتى أن يميل إلى ذلك الوجه، كذا في الخلاصة (٢)۔ وفي البزازية: إلا إذا صرح بإرداة توجب الكفر، فلا ينفع التأويل حينئذ كذا في البحر الرائق (٣)۔ ثم إن كانت نية القائل الوجه الذي يمنع التكفير فهو مسلم، وإن كانت نيته الوجه الذي يوجب التكفير، لا تنفعه فتوى المفتى، ويؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلك، وبتجديد النكاح بينه وبين امرأته، كذا في المحيط اهـ.“ (٤) هندية (٥)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ١٣/ربیع الثانی/٦٤ھ۔

(١) (الفتاوى العالمکیرية، کتاب السیر، الباب التاسع فی أحكام المرتدين، مطلب: موجبات الکفر

أنواع، منها ما يتعلق بالصلوة والصوم الخ: ٢/٢٦٨، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاوى البزازیة، کتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو کفراً، الفصل الثانی، النوع التاسع فیما یقال

فی القرآن الخ: ٦/٣٣٠، ٣٣١، رشیدیہ)

(و کذا فی التاتارخانیة، کتاب أحكام المرتدين، فصل فیما يتعلق بالصلوة والزکوة الخ:

٥/٢٩٣، ٢٩٢، إدارة القرآن)

(و کذا فی المحيط البرهانی، کتاب السیر، فصل فی مسائل المرتدين، نوع فیما يتعلق بالصلوة:

٥/٥٦٣، ٥٦٢، غفاریہ کوئٹہ)

(٢) (خلاصة الفتاوى، کتاب ألفاظ الکفر، الفصل الثانی، الجنس الأول فی المقدمة: ٣/٣٨٢، رشیدیہ)

(٣) (البحر الرائق، کتاب السیر، باب أحكام المرتدين: ٥/٢١٠، رشیدیہ)

(٤) (المحیط البرهانی، کتاب السیر، فصل فی مسائل المرتدين، النوع الأول فی إجراء کلمة الکفر:

٥/٥٥٠، ٥٥١، غفاریہ کوئٹہ)

(٥) (العبارة بأسرها من الفتاوى العالمکیرية، کتاب السیر، موجبات الکفر أنواع، قبیل الباب العاشر

فی البغاة: ٢/٢٨٣، رشیدیہ)

(و کذا فی التاتارخانیة، کتاب أحكام المرتدين، فصل فی إجراء کلمة الکفر: ٥/٣٥٨، ٣٦١، إدارة القرآن)

متفرقات الکفر

بے عمل لوگوں کا یہ کہنا کہ ”فلاں فلاں کہیں گے تو عمل کریں گے“

سوال [۷۵۰]: اگر کوئی بستی یا گاؤں ایسا ہو کہ وہاں پر مسلمانوں کے ۵۰، ۴۰/ گھر ہوں اور وہاں پر نہ کوئی مسجد ہو اور نہ کوئی عالم ہو تو کیا وہ بستی والے گنہگار ہوں گے، یا اگر کسی بستی یا گاؤں میں مسجد ہو اور ایسی بستی کے اندر ۱۵۰/ یا ۲۰۰/ مسلمانوں کے گھروں کی آبادی ہو اور وہاں پر سب جانتے ہیں کہ نماز فرض ہے اور روزہ بھی فرض ہے اور زکوٰۃ، حج بھی فرض ہے اور مثال کے طور پر ۲۰۰/ کی بستی ہے، اس میں ۱۰۰/ مسلمان مرد و عورت کو نمازوں وغیرہ کا درست طریقہ معلوم ہے اور کچھ زیادہ احکام سے بھی واقف ہیں، لیکن اس میں سے ایک بھی نماز نہیں پڑھتا اور مسجد میں اذان بھی نہیں ہوتی تو کیا اس بستی میں بسنے والے اور احکام کے جاننے والے اور نہ جاننے والے سب گنہگار ہوں گے؟ یا اگر اسی مذکورہ مقدار کی بستی یا گاؤں ہو جس میں ایک شخص ہو یا تین چار آدمی ایسے ہوں کہ وہ دین کے مطابق عمل کرنے لگیں، یا اگر دو تین گاؤں کے لوگ کہہ دیں کہ یہ کام ناجائز اور حرام ہے اور شرک ہے اس کو مت کرو یا اسی طرح تم عمل کرو یا ساری بستی کے لوگ اس کے کہنے یا کرنے کی بنا پر ۲۰۰/ یا ۵۰۰/ آدمی شرک و بدعت اور کبیرہ گناہوں سے بچ جاویں اور شریعت کے مطابق زندگی بسر کرتے ہوں اور دین اور شریعت کے کام انہیں دو یا تین پر موقوف ہو اور لوگ شرک و بدعت و کفر میں مبتلا ہوتے ہوں اور وہ دو یا تین آدمی ایسے ناجائز امور سے نہ روکیں اور شریعت کے مطابق عمل نہ کریں اور لوگ یہ کہتے ہوں کہ فلاں فلاں اگر ہمیں کہیں یا عمل کرنے لگ جاویں تو ہم کریں اور ان چیزوں کو چھوڑ دیں تو اگر یہ تین حضرات خود بھی جاننے کے باوجود اور دوسروں کو سمجھانے کے باوجود خود بھی عمل نہ کریں اور دوسروں کو بھی شریعت کے مطابق عمل کرنے کی تاکید نہ کریں تو کیا ان تین پر پوری بستی اور گاؤں کی بد عملی اور بد دینی کا بوجھ پڑے گا یا عند اللہ شریعت کی رو سے ان دو یا تین کی بھی پکڑ ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جس بستی میں مسلمان موجود ہوں ان کو چاہئے کہ حیثیت کے مطابق وہاں مسجد کا انتظام کریں (۱) اور نماز باجماعت ادا کر لیا کریں، قدرت کے باوجود ایسا نہ کرنے سے وہ گناہگار ہوں گے۔ ہر بستی میں جہاں مسلمان کافی تعداد میں ہوں عالم کا ہونا بھی ضروری ہے جو شرعی احکام بتایا کرے۔ بچوں کی تعلیم کا انتظام بھی ضروری ہے (۲)۔ اگر کسی بستی میں ۴/۲ عالم با اثر ہیں مگر وہ نہ خود عمل کرتے ہیں نہ عوام کو تائید کرتے ہیں، حالانکہ عوام ان کے کہنے سے بے عملی چھوڑ کر دین پر عمل کرنے کے لئے تیار ہیں تو ان دو چار کی ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے، عوام کی بے عملی کی وجہ سے ان کا گناہ المضاعف ہو جاتا ہے، لیکن عوام کا گناہ بھی کم نہیں ہوتا، دین پر عمل کرنے کے لئے عوام اس کے منتظر رہتے ہیں کہ فلاں فلاں کہیں گے تو ہم عمل کریں گے ورنہ نہیں کریں گے

(۱) ”عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: أمر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ببناء المسجد فی الدور“۔ الحدیث، رواہ أبو داود والترمذی وابن ماجہ“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصلوٰۃ، باب المساجد الخ، ص: ۶۹، قدیمی)

قال القاری: ”والمراد المحلات، فإنهم كانوا یسمون المحلة التي اجتمعت فیها قبيلة داراً..... هو المعول و علیہ العمل، ثم رأیت ابن حجر ذکر أنه المراد به ههنا المحلات و القبائل، و حکمة أمره لأهل كل محلة ببناء مسجد فیها أنه قد یتعذر أو یشق علی أهل محلة الذهاب للأخری، فیحرمون أجر المسجد و فضل إقامة المساجد فیہ، فأمروا بذلك لیتیسر لأهل كل محلة العبادة فی مسجدهم من غیر مشقة تلحقهم. وقال البغوی: قال عطاء: لما فتح اللہ تعالیٰ علی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه الأمصار، أمر المسلمین ببناء المساجد“۔ (المراقبة شرح المشکوٰۃ، کتاب الصلوٰۃ، باب المساجد الخ: الفصل الثانی: ۴۲۰/۲، مکتبہ حقانیہ پشاور)

(۲) ”من فرائض الإسلام تعلم ما یحتاج إلیه العبد فی إقامة دینہ و إخلاص عمله للہ تعالیٰ و معاشرۃ عباده. و فرض علی كل مكلف و مكلفة بعد تعلمه علم الدین و الهدایة علم الوضوء و الغسل و الصلوٰۃ و الصوم، و علم الزکوٰۃ لمن له نصاب، و الحج لمن و جب علیہ الخ“۔ (رد المحتار، المقدمة:

نہایت غلط ہے خدائے پاک کے یہاں یہ عذر قابل قبول نہیں ہوگا، دین پر عمل کرنا تو خدائے پاک کا حکم ہے (۱) نہ کہ فلاں اور فلاں کا، اس لئے عوام اپنے اس طرز کو چھوڑیں ورنہ خیر نہیں، قیامت کے دن فلاں اور فلاں بچانے کے لئے نہیں آئیں گے وہ خود ہی اسی گرفت میں ہوں گے کہ چھوٹنا مشکل ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

اپنی بیوی کو بغیر پردہ کے نچوانا کیا کفر ہے؟

سوال [۷۵۱]: ایک مجلس میں دو عالم نے وعظ کہا، پہلے عالم صاحب پردہ کے متعلق وعظ فرما کر چلے آئے، اس کے پیچھے دو شخصوں نے ان عالم صاحب کو برا بھلا کہا اور یہ بھی کہا کہ وہی پڑھ کر آیا ہے اور کوئی عالم نہیں، ہم اپنی بیوی لوگوں کے سامنے بغیر کپڑے کے نچوائیں گے، اس بات کو دوسرے عالم صاحب نے سن کر قرآن و حدیث پڑھ کر بہت سمجھایا لیکن وہ نہیں مانے، اس پر اس عالم صاحب نے کفر کا حکم فرمایا۔ یہ حکم صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح نہ ہو تو کہنے والے پر کیا حکم ہونا چاہئے؟ مدلل فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلياً :

شریعت کا حکم معلوم ہونے پر اس طرح اس کا انکار کرنا یہ شریعت کا مقابلہ کرنا ہے جو کہ مسلمان کا کام نہیں، کافروں جیسا کام ہے، اس لئے اس معنی کو اس کو کفر بھی کہنا درست ہے، کیوں کہ اس کا انجام عامۃً یہ ہوتا ہے کہ آدمی قرآن و حدیث کی بھی بے ادبی اور گستاخی کر بیٹھتا ہے، اس لئے تجدید ایمان اور توبہ کرا لی جائے۔ بحر (۲)،

(۱) قال الله تعالى: ﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ﴾. (البقرة: ۴۳)

وقال تعالى: ﴿شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ

إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ﴾. الآية (الشورى: ۱۳)

(۲) ”ويكفر إذا أنكر آية من القرآن أو سخر بآية منه“. (البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام

المرتدين: ۲۰۵/۵، رشیدیہ)

(و کذا فی شرح الفقہ الأكبر للقاری، فصل فی القراءة، قدیمی)

عالم گیری (۱) خانہ (۲) باب المرتد میں ایسا ہی مذکور ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۸/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۸/۹۱ھ۔

بے دین فقیروں کا حال اور دعویٰ

سوال [۷۵۲]: حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب شب معراج میں دیدار خداوند عالم سے مشرف ہوئے تو اس وقت خدائے عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کتنے کلام کئے تھے اور ان میں سے کتنے ظاہر میں ہیں اور کتنے باطن میں اور اس کی کوئی مقدار متعین اور ظاہری و باطنی میں تقسیم ہونا کسی

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب السیر، الباب التاسع فی أحكام المرتدین، مطلب: موجبات الکفر أنواع، منها ما يتعلق بالقرآن: ۲/۲۶۶، رشیدیہ)

(وکذا فی الفتاویٰ البزازیة، کتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو کفراً، الفصل الثانی، النوع التاسع فی ما یقال فی القرآن الخ: ۶/۳۳۲، رشیدیہ)

(۲) (کذا فی التاتارخانیة، کتاب أحكام المرتدین، فصل فی ما يتعلق بالقرآن: ۵/۴۶۰، ادارة القرآن)

(وکذا فی شرح الفقه الأكبر للقاری، فصل فی القراءۃ والصلوة، ص: ۱۶۷، قدیمی)

وفی شرح الفقه الأكبر أيضاً: ”و فی تممة الفتاوی: من استخف بالقرآن أو بالمسجد أو بنحوه مما یعظم فی الشرع، کفر“۔ (المصدر السابق)

قال فی الفتاویٰ العالمگیریة: ”ما کان فی کونه کفراً اختلافاً، فإن قائله یؤمر بتجدید النکاح، و بالتوبة والرجوع عن ذلك بطریق الاحتیاط..... ثم إن كانت نية القائل..... الوجه الذى یوجب التكفير، لا تنفعه فتوى المفتی، و یؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلك، و بتجدید النکاح بینہ و بین امرأته“۔ (الفتاویٰ العالمگیریة، کتاب السیر، موجبات الکفر أنواع، قبیل الباب العاشر فی البغاة: ۲/۲۸۳، رشیدیہ)

(وکذا فی التاتارخانیة، کتاب أحكام المرتدین، فصل فی إجراء کلمة الکفر: ۵/۴۵۸، ۴۶۱، ادارة القرآن)

(وکذا فی الفتاویٰ البزازیة، کتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو کفراً، الفصل الثانی، النوع الأول فی المقدمة: ۶/۳۲۲، رشیدیہ)

حدیث یا مرشدِ کامل یا کتبِ تصوف سے ثابت ہے یا نہیں؟

چونکہ ہمارے اس دیار میں بعض لوگ اپنے کو فقیر کہلاتے ہیں اور ان کا دعویٰ ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شبِ معراج میں خداوندِ عالم سے ملاقات کی اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے نوے ہزار کلام کئے، منجملہ تیس ہزار ظاہری یعنی شریعت میں اور ساٹھ ہزار باطن میں جس کو معرفت کہتے ہیں، بناءً علیہ وہ ظاہری یعنی شریعت کو چھوڑ کر باطنی کی طرف راغب ہیں اور کہتے ہیں کہ ”یہ قرآن شریف کوئی چیز نہیں، دلی قرآن اصل ہے اور ظاہری قرآن محض کاغذ ہے“۔ نیز: ”علمائے دین کو اندھا کہتے ہیں، نماز کوئی چیز نہیں، وہ کچھ ضروری نہیں“ اور حدیث، تفسیر کو نہیں مانتے۔ یہ سب بکواس کرتے پھرتے ہیں اور گانجا ایون، بھنگ، حقہ نوشی اور ایک دوسرے کی بیوی سے خدمت لینا خلوت میں اور عورتوں کو مرید بنا کر رات میں خلوت میں فیض رسانی کرنا وغیرہ وغیرہ بے غیرتی ان کا طریقہ ہے اور چشتیہ کے نام سے شب و روز سماع، قوالی، بھنگ نوشی میں مشغول رہتے ہیں، ایسے لوگوں کے بارے میں کلام اللہ و کلام الرسول میں کیا حکم ہے؟ اور یہ بھی گزارش ہے کہ کسی طریقہ میں یعنی چشتیہ وغیرہ میں اس کا جائز ہونا ثابت ہے یا نہیں؟ فقط۔

کتبہ: ابو سعید محمد دانش علی غفرلہ، ضلع گوالپاڑہ، آسام۔

الجواب حامداً و مصلياً:

ایسے فقیروں سے گفتگو اور بحث بے سود بلکہ مضر ہے، دین میں ایسے لوگوں کا کوئی حصہ نہیں، اسلامی حکومت ہو تو ایسے لوگوں کو سخت ترین سزا دی جائے۔ جو قرآن کریم (۱) حدیث شریف (۲) تفسیر کو نہیں مانتا (۳) وہ اسلام سے خارج اور مستحقِ نار ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/ ربیع الثانی / ۱۴۰۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/ ربیع الثانی / ۱۴۰۷ھ۔

(۱) ”وفی جواهر الفقہ: من أنکر آية من کتاب اللہ..... کفر“..... و فیہ: ”من جحد القرآن: ای کلہ أو سورة منه أو آية، قلت: و کذا کلمة أو قراءة متواترة، أو زعم أنها لیست من کلام اللہ تعالیٰ کفر: ای إذا کان کونه من القرآن مجمعاً علیہ.“ (شرح الفقہ الأكبر للقاری، فصل فی القراءة والصلوة ص: ۱۶۷، قدیمی)..... =

= (وكذا في البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين : ۲۰۵/۵، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى البزازية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً، الفصل الثاني، النوع التاسع في

القرآن.....: ۳۳۲/۶، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمية، كتاب السير، موجبات الكفر أنواع، منها ما يتعلق بالقرآن :

۲۶۶/۲، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل في ما يتعلق بالقرآن : ۳۹۰/۵، ادارة القرآن)

(۲) ”من أنكر الأخبار المتواترة في الشريعة، كفر..... ثم اعلم أنه أراد بالتواتر هنا التواتر

المعنى لا اللفظي..... وفي الخلاصة : من رد حديثاً، قال بعض مشايخنا : يكفر، وقال المتأخرون :

إن كان متواتراً، كفر، أقول : هذا هو الصحيح إلا إذا كان رد حديث الآحاد من الأخبار على وجه

الاستخفاف والاستحقار والإنكار.“ (شرح الفقه الأكبر للقارى، فصل في القراءة والصلوة، ص :

۱۶۶، ۱۶۵، قديمي)

(وكذا في الفتاوى العالمية، كتاب السير، موجبات الكفر أنواع، منها ما يتعلق بالأنبياء عليهم

الصلاة السلام : ۲۶۵/۲، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب ألفاظ الكفر، الفصل الثاني، الجنس الثالث فيما يقال في الأنبياء

عليهم الصلاة السلام : ۳۸۶/۳، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل في ما يعود إلى الأنبياء عليهم السلام : ۴۸۱/۵،

ادارة القرآن كراچي)

(۳) ”إذا كان الفقيه يذكر شيئاً من العلم أو يروي حديثاً صحيحاً، فقال آخر : اين بچ نيمست ودرده

..... فهذا كفر.“ (الفتاوى العالمية، كتاب السير، موجبات الكفر أنواع، منها ما يتعلق بالعلم

والعلماء : ۲۷۱/۲، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب السير، فصل في أحكام المرتدين، نوع في العلم والعلماء :

۵۶۹/۵، مكتبة غفاريه كوئته)

باب التقلید

(تقلید کا بیان)

تقلید کی شرعی حیثیت

سوال [۷۵۳]: تقلید کی شرعی حیثیت کیا ہے، نیز اگر تقلید ضروری ہے تو شخصی تقلید کیوں ضروری سمجھی جاتی ہے؟ اگر کسی مسئلہ میں کسی امام کی تقلید کی جائے، کسی میں کسی یعنی غیر معین امام کی تقلید کی جائے تو اس میں کیا حرج ہے، علماء اسے کیوں منع کرتے ہیں کہ چاروں ائمہ کا مسلک درست تسلیم کیا جاتا ہے؟

الجواب: نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم،

أما بعد! اصالة ہدایت کا سرچشمہ قرآن پاک ہے ﴿ہدی للناس﴾ (۱) لیکن اس میں عموماً بنیادی اصول اور مسائل بطور ضابطہ کلیہ بیان کئے گئے ہیں، تفصیلات اور فروع کا بیان کرنا حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سپرد ہے: ﴿لتبین للناس ما نزل إليهم﴾ (۲) تاکہ جو مضامین لوگوں کے پاس بھیجے گئے ہیں ان کو آپ ان سے ظاہر کر دیں (بیان القرآن)۔

مثال نمبر ۱:

قرآن پاک میں ہے: ﴿وأقيموا الصلوة﴾ (۳) نماز قائم کرو۔ اس کی پوری تفصیل کہ کس نماز میں

(۱) (البقرة: ۱۸۵)

(۲) (النحل: ۴۴)

”قال الحافظ ابن كثير تحت الآية المذكورة: ﴿لتبين للناس ما نزل إليهم﴾: أي من ربهم لعلمك بمعنى ما أنزل الله، وحرصك عليه واتباعك له، ولعلمنا أنك أفصل الخلائق وسيد ولد آدم، فتفضل لهم ما أجمل وتبين لهم ما أشكل.“ (تفسیر ابن کثیر: ۲/۷۵۳، جمعیۃ احیاء التراث الاسلامی)

(و کذا فی روح المعانی: ۱۲/۱۵۰، دار احیاء التراث العربی)

(۳) (البقرة: ۴۳)

کتنی رکعت ہیں، کس رکعت کے بعد قعدہ ہے، کون سی رکعت میں صرف الحمد پڑھی جاتی ہے، کون سی میں سورت بھی ملائی جاتی ہے، کس نماز میں قرأت آواز سے پڑھی جاتی ہے، کس میں آہستہ؟ وغیرہ وغیرہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے، قرآن شریف سے براہ راست اس کا سمجھنا دشوار ہے۔

مثال نمبر ۲:

﴿وآتوا الزکوٰۃ﴾ (۱) زکوٰۃ ادا کرو۔ اس کی تفصیل کہ چاندی کی زکوٰۃ کس حساب سے ہے، سونے کی کس حساب سے، بکری، گائے، اونٹ کی کس حساب سے؟ احادیث سے معلوم ہوئی جس کا قرآن شریف میں کوئی ذکر نہیں۔

مثال نمبر ۳:

﴿وللہ علی الناس حج البيت﴾ (۲) لوگوں کے ذمہ اللہ کے گھر کا حج لازم ہے۔ اس کی تفصیل کہ طواف کا کیا طریقہ ہے، کتنے چکر ہیں؟ عرفات، منی، مزدلفہ، رمی جمار وغیرہ کے مسائل کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان فرمایا، قرآن پاک کو سمجھنے کے لئے حدیث شریف کی روشنی کو حاصل کرنا ضروری ہے۔ حدیث سے بے نیاز ہو کر قرآن شریف کو سمجھنا ناممکن ہے۔ امت کو حکم ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیان فرمودہ تفصیلات کے ماتحت قرآن شریف سے ہدایت حاصل کرے، اس سلسلہ میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ پاک ہی کی اطاعت ہے: ﴿من یطع الرسول فقد أطاع اللہ﴾ (۳)، اس لئے حدیث میں

(۱) (البقرة: ۴۳)

(۲) (آل عمران: ۹۷)

(۳) (النساء: ۸۰)

قال الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ: "یُنخبر تعالیٰ عن عبدہ ورسولہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بأن من أطاعہ فقد أطاع اللہ، ومن عصاه فقد عصی اللہ، وما ذاک إلا لأنه ﴿ما یطق عن الہوی إن ہو إلا وحی یوحی﴾ قال ابن ابی حاتم: حدثنا أحمد بن سنان عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "من أطاعنی فقد أطاع اللہ، ومن عصانی فقد عصا اللہ." الحدیث قال: "وهذا الحدیث ثابت فی الصحیحین". (ابن کثیر: ۱/۷۰۳، مکتبہ

ارشاد ہے: ”صلوا کما رأیتمونی اصلی“۔ (بخاری شریف: ۲/۱۰۷۶) (۱) جس طرح تم نے مجھ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے تم بھی اسی طرح پڑھو، یہ نہیں فرمایا کہ جس طرح قرآن شریف سے تمہاری سمجھ میں آئے اس طرح پڑھو۔

حدیث کی قسمیں:

بعض چیزیں خود زبان مبارک سے ارشاد فرمائی ہیں ان کو حدیث قولی کہتے ہیں، بعض چیزیں عملاً کی ہیں ان کو حدیث فعلی کہتے ہیں، بعض چیزیں ایسی بھی ہیں کہ آپ کے سامنے کی گئی ہیں یا آپ کے علم میں لائی گئی ہیں اور ان پر آپ نے تردید انکار نہیں فرمایا بلکہ خاموشی اختیار فرمائی ہے جو کہ تائید و تصدیق کے حکم میں ہے اس کو تقریر کہتے ہیں (۲)، یہ تینوں قسم کی حدیثیں امت کے لئے ذریعہ ہدایت ہیں۔

قیاس:

بعض چیزیں ایسی بھی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کی گئیں اور آپ نے اس کا جواب دیا اور مسائل سے خود بھی ایک مسئلہ دریافت فرمایا جس کا حکم ظاہر اور مسائل کو معلوم تھا جب مسائل نے بتا دیا تو آپ نے فرمایا کہ جو چیز تم نے دریافت کی ہے اس کا حکم بھی اسی کے موافق ہے۔

(۱) (کتاب أخبار الآحاد، باب ماجاء فی إجازة خبر الواحد الصدوق: ۲/۱۰۷۶، قدیمی)

(۲) قال الشيخ عبدالحق المحدث الدهلوی رحمہ اللہ تعالیٰ: ”اعلم أن الحدیث فی اصطلاح جمهور المحدثین یطلق علی قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفعله وتقریرہ، ومعنی التقرير: أنه فعل أحد أو قال شيئاً فی حضرته صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ولم ينكره ولم ينهه عن ذلك، بل سکت وقرر، وكذلك یطلق علی قول الصحابی..... فماتتهی إلى النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقال له: المرفوع، وما انتهی إلى الصحابی یقال له: الموقوف..... والرفع قد یكون صریحاً وقد یكون حکماً، أما صریحاً، ففي القولی یقول کذا..... وفي الفعلی کقول الصحابی: رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فعل کذا..... وفي التقريری أن یقول الصحابی أو غیره: فعل فلان أو أحد بحضرة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کذا، ولا یدکر إنکاره.“ (لمعات التنقیح شرح المشکوٰۃ، مقدمة فی بیان بعض مصطلحات الحدیث: ۲۲/۱، ۲۳، مکتبہ المعارف العلمیة لاہور)

(وبمعناه فی نخبة الفکر لابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ ص: ۹۳، فاروقی کتب خانہ ملتان)

مثال:

کسی نے دریافت کیا کہ ”میری والدہ کے ذمہ حج ہے اس کو اس کی طرف سے ادا کر لوں تو ادا ہو جائے گا؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں، ادا ہو جائے گا، اگر اس کے ذمہ قرض ہو اور تم ادا کر دو تو ادا ہو جائے گا“؟ اس نے کہا ہاں ادا ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا: ”اللہ کا قرض بطور اولیٰ ادا ہو جائے گا“۔ (بخاری شریف: ۱۰۸۸/۲)۔ جیسا کہ بخاری شریف: ۱۰۸۸/۲، میں یہ حدیث مذکور ہے:

”عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما أن امرأةً جاءت إلى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: إن أمی نذرت أن تحج، فماتت قبل أن تحج، أفأحج عنها؟ قال: ”نعم حجي عنها، أ رأيت لو كان علي أمك دين أكنت قاضية؟“ قالت: نعم، قال: ”اقضوا الذي له، فإن الله أحق بالوفاء“ (۱)۔

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک عورت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی (اور عرض کیا) میری اماں نے حج کرنے کی نذر مانی تھی اور حج کرنے سے قبل مر گئی، تو کیا میں اس کی طرف سے حج کر دوں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”ہاں اس کی طرف سے حج کر دیں، بتا اگر تیری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تو ادا کرتی؟“ اس نے کہا، ہاں، ارشاد فرمایا: ”جو اس کے لئے ہے اسے ادا کرو، بے شک اللہ کا حق پورا کرنے کے زیادہ لائق ہے۔“

(۱) (صحیح البخاری، کتاب الاعتصام، باب من شبہ أصلاً معلوماً بأصل مبین: ۱۰۸۸/۲، قدیمی کتب

خانہ)

قال الحافظ ابن حجر رحمه الله تعالى تحت هذا الحديث: ”وقد احتج المزماني بهذين الحديثين (أى الحديث المذكور والذي قبله في الباب) على من أنكر القياس..... فقد قاس الصحابة فمن بعدهم من التابعين وفقهاء الأمصار وباللہ التوفيق..... وقال الكرمانی: عقد هذا الباب، وما فيه يدل على صحة القياس، وأنه ليس مذموماً..... وقال ابن العربي وغيره: القرآن هو الأصل، فإن كانت دلالة خفية، نظر في السنة، فإن بينته وإلا فالجلى من السنة، وإن كانت الدلالة منهما خفية نظر في ما اتفق عليه الصحابة، فإن اختلفوا رجح، فإن لم يوجد عمل بما يشبه نص الكتاب، ثم السنة، ثم الاتفاق، ثم الراجح.“ (فتح الباری، کتاب الاعتصام، باب من شبہ أصلاً معلوماً: ۱۳/۳۶۷، ۳۶۸، قدیمی)

اس کو شریعت میں قیاس، اجتہاد، استنباط، اعتبار کہتے ہیں، (۱)، اس کی تعلیم بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے، اس کے شرائط اور تفصیلات کتب اصول میں مذکور ہیں (۲)، اس کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے کہ قرآن و حدیث سے مسئلہ صاف صاف سمجھ میں نہ آتا ہو (۳)۔

(۱) "قال الله تعالى: ﴿فاعتبروا يا أولي الأبصار﴾ [الحشر: ۲]، قال العلامة الآلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ تحتها: "واشتهر الاستدلال بالآية على مشروعية العمل بالقياس الشرعي، قالوا: إنه تعالى أمر فيها بالاعتبار، وهو العبور والانتقال من الشيء إلى غيره، وذلك متحقق في القياس؛ إذ فيه نقل الحكم من الأصل إلى الفرع، ولذا قال ابن عباس في الأسنان: "أعتبر حكمها بالأصابع في أن ديتها متساوية". والأصل في الإطلاق الحقيقة. وإذ ثبت الأمر، وهو ظاهر في الطلب الغير الخارج عن اقتضاء الرجوع أو الندب. ثبتت مشروعية العمل بالقياس..... وقال الخفاجي في وجه الاستدلال: قالوا: إنا أمرنا في هذه الآية بالاعتبار، وهو رد الشيء إلى نظيره بأن يحكم عليه بحكمه، وهذا يشمل الاتعاظ والقياس العقلي والشرعي، وسوق الآية للاتعاظ، فتدل عليه عبارة وعلى القياس إشارة، وتتمام الكلام على ذلك في الكتب الأصولية." (روح المعاني: ۲۸/۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶،

حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قاضی بنا کر یمن بھیجا تو بہت سی ہدایتیں دیں اور دور تک رخصت کرنے کے لئے تشریف لے گئے، یہ بھی دریافت فرمایا کہ ”تم کس قانون کے ماتحت فیصلے کرو گے؟“ تو انہوں نے عرض کیا: قرآن پاک کے ماتحت، ارشاد فرمایا کہ: ”اگر اس میں تم کو نہ ملے؟“ عرض کیا کہ سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابق فیصلے کروں گا، فرمایا کہ: ”اگر تمہیں اس میں بھی نہ ملے تو؟“ عرض کیا کہ: اجتہاد کروں گا، اس پر مسرت کا اظہار کر کے پوری تائید فرمائی اور اس انتخاب پر خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ ابوداؤد شریف: ۱۳۹/۲ میں یہ واقعہ مذکور ہے۔

”إن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لما أراد أن يبعث معاذاً إلى اليمن قال: ”كيف تقضى إذا عرض لك قضاء؟“ قال: أقضى بكتاب الله، قال: ”فإن لم تجد في كتاب الله؟“ قال: فبسنة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، قال: ”فإن لم تجد في سنة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، ولا في كتاب الله؟“ قال: أجتهد برأى ولا آلو، فضرب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم صدره، فقال: ”الحمد لله الذي وفق رسول رسول الله لما يرضى رسول الله“ (۱)۔

اجتہاد:

جو مسئلہ قرآن و حدیث میں صاف صاف نہ ملتا ہو اس کا حکم نظائر و دلائل میں غور کر کے نکالنا اجتہاد ہے، اس کو قیاس بھی کہتے ہیں جیسا کہ اوپر معلوم ہوا، اگر اس پر اتفاق ہو جائے تو وہ اجماع کہلاتا ہے (۲) اسی لئے

(۱) (سنن أبی داؤد، کتاب الأقضية، باب اجتہاد الرأى فى القضاء: ۱۳۹/۲، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(۲) قال الملا جيون رحمه الله تعالى: ”باب الإجماع: وهو لغة الاتفاق، وفى الشريعة: اتفاق مجتهدين صالحين من أمة محمد (عليه الصلوة والسلام) فى عصر واحد على أمر قولى أوفعلى“. (نور الأنوار)، وفى قمر الأقسام: ”(قوله: على أمر قولى أوفعلى) شرعى أو عقلى أو عرفى غير ثابت بالكتاب والسنة قطعاً.“ (ص: ۲۱۹، ایچ ایم سعید کمپنی)

(و كذا فى بداية المجتهد ونهاية المقتصد لابن رشد القرطبي رحمه الله تعالى، الإجماع وأثره فى الخلاف: ۱/۲۲۳، دار الكتب العلمية)

علمائے اصول نے لکھا ہے کہ قیاس حکم کو ثابت نہیں کرتا بلکہ ظاہر کرتا ہے (۱)۔ جو حکم قرآن یا حدیث میں موجود تو تھا لیکن مخفی تھا، عامۃً لوگ اس کو سمجھ نہیں سکتے تھے، مجتہد نے اس کو اس کے نظائر پر قیاس کر کے یا دلالت، اشارت، اقتضاء وغیرہ سے استنباط کر کے ظاہر کر دیا۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے مستقل باب منعقد کیا ہے (۲)۔

تقلید:

جس شخص میں اجتہاد کی قوت نہ ہو اس کو مجتہد کا اتباع لازم ہے اس کا نام تقلید ہے، حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسی لئے قاضی بنا کر بھیجا تھا کہ ان کے بتائے ہوئے مسائل و احکام پر عمل کیا جائے، جن کے ماخذ تین ہیں: قرآن پاک، حدیث شریف، اجتہاد (۳) اور تینوں کو تسلیم کرنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کی اطاعت ہے۔

”عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”من أطاعنی فقد أطاع اللہ، ومن عصانی فقد عصی اللہ، ومن یطع الأمير فقد أطاعنی، ومن

(۱) ”(وهو) (أى القياس) إبانة مثل حکم أحد المذکورین بمثل علته فی الآخر، فاختیر لفظ الإبانة؛ لأن القیاس مظهر لامثبت.“ (نور الأنوار، باب القیاس، ص: ۲۲۴، ایچ. ایم. سعید کمپنی)

(۲) (صحیح البخاری، کتاب الاعتصام، باب ماجاء فی اجتہاد القضاء بما أنزل اللہ تعالیٰ، لقوله تعالیٰ: ﴿و من لم یحکم بما أنزل اللہ، فأولئک هم الظالمون﴾. ”ومدح النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صاحب الحکمة حین یقضی بها ویعلمها، لا یتکلف من قبله، ومشاورۃ الخلفاء وسؤالهم أهل العلم.“ (۱۰۸۸/۲، قدیمی)

وقال الحافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ: ”وقد علم الجميع بأن النصوص لم تحط بجميع الحوادث، فعرّفنا أن اللہ قد أبان حکمها بغير طریق النص وهو القیاس، ویؤید ذلك قوله تعالیٰ: ﴿لعلّمہ الذین یستنبطونہ منه﴾؛ لأن الاستنباط هو الاستخراج وهو بالقیاس؛ لأن النص ظاهر.“ (فتح الباری، کتاب الاعتصام، باب ماجاء فی اجتہاد القضاء: ۳۷۰/۱۳، قدیمی)

(۳) (راجع، ص: ۶۰۰، رقم الحاشیہ: ۱)

يعص الأمير فقد عصاني“. الحدیث متفق علیہ“۔ (مشکوٰۃ شریف ص: ۳۱۰) (۱)۔

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی، اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی، اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی“۔

مسائل کی قسمیں:

مسائل دو قسم کے ہیں: ایک وہ جن کا تذکرہ نص (قرآن یا حدیث) میں موجود ہے، دوسرے وہ جن کا تذکرہ قرآن یا حدیث میں موجود نہیں۔

قسم اول: (جن کا تذکرہ نص میں موجود ہے) کی دو صورتیں ہیں: اول یہ کہ نص ایک ہی طرح کی ہے جس سے ایک ہی طرح کا مثبت یا منفی حکم صاف صاف معلوم ہوتا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ نص دو طرح کی ہے: کسی سے مثبت حکم معلوم ہوتا ہے کسی سے منفی، مثلاً: کسی سے آمین بالجہر معلوم ہوتا ہے کسی سے آمین بالسر، کسی سے رفع یدین معلوم ہوتا ہے کسی سے ترک رفع۔ پھر ایسے مسائل میں بھی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ تاریخی شواہد یاد دیگر قرآن سے نص کا مقدم و مؤخر ہونا معلوم ہو کہ فلاں نص مقدم ہے اور فلاں مؤخر۔ دوسری صورت یہ ہے کہ نص کا مقدم و مؤخر ہونا معلوم نہ ہو، یہ پتہ نہ چلے کہ کونسی نص پہلے کی ہے کونسی بعد کی؟ یہ کل چار قسمیں ہوں۔

پہلی قسم:

وہ مسائل جن میں نص ایک ہی طرح کی ہے، ایسے مسائل میں قیاس و اجتہاد نہیں کیا جاتا، نہ کسی کی تقلید کی جاتی ہے بلکہ نص پر عمل کیا جاتا ہے۔

دوسری قسم:

وہ مسائل جن میں نص دو طرح کی ہے اور مقدم و مؤخر کا بھی علم ہے، ایسے مسائل میں عموماً مقدم کو

منسوخ مان کر مؤخر پر عمل کیا جاتا ہے، ان میں بھی نہ قیاس و اجتہاد کی حاجت ہے نہ تقلید کی۔

تیسری قسم:

وہ مسائل جن میں نص دو طرح کی ہے اور مقدم و مؤخر کا علم نہیں۔

چوتھی قسم:

وہ مسائل جن میں نص موجود نہیں۔

ان اخیر کی دونوں قسم کے مسائل دو حال سے خالی نہیں: آدمی کچھ عمل کرتا ہے یا نہیں، اگر عمل نہیں کرتا اور آزاد پھرتا ہے تو اس کی اجازت نہیں: ﴿أیحسب الإنسان أن یترک سدی﴾ (۱) ”کیا انسان سمجھتا ہے کہ آزاد چھوڑ دیا جائے گا؟“ ﴿أفحسبتم أنما خلقتنا کم عبثاً﴾ (۲) ”کیا تمہارا گمان ہے کہ ہم نے تم کو بے کار پیدا کیا“ یعنی ایسا نہیں بلکہ تمہیں ہر موقعہ پر ہمارے حکم کی تعمیل کرنی ہے۔ اور اگر کچھ عمل کرنا ہے تو کیا عمل کرے۔

تیسری قسم کے مسائل میں کونسی نص کو اختیار کرے؟ ایک نص کو اختیار کرنے سے دوسری نص چھوٹی ہے اپنی طرف سے عمل کے لئے کسی نص کی تعیین کر نہیں سکتا، تقدیم و تاخیر کا علم نہیں کہ ایک کو نسخ دوسری کو منسوخ قرار دے کر نسخ پر عمل کر لے، اور چوتھی قسم کے مسائل میں نص موجود ہی نہیں تو بلا علم کے عمل کس چیز پر کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ولا تقف ما لیس لك به علم﴾ (۳) اس کا حاصل یہ ہے کہ بلا تحقیق و علم کے کسی بات پر عمل مت کرو، تو لا محالہ ان دونوں قسم کے مسائل میں اجتہاد کی ضرورت ہوگی۔ تیسری قسم میں تو اس لئے کہ علم

(۱) (القیامة: ۳۶)

(۲) (المؤمنون: ۱۱۵)

(۳) (بنی اسرائیل (الاسراء): ۳۶)

قال العلامة السید محمود الالوسی رحمہ اللہ تعالیٰ: ”أی لاتتبع ما لا علم لك به من قول

أوفعل، وحاصله یرجع إلى النهی عن الحكم بما لا یكون معلوماً..... واختار الإمام العموم، قال: إن اللفظ

عام یتناول الكل فلامعنی للتقیید.“ (روح المعانی: ۵/۱۳، دار احیاء التراث العربی)

(وکذا فی تفسیر ابن کثیر: ۵/۳، جمعیة احیاء التراث الاسلامی ریاض)

کے واسطے نص کو متعین کیا جائے، چوتھی قسم میں اس لئے کہ حکم معلوم کیا جائے اور یہ ظاہر ہے کہ ہر شخص میں اجتہاد و استنباط کی قوت و اہلیت نہیں ہوتی، یہ آیت بھی اسی بات کو واضح کر رہی ہے: ﴿ولودوه إلی الرسول و إلی أولی الأمر منهم، لعلمه الذین یستنبطونه منهم﴾ (۱) یوں تو ہر شخص کوئی نہ کوئی صحیح یا غلط رائے قائم کرنے کا دعویٰ کر ہی سکتا ہے لیکن جس کا استنباط شرعاً معتبر ہو اس کو مستنبط اور مجتہد کہتے ہیں (۲)، جس کا معتبر نہ ہو اس کو مقلد کہتے ہیں۔

پس ان دونوں قسم کے مسائل میں مجتہد کو اجتہاد ضروری ہے اور مقلد کو اس کی تقلید ضروری ہے، اجتہاد میں اگر خطا ہو جائے تب بھی مجتہد اجر سے محروم نہیں، اگر اجتہاد صحیح ہو تو دوسرے اجر کا مستحق ہے جیسا کہ بخاری شریف: ۱۰۹۲/۲ میں ہے (۳)۔

ایک شبہ:

اب یہاں یہ شبہ باقی رہ جاتا ہے کہ مجتہد تو بہت سے ہوئے: صحابہ میں بھی، تابعین میں بھی، تبع تابعین میں بھی، پھر ائمہ اربعہ: امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ، ہی کی تقلید کیوں کی جاتی ہے؟ کسی اور کی تقلید میں کیا مضائقہ ہے؟ خاص کر وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جن کے فضائل احادیث

(۱) (النساء: ۸۳)

(۲) کسی شخص کو اس وقت تک استنباط و اجتہاد کی شرعاً اجازت ہی نہیں جب تک اس کے اندر اس کے شرائط موجود نہ ہوں: ”وقد ذکر الشافعی شرط من له أن یقیس فقال: یشرط أن یکون عالمًا بالأحكام من کتاب الله تعالیٰ، وینسخه وینسوخه، وعامه وخاصه، ویستدل علی ما احتمال التأویل بالسنة والإجماع، فإن لم یکن فبالقیاس علی ما فی الکتاب، فإن لم یکن فبالقیاس علی ما فی السنة، فإن لم یکن فبالقیاس علی ما اتفق علیہ السلف وإجماع الناس..... ولا یكون لأحد أن یقیس حتی یكون عالمًا بما مضی قبله من السنن وأقوال السلف رحمهم الله تعالیٰ وإجماع الناس اه“۔ (فتح الباری لابن حجر، کتاب الاعتصام، باب من شبہ أصلاً معلوماً بأصل مبین: ۱۳/۳۶۷، ۳۶۸، قدیمی)

(۳) ”عن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ أنه سمع رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول: ”إذا حکم الحاکم، فاجتهد فأصاب، فله أجران، وإذا حکم فاجتهد ثم أخطأ، فله أجر“۔ (صحیح البخاری، کتاب الاعتصام، باب أجر الحاکم إذا اجتهد فأصاب أو أخطأ: ۱۰۹۲/۲، قدیمی)

میں کثرت سے آئے ہیں ان کی تقلید کیوں نہ کر لی جائے؟

جواب:

اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم یقیناً ائمہ اربعہ سے بدرجہا افضل ہیں، ائمہ اربعہ کی تقلید کی وجہ یہ نہیں کہ ان کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افضل تصور کیا جاتا ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ تقلید کے لئے ان مسائل کا معلوم ہونا ضروری ہے جن میں تقلید کی جاتی ہے اور آج جس قدر تفصیل کے ساتھ ہر باب اور ہر فصل کے مسائل ائمہ اربعہ کے مذاہب میں مدون اور مجتمع ہیں، یہاں تک کہ کتاب الطہارت سے لے کر کتاب الفرائض تک عبادات، معاملات، مزا جبرغرض ہر شعبہ کے ایک ایک مسئلہ کو جمع کر دیا گیا ہے، اس طرح تفصیل کے ساتھ نہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کسی کا مذہب مدون ملتا ہے، نہ تابعین سے، نہ تبع تابعین وغیرہ سے، پھر ائمہ اربعہ کو چھوڑ کر کسی اور کی تقلید کی جائے تو کس طرح کی جائے؟ اس لئے ائمہ اربعہ ہی کی تقلید کو اختیار کیا گیا ہے۔

اللہ پاک نے ان چاروں کو قرآن و حدیث کا تفصیلی علم اور درایت و استنباط کی مہارت تامہ عطا فرمائی تھی حتیٰ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جس قدر احادیث صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ذریعہ عالم میں پھیلی ہیں وہ سب ان چاروں کے پاس موجود ہیں، یہ تو ہو سکتا ہے کہ کوئی ایک روایت ان میں سے ایک کے علم میں ہو اور دوسرے کے علم میں نہ ہو، مگر ایسا نہیں کہ کوئی روایت ان میں سے کسی کے پاس نہ ہو۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح مؤطا، ص: ۶۰ میں احادیث کے نشر و اشاعت اور مدینہ طیبہ کی علمی مرکزیت کا حال تحریر فرماتے ہوئے لکھا ہے۔

”بالجملہ این چہار امامانند کہ عالم را ایشان احاطہ کردہ است امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ

تعالیٰ، امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ و امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ الخ“ (۱)۔

یہ چار امام ایسے ہیں کہ ان کا علم سارے عالم کو گھیرے ہوئے ہے اور وہ چار امام امام ابوحنیفہ، امام

مالک، امام شافعی اور امام احمد (رحمہم اللہ) ہیں۔

(۱) (مقدمة مصفے شرح المؤطا للامام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ، ص: ۶، کتب خانہ رحیمیہ دہلی)

ایک سوال:

یہ کیوں ضروری ہے کہ ایک ہی امام کی تقلید کی جائے، اس میں کیا حرج ہے کہ کوئی مسئلہ کسی امام کا لے لیا جائے کوئی کسی کا، جیسا کہ دور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و تابعین میں یہی طریق رائج تھا، کسی ایک پر سارے مذہب کا انحصار نہیں تھا؟

جواب:

قرون اولیٰ میں خیر کا غلبہ تھا، نفسانی خواہشوں کا عامۃً دین میں دخل نہیں تھا، اس لئے جو شخص بھی اپنے جس بڑے سے مسئلہ دریافت کرتا نیک نیتی سے دریافت کرتا اور اس پر عمل کر لیتا تھا، چاہے نفس کے موافق ہو یا خلاف ہو، مگر بعد کے دور میں یہ بات نہیں رہی بلکہ لوگوں میں ایسا داعیہ پیدا ہونے لگا کہ ایک مسئلہ ایک عالم سے معلوم کیا اس میں نفس کو تنگی محسوس ہوئی تو دوسرے سے اسی پر قناعت نہیں کی گئی جس میں سہولت معلوم ہوئی تو بس اسی کو اختیار کر لیا، پھر اسی پر قناعت نہیں کی گئی بلکہ ہر مسئلہ میں اس کی فکر لگی (کہ) کہاں سے سہولت کا جواب ملتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ طلب حق کا داعیہ نہیں۔

اس میں بعض دفعہ بڑی خرابی پیدا ہو جاتی ہے، مثلاً: کسی با وضو آدمی نے بیوی کو ہاتھ لگایا اس سے کسی شافعی المذہب نے کہا کہ وضو دوبارہ کرو کیونکہ یہ ناقض وضو ہے تو یہ شخص جواب میں کہتا ہے کہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تقلید کرتا ہوں، ان کے نزدیک ناقض وضو نہیں، بلکہ اس وضو سے نماز درست ہے، پھر اس نے قے کی اس پر ایک حنفی المذہب نے کہا کہ وضو دوبارہ کرو کیونکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قے ناقض وضو ہے، اس نے جواب دیا کہ میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کی تقلید کرتا ہوں، ان کے نزدیک ناقض وضو نہیں ہے، بلکہ اس وضو سے نماز درست ہے (۱)۔ اب یہ شخص اگر اسی وضو سے نماز پڑھے گا تو اس کی نماز نہ

(۱) "قال فی شرح المہذب: إن العامی هل یلزمه أن یتمذہب بمذہب معین یاخذ عزائمہ؟ فیہ وجہان حکاہما ابن برہان: أحدهما: لا یلزمہ کمالہ یلزم فی العصر الأول أن یخص بتلقیدہ عالمًا بعینہ، والثانی: یلزمہ..... وهو جار فی کل من لم یبلغ رتبہ الاجتہاد من الفقہاء وأصحاب سائر العلوم، ووجہہ أنه لو جاز اتباع أئی مذہب شاء، لأفضی إلى أن یلتقط رخص المذاهب متبعًا ہواہ، =

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک درست ہوگی، نہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک درست ہوگی، اسی کا نام تلفیق ہے جو کہ بالاجماع باطل اور ناجائز ہے۔

درحقیقت یہ طریقہ اختیار کرنا امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تقلید ہے نہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تقلید ہے، بلکہ یہ تو خواہش نفسانی کا اتباع ہے جو کہ شرعاً ممنوع ہے (۱) اس کا نتیجہ خدا کے راستہ سے ہٹنا اور بھٹکنا ہے: ﴿وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾ (۲) اس لئے ضروری ہوا کہ ایک ہی امام کی تقلید کی جائے۔ چونکہ قرآن پاک نے اتباع کو انابت کے ساتھ مربوط کیا ہے: ﴿وَاتَّبِعِ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ﴾ (۳) اس بناء پر مجموعی حالات سے کسی کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق ظن غالب حاصل ہوا کہ منیب ومصیب ہیں یعنی ان کا اجتہاد قرآن و حدیث کے زیادہ موافق ہے، اس لئے ان کی تقلید اختیار کی۔ کسی کو امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ، امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ میں سے کسی کے متعلق یہ ظن حاصل ہوا

= ويتخير بين التحليل والتحریم، والوجوب والجواز، وذلك يؤدي إلى الخلال ربة التكليف، بخلاف العصر الأول، فإنه لم تكن المذاهب الوافية بأحكام الحوادث مهذبة. فعلى هذا يلزمه أن يجتهد في اختيار مذهب يقلده على التعيين وليس له أن يتمذهب بمذهب أحد من أئمة الصحابة رضي الله تعالى عنهم وغيرهم من الأولين وإن كانوا أعلم وأعلى درجة ممن بعدهم؛ لأنهم لم يتفرغوا للتدوين وضبط أصوله وفروعه، فليس لأحد منهم مذهب محرم مقرر، وإنما قام بذلك من جاء بعدهم من الأئمة الناحلين لمذاهب الصحابة رضي الله تعالى عنهم والتابعين، القائمين بتمهيد الأحكام والوقائع قبل وقوعها.

(مقدمة إعلاء السنن، الفائدة الحادية عشر، تحقيق في الالتزام بمذهب اهـ: ۲۲۳/۲، إدارة القرآن)

(۱) ”ولو شاعت المذاهب كلها في بلد من البلاد واشتهرت، وفيه من العلماء بكل مذهب عدد كثير، جاز للعامة تقليد أي مذهب من المذاهب شاء، وكلها في حقه سواء، وله أن لا يتمذهب بمذهب معين، ويستفتي من شاء من علماء المذاهب هذامرةً وذلك أخرى، كما كان عليه السلف الصالح رضي الله تعالى عنهم بشرط أن لا يُلَفَّقَ بين مذهبين في عمل واحد، ولا يتبع الرخص متبعاً هواه؛ لأن ذلك من التلهي، وهو حرام بالنصوص والإجماع“.

(مقدمة إعلاء السنن الفائدة الحادية عشر في مسائل شتى: ۲۲۳/۲)

(۲) (ص: ۲۶)

(۳) (لقمان: ۱۵)

اس نے ان کی تقلید کی۔ اب یہ درست نہیں کہ اپنے امام کو چھوڑ کر جب دل چاہا کسی دوسرے کے مذہب پر عمل کر لیا کیونکہ بغیر اجازت شرعیہ کے اس میں تعلق بھی ہو جاتی ہے اور خواہش نفسانی کا اتباع ہے جس کا نتیجہ حق سے بعد اور گمراہی ہے۔

چنانچہ مولانا محمد حسین صاحب نے زمانہ دراز تک تقلید کی مخالفت کرتے رہنے کے بعد تقلید نہ کرنے کے تلخ تجربات سے متاثر ہو کر اپنے رسالہ (اشاعت السنۃ جلد ۱۱، عدد ۲، ص: ۵۳) میں لکھا ہے:

”پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں، ان میں بعض عیسائی ہو جاتے ہیں اور بعض لامذہب جو کسی دین و مذہب کے پابند نہیں رہتے اور احکام شریعت سے فسق و خروج تو اس آزادی کا ادنیٰ نتیجہ ہے اھ“۔

(سبیل الرشاد ص: ۱۴) (۱)۔

اسی وجہ سے صدیوں سے بڑے بڑے بے شمار متبحر علماء جن کو قرآن پاک میں گہری بصیرت ہے اور علم حدیث و آثار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بے شمار خزانہ جن کی نظروں کے سامنے اور خشیت و تقویٰ سے جن کے قلوب مالا مال ہیں اور جو اپنی زندگی کا ہر گوشہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کے چراغ سے روشن کرتے ہیں وہ ان سب فضائل و کمالات کے باوجود تقلید ہی کو اختیار کرتے آئے ہیں، بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو یہ کمالات اپنے رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اتباع اور اپنے دین کے خدام، اولیائے کرام، مجتہدین عظام کی تقلید و احترام کے طفیل میں عطا فرمائے تو غالباً مبالغہ نہ ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

تقلید کا ثبوت حدیث سے

سوال [۷۵۲]: رسالہ ”اہل حدیث“ دہلی سے شائع ہوتا ہے، اس رسالہ میں ۲۱/ جون ۱۹۷۳ء کو مولانا آزاد رحمانی نے تقلید کے بارے میں دو حدیث اور ایک آیت قرآنی درج کی ہے اور مذہبِ احناف پر طعن کیا ہے۔ آیت یہ ہے: ﴿أَنْ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا﴾ (۲) اور آیت کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ بلاشبہ دین میں

(۱) (سبیل الرشاد، از تالیفات رشیدیہ، ص: ۵۰۷، ادارۃ اسلامیات لاہور)

(۲) (الأنعام: ۱۵۳)

سیدھا راستہ ہے تو اسی کا اتباع کرو اور دوسرے راستوں پر مت چلو کیونکہ وہ تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گے۔
احمد، نسائی، دارمی سے مشکوٰۃ نے بحوالہ اس آیت کے متعلق ایک حدیث نقل کی ہے:

”عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: خط لنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطاً، قال: ”هذا سبیل اللہ“ ثم خط خطوطاً عن یمنہ وعن شمالہ، قال: ”هذه السبل، وعلى کل منها شیطان یدعوا الیہ وقرأ: ﴿أَنْ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ﴾ (۱)۔“

ترجمہ یہ کیا ہے کہ ”عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک لکیر کھینچی پھر فرمایا کہ ”یہ اللہ کا راستہ ہے“ پھر اس کے دائیں اور بائیں لکیر کھینچی پھر فرمایا: ”یہ وہ راستہ ہے جن میں سے ہر راستہ پر شیطان ہے جو لوگوں کو انہیں راستوں کی طرف بلاتا ہے، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا آیت تلاوت فرمائی: ﴿أَنْ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ﴾ (۲)۔ غور فرمائیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے راستہ کو صراط مستقیم فرمایا ہے اور اس کے دائیں اور بائیں راستوں یعنی بلند پایہ فقہائے احناف وغیرہ کے راستوں کو مردود شیطان کا راستہ قرار دیا ہے اور کہہ دیا کہ یہ شیطان سیدھے راستہ سے لوگوں کو منحرف کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس سے بہتر تمثیل باطل کی نشاندہی کے لئے اور کیا ہو سکتی ہے، اگر کسی کو یہ شک ہو کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ تمثیل چاروں تقلیدی مذاہب پر کس طرح فٹ ہو سکتی ہے جبکہ اس حدیث میں صرف خطوط کا ذکر ہے اور چار کا ذکر نہیں ہے تو اس شخص کو ”درمنثور“ کی یہ روایت ملاحظہ کرنی چاہئے:

”عن جابر بن عبداللہ قال: کنا جلوساً عند النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فخط خطاً هكذا امامہ، فقال: ”هذا سبیل اللہ“ وخطین عن یمنہ وخطین عن شمالہ، وقال: ”هذا سبیل“

(۱) (مسند أحمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ: مسند ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ۵/۲، رقم

الحدیث: ۲۱۳۱، دار احیاء التراث العربی بیروت)

(ومشکوٰۃ المصابیح، کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الثانی، ص: ۳۰، قدیمی)

(۲) (الأنعام: ۱۵۳)

الشيطان، ثم وضع يده في الخط الأوسط وتلا: ﴿أَنْ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ﴾: ۳/ ۵۱ (۱)
(أيضاً ابوداؤد شریف)

ترجمہ: ”حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے اس طرح ایک خط اپنے سامنے کھینچا اور فرمایا: ”یہ اللہ کا راستہ ہے“ اور دو خط اس کے داہنے اور خط اس کے بائیں کھینچے یعنی چار خط، اور فرمایا: ”یہ شیطان کا راستہ ہے“ اور پھر اپنا دست مبارک بیچ کے خط پر رکھا اور یہ آیت تلاوت فرمائی کہ ”بلاشبہ میرا راستہ سیدھا ہے، پس اس کی اتباع کرو“۔

اوپر کی حدیث اور آیت کے بارے میں علمائے کرام کیا فرماتے ہیں؟ اور یہ ترجمہ و مطلب درست ہے

یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

چاروں امام بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے صراط مستقیم پر ہیں، کوئی غلط راستہ پر نہیں، گمراہ نہیں، جیسے آمین بالجبر کہنا بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا راستہ ہے (۲) اور آمین بالسر کہنا بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا راستہ ہے (۳)۔ محدثین نے دونوں قسم کی حدیثیں اپنی کتابوں میں سند کے ساتھ لکھی ہیں۔

(۱) (الدر المنثور للسيوطي رحمه الله تعالى: ۳/ ۵۶، طبع مؤسسة الرسالة)

(۲) ”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ”إذا قال الإمام:

﴿غير المغضوب عليهم ولا الضالين﴾ فقولوا: آمين، فإنه من وافق قوله قول الملائكة، غفر له ماتقدم من

ذنبه.“ (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب جهر المأموم بالتأمين: ۱/ ۱۰۸، قديمي)

(۳) ”عن علقمة بن وائل عن أبيه رضي الله عنه: أنه صلى مع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فلما

بلغ ”غير المغضوب عليهم ولا الضالين“، قال: ”آمين“ وأخفى بهاصوته.“ رواه

أحمد، وأبوداؤد الطيالسي، وأبو يعلى الموصلي في ”مسانيدهم“ والدارقطني في: ”سننه“ والحاكم في

”المستدرک“..... وقال: حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه.“ (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب ماجاء

في سنية التأمين والاختفاء بها: ۲/ ۲۱۶، إدارة القرآن)

(ومسند أحمد بن حنبل رحمه الله تعالى: ۵/ ۴۱۳، رقم الحديث: ۵۷۳۷، دار إحياء التراث العربي)

اسی طرح رفع یدین (۱) اور ترک رفع یدین کا حال ہے (۲)۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ ”حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک صحابی کو نماز میں قرآن پڑھتے ہوئے سنا اس طریقہ پر جس طریقہ پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نہیں سنا تھا تو غصہ آیا، لیکن ان کی نماز کے ختم ہونے کا انتظار کیا، پھر ان کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے اور شکایت کی، جس پر ارشاد فرمایا کہ ”ان کو چھوڑ دو اور ان سے سنا کہ کس طرح پڑھتے ہو“، جب انہوں نے اس طرح سنایا جس طرح وہ پڑھتے تھے تو ارشاد فرمایا کہ ”اسی طرح نازل ہوا ہے“ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا انہوں نے اس طرح پڑھا جس طرح پڑھتے تھے تو ارشاد فرمایا کہ ”اسی طرح نازل ہوا ہے“ (۳)، حالانکہ دونوں کے پڑھنے میں

(۱) ”عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قال: رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم إذا قام فی الصلوة، رفع یدیه حتی تکون احدى منکبیه، وکان یفعل ذلک حین یکبر للركوع، ویفعل ذلک إذا رفع رأسه من الركوع.“ الحدیث. (صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب رفع یدین إذا کبر وإذا رکع: ۱۰۲/۱، قدیمی)

(۲) ”عن جابر بن سمرة -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- قال: خرج علينا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال: ”مالی أراکم رافعی أیدیکم كأنها أذنان خیل شمس، اسکنوا فی الصلوة.“ (الصحيح لمسلم رحمه الله تعالیٰ، کتاب الصلوة، باب الأمر بالسكون فی الصلوة: ۱۸۱/۱، قدیمی)

(۳) ”عروة بن الزبیران المسور بن مخرمة وعبد الرحمن بن عبد القاری حدثاه أنهما سمعا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول: سمعت هشام بن حکیم یقرأ سورة القرآن فی حياة رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فاستمعت لقرآءته، فإذا هو یقرأ علی حروف كثيرة لم یقرئنیها رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فكدت أساوره فی الصلوة، فتصبرت حتى سلم، فلبتته بردائه فقلت: من أقرأک هذه السورة التي سمعتک تقرأ؟ قال: أقرأنیها رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم. فقلت: كذبت، فإن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قد أقرأنیها علی غیر ما قرأت، فانطلقت به أقوده إلى رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقلت: إني سمعت هذا یقرأ بسورة الفرقان علی حروف لم تقرئنیها، فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”أرسله، اقرأ یا هشام!“ فقرأ علیه القرآءة التي سمعته یقرأ، فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”كذلك أنزلت“، ثم قال: ”اقرأ یا عمر!“ فقرأت القرآءة التي أقرأنی، فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”كذلك أنزلت.“ (صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب أنزل القرآن علی سبعة أحرف: ۷۴۷/۲، قدیمی)

اختلاف تھا، مگر اس اختلاف کے باوجود کسی کو غلط اور گمراہ قرار نہیں دیا۔

جو حدیث خط کھینچنے کی آپ نے نقل کی ہے وہ صحیح ہے، معتبر ہے، داہنے اور بائیں کے خطوط یقیناً گمراہی ہیں اور وہ وہ ہیں جو قرآن و حدیث کے خلاف ہیں، چاروں امام قرآن و حدیث کے خلاف نہیں بلکہ عین موافق ہیں۔ جو شخص ان چارکا مصداق چاروں اماموں کو قرار دیتا ہے وہ شیطان کی تقلید میں ایسا کہتا ہے کہ اس کو ایسی تقلید سے توبہ لازم ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے استاد ہیں، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے استاد ہیں، امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے استاد ہیں (۱)، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد کی بنیابراہیم ہیں جن سے ”بخاری شریف“ میں ثلاثیات مروی ہیں (۲)، امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ جگہ جگہ امام مالک و امام شافعی و امام احمد کا نام لے کر ان کے مذہب بڑے احترام کے ساتھ نقل کرتے ہیں، کیا معاذ اللہ وہ شیطان کے راستہ کی تائید و احترام کرتے ہیں۔

اہل حدیث کے اس کلام نے تو محدثین کو ہی گمراہ قرار دیا ہے اور یہ جرأت بجز شیطان کی تقلید کے اور کون کر سکتا ہے۔ مسئلہ تقلید پر بہت سے رسالے موجود ہیں: ”الاقتصاد، سبیل الرشاد، عقد الجید، التقليد، ان میں تفصیل سے تقلید کا ثبوت دیا گیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

(۱) ”وابی عبد اللہ بن محمد بن حنبل الشیبانی رحمہ اللہ تعالیٰ“۔ (المشکوٰۃ). قال القاری رحمہ اللہ تعالیٰ تحتہ: ”کان إماماً فی الفقه والحديث والزهد والورع والعبادة..... نشأ ببغداد..... ثم رحل إلى مكة والكوفة والبصرة والمدينة..... وسمع من يزيد بن هارون..... ومحمد بن إدريس الشافعي رحمہ اللہ تعالیٰ.“ (مقدمة المرقاة، ترجمة الإمام أحمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ: ۱/۲۶، رشیدیہ)

(۲) ”وحكى الموفق عن مكى ابن إبراهيم البلخي إمام بلخ وشيخ البخارى أنه دخل الكوفة، ولزم أباحنيفة رحمه الله تعالى، وسمع منه الحديث والفقه، وأكثر عنه الرواية، ويحبه حباً شديداً حتى قال إسماعيل بن بشير: كنفاني مجلس المكى، فقال: حدثنا أبو حنيفة، فصاح رجل غريب: حدثنا عن ابن جريج، ولا تحدثنا عن أبي حنيفة، فقال المكى: إننا لنحدث السفهاء، خرجت عليك أن تكتب عني، قم من مجلسي، فلم يحدث حتى أقيم الرجل من مجلس، ثم قال: حدثنا أبو حنيفة رحمه الله تعالى، ومرويه.“ (مقدمة أوجز المسالك، الباب الرابع، الفائدة الرابعة: ۱/۵۹، ۶۰، المكتبة الحيوية سهارنپور)

باسمہ تعالیٰ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں:

تقلید شخصی کا ثبوت:

[۷۵۵] تقلید شخصی واجب ہے یا فرض؟ نیز تقلید کرنے کے لئے اقوال نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں یا نہیں؟

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ مجتہد تھے؟

[۷۵۶] ۲..... امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ مجتہد تھے یا مقلد؟

۳..... امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کسی کی تقلید کرتے تھے یا نہیں؟

جوابات مع اقوال نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سند، نص، عبارات پوری معہ زبروزیر علمی عنایت

فرمادیں، بینوا و تو جروا۔

المستفتی: بندہ ابوذر گوریہاری، مظفر پوری، بہاری۔

الجواب حامداً ومصلياً:

۱..... تقلید شخصی واجب ہے، کیونکہ احکام شرعیہ دو قسم پر ہیں: اول منصوص، دوم غیر منصوص۔ پھر منصوص دونوع پر ہیں: اول متعارض، دوم غیر متعارض۔ پھر غیر متعارض کی دو صورتیں ہیں: اول معلوم التقدیم والتاخیر، دوم غیر معلوم التقدیم والتاخیر۔

پس احکام منصوصہ غیر متعارضہ اور متعارضہ معلوم التقدیم والتاخیر میں تو کوئی اشکال نہیں اور نہ ہی ان میں تقلید کی ضرورت، لیکن احکام غیر منصوصہ اور منصوصہ متعارضہ غیر معلوم التقدیم والتاخیر میں تقلید کی ضرورت ہے اور بجز تقلید کوئی چارہ کار نہیں، کیونکہ یہ دو حال سے خالی نہیں: یا ان پر کچھ عمل نہ کرے گا یا کچھ کرے گا۔ اگر کچھ نہ کیا تو نص: ﴿أَيْحَسِبِ الْإِنْسَانُ أَنْ يَتْرَكَ سُدًى﴾ (۱) اور: ﴿أَفَحَسِبْتُمْ أَنْ مَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا﴾ (۲) کی

(۱) (القيامة: ۳۶)

(۲) (المؤمنون: ۱۱۵)

مخالفت لازم آئے گی۔ اگر کچھ عمل کیا تو احکام غیر منصوصہ میں بلا علم اور منصوصہ متعارضہ غیر معلوم التقدیم والتاخر میں بلا تعیین کسی جانب کے ممکن نہیں، پس علم تعیین حکم نص تو ہو نہیں سکتا، کیونکہ غیر منصوصہ میں نص موجود نہیں اور منصوصہ متعارضہ غیر معلوم التقدیم والتاخر میں تعارض ہوا، اور تقدیم و تاخیر کا علم نہیں، تعیین ہو تو کیسے ہو؟ لہذا ان دونوں میں قیاس کی ضرورت پیش آئی۔ اول: یعنی غیر منصوصہ میں نفس علم کے لئے۔ اور ثانی: یعنی منصوصہ متعارضہ غیر معلوم التقدیم والتاخر میں تعیین کے لئے۔

پس قیاس یا ہر شخص کا شرعاً معتبر ہو کہ جو کچھ کسی کی سمجھ میں آئے، یا بعض کا معتبر ہو بعض کا نہیں، کل کا تو معتبر ہو نہیں سکتا لقولہ تعالیٰ: ﴿ولورودہ الی الرسول والی اولی الامر منہم لعلمہ الذین یتنبطونہ منہم﴾ (۱) لہذا بعض کا معتبر ہوگا۔ جس کا قیاس شرعاً معتبر ہے اس کو مجتہد و مستنبط کہتے ہیں اور جس کا قیاس شرعاً معتبر نہیں اس کو مقلد کہتے ہیں اور مقلد پر مجتہد کی تقلید واجب ہے، لقولہ تعالیٰ: ﴿واتبع سبیل من اناب الی﴾ (۲) اب جاننا چاہیے، ائمہ اربعہ کے تاریخی حالات سے بالیقین معلوم ہوا کہ وہ ”من اناب الی“ کے عموم میں داخل ہیں پس ان کا اتباع بھی ضروری ہوا۔

رہی یہ بات کہ مجتہد تو بہت سے گذرے ہیں کسی دوسرے کی تقلید کیوں نہ کی جائے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اتباع کے لئے علم سبیل ضروری ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ائمہ اربعہ کے سوا کہ کسی مجتہد کا سبیل بہ تفصیل جزئیات و فروع معلوم نہیں کیونکہ کسی کا مذہب اس طرح مدون موجود نہیں (۳) کسی کا اتباع کیونکر ممکن ہے؟ لہذا ائمہ اربعہ میں سے ہی اتباع کرنا ہوگا۔

ایک بات اور باقی رہی وہ یہ کہ ائمہ اربعہ میں سے ایک ہی کی تقلید کیوں ضروری ہے یعنی تقلید شخصی کیوں واجب ہے، بلا تعیین ائمہ اربعہ کے مذہب کا اتباع کیوں کافی نہیں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسائل دو قسم کے ہیں: اول مختلف فیہا دوم متفق علیہا، متفق علیہا میں تو سب کا اتباع ہوگا اور مختلف فیہا میں تو سب کا اتباع نہیں ہو سکتا، بعض کا ہوگا، بعض کا نہ ہوگا۔ لہذا ضروری ہے کہ کوئی وجہ ترجیح ہو، سو اللہ نے اتباع کو انابت الی اللہ پر معلق

(۱) (النساء: ۸۳)

(۲) (اللقمان: ۱۵)

(۳) (سیاتی تحت عنوان: ”قول امام کے خلاف اگر حدیث ہو تو مقلد کیا کرے؟“)

فرمایا، جس امام کی انابت الی اللہ زائد معلوم ہوگی اس کا اتباع کیا جائے گا۔ اب تحقیق زیادہ انابت کی بالتفصیل کی جائے گی یا اجمالاً: تفصیلاً یہ کہ ہر فرع و جزئی مختلف فیہ میں دیکھا جائے کہ حق کس کی جانب ہے، اجمالاً یہ کہ ہر امام کے مجموعہ حالات و کیفیات پر نظر کی جاوے کہ غالباً کوئی حق پر ہوگا اور کس کی انابت زائد ہے۔ صورت اولیٰ میں حرج اور تکلیف مالا یطاق کے باوجود مقلد مقلد نہ ہوا بلکہ اپنی تحقیق کا متبع ہوا نہ دوسرے کے سبیل کا، وہ بخلاف المفروض، پس صورت ثانیہ متعین ہوگئی۔ کسی کو امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ پر ان کے مجموعہ حالات سے یہ ظن غالب و اعتقاد راجح ہوا کہ یہ نبیب و مصیب ہیں، کسی کو امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ پر، کسی امام مالک پر، کسی کو امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ پر، اس لئے ہر ایک نے اسی کا اتباع اختیار کیا اور جب ایک کے اتباع بوجہ علم بالانابتہ اجمالاً کے التزام کیا گیا تو اب بعض جزئیات کا بلا کسی وجہ قوی یا ضرورت شدیدہ کے اس کی مخالفت سے شق اول عود کرے گی و قد ثبت بطلانہ۔ پس اس تقریر سے چند مسائل ثابت ہوئے:

- ۱- وجوب تقلید مطلقاً۔ ۲- تقلید ائمہ اربعہ، خصوصاً انحصار فی المذہب الاربعہ۔ ۳- وجوب تقلید شخصی۔
- ۴- مقلد اپنے امام کے اقوال کی تقلید کرے گا۔ ۵- اور ان مسائل پر عمل کرے گا جو اس کے امام نے قرآن کریم اور احادیث سے استنباط کئے ہیں۔ ۶- اور مقلد کو یہ حق نہیں کہ اقوال نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خود مسائل کا استنباط کرے کیونکہ اس میں استنباط کی قوت نہیں، جیسا کہ مقلد کی تعریف سے معلوم ہو چکا، البتہ مسائل منصوصہ ظاہر الدلالہ، غیر متعارضہ، معلومۃ التقدیم والتاخیر میں نص کے موافق عمل کرے گا کما مر سابقاً۔
- ۲..... حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ بہت بڑے درجہ کے مجتہد تھے اور بہت بڑے محدث بھی تھے۔ مجتہد کے لئے قرآن، حدیث، آثار، تاریخ، لغت، قیاس میں ماہر ہونا ضروری ہے۔

”الإمام (أبوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ) مجتہد إجماعاً، بل من أكابر المجتہدین، لم ینکر أحد سلفاً ولا خلفاً، والرجل لایكون مجتهداً إلا بعد أن یكون ماہراً بالقرآن والحديث والآثار والتاریخ والقیاس كما صرح به أئمة الأصول“. مقدمہ أوجز، ص: ۶۰ (۱)۔

(۱) (مقدمہ أوجز المسالك لشیخ الحدیث زکریا رحمہ اللہ تعالیٰ، الباب الرابع فی ذکر الإمام الأعظم

أبی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، الفائدة الرابعة فی علو مرتبته فی الحدیث: ۵۸/۱، المكتبة الیحيویة

بسہارنپور)

ابن حجر نے لکھا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے چار ہزار مشائخ و تابعین وغیرہم سے علم حاصل کیا ہے، علامہ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کو محدثین کے طبقاتِ حفاظ میں شمار کیا ہے (۱)۔

۳..... خود مجتہد مطلق تھے، قرآن و حدیث کو سامنے رکھ کر خود ان سے مسائل استنباط کرتے تھے، کسی کے مقلد نہ تھے، (کذا فی النافع الكبير ص: ۹۷) (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/۱۲/۵۴ھ۔

صحیح: عبد اللطیف عفی عنہ مدرسہ مظاہر علوم، ۱۵/ذی الحجہ/۵۴ھ۔

بعض مسائل میں دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرنا، شاہ ولی اللہ صاحب کیا مقلد تھے؟
سوال [۷۵۷]: جو شخص حنفی کہلا کر بعض مسائل اختلافیہ میں مسائل شافعیہ و حنابلہ پر اپنی تحقیق کی بناء پر عمل کرے تو وہ حنفیت سے نکل جائے گا یا نہیں؟ حالانکہ امام ولی اللہ صاحب انفاس العارفين، ص: ۷۰ میں لکھتے ہیں:

”مخفی نماند کہ حضرت ایشاں: ای عبدالرحیم صاحب دہلوی در اکثر امور موافق مذہب حنفی عمل می کردند إلا بعض چیزها کہ بحسب حدیث یا وجدان بمذہب دیگر ترجیح می یافتند، ازاں جملہ آنست کہ در اقتداء سورۃ فاتحہ می خواندند، و در جنازہ نیز“ (۳)۔

(دیکھو کتاب ”حزب امام ولی اللہ صاحب دہلوی کی اجمالی تاریخ کا مقدمہ“، ص: ۱۶۰) (۴)

(۱) ”قال ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ: مرآة أخذ عن أربعة آلاف شيخ من أئمة التابعين وغيرهم، ومن ثمة ذكره الذهبي وغيره في طبقات الحفاظ من المحدثين.“ (مقدمة الأوجز، المصدر السابق، الفائدة الخامسة: ۶۰/۱)

(و كذا في مقدمة إعلاء السنن، أبو حنيفة وأصحابه المحدثون، الفصل الثالث في درجة الإمام في علم الحديث: ۱۱/۳، ۱۵، إدارة القرآن)

(۲) (النافع الكبير مع الجامع الصغير، الفصل الأول، ص: ۱۰، إدارة القرآن كراچی)

(۳) (أنفاس العارفين لشاه ولي الله محدث دهلوی، ص: ۱۵۷، المعارف گنج بخش روڈ لاہور)

(۴) (حزب ولی اللہ دہلوی کی اجمالی تاریخ کا مقدمہ، ص: ۹۲، سندھ ساگر اکادمی لاہور)

مؤلفہ مولانا مولوی عبید اللہ صاحب سندھی حنفی دیوبندی۔

نیز مکتوبات شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کے ص: ۵ میں لکھا ہے:

”گفتم: بقدر امکان جمع می کنم در مذہب مشہورہ، مثلاً صوم و صلوة و وضو و غسل و حج بوضعے کہ واقعے می شود کہ ہم اہل مذاہب صحیح دانند و عند تعذر الجمع باقوی مذاہب از روائے دلیل و موافقت صریح حدیث عمل می نمایم“ (۱)۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ شاہ عبدالرحیم صاحب دہلوی و حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اپنے مسلک مذکورہ کی بناء پر مقلد تھے یا غیر مقلد؟ اور ان کو باوجود حنفی مذہب کے ایسا کرنا درست تھا یا نہیں؟ غور فرما کر اس مسئلہ پر لکھیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر کوئی حنفی اپنی وسعت نظر، جودت فہم، صفائی باطن یا کسی اور داعیہ قویہ کی بناء پر کسی دوسرے امام کی دلیل کو قوی سمجھ کر اس پر عمل کرے تو وہ شخص حنفیت سے خارج نہیں ہوگا (۲) اور قوت داعیہ کے موافق

(۱) (لم أظفر عليه)

(۲) ”والحاصل أن ما خالف فيه الأصحاب إما مهم الأعظم لا يخرج عن مذهبه إذا رجحه المشايخ المعتبرون، وكذا ما بناه المشايخ على العرف الحادث لتغير الزمان أو للضرورة، ونحو ذلك لا يخرج عن مذهبه أيضاً؛ لأن ما رجحوه لترجح دليله عندهم مأذون به من جهة الإمام الخ“ (شرح عقود رسم المفتي، ص: ۶۸، مير محمد كتب خانہ)

”ونظير هذا ما نقله العلامة بيري في أول شرحه على الأشباه عن شرح الهداية لابن الشحنة، ونصه: إذا صح الحديث وكان على خلاف المذهب عمل بالحديث، ويكون ذلك مذهبه، ولا يخرج مقلده عن كونه حنفياً بالعمل به، ولا يخفى أن ذلك لمن كان أهلاً للنظر في النصوص ومعرفة محكمها من منسوخها، ولذا رد المحقق ابن الهمام على بعض المشايخ حيث أفتوا بقول الإمامين بأنه لا يعدل عن قول الإمام إلا لضعف دليله“ (رد المحتار، المقدمة، مطلب: صح عن الإمام أنه قال: إذا صح الحديث فهو مذهبي: ۱/ ۶۷، ۶۸، سعيد) =

وہ شخص معذور ہوگا اور دوسروں کو اس کا اتباع جائز نہیں ہوگا (۱) اور اس کی نظیریں مذاہب اربعہ میں موجود ہیں۔ شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ کی ابحاث کو ان کے تلمیذ خاص قاسم بن قطلوبغا نے ناقابل اعتناء قرار دیا ہے، کذا فی رسم المفتی (۲)، ابن حجر کی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتاویٰ کبریٰ میں لکھا ہے کہ فقہ شافعی میں زکوٰۃ کے متعلق تین مسائل ایسے ہیں جن میں فقہ حنفی کے موافق فتویٰ دیا جاتا ہے: نقل الزکوٰۃ، و دفع الزکوٰۃ إلى واحد، و دفعها إلى أحد الأصناف اه (۳)۔

امام غزالی نے احیاء العلوم میں امام مالک رحمہ اللہ کے مذہب کو طہارتِ ماء کے متعلق پسند کیا ہے (۴)۔

= ”ولو أن رجلاً برئ من مذهبه باجتهادٍ وضح له كان محموداً ماجوراً، أما انتقال غيره من غير

دلیل فهو المذموم الآثم“ الخ. (ردالمحتار، باب التعزير: ۸۰/۳، سعید)

(۱) ”ان المفتی المجتهد ليس له العدول عما اتفق عليه أبو حنيفة وأصحابه، فليس له الإفتاء به وإن كان مجتهداً متقناً قلت: ذلك في حق من يفتي غيره وأما في حق العمل به لنفسه فالظاهر جوازه له، يدل عليه قول خزانة الروايات: يجوز له أن يعمل عليها وإن كان مخالفاً لمذهبه: أي لأن المجتهد يلزمه اتباع ما أدى إليه اجتهاده“ (شرح عقود رسم المفتی: ۱۰۲، ۱۰۳، میر محمد کتب خانہ کراچی)

(۲) ”قال العلامة قاسم في حق شيخه خاتمة المحققين الكمال ابن الهمام: ”لا يعمل بأبحاث شيخنا

التي تخالف المذهب“ (شرح عقود رسم المفتی، ص: ۶۸، میر محمد کتب خانہ کراچی)

(و کذا فی، ص: ۷۶، من شرح عقود رسم المفتی، میر محمد کتب خانہ کراچی)

(۳) ”جازه أن ينقل ما كان أخذه إلى بلده فله إعطاء بعض أحاد الصنف أقل متمول، فإن أعطى

اثنين من صنف دون الثالث أو واحد فقط أما إذا لم يوجد الثالث فيعطى الكل للإثنين إن

احتاجاه، ولا ينقل باقى أسهم إلى غيرهما، فإن لم يحتاجوه رد على الباقي إن احتاجوه وإلا نقل إلى

غيرهم؛ إذ حصة من فقد من الأصناف أو من أحاد الصنف بمحل الزكاة الخ“ (الفتاوى

الكبرى لابن حجر المكي، كتاب الزكاة: ۳۲/۱، ۳۸، المكتبة الإسلامية)

(۴) ”هذا هو مذهب الشافعي رضي الله عنه، وكنت أود أن يكون مذهبه كمذهب مالك رضي الله عنه

في أن الماء وإن قل لا ينجس إلا بالتغير؛ إذ الحاجة ماسة إليه“ (إحياء العلوم للغزالي، كتاب أسرار

الطهارة: ۱۸۳/۱، رشيدية)

فقہائے احناف نے مسئلہ مفقود میں امام مالکؒ کا مسلک اختیار کیا ہے (۱) وغیرہ وغیرہ۔

شاہ عبدالرحیم صاحب حنفی تھے (۲)، چنانچہ فتاویٰ عالمگیری کی تدوین میں وہ بھی شریک تھے اور جگہ جگہ اصلاحات بھی فرمائی ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بھی مقلد اور حنفی تھے (۳)، بعض حضرات کو ان کی مختلف عبارات سے اس کے خلاف کا ایہام ہوتا ہے مگر اسی کتاب، ص: ۲۸، ۶۲، ۱۰۵ میں حنفی مذہب کو ترجیح دی ہے، اصل یہ ہے کہ وہ کسی کی تقلید نہیں کرنا چاہتے تھے اور یہ طبعی چیز تھی، لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کسی مشاہدہ میں ان کو اس پر مجبور کیا گیا جیسا کہ اور بھی بعض اشیاء پر

(۱) (راجع إلى "حيلة ناجزة" لحكيم الأمة أشرف على التهانوي، ص: ۶۲، دار الإضاءة،

کراچی)

(۲) دیکھئے مولانا حافظ عبدالحق خان بشیر نقشبندی کی مؤلف "مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ تعالیٰ اور تنظیم فکر ولی اللہی" ص: ۵۳، مطبع حق چاریار اکیڈمی گجرات)

"شاہ صاحب انفاس العارفين میں اپنے والد ماجد شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق فرماتے ہیں: "یہ بات مخفی نہ رہے کہ حضرت اکثر امور میں حنفی مذہب کے مطابق عمل فرماتے تھے سوائے چند ایک چیزوں کے"۔ (کتاب: "مولانا عبید اللہ سندھی اور تنظیم فکر ولی اللہی، المصدر السابق)

(و کذا فی أنفاس العارفين، مترجم سید محمد فاورق قادری، ص: ۱۵۷، المعارف گنج بخش لاہور)

(۳) اس سلسلہ میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے الفاظ ملاحظہ ہوں: "کتبہ بیدہ الفیقر إلى رحمة الله الکريم الودود، ولی الله بن عبدالرحيم..... الصوفی طریقة، والحنفی عملاً، والحنفی والشافعی درساً" یہ الفاظ حضرت نے اس صحیح بخاری پر تحریر فرمائے ہیں جو شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے درس میں استعمال ہوا ہے۔ (مولانا عبید اللہ سندھی اور تنظیم فکر ولی اللہی، ص: ۵۳، حق چار بار اکیڈمی گجرات)

وفی حزب امام ولی الله محدث دهلوی هکذا: "شاہ ولی اللہ حنفی تھے:....." رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حنفی مذہب کا ایک ایسا عمدہ طریقہ بتایا جو ان حدیثوں سے جن کو بخاری اور ان کے ساتھیوں نے جمع کیا اور ان کی جانچ پڑتال کی، زیادہ قریب اور موافق ہے اور یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ، امام یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ، امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ، ان تینوں کے اقوال میں سے وہ قول قبول کیا جائے جو حدیث سے زیادہ قریب ہو..... الخ"۔ (حزب ولی اللہ دہلوی کی اجمالی تاریخ کا مقدمہ، ص: ۹۲، سندھ ساگر اکادمی، لاہور)

خلاف طبع مجبور کیا گیا، چنانچہ فرماتے ہیں:

”وجب لى تأبى التقليد وتأنف منه رأساً، ولكن شئى طلب منى التعبده بخلاف نفسى اه“۔ فیوض الحرمین، ص: ۶۴ (۱)۔

اس میں مذاہب اربعہ میں سے کسی کی تخصیص نہیں کی گئی بلکہ دائر رکھا گیا ہے، لیکن، ص: ۶۲، ۴۸، ۱۰۵ میں ترجیح موجود ہے۔

جن مسائل میں دیگر مذاہب کی رعایت موجود ہو اس میں خروج عن الخلاف کو فقہاء نے مستحب لکھا ہے (۲)، شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا عام طریقہ یہی ہے، إلا فی بعض المسائل، فإنہ عمل بتحقیقہ۔ ایک کتاب پر اپنے دستخط کے ساتھ انہوں نے حنفی خود بھی تحریر فرمایا ہے (۳) جس پر بادشاہ وقت کے بھی دستخط ہیں اور وہ کتاب الہی بخش لائبریری پٹنہ بہار میں محفوظ ہے۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۱۱/۶۲ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/ذی قعدہ/۶۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ذی قعدہ/۶۲ھ۔

کیا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی مقلد تھے؟

سوال [۷۵۸]: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ حضرت شاہ ولی اللہ

رحمۃ اللہ علیہ مقلد تھے یا غیر مقلد، اگر مقلد تھے تو ان کا مسلک کیا تھا؟ یہاں بعض حضرات کہتے ہیں کہ وہ غیر مقلد

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: (مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ تعالیٰ اور تنظیم فکر ولی اللہی، ص: ۵۵، بحوالہ

فیوض الحرمین: ۱۶۵) حق چار یار اکیڈمی گجرات

(فیوض الحرمین، مشاہد آخری بالإجمال، ص: ۶۵، کتب خانہ رحیمیہ دیوبند)

(۲) ”الإحتیاط فی الدین مطلوب، ومراعاة الخلاف أمر محبوب سواء كان قولاً ضعيفاً فی

المذهب، أو كان مذهب الغير كيف، الخ“۔ (الفوائد المخصصة بأحكام كئی الحمصة، فی

ضمن رسائل ابن عابدین: ۱/۶۱، سہیل اکیڈمی لاہور)

(۳) (راجع، ص: ۶۱۹، رقم الحاشیة: ۳)

تھے۔ حوالہ کتب معتبرہ سے مدلل بیان فرمائیں۔

الجواب حامدًا او مصلياً:

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ علوم واسعہ، افکار عمیقہ، اخلاق فاضلہ، اعمال صالحہ، تزکیہ نفس، طہارت باطن، نسبت قویہ، مکاشفہ صحیحہ کی دولت سے مالا مال تھے۔ جہاں کسی چیز میں کوئی اشکال ہو انوراً روحانیت نبویہ سے حل کر لیا، آثار صحابہ گویا سب کے سب نظروں کے سامنے تھے، ان کے مذاہب سے واقفیت حاصل تھی، ائمہ مجتہدین کے اصول استنباط اور ماخذ مسائل پر پورا عبور تھا، تطبیق بین الروایات میں ملکہ تامہ تھا، ناسخ و منسوخ کے حافظ تھے، وغیرہ وغیرہ ان اسباب کی بناء پر آپ تقلید کی ضرورت محسوس نہیں فرماتے تھے، طبیعت کو اس سے انکار تھا لیکن حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تقلید پر مجبور فرمایا، تقلید کے علاوہ اور بھی بعض چیزیں ایسی ہیں کہ تقاضائے طبعی کے خلاف ان پر مامور کئے گئے چنانچہ لکھتے ہیں:

”و ثانيهما: الوصاة بالتقليد بهذه المذاهب الأربعة، لا أخرج منها، والتوفيق ما استطعت، و جبلتي تأبي، و تأنف منه رأساً، و لكن شئى طلب منى التعبد منه بخلاف نفسى اه.“ (فيوض الحرمين ص: ۶۵) (۱)۔ اس سے مطلق تقلید کے ساتھ مقید ہونا معلوم ہوا، نیز وہ تقلید مذاہب اربعہ میں محصور ہے۔

مذہب حنفی کی ترجیح کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

”عرفنى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أن فى المذهب الحنفى طريقة أنيقة، وهى أوفق الطرق بالسنة المعروفة التى جمعت و نقحت فى زمان البخارى و أصحابه، و ذلك أن يؤخذ من أقوال الثلاثة قول أقربهم بهافى المسئلة، ثم بعد ذلك يتبع اختيار الفقهاء الحنفيين الذين من علماء الحديث، فرب شئى سكت عنه الثلاثة (أبو حنيفة و أصحابه) فى الأصول، و ما تعرضوا لفيه، و دلت الأحاديث عليه، فليس بد من أصحابه، و الكل مذهب حنفى اه.“ (فيوض الحرمين ص: ۴۸) (۲)۔

۱۱۷۶ھ میں وفات ہے، اسی ۱۱۷۶ھ میں اخیر مرتبہ ”بخاری شریف“ پڑھائی ہے اور مولوی چراغ

(۱) (فيوض الحرمين) (مترجم) تینتیسواں مشاہدہ، ص: ۲۲۷، دارالاشاعت

(۲) (فيوض الحرمين) (مترجم) اثنیسواں مشاہدہ، ص: ۱۷۵، دارالاشاعت

صاحب کے لئے سنا اپنے قلم سے لکھی ہے جو کہ بخاری شریف کے ساتھ خدا بخش لائبریری پٹنہ میں موجود ہے، اس میں اپنے نام کے ساتھ حنفی لکھا ہے اور حضرت شاہ رفیع الدین صاحب کی تصدیق ہے کہ یہ میرے والد کی تحریر فرمودہ ہے، نیز شاہ عالم کی مہر بھی اس تصدیق پر موجود ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اخیر تک حنفی رہے، کسی کو یہ کہنے کی مجال نہیں کہ بعد میں غیر مقلد ہو گئے تھے۔ نعوذ باللہ منہ۔، البتہ حسب وسعت جمع فرماتے تھے، اولہ کی قوت وضعف سے بھی بحث فرمایا کرتے تھے جس سے بعض کو شبہ ہو جایا کرتا تھا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

امام کے قول کے خلاف اگر حدیث موجود ہو تو مقلد کیا کرے؟

سوال [۷۵۹]: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مثلاً اپنی رائے اور قول کی موافقت ناجائز ہو یعنی کوئی بھی مسئلہ ہو یعنی امام صاحب کے قول کے مقابل میں حدیث صحیح ہو، راوی حدیث بیان کرنے والے تقریباً چار سے زائد ہوں اور راوی ثقہ ہیں، راویوں کی بالکل ایک ہی دلیل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صحیح حدیث بیان کرتے ہیں اور صحیح حدیث بخاری کی موجود ہے تو ایک شخص امام کا قول ترک کر کے احادیث پر عمل کرتا ہے۔ اب آپ سے فتویٰ چاہتا ہے برائے مہربا نی فتویٰ ارسال فرمادیں۔

۲۷/ جون ۱۹۷۱ء، ڈاکخانہ ہون، علاقہ نوبجہ، تحصیل کشتواڑ، ضلع ڈوڈھ،

ریاست جموں و کشمیر، مولوی احمد اللہ۔

الجواب حامدًا او مصلياً:

یہ بات تو ممکن ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو مسئلہ بیان فرمایا ہے ”بخاری شریف“ کی کوئی حدیث اس کے خلاف ہو لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسئلہ بلا دلیل ہو۔ اتنا تو غور کیجئے کہ صحیح حدیث جب کسی مسئلہ میں موجود ہو تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک رائے (قیاس) جائز نہیں (۱) پھر یہ

(۱) ”وقد روى الشيخ محي الدين في: ”الفتوحات المكية“ بسنده إلى الإمام أبي حنيفة أنه كان يقول: ”إياكم والقول في دين الله تعالى بالرأى، وعليكم باتباع السنة، فمن خرج عنها ضل“ و كان يقول: ”عليكم بآثار من سلف، و إياكم و آراء الرجال اه“ و كان يقول: ”لم نزل الناس في صلاح مادام فيهم من يطلب الحديث، فإذا طلبوا العلم بلا حديث فسدوا“ و قال أيضاً (أى في =

کہنا کہ ان کا قول (رائے) یعنی قیاس محض رائے اور قیاس ہے جو کہ حدیث کے خلاف ہے غلط اور امام صاحب کے اصول کے خلاف ہے جو کہ تہمت ہے۔

رائے کا حاصل تو یہ ہے کہ جو مسئلہ نص (آیت یا حدیث) میں موجود ہو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے علت تلاش کرتے ہیں تاکہ جن مسائل سے نص سناکت ہے اور ان میں وہ علت موجود ہے تو حکم نص کو وہاں متعدی کر دیا جائے، اس کا فائدہ یہ ہے کہ حکم نص زیادہ سے زیادہ عام ہو جائے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس کو اپنی صحیح میں ثابت کیا ہے (۱) لہذا جس مسئلہ میں خود نص موجود ہوگی وہاں امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ رائے اور قیاس کو دخل ہی نہیں دیں گے بلکہ نص پر عمل کریں گے۔

بعض کوتاہ نظر کسی ایک حدیث کو دیکھ کر کہنے لگتے ہیں کہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا فلاں قول مطلقاً حدیث کے خلاف اور محض رائے پر مبنی ہے یہ ان کی کوتاہ نظری ہے یا عناد ہے۔ صحیح بخاری شریف مجموعی حیثیت سے اعلیٰ کتاب ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ ان کی ہر ہر حدیث دیگر کتب کی ہر ہر حدیث سے اعلیٰ ہو، بلکہ ہو سکتا ہے کہ دوسری کتاب کی حدیث مثلاً جس پر امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول مبنی ہے وہ بخاری شریف کی حدیث سے اعلیٰ ہو، شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح القدیر میں اس پر بحث کی ہے (۲)، نیز عمدۃ

= الفتوحات): وقد تتبعت بحمد الله أقواله و أقوال أصحابه لما ألفت كتاب: "أدلة المذاهب" فلم أجد قولاً من أقواله و أقوال أتباع إلا وهو مستند إلى آية، أو حديث، أو أثر، أو إلى مفهوم ذلك، أو حديث ضعيف كشرت طرقه، أو إلى قياس صحيح على أصل صحيح". (ص: ۵۲). (إعلاء السنن، المقدمة، أبو حنيفة و أصحابه المحدثون: ۳/۲۹، إدارة القرآن کراچی)

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "تقليد کی شرعی حیثیت")

(۲) قال ابن الهمام: "وكون معارضه في البخارى لا يستلزم تقديمه بعد اشتراكهما في الصحة، بل يطلب الترجيح من خارج. و قول من قال: أصح الأحاديث ما في الصحيحين، ثم ما انفرد به البخارى، ثم ما انفرد به مسلم، ثم ما اشتمل على شرطهما من غيرهما، ثم ما اشتمل على شرط أحدهما تحكّم لا يجوز التقليد فيه؛ إذ الأصحّة ليس إلا لإشتمال رواتهما على الشروط التي اعتبرها، فإذا فرض وجود تلك الشروط في رواية حديث في غير الكتابين أفلا يكون الحكم بأصحية ما في الكتابين عين التحكّم؟ وقد أخرج مسلم عن كثير في كتابه ممن لم يسلم من غوائل الجرح، و كذا في البخارى جماعة تكلم =

القاری شرح بخاری: ۵۱/۸، میں ہے: ”و دعوی الحکم بتصحیح جمیع ما أوردہ البخاری فی کتابہ غیر موجهة؛ لأن دعوی الكلية تحتاج إلى دلیل قاطع اهـ“ (۱)۔

لہذا یہ دعویٰ کرنا کہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول حدیث کے خلاف اور محض رائے پر مبنی ہے، یہ خود دعویٰ بلا دلیل ہے بلکہ خلاف دلیل ہے جو اپنے علم ناقص یا عناد سے ناشی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹/۵/۹۱ھ۔

عالم محقق کیلئے تقلید اور ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف انتقال

سوال [۷۶۰]: فقہاء کی اصطلاح میں تقلید کے کیا معنی ہیں؟

۲..... کیا حقیقت یہ امر علماء کے یہاں مسلم ہے کہ جو شخص بجائے خود مجتہد ہو اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ دوسرے کی تقلید کرے، بایں معنی کہ التقليد العمل بقول من لا یعرف دلیلہ۔

۳..... کوئی شخص اگر خود اجتہاد کے مرتبہ پر فائز نہ ہو، مگر عالم بالکتاب والسنة ہو اور نہ صرف عالم ہو بلکہ سنن نبویہ میں نظر بالغ رکھتا ہو، اس کے ساتھ وہ مختلف مذاہب فقہیہ کے فروعی مسائل میں تحقیق اور ترجیح کی بھی قابلیت رکھتا ہو ایسے عالم کے لئے ائمہ مذاہب کی تقلید کی کیا صورت ہوگی؟ آیا وہ لازمی طور پر ہر حالت میں کسی معین مذہب کے ساتھ وابستہ رہے گا اور کسی حالت میں بھی اس کے لئے دوسرے مذہب کی پیروی جائز نہ ہوگی اگرچہ وہ ایک ہی مسئلہ میں ہو، یا اس کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ مختلف مذاہب کے فروعیات پر تحقیقی نظر ڈال کر سب کا علمی جائزہ لے، پھر ان مختلف فروعیات میں بھی جو مسئلہ اس کو اوفق بالکتاب والسنة معلوم ہو اس پر عمل کرے؟

۴..... بالفرض اگر وہ پہلے سے کسی معین مذہب کا التزام کر چکا ہو تو آیا وہ التزام کے بعد دوسرے

= فیہم، فدار الأمر فی الرواة علی اجتہاد العلماء فیہم الخ“۔ (فتح القدیر، کتاب الصلاة، باب النوافل:

۴۴۵/۱، مصطفیٰ البابی الحلبي بمصر)

(کذا فی مقدمة فتح الملہم، أحادیث الصحیحین هل تفید القطع؟: ۳۰۰/۱، مکتبہ دارالعلوم، کراچی)

(۱) (عمدة القاری، کتاب مناقب الأنصار، باب القسامة فی الجاهلیة، تحت حدیث عمرو بن میمون

قال: رأیت فی الجاهلیة قرءة الخ: ۴۱۲/۱۶، رقم الحدیث: ۳۸۴۹، دارالکتب العلمیة)

مذہب فقہی میں کلی یا جزوی طور پر انتقال کر سکتا ہے یا نہیں یا ہمیشہ کے لئے اس مذہب سے وابستہ رہے گا جس کا اس نے پہلے التزام کیا ہے؟

۵..... پھر جو شخص عالم بالکتاب والسنتہ نہ ہو بلکہ عامی ہو، ایسے عامی شخص کیلئے تقلید اور ایک مذہب فقہی

سے دوسرے مذہب فقہی میں انتقال کرنے کا کیا حکم ہے؟ عبدالرؤف قاسمی بستوی۔

الجواب حامدًا او مصلياً:

۱..... جس شخص پر اعتماد ہو کہ دلیل کے موافق حکم بتائے گا اس کے قول کو تسلیم کر لینا اور اس سے دلیل کا

مطالبہ نہ کرنا تقلید ہے، کذا فی عقد الجید (۱)۔

۲..... راجح قول یہی ہے کہ مجتہد کو دوسرے مجتہد کی تقلید کا حق حاصل ہے، اس لئے کہ اجتہاد متجزئی ہے

کما صرح به الشامی (۲)۔

۳..... جب اس کا دامن اجتہاد سے خالی ہے تو اس کو وسعت نظر و علم کے باوجود تقلید شخص لازم ہے،

محض اپنی ذاتی تحقیق کی بناء پر دوسرے مذہب کی پیروی کا حق نہیں، تلفیق بالا جماع باطل ہے کذا فی الدر المختار (۳)۔ اس کا اجتہاد سے محروم ہونے کے باوجود کسی مسئلہ کو اوفق بالکتاب والسنتہ قرار دینا اپنے منصب

سے بڑھ کر بات ہے۔

۴..... جس اعتماد کی بناء پر ایک امام کی تقلید کی تھی اگر وہ اعتماد وسعت نظر و علم کی بناء پر وہاں سے ختم ہو

کر دوسرے امام کے ساتھ قائم ہو گیا ہے تو کلیتہً انتقال مذہب کی اجازت ہے، جزوی انتقال میں تلفیق کا مفسدہ

(۱) "وأمانة هذا التقليد أن يكون عمله بقول المجتهد كالمشروط بكونه موافقاً للسنة". (عقد الجید،

فصل سوم، مسئلہ پنجم، ص: ۱۲۱، ۱۲۲، قرآن محل مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی)

(۲) "قال في التحرير: مسألة: غير المجتهد المطلق يلزمه التقليد وإن كان مجتهداً في بعض مسائل

الفقه، أو بعض العلوم كالفرائض، على القول بتجزى الإجتهد، وهو الحق، فيقلد غيره فيما لا يقدر

عليه". (شرح عقود رسم المفتي، مطلب في معنى قول الأئمة: لا يحل لأحد أن يفتي بقولنا حتى يعلم

من أين قلنا؟ ص: ۷۴، مير محمد كتب خانہ)

(۳) "و أن الحكم الملقق باطل بالإجماع". (الدر المختار، المقدمة: ۷۵/۱، سعيد)

ہے کذا فی الحموی (۱)۔

۵..... اس کی اجازت نہیں۔ یہ اتباع ہوا اور تلعب ہے، عقد الجید (۲)، انصاف (۳) سبیل الرشاد (۴) الاقتصاد (۵) انتصار الحق (۶) تیسیر (۷) التقرير والتحیر (۸) میں تفصیلی دلائل مذکور ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حنفی کو کسی اور کے قول پر عمل کرنا کیا تقلید کے خلاف ہے؟

سوال [۷۶۱]: تقلید کی تعریف کیا ہے؟ اگر امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ و زفر رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر عمل کرے تو کیا اس صورت میں بھی حنفی رہیگا؟ بوقت ضرورت شوافع و مالکیہ کے قول پر (مثلاً مسئلہ مفقود) عمل کرنے سے حنفی رہے گا یا نہیں جب کہ وہ دوسرے امام کے قول پر عمل کر رہا ہے؟ سائل محمد بشیر رگونی ۵/ صفر ۵۳ھ

(۱) لم أجده في الحموی علی الأشباه: و قال فی مقدمة إعلاء السنن: "قال صاحب جامع الفتاوی من الحنفية: يجوز للحنفی أن ينتقل إلى مذهب الشافعی و بالعکس لكن بالکلیة، أما فی مسألة واحدة فلا يمكن". (ذکر الشروط الثلاثة لجواز الانتقال: ۲/ ۲۲۷، إدارة القرآن کراچی)

و فی رد المحتار: "ولو أن رجلاً برئ من مذهبه بإجتهد وضح له، كان محموداً ماجوراً".

(کتاب الشهادات، باب التعزیر، مطلب فیما إذا ارتحل إلى غیر مذهبه: ۸۰/۴، سعید)

(۲) عقد الجید (مترجم اردو) تاکید الأخذ بهذه المذاهب الأربعة: ۵۳، ۷۳، ۱۳۳، ۱۱۴، قرآن محل کراچی)

(۳) (الإنصاف فی بیان أسباب الاختلاف، التقليد فی المذاهب الأربعة، ص: ۹۷، ۱۱۱، دار الفنائس)

(۴) (سبیل الرشاد، قول ششم ص: ۵۱۷، ۵۳۲، اداره اسلامیات لاہور)

(۵) (الاقتصاد فی التقليد والاجتہاد، مقصد چہارم ص: ۳۰-۵۵، اداره اسلامیات لاہور)

(۶) (انتصار الحق، إثبات تقلید امام معین کے دلائل، ص: ۱۳۰، ۱۹۲، مطبع صدیقی، بریلی)

(۷) (تیسیر التحرير، مسئلہ: لا يرجع المقلد فیما قلده، الجزء الرابع، ص: ۲۵۳، ۲۵۵، مصطفى

البابی)

(۸) (التقرير والتحیر، مسئلہ: غیر المجتهد المطلق يلزمه التقليد: ۳/ ۳۴۴، ۳۴۵، و مسئلہ: لا يرجع

المقلد فیما قلده: ۳/ ۳۵۰، ۳۵۵، عباس احمد الباز مكة المكرمة)

الجوب حامدٌ او مصلياً:

غير مجتهد كقول مجتهد كاختيار كرنا اس اعتماد پر كه اس كے پاس اس كى دليل هے اور اس سے دليل طلب نه كرنا يهى تقليد هے (۱)۔ امام اعظم رحمہ اللہ تعالى كے اصول جن كو ان كے تلامذہ نے مفصلاً بيان كيا اور ان پر مسائل متفرع ہوئے، خواه وہ مسائل امام اعظم رحمہ اللہ تعالى سے بالتصريح منقول هوں يانه هوں ان كو ماننے والا اور ان پر عمل كرنے والا حنفى هے۔ امام صاحب كے تلامذہ كے اقوال بهى امام صاحب هى كے اقوال هیں، خواه وہ صراحة هوں خواه التزاماً، لہذا مواقع مخصوصه ميں ان پر عمل كرنے سے حقيقت سے خروج نه هوكا۔

بعض دفعه واقعات اور حوادث كے تغير سے حكم بدل جاتا هے جيسے متاخرين نے ديكا كه اگر آج امام صاحب هوتے تو فلاں مسئلہ ميں يه حكم ديتے لہذا متاخرين نے وهى حكم ديا، خواه وه امام شافعى رحمہ اللہ تعالى كاقول هوياكسى دوسرے كا۔ اس قسم كا تغير حج نفل وصدقہ كى افضليت وغيره كا خود امام صاحب كے زمانہ ميں بهى هوا هے، لہذا اس سے حقيقت ميں فرق نهى آتا۔ والبسط فى عقود رسم المفتى لابن عابدين (۲)۔

حره العبد محمود گنگوہى، ۵۳/۲/۸ھ۔

الجواب صحيح: سعيد احمد۔
صحيح: عبد اللطيف عفا اللہ عنه، ۵/صفر/۵۳ھ۔

(۱) (تحفة العلماء، باب چهارم، تقليد كا بيان: ۲/۲۸۴، اداره تاليفات اشرفيه)

(۲) ”و فى اللؤلؤ الجية من كتاب الجنایات: قال أبو يوسف: ما قلت قولاً خالفت فيه أبا حنيفة إلا قولاً قد كان قاله، و روى أنه قال: ما خالفت أبا حنيفة فى شىء إلا قد قاله ثم رجع عنه، فهذا إشارة إلى أنهم ما سلكوا طريق الخلاف، بل قالوا ما قالوا عن اجتهاد و رأى إتباعاً لما قاله استادهم أبو حنيفة، انتهى قالوا: ما قلنا فى مسألة قولاً إلا وهو روايتنا عن أبى حنيفة، و أقسموا عليه أيماً غلاظاً، فلم يتحقق إذن فى الفقه جواب و لا مذهب إلا له كيف ما كان، و ما نسب إلى غيره إلا بطريق المجاز للموافقة (و قال بعد صفحتين): و الحاصل: أن ما خالف فيه الأصحاب إمامهم الأعظم لا يخرج عن مذهبه إذا رجحه المشايخ المعتبرون، و كذا ما بناه المشايخ على العرف لتغير الزمان أو للضرورة و نحو ذلك لا يخرج عن مذهبه أيضاً باعتبار أنه لو كان حياً لقال بما قاله، إنما هو مبنى على قواعده أيضاً“ (شرح عقود رسم المفتى، مطلب: أقوال أصحاب الإمام فى الحقيقة أقواله، ص: ۶۵-۶۸، مير محمد كتب خانہ)

مذہب اربعہ کا ماخذ

سوال [۷۶۲]: کیا اہل سنت والجماعت میں شامل ہونے کے لئے حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی ان چار مذہبوں میں سے کسی ایک مذہب کی اتباع ضروری ہے یا نہیں؟ اگر ضروری ہے تو کتاب و سنت سے ثابت کیا جائے کہ ائمہ مجتہدین میں سے کس کا اتباع کرے؟ اسلام میں ان چاروں مذہب کے لئے کیا دلیل ہے؟
الجواب حامداً ومصلياً:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ”ما أنا عليه وأصحابي“ (۱) کے طریق کو صحیح و ثواب فرمایا ہے، یہ تو حکم اجمالی ہے، پھر جو مذہب تفصیل سے مدون ہوئے ان میں ائمہ اربعہ کے مذہب ”ما أنا عليه وأصحابي“ کے ساتھ اوفق (۲)۔ یہ استقرائے مسائل اور تتبع دلائل سے ثابت ہے، ان چاروں میں سے جس محقق عالم نے تفتیش کر کے جس کے مذہب کو اقرب و اوفق پایا اس کا اتباع کر لیا (۳)۔ اس مسئلہ پر مستقل رسائل عربی، فارسی، اردو میں موجود ہیں جن میں تفصیل سے بحث کی گئی ہے، الاقتصاد (۴)، سبیل

(۱) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الثاني: ۳۰/۱، قدیمی)

(۲) ”فعلیکم معاشر المؤمنین باتباع الفرقة الناجية المسماة بأهل السنة والجماعة، فإن نصره الله وحفظه وتوفيقه فی موافقتهم، وخذلانه وسخطه ومقته فی مخالفتهم، وهذه الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم فی المذاهب الأربعة وهم: الحنفیون والمالکیون والشافعیون والحنبلیون رحمهم الله تعالى، ومن كان خارجاً عن هذه الأربعة فی هذا الزمان فهو من أهل البدعة والنار.“
(حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الذبائح: ۱۵۳/۳، دار المعرفه، بیروت)

(و کذا فی مرقاة المفاتیح، کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الثاني: ۳۱۹/۱، رشیدیہ)

(۳) ”وأخرج الخطیب قال: یا أمیر المؤمنین! إن اختلاف العلماء رحمة الله من الله تعالى علی هذه الأمة، کل یتبع ما صح عنده، وکلهم علی هدی، وکل یرید الله تعالى.“ (رد المحتار علی الدر المختار، مطلب فی حدیث ”اختلاف امتی رحمة“: ۶۸/۱، سعید)

(۴) (الاقتصاد فی التقلید والاجتهاد (اردو) للعلامة اشرف علی التهانوی، إدارة اسلامیات لاهور)

الرشاد (۱)، عقد الجید (۲)، خیر التقید (۳) وغیرہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱/۹۲ھ۔

عالم بالحدیث کا حکم

سوال [۷۶۳]: عالم بالحدیث حق پر ہیں یا نہیں؟

اہل حدیث کا حکم

سوال [۷۶۳]: اہل حدیث کی جماعت کب سے نکلی؟ انجمن اشاعت تبلیغ الاسلام امرتسر۔

الجواب حامداً ومصلياً:

..... جو شخص اہلیت اجتہاد کی رکھتا ہے اس کو تمام احادیث سامنے رکھ کر ان سے مسائل استنباط کرنے کا حق حاصل ہے (۴) مگر اس زمانہ میں اتنی اہلیت تمام عالم سے مفقود ہے جیسا کہ صدیوں سے تجربہ ہو رہا ہے، لہذا

(۱) (سبیل الرشاد (اردو) للعلامة رشيد احمد الكنكوهي، رحمن برادرس، شارع لياقت
پاکستان چوک کراچی)

(۲) ”عقد الجید“ میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”اعلم أن فی الأخذ بهذه المذاهب الأربعة مصلحة عظيمة، وفي الإعراض عنها كلها مفسدة كبيرة، ونحن نبين ذلك لوجره: أحدها أن الأمة أجمعت على أن يعتمدوا على السلف في معرفة الشريعة، فالتابعون اعتمدوا في ذلك على الصحابة، وتبع التابعين اعتمدوا على التابعين، وهكذا في كل طبقة اعتمد العلماء على من قبلهم وثانياً: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”اتبعوا السواد الأعظم“، ولما اندرست المذاهب الحققة إلا هذه الأربعة، كان اتباعها اتباعاً للسواد الأعظم، والخروج عنها خروجاً عن السواد الأعظم“. (عقد الجید، باب تأكيد الأخذ بهذه المذاهب الأربعة والتشديد في تركها والخروج عنها، ص: ۵۳، ۵۶، سعید)

(۳) (خیر التقدید فی سیر التقليد (اردو) مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ تعالیٰ، کتب خانہ
انصاریہ جالندھر شہر بازار شیخان)

(۴) ”وإن وظيفة المجتهد العمل باجتهاده دون اجتهاد غيره“. (مقدمة عمدة الرعاية، الدراسة الثانية،
ص: ۸، سعید)

بجز تقلید چارہ نہیں، جو شخص تقلید چھوڑ کر اجتہاد کا دعویٰ کرتا ہے اور مسائل استنباط کرنے کا مدعی ہے وہ جھوٹا ہے، معمولی مسائل کے دلائل سے اس کی تکذیب کی جاسکتی ہے، نیز اگر ائمہ دین مجتہدین کو سب و شتم بھی کوئی شخص کرے تو وہ فاسق بالیقین اور فقہاء کی بڑی جماعت ایسے شخص کی تکفیر بھی کرتی ہے (۱) اور یہ مرض عام غیر مقلدین میں پھیلا ہوا ہے الا ماشاء اللہ، پھر ایسی جماعت کو کیسے کہا جاسکتا ہے کہ وہ حق پر ہے؟ رہا نفس عمل بالحدیث یہ کوئی مذموم چیز نہیں بلکہ عین مطلوب ہے، لقولہ تبارک وتعالیٰ: ﴿مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ الآية (۲)۔

ہر شخص کو اتنی اہلیت نہیں کہ مقدم و موخر، ناسخ و منسوخ وغیرہ کو معلوم کر سکے اس لئے تقلید کا حکم دیا جاتا ہے۔

۲..... عمل بالحدیث تمام عمر سے تھا، جب سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تمام ائمہ کا عمل حدیث پر رہا ہے اور ائمہ مجتہدین کے مسائل قرآن و حدیث ہی سے ماخوذ ہیں (۳)، لیکن وہ حضرات مجتہد ہونے کی وجہ سے ناسخ و منسوخ سے واقف تھے۔ اور چند صدیوں سے ایک فرقہ پیدا ہوا ہے جو کہ خود علم نہیں رکھتا کہ مسائل کا استنباط کر سکے اور تقلید کو شرک کہتا ہے، درحقیقت یہ فرقہ گمراہ ہے جو اپنے کو عامل بالحدیث بتاتا ہے۔

(۱) ”من شتم عالماً أو فقیهاً من غیر سبب، خیف علیہ الکفر“۔ (التاتارخانیة، کتاب احکام المرتدین، فصل فی العلم والعملاء: ۵/۵۰۸، ادارة القرآن کراچی)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الباب التاسع فی احکام المرتدین من السیر، مطلب: موجبات الکفر انواع: ومنها: ما يتعلق بالعلم والعملاء: ۲/۲۷۰، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب السیر، باب احکام المرتدین: ۵/۲۰۷، رشیدیہ)

(۲) (الحشر: ۷)

قال العلامة الآلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ تحتها: ”و فی الکشاف: الأجود أن تكون (أی الآیة) عامّة فی کل ما أمر به صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ونهی عنه“۔ (روح المعانی: ۲۸/۵۰، دار احیاء التراث العربی بیروت)

(۳) (تقدم تخریجه من مقدمة إعلاء السنن العلامة العثماني، تحت عنوان: ”قول امام کے خلاف اگر حدیث موجود ہو، تو مقلد کیا کرے“)

وجوب تقلید کے متعلق بہت سی کتابیں لکھی گئیں۔ ”الاقتصاد، سبیل الرشاد“ وغیرہ رسائل بھی اسی مضمون کی تفصیل میں ہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۱۱/۵۳ھ۔
صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ، ۱۶/ذیقعدہ/۵۳ھ۔

مسائل اختلافیہ پر غور و فکر کرنے کے لئے چند اصول موضوعہ

[۷۶۵] ایک صاحب نے حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں چند سوالات ارسال کئے تھے اور لکھا تھا کہ ثبوت مدعا کے لئے صرف صحاح ستہ ہی کی حدیث پیش کی جائیں۔ حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے ان کے سوالات کے تفصیلی جوابات تو دیئے نہیں اس لئے کہ وہ مسائل ایسے معرکہ الاراء اور مختلف فیہ تھے کہ دونوں طرف کے علماء نے اس مضمون پر مستقل کتابیں تصنیف کی تھیں، اس پر مزید کچھ لکھنا وقت کی بربادی کے سوا اور کوئی خاص افادیت نہیں رکھتا۔ ایسے اصول تحریر فرمادیئے کہ جو کسی بھی مسئلہ کے سمجھنے کے لئے کلید کی حیثیت رکھتے ہیں۔ امید کہ علماء کرام اس مضمون سے خاص طور پر محظوظ ہوں گے۔ (ادارہ)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مکرم و محترم، زادکم اللہ علماً نافعاً!

آپ کا خط ملا، چند اصول موضوعہ تحریر ہیں، ان کو بغور دیکھیں اور مستحضر رکھیں پھر اپنے سوال پر غور کریں:
۱- اصول فقہ چار ہیں (۱)۔

۲- مسائل کو حق نہیں ہے کہ کسی فرع کی دلیل کو کسی ایک اصل میں منحصر مان کر اس کا مطالبہ کرے۔

۳- مجیب ذمہ دار نہیں کہ مسائل کے حصر کردہ اصل کا پابند رہے۔

۴- حدیث صحیح کتب صحاح میں منحصر نہیں، لہذا غیر صحاح ستہ کی ہر حدیث کو غیر صحیح نہیں کہا جاسکتا (۲)۔

(۱) قال العلامة النسفی: ”اعلم أن أصول الشرع ثلاثة: الكتاب والسنة وإجماع الأمة، والأصل

الرابع: القياس“۔ (المنار مع شرحه نور الأنوار، ص: ۵، تقسیم أصول الشرع، سعید)

(و کذا فی مجموعة الفتاویٰ لشیخ الإسلام ابن تیمیہ: ۱۰/۲۲۰، الجزء العشرون، مكتبة العبيکان)

(والمغنی فی أصول الفقه، ص: ۱۸۳، باب الحجج الشرعية، جامعة أم القرى، مكة المكرمة)

(۲) ”وقول من قال: أصح الأحاديث ما فی الصحيحین، ثم ما انفرد به البخاری، ثم ما انفرد به مسلم، ثم =

۵- صحاح ستہ کی ہر حدیث اصطلاحِ محدثین میں صحیح نہیں، بلکہ ان میں حسنِ غریب وغیرہ بھی ہیں (۱)۔

۶- صحاح ستہ کی ہر حدیث کو غیر صحاح ستہ کی ہر حدیث پر ترجیح نہیں (۲)۔

= ما اشتمل علی شرطہما من غیرہما، ثم ما اشتمل علی شرط أحدهما تحکم لا يجوز التقليد فیہ؛ إذ الأصلیة لیس إلا اشتمال رواتہما علی الشروط التي اعتبرہا، فإذا فرض وجود تلك الشروط فی رواة حدیث فی غیر کتابین، أفلا یكون الحكم بأصحیة ما فی کتابین عین التحکم؟ ثم حکمہما أو أحدهما بأن الراوی المعین مجتمع تلك الشروط لیس مما یقطع فیہ مطابقة الواقع، فیجوز كون الواقع خلافہ“۔ (فتح القدیر: ۱/۳۲۵، باب النوافل، مصطفى البابی الحلبي)

(و کذا فی السعایہ شرح شرح الوقایة: ۲/۳۰، مطلب فی أن الأصحیة منوطة بوجود شرائط الصحة الخ، باب الأذان، سهیل اکیڈمی لاہور)

(و کذا فی تیسیر مصطلح الحدیث، ص: ۳۹، مكتبة دار التراث الكويت)

(۱) ”فصل: الكتب الستة المشهورة المقررة فی الإسلام التي یقال لها: الصحاح الست: هی صحیح البخاری، وصحیح مسلم، والجامع للترمذی، والسنن لأبی داؤد، والنسائی، و سنن ابن ماجه، و عند البعض المؤطا بدل ابن ماجه، و صاحب جامع الأصول اختار المؤطا. و فی هذه الكتب الأربعة أقسام من الأحادیث من الصحاح والحسان والضعاف، و تسميتها بالصحاح الست بطریق التغلیب“۔ (مقدمة مشکوة المصابیح، للشیخ عبد الحق الدهلوی، ص: ۷، قديمی)

(۲) ”و كون معارضه فی البخاری لا یستلزم تقديمه بعد اشتراكهما فی الصحة، بل یطلب الترجیح من خارج“۔ (السعایة فی كشف ما فی شرح الوقایة: ۲/۳۰، باب الأذان، مطلب فی أن الأصحیة منوطة بوجود شرائط الصحة الخ، سهیل اکیڈمی لاہور)

”علی أن دعوی أصحیة ما فی کتابین أو أصحیة البخاری علی صحیح مسلم وغیره إنما باعتبار الإجمال، و من حیث المجموع دون التفصیل باعتبار حدیث و حدیث، صرح به فی التدریب حیث قال: قد یعرض للمفوق ما یجعله فائقاً، كان یفقا علی إخراج حدیث غریب، و ینخرج مسلم أو غیره حدیثاً مشهوراً، أو مما وصفت ترجمته بكونها أصح الأسانید، و لا یقدح ذلك فیما تقدم؛ لأن ذلك باعتبار الإجمال، قال الزرکشی: و من هنا یعلم أن ترجیح کتاب البخاری علی مسلم وغیره إنما المراد به ترجیح الجملة علی الجملة لا کل فرد من أحادیثه علی کل فرد من أحادیث الآخر“۔ (مقدمه إعلاء السنن: ۱/۴۲، قواعد فی علوم الحدیث، الفصل الثانی فی بیان ما یعلق بالتصحیح والتحسین من قواعد مهمة و أصول، إدارة القرآن کراچی)

۷- استدلال کے لئے حدیث کا صحیح ہونا لازم نہیں بلکہ حسن وغیرہ سے بھی استدلال درست ہے (۱)۔

۸- تعارض حدیث کے وقت لازماً نسخ ہی متعین نہیں بلکہ ترجیح، تطبیق، رجوع الی الآثار، اجتہاد متعدد

طرق ہیں (۲)۔

۹- سنت خلفائے راشدین کی حیثیت مستقل دلیل کی ہے (۳)۔

(۱) ”الحسن كالصحيح في الاحتجاج به وإن كان دونه في القوة، ولهذا أدرجته طائفة في نوع الصحيح، كالحاكم وابن حبان و ابن خزيمة مع قولهم بأنه دون الصحيح المبين أولاً، وقال الحافظ في شرح النخبة: وهذا القسم من الحسن مشارك للصحيح في الاحتجاج به وإن كان دونه.“ (مقدمه إعلاء السنن: ۱/۲۹، قواعد في علوم الحديث، الفصل الثاني، إدارة القرآن كراچی)

(۲) قال العلامة البنوري: ”وإذا تعارض الخبران في باب واحد فعند الشافعية يقدم التطبيق، ثم الترجيح، ثم النسخ، ثم التساقط والعمل بالأصول. وعند الحنفية: يعمل أولاً بالترجيح، ثم بالتطبيق، ثم بالنسخ، ثم بالتساقط، والمراد بالنسخ الاجتهادي أما المعلوم زمانه فهو المقدم على الكل عند الكل، وقيل: التطبيق مقدم على الترجيح عند الحنفية أيضاً، وذلك أن في الترجيح عملاً بالعلم، وفي التطبيق عملاً بعدمه، والأول مقدم على ما يقتضيه العقل والذوق.“ (معارف السنن: ۱/۱۰۲، ۱۰۳، فائدة في تعامل أهل المذاهب عند تعارض النصوص، سعيد)

(وكذا في إعلاء السنن: ۱/۱۷۶، الفصل الثامن في أصول التعارض الخ، قواعد في علوم الحديث، إدارة القرآن)

(۳) ”و عنه (أى عن العرياض بن سارية رضى الله تعالى عنه) قال: صلى بنا رسول الله ﷺ ذات يوم، ثم أقبل علينا بوجهه، فوعظنا موعظةً بليغةً فقال: ”أوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة وإن كان عبداً حبشياً، فإنه من يعش منكم بعدى، فسيرى اختلافاً كثيراً، فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين، تمسكوا بها، وعضوا عليها بالنواجذ.“ الحديث. (مشكوة المصابيح: ۱/۲۹، ۳۰، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الثاني، قديمي)

(وسنن أبى داود: ۲/۲۸۷، كتاب السنة، قبيل باب من دعا إلى السنة، مكتبة امداديه ملتان)

(وسنن الترمذى: ۲/۹۶، أبواب العلم، باب الأخذ بالسنة والاجتناب عن البدعة، سعيد كراچی)

(ومسند أحمد بن حنبل: ۳/۱۲۶، ۱۲۷، رقم الحديث: ۱۶۶۹۳، ۱۶۶۹۵، دار إحياء التراث العربى)

۱۰- اجرائے مصالحِ مرسلہ کا مقام تحت التشریح فوق الاجتہاد ہے (۱)۔

۱۱- مقلد کو مسئلہ معلوم ہونے کے بعد عمل کو ماخذ معلوم ہونے پر موقوف کرنا منصبِ تقلید کے

خلاف ہے۔

۱۲- مجیب کے ذمہ ماخذ بیان کرنا ضروری نہیں، اگر بیان کر دے تو اس کا تبرع ہے، البتہ تصحیحِ نقل

ضروری ہے۔

۱۳- ہٹ دھرم کی ہٹ دھرمی کو دور کرنے کے لئے مسائل یا دلائل دریافت کرنا بے سود ہے۔

۱۴- جو مسائل مستقلاً معرکہ الافکار اور مطرح الانظار رہ چکے ہوں، ان پر مناظرے ہوئے ہوں،

رسائل لکھے گئے ہوں، ان کے لئے براہِ راست رسائل کا مطالعہ کیا جائے، فتویٰ کے ذریعہ ان کے مباحثِ طویلہ

عریضہ کو حل کرنا بے محل ہے، کوئی خاص پہلو مخفی ہو اس کو دریافت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ

تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ جامع العلوم کانپور۔

اختلافی مسائل میں کیا مقلد کو ترجیح کا حق ہے؟

سوال [۷۶۶]: مسائلِ فقہیہ پرادلہ اربعہ کی بناء پر متاخرین علماء کو تنقید و ترجیح کا حق ہے یا

نہیں؟ حالانکہ مولانا مولوی معین الدین صاحب حنفی اجمیری صدر مدرس معینیہ عثمانیہ اپنی کتاب ”القول

الأظہر فیما یتعلق بالأذان عند المنبر“ کے ص: ۱۵ پر لکھتے ہیں کہ ”حدیث سے استنباط کرنا مجتہد کا کام

ہے، مقلد کی یہ شان نہیں کہ کسی حدیث سے تمسک کر کے کوئی حکم مستنبط کرے“۔ پھر آپ اسی کتاب کے ص:

۲۱ پر لکھتے ہیں: ”اگر کوئی مقلد استنباط کے درپے ہو جائے تو پھر فرمائیے کہ اس میں اور غیر مقلد میں کیا فرق

ہے؟“ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مولانا موصوف کا یہ فرمانا صحیح ہے یا نہیں؟

(۱) ”إن الخلفاء الراشدين مجازون فی إجراء المصالح المرسله، و هي مرتبة فوق مراتب الاجتهاد و

دون مرتبة التشريع“۔ (معارف السنن: ۳/۳۹۹، باب ماجاء فی آذان الجمعة، بیان منصب الخلفاء

الراشدين فی إجراء المصالح المرسله، سعید)

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسائل فقہیہ کی بہت کافی تنقیح ہو چکی، ادلہ قائم کر دی گئیں، رائج مرجوح کو بیان کر دیا گیا، اب براہ راست استدلال واستنباط کی ضرورت نہیں رہی، صرف تتبع کر کے رائج اور مفتی بہ کو نقل کرنا مقلد کا منصب ہے، خواہ وہ رائج قول امام ہو خواہ قول صاحبین وغیرہ:

”إن المشائخ اطلعوا على دليل الإمام، وعرفوا من أين قال، واطلعوا على دليل أصحابه، فيرجحون دليل أصحابه على دليله، فيفتون به ولا يظن بهم أنهم عدلوا عن قوله لجهلهم بدليله، فإننا نراهم قد شحنا كتبهم بنصب الأدلة، ثم يقولون: الفتوى على قول أبي يوسف مثلاً، وحيث لم نكن أهلاً للنظر في الدليل، ولم نصل إلى رتبهم في حصول شرائط التفريع والتأصيل، فعلينا حكاية ما يقولونه؛ لأنهم هم أتباع المذهب الذين نصبوا أنفسهم لتقريره وتحريره باجتهادهم، وانظر إلى ما قدمناه من قول العلامة قاسم: إن المجتهدين لم يفقدوا حتى نظروا في المختلف، ورجحوا وصححوا (إلى أن قال) فعلينا اتباع الراجح والعمل به، كما لو أفتوا في حياتهم اه“. رسم المفتی، ص: ۲۹ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ۔

اختلاف ائمہ

[۷۶۷] جب چاروں امام صحیح ہیں تو اختلاف کیوں ہے؟

(۱) (شرح عقود المفتی، ص: ۷۳، میر محمد کتب خانہ، کراچی)

”لیس له (المفتی المجتهد) العدول عما اتفق عليه أبو حنيفة وأصحابه، فليس له الإفتاء به وإن كان مجتهداً متقناً؛ لأنهم عرفوا الأدلة وميزوا بين ما صح وثبت وبين غيره، ولا يبلغ اجتهاده اجتهادهم“۔ (شرح عقود رسم المفتی، ص: ۱۵۲، میر محمد کتب خانہ کراچی)

”قال العلامة ابن نجيم في الفوائد الزينية: لا يحل الإفتاء من القواعد والضوابط، وإنما على المفتي حكاية النقل الصريح كما صرح حوايه، انتهى“۔ (شرح عقود رسم المفتی، ص: ۷۹،

میر محمد کتب خانہ کراچی)

تقلید شخصی سے ہٹ کر مختلف ائمہ کی تقلید

[۷۶۸]: ۲..... ایک امام پر قائم نہ رہ کر سبھی اماموں کی پیروی کیے بعد دیگرے درست ہے یا نہیں؟

باسمہ تعالیٰ

الجواب حامداً ومصلياً:

۱..... یہ اختلاف استنباط کے اعتبار سے ہے جو کہ امت کے لئے رحمت ہے (۱)۔

۲..... یہ طریقہ غلط ہے اس میں بڑے مفسد ہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

دیوبندی کس امام کے پیرو ہیں؟

سوال [۷۶۹]: ۱..... ایک شخص امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا پیرو ہے وہ سنی ہے یا نہیں؟

(۱) قال العلامة العثماني ناقلاً عن حجة الله رئيس المحدثين الشاه الدهلوي رحمه الله تعالى: "اعلم ان الله تعالى أنشأ بعد عصر التابعين نشأ (جماعة) من حَمَلَة العلم إنجازاً لما وعده رسول الله حيث قال: "ينحمل هذا العلم من كل خلف عدوله". فأخذوا عن اجتماعهم منهم صفة الوضوء، والغسل، والصلوة، والحج، والنكاح، والبيوع، وسائر ما يكثر وقوعه..... وحاصل صنيعهم أن يتمسك بالمسند من حديث رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم والمرسل جميعاً، ويستدل بأقوال الصحابة والتابعين علماً منهم أنها إما أحاديث منقولة عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فجعلوها موقوفة، أو يكون استنباطاً منهم من المنصوص، أو اجتهاداً منهم بآرائهم، وهم أحسن صنيعاً في كل ذلك ممن يجي بعدهم..... وإذا اختلفت مذاهب الصحابة والتابعين في مسألة، فالمختار عند كل عالم مذهب أهل بلده وشيوخه اهـ." (مقدمة إعلاء السنن للعلامة العثماني، فائدة في أسباب الاختلاف بين المجتهدين: ۳/ ۵۹، إدارة القرآن)

(والتفصيل في حجة الله البالغة، باب أسباب اختلاف مذاهب الفقهاء: ۱/ ۱۳۳، ۱۳۵،

مير محمد كتب خانہ)

(۲) (تقدم تخريجه تحت عنوان "تقلید کی شرعی حیثیت")

۲..... سنی ہونے کے لئے چار اماموں میں سے کسی امام کا پیرو ہو سکتا ہے یا نہیں؟ یا ان میں سے

کسی خاص امام کی پیروی کرنا لازم ہے؟

۳..... علمائے دیوبند ان چاروں ائمہ میں سے کس کی پیروی کرتے ہیں، یا کسی کی بھی نہیں کرتے،

یا کس کے مسلک پر چلتے ہیں؟ کتاب کا نام، مصنف کا نام مع پتہ کے اور کہاں سے مل سکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... وہ بھی سنی ہے۔

۲..... چاروں اماموں کے پیرو سنی ہیں۔ کذا فی الدر المختار للعلامة محمد بن

عابدین شامی (۱) -

۳..... علمائے دیوبند حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے پیرو ہیں اور ان کی نصرت کے سلسلہ میں ان کی

کتابیں موجود ہیں: أوثق العری (۲)، سبیل الرشاد (۳)، الراى اصح^{لصحیح} (۴)، القطف الدانیہ (۵)، ہدایۃ المعتدی (۶)،

(۱) ”فإن اختلاف أئمة الهدى توسعهة للناس، كما فى أول التاتار خانية، وهذا يشير إلى الحديث

المشهور على السنة الناس وهو: ”اختلاف أمتی رحمة“ وأخرج الخطيب أن هارون الرشيد

قال لمالك بن أنس: يا أبا عبد الله! نكتب هذه الكتب يعنى مؤلفات الإمام مالك ونفرقها فى آفاق

الإسلام لنحمل عليها الأمة، قال: يا أمير المؤمنين! إن اختلاف العلماء رحمة من الله تعالى على هذه

الأمة، كلٌ يتبع ما صح عنده، وكلهم على هدى، وكل يريد الله تعالى“. (ردالمحتار على الدر المختار،

مطلب فى حديث: ”اختلاف أمتی رحمة“: ۶۸/۱، سعيد)

وفى غنية الطالبين: ”فعلى المؤمن اتباع السنة والجماعة، فالسنة ماسنه رسول الله صلى الله

عليه وسلم، والجماعة ما اتفق عليه أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فى خلافة الأئمة الأربعة:

الخلفاء الراشدين المهديين اه“. (غنية الطالبين، ص: ۱۹۵، لاہور)

(۲) (أوثق العری فى تحقیق الجمعة فى القرى (اردو) حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، ادارہ

اسلامیات، لاہور)

(۳) (سبیل الرشاد (اردو) مولانا رشید احمد گنگوہی، رحمن برادرس، کراچی)

(۴) (لم أطلع على هذه الرسالة)

مصنفہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب، محدث گنگوہی، نیز حضرت مولانا محمد قاسم صاحب، و حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی، حضرت علامہ انور شاہ کشمیری اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہم اللہ کی بہت سی کتابیں عربی، فارسی اور اردو میں شائع شدہ ہیں جن میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مسلک کی تائید و تقویت کی گئی ہے۔ دیوبند کے کسی کتب خانہ سے فہرست طلب کریں تو اس میں کتابیں تفصیل سے ملیں گی۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

دیوبند اور جلال آباد کے علماء کا مسلک

سوال [۷۷۰]: دیوبند و جلال آباد میں مسلک کے اعتبار سے کیا فرق ہے؟ یہ دونوں ایک ہی ہیں یا

جداگانہ، جیسے بریلوی وغیرہ؟

الجواب حامداً ومصلياً:

علمائے جلال آباد اور علمائے دیوبند کے عقائد و مسلک میں کوئی فرق نہیں ہے، یہ سب امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مقلد ہیں، ایک دوسرے کا احترام کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں، ایک دوسرے کے مدرسہ کی اعانت کرتے ہیں، یہاں کے طلبہ وہاں، اور وہاں کے طلبہ یہاں بکثرت پڑھنے کے لئے آتے جاتے رہتے ہیں۔ بریلوی علماء کا معاملہ اس سے جداگانہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱/۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

غیر مقلد کی کیا حیثیت ہے؟ اور اس کے ساتھ شادی بیاہ

سوال [۷۷۱]: ہمارا ایک بھائی اہل حدیث کہلاتا ہے، سورہ فاتحہ خلف الامام پڑھتا ہے، آمین

بالجبر کہتا ہے، رفع یدین کرتا ہے۔ کیا وہ مسلمان ہے؟ اہل سنت و الجماعت میں داخل ہے اور حق پر ہے اور ان کے ساتھ بیاہ شادی جائز ہے، یہ لوگ اہل حدیث گمراہ ہیں یا نہیں؟ میرا بھائی کسی کی توہین نہیں کرتا۔

(۵) (القطوف الدانیۃ فی تحقیق الجماعۃ الثانیۃ، اصل کتاب فارسی زبان میں ہے، مولانا محمد رضی عثمانی صاحب نے اس کا اردو ترجمہ کیا ہے، طباعت دارالاشاعت، کراچی)

(۶) (ہدایۃ المعتدی فی قراءۃ المقتدی (اردو)، بلا لے ساڈھواں)

الجواب حامداً ومصلياً:

اہل حدیث کے بعض مسائل میں حنفیہ کا اختلاف معمولی ہے (۱) اور بعض میں شدید (حلت و حرمت کا) اور بعض مسائل میں ائمہ اربعہ کا اختلاف اور وہ بہت شدید ہے (۲)، ایسے مسائل میں یہ لوگ قرآن کریم کے بھی خلاف کرتے ہیں، ان سب کے خلاف کرنے کی وجہ سے وہ لوگ حق پر نہیں ہیں۔ رہا نفس عمل بالحدیث تو یہ کوئی مذموم چیز نہیں بلکہ عین مطلوب ہے، مگر ہر شخص میں یہ اہلیت نہیں ہوتی کہ مقدم و مؤخر، ناسخ و منسوخ وغیرہ کو معلوم کر سکے، اس لئے تقلید کا حکم دیا جاتا ہے (۳)۔

(۱) جیسا کہ رفع یدین میں اختلاف ہے:

”وإنما بقى الكلام فى الأفضلية، وصرح أبو بكر الجصاص فى أحكام القرآن من مسائل رؤية الهلال بذلك، وإنه من الاختلاف المباح“۔ (معارف السنن للعلامة البنورى، كتاب الصلوة، الاختلاف فى الرفع وعدمه فى الاختلاف المباح: ۲/۲۵۹، سعید)

(۲) جیسا دفعۃً تین طلاقیں دینے سے تین طلاقوں کے وقوع اور عدم وقوع میں اختلاف ہے۔ اس مسئلہ میں غیر مقلدین کا ائمہ اربعہ کے ساتھ اختلاف کی شدت اور قرآن و سنت سے صریح عدول کے متعلق علامہ عینی رقم طراز ہے ”ومذهب جماهير العلماء من التابعين ومن بعدهم، منهم: الأوزاعي والنخعي والثوري وأبو حنيفة وأصحابه ومالك وأصحابه وأحمد وأصحابه، وشافعي وأصحابه، وإسحاق وأبو عبيد وآخرون كثيرون على أن من طلق امرأته ثلاثاً، وقعن، ولكنه يأنم، وقالوا: من خالف فيه فهو شاذ مخالف لأهل السنة، وإنما تعلق به أهل البدع ومن لا يلتفت إليه لشذوذه عن الجماعة التي لا يجوز عليهم التواطؤ على تحريف الكتاب والسنة“۔ (عمدة القارى، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث الخ: ۲۰/۳۳۱، دار الكتب العلمية)

وقال الحافظ ابن حجر: ”فالراجح فى الموضوعين تحريم المتعة وإيقاع الثلاث للإجماع الذى انعقد فى عهد عمر على ذلك، ولا يحفظ أن أحداً فى عهد عمر خالفه فى واحدة منهما، وقد دل إجماعهم على وجود ناسخ، وإن كان خفى عن بعضهم، حتى ظهر لجمعهم فى عهد عمر، فالمخالف بعد هذا الإجماع مُنابذ له، والجمهور على عدم اعتبار من أحدث الاختلاف بعد الاتفاق“۔ (فتح البارى، كتاب الطلاق، باب من أجاز الطلاق الثلاث: ۹/۳۶۵، دار المعرفة)

(۳) ”قال ابن القيم أيضاً فى كتابه (إعلام الموقعين): قال الشافعي فيما رواه عنه الخطيب فى كتاب =

ان سے شادی بیاہ کرنے میں ایسے مسائل سے بھی واسطہ پڑنے کا امکان ہے، مثلاً اگر شوہر اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاق دے دے تو قرآن کریم اور احادیث مشہورہ، ائمہ مجتہدین، سلف صالحین کی تصریحات کے پیش نظر بیوی پر حرمت مغلظہ ثابت ہو جاتی ہے (۱) اور پھر بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح بھی جائز نہیں ہوتا (۲)۔

= "الفقیہ والمتفقہ" له : لا یحل لأحد أن یفتی فی دین الله إلا رجلاً عارفاً بکتاب الله بنا سخره ومنسوخه ومحکمه ومتشابهه وتأویله وتنزیله ومکیه ومدنیه وما أریده، ویكون بعد ذلك بصیراً بحديث الرسول الله صلى الله علیه وسلم وهذا یرد علی هؤلاء الذین تسموا بأهل الحديث أبلغ رد، ویکذبهم فیها أقبح تکذیب وأما غیر أهل الاجتهاد، فلیس له إلا تقلید أهل العلم". (مقدمة إعلاء السنن، الذین القیم، رساله فی الاجتهاد والتقلید: ۴/۲، إدارة القرآن، کراچی)

(۱) قال الله تعالى: ﴿الطلاق مرتان فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ (سورة البقرة: ۲۲۹، ۳۳۰)

قال ابن كثير: "أى أنه إذا طلق الرجل امرأته طليقةً ثالثةً بعد ما أرسل عليها الطلاق مرتين، فإنها تحرم عليه (حتى تنكح زوجاً غيره): أى حتى يظاها زوج آخر فى نكاح صحيح، فلو وطئها واطئى فى غير نكاح ولو فى ملك اليمين، لم تحل للأول". (تفسير ابن كثير، (سورة البقرة): ۳/۱، دار الفحاء) (وكذا فى روح المعانى: ۱۲۱/۲، (سورة البقرة: ۲۳۰)، دار إحياء التراث العربى)

"وعن ابن شهاب قال: أخبرنى عروة بن الزبير أن عائشة رضی الله عنها أخبرته "أن امرأة رفاعة القرظىّ جاءت إلى رسول الله صلى الله علیه وسلم فقالت: يا رسول الله! إن رفاعة طلقنى، فبتّ طلاقى، وإنى نكحت بعده عبد الرحمن الزبير القرظىّ، وإنما معه مثل الهدبة، قال رسول الله صلى الله علیه وسلم: "لعلك تريدین أن ترجعى إلى رفاعة، لا حتى یدوق عسيلتك وتذوقى عسيلته".

"وعن عائشة رضی الله عنها أن رجلاً طلق امرأته ثلاثاً، فتزوجت، فطلق، فسنل النبى صلى الله علیه وسلم أتحل للأول؟ قال: "لا، حتى یدوق عسيلتها كما ذاق الأول". (صحيح البخارى، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث: ۷۹۱/۲، قديمى)

"وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاث".

(ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الطلاق: ۲۳۳/۳، سعيد)

(۲) (راجع الحاشية رقم: ۱)

مگر یہ لوگ ایسی تین طلاق کو ایک ہی طلاق اور وہ بھی رجعی طلاق قرار دے کر حتیٰ رجعت دیتے ہیں (۱)، یا بہت سے بہت دوبارہ نکاح کر لینے کے لئے کہہ دیتے ہیں، حالانکہ یہ نکاح شرعی نکاح نہیں ہوتا، بلکہ نکاح کے نام پر بہت غلط اور فحش کام ہوتا ہے، اسی طرح یہ رجعت شرعی رجعت نہیں ہوتی بلکہ ناجائز چیز ہوتی ہے۔ ایسے مسائل پر مستقل کتابیں اور رسائل موجود ہیں جن میں پورے دلائل پیش کئے گئے ہیں۔ ان سے بیاہ شادی کرنے میں مفسدہ عظیمہ ہے اس سے پورا پرہیز لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۵/۹۰ھ۔

(۱) حالانکہ تین طلاق دینے کے بعد زوج اول کو رجوع کا کوئی حق نہیں، ص: ۶۱۹، حاشیہ: ۱، میں ذکر کردہ آیات اور احادیث اس پر دال ہیں۔ حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”هذه الآية الكريمة رافعة لما كان عليه الأمر في ابتداء الإسلام من أن الرجل كان أحق برجعة امرأته، وإن طلقها مائة مرة ما دامت في العدة، فلما كان هذا فيه ضرر على الزوجات، قصرهم الله إلى ثلاث طلاقات، وأباح الرجعة في المرة والثنتين، وأبانها بالكلية في الثالثه، فقال: ﴿الطلاق مرتان فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان﴾. (تفسیر ابن کثیر: ۱/۳۶۶، (سورة البقرة: ۲۲۹)، دار الفیحاء)

”وذهب بعضهم إلى أن مثل ذلك مالم يترك في مجلس واحد ثلاث مرات، فإنه لا يقع إلا واحدة، أيضاً لما أخرج البيهقي عن ابن عباس رضي الله عنهما، قال: ”طلق ركانة امرأته ثلاثاً في مجلس واحد، فسأله رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ”فإنما تلك واحدة، فارجعها إن شئت، فارجعها“. والذي عليه أهل الحق اليوم خلاف ذلك كله ثم قال: والأحسن عندي أن يجاب بأن عمر رضي الله عنه لما استشار الناس، علم فيه ناسخاً لما وقع قبل، فعمل بقضيته، وذلك الناسخ إما خبر بلغه أو إجماع، وهو لا يكون إلا عن نص، ومن ثم أطبق علماء الأمة عليه اهـ.“ (روح المعاني: ۱۳۷/۲، (سورة البقرة: ۲۲۹، ۲۳۰)، دار إحياء التراث العربي)

”وعن ابن عباس رضي الله عنهما: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء، ولا يحل لهن أن يكتمن ما خلق الله في أرحامهن﴾ (الآية) وذلك أن الرجل كان إذا طلق امرأته فهو أحق برجعته وإن طلق ثلاثاً، فنسخ ذلك، فقال: ﴿الطلاق مرتان﴾ الآية. (سنن أبي داود، كتاب الطلاق، باب في نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلث: ۱/۳۰۴، امداديه ملتان)

کیا کسی دیوبندی کو حق ہے کہ وہ اپنی اہل حدیث بیوی کو تبدیل عقیدہ پر مجبور کرے؟

سوال [۷۷۲]: اگر کسی اہل حدیث لڑکی کا نکاح کسی حنفی دیوبندی لڑکے سے کر دیا جائے تو لڑکی کو اپنے عقیدہ و مذہب پر قائم اور اس کے مطابق عمل کرنے کا حق باقی رہتا ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۲،۱..... حنفی دیوبندی اور اہل حدیث کے درمیان رفع یدین، آمین بالجہر، تورک، قنوت، تعداد وتر،

تعداد تراویح، جمعہ فی القری، قرآءة خلف الامام وغیرہ فروعی مسائل میں اختلاف ہے۔ دونوں کے پاس دلائل

ہیں۔ بحث دلائل کی قوت و ضعف میں ہے، ترجیح و نسخ میں ہے۔ ان میں سے بعض میں تو اولیٰ اور غیر اولیٰ کا

اختلاف ہے، بعض میں واجب و غیر واجب کا اختلاف ہے، بایں ہمہ عقیدہ ایمانیہ جو کہ حدیث جبرائیل

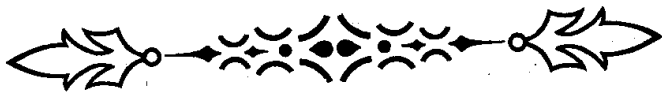
میں مفصل مذکور ہے اس پر سب ہی متفق ہیں، پھر عقیدہ تبدیل کرنے کا کیا سوال ہے؟ اگر اختلاف عقیدہ کی کوئی

چیز ہے، مثلاً لڑکی کا عقیدہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید شرک ہے اور حنفی دیوبندی مشرک ہیں، تو پہلے اس

کی تحقیق کی جائے کہ ایسی اہل حدیث لڑکی کا حنفی دیوبندی سے نکاح بھی صحیح ہو یا نہیں، تبدیل عقیدہ کا سوال بعد

کا ہے۔ جیٹھ دیور وغیرہ نامحرم ہیں، ان سے شرعی پردہ لازم ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاء العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۷/۱۳۹۹ھ۔



(۱) ”عن عقبۃ بن عامر قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”ایاکم والدخول علی النساء“،

فقال رجل: یا رسول اللہ! أرايت الحموا؟ قال: ”الحموا الموت“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب النکاح،

باب النظر الی المخطوبة و بیان العورات الفصل الأول: ۲/۲۶۸، قدیمی)

قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولا یبدین زینتھن إلا للبعولتھن أو آبائھن أو آباء بعولتھن أو إخوانھن أو

بنی إخوانھن أو بنی إخوانھن أو بنی أخواتھن﴾. (النور: ۳۱)

اہل علم اور طلبہ کے لیے ایک عظیم علمی پیشکش، ایک نادر تحفہ

کشف البخاری

افادات استاذ الحدیث مولانا عبد اللہ خان صاحب مدظلہ

صحیح بخاری کی احادیث کی سہل و دلنشین تشریح، فقہی مباحث کا سلجھا ہوا بیان، مذاہب ائمہ اور ان کے دلائل کی تفصیل، ترجمہ الباب پر تسلی بخش کلام، امام بخاری کی رائے اور رجحان کی تعیین، مشکل لغات کا حل، احادیث کے مواضع متکررہ کی نشاندہی، رواۃ حدیث کے حالات، متنازع مسائل پر تفصیلی کلام اور ان میں علمائے دیوبند کے مسلک و مزاج کی وضاحت، اکابر علمائے دیوبند کی آراء و علوم کا شاہکار، درسی فضا کی روح پرور جھلک، شیخ الاسلام مولانا حسین مدنی کے مایہ ناز شاگرد شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب کی نصف صدی پر محیط تدریسی زندگی کا نچوڑ، خوبصورت متن اور کمپیوٹر کی معیاری کتابت، الحمد للہ آٹھ جلدوں پر تحقیق و تعلق کا کام مکمل ہو گیا ہے۔

آٹھ جلدیں منظر عام پر!

① ② ③ مقدمہ، مقدمہ الکتاب اور کتاب الایمان کے تمام مباحث پر مشتمل ہے جس میں علم حدیث کی تعریف، غرض و غایہ، تدوین حدیث کے مراحل، منکرین حدیث کے ہفوات اور ان کا ازالہ، امام بخاری کے تفصیلی حالات، شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب سے امام بخاری تک رجال سند کے حالات، تراجم و خصائص بخاری اور کتاب العلم تک تمام مباحث، مراجع و مصادر اور تحقیقی حواشی کے ساتھ آگئے ہیں۔ کتاب العلم، صحیح بخاری جلد اول سے کشف البخاری کی یہ تیسری جلد کتاب العلم کے تفصیلی مباحث پر مشتمل ہے۔

④ **کتاب المغازی**: جہاد کی تعریف، اہمیت، مقصد، آداب، دعوت و جہاد، میں ہم آہنگی، اسلام میں مسئلہ غلامی، غزوات کا تاریخی پس منظر اور ایمان افروز تفصیل، ہر غزوے کا حسین اسلوب میں دل نشیں خلاصہ، تحقیقی اور تفصیلی حواشی۔ سات سو صفحات پر پھیلا ہوا یہ شگفتہ مجموعہ اہل علم اور طلبہ ہی کے لیے نہیں، مجاہدین اور عام مسلمانوں کے لیے بھی عصر نو کی شب تار کی ایک ایمانی قدیل ہے۔

⑤ **کتاب التفسیر**: بخاری کتاب التفسیر کا تعارف، اس کے ماخذ کا بیان، فن تفسیر میں اس کی حیثیت اور رتبہ کی وضاحت، الفاظ قرآنیہ کی تشریح، امام بخاری کی منتخب آیات کی تفسیر، تفسیری مباحث پر محدثانہ کلام، آٹھ سو صفحات پر مشتمل تفسیر و حدیث کا مستند ذخیرہ۔

⑥ **کتاب النکاح، کتاب الطلاق**: یہ جلد نکاح اور طلاق سے متعلق صحیح بخاری شریف کی احادیث کی تشریح و تحقیق اور تراجم ابواب کی تفصیلات پر مشتمل ہے۔

⑦ **کتاب النفقات**: یہ جلد کتاب النفقات، اطعمہ، اشربة، الأضاحی، العقیقہ، الصيد والذباح، کتاب المرضی، اور کتاب الطب پر مشتمل ہے۔

⑧ **کتاب اللباس**: یہ جلد کتاب اللباس، کتاب الأدب پر مشتمل ہے یہ بھی منظر عام پر آچکی ہے!

نَفَائِدُ التَّنْقِيحِ فِي شَرْحِ مِشْكَاةِ الْمَصَابِيحِ

مشکاۃ شریف کی منتخب احادیث کا ترجمہ و تشریح • مشکل لغات کا حل • مطالب حدیث کی دلنشین وضاحت • مذاہب فقہیہ کی تحقیق و تنقیح • مسائل فقہیہ کے آسان اسلوب میں ترتیب و تفہیم • دلائل و مستدلات ائمہ کی مکمل تفصیل • فقہاء اور محدثین کے اقوال کے درمیان محاکمہ و تطبیق • متعلقہ احادیث کی امہات کتب سے تخریج • مذاہب و دلائل کے اصل مصادر و مراجع سے حوالوں کا اہتمام۔

جلد اول علم حدیث کا تعارف، تدوین حدیث کی تاریخ، منکرین حدیث کے تعاقب پر مشتمل ایک طویل مقدمہ العلم • کتاب سے متعلق تعارفی مباحث اور مشکاۃ شریف میں جن کتابوں سے احادیث کا انتخاب کیا گیا ہے ان کے مصنفین اور امام اعظم ابوحنیفہؒ کے تفصیلی حالات پر مشتمل جاندار مقدمہ الكتاب (آٹھ سو صفحات)۔

جلد ثانی کتاب الطہارۃ اور کتاب الصلاۃ کے مکمل اور تفصیلی مباحث • (آٹھ سو صفحات)۔

جلد ثالث کتاب الجنائز، کتاب الزکاۃ، کتاب الصوم، کتاب فضائل القرآن، کتاب الدعوات، کتاب أسماء اللہ تعالیٰ اور کتاب البیوع سے لے کر مشکاۃ شریف جلد اول کے آخر تک کے مباحث پر مشتمل • خوبصورت کمپوزنگ • معیاری طباعت • سات سو صفحات پر مشتمل دوسری جلد کے بعد اب تیسری جلد منظر عام پر آچکی ہے۔

